بسلسلہ
اصلاحِ معاشرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رشتہ داروں سے متعلق
فضائل و احکام

مصنف
مفتی محمد رضوان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بسلسلہ: اصلاحِ معاشرہ

رِشتہ داروں

سے متعلق

فضائل واحکام

نسب، خاندان، برادری اور قبیلہ وغیرہ کی حقیقت اوراس کا درجہ و مرتبہ
رشتہ داروں سے صلہ رحمی کے فضائل وفوائد اور قطع رحمی کے قبائح ونقصانات
صلہ رحمی کی تاکید اور قطع رحمی کی وعید، صلہ رحمی اور قطع رحمی کی حقیقت اور صورتیں،
والدین سے صلہ رحمی، بہن بھائیوں، اولاد، زوجین اور دیگر اقرباء کے ساتھ صلہ رحمی
صلہ رحمی کے طریقے اور صلہ رحمی وحسنِ سلوک سے متعلق احکام وآداب
اور مختلف قسم کے رشتہ داروں کے بارے میں احکام

مصنّف

مفتی محمد رضوان

www.idaraghufran.org

Idara Ghufran

(جملہ حقوق بحق کتب خانہ ادارہ غفران محفوظ ہیں)

نام کتاب: رِشتہ داروں سے متعلق فضائل واحکام

مصنف: مفتی محمد رضوان

طباعتِ اول: ربیع الآخر 1438ھ جنوری 2017ء

صفحات: 788

ملنے کے پتے

Idara Ghufran

فہرست

صفحہ نمبر	مضامین
29	**تمہید** (ازمؤلف)
32	مقدمہ **نسب پرفخر کرنے، عار دلانے اور نسب کو تبدیل کرنے کی ممانعت**

33	(1)......آخرت کی کامیابی کا مدار نسب کے بجائے عمل پر ہے
69	(2)......اپنے نسب پر فخر کرنے کی ممانعت
84	(3)......کسی کے نسب کو حقیر سمجھنے اور اس پر عار دلانے کی ممانعت
88	(4)......نسب کو تبدیل کرنے اور جھٹلانے کی ممانعت
100	(5)......بچہ کا نسب اصل اور حقیقی والدین سے ثابت ہوتا ہے
104	(6)......نسب وغیرہ کی بنیاد پر تفرقہ بازی اور بغض کی ممانعت

Idara Ghufran

حصہ اول **صلہ رحمی اور قطع رحمی**	113
(فصل نمبر1) **صلہ رحمی وحسنِ سلوک کے لئے رشتہ داروں کی پہچان کرنے کا حکم**	114
تم صلہ رحمی کے لئے اپنے رشتہ داروں کا علم حاصل کرو	//
تم صلہ رحمی کے لئے اپنے رشتہ داروں کی معرفت حاصل کرو	119
تم صلہ رحمی کے لئے اپنے رشتہ کو محفوظ رکھو	120
(فصل نمبر2) **صلہ رحمی اور قطع رحمی کی حقیقت**	122
(فصل نمبر3) **صلہ رحمی کی تاکید اور قطع رحمی کی وعید**	127
رشتہ داری اللہ تعالیٰ کی اہم نعمت ہے	//
قرآن کی رُو سے قطع رحمی کرنے والے خسارہ میں	128
اللہ کا بنی اسرائیل سے صلہ رحمی کا عہد لینا	//

www.idaraghufran.org

قطع رحمی سے بچنے کا قرآنی حکم	129
شرک سے بچنے کے ساتھ صلہ رحمی کا قرآنی حکم	130
عدل واحسان کے ساتھ صلہ رحمی کا قرآنی حکم	131
عبادت کے حکم کے ساتھ صلہ رحمی کا قرآنی حکم	//
قطع رحمی کرنے والوں پر لعنت اور برا ٹھکانہ	133
اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے کو صلہ رحمی کا حکم	136
اللہ سے ڈرنے اور صلہ رحمی کرنے کا حکم	137
نبی ﷺ کا مرض الوفات میں بھی صلہ رحمی کا تاکیدی حکم فرمانا	138
صلہ رحمی کا تعلق اللہ کی صفتِ رحمٰن سے ہے	139
رحم کا عرش سے معلق ہو کر دعاء یا بددعاء دینا	143
رحم کا بروزِ قیامت کلام کرنا	145
قطع رحمی کرنے والا جنت سے محروم	150
اللہ کے نزدیک صلہ رحمی، محبوب اور قطع رحمی، مبغوض عمل	151
قطع رحمی پر دنیا میں جلد مؤاخذہ	152
نبی ﷺ کا صلہ رحمی پر ابھارنا	155
قطع رحمی سے پہلے موت پر سبقت کا حکم	156
قطع رحمی، قربِ قیامت کی علامات میں سے	157
قطع رحمی کرنے والے کا عمل قبول نہیں کیا جاتا	159

www.idaraghufran.org

قطع رحمی کرنے والے کے لئے آسمان کے دروازے بند	160
قطع رحمی کی وجہ سے عذاب کا نزول	162
(فصل نمبر 4) صلہ رحمی وحسنِ سلوک کے فضائل وفوائد	164
صلہ رحمی کرنے والے کامیاب ہیں	//
صلہ رحمی کرنے والے عقل مند ہیں	165
صلہ رحمی اہم ترین نیک عمل اور متقی ہونے کی علامت ہے	//
صلہ رحمی جنت میں داخلہ کرانے والے اعمال میں سے ہے	167
صلہ رحمی کی وجہ سے جنت میں داخلہ	168
صلہ رحمی، اللہ کا محبوب ترین عمل ہے	169
اللہ کا صلہ رحمی کرنے والوں سے اپنے قُرب کا اعلان	170
صلہ رحمی، جلد ترین ثواب کا اور قطع رحمی ویرانی کا ذریعہ ہے	//
صلہ رحمی مال وافراد میں اضافہ اور محتاجی دور ہونے کا ذریعہ	172
صلہ رحمی، گھروں کی آبادی اور عمروں میں اضافہ کا ذریعہ	174
صلہ رحمی، رزق وعمر میں برکت کا ذریعہ	175
صلہ رحمی، بری موت سے حفاظت اور دعاء کی قبولیت کا ذریعہ	179
صلہ رحمی، آپس کی محبت کا ذریعہ	180

Idara Ghufran

(فصل نمبر5) **بداخلاقی وبدسلوکی کے مرتکب سے صلہ رحمی کا حکم**	182
بدلہ میں، صلہ رحمی کرنا، حقیقی صلہ رحمی نہیں	//
قطع رحمی کرنے والے سے، صلہ رحمی کرنے پر، اللہ کی مدد	183
قطع رحمی کرنے والے سے صلہ رحمی کرنے کی وصیت	187
عداوت رکھنے والے رشتہ دار پر صدقہ کی فضیلت	188
قطع رحمی کرنے والے سے صلہ رحمی، افضل اخلاق میں داخل	189
مشرک قریبی رشتہ دار کے ساتھ بھی صلہ رحمی کا حکم	191
حصہ دوم **رشتہ داروں سے صلہ رحمی وحسنِ سلوک کرنے کا طریقہ**	193
(فصل نمبر1) **خوش اخلاقی کے ذریعہ صلہ رحمی وحسنِ سلوک**	194

(فصل نمبر 2) سلام وکلام کے ذریعہ صلہ رحمی وحسنِ سلوک	205
مسئلہ نمبر 1......زبانی یا تحریری طور پر یا فون وغیرہ کے ذریعہ سلام وکلام کرنا	214
مسئلہ نمبر 2......مرد وعورت کا آپس میں اور ایک دوسرے کو سلام کرنا	215
مسئلہ نمبر 3......مرد وعورت کا آپس میں اور ایک دوسرے سے مصافحہ کرنا	216
مسئلہ نمبر 4......غیر مسلموں کو سلام ودعاء کرنے کا حکم	//
مسئلہ نمبر 5......غیر مسلم سے مصافحہ کرنے کا حکم	217
(فصل نمبر 3) زیارت وملاقات کے ذریعہ صلہ رحمی وحسنِ سلوک	218
(فصل نمبر 4) مالی تعاون وامداد کے ذریعہ صلہ رحمی وحسنِ سلوک	232
(فصل نمبر 5) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعہ صلہ رحمی	251
مسئلہ نمبر 1......امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی حقیقت اور اس کے درجات	276
مسئلہ نمبر 2......امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی بعض شرائط	279
مسئلہ نمبر 3......امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا طریقہ	281
مسئلہ نمبر 4......دیندار یا غیر دیندار کا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا	283

www.idaraghufran.org

حصہ سوم **مختلف رشتہ داروں سے صلہ رحمی وحسنِ سلوک**	285
(فصل نمبر 1) **والدین سے حسنِ سلوک کی تاکیداور بدسلوکی کا وبال**	293
توحیدوعبادت کے ساتھ والدین سے حسنِ سلوک کا حکم	294
قرآن میں انسان کووالدین سے حسنِ سلوک کی وصیت	299
یحییٰ علیہ السلام کاوالدین کے ساتھ حسنِ سلوک	304
اللہ کی طرف سے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کی وصیت	305
والدین کے حکم سے مال سے نکلنے کا حکم	306
گناہ کے کام میں اطاعت نہیں	308
والدین سے قطع رحمی وبدسلوکی کبیرہ ترین گناہ ہے	309
والدین سے بدسلوکی کا مرتکب جنت میں داخل نہ ہوگا	312
والدین سے بدسلوکی کا مرتکب، اللہ کی نظرِ رحمت سے محروم	314
والدین کی قطع رحمی وبدسلوکی کے مرتکب پر جنت حرام	315
والدین سے قطع رحمی وبدسلوکی کی سزادنیامیں بھی ملتی ہے	316
والدین پر لعنت یاسب وشتم کرنا	321
والدین کورُلانے کا سبب بننا	324

Idara Ghufran
www.idaraghufran.org

والدین سے حسنِ سلوک نہ کرنا محرومی کا ذریعہ	326
والدین سے حسنِ سلوک نہ کر کے جنت سے محرومی کا وبال	327
والدین سے بدسلوکی کے بعد حسنِ سلوک سے تلافی	336
(فصل نمبر 2) والدین سے صلہ رحمی وحسنِ سلوک کی فضیلت	340
نماز کے بعد، والدین سے صلہ رحمی اور اُس کی جہاد پر فضیلت	//
ارکانِ اسلام اور والدین سے صلہ رحمی نبیوں کی معیت کا ذریعہ	342
والدین سے حسنِ سلوک جہاد سے افضل وحصولِ جنت کا ذریعہ	343
ہجرت کی وجہ سے والدین کے رونے پر ان کو ہنسانے کا حکم	348
والدین سے صلہ رحمی عمر ورزق میں برکت کا ذریعہ	350
ضرورت مند والدین کے لئے کمانا، اللہ کے راستہ میں داخل	352
والدین سے صلہ رحمی، گناہوں کی معافی کا ذریعہ	356
والدین سے حسنِ سلوک کی بناء پر دعاء کی قبولیت	358
نابالغ اولاد کے نیک اعمال کا ثواب والدین کو حاصل ہوتا ہے	361
قرآن پڑھنے اور اس پر عمل کرنے پر والدین کا اعزاز	362
والدین کو بنظرِ رحمت دیکھنے کی مخصوص فضیلت کی حیثیت	365

(فصل نمبر 3) **والدہ سے صلہ رحمی وحسنِ سلوک کی فضیلت واہمیت**	371
صلہ رحمی میں والدہ کا درجہ والد سے مقدم	//
والدہ سے صلہ رحمی جہاد سے افضل وحصولِ جنت کا ذریعہ	375
والدہ سے صلہ رحمی، جہاد اور حج وعمرہ کے برابر	378
والدہ سے بدسلوکی حرام ہے	381
جُریج نامی بزرگ پر والدہ کی بددعاء کا وبال	383
غیر مسلم والدہ سے بھی صلہ رحمی کا حکم	386
والدہ کی طرف سے حج کرنا	388
والدہ سے صلہ رحمی وحسنِ سلوک کی وجہ سے جنت میں داخلہ	389
والدہ کے حق کی ادائیگی ممکن نہیں	392
حضرت ابوہریرہ کا اپنی والدہ سے حسنِ سلوک	393
(فصل نمبر 4) **والد سے صلہ رحمی وحسنِ سلوک کی فضیلت واہمیت**	395
والد کی رضاء وناراضگی میں اللہ کی رضاء وناراضگی	//
والد، جنت کا درمیانی دروازہ ہے	396
والد کی دعاء قبول کی جاتی ہے	398
معذور والد کی طرف سے حج وعمرہ کرنا	400

www.idaraghufran.org

والد سے صلہ رحمی، اولاد کی طرف سے صلہ رحمی کے حصول کا ذریعہ	401
والد کے احترام کی بعض صورتیں	404
والد سے بدسلوکی وبے احترامی کی بعض صورتیں	406
اولاد کے مال میں والد کا حق	407
اولاد، والد کے حق کو اداء نہیں کرسکتی	411
والد کے حکم سے بیوی کو طلاق دینا	412
(فصل نمبر 5) **والدین کی وفات کے بعد حسنِ سلوک کا طریقہ**	415
والدین کے لئے دعاء واستغفار	420
والدین کے عہد کی ادائیگی	425
والدین کے ایصالِ ثواب کے لئے صدقہ	435
والدین کے ایصالِ ثواب کے لئے صدقۂ جاریہ	439
صدقہ کے علاوہ دیگر عبادات سے ایصال ثواب	443
والدین کے رشتہ داروں اور دوستوں سے نیک سلوک کرنا	444
(فصل نمبر 6) **والدین سے متعلق مسائل واحکام**	450
مسئلہ نمبر 1...... ''برُّ الوالدین'' اور ''عقوق الوالدین'' کی حقیقت	//

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 2......والدین سے ''بر'' اور ''عقوق'' کا حکم	450
مسئلہ نمبر 3......والدین سے بدسلوکی اور ایذاء رسانی سخت گناہ ہے	451
مسئلہ نمبر 4......والدین سے بدسلوکی پر تعزیر اور اولاد کو عاق کرنے کا حکم	//
مسئلہ نمبر 5......والدین، انسان کے حق میں محرم شمار ہوتے ہیں	452
مسئلہ نمبر 6......والدین کی اطاعت اور فرمانبرداری کا حکم	//
مسئلہ نمبر 7......غیر مسلم والدین سے حسنِ سلوک کا حکم	//
مسئلہ نمبر 8......والدین سے ''بر'' اور نیک سلوک کا طریقہ اور صورتیں	453
مسئلہ نمبر 9......غیر مسلم والدین کے لئے استغفار اور دعاء کا حکم	454
مسئلہ نمبر 10......والدین کے نان نفقہ کا حکم	//
مسئلہ نمبر 11......غیر مسلم والدین کے نان نفقہ کا حکم	456
مسئلہ نمبر 12......ایک سے زیادہ اولاد پر ضرورت مند والدین کے نان نفقہ کا حکم	//
مسئلہ نمبر 13......والدہ کا نان نفقہ والد پر مقدم ہے	458
مسئلہ نمبر 14......والدین کی طرف سے اولاد کو متعارض باتوں کا حکم	//
مسئلہ نمبر 15......غیر مسلموں کے ملک میں موجود والدین سے نیک سلوک کا حکم	459
مسئلہ نمبر 16......والدین کے رشتہ داروں اور دوستوں سے نیک سلوک کا حکم	460
مسئلہ نمبر 17......والدین کی اجازت کے بغیر اولاد کو سفر کرنے کا حکم	//
مسئلہ نمبر 18......والدین کے حکم سے فرض وغیر فرض نماز کو ترک کرنے کا حکم	462
مسئلہ نمبر 19......والدین کے حکم سے فرض وغیر فرض حج کو ترک کرنے کا حکم	//

	مسئلہ نمبر 20......والدین کے حکم سے فرض وغیر فرض روزہ کو ترک کرنے کا حکم	463
	مسئلہ نمبر 21......والدین کے حکم سے جہاد کو ترک کرنے کا حکم	//
	مسئلہ نمبر 22......والدین سے جہاد کی اجازت ملنے کے بعد منع کرنے پر حکم	464
	مسئلہ نمبر 23......غیر مسلم والدین کے اولاد کو جہاد سے روکنے پر حکم	//
	مسئلہ نمبر 24......والدین کے حکم پر بیوی کو طلاق دینے کا حکم	465
	مسئلہ نمبر 25......والدین کو ان کے اصل نام سے پکارنے کا حکم	466
	مسئلہ نمبر 26......حسنِ سلوک میں والدین کے ساتھ برابری کا حکم	//
	مسئلہ نمبر 27......والدین کے ہاتھ، سر اور چہرہ کو چومنے کا حکم	//
	مسئلہ نمبر 28......والدین کی آمد پر کھڑے ہونے کا حکم	467
	مسئلہ نمبر 29......والدہ کے کن اعضاء کو دیکھنا جائز وناجائز ہے؟	//
	مسئلہ نمبر 30......چھوٹے بچے کی پرورش کے حق میں والدہ مقدم ہے	468
	مسئلہ نمبر 31......اولاد کے فوت ہونے کے بعد والدین کو ملنے والی میراث	//
	مسئلہ نمبر 32......بچہ کے مال کی ولایت میں والد کا درجہ مقدم ہے	469
	مسئلہ نمبر 33......اولاد کا مال چوری کرنے یا اولاد کو تہمت لگانے پر حد کا حکم	470
	مسئلہ نمبر 34......اولاد کو قتل کرنے پر والدین سے قصاص لینے کا حکم	//
	مسئلہ نمبر 35......والدین کی طرف سے اولاد کو سزا دینے کا حکم	471
	مسئلہ نمبر 36......اولاد کی طرف سے والدین کے لئے ایصالِ ثواب کا حکم	//
	مسئلہ نمبر 37......مسلمان والدین کے لئے دعاء کرنے کا حکم	//

(فصل نمبر7) بہن بھائیوں سے صلہ رحمی وحسنِ سلوک کی فضیلت واہمیت	472
(فصل نمبر8) بہن، بھائیوں سے متعلق مسائل واحکام	480
مسئلہ نمبر1......بہن بھائیوں کوایک دوسرے سے صلہ رحمی وحسنِ سلوک کا حکم	//
مسئلہ نمبر2......سگےاورسوتیلے بھائیوں کی اقسام	//
مسئلہ نمبر3......سگےاورسوتیلے بھائیوں کے محرم ہونے کا حکم	//
مسئلہ نمبر4......اپنے مال کی زکاۃ اپنے بھائی کودینے کا حکم	481
مسئلہ نمبر5......فوت ہونے والے کے بھائی کومیراث ملنے کا حکم	//
مسئلہ نمبر6......سگی اورسوتیلی بہنوں کی اقسام	482
مسئلہ نمبر7......سگی اورسوتیلی بہنوں کے محرم ہونے کا حکم	//
مسئلہ نمبر8......بہن کے کن اعضاء کا پردہ ہےاورکن کانہیں؟	483
مسئلہ نمبر9......بہن کے کن اعضاء کوچھونا جائز ہے؟	//
مسئلہ نمبر10......اپنے مال کی زکاۃ اپنی بہن کودینے کا حکم	484
مسئلہ نمبر11......ضرورت مند بہن اوربھائی کے نان نفقہ کا حکم	//
مسئلہ نمبر12......فوت ہونے والے کے بہن، بھائی کب وارث نہیں ہوتے	//
مسئلہ نمبر13......والدکی وفات کے بعدبڑے بھائی کا درجہ	485

www.idaraghufran.org

(فصل نمبر 9) **اولاد سے صلہ رحمی وحسنِ سلوک کی فضیلت واہمیت**	486
لڑکیوں کے ساتھ صلہ رحمی کی خاص فضیلت واہمیت	502
(فصل نمبر 10) **اولاد کے درمیان عدل ومساوات کا حکم**	518
چند متعلقہ مسائل	527
مسئلہ نمبر 1......اولاد کے درمیان، ہبہ، عطیہ اوراظہارِ شفقت میں برابری کا حکم	//
مسئلہ نمبر 2......نرینہ اور غیر نرینہ اولاد کے درمیان برابری کا حکم	528
مسئلہ نمبر 3......اولاد کے درمیان برابری کے حکم میں حکمتیں	529
مسئلہ نمبر 4......مخصوص حالات میں اولاد کے درمیان کمی وزیادتی کا حکم	//
مسئلہ نمبر 5......دل میں کسی اولاد کی زیادہ محبت ہونے کا حکم	531
مسئلہ نمبر 6......فوت ہونے کے بعد اولاد کو ملنے والی میراث کا حکم الگ ہے	//
(فصل نمبر 11) **اولاد اور نسب سے متعلق مسائل واحکام**	532
مسئلہ نمبر 1......نسب کی حقیقت	//
مسئلہ نمبر 2......نسب کے معاملہ میں شریعت کی طرف سے احتیاط کا حکم	533

مسئلہ نمبر3......نسب ثابت ہونے پر کئی حقوق لازم ہوتے ہیں	533
مسئلہ نمبر4......نسب ثابت ہونے کے ذرائع اور شرائط	//
مسئلہ نمبر5......نکاحِ فاسد کے بعد نسب ثابت ہونے کا حکم	536
مسئلہ نمبر6......وطی بالشبہ کی صورت میں نسب ثابت ہونے کا حکم	537
مسئلہ نمبر7......صحبت کے علاوہ دوسرے طریقہ سے رحم میں ادخالِ منی پر ثبوتِ نسب	538
مسئلہ نمبر8......شرعی باندی سے بچہ پیدا ہونے پر ثبوتِ نسب کا حکم	//
مسئلہ نمبر9......زنا کے نتیجہ میں پیدا شدہ بچہ کے نسب کا حکم	539
مسئلہ نمبر10......کسی بچہ پر لعان ہونے کے بعد اس کے ثبوتِ نسب کا حکم	//
مسئلہ نمبر11......گواہوں کے ذریعہ سے ثبوتِ نسب کا حکم	//
مسئلہ نمبر12......اقرار کے ذریعہ سے ثبوتِ نسب کا حکم	540
مسئلہ نمبر13...... پڑے ہوئے لاوارث بچہ کے نسب کا حکم	541
مسئلہ نمبر14......تسامع وشہرت کے ذریعہ سے ثبوتِ نسب کا حکم	//
مسئلہ نمبر15......مجہولُ النسب بچہ کے متعلق اولاد ہونے کا دعویٰ کرنے پر حکم	543
مسئلہ نمبر16......اختلاف وتنازع ہونے پر قیافہ سے ثبوتِ نسب کا حکم	544
مسئلہ نمبر17......ثبوتِ نسب کے بعد والدین پر اولاد کے حقوق	545
مسئلہ نمبر18......بچہ کی ولادت کے بعد کان میں اذان واقامت کہنے کا حکم	546
مسئلہ نمبر19......اولاد کی طرف سے عقیقہ کا حکم	//
مسئلہ نمبر20......بچہ کی ختنہ کا حکم	//

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 21......بچہ کا اچھا نام رکھنے کا حکم	546
مسئلہ نمبر 22......بچہ کی پرورش کا حکم	//
مسئلہ نمبر 23......بچہ کی تعلیم وتربیت کا حکم	547
مسئلہ نمبر 24......ماں کی طرف سے بچہ کو دودھ پلانے کا حکم	//
مسئلہ نمبر 25......ترکِ فرائض پر اولاد کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم	//
مسئلہ نمبر 26......اولاد ''خیرُ الابوَین'' کے تابع ہوتی ہے	//
مسئلہ نمبر 27......مسلمان کے نابالغ بچہ کے مرتد ہونے کا حکم	548
مسئلہ نمبر 28......غیر مسلم کے نابالغ بچہ کے اسلام قبول کرنے کا حکم	549
مسئلہ نمبر 29......فوت شدہ شخص کی نمازِ جنازہ کا استحقاق کن رشتہ داروں کو ہے؟	//
مسئلہ نمبر 30......اولاد کو اپنے مال کی زکاۃ دینے کا حکم	550
مسئلہ نمبر 31......نابالغ اولاد کی طرف سے صدقۂ فطر کا حکم	//
مسئلہ نمبر 32......نابالغ اولاد کی طرف سے قربانی کا حکم	//
مسئلہ نمبر 33......اولاد کو ذبح کرنے کی منت ماننے کے بعد حکم	551
مسئلہ نمبر 34......والدین کو اپنی اولاد پر بددعاء کرنے کا حکم	552
مسئلہ نمبر 35......اولاد کو عطیہ وہبہ کرتے وقت برابری کا حکم	//
مسئلہ نمبر 36......دل میں کسی اولاد کی محبت دوسری سے کم یا زیادہ ہونے کا حکم	//
مسئلہ نمبر 37......اولاد کو ہبہ وعطیہ کرنے کے بعد اس سے رجوع کرنے کا حکم	//
مسئلہ نمبر 38......نابالغ اولاد کو اپنا شریکِ کاروبار بنانے کا حکم	553

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 39......اولاد کے مال میں سے اجازت کے بغیر لینے کا حکم	553
مسئلہ نمبر 40......حاملہ کی وفات کے بعد آپریشن کے ذریعہ بچہ کو نکالنے کا حکم	554
مسئلہ نمبر 41......زندہ بچہ کے پیدا ہونے کے بعد فوت ہونے پر احکام	//
مسئلہ نمبر 42......والد کے لئے نابالغ بچہ کے مال کو فروخت کرنے کا حکم	555
مسئلہ نمبر 43......والد کا اپنی اولاد کا مال خریدنا اور اس کو فروخت کرنا	//
مسئلہ نمبر 44......اولاد کو قتل کرنے کی ممانعت	//
مسئلہ نمبر 45......اولاد کو قتل کرنے پر قصاص کا حکم	556
مسئلہ نمبر 46......والدین یا کسی ایک کو قتل کرنے پر قصاص کا حکم	//
مسئلہ نمبر 47......اولاد اور والدین کی ایک دوسرے کے حق میں گواہی کا حکم	//
مسئلہ نمبر 48......اولاد یا والدین کے مال کو چوری کرنے پر حد کا حکم	557
مسئلہ نمبر 49......اولاد پر تہمت لگانے کی صورت میں حد کا حکم	//
مسئلہ نمبر 50......والدین کے فوت ہونے پر اولاد کو میراث ملنے کا حکم	558
مسئلہ نمبر 51......اولاد کا والدین کی میراث میں ’’عصبہ‘‘ ہونے کا حکم	//
مسئلہ نمبر 52......بیٹے کی موجودگی میں پوتے کو میراث ملنے کا حکم	//
مسئلہ نمبر 53......زنا سے پیدا شدہ بچہ کے بالغ ہونے کے بعد امامت کا حکم	559
مسئلہ نمبر 54......لعان شدہ بچہ کے بالغ ہونے کے بعد امامت کا حکم	//

(فصل نمبر 12) دیگر مختلف نسبی رشتہ داروں سے حسنِ سلوک	560
(فصل نمبر 13) ازدواجی اور سسرالی رشتہ داروں سے حسنِ سلوک	577
زوجین کو ایک دوسرے سے حسنِ سلوک کا حکم	586
(1)......زوجہ کے ساتھ حسنِ سلوک	595
(2)......زوج کے ساتھ حسنِ سلوک	614
(فصل نمبر 14) زوجین وسسرالی رشتوں سے متعلق مسائل واحکام	635
مسئلہ نمبر 1......زوجیت کا رشتہ قائم ہونے کے بعد زوجین پر بنیادی حقوق	//
مسئلہ نمبر 2......زوجین کو ایک دوسرے کے ساتھ حسنِ معاشرت کا حکم	636
مسئلہ نمبر 3......زوجین کو ایک دوسرے کے لئے زینت اختیار کرنے کا حکم	637
مسئلہ نمبر 4......زوجین کو ایک دوسرے سے استمتاع کا حق اور اس کی توضیح	638
مسئلہ نمبر 5......نکاح کے بعد حرمتِ مصاہرت کا رشتہ قائم ہو جاتا ہے	639
مسئلہ نمبر 6......نکاح کے بعد پیدا شدہ بچے کا نسب	//
مسئلہ نمبر 7......زوجین میں سے کسی ایک کے فوت ہونے پر میراث کا حکم	640

www.idaraghufran.org

(1)......بیوی سے متعلق مسائل واحکام	640
مسئلہ نمبر 1......شوہر کے ذمہ بیوی کے مالی وغیر مالی حقوق	641
مسئلہ نمبر 2...... بیوی کے ساتھ حسنِ معاشرت کا حق	//
مسئلہ نمبر 3......نکاح کے بعد شوہر پر بیوی کے مہر کا حق	//
مسئلہ نمبر 4......شوہر پر بیوی کے نان نفقہ کا حق	642
مسئلہ نمبر 5......شوہر پر بیوی کی رہائش واجب ہونے کا حکم	//
مسئلہ نمبر 6...... بیمار بیوی کے علاج معالجہ کے اخراجات کا حکم	644
مسئلہ نمبر 7...... بیوی کے نان نفقہ میں عورت ومرد کی حیثیت کا دخل	//
مسئلہ نمبر 8...... بیوی کی رہائش میں شوہر پر وحشت کو دور کرنے کا حکم	645
مسئلہ نمبر 9......عورت پر گھر کے کام کاج کی ذمہ داری کا حکم	646
مسئلہ نمبر 10......ضرورت کے وقت عورت کو جائز ذریعۂ معاش اختیار کرنے کا حکم	647
مسئلہ نمبر 11......شوہر کا بیوی کی خدمت کرنے کا حکم	649
مسئلہ نمبر 12......شوہر پر بیوی کے ساتھ صحبت کا حق	650
مسئلہ نمبر 13...... بیوی کو بدبودار چیز کھانے پینے پر منع کرنے کا حکم	651
مسئلہ نمبر 14...... بیوی کے بغیر سفر پر جانے اور بیوی سے جدا رہنے کا حکم	//
مسئلہ نمبر 15...... بیوی کو سفر میں ساتھ لے جانے کا حکم	652
مسئلہ نمبر 16...... بیوی کے ساتھ شب باشی کا حکم	//
مسئلہ نمبر 17......فوت شدہ بیوی کو غسل دینے کا حکم	654
مسئلہ نمبر 18......ایک بیوی پر اکتفاء کرنے یا ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کا حکم	655

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 19......ایک سے زیادہ بیویوں کے نان نفقہ میں عدل کا حکم	656
مسئلہ نمبر 20......ایک سے زیادہ بیویوں کے نان نفقہ کے بعد تبرع واحسان میں کمی زیادتی کا حکم	657
مسئلہ نمبر 21......ایک سے زیادہ بیویوں کے ساتھ رہنے سہنے میں عدل کا حکم	658
مسئلہ نمبر 22......ایک سے زیادہ بیویوں کے ساتھ شب باشی میں عدل کا حکم	//
(2)......شوہر سے متعلق مسائل واحکام	//
مسئلہ نمبر 1......شریعت کی نظر میں شوہر کے حق کی اہمیت	659
مسئلہ نمبر 2......شوہر کی اطاعت واجب ہونے کا حکم	//
مسئلہ نمبر 3......شوہر کو جماع سے منع کرنے اور روکنے کا حکم	//
مسئلہ نمبر 4...... بیوی سے استمتاع کا وقت اور استمتاع میں مانع چیزوں سے بیوی کو روکنے کا حکم	661
مسئلہ نمبر 5......شوہر کے لئے زیب وزینت اختیار کرنے کا حکم	662
مسئلہ نمبر 6......شوہر کے ناپسندیدہ فرد کو گھر میں داخلہ سے منع کرنے کا حکم	//
مسئلہ نمبر 7......شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نکلنے کی ممانعت	663
مسئلہ نمبر 8......ضرورت کے وقت گھر سے باہر نکلنے کا حکم	//
مسئلہ نمبر 9......رشتہ داروں سے صلہ رحمی کے لئے گھر سے باہر نکلنے کا حکم	//
مسئلہ نمبر 10...... ہفتہ میں ایک مرتبہ والدین وغیرہ کی زیارت کا حکم	664
مسئلہ نمبر 11......شوہر کے ساتھ سفر کرنے اور دوسری جگہ منتقل ہونے کا حکم	//
مسئلہ نمبر 12......عورت پر شوہر کے گھر کی خدمت کرنے کا حکم	665

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 13...... بیوی کی نافرمانی پر نصیحت وتنبیہ کرنے کا حکم اور اس کا طریقہ	666
مسئلہ نمبر 14......فوت شدہ شوہر کو غسل دینے کا حکم	667
مسئلہ نمبر 15...... بیوی کے مال کی زکاۃ شوہر کے ذمہ واجب نہ ہونے کا حکم	668
مسئلہ نمبر 16......زوجین کا ایک دوسرے کو زکاۃ دینے کا حکم	//
(3)......سسرال اور مصاہرت سے متعلق مسائل واحکام	671
مسئلہ نمبر 1......مصاہرت کے معنیٰ	//
مسئلہ نمبر 2......نکاح کے بعد مصاہرت کے رشتہ کا ثبوت	672
مسئلہ نمبر 3......نکاح کے بعد زوجین پر حرام شدہ رشتہ داروں کی تفصیل	//
مسئلہ نمبر 4......شرعی باندی سے صحبت کے بعد حرمت مصاہرت کا ثبوت	676
مسئلہ نمبر 5......نکاحِ فاسد سے حرمتِ مصاہرت کا ثبوت	677
مسئلہ نمبر 6......وطی بالشبہ سے حرمتِ مصاہرت کا ثبوت	678
مسئلہ نمبر 7......زنا سے حرمتِ مصاہرت کا ثبوت	679
مسئلہ نمبر 8......شہوت یا بغیر شہوت کے چھونے سے حرمتِ مصاہرت کا ثبوت	682
مسئلہ نمبر 9......شہوت سے بوسہ لینے پر حرمتِ مصاہرت کا ثبوت	684
مسئلہ نمبر 10......شرمگاہ کو دیکھنے پر حرمتِ مصاہرت کا ثبوت	685
مسئلہ نمبر 11......حرمتِ مصاہرت کے ثبوت کی شرائط	686
مسئلہ نمبر 12......زوجین پر ایک دوسرے کے اصول وفروع کا حرام ہونا	688
مسئلہ نمبر 13......بعض نامحرم سسرالی رشتہ دار	690
مسئلہ نمبر 14......سسرالی محرم رشتہ داروں کے ساتھ سفر وخلوت کے احکام	//

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 15......دو محرم عورتوں کو ایک شخص کے نکاح میں جمع کرنے کی ممانعت	692
(فصل نمبر 15) رضاعی رشتہ داروں سے حسنِ سلوک	694
(فصل نمبر 16) رضاعت سے متعلق مسائل واحکام	710
مسئلہ نمبر 1......''رضاع'' اور ''رضاعت'' کے معنیٰ	//
مسئلہ نمبر 2......رضاعت سے ثابت ہونے والے احکام	//
مسئلہ نمبر 3......رضاعت ثابت ہونے کے ارکان	711
مسئلہ نمبر 4......دودھ پلانے والی عورت میں پائی جانے والی شرائط	//
مسئلہ نمبر 5......فاسق یا غیر مسلم عورت کے دودھ پلانے پر رضاعت کا ثبوت	712
مسئلہ نمبر 6......مرضعہ میں دودھ پلانے سے پہلے استقرارِ حمل کی شرط	713
مسئلہ نمبر 7......فوت شدہ عورت کا دودھ پینے پر رضاعت ثابت ہونے کا حکم	//
مسئلہ نمبر 8......رضاعت کے لئے دودھ کے پیٹ میں داخل ہونے کی شرط	//
مسئلہ نمبر 9......پستان منہ میں داخل کرنے کے بعد رضاعت کے شک پر حکم	714
مسئلہ نمبر 10......دودھ کو کسی مائع چیز میں ملا کر پینے پر حکم	//
مسئلہ نمبر 11......پانچ مرتبہ یا اس سے کم وبیش مرتبہ دودھ پینے پر رضاعت کا حکم	716
مسئلہ نمبر 12......رضاعت سے حرام ہونے والے رشتوں کی تفصیل	719

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 13......رضاعی رشتہ دار عورتوں کو ایک مرد کے نکاح میں جمع کرنا	726
مسئلہ نمبر 14......رضاعی محرم رشتہ داروں سے مستثنیٰ افراد کی تفصیل	//
مسئلہ نمبر 15......دودھ پینے والے بچہ کے اصول وحواشی کا حکم	728
مسئلہ نمبر 16......رضاعی باپ بننے کے لئے نکاح کے قائم ہونے کی شرط	//
مسئلہ نمبر 17......لعان کردہ بیوی کے رضاعی بچہ کا حکم	729
مسئلہ نمبر 18......زنا کی وجہ سے دودھ اُترنے پر رضاعت کے ثبوت کا حکم	//
مسئلہ نمبر 19......رضاعت کی مدت کے متعلق فقہاء کے اقوال	730
مسئلہ نمبر 20......نکاح ہونے کے بعد حرمتِ رضاعت کے ثبوت پر حکم	732
مسئلہ نمبر 21......رضاعت کے ثبوت کا طریقہ	735
مسئلہ نمبر 22......نکاح کے بعد رضاعت کا اقرار کرنے پر حکم	//
مسئلہ نمبر 23......زوجین کے ثبوتِ رضاعت پر متفق ہونے کے بعد مہر کا حکم	737
مسئلہ نمبر 24......شوہر کے حرمتِ رضاعت کا اقرار کرنے کے بعد رجوع کا حکم	//
مسئلہ نمبر 25......رضاعت کے ثبوت کے لئے گواہی کا نصاب	738
مسئلہ نمبر 26......دودھ پلانے والی کے گواہی دینے پر حکم	739
مسئلہ نمبر 27......رضاعت والے رشتہ داروں سے پردہ وخلوت کا حکم	//
مسئلہ نمبر 28......رضاعی ماں یا بہن وغیرہ کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم	740

(خاتمہ)

صلہ رحمی ورشتہ داروں سے متعلق متفرق مسائل واحکام

صلہ رحمی ورشتہ داروں سے متعلق متفرق مسائل واحکام	742
مسئلہ نمبر 1......رحم اور ذی رحم محرم کے معنیٰ اور ذی رحم محرم رشتہ داروں کا درجہ	//
مسئلہ نمبر 2......رشتہ داروں سے صلہ رحمی کا حکم	744
مسئلہ نمبر 3......صلہ رحمی اور قطع رحمی کے معنیٰ	//
مسئلہ نمبر 4......صلہ رحمی کے درجات	745
مسئلہ نمبر 5......صلہ رحمی کے طریقے	//
مسئلہ نمبر 6......قطع رحمی کا درجہ	746
مسئلہ نمبر 7......صلہ رحمی میں والدین کا درجہ مقدم ہے	//
مسئلہ نمبر 8......والدین کے بعد صلہ رحمی کا درجہ	747
مسئلہ نمبر 9......نسبی محرم رشتہ دار عورتوں کی تفصیل	//
مسئلہ نمبر 10......محرم رشتہ داروں سے پردہ کی تفصیل	751
مسئلہ نمبر 11......نامحرم رشتہ داروں سے پردہ کا حکم اور مجبوری میں پردہ کا طریقہ	753
مسئلہ نمبر 12......غیر مسلم محرم رشتہ دار سے پردہ کا حکم	760

Idara Ghufran

مسئلہ نمبر 13......اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت استئذان کا حکم	760
مسئلہ نمبر 14......مرد یا عورت کو چھونے سے وضو ٹوٹنے کا حکم	761
مسئلہ نمبر 15......محرم نہ ہونے کی صورت میں عورت پر حج کی فرضیت	//
مسئلہ نمبر 16......محرم کے بغیر حج وعمرہ کے سفر کا حکم	762
مسئلہ نمبر 17......محرم کے بغیر حج وعمرہ کے علاوہ دوسرے سفر کا حکم	763
مسئلہ نمبر 18......غیر مسلم رشتہ داروں سے صلہ رحمی کا حکم	766
مسئلہ نمبر 19......اولاد اور والدین کے نان نفقہ کا حکم	//
مسئلہ نمبر 20......کن رشتہ داروں کا نان نفقہ واجب ہے	767
مسئلہ نمبر 21......رشتہ دار کا نان نفقہ واجب ہونے کے لئے غریب ہونے کی شرط	768
مسئلہ نمبر 22......جس پر نان نفقہ واجب ہو، اس کے مالدار ہونے کی شرط	771
مسئلہ نمبر 23......ضرورت مند رشتہ داروں کا نان نفقہ حسبِ عادت وعرف ہوتا ہے	772
مسئلہ نمبر 24......دین ومذہب مختلف ہونے کی صورت میں نان نفقہ کا حکم	//
مسئلہ نمبر 25......مستحق رشتہ داروں کے لئے دوسری جگہ زکاۃ بھیجنے کا حکم	773
مسئلہ نمبر 26......رشتہ دار کو ہبہ کرنے کے بعد رجوع کرنے کا حکم	774
مسئلہ نمبر 27......رشتہ داروں کو مال کی وصیت کرنے کا حکم	775
مسئلہ نمبر 28......رشتہ داروں کے حق میں گواہی کے معتبر ہونے کا حکم	//
مسئلہ نمبر 29......رشتہ داروں کے شرعی غلام یا باندی ہوکر ملکیت میں آنے کا حکم	776

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 30......فوت ہونے کے بعد غسل دینے اور نمازِ جنازہ کا استحقاق	777
مسئلہ نمبر 31......نمازِ جنازہ کے استحقاق میں رشتہ داروں پر مقدم افراد	//
مسئلہ نمبر 32......نابالغ بچہ کے مال کی ولایت کا استحقاق ہونے کی تفصیل	780
مسئلہ نمبر 33......حضانت کے معنیٰ	781
مسئلہ نمبر 34......حضانت کا حکم	782
مسئلہ نمبر 35......حضانت کے استحقاق میں رشتہ داروں کی تفصیل	783
مسئلہ نمبر 36......نکاح کے ولی ہونے میں رشتہ داروں کی تفصیل	785

Idara Ghufran

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

(از مولف)

قرآن وسنت میں، رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک اور اچھا برتاؤ کرنے، بُرے برتاؤ سے بچنے، اور رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے کی بڑی تاکید آئی ہے، جس کو شریعت کی زبان میں ''صلہ رحمی'' کہا جاتا ہے۔

اور اس کے برعکس رشتہ داروں کے ساتھ بدسلوکی اور بُرا برتاؤ کرنے اور ان کے حقوق ضائع اور قطع تعلقی کرنے پر بڑی سخت وعیدیں آئی ہیں، اور اس کو شریعت کی زبان میں ''قطع رحمی'' کہا جاتا ہے۔

اور اس طرح صلہ رحمی اور قطع رحمی ایک دوسرے کی ضد اور ایک دوسرے کے خلاف حالتیں ہیں، موجودہ زمانے میں یہ بات کثرت سے دیکھنے میں آرہی ہے کہ بہت سے مسلمانوں کو رشتہ داروں کے حقوق اور صلہ رحمی کی اہمیت ہی معلوم نہیں، اور جب اس کی اہمیت کا علم نہیں، تو اس کی ادائیگی کا علم کیونکر ہوگا۔

جس کے نتیجے میں آج ہم دیکھتے ہیں کہ گھر گھر میں اور خاندان درخاندان جھگڑے اور تنازعات کا ایک طویل سلسلہ قائم ہے، اور نوبت نسل درنسل کلی بائیکاٹ تک پہنچی ہوئی ہے، جبکہ بعض لوگوں کو صلہ رحمی اور قطع رحمی کی اہمیت کا تو کچھ علم ہے، مگر اس کی حقیقت سے واقفیت نہیں، جس کی وجہ سے انہوں نے چند رسموں کی ادائیگی کا نام رشتہ داروں کے حقوق کی ادائیگی یا صلہ رحمی رکھ لیا ہے، حالانکہ اس سلسلے میں پائی جانی والی بہت سی رسموں کا، تو صلہ رحمی سے دور کا بھی تعلق نہیں، اور اگر کوئی تعلق بھی تھا، تو وہ موجودہ حالات میں باقی نہیں رہا، بلکہ ان کی صرف ظاہری شکل باقی رہ گئی ہے، چنانچہ بہت سے لوگ، صرف غمی یا خوشی کے عنوان سے،

www.idaraghufran.org

مختلف رسومات وتقریبات میں شرکت یارسمی چیزوں کے لین دین کو، رشتہ داری کے حقوق کی ادائیگی تصور کرتے ہیں۔

بعض لوگوں نے صِرف شادی بیاہ کے موقع پر نیوتہ یا عید کے موقع پر عیدی وغیرہ کے لین دین، اور فوتگی کے موقع پر آ کر رسمی دعاء کر لینے جیسی چیزوں کو، رشتہ داری اور اس کے حقوق کی ادائیگی خیال کر رکھا ہے۔

اور مغربی معاشرہ میں تو رشتہ داری کا سلسلہ اور خاندانی نظام (Family System) ہی درہم برہم ہو کر رہ گیا ہے، چنانچہ وہاں شادی بیاہ کا تصور مسخ ہو جانے اور بغیر شادی کے اجنبی مردوں اور عورتوں کے ایک ساتھ زندگی گزارنے اور باہمی رضامندی سے بدکاری کا کثرت سے ارتکاب کرنے اور اس کی وجہ سے کثرت سے ناجائز بچوں کے پیدا ہونے اور آئے دن مرد وعورت کی علیٰحدگی وغیرہ جیسے حالات اور واقعات کے وجود پذیر ہونے کے نتیجہ میں زوجین، اولاد اور والدین کے اور دیگر بہن بھائیوں وغیرہ کے رشتے تباہ وبرباد ہو چکے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اس معاشرہ میں بہت بڑی تعداد ایسے افراد کی ہے کہ ان کے والدین، بہن بھائیوں اور دیگر رشتہ داروں کا کچھ اتہ پتہ نہیں، اور اب بعض مسلمانوں میں بھی اس کے اثرات منتقل ہونا شروع ہو گئے ہیں اور اس طرح کے معاشرے میں صلہ رحمی کی اہمیت تو درکنار اس کا تصور ہی مشکل ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ صورتِ حال انسان کی فطری زندگی سے ہٹ کر اور ایک طرح سے حیوانی زندگی میں داخل ہے، جبکہ دینِ اسلام نے رشتہ داروں کے حقوق، یا صلہ رحمی کا ایک جامع نظام پیش کیا ہے، اور اس کو بڑی اہمیت دی ہے، جو کہ ہر طرح کی افراط وتفریط سے پاک ہے، اور اس کے نتیجے میں عالیشان، خاندانی نظام کو وجود ملتا ہے، جس کے ذریعے نسب وخاندان اور برادری کے عنوان سے معاشرے میں موجود مختلف بے اعتدالیوں سے بچا جا سکتا ہے۔

اس قسم کے حالات کے پیشِ نظر ضرورت محسوس ہوئی کہ رشتہ داروں سے صلہ رحمی ان کے

www.idaraghufran.org

حقوق اور رشتہ داروں سے متعلق مختلف احکام پر، قرآن وسنت کی معتبر ومستند تعلیمات اور فقہی احکام کو جمع ومرتب کر کے، ہدایت ورہنمائی حاصل کی جائے، جس کو ”رشتہ داروں سے متعلق فضائل واحکام“ کے نام سے، کتابی شکل میں شائع کیا جارہا ہے۔

دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کوشش کو قبول فرمائے اور بخشش ونجات کا ذریعہ اور نافع ومفید بنائے۔فقط۔

محمد رضوان

مؤرخہ ۴/محرم الحرام/ ۱۴۳۷ھ بمطابق 18 / اکتوبر/2015ء بروز اتوار

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

Idara Ghufran

(مقدمہ)

نسب پر فخر کرنے، عار دلانے اور نسب کوتبدیل کرنے کی ممانعت

صلہ رحمی وقطع رحمی کا زیادہ تر تعلق، نسب اور خاندان، یا برادری وغیرہ سے ہے۔

اور آج کل بہت سے لوگوں نے اس سلسلہ میں مختلف بے اعتدالیاں پیدا کرلی ہیں، چنانچہ اس سلسلہ میں ایک طبقہ تو وہ ہے کہ جو اپنا تعلق کسی خاص اعلیٰ نسب مثلاً سید، علوی، صدیقی، فاروقی، عثمانی، عباسی اور قریشی وغیرہ سے ہونے کو اپنے لئے آخرت کے اعتبار سے بڑی کامیابی کا ذریعہ خیال کرتا ہے، بلکہ اس نسبت کی وجہ سے اپنے آپ کے جنتی ہونے کا یقین رکھتا ہے، اور نیک اعمال اور اصلاحِ آخرت کی طرف توجہ نہیں کرتا۔

اور دوسرا طبقہ اس سلسلہ میں وہ ہے کہ جو اپنے نسب، خاندان اور برادری پر فخر وغرور اختیار کرتا ہے، اور اپنے نسب کو دنیا کے اعتبار سے فخر وغرور کا ذریعہ سمجھتا ہے۔

اور تیسرا طبقہ وہ ہے کہ جو دوسرے کے نسب کو حقیر سمجھتا اور اس پر دوسرے کو عار دلاتا ہے۔

اور چوتھا طبقہ وہ ہے کہ جو اپنے نسب وخاندان کو تبدیل کرتا یا جھٹلاتا ہے۔

اور پانچواں طبقہ وہ ہے کہ جو نسب کی نسبت والدین کے علاوہ، دوسرے افراد کی طرف کرتا ہے، اور نسب کی حفاظت کا اہتمام نہیں کرتا۔

اور چھٹا طبقہ وہ ہے کہ جو نسب وبرادری پرستی وغیرہ کی بنیاد پر عصبیت وتعصب اور تفرقہ بازی ڈالنے اور اس کے نتیجہ میں قتل وغارت گری تک میں مبتلا ہے۔

www.idaraghufran.org

اس لئے سب سے پہلے اسلام میں نسب کے مقام ومرتبہ اور نسب کے عنوان سے پائی جانے

والی بے اعتدالیوں کا ذکر کیا جاتا ہے، تاکہ اس کو اپنے درجہ پر رکھا جائے، اور اس سلسلہ میں پائی جانے والی بے اعتدالیوں سے اپنے آپ کو بچایا جائے۔

نسب وخاندان پر آخرت کی نجات کا دارومدار رکھنے، اپنے نسب پر فخر وغرور کرنے اور دوسرے کے نسب وخاندان وغیرہ کو حقیر سمجھنے اور کسی کو اس کے نسب وغیرہ پر عار دلانے اور نسب کو تبدیل کرنے اور اس بنیاد پر ایک دوسرے کے ساتھ بغض وعداوت اور تفرقہ بازی پیدا کرنے کی اسلام میں سخت ممانعت ہے، اور اس کے ساتھ اصل نسب کی حفاظت کرنے کی سخت تاکید ہے۔

آگے قرآن وسنت کی روشنی میں اس کی تفصیل ملاحظہ فرمایئے۔

(1)......آخرت کی کامیابی کا مدار نسب کے بجائے عمل پر ہے

نسب، خاندان، برادری اور قبیلہ وغیرہ کے سلسلہ میں اسلام کی ایک تعلیم یہ ہے کہ اس کو دنیاوی ضرورت وانتظام کی چیز اور ایک دوسرے سے تعارف کا ذریعہ سمجھا جائے، اور اس پر آخرت کی کامیابی وناکامی کا مدار نہ رکھا جائے۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّأُنْثٰى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ (سورة الحجرات، رقم الآية ١٣)

ترجمہ: اے لوگو! ہم نے پیدا کیا تم کو ایک مرد اور عورت سے اور ہم نے بنایا تم کو مختلف خاندان اور قبیلے تاکہ تمہیں آپس میں پہچان ہو، بے شک تم میں زیادہ عزت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں زیادہ تقویٰ والا ہو، بے شک اللہ خوب جاننے والا ہے، خوب خبر رکھنے والا ہے (سورہ حجرات)

www.idaraghufran.org

Idara Ghufran

مطلب یہ ہے کہ نسبوں، خاندانوں اورنسلوں وقبیلوں کے مختلف ہونے پر اللہ کے نزدیک آخرت میں کامیابی کا دار ومدار نہیں، بلکہ یہ چیزیں تو ایک دوسرے کی پہچان وتعارف کا ذریعہ ہیں، اورآخرت کی حقیقی کامیابی اور آخرت کی نجات درحقیقت تقویٰ اور نیک عمل پر ہے، جوبھی اس کو اختیار کرے گا، وہ کامیاب ہوگا، خواہ وہ دنیا کے اعتبار سے کسی نچلی سطح کی قوم اور قبیلہ سے تعلق رکھتا ہو، لہٰذا رنگ ونسل اور قبیلہ وخاندان کو اپنے درجہ پر رکھنا چاہئے، اور اسے اپنے درجہ سے نہیں بڑھانا چاہئے، اوراس کی وجہ سے اپنے آپ کو نجات وجنت کا مستحق نہیں سمجھنا چاہئے۔ [1]

سورہ مومنون میں اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے کہ:

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَاءَ لُوْنَ. فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ. وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَأُولٰئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْا أَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خَالِدُوْنَ (سورة المؤمنون، رقم الآيات ١٠١ الیٰ ١٠٣)

ترجمہ: پھر جب صور میں پھونکا جائے گا تو نہ تو اس دن ان کے درمیان انساب (یعنی نسبی سلسلے) رہیں گے، اور نہ وہ سوال کریں گے ایک دوسرے سے۔ پس وہ لوگ کہ بھاری ہوں گے ان کے (نیک اعمال کے) وزن، تو یہ لوگ ہیں کامیابی پانے والے، اور وہ لوگ کہ ہلکے ہوں گے ان کے (نیک اعمال کے) وزن، تو یہ لوگ وہ ہیں کہ جنہوں نے خسارہ میں ڈال لیا اپنے آپ کو، جہنم میں

---

[1] (يأيها الناس إنا خلقناكم من ذكر وأنثى) آدم وحواء (وجعلناكم شعوبا) جمع شعب بفتح الشين هو أعلى طبقات النسب (وقبائل) هى دون الشعوب وبعدها العمائر ثم البطون ثم الأفخاذ ثم الفصائل آخرها مثاله خزيمة شعب كنانة قبيلة قريش عمارة بكسر العين قصى بطن هاشم فخذ العباس فصيلة (لتعارفوا) حذف منه إحدى التاء ين ليعرف بعضكم بعضا لا لتفاخروا بعلو النسب وإنما الفخر بالتقوى (إن أكرمكم عند الله أتقاكم إن الله عليم) بكم (خبير) ببواطنكم(تفسير الجلالين،سورة الحجرات، رقم الآية ١٣)

www.idaraghufran.org

ہمیشہ رہیں گے (سورہ مومنون)

معلوم ہوا کہ صور پھونکے جانے کے وقت نسب اور خاندان اور برادریوں پر دنیا کی طرح فخر وتفاخر اور ایک دوسرے کے ساتھ صرف اس نسبت کی بنیاد پر تعاون وتعارف نہیں ہوگا، اور نہ ہی اُس وقت لوگ ایک دوسرے سے نسب اور برادریوں وغیرہ کے متعلق سوال کریں گے، کیونکہ ہر ایک کو اپنے حساب وکتاب کی فکر لاحق ہوگی۔

اورآخرت میں وہی لوگ کامیاب ہوں گے، جن کے نیک اعمال کا پلڑا بھاری ہوگا، خواہ وہ کسی بھی خاندان، برادری یا قبیلہ سے تعلق رکھتے ہوں، اور جن لوگوں کے نیک اعمال کا پلڑا ہلکا ہوگا، وہ ناکام ہوں گے، خواہ وہ کسی بھی خاندان، برادری یا قبیلہ سے تعلق رکھتے ہوں۔ [1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مذکورہ آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ قیامت کے دن جب کسی شخص کے بارے میں یہ اعلان ہوگا کہ جس کا جو حق ہو، وہ اس سے آ کر لے لے، تو اس وقت میں کسی کا بیٹا، کسی کا بھائی، کسی کا شوہر وغیرہ آ کر اپنا حق مانگے گا۔ [2]

---

[1] (فإذا نفخ فى الصور) القرن النفخة الأولى أو الثانية (فلا أنساب بينهم يومئذ) يتفاخرون بها (ولا يتساء لون) عنها خلاف حالهم فى الدنيا لما يشغلهم من عظم الأمر عن ذلک فى بعض مواطن القيامة وفى بعضها يفيقون وفى آية (فأقبل بعضهم على بعض يتساء لون)(فمن ثقلت موازينه) بالحسنات (فأولئک هم المفلحون) الفائزون(ومن خفت موازينه) بالسيئات (فأولئک الذين خسروا أنفسهم) فهم (فى جهنم خالدون)(تفسير الجلالين، سورة المومنون، رقم الآيات ١٠١ الىٰ ١٠٣)

[2] حدثنا عبد الله بن أحمد، ثنا أحمد، ثنا جعفر بن الحسن، ح، وحدثنا محمد بن على، ثنا أبو العباس بن قتيبة الرملى، قالا :ثنا يزيد بن موهب، ثنا عيسى بن يونس، عن هارون بن أبى وكيع، قال سمعت زاذان أبا عمرو، يقول :دخلت على ابن مسعود فوجدت أصحاب الخز واليمنية قد سبقونى إلى المجلس، فقلت :يا عبد الله من أجل أنى رجل أعمى أدنيت هؤلاء وأقصيتنى، قال :ادن، فدنوت حتى ما كان بينى وبينه جليس، فسمعته يقول " :يؤخذ بيد العبد أو الأمة فينصب على رء وس الأولين والآخرين، ثم ينادى مناد :هذا فلان بن فلان، فمن كان له حق فليأت إلى حقه، فتفرح المرأة أن يدور لها الحق على ابنها وأخيها، أو على أبيها، أو على زوجها .ثم قرأ ابن مسعود (فلا أنساب بينهم يومئذ ولا يتساء لون)فيقول الرب تعالى للعبد :ائت هؤلاء

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جس سے معلوم ہوا کہ اس موقع پر نسب سے زیادہ ہر ایک کو اپنے اپنے اعمال اور نجات کی فکر ہوگی۔

اور اس مضمون کی تائید قرآن مجید کی دوسری آیات اور احادیث سے بھی ہوتی ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ . وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ . وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ . لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ (سورة العبس، رقم الآيات ۳۴ الى ۳۷)

ترجمہ: جس دن بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے، اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے، اور اپنی بیوی سے اور اپنے بیٹے سے، لوگوں میں سے ہر آدمی کی اس دن ایسی حالت ہوگی جو اس کو دوسرے سے بے پروا کردے گی (سورہ عبس)

مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن قریبی نسب اور رشتہ والے بھی ایک دوسرے کی طرف متوجہ نہیں ہوں گے، اور ایسا اس دن کی ہولناکی کے اثر کی وجہ سے ہوگا، اور بعض آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان اپنے قبیلے اور خاندان سمیت دنیا کی ہر چیز اپنی نجات کے بدلے میں دینے کے لئے تیار ہوگا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حقوقهم، فيقول :يا رب، فنيت الدنيا، فمن أين أوتيهم، فيقول للملائكة :خذوا من أعماله الصالحة فأعطوا كل إنسان بقدر طلبته، فإن كان وليا لله فضلت من حسناته مثقال حبة من خردل من خير ضاعفها حتى يدخله بها الجنة، ثم قرأ (إن الله لا يظلم مثقال ذرة) ، وإن تك حسنة يضاعفها، ويؤت من لدنه أجرا عظيما .وإن كان عبدا شقيا قالت الملائكة :يا رب، فنيت حسناته، وبقي طالبون، فيقول للملائكة :خذوا من أعمالهم السيئة فأضيفوها إلى سيئاته، وصكوا له صكا إلى النار ."قال الشيخ رحمه الله تعالى :هارون بن أبي وكيع هو ابن عنترة تفرد به عنه زاذان، ورواه يحيى بن زكرياء الأنصاري عنه مختصرا مرفوعا(حلية الاولياء وطبقات الاصفياء لابى نعيم، ج۴ص ۲۰۱، تحت ترجمة زاذان،الزهد والرقائق لابنِ مبارك والزهد لنعيم بن حماد، رقم الحديث ۱۴۱۶)

www.idaraghufran.org

وَلَا يَسْأَلُ حَمِيمٌ حَمِيمًا. يُبَصَّرُونَهُمْ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيهِ. وَصَاحِبَتِهِ وَأَخِيهِ. وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤْوِيهِ. وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ يُنْجِيهِ(سورة المعارج، رقم الآيات ۱۰ الیٰ ۱۴)

ترجمہ: اور کوئی دوست کسی دوست کو نہ پوچھے گا، (حالانکہ یہ سب) ایک دوسرے کو دکھ رہے ہوں گے، مجرم چاہے گا کہ وہ اس دن کے عذاب کے بدلہ اپنے بیٹے کو فدیہ میں دے (کر اپنی جان چھڑا لے) اور اپنی بیوی اور اپنے بھائی کو بھی، اور اپنا خاندان کو بھی (فدیہ میں دیدے) کہ جس میں وہ رہتا تھا، اور ان سب لوگوں کو بھی جو کہ روئے زمین میں موجود ہیں پھر یہ (ان سب کے بدلہ) خود کو بچالے (سورہ معارج) [1]

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: تُحْشَرُونَ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا، فَقَالَتْ امْرَأَةٌ: أَيُبْصِرُ أَوْ يَرٰى بَعْضُنَا عَوْرَةَ بَعْضٍ؟ قَالَ: يَا فُلَانَةُ لِكُلِّ

---

[1] قوله تعالى :(يوم يفر المرء من أخيه) أى يهرب، أى تجء الصاخة فى هذا اليوم الذى يهرب فيه من أخيه، أى من موالاة أخيه ومكالمته، لأنه لا يتفرغ لذلك، لاشتغاله بنفسه، كما قال بعده :لكل امرء منهم يومئذ شأن يغنيه أى يشغله عن غيره .وقيل :إنما يفر حذرا من مطالبتهم إياه، لما بينهم من التبعات .وقيل :لئلا يروا ما هو فيه من الشدة. وقيل :لعلمه أنهم لا ينفعونه ولا يغنون عنه شيئا، كما قال :يوم لا يغنى مولى عن مولى شيئا (الدخان) .وقال عبد الله بن طاهر الأبهرى :يفر منهم لما تبين له من عجزهم وقلة حيلتهم، إلى من يملك كشف تلك الكروب والهموم عنه، ولو ظهر له ذلك فى الدنيا لما اعتمد شيئا سوى ربه تعالى .(وصاحبته) أى زوجته .(وبنيه) أى أولاده. وذكر الضحاك عن ابن عباس قال :يفر قابيل من أخيه هابيل، ويفر النبى صلى الله عليه وسلم من أمه، وإبراهيم عليه السلام من أبيه، ونوح عليه السلام من ابنه، ولوط من امرأته، وآدم من سوأة بنيه .وقال الحسن :أول من يفر يوم القيامة من، أبيه :إبراهيم، وأول من يفر من ابنه نوح، وأول من يفر من امرأته لوط .قال :فيرون أن هذه الآية نزلت فيهم وهذا فرار التبرؤ(تفسير القرطبى، ج۱۹، ص۲۲۵، تفسير سورة عبس)

www.idaraghufran.org

امْرِءٍ مِنهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ (سنن الترمذی) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن تم لوگ ننگے سر، ننگے بدن اور بغیر ختنہ کے اٹھائے جاؤ گے، ایک عورت نے پوچھا کہ کیا سب ایک دوسرے کا ستر (یعنی شرمگاہ کو) دیکھیں گے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے فلاں عورت! (لِكُلِّ امْرِءٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُّغْنِيْهِ) یعنی لوگوں میں سے ہر آدمی کی اس دن ایسی حالت ہوگی جو اس کو دوسرے سے بے پرواکردے گی (ترمذی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يَبْعَثُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ النَّاسَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا ، قَالَ: فَقَالَتْ عَائِشَةُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَكَيْفَ بِالْعَوْرَاتِ؟ قَالَ: لِكُلِّ امْرِءٍ مِنهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ (مسند احمد) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ عزوجل لوگوں کو ننگے پاؤں، ننگے جسم اور غیر مختون حالت میں اٹھائے گا، اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! شرمگاہوں کا کیا ہوگا (یعنی ننگی حالت میں لوگ ایک دوسرے کی شرمگاہوں کو دیکھیں گے؟) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں میں سے ہر آدمی کی اس دن ایسی حالت ہوگی جو اس کو دوسرے سے بے پرواکردے گی (مسند احمد)

---

[1] رقم الحديث ٣٣٣٢، أبواب تفسير القرآن عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب ومن سورة عبس.

قال الترمذی:

هذا حديث حسن صحيح، قد روى من غير وجه عن ابن عباس. وفيه عن عائشة.

[2] رقم الحديث ٢٣٥٨٨.

قال شعيب الارنؤوط:

حديث صحيح، رجاله ثقات رجال الشيخين، غير يزيد بن عبد ربه، فمن رجال مسلم، وهو ثقة (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: یُبْعَثُ النَّاسُ حُفَاۃً عُرَاۃً غُرْلًا یُلْجِمُھُمُ الْعَرَقُ، وَیَبْلُغُ شَحْمَۃَ الْأُذُنِ قَالَتْ: قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، وَاسَوْءَ تَاہُ یَنْظُرُ بَعْضُنَا إِلٰی بَعْضٍ، قَالَ: شُغِلَ النَّاسُ عَنْ ذٰلِکَ وَتَلَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ :یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِیْہِ وَأُمِّہٖ وَأَبِیْہِ وَصَاحِبَتِہٖ وَبَنِیْہِ لِکُلِّ امْرِءٍ مِنْھُمْ یَوْمَئِذٍ شَأْنٌ یُغْنِیْہِ

(مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۳۸۹۸، کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ عبس) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن لوگوں کو اس حالت میں اٹھایا جائے گا کہ وہ ننگے پاؤں، ننگے بدن، غیرمختون حالت میں اور پسینہ ان کے منہ تک آیا ہوا ہوگا، اور پسینہ ان کے کانوں کی لوتک پہنچ جائے گا، میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اور شرم گاہ (کا کیا ہوگا؟) کیا ہم میں سے بعض بعض کو دیکھ رہے ہوں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (اس دن) لوگوں کو اس بات کی کی طرف توجہ ہی نہیں ہوگی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی کہ:

"یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِیْہِ . وَأُمِّہٖ وَأَبِیْہِ . وَصَاحِبَتِہٖ وَبَنِیْہِ . لِکُلِّ امْرِءٍ مِنْھُمْ یَوْمَئِذٍ شَأْنٌ یُّغْنِیْہِ"

(یعنی جس دن بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے، اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے، اور اپنی بیوی سے اور اپنے بیٹوں سے، لوگوں میں سے ہر آدمی کی اس دن ایسی حالت ہوگی جو اس کو دوسرے سے بے پروا کردے گی) (حاکم)

---

[1] قال الحاکم: ھذا حدیث صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاہ بھذا اللفظ واتفقا علی حدیث حاتم بن أبی صغیرۃ، عن أبی ملیکۃ عن القاسم، عن عائشۃ مختصرا.

و قال الذھبی فی التلخیص: علی شرط مسلم

www.idaraghufran.org

اس طرح کی حدیث ایک اور سند سے بھی مروی ہے، جس میں یہ اضافہ ہے کہ لوگ اسی حالت میں بروزِ قیامت اٹھیں گے، جس حالت میں پیدا کئے گئے تھے، یعنی ننگے اور برہنہ حالت میں، اور اس دن کی ہولناکی کے باعث کوئی کسی کے ننگے ہونے کی طرف متوجہ نہیں ہوگا۔ [1]

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطِيْبًا بِمَوْعِظَةٍ، فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّكُمْ تُحْشَرُوْنَ إِلَى اللّٰهِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا "كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيْدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِيْنَ" أَلَا وَإِنَّ أَوَّلَ الْخَلَائِقِ يُكْسٰى، يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، أَلَا وَإِنَّهُ سَيُجَاءُ بِرِجَالٍ مِنْ أُمَّتِيْ، فَيُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ، فَأَقُوْلُ: يَا رَبِّ أُصَحَابِيْ،

---

[1] أن سعيد بن أبى هلال حدثه، أنه سمع عثمان بن عبد الرحمن القرظى، يقول: قرأت عائشة رضى الله عنها قول الله عز وجل :(ولقد جئتمونا فرادى كما خلقناكم أول مرة) فقالت :يا رسول الله واسوأتاه إن الرجال والنساء يحشرون جميعا ينظر بعضهم إلى سوأة بعض؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم :لكل امرء منهم يومئذ شأن يغنيه، لا ينظر الرجال إلى النساء ، ولا النساء إلى الرجال، شغل بعضهم عن بعض(مستدرك حاك، رقم الحديث ٨٦٨٩)

قال الحاكم:

هذا حديث صحيح الإسناد، ولم يخرجاه .

و قال الذهبى فى التلخيص:

فيه انقطاع.

و قال الالبانى:

قال الحاكم: صحيح الإسناد .ورده الذهبى بقوله: قلت :فيه انقطاع !

قلت :لم يظهر لى موضعه !والمتبادر أنه يعنى :بين عثمان بن عبد الرحمن القرظى وعائشة رضى الله عنها، ولكنى لم أعرف ابن عبد الرحمن هذا، ولم يسمه ابن أبى حاتم، وإنما ذكره بنسبته (القرظى) فقط، وحينئذ فيحتمل أن يكون هو (محمد بن كعب القرظى) ، فقد ذكروا فى ترجمته۔ وهو ثقة۔ أنه روى عن عائشة رضى الله عنها، فإن ثبت أنه هو فلا انقطاع .والله سبحانه وتعالى أعلم(سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ٣٤٦٩)

www.idaraghufran.org

فَيُقَالُ: إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ، فَأَقُولُ، كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ: وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ، فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ، وَأَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ، إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ، وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ، فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ، قَالَ: فَيُقَالُ لِي: إِنَّهُمْ لَمْ يَزَالُوا مُرْتَدِّينَ عَلٰى أَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ.

وَفِي حَدِيثِ وَكِيعٍ وَمُعَاذٍ : فَيُقَالُ: إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ (مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ (ایک مرتبہ) ہم میں ایک نصیحت آموز خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو! تمہیں اللہ کی طرف ننگے پاؤں، ننگے بدن اور بغیر ختنہ کئے ہوئے لے کر جایا جائے گا (جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ)

"كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ"

"یعنی جس طرح ہم نے پہلی مرتبہ پیدا کیا، ہم دوبارہ بھی لوٹائیں گے، یہ ہمارا وعدہ ہے جسے ہم (پورا) کرنے والے ہیں"

آگاہ رہو کہ قیامت کے دن ساری مخلوق میں سب سے پہلے حضرت ابراہیم کو لباس پہنایا جائے گا، اور آگاہ رہو کہ میری امت میں سے کچھ لوگوں کو (حوضِ کوثر پر) لایا جائے گا، پھر ان کو بائیں طرف کو ہٹا دیا جائے گا، تو میں عرض کروں گا کہ اے میرے رب! یہ تو میرے ساتھی (یعنی میرے امتی) ہیں، تو کہا جائے گا کہ آپ نہیں جانتے کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعات ایجاد کیں، تو میں اسی طرح عرض کروں گا، جس طرح کہ اللہ کے نیک بندے (حضرت عیسیٰ علیہ

[1] رقم الحديث ٢٨٦٠ "٥٨"، كتاب الجنة وصفة نعيمها وأهلها، باب فناء الدنيا وبيان الحشر يوم القيامة.

www.idaraghufran.org

السلام اپنی امت کے لوگوں کے بارے میں) عرض کریں گے کہ:

”وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ وَأَنتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ إِن تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِن تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ“

”یعنی میں تو ان لوگوں پر اس وقت تک گواہ تھا، جب تک کہ میں ان لوگوں میں رہا، پھر جب تو نے مجھے اٹھالیا، تو تُو ہی ان پر گواہ تھا، اور تُو تو ہر چیز پر گواہ ہے، اگر ان لوگوں کو عذاب دے تو یہ تیرے ہی بندے ہیں اور اگر تو ان لوگوں کو بخش دے تو تُو غالب حکمت والا ہے“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر مجھ سے کہا جائے گا کہ آپ کے دنیا سے جدائیگی اختیار کرنے کے بعد سے یہ لوگ اپنی ایڑیوں کے بل پھرتے رہے (یعنی آپ کے طریقہ کو چھوڑتے رہے)

وکیع اور معاذ کی روایت میں ہے کہ کہا جائے گا کہ آپ نہیں جانتے کہ آپ کے بعد ان لوگوں نے کیا کیا بدعات ایجاد کیں (مسلم)

مذکورہ آیات اور احادیث وروایات سے معلوم ہوا کہ قیامت قائم ہونے کے وقت نسب سے کام نہ چلے گا، جب تک عمل نجات کے قابل نہ ہو، اور جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف راستہ اپنایا اور دین میں بدعت ایجاد کی یا بدعت کا ارتکاب کیا، تو اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم برائت کا اظہار فرمادیں گے، خواہ وہ سید ہو، سیدزادہ، پیرزادہ، شہزادہ، صدیقی، فاروقی، عثمانی، علوی وغیرہ ہو۔ [1]

---

[1] (يجاء برجال من أمتى فيؤخذ بهم ذات الشمال) أى جهة النار (فأقول بل رب أصحابى فيقال لا تدرى ما أحدثوا بعدك فأقول كما قال العبد الصالح) عيسى عليه الصلاة والسلام (وكنت عليهم شهيدا ما دمت) ولأبى ذر فيهم (إلى قوله :شهيد) فيقال ان هؤلاء لم يزالوا مرتدين على أعقابهم) ولأبى ذر عن المستملى إلى أعقابهم (منذ فارقتهم) والمراد بمرتدين التخلف عن

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

قرآن مجید کی سورہ ممتحنہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

لَنْ تَنْفَعَكُمْ أَرْحَامُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (سورة الممتحنة، رقم الآية ٣)

ترجمہ: ہر گز نفع نہ پہنچائیں گے تم کو تمہارے کنبے اور نہ تمہاری اولاد، قیامت کے دن وہ (یعنی اللہ) فیصلہ کرے گا، تمہارے درمیان (تم میں سے ہر ایک کے عمل کے مطابق) اور اللہ ان چیزوں کو جو تم عمل کرتے ہو خوب دیکھنے والا ہے (سورہ ممتحنہ)

مطلب یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے حکم اور دینی تقاضوں کے مقابلے میں نسب، کنبہ اور برادری کے اعلیٰ وافضل ہونے کی اہمیت نہیں، قیامت کے دن ہر شخص کو اپنا حساب دینا ہوگا، اور اپنے کیے کی سزا بھگتنی ہوگی۔ [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

الحقوق الواجبة(إرشاد السارى لشرح صحيح البخارى، للقسطلانى، ج٧، ص ٢٣٢، كتاب تفسير القرآن، باب: كما بدأنا أول خلق نعيده وعدا علينا)

(إنك لا تدرى ما أحدثوا بعدك) مما لا يرضاه، قيل :هم أهل الردة بدليل آخر الحديث فأقول : "سحقا سحقا."

قلت :يبعده أن أهل الردة ليسوا أصحابا له على بعض حدود الصحابى، وقيل :أهل الكبائر والبدع والظلمة المسرفون فى الجور .وقيل :المنافقون، وقال القاضى :هما صنفان :المرتدون عن الاستقامة والعمل الصالح، والمرتدون عن الدين(التنوير شرح الجامع الصغير، للصنعانى، ج ٩، ص ٢١٩، حرف اللام)

[1] بين الرب عز وجل ان الاهل و الاولاد لا ينفعون شيئا يوم القيامة ان عصى من اجل ذلك (تفسير القرطبى، ج١٨، ص ٥٥، سورة الممتحنة)

وقوله :(لن تنفعكم أرحامكم ولا أولادكم يوم القيامة يفصل بينكم والله بما تعملون بصير) أى: قراباتكم لا تنفعكم عند الله إذا أراد الله بكم سوءا، ونفعهم لا يصل إليكم إذا أرضيتموهم بما يسخط الله، ومن وافق أهله على الكفر ليرضيهم فقد خاب وخسر وضل عمله، ولا ينفعه عند الله قرابته من أحد، ولو كان قريبا إلى نبى من الأنبياء .قال الإمام أحمد :حدثنا عفان، حدثنا حماد، عن ثابت، عن أنس، أن رجلا قال :يا رسول الله :أين أبى؟ قال" :فى النار "فلما قفى دعاه فقال" :إن أبى وأباك فى النار ."ورواه مسلم وأبو داود، من حديث حماد بن سلمة، به(تفسير ابن كثير، ج٨، ص ٨٧، سورة الممتحنة)

www.idaraghufran.org

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَا مِنْ رَجُلٍ يَسْلُكُ طَرِيْقاً يَطْلُبُ فِيْهِ عِلْماً، إِلَّا سَهَّلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُ بِهِ طَرِيْقاً إِلَى الْجَنَّةِ، وَمَنْ أَبْطَأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ (سنن أبي داود) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی راستے پر چلا، جس میں وہ علم کو تلاش کررہا ہے، تو اللہ عزوجل اس کے لئے اس کے ذریعہ سے جنت کی طرف راستے کو سہل بنادیتا ہے، اور جس کو اس کا عمل مؤخر کردے، تو اس کو اس کا نسب آگے نہیں بڑھاتا (یعنی عمل خراب ہونے کی صورت میں نسب کا اچھا ہونا انسان کی نجات کا سامان نہیں کرتا) (ابوداؤد)

اس طرح کی حدیث حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [2]

معلوم ہوا کہ اگر کسی کا عمل خراب ہو، تو اعلیٰ نسب ہونے کی بنیاد پر اس کو نجات حاصل نہ ہوگی۔

پس کسی شخص کا بھی اپنے اعلیٰ نسب مثلاً سید زادہ یا پیرزادہ یا شہزادہ وغیرہ ہونے کو نجات کے لئے کافی سمجھنا اور اس کی بنیاد پر اپنے آپ کو جنتی خیال کرنا اور عمل میں سُستی اور کوتاہی اختیار کرنا درست نہیں۔ [3]

---

[1] رقم الحديث ٣٦٤٣، كتاب العلم، باب الحث على طلب العلم.
قال شعيب الارنؤوط:
إسناده صحيح (حاشية سنن ابی داوٗد)

[2] عن ابن عباس رضی الله عنهما، قال :ما سلک رجل طريقا يبتغى فيه العلم إلا سهل الله له به طريقا إلى الجنة، ومن يبطء به عمله، لم يسرع به نسبه (سنن الدارمی، رقم الحديث ٣٥٧)
قال حسين سليم اسد الدارانی:
إسناده صحيح (حاشية سنن الدارمی)

[3] (ومن بطأ) : بتشديد الطاء من التبطئة ضد التعجل كالإبطاء ، والبطء نقيض السرعة والباء فی (به) : للتعدية أی :من أخره وجعله بطيئا عن بلوغ درجة السعادة (عمله) : السیء فی الآخرة أو تفريطه للعمل الصالح فی الدنيا (لم يسرع به نسبه) . من الإسراع أی :لم يقدمه نسبه، يعنی :لم يجبر نقيصته لكونه نسيبا فی قومه، إذ لا يحصل التقرب إلى الله تعالى بالنسب بل بالأعمال

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ إِلٰى صُوَرِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ، وَلٰكِنْ يَّنْظُرُ إِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ(مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتا، بلکہ تمہارے دلوں اور اعمال کی طرف متوجہ ہوتا ہے (مسلم)

مطلب یہ ہے کہ کس کی صورت کیسی ہے؟ اور مال ودولت کتنا ہے؟ اللہ اس کی طرف توجہ نہیں کرتا، بلکہ اچھے اور برے اعمال اور دل میں تقویٰ ہونے نہ ہونے کی طرف توجہ فرماتا ہے، لہٰذا حسب ونسب اور ظاہری مال ودولت کو کامیابی اور نجات کا ذریعہ خیال کرنے کے بجائے اپنے دل میں تقویٰ پیدا کرنا اور اپنے اعمال کو درست کرنا چاہئے۔ [3]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الصالحة .قال تعالى :(إن أكرمكم عند الله أتقاكم)وشاهد ذلك أن أكثر علماء السلف والخلف لا أنساب لهم يتفاخر بها، بل كثير من علماء السلف موال، ومع ذلك هم سادات الأمة وينابيع الرحمة وذوو الأنساب العلية الذين ليسوا كذلك في مواطن جهلهم نسيا منسيا، ولذا قال عليه الصلاة والسلام " :إن الله يرفع بهذا الدين أقواما ويضع به آخرين "ويؤيده ما ورد في الحديث من قوله عليه الصلاة والسلام " :يا صفية عمة محمد، يا فاطمة بنت محمد ائتوني يوم القيامة بأعمالكم لا بأنسابكم فإني لا أغني عنكم من الله شيئا(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج ١،ص ٢٨٨،كتاب العلم)

(ومن بطأ به عمله) بتشديد الطاء ، من التبطئة ضد التعجيل كالإبطاء ، والباء للتعدية أي من أخره عن بلوغ درجة السعادة عمله السيء في الآخرة، أو تفريطه في العمل الصالح في الدنيا (لم يسرع به نسبه) من الإسراع، أي لم يقدمه نسبه، أي لم ينفعه في الآخرة شرف نسبه، فإن العمل الصالح هو الذي يبلغ بالعبد درجات الآخرة، فمن أبطأ به عمله أن يبلغ به المنازل العالية عند الله لم يسرع به نسبه فيبلغه تلك الدرجات، فإن الله تعالى رتب الجزاء على الأعمال لا على الأنساب(مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح،ج ١،ص ٣٠٨،كتاب العلم)

[1] رقم الحديث ٢٥٦٤"٣٤"، كتاب البر والصلة والآداب، باب تحريم ظلم المسلم، وخذله، واحتقاره ودمه، وعرضه، وماله.

[3] إن الله تعالى لا ينظر إلى صوركم وأموالكم، ولكن إنما ينظر إلى قلوبكم وأعمالكم (م هـ) عن أبي هريرة (صح)."

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

حضرت ابونضرہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

حَدَّثَنِیُ مَنُ سَمِعَ خُطُبَةَ رَسُوُلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ فِيُ وَسَطِ أَيَّامِ التَّشُرِيُقِ فَقَالَ : يَا أَيُّهَا النَّاسُ، أَلاَ إِنَّ رَبَّكُمُ وَاحِدٌ، وَإِنَّ أَبَاكُمُ وَاحِدٌ، أَلَا لَا فَضُلَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰى عَجَمِيٍّ ، وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلٰى عَرَبِيٍّ، وَلَا أَحُمَرَ عَلٰى أَسُوَدَ، وَلَا أَسُوَدَ عَلٰى أَحُمَرَ، إِلَّا بِالتَّقُوٰى أَبَلَّغُتُ، قَالُوُا : بَلَّغَ رَسُوُلُ اللّٰهِ، ثُمَّ قَالَ : أَيُّ يَوُمٍ هٰذَا ؟ قَالُوُا : يَوُمٌ حَرَامٌ، ثُمَّ قَالَ : أَيُّ شَهُرٍ هٰذَا ؟ قَالُوُا:شَهُرٌ حَرَامٌ، قَالَ:ثُمَّ قَالَ : أَيُّ بَلَدٍ هٰذَا؟ قَالُوُا بَلَدٌ حَرَامٌ، قَالَ فَإِنَّ اللّٰهَ قَدُ حَرَّمَ بَيُنَكُمُ دِمَاءَ كُمُ وَأَمُوَالَكُمُ۔ قَالَ :وَلَا أَدُرِيُ قَالَ: أَوُ أَعُرَاضَكُمُ، أَمُ لَا ۔ كَحُرُمَةِ يَوُمِكُمُ هٰذَا، فِيُ شَهُرِكُمُ هٰذَا، فِيُ بَلَدِكُمُ هٰذَا أَبَلَّغُتُ، قَالُوُا : بَلَّغَ رَسُوُلُ اللّٰهِ، قَالَ : لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ (مسند أحمد، رقم الحديث ٢٣٤٨٩) [1]

ترجمہ: مجھ سے ایک ایسے شخص نے یہ حدیث بیان کی کہ جس نے (ذوالحجہ کے مہینہ میں) ایامِ تشریق کے درمیانی دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطبہ میں یہ فرماتے ہوئے سنا (یعنی صحابی نے بیان کی) کہ اے لوگو! خبردار! تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا والد (یعنی جدِّ امجد حضرت آدم علیہ السلام) بھی ایک ہے، یادرکھو! کہ کسی عربی کو کسی عجمی (یعنی غیرعربی) پر اور کسی عجمی (یعنی غیرعربی) کو کسی عربی پر، کسی سرخ (اور گورے) کو سیاہ (یعنی کالے) پر اور کسی سیاہ (یعنی کالے) کو کسی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(إن اللـه تعالى لا ينظر إلى صوركم وأموالكم) لا يعاملكم بالنظر إليهما وفى النهاية :النظر هنا الاختبار والرحمة (ولكن إنما ينظر إلى قلوبكم وأعمالكم) فيجازيكم عليها فطهروا القلوب والأعمال عما لا يرضاه (التَّنويرُ شَرُحُ الجَامِعِ الصَّغِيرِ،للصنعانی،، رقم الحديث ١٨٢٦،حرف الهمزة)

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية مسند أحمد)

www.idaraghufran.org

سرخ (یعنی گورے) پر سوائے تقویٰ کے اور کسی وجہ سے فضیلت حاصل نہیں ہے، کیا میں نے اللہ کے پیغام کو پہنچادیا؟ لوگوں نے عرض کیا کہ بے شک پہنچادیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج کون سا دن ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ حرمت وعظمت والا دن ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہینہ کون سا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ حرمت وعظمت والا (یعنی ذی الحجہ کا) مہینہ ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شہر کون سا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ حرمت وعظمت والا شہر (یعنی مکہ مکرمہ) ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو اللہ نے تمہارے درمیان تمہارے خون اور مال کو اور راوی کہتے ہیں مجھے یاد نہیں کہ انہوں نے ''تمہاری عزتوں'' کا لفظ کہا یا نہیں، اسی طرح حرمت وعظمت والا بنادیا ہے، جیسے اس مہینے اور اس شہر میں آج کے دن کی حرمت وعظمت ہے، پھر فرمایا کہ کیا میں نے اللہ کے پیغام کو پہنچادیا؟ لوگوں نے عرض کیا کہ بے شک پہنچادیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حاضرین کو چاہئے کہ غائبین تک یہ پیغام پہنچادیں (مسند احمد)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انسانوں میں کسی کو دوسرے پر بغیر تقویٰ کے فضیلت وفوقیت حاصل نہیں، خواہ کوئی گورا ہو یا کالا، اور عربی نسب سے تعلق رکھتا ہو یا عجمی نسب سے، اور برادری، قبیلہ، رنگ ونسل کے اعلیٰ اور کالے وگورے وغیرہ ہونے کی بنیاد پر اپنے آپ کو افضل یا نجات یافتہ سمجھنا اور اپنے مقابلہ میں دوسرے نسب، برادری، خاندان یا قبیلہ والے کی ہتک، تحقیر وتوہین، اور حق تلفی یا کسی کو قتل کرنا یا اس کو جہنمی وغیرہ سمجھنا جائز نہیں۔ [1]

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] قوله :(من أحمر) المراد به العجم وبالأسود العرب، والضمير فى)(أن تفضله) عائد إلى كل واحد منهما أو إليهما معا على تأويل الإنسان، والاستثناء مفرغ .والتقدير لست بأفضل منهما بشيء من الأشياء إلا بالتقوى .وقوله(أن تفضله) تكرير تأكيد :قال تعالى :إن أكرمكم عند الله أتقاكم(شرح الطيبى على مشكاة المصابيح، ج١٠، ص٣٢٩٦، كتاب الرقاق)

www.idaraghufran.org

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ أَنْسَابَكُمْ هٰذِهٖ لَيْسَتْ بِسِبَابٍ عَلٰى أَحَدٍ، وَإِنَّمَا أَنْتُمْ وَلَدُ آدَمَ، طَفُّ الصَّاعِ لَمْ تَمْلَئُوْهُ، لَيْسَ لِأَحَدٍ عَلٰى أَحَدٍ فَضْلٌ إِلَّا بِالدِّيْنِ أَوْ عَمَلٍ صَالِحٍ، حَسْبُ الرَّجُلِ أَنْ يَكُوْنَ فَاحِشًا بَذِيًّا، بَخِيْلًا جَبَانًا (مسند احمد) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے یہ نسب (اور خاندان) کسی کے لئے عار اور ذلّت کا ذریعہ نہیں ہیں، اور بس تم سب آدم کی اولاد ہو، صاع (یعنی ناپنے کے ایک پیمانے) کی بلندی کو، تم پُر نہیں کر سکتے (یعنی تم اسی طرح برابر سرابر اور کمی کوتاہی کے مرتکب رہو گے) کسی کو کسی پر فوقیت و فضیلت نہیں ہے، مگر دین کی وجہ سے یا نیک عمل کی وجہ سے، آدمی کے (شر کے) لئے یہ کافی ہے کہ وہ بدگوئی اور چھچھورا کلام کرنے والا ہو، بخیل ہو، بزدل ہو (مسند احمد)

مطلب یہ ہے کہ کسی کے نسب اور خاندان، قبیلہ یا برادری کے دوسرے کے مقابلے میں کمزور ہونے سے کوئی ذلت وحقارت پیدا نہیں ہوتی، کیونکہ سب آدم کی اولاد ہونے کی حیثیت سے برابر ہیں، اور ہر برادری اور نسب میں آخرت اور نیک عمل کے مقابلہ میں کمی ضرور رہتی ہے، البتہ حقیقی فضیلت اور عزت کی چیز دین داری اور نیک عمل ہے، لہٰذا اس حقیقی عزت والی چیز کو اختیار کرنا چاہئے، اور اس کو چھوڑ کر نسب، خاندان اور برادری کو کافی یا نجات کا ذریعہ نہیں سمجھنا چاہئے۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ١٧٣١٣.

قال شعيب الارنؤوط:: إسناده حسن (حاشية مسند احمد)

[2] (وعن عقبة بن عامر -رضى الله عنه -قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم :أنسابكم هذه) أى :المعروفة المشهورة كأمر محسوس يشار إليه (ليست بمسبة) : بفتحتين وتشديد موحدة أى :محل سب وسبب عار (على أحد) أى :منكم (كلكم بنو آدم) أى :جميعكم أولاد

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَلْحَسَبُ اَلْمَالُ، وَالْکَرَمُ اَلتَّقْوٰی (سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ۴۲۱۹، أبواب الزهد، باب الورع والتقوى) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (دنیا میں) قدر (وقیمت) والی چیز مال ہے، اور (اللہ کے نزدیک اور آخرت میں) اکرام (اوراعزاز) والی چیز تقویٰ ہے (ابنِ ماجہ)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

آدم وحواء (طف الصاع بالصاع) : بفتح طاء وتشديد فاء وهو مرفوع ومنصوب، والثاني أظهر على أنه بنزع الخافض، ورفعه على الخبرية، وبنو آدم بيان أو بدل أو مبتدأ ثان، فيكون من التشبيه البليغ، أي :كلكم متساوون في النسبة إلى أب واحد، متقاربون كتقارب ما في الصاع أو تساويه للصاع إذا لم يملأ ملأ تاما، حتى يزداد عليه، وهذا معنى قوله :(لم تملأه) أي :والحال أنكم لم تملؤوه وفي النهاية أي :قريب بعضكم من بعض، يقال :هذا طف المكيال أي :ما قرب من ملئه، والمعنى :كلكم في الانتساب إلى أب واحد بمنزلة واحدة في النقص والتقاصر عن غاية التمام، شبههم في نقصانهم بالمكيل الذي لم يبلغ المكيال، ثم اعلم أن التفاضل ليس بالنسب، ولكن بالتقوى ;حيث قال :(ليس لأحد) أي " :على أحد :"كما في نسخة ضعيفة (فضل) أي :زيادة مرتبة (إلا بدين) أي :من الأديان الحقة (وتقوى) : بالقصر، وفي نسخة بالتنوين أي :باجتناب الشرك الجلي والخفي، واحتراز من الكبائر والصغائر، والحاصل أن أفراد الإنسان كلهم في مرتبة النقصان والخسران إلا ذوي التقوى والكمال من أهل الأديان، كما أشار إليه سبحانه وتعالى بقوله : (والعصر -إن الإنسان لفي خسر -إلا الذين آمنوا وعملوا الصالحات وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر) هذا وقال الطيبي قوله :طف الصاع يجوز نصبه على أنه حال مؤكدة نحو :زيد أبوك عطوفا، فإن ذكر بني آدم يدل على النقصان، لكونهم من التراب، وبالرفع على أنه بدل أو خبر بعد خبر، والباء في بالصاع للحال أي :طف الصاع مقابلا بمثله من النقصان، والمراد التسوية بينهم في النقصان .(كفى بالرجل) : الجار والمجرور فاعل كفى، والتمييز محذوف أي :مسبة وعارا أو نقصانا (أن يكون بذيا) : بيان للتمييز كقوله -صلى الله عليه وسلم " :كفى بالمرء إثما أن يحدث بكل ما سمع "، وهو فعيل من البذاء بمعنى :الكلام القبيح فقوله :(فاحشا) : عطف بيان له .وفي القاموس :البذي كرضي الرجل الفاحش (بخيلا) أي :جامعا بين إطالة اللسان وتقصير الإحسان(مرقاة المفاتيح ،ج۷،ص۳۰۷۸، كتاب الآداب،باب المفاخرة والعصبية)

[1] قال شعيب الارنؤوط: حسن لغيره [illegible]

www.idaraghufran.org

مطلب یہ ہے کہ دنیا میں تو مالداری کی وجہ سے انسان کو قابلِ قدر سمجھا جاتا ہے، مگر اللہ کے نزدیک اور آخرت میں اعزاز واکرام والی چیز تقویٰ ہے، لہٰذا نسب اور خاندان وبرادری کے اعلیٰ وافضل ہونے یا مال ودولت کے زیادہ ہونے پر نجات وکامیابی کا مدار اور فخر وتفاخر کرنے کے بجائے، تقویٰ اور پرہیزگاری کو اختیار کرنا چاہئے۔ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ أَوْلِيَائِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمُتَّقُوْنَ، وَإِنْ كَانَ نَسَبٌ أَقْرَبَ مِنْ نَسَبٍ، فَلَا يَأْتِيْنِي النَّاسُ بِالْأَعْمَالِ وَتَأْتُوْنَ بِالدُّنْيَا تَحْمِلُوْنَهَا عَلٰى رِقَابِكُمْ، فَتَقُوْلُوْنَ: يَا

---

[1] (الحسب المال والكرم التقوى) أى الشىء الذى يكون فيه الإنسان عظيم القدر عند الناس هو المال والذى يكون به عظيما عند الله هو التقوى والتفاخر بالآباء ليس واحدا منهما فلا فائدة له أو المراد أن الغنى يعظم ما لا يعظم الحسيب فكأنه لا حسب إلا المال وأن الكريم هو المتقى لا من يجود بماله ويخاطر بنفسه ليعد جوادا شجاعا وقيل :أصل الكرم كثرة الخير فلما كان المتقى كثير الخير كثير العوائد والفوائد فى الدنيا وله الدرجات العلى فى العقبى كان أعم الناس كرما فكأنه لا كرم إلا التقوى (إن أكرمكم عند الله أتقاكم) وقال الزمخشرى :الحسب ما يعد مآثره ومآثر آبائه فالمراد أن الفقير ذا الحسب لا يوقر ولا يحتفل به ومن حسب له إذا أثرى جل فى العيون اه.
وقال العامرى فى شرح الشهاب :أشار بالخبر إلى أن الحسب الذى يفتخر به أبناء الدنيا اليوم المال فقصد ذمهم بذلك حيث أعرضوا عن الأحساب الخفية ومكارم الأخلاق الدينية ألا ترى أنه أعقبه بقوله والكرم التقوى والتقوى تشمل المكارم الدينية والشيم المرضية التى فيها شرف الدارين >تنبيه<قال الراغب :المال إذا اعتبر بكونه أحد أسباب الحياة الدنيوية فهو عظيم الخطر وإذا اعتبر سائر المقتنيات فهو صغير الخطر إذ هو أحسن المقتنيات فالمال من الخيرات المتوسطة لأنه كما يكون سببا للخير قد يكون سببا للشر لكن لما كان غالبا يوجب كرامة أصحابه وتعظيم أربابه حتى صدق القائل:
الناس أعداء لكل مدقع . . .صفر اليدين وأخوة للمكثر.
وحتى قيل :رأيت ذا المال مهيبا وأستصوب قول طلحة فى دعائه :اللهم ارزقنى مجدا ومالا ولا يصلح المجد إلا بالمال ولا المال إلا بالمجد ونظمه المتنبى فقال:
فلا مجد فى الدنيا لمن قل ماله . . .ولا مال فى الدنيا لمن قل مجده(فيض القدير شرح الجامع الصغير، تحت رقم الحديث ٣٨١٢)

www.idaraghufran.org

مُحَمَّدُ، فَأَقُوْلُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا: لَا، وَأَعْرَضَ فِيْ كِلَا عِطْفَيْهِ (الأدب المفرد، رقم الحديث ٨٩٧، باب الحسب) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے دوست قیامت کے دن متقی (وپرہیزگار) ہوں گے، اگرچہ کسی کا نسب دوسرے کے (اور میرے) نسب سے کتنا ہی قریب کیوں نہ ہو، پس ایسا نہ ہو کہ لوگ تو (قیامت کے دن) اپنے اعمال لے کر آئیں، اور تم (نیک اعمال ترک کرکے) دنیا لے کر آؤ، جسے تم نے اپنے کندھوں پر اٹھا رکھا ہو، پھر تم یہ کہو کہ اے محمد! (ہماری مدد کرو) تو میں اس طرح اور اس طرح مدد سے انکار کردوں گا، اور یہ کہتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دونوں طرف سے اعراض کرتے ہوئے دکھلایا (الادب المفرد)

اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب اور آپ کے دوست اور ولی متقی لوگ ہوں گے، خواہ وہ کسی قبیلہ وخاندان سے تعلق رکھنے والے ہوں۔

اور تقویٰ اور نیک عمل کو چھوڑ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی اور اعلیٰ شخصیت کی طرف نسب وخاندان اور برادری وغیرہ کے منسوب ہونے کو کافی سمجھنا غلط ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ: مَنْ أَكْرَمُ النَّاسِ؟ قَالَ: أَتْقَاهُمْ فَقَالُوْا: لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْأَلُكَ، قَالَ: فَيُوْسُفُ نَبِيُّ اللّٰهِ، اِبْنُ نَبِيِّ اللّٰهِ، اِبْنِ نَبِيِّ اللّٰهِ، اِبْنِ خَلِيْلِ اللّٰهِ قَالُوْا: لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْأَلُكَ، قَالَ: فَعَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْأَلُوْنَ؟ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ، إِذَا فَقُهُوْا (صحيح البخارى) [2]

---

[1] قال الألبانی:

حسن (حاشية الادب المفرد)

[2] رقم الحديث ٣٣٥٣، كتاب أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالى واتخذ الله إبراهيم خليلا.

www.idaraghufran.org

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کیا گیا کہ لوگوں میں کون سب سے زیادہ معزز و بزرگ ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو سب سے زیادہ متقی ہو، صحابہ نے عرض کیا کہ ہم یہ بات نہیں پوچھ رہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے زیادہ معزز یوسف نبی اللہ بن نبی اللہ بن نبی اللہ ابن خلیل اللہ ہیں، صحابہ نے عرض کیا کہ ہم یہ بھی نہیں پوچھ رہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو کیا تمہارا سوال عرب کے خاندانوں کے بارے میں ہے؟ (انہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں، تو اس پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو زمانۂ جاہلیت میں اچھے تھے وہ اسلام میں بھی اچھے ہیں، بشرطیکہ دین کی سمجھ (اور دین کا علم) حاصل کریں (بخاری)

مطلب یہ ہے کہ صرف کسی کے نسب وغیرہ کا اچھا ہونا کافی نہیں، بلکہ اچھا ہونے کے لئے اسلام قبول کرنا، اور پھر دین کی سمجھ حاصل کر کے اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔

اور یہ مضمون ان احادیث کے مطابق ہے، جن میں نیک عمل اور تقویٰ کو افضل قرار دیا گیا ہے۔ [1]

---

[1] وقوله :(خيارهم فى الجاهلية) : إلخ .جملة مبينة، شبههم بالمعادن فى كونها أوعية للجواهر النفيسة والفلزات المنتفع بها، المعنى بها العلوم والحكم، فالتفاوت فى الجاهلية بحسب الأنساب، وفى الإسلام بالأحساب، ولا يعتبر الأول إلا بالثانى، فالمعنى خيارهم بمكارم الأخلاق فى الجاهلية (خيارهم فى الإسلام) : أيضا بها (إذا فقهوا) : بضم القاف، وقيل بالكسر أى :إذا استووا فى الفقه، وإلا فالشرف للأفقه منه .قال فى النهاية :فقه الرجل بالكسر إذا علم، وفقه بالضم إذا صار فقيها عالما وجعله العرب خاصا بعلم الشريعة وتخصيصا بعلم الفروع (مرقاة المفاتيح، ج ١، ص ٢٨٤، كتاب العلم)

(خيارهم فى الإسلام) أى :إن أصحاب المروء ات ومكارم الأخلاق فى الجاهلية هم أصحابها فى الإسلام وهم الخيار (إذا فقهوا) أى :صاروا فقهاء عالمين بالأحكام الشرعية الفقهية.

قال القاضى عياض :قد تضمن الحديث فى الأجوبة الثلاثة أن الكرم كله عمومه وخصوصه مجمله ومفصله إنما هو بالدين من التقوى والنبوّة والاعتراف بها الإسلام مع الفقه (دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين، ج ١، ص ٢٥٥، باب فى التقوىٰ)

www.idaraghufran.org

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَيْنَ أَبِيْ؟ قَالَ: فِي النَّارِ، فَلَمَّا قَفّٰى دَعَاهُ، فَقَالَ: إِنَّ أَبِيْ وَأَبَاكَ فِي النَّارِ (مسلم) [1]

ترجمہ: ایک آدمی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میرے والد کہاں ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (کفر کی حالت میں فوت ہونے کی وجہ سے) جہنم میں ہیں، پھر جب وہ شخص پیٹھ پھرا کر جانے لگا، تو اس کو بلا کر فرمایا کہ بے شک میرے اور تمہارے والد جہنم میں ہیں (مسلم)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کے بارے میں دوسری روایات بھی ہیں، جن میں ان پر بعد میں ایمان کے پیش کئے جانے اور ان کے ایمان قبول کرنے کا ذکر ہے، جس کی وجہ سے بعض حضرات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کی نجات کے قائل ہیں۔

البتہ بعض حضرات اس سلسلہ میں سکوت اور خاموشی اختیار کرنے اور ان کا معاملہ اللہ پر چھوڑ دینے کو عافیت وسلامتی قرار دیتے ہیں۔

بہر حال اس بحث سے قطع نظر مذکورہ حدیث سے اصولی انداز میں یہ بات واضح ہوگئی کہ جس کا خاتمہ کفر کی حالت میں ہو، تو اس کی اولاد کا مومن، بلکہ صحابی اور نبی ہونا بھی اس کے لئے کارآمد نہ ہوگا۔

جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کے کافر بیٹے کا معاملہ ہے، لہٰذا کسی کا اپنے آپ کو آلِ نبی، سید زادہ، پیرزادہ وغیرہ ہونے کی بنیاد پر یہ سمجھنا کہ اس کی نجات کے لئے یہ نسبت کافی ہے، اور اس کو نجات کے لئے عمل کی ضرورت نہیں، یہ سراسر غلط فہمی، بلکہ گمراہی ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ۲۰۳ ''۳۴۷''، كتاب الايمان، باب بيان أن من مات على الكفر فهو فى النار، ولا تناله شفاعة، ولا تنفعه قرابة المقربين.

[2] قوله (أن رجلا قال يا رسول الله أين أبى قال فى النار فلما قفى دعاه فقال إن أبى وأباك فى النار) فيه أن من مات على الكفر فهو فى النار ولا تنفعه قرابة المقربين وفيه أن من مات فى الفترة

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ أَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: ”وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ“ قَالَ: يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا اِشْتَرُوْا أَنْفُسَكُمْ، لَا أُغْنِيْ عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا، يَا بَنِيْ عَبْدِ مَنَافٍ لَا أُغْنِيْ عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا، يَا عَبَّاسُ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَا أُغْنِيْ عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا، وَيَا صَفِيَّةُ عَمَّةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَا أُغْنِيْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

علـى ما كانت عليه العرب من عبادة الأوثان فهو من أهل النار وليس هذا مؤاخذة قبل بلوغ الدعوة فإن هؤلاء كانت قد بلغتهم دعوة إبراهيم وغيره من الأنبياء صلوات الله تعالى وسلامه عليهم وقوله صلى الله عليه وسلم إن أبي وأباك في النار هو من حسن العشرة للتسلية بالاشتراك في المصيبة ومعنى قفى ولى قفاه منصرفا قوله صلى الله عليه وسلم (شرح النووى على مسلم ،ليحيى بن شرف النووى، ج۳، ۷۹، كتاب الايمان،باب بيان أن من مات على الكفر فهو فى النار)

فيه أن من مات على الفترة على ما كانت عليه العرب من عبادة الأوثان فهو من أهل النار، وليس هذا مؤاخذة قبل بلوغ الدعوة .فإن هؤلاء قد بلغتهم دعوة إبراهيم وغيره من الأنبياء صلوات الله وسلامه عليهم -انتهى .وهذا يدل على أن النووى يكتفى فى وجوب الإيمان على كل أحد ببلوغه دعوة من قبله من الرسل، وإن لم يكن مرسلاً إليه، وإلى ذلك ذهب الحليمى، كما صرح به فى منهاجه .وقال القارى :الجمهور على أن والديه -صلى الله عليه وسلم -ماتا كافرين، وهذا الحديث أصح ما ورد فى حقهما .وأما قول ابن حجر :وحديث إحيائهما حتى آمنا به ثم توفيا حديث صحيح، وممن صححه الإمام القرطبى والحافظ ابن ناصر الدين، فعلى تقدير صحته لا يصلح أن يكون معارضاً لحديث مسلم، مع أن الحفاظ طعنوا فيه ومنعوا جوازه أيضاً بأن إيمان اليأس غير مقبول إجماعاً، كما يدل عليه الكتاب والسنة، وبأن الإيمان المطلوب من المكلف إنما هو الإيمان الغيبى .وقد قال تعالى :(ولو ردوا لعادوا لما نهوا عنه) . وهذا الحديث الصحيح صريح أيضاً فى رد ما تشبث به بعضهم بأنهما كانا من أهل الفترة ولا عذاب عليهم مع اختلاف فى المسألة. واعلم أن هذه المسألة كثير النزاع والخلاف بين العلماء ، فمنهم من نص على عدم نجاة الوالدين كما رأيت فى كلام القارى والنووى، وقد بسط الكلام فى ذلك القارى فى شرح الفقه الأكبر، وفى رسالة مستقلة له، ومنهم من شهد لهما بالنجاة كالسيوطى، وقد ألف فى هذه المسألة سبع رسائل بسط الكلام فيها وذكر الأدلة من الجانبين .من شاء رجع إليها .والأسلم والأحوط عندى هو التوقف والسكوت(مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح،للمباركفورى، ج۵،ص۳ ۱ ۵، كتاب الجنائز،باب زيارة القبور)

شَيْـئًـا، وَيَـا فَـاطِـمَةُ بِـنْـتَ مُـحَمَّدٍ سَلِيْنِيْ مَا شِئْتِ مِنْ مَالِيْ لَا أُغْنِيْ عَنْکِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا (صحيح البخاری) [1]

ترجمہ: جب یہ آیت نازل ہوئی کہ:

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَکَ الْاَقْرَبِيْنَ

یعنی ''اے رسول! اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیے''

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے، پھر فرمایا کہ اے قریش کے گروہ! یا اسی جیسا کوئی اور جملہ فرمایا، تم اللہ کی اطاعت کر کے خود کو خرید (یعنی جہنم سے آزاد کرالو) کیونکہ اللہ کے مقابلہ میں، میں تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا، اے بنی عبدِ مناف! اللہ کے مقابلہ میں، میں تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا، اے عباس بن عبدالمطلب! اللہ کے مقابلہ میں، میں تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا، اور اے صفیہ رسول اللہ کی پھوپھی! اللہ کے مقابلہ میں، میں تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا، اے فاطمہ بنتِ محمد! تم میرے سے مال کے بارے میں جو چاہو سوال کرو، مگر میں اللہ کے مقابلہ میں، تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

لَـمَّـا أُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ (وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَکَ الْأَقْرَبِيْنَ) دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَـلَّـى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُرَيْشًا، فَاجْتَمَعُوْا فَعَمَّ وَخَصَّ، فَقَالَ: يَا بَنِيْ كَـعْـبِ بْـنِ لُؤَيٍّ، أَنْـقِـذُوْا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ، يَا بَنِيْ مُرَّةَ بْنِ كَعْبٍ، أَنْـقِـذُوْا أَنْـفُـسَـكُـمْ مِنَ النَّارِ، يَا بَنِيْ عَبْدِ شَمْسٍ، أَنْقِذُوْا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّـارِ، يَـا بَـنِـيْ عَبْدِ مَنَافٍ، أَنْقِذُوْا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ، يَا بَنِيْ هَاشِمٍ، أَنْـقِذُوْا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ، يَا بَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، أَنْقِذُوْا أَنْفُسَكُمْ مِنَ

[1] رقم الحديث ٢٧٥٣، كتاب الوصايا، باب هل يدخل النساء والولد في الأقارب.

www.idaraghufran.org

النَّارِ، يَا فَاطِمَةُ، أَنْقِذِي نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ، فَإِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا، غَيْرَ أَنَّ لَكُمْ رَحِمًا سَأَبُلُّهَا بِبَلَالِهَا (مسلم) [1]

ترجمہ: جب یہ آیت نازل ہوئی کہ:

"وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ"

یعنی "اے رسول! اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیے"

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو بلایا عام وخاص سب کو جمع کر کے فرمایا کہ اے کعب بن لؤی کے قبیلہ والو! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ، اے عبدِ شمس کے قبیلہ والو! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ، اے عبدِ مناف کے قبیلہ والو! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ! اے ہاشم کے قبیلے والو! اپنے آپ کو جہنم سے بچا لو، اے بنی عبدالمطلب! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ، اے فاطمہ اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ، کیونکہ میں تمہارے لئے اللہ کے مقابلہ میں کسی چیز کا مالک نہیں، سوائے اس کے کہ میں تمہارا رشتہ دار ہوں اور بحیثیتِ رشتہ داری کے میں تم سے صلہ رحمی کرتا رہوں گا (مسلم)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قبیلہ اور خاندان کے اوپر اور نیچے والے سب لوگوں کو واضح فرمادیا کہ جہنم سے نجات ہر ایک کے اپنے عمل سے ہوگی، البتہ رشتہ داری کے ناطے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صلہ رحمی کرنے کا ذکر فرمایا، جس سے معلوم ہوا کہ جب تک عمل نجات کے لئے نہ ہو، اس وقت تک نسب کام نہ آئے گا۔

اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قریبی نسب والوں کے بارے میں یہ فیصلہ فرمادیا، تو آج ہزاروں سال گزرنے کے بعد کسی کا یہ کہنا یا سمجھنا کہ میں آلِ رسول اور اہلِ بیت میں سے ہوں، لہٰذا یہ نسبت میری نجات کے لئے کافی ہے، اور مجھے آخرت کی نجات کے لئے عمل

[1] رقم الحديث ٢٠٤ "٣٤٨"، كتاب الإيمان، باب في قوله تعالى: وأنذر عشيرتك الأقربين.

www.idaraghufran.org

کی ضرورت نہیں، یہ سراسر نا انصافی اور ظلم ہے، اور خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی ہے، جن کی نسبت سے ایسا سمجھا جاتا ہے۔ [1]

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِهَارًا غَيْرَ سِرٍّ، يَقُوْلُ: أَلاَ إِنَّ آلَ أَبِيْ، يَعْنِيْ فُلاَنًا، لَيْسُوْا لِيْ بِأَوْلِيَاءَ، إِنَّمَا وَلِيِّيَ اللّٰهُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ (مسلم) [2]

---

[1] (وعن أبي هريرة قال :لما نزلت :(وأنذر عشيرتک الأقربين) دعا النبی -صلى الله تعالى عليه وسلم -قريشا) أی قبائله (فاجتمعوا، فعم) أی :النبی -صلى الله تعالى عليه وسلم -فی النداء بما ذكره (وخص) ، ثم بين الراوی كيفية العموم والخصوص بقوله :(فقال) أی :النبی -صلى الله عليه وسلم -(يا بنی كعب بن لؤی !) بضم لام وفتح همزة، وقد يبدل واوا فتحتية مشددة، وهو ابن غالب بن فهر (أنقذوا) بفتح همزة وكسر قاف أی :خلصوا) "أنفسكم من النار، يا بنی مرة بن كعب ") بضم ميم وتشديد راء أی :أبو قبيلة من قريش على ما فی القاموس ("أنقذوا أنفسكم من النار، يا بنی عبد شمس !أنقذوا أنفسكم من النار، يا بنی عبد مناف !أنقذوا أنفسكم من النار، يا بنی هاشم !أنقذوا أنفسكم من النار، يا بنی عبد المطلب أنقذوا أنفسكم من النار، يا فاطمة !أنقذی نفسک من النار ") ختم بها ;لأنها خلاصة قومها، ثم عم فی تبریء إنقاذه إياهم من النار بغير الإيمان والعمل الصالح بقوله :(فإني لا أملک لكم) أی :لجميعكم عامكم وخاصكم ("من الله ") أی :من عذابه ("شيئا ") أی :من الملک والقدرة والدفع والمنفعة، والمعنى أنی لا أقدر أن أدفع عنكم من عذاب الله شيئا إن أراد الله أن يعذبكم، وهو مقتبس من قوله سبحانه :(قل فمن يملک لكم من الله شيئا إن أراد بكم ضرا أو أراد بكم نفعا) بل قال الله تعالى :(قل لا أملک لنفسی نفعا ولا ضرا إلا ما شاء الله) وهذا التوحيد على وفق التفريد، وهو -صلى الله تعالى عليه وسلم -وإن كان قد ينفع المؤمنين بالشفاعة حيث يشفع ويشفع، لكن أطلقه ترهيبا لهم على الاتكال عليه وترغيبا لهم على الاجتهاد فی أمر زاد المعاد، والله رؤوف بالعباد، وهذا معنى قوله :)" غير أن لكم رحما ") أی :قرابة ("سأبلها ") بضم موحدة وتشديد لام، أی :سأصلها ("ببلالها ") بكسر الموحدة ويفتح، أی :بصلتها وبالإحسان إليها، ومجمله أن سأصل تلک القرابة بالشیء الذی يتوصل به إلى الأقارب من الإحسان، ودفع الظلم والضر عنهم وغير ذلک، ففی النهاية : البلال جمع بلل، والعرب يطلقون النداوة على الصلة، كما يطلق اليبس على القطعة ;لأنهم لما رأوا أن بعض الأشياء يتصل بالنداوة، ويحصل بينها التجافی والتفرق باليبس استعاروا البلل لمعنى الوصل، واليبس لمعنى القطعة، والمعنى :أصلكم فی الدنيا ولا أغنی عنكم من الله شيئا (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج۸، ص ۳۳۷۲، كتاب الآداب، باب التحذير من الفتن)

[2] رقم الحديث ۲۱۵ "۳۶۶" كتاب الإيمان، باب موالاة المؤمنين ومقاطعة غيرهم والبراءة منهم.

www.idaraghufran.org

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلند آواز سے نہ کہ آہستہ آواز سے، یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آگاہ رہو کہ میرے باپ کی اولاد یعنی فلاں خاندان والے میرے دوست نہیں، بلکہ میرا دوست تو اللہ ہے اور نیک مومن (مسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت وتعلق حاصل کرنے کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب اور خاندان سے ہونا کافی نہیں، بلکہ مومن اور نیک صالح ہونا ضروری ہے۔

اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خاندان والوں کو یہ فرمادیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دوسرے خاندان اور نسب سے تعلق رکھنے والوں کو اپنے اعلیٰ نسب پر گھمنڈ کرنا کیسے درست ہوسکتا ہے؟ [1]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

لَمَّا بَعَثَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْيَمَنِ خَرَجَ مَعَهُ

---

[1] (وعن عمرو بن العاص -رضى الله عنه -قال :سمعت رسول الله -صلى الله عليه وسلم -يقول :إن آل أبى) أى " :أبى فلان "كما فى نسخة صحيحة، فقيل :هو كناية من بعض الرواة خوفا من الفتنة، والمكنى عنه هو أبو سفيان بن حرب، وقيل :هو الحكم بن العاص، والأظهر أنه على العموم من طوائف قريش أو بنى هاشم أو أعمامه، وهو ظاهر الحديث، أى :أهل أبى (ليسوا لى بأولياء) ; لأنه كما قال تعالى :(إن أولياؤه إلا المتقون) ، وأشار إليه بقوله :(إن وليى الله) وفى نسخة :بياء واحدة مشددة مفتوحة وروى مكسورة (وصالح المؤمنين) أى :صلحاؤهم، والمراد بالصالح الجنس ولذلك عم بالإضافة وهو مقتبس من قوله تعالى :(فإن الله هو مولاه وجبريل وصالح المؤمنين) ، وكذلك فى قوله تعالى :(إن وليى الله الذى نزل الكتاب وهو يتولى الصالحين) ، إيماء إلى هذا المعنى (مرقاة المفاتيح، ج۷، ص ۳۰۸۱، كتاب الآداب، باب البر و الصلة)

قال ابن العربى فى سراج المريدين :معنى الحديث آل أبى طالب، قال :ومعناه إنى لست أخصّ قرابتى ولا فصيلتى الأدنين بولاية دون المسلمين وإنما رحمهم معى فى الطالبية فسأبلها ببلالها :أى أعطيها حقها فإن المنع عند العرب يبس والصلة بلّ (إنما وليى) أى ناصرى والذى أتولاه فى جميع الأمر (دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين، ج۳، ص ۱۷۱، باب بر الوالدين وصلة الأرحام)

www.idaraghufran.org

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْصِيْهِ وَمُعَاذٌ رَاكِبٌ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِيْ تَحْتَ رَاحِلَتِهٖ، فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ: يَا مُعَاذُ إِنَّكَ عَسٰى أَنْ لَا تَلْقَانِيْ بَعْدَ عَامِيْ هٰذَا وَلَعَلَّكَ أَنْ تَمُرَّ بِمَسْجِدِيْ هٰذَا، وَقَبْرِيْ. فَبَكٰى مُعَاذٌ جَشَعًا لِفِرَاقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ الْتَفَتَ فَأَقْبَلَ بِوَجْهِهٖ نَحْوَ الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ: إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِيَ الْمُتَّقُوْنَ مَنْ كَانُوْا وَحَيْثُ كَانُوْا (مسند احمد) [1]

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف بھیجنا چاہا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں چھوڑنے کے لئے ساتھ میں نکلے، اور انہیں وصیت فرماتے رہے، اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سوار تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ پیدل چل رہے تھے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں وصیتیں کر کے فارغ ہوئے، تو فرمایا کہ اے معاذ! ہوسکتا ہے کہ آئندہ سال تم مجھ سے نہ مل سکو، اور ہوسکتا ہے کہ آئندہ سال تم میری اس مسجد اور میری قبر کے پاس سے گزرو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے غم میں، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ رونے لگے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا رخ پھیر کر مدینہ منورہ کی جانب کرلیا اور فرمایا کہ (مدینہ منورہ میں موجود لوگوں کے بجائے) تمام لوگوں میں سب سے زیادہ میرے قریب متقی ہیں، خواہ وہ کوئی بھی ہوں اور کہیں بھی ہوں (یعنی مدینہ منورہ میں ہوں، یا مدینہ منورہ سے باہر ہوں) (مسند احمد)

اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کے آخر میں ہے کہ:

---

[1] رقم الحدیث ۲۲۰۵۲.

قال شعیب الارنؤوط:

إسناده صحیح (حاشیة مسند احمد)

www.idaraghufran.org

ثُمَّ الْتَفَتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَحْوَ الْمَدِیْنَۃِ فقَالَ: إِنَّ أَھْلَ بَیْتِیْ ھٰؤُلَاءِ یَرَوْنَ أَنَّھُمْ أَوْلَی النَّاسِ بِیْ وَإِنَّ أَوْلَی النَّاسِ بِیْ اَلْمُتَّقُوْنَ مَنْ کَانُوْا حَیْثُ کَانُوْا (صحیح ابن حبان) [1]

ترجمہ: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف رُخ کرکے فرمایا کہ میرے یہ اہلِ بیت خیال کرتے ہیں کہ وہ (دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں) میرے زیادہ قریب ہیں، حالانکہ (واقعہ اس طرح نہیں ہے، بلکہ) میرے زیادہ قریب تو متقی (وپرہیزگار) ہیں، جو بھی ہوں اور جہاں بھی ہوں (خواہ مدینہ منورہ میں یا اس سے باہر) (ابنِ حبان)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

ثُمَّ الْتَفَتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ إِلَی الْمَدِیْنَۃِ فَقَالَ: إِنَّ أَھْلَ بَیْتِیْ ھٰؤُلَاءِ یَرَوْنَ أَنَّھُمْ أَوْلَی النَّاسِ بِیْ وَلَیْسَ کَذٰلِکَ إِنَّ أَوْلِیَائِیْ مِنْکُمُ الْمُتَّقُوْنَ مَنْ کَانُوْا وحَیْثُ کَانُوْا (کتاب السنة، لا بن أبی عاصم، رقم الحدیث ۲۱۲) [2]

ترجمہ: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف رُخ کرکے فرمایا کہ میرے یہ اہلِ بیت خیال کرتے ہیں کہ وہ (دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں) میرے زیادہ قریب ہیں، حالانکہ واقعہ اس طرح نہیں ہے، بلکہ تم میں مجھ سے زیادہ قریب متقی لوگ ہیں، جو بھی ہوں اور جہاں بھی ہوں (السنۃ)

مذکورہ احادیث وروایات سے واضح ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت اور تعلق حاصل کرنے

---

[1] رقم الحدیث ۶۴۷، کتاب الرقائق، باب الخوف و التقوی.
قال شعیب الارنؤوط:
إسناده قوی(حاشیة مسند احمد)

[2] قال الالبانی:
إسناده صحیح رجاله کلهم ثقات (ظلال الجنة فی تخریج السنة للألبانی)

www.idaraghufran.org

کے لئے مومن ہونے کے ساتھ ساتھ نیک عمل اور تقویٰ ضروری ہے، وہ جس کے پاس بھی ہو، خواہ وہ دنیا کے کسی خطہ میں بھی ہو، اور مدینہ منورہ سے دور ہو، اور کسی بھی قبیلہ وخاندان سے تعلق رکھتا ہو، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہے۔

اور نیک عمل وتقویٰ کے بجائے مدینہ منورہ کا باشندہ یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان میں سے ہونا کافی نہیں، وہ الگ بات ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات اور بناتِ طاہرات وغیرہ اہلِ بیت انتہائی نیک عمل اور تقویٰ والے تھے، اس لئے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انتہائی قریب تھے۔ [1]

حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

جَمَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُرَيْشًا فَقَالَ: هَلْ فِيْكُمْ مِنْ غَيْرِكُمْ؟ قَالُوا: فِيْنَا ابْنُ أُخْتِنَا، وَفِيْنَا حَلِيْفُنَا، وَفِيْنَا مَوْلَانَا. فَقَالَ:

---

[1] قوله (وإنما أوليائی المتقون) قال الأردبيلی فيه إعجاز وعلم للنبوة وفيه أن الاعتبار كل الاعتبار للمتقی وإن بعد عن الرسول فی النسب وأن لا اعتبار للفاسق والفتان عند رسول الله وإن قرب منه فی النسب انتهی(عون المعبود شرح سنن أبی داود، ج۹، ص ۲۸۶، كتاب الفتن والملاحم،باب ذكر الفتن ودلائلها)

(فقال " :إن أولی الناس بی ") أی :بشفاعتی أو أقرب الناس إلی منزلتی ("المتقون، من كانوا ") : جمع باعتبار معنی من، والمعنی كائنا من كان عربيا أو عجميا أبيض أو أسود شريفا أو وضيعا ("وحيث كانوا ") أی :سواء كانوا بمكة والمدينة أو باليمن والكوفة والبصرة فسره، فانظر إلی رتبة أويس القرنی باليمن علی كمال التقوی، وحالة جماعة من أكابر الحرمين الشريفين من حرمان المنزلة الزلفی، بل من إيصال ضررهم إليه صلی الله تعالی عليه وسلم حتی من بعض ذوی القربی، وحاصله أنه لا يضرك بعدك الصوری عنی مع وجود قولك المعنوی بی، فإن العبرة بالتقوی كما يستفاد من إطلاق قوله تعالی :(إن أكرمكم عند الله أتقاكم) من غير اختصاص بمكان أو زمان أو نوع إنسان ففيه تحريض علی التقوی المناسبة للوصية عند المفارقة الصغری والكبری، وقد قال تعالی :(ولقد وصينا الذين أوتوا الكتاب من قبلكم وإياكم أن اتقوا الله) مع ما فيه من التسلية لبقية الأمة الذين لم يدركوا زمن الحضرة ومكان الخدمة هذا الذی سنح لی فی هذا المقام من حل الكلام علی ظهور المرام (مرقاة المفاتيح، ج۸، ص ۳۲۷۱، كتاب الرقاق)

www.idaraghufran.org

حَلِيُفُنَا مِنَّا وَابُنُ أُخْتِنَا مِنَّا وَمَوُلَانَا مِنَّا، إِنَّ أَوُلِيَائِى مِنُكُمُ الْمُتَّقُوُنَ

(المستدرک علی الصحیحین للحاکم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو جمع کر کے فرمایا کہ کیا تمہارے درمیان کوئی تمہارے علاوہ (یعنی غیر قریشی) بھی ہے، تو انہوں نے جواب میں کہا کہ ہمارے درمیان ہماری بہن کے بیٹے اور ہمارے حلیف (و معاون) اور ہمارے آزاد کردہ غلام ہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حلیف (ومعاون) بھی ہم سے ہیں اور ہماری بہن کی اولاد بھی ہم سے ہیں، اور ہمارے آزاد کردہ غلام بھی ہم سے ہیں، مگر میرے دوست (صرف) متقی (و پرہیزگار) ہیں (حاکم)

مطلب یہ ہے کہ نسب اور دوسرے سلسلے تو دنیا سے تعلق رکھتے ہیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصل دوست اور قریبی وہ لوگ ہیں، جو کہ متقی ہوں، لہٰذا نسب کے بجائے عمل وتقویٰ اصل چیز ہے۔

پس عمل وتقویٰ کو نظر انداز کر کے بعض لوگوں کا اہلِ بیتِ رسول اور صحابۂ کرام یا بزرگوں کی نسل کی نسبتوں پر سہارا لے کر بیٹھ جانا درست نہیں۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ٣٢٦٦، كتاب التفسير، تفسير سورة الأنفال.

قال الحاكم:

هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه.

وقال الذهبي في التلخيص:

صحيح.

[2] فليحذر كل عاقلٍ غاية الحذر من أن يتّكِل على شرف نسبه وفضيلة آبائه ويقصّر في العمل؛ فإن ذلك يورثه غاية النقص والانحطاط عن معاليهم، ونهاية الحسرة والندامة على التخلف عن كمالهم، ومن ثم كان التفاخر بالآباء من أخلاق الجاهلية؛ قال تعالى :(فَلَا أَنُسَابَ بَيُنَهُمُ يَوُمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ)، وقال صلى الله عليه وسلم " :إن اللّٰه قد أذهب عنكم عُبِّيَّة الجاهلية وفخرها بالآباء، الناس رجلان :برٌّ تقيٌّ كريمٌ على اللّٰه عز وجل، وفاجرٌ شقيٌّ هيِّنٌ على اللّٰه عز وجل، كلهم بنو آدم

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

www.idaraghufran.org

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے متعدد مقامات پر اپنا ولی بھی ان لوگوں کو قرار دیا ہے، جو مومن ہوں اور متقی ہوں۔ [1]

جس سے معلوم ہوا کہ خواہ اللہ تعالیٰ سے تعلق وقربت کا معاملہ ہو، یا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے، بہر حال اس کے لئے نیک عمل اور تقویٰ ضروری ہے، اور اس کو نظر انداز کر کے نسب اور خاندان کی نسبتوں کو نجات اور آخرت کی کامیابی کا ذریعہ خیال کر لینا درست نہیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: تَزْعُمُوْنَ أَنَّ قَرَابَتِيْ لَا تَنْفَعُ قَوْمِيْ، وَاللّٰهِ إِنَّ رَحِمِيْ مَوْصُوْلَةٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ يُرْفَعُ لِيْ قَوْمٌ يُؤْمَرُ بِهِمْ ذَاتَ الْيَسَارِ، فَيَقُوْلُ الرَّجُلُ: يَا مُحَمَّدُ، أَنَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ، وَيَقُوْلُ الْآخَرُ: أَنَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ، فَأَقُوْلُ: أَمَّا النَّسَبُ فَقَدْ عَرَفْتُ، وَلٰكِنَّكُمْ أَحْدَثْتُمْ بَعْدِيْ، وَارْتَدَدْتُمْ عَلٰى أَعْقَابِكُمُ الْقَهْقَرَى (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ١١١٣٤٥) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم یہ سمجھتے ہو کہ میری قرابت داری میری

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وخلق اللّٰه آدم من تراب، وقال" :ائتونى بأعمالكم لا تأتونى بأنسابكم."

وقال لمن تعلّم الأنساب " :علمٌ لا ينفع، وجهالةٌ لا تضر، وقال عمر رضى اللّٰه تعالى عنه :(تعلموا من أنسابكم ما تصلون به أرحامكم).

على أن فى التفاخر بالآباء غاية العداوة؛ إذ كلٌّ يظهر مثالب الآخر فيؤدى إلى الهرج والفساد(الفتح المبين بشرح الأربعين،لأحمد بن محمد بن على بن حجر الهيتمى، ج ١، ص ٥٨١، الحديث السادس والثلاثون)

[1] إِنْ أَوْلِيَاؤُهُ إِلَّا الْمُتَّقُونَ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ (سورة الأنفال، رقم الآية ٣٤)

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ .الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ.لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ(سورة يونس، رقم الآيات ٦٢ الىٰ ٦٤)

[2] قال شعيب الارنؤوط:

صحيح لغيره، وهذا إسناد ضعيف (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

Idara Ghufran

قوم کو فائدہ نہ پہنچا سکے گی، اللہ کی قسم! میری قرابت داری دنیا اور آخرت دونوں میں جڑی رہے گی (بشرطیکہ میرے طریقہ پر قائم رہا جائے) اور قیامت کے دن میرے سامنے کچھ لوگوں کو پیش کیا جائے گا، جن کو بائیں طرف کے (یعنی ناکام) لوگوں میں شامل ہونے کا حکم ہوگا، تو ایک آدمی کہے گا کہ اے اللہ کے رسول! میں فلاں بن فلاں ہوں، اور دوسرا کہے گا کہ میں فلاں بن فلاں ہوں، میں انہیں جواب دوں گا کہ تمہارا نسب تو میں پہچان چکا (اور یہ معلوم ہو چکا کہ تم میرے نسبی سلسلہ سے تعلق رکھتے ہو) لیکن میرے بعد تم نے دین میں بدعات ایجاد کر لی تھیں، اور تم الٹے پاؤں واپس ہو گئے تھے (لہٰذا میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا)

(مسند احمد)

اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت داری دنیا و آخرت میں مفید ہے، لیکن اس کے لئے ایمان اور عمل شرط ہے، اور اس معیار پر ازواجِ مطہرات و بناتِ طاہرات وغیرہ اہلِ بیت پورے اترتے ہیں، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو چھوڑ کر، کوئی اور طریقہ اختیار کرنے اور بدعات ایجاد کرنے والے لوگوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب میں سے ہونا مفید نہ ہوگا، تاآنکہ ان کا عمل اس قابل نہ ہو۔ [1]

---

[1] عن حمزة بن أبي سعيد الخدري، عن أبيه رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول على المنبر " :ما بال أقوام يقولون إن رحمي لا ينفع، بلى والله إن رحمي موصولة في الدنيا والآخرة، وإني أيها الناس فرطكم على الحوض، فإذا جئت قام رجال فقال هذا :يا رسول الله أنا فلان، وقال هذا :يا رسول الله أنا فلان، وقال هذا :يا رسول الله أنا فلان، فأقول قد عرفتكم ولكنكم أحدثتم بعدي ورجعتم القهقرى (مستدرك حاكم، رقم الحديث ٦٩٥٨)

قال الحاكم:

هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه.

و قال الذهبي في التلخيص:

صحيح.

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

www.idaraghufran.org

اگر کوئی مومن اور نیک ہونے کی وجہ سے جنت کا مستحق ہو، اور پھر اس کی پیروی کرتے ہوئے، اس کی اولاد بھی ایمان اور نیک عمل کا اہتمام کرنے کی وجہ سے جنت کی مستحق ہو، لیکن اولاد کے عمل میں کچھ کمزوری رہ جائے، تو اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کمی کو دور فرما کر، اس کے والدین کے ساتھ جنت میں معیت عطاء فرمادے گا۔

چنانچہ سورہ طور میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيْمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ. وَمَآ أَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ (سورة الطور، رقم الآية ٢١)

ترجمہ: اور جو لوگ ایمان لا چکے ہیں اور اتباع کی اُن کی، اُن کی اولاد نے ایمان کے ساتھ، ملادیں گے ہم (جنت میں) اُن کے ساتھ اُن کی اولاد کو۔ اور نہیں کم کریں گے ہم ان کے لئے ان کے عمل میں سے کچھ بھی (سورہ طور)

مطلب یہ ہے کہ اللہ کسی کے عمل میں کمی نہیں کرے گا، البتہ اپنے فضل وکرم کی وجہ سے زیادہ عطا فرمائے گا۔

حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، فِيْ قَوْلِهٖ عَزَّ وَجَلَّ: ”أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُمْ“ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ ذُرِّيَّةَ الْمُؤْمِنِ مَعَهٗ فِيْ دَرَجَتِهٖ

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وأما دخول أصحاب البدع فى ذلك، فاستبعد؛ لتعبيره فى الخبر بقوله " :أصحابى"، وأصحاب البدع إنما حدثوا بعده .وأجيب بحمل الصحبة على المعنى الأعم .واستبعد أيضا أنه لا يقال للمسلم، ولو كان مبتدعا" :سحقا ."وأجيب بأنه لا يمتنع أن يقال ذلك لمن علم أنه قضى عليه بالتعذيب على معصية، ثم ينجو بالشفاعة، فيكون قوله" :سحقا "تسليما لأمر الله، مع بقاء الرجاء، وكذا القول فى أصحاب الكبائر .وقال البيضاوى :ليس قوله" :مرتدين "نصا فى كونهم ارتدوا عن الإسلام، بل يحتمل ذلك، ويحتمل أن يراد أنهم عصاة المؤمنين المرتدون عن الاستقامة، يبدلون الأعمال الصالحة بالسيئة انتهى(شرح سنن النسائى المسمى ذخيرة العقبى فى شرح المجتبى، ج ٢٠، ١٩٢، كتاب الجنائز، ذكر أول من يكسى)

www.idaraghufran.org

فِی الْجَنَّةِ، وَإِنْ كَانُوا دُونَهُ فِی الْعَمَلِ ، ثُمَّ قَرَأَ " وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُمْ " يَقُولُ: وَمَا نَقَصْنَاهُمْ (مستدرک حاکم) [1]

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے (سورہ طور میں مذکور) اللہ عزوجل کے اس قول کہ:

أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ.وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ“

یعنی”ملادیں گے ہم (جنت میں) اُن کے ساتھ اُن کی اولاد کو۔اور نہیں کم کریں گے ہم (آخر تک)“

کے بارے میں فرمایا کہ بے شک اللہ مومن کی اولاد کے درجہ کو بلند کر کے جنت میں اس کے ساتھ پہنچادے گا، اگرچہ اس مومن کی اولاد عمل میں اس مومن سے کچھ نیچے ہو، پھر حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے (سورہ طور کی) یہ آیت تلاوت فرمائی کہ:

”وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيْمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ.وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ“

یعنی”اور جو لوگ ایمان لاچکے ہیں اور اتباع کی اُن کی، اُن کی اولاد نے ایمان کے ساتھ، ملادیں گے ہم (جنت میں) اُن کے ساتھ اُن کی اولاد کو۔اور نہیں کم کریں گے“

یعنی اللہ فرماتا ہے کہ ہم ان میں کوئی کمی نہیں کریں گے (حاکم)

---

[1] رقم الحديث ۳۷۴۴، کتاب التفسير، تفسير سورة الطور.

قال الالبانی:

أخرجه هو (۲۷/۵۱) والحاكم (۴۶۸/۲) من طرق عن الثوری عن عمرو بن مرة به موقوفا على ابن عباس، فهو صحيح الإسناد (سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۲۴۹۰)

www.idaraghufran.org

اس حکم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد اور آپ کی ذُرّیت بھی داخل ہے، بلکہ دوسروں کے مقابلہ میں بدرجۂ اولیٰ داخل ہے، لیکن مذکورہ آیت میں اتباع کرنے کی قید لگی ہوئی ہے، جس سے معلوم ہوا کہ اتباع کے بغیر یہ مقصد حاصل نہ ہوگا۔

اسی طرح جو مومن ہوگا، مگر گناہ گار ہوگا، خواہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نسبی یا سسرالی رشتہ دار ہو، یا عام امتی ہو، اس کو آخرت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہوگی، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت دار اس شفاعت سے خصوصیت کے ساتھ مستفید ہوں گے۔

چنانچہ حضرت مسور رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

وَإِنَّ الْأَنْسَابَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَنْقَطِعُ غَيْرَ نَسَبِي، وَسَبَبِي، وَصِهْرِي

(مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ١٨٩٠٧) [1]

ترجمہ: بے شک قیامت کے دن تمام نسب ختم ہوجائیں گے، سوائے میرے نسب اور میرے سبب اور میرے سسرال کے (مسند احمد)

مذکورہ روایت میں پہلے تو نسب اور سسرال کا ذکر ہے، تاکہ شفاعت حاصل ہونے میں ان کی خصوصیت ثابت ہوجائے، پھر ان کے ساتھ سبب کا بھی ذکر ہے، جس سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا، اور آپ کی حتی الامکان پیروی کرنا اور آپ کا امتی ہونا ہے۔

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:

حديث صحيح دون قوله " :وإن الأنساب يوم القيامة تنقطع غير نسبي وسببي وصهري "فهو حسن بشواهده، وهذا إسناد ضعيف(حاشية مسندا حمد)

وقال الالباني:

أما حديث ابن عباس فيرويه موسى بن عبد العزيز العدني حدثني الحكم بن أبان عن عكرمة عن ابن عباس مرفوعا .أخرجه المخلص في "سبعة مجالس (١/ ٥١) " والطبراني في "المعجم الكبير(٣/ ١٢٩/ ١) "والخطيب في " التاريخ(١٠/ ٢٧١)والهروي في "ذم الكلام(٢/ ١٠٨) "والضياء في "المختارة ." قلت :وهذا إسناد حسن في الشواهد، فإن الحكم بن أبان صدوق عابد له أوهام . وموسى العدني صدوق سيء الحفظ(سلسلة الأحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ٢٠٣٦)

www.idaraghufran.org

لہٰذا اس سے یہ سمجھنا کہ سیدزادے ہر حال میں جنت میں جائیں گے اور نجات پائیں گے، درست نہیں۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آخرت میں شفاعتِ کبریٰ برحق ہے، جس کے بے شمار دلائل ہیں۔

اور یہ بات ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات اور آپ کی بناتِ طاہرات وغیرہ اہلِ بیت انتہائی نیک صالح متقی و پرہیزگار تھے، لہٰذا وہ یقیناً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت اور شفاعت کی نعمت سے مستفید ہوں گے۔ [1]

اسی طرح بعض مخصوص صفات کے حامل لوگوں کو بھی آخرت میں شفاعت کا حق دیا جائے گا، جیسا کہ شہید کو۔

---

[1] "كل نسب وصهر ينقطع يوم القيامة إلا نسبى وصهرى."ابن عساكر عن ابن عمر (ض)
(كل نسب وصهر ينقطع يوم القيامة) (فلا أنساب بينهم يومئذ ولا يتساء لون)قال الطيبى :النسب: ما رفع إلى ولادة قريبة من قبل الآباء ، والصهر :ما كان من خلطة تشبه القرابة يحدثها التزوج .(إلا نسبى وصهرى) قال المصنف :قيل معناه أن أمته ينتسبون إليه وأمم سائر الأنبياء لا ينتسبون إليهم، وقيل ينفع يومئذ بالنسبة إليه، ولا ينتفع بسائر الأنساب والثانى هو الأظهر .(ابن عساكرعن ابن عمر) رمز المصنف لضعفه قال الذهبى :فيه ابن وكيع لا يعتمد لكن ورد فيه مرسل حسن(التَّنويرُ شَرْحُ الجَامِعِ الصَّغِيرِ،للصنعانى، تحت رقم الحديث ٦٣٤٣)

"كل سبب ونسب منقطع يوم القيامة، إلا سببى ونسبى ."(طب ك هق) عن عمر (طب) عن ابن عباس وعن المسور (صح)."

(كل سبب) قال فى الفردوس :السبب هنا الموصلة والمودة، وقيل ما يتوصل به إلى الشىء يبعد عنك فهو سبب وقيل السبب :يكون بالتزويج، (ونسب) وهو ما يكون بالولادة .(منقطع يوم القيامة :((فلا أنساب بينهم يومئذ ولا يتساء لون) لا ينفع بعضهم بعضا، (يوم يفر المرء من أخيه) الآية (إلا سببى ونسبى) فإنه لا ينقطع بل يتصل وبه تكون النجاة ولا يعارضه أحاديث" :يا بنى عبد المطلب، ويا فاطمة بنت محمد "ونحوه، وقوله" :لا أغنى عنكم من الله شيئا") فإن المراد لا أغنى عنكم بمجرد نفسى وقدرتى لا بما يكرمنى الله به، أو كان ذلك قبل إعلام الله له بأنه ينفع .(طب ك هق)عن عمر)، قال عمر :فتزوجت أم كلثوم لما سمعت ذلك، وأحببت أن يكون بينى وبينه سبب ونسب خرج هذا السبب البزار، (طب) عن ابن عباس وعن المسور) رمز المصنف لصحته لأنه قال الحاكم :صحيح، وقال الذهبى :بل منقطع رواه الطبرانى ورجاله ثقات(التَّنويرُ شَرْحُ الجَامِعِ الصَّغِيرِ،للصنعانى، تحت رقم الحديث ٦٢٩١)

www.idaraghufran.org

اور اسی طرح نیک صالح اولاد کی وجہ سے والدین کو اجر وثواب عطاء کیا جاتا ہے۔ [1]

خلاصہ یہ کہ آخرت میں نجات کا اصل مدار ایمان اور اعمالِ صالحہ پر ہوگا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعتِ کبریٰ سے امت مستفید ہوگی۔

لہٰذا ایمان اور نیک عمل کا اہتمام ترک کر کے صِرف نسبی رشتوں پر سہارا کرنا درست نہیں۔

(2)......اپنے نسب پر فخر کرنے کی ممانعت

نسب کے سلسلے میں اسلام کی دوسری تعلیم یہ ہے کہ کسی کا نسب کتنا ہی اعلیٰ کیوں نہ ہو، یہاں تک کہ وہ سید زادہ، پیرزادہ یا شیخ زادہ یا شہزادہ وغیرہ کیوں نہ ہو، وہ اس پر فخر وتفاخر نہ کرے۔ [2]

---

[1] نمران بن عتبة الذمارى، قال :دخلنا على أم الدرداء ونحن أيتام، فقالت :أبشروا فإنى سمعت أبا الدرداء يقول :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم " :-يشفع الشهيد فى سبعين من أهل بيته"(سنن أبى داود، رقم الحديث ٢٥٢٢،باب فى الشهيد يشفع)

قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره(حاشية سنن ابى داوٗد)

عن المقدام بن معدى كرب قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :للشهيد عند الله ست خصال :يغفر له فى أول دفعة، ويرى مقعده من الجنة، ويجار من عذاب القبر، ويأمن من الفزع الأكبر، ويوضع على رأسه تاج الوقار، الياقوتة منها خير من الدنيا وما فيها، ويزوج اثنتين وسبعين زوجة من الحور العين، ويشفع فى سبعين من أقاربه(سنن الترمذى، رقم الحديث ١٦٦٣)

قال الترمذى:هذا حديث صحيح غريب.

[2] الفخر فى اللغة :مصدر فخر، والاسم الفخار بالفتح، وهو المباهاة بالمكارم والمناقب من حسب ونسب وغير ذلك، إما فى المتكلم أو فى آبائه .

وفى الاصطلاح :قال الجرجانى :الفخر التطاول على الناس بتعديد المناقب وقال صاحب دستور العلماء الفخر :الاستعظام على الناس بتعديد المناقب .

الألفاظ ذات الصلة:

أ -العجب.العجب فى اللغة :الزهو والكبر .

وفى الاصطلاح :تصور شخص استحقاق رتبة لا يكون مستحقا لها .

والعلاقة بين الفخر والعجب عموم وخصوص، والفخر أعم.

ب -الكبر:الكبر فى اللغة:اسم من كبر الأمر والذنب كبرا إذا عظم، والكبر:العظمة، والكبرياء مثله.

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَيَنْتَهِيَنَّ أَقْوَامٌ يَفْتَخِرُونَ بِآبَائِهِمُ الَّذِينَ مَاتُوا إِنَّمَا هُمْ فَحْمُ جَهَنَّمَ، أَوْ لَيَكُونُنَّ أَهْوَنَ عَلَى اللّٰهِ مِنَ الْجُعَلِ الَّذِي يُدَهْدِهُ الْخِرَاءَ بِأَنْفِهِ، إِنَّ اللّٰهَ أَذْهَبَ عَنْكُمْ عُبِّيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَفَخْرَهَا بِالْآبَاءِ، إِنَّمَا هُوَ مُؤْمِنٌ تَقِيٌّ وَفَاجِرٌ شَقِيٌّ، اَلنَّاسُ كُلُّهُمْ بَنُو آدَمَ وَآدَمُ خُلِقَ مِنْ تُرَابٍ (سنن الترمذی) ؎

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ اپنے آباء واجداد پر فخر کرنے سے باز رہیں (جو اِن کے آباء واجداد کفر وشرک کی حالت میں مرگئے) وہ جہنم کا کوئلہ ہیں، اور جو ایسا کرے گا، وہ اللہ کے نزدیک گوبر کے کیڑے سے بھی زیادہ ذلیل ہوجائے گا، جو اپنے ناک سے گوبر کی گولیاں بناتا ہے، بے شک اللہ نے تم سے جاہلیت کے تکبر اور آباء واجداد کے فخر کو دور کردیا ہے، اب تو لوگ یا مومن متقی ہیں یا فاجر وبد بخت اور سب لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے (لہٰذا سب کی اصل مٹی ہے) (ترمذی)

معلوم ہوا کہ نسب وخاندان پر فخر وتفاخر کرنا، زمانۂ جاہلیت سے تعلق رکھتا ہے، اور اپنے نسب و خاندان اور برادری پر فخر وتفاخر اور کبر اختیار کرنا اللہ کی سخت ناراضگی اور اللہ کی طرف سے سخت

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وفی الاصطلاح قال صاحب دستور العلماء :الكبر الرفعة والشرف، والعظمة ومنه الكبرياء .

قال ابن حجر :الكبر الحالة التی يختص بها الإنسان من إعجابه بنفسه وذلك أن يرى نفسه أكبر من غيره .

والفخر يعتبر ثمرة الكبر.

الحكم الإجمالی:

الفخرمن الأمور المنهی عنها شرعا فی الجملة، وقد ورد النهی عنه فی أحاديث كثيرة :(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٣٢، ص ٥٨، مادة "فخر")

؎ رقم الحديث ٣٩٥٥، ابواب المناقب.

www.idaraghufran.org

قال الترمذی: وفی الباب عن ابن عمر، وابن عباس :وهذا حديث حسن.

ذلت ورسوائی مسلط ہونے کا ذریعہ ہے۔ [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ أَذْهَبَ عَنْكُمْ عِبِّيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَفَخْرَهَا بِالْآبَاءِ، مُؤْمِنٌ تَقِيٌّ، وَفَاجِرٌ شَقِيٌّ، أَنْتُمْ بَنُوْ آدَمَ، وَآدَمُ مِنْ تُرَابٍ، لَيَدَعَنَّ رِجَالٌ فَخْرَهُمْ بِأَقْوَامٍ، إِنَّمَا هُمْ فَحْمٌ مِنْ فَحْمِ جَهَنَّمَ، أَوْ لَيَكُوْنُنَّ أَهْوَنَ عَلَى اللّٰهِ مِنَ الْجِعْلَانِ، الَّتِيْ تَدْفَعُ بِأَنْفِهَا النَّتْنَ (سنن أبی داود) [2]

---

[1] إنه -صلى الله عليه وسلم -استأنف لبيان علة الانتهاء عن الافتخار بعد زوال زمان الجاهلية، وكمال القواعد الإسلامية بقوله :(إن الله قد أذهب) أى :أزال ورفع (عنكم عبية الجاهلية) : بضم العين المهملة وكسرها وكسر موحدة فتحتية مشددتين أى :نخوتها وكبرها .(وفخرها) أى: وافتخار أهل الجاهلية فى زمانهم (بالآباء) : قال التوربشتى :يقال :رجل فيه عبية بضم العين المهملة وكسرها أى :كبر وتجبر، والمحفوظ عن أهل الحديث تشديد الياء ، وذكر أبو عبيد الهروى أنه من العبء بمعنى الحمل الثقيل، ثم قال :وقال الأزهرى :بل هو مأخوذ من العبء وهو النور والضياء يقال :هذا عب الشمس وأصله عبؤ الشمس، وعلى هذا فالتشديد فيه كما فى الذرية من الذرء بالهمزة، والجوهرى أدخله فى باب المضاعف .قلت :وكذا فعل صاحب القاموس ; حيث قال :العبية بالكسر الكبر والفخر والنخوة .وقال أيضا :عب الشمس ويخفف ضوء ها، وذكره فى المهموز أيضا وقال :العبء بالفتح ضياء الشمس (إنما هو) أى :المفتخر المتكبر بالآباء لا يخلو عن أحد الوصفين، فإما هو (مؤمن تقى) : فلا ينبغى له أن يتكبر على أحد ;لأن مدار الإيمان على الخاتمة، والله سبحانه وتعالى أعلم بمن اتقى (أو فاجر) أى :منافق أو كافر (شقى) أى :غير سعيد، فهو ذليل عند الله، والذليل لا يناسبه التكبر، ولا يلائمه التجبر، فالتكبر لا يليق بالمخلوق، فإنه صفة خاصة للخالق، ولذا قال " :الكبرياء ردائى والعظمة إزارى فمن نازعنى فيهما قصمته "، ثم أشار -صلى الله عليه وسلم -إلى دليل آخر ينتفى به التكبر عن الإنسان بقوله :(الناس كلهم بنو آدم، وآدم من تراب) أى :فلا يليق بمن أصله التراب النخوة والتجبر، أو إذا كان الأصل واحدا، فالكل إخوة، فلا وجه للتكبر ;لأن بقية الأمور عارضة لا أصل لها حقيقة، نعم العاقبة للمتقين وهى مبهمة، فالخوف أولى للسالك من الاشتغال بهذه المسالک، هذا ما اخترناه فى هذا المقام من خلاصة المرام، وتكلف الطيبى فقال :فى ضمير (هو) وجوه، أحدها :أن فى الكلام تقديما وتأخيرا فقوله :الناس كلهم بنو آدم مقدم ;لأنه مجمل وذلک تفصيله على نحو قوله: الناس من جهة التمثال أكفاء أبوهم آدم والأم حواء (مرقاة المفاتيح، ج۷، ص ۳۰۷۳، باب المفاخرة والعصبية،الفصل الثانى)

[2] رقم الحديث ۵۱۱۶، كتاب الادب، باب التفاخُر بالأحساب.

قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن (حاشية سنن ابی داوٗد)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ نے تم سے جاہلیت کے تکبر اور آباء واجداد پر فخر کرنے کو ختم کر دیا، پس اب کوئی یا تو مومن متقی ہے، یا فاجر و بد بخت ہے (اور اب اللہ کے نزدیک اس کے علاوہ نسب وخاندان وغیرہ کے اعتبار سے تقسیم نہیں) تم سب (واسطہ دَر واسطہ) آدم کی اولاد ہو، اور آدم مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں، لوگوں کو چاہئے کہ اپنی قوموں پر فخر کرنا ضرور چھوڑ دیں، کیونکہ (جن پر فخر کیا جاتا ہے) وہ جہنم کے کوئلوں میں سے ایک کوئلہ ہیں، ورنہ وہ اللہ کے نزدیک گوبر کے اس کیڑے سے زیادہ ذلیل ہو جائیں گے جو اپنی ناک سے بدبو اور گندگی کو دھکیلتا ہے (ابوداؤد)

معلوم ہوا کہ اپنے نسب وخاندان اور برادری پر فخر وتفاخر کا مظاہرہ کرنا، اللہ کو سخت ناپسند ہے، اور اس طرح کا فخر وتفاخر زیادہ تر ان شخصیات کی بناء پر کیا جاتا ہے، یعنی نسب و برادری وغیرہ کی نسبتیں عام طور پر ان لوگوں کی طرف منسوب ہوتی ہیں کہ جن کا خاتمہ، کفر یا گناہ گار ہونے کی حالت میں ہوا ہے، پس جو شخصیات کفر وشرک یا گناہ گار ہونے کی وجہ سے آخرت کے عذاب میں مبتلاء ہیں، ان پر فخر وتفاخر کرنا زیادہ بُرا ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نسب وغیرہ پر فخر وتفاخر کرنے سے اللہ تعالیٰ سخت ذلت اور رسوائی مسلط فرما دیتا ہے۔ [1]

---

[1] (عن أبی هريرة -رضی الله تعالى عنه -عن النبی -صلى الله عليه وسلم -قال :لينتهين) : بلام مفتوحة فی جواب قسم مقدر أی :والله ليمتنعن عن الافتخار (أقوام يفتخرون بآبائهم الذين ماتوا) أی :على الكفر، وهذا الوصف بيان للواقع لا مفهوم له، ولعل وجه ذكره أنه أظهر فی توضيح التقبيح، ويؤيده ما رواه أحمد عن أبی ريحانة مرفوعا "من انتسب إلى تسعة آباء كفار يريد بهم عزا و كرما كان عاشرهم فی النار ."(وإنما هم) أی :آباؤهم (فحم من جهنم) : حالا ومآلا . قال الطيبی :حصر آباء هم على كونهم فحما من جهنم لا يتعدون ذلك إلى فضيلة يفتخر بها .(أو ليكونن) : بضم النون الأولى عطفا على لينتهين، والضمير الفاعل العائد إلى أقوام وهو واو الجمع محذوف من ليكونن، والمعنى أو ليصيرن .(أهون) أی :أذل (على الله) أی :عنده، وفی حكمه (من الجعل) : بضم جيم وفتح عين، وهو دويبة سوداء تريد الغائط، يقال لها الخنفساء فقوله: (الذی يدهده الخراء) أی :يدحرجه (بأنفه) : صفة كاشفة له، والخراء بفتح الخاء والراء مقصورا .

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

www.idaraghufran.org

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ، فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَذْهَبَ عَنْكُمْ عُبِّيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَتَعَاظُمَهَا بِآبَائِهَا، فَالنَّاسُ رَجُلَانِ: بَرٌّ تَقِيٌّ كَرِيْمٌ عَلَى اللّٰهِ، وَفَاجِرٌ شَقِيٌّ هَيِّنٌ عَلَى اللّٰهِ، وَالنَّاسُ بَنُوْ آدَمَ، وَخَلَقَ اللّٰهُ آدَمَ مِنْ تُرَابٍ: قَالَ اللّٰهُ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّأُنْثٰى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ (سنن الترمذی، رقم الحديث ٣٢٧٠، ابواب تفسیر القرآن، باب: ومن سورة الحجرات) [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وفى نسخة بالمد، وفى نسخة مصححة بكسر الخاء ممدودا وهو العذرة، ويحتمل أن يكون بالفتح المصدر وبالكسر الاسم، ففى باب الغريبين أن الخرء العذرة وجمعه خروء ، كجند وجنود، وفى القاموس :خرى كفرح خراء أو خراءة ويكسر والاسم منه الخراء بالكسر، وفى شرح المصابيح : أن الخرء بفتح الخاء وضمها واحد الخروء ، مثل قرء وقروء والقرء بفتح القاف وضمها الحيض، وكتب الخرء فى الحديث بالألف إما لأنها مفتوحة، فكتبت بحرف حركتها، وإما لأنه نقلت حركتها إلى الراء وقلبت ألفا على لفظ العصا، والحاصل أنه -صلى الله عليه وسلم -شبه المفتخرين بآبائهم الذين ماتوا فى الجاهلية بالجعل، وآباء هم المفتخر بهم بالعذرة، ونفس افتخارهم بهم بالدهدهة بالأنف، والمعنى أن أحد الأمرين واقع البتة، إما الانتهاء عن الافتخار أو كونهم أذل عند الله تعالى من الجعل الموصوف، وأغرب القاضى ;حيث قال :(أو) هنا للتخيير والتسوية، والمعنى :أن الأمرين سواء فى أن يكون حال آبائهم الذين يفتخرون بهم وأنت مخير فى توصيفهم بأيهما شئت .اهـ.

والصواب ما قدمناه .وقد راعى الأدب معه الطيبى ;حيث قال :الظاهر أنه عطف على قوله: لينتهين، والضمير فيه ضمير القوم ;لأن اللام فى المعطوف والمعطوف عليه لام الابتداء (مرقاة المفاتيح،، ج٧، ص ٣٠٧٣، باب المفاخرة والعصبية،الفصل الثانى)

[1] قال الترمذی:

هذا حديث غريب لا نعرفه من حديث عبد الله بن دينار عن ابن عمر إلا من هذا الوجه، وعبد الله بن جعفر يضعف، ضعفه يحيى بن معين وغيره، وهو :والد على بن المدينى .

وفى الباب عن أبى هريرة، وابن عباس

www.idaraghufran.org

ترجمہ: فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے لوگو! اللہ نے تم لوگوں سے زمانۂ جاہلیت کا فخر اور اپنے آباءواجداد کی وجہ سے تکبر کرنا دور کر دیا ہے، اب لوگ دو قسم کے ہیں، ایک وہ جو اللہ کے نزدیک متقی اور مکرم ہیں، دوسرے وہ جو اللہ کے نزدیک فاجر، بد بخت اور ذلیل ہیں (اس کے علاوہ اللہ کے نزدیک نسب وخاندان وغیرہ کی بنیاد پر کوئی تقسیم نہیں) تمام لوگ آدم کی اولاد ہیں اور اللہ نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا ہے (اس لئے سب انسانوں کی اصل مٹی ہے) اللہ کا (سورہ حجرات میں) ارشاد ہے کہ:

”يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّأُنْثٰى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ“

ترجمہ: اے لوگو! ہم نے پیدا کیا تم کو ایک مرد اور عورت سے اور بنایا تم کو مختلف خاندان اور قبیلے تاکہ تمہیں آپس میں پہچان ہو، بے شک تم میں زیادہ عزت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں زیادہ تقویٰ والا ہو، بے شک اللہ خوب جاننے والا ہے، خوب خبر رکھنے والا ہے (ترمذی)

معلوم ہوا کہ سب انسان آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں، اور اللہ کے نزدیک معزز ومکرم ہونے نہ ہونے کا دارومدار نسب وخاندان اور برادری پر نہیں، بلکہ تقویٰ اور عمل پر ہے، اس لئے نسب و خاندان اور برادری کی بنیاد پر فخر وتفاخر کرنا، قرآن مجید کے حکم کی خلاف ورزی اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا ذریعہ ہے، جس سے مسلمانوں کو بچنا چاہئے۔

حضرت عطاء رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: لَا أَرٰى أَحَدًا يَعْمَلُ بِهٰذِهِ الْآيَةِ: (يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّأُنْثٰى) حَتّٰى بَلَغَ: (إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ)

www.idaraghufran.org

فَيَقُوْلُ الرَّجُلُ لِلرَّجُلِ: أَنَا أَكْرَمُ مِنْكَ، فَلَيْسَ أَحَدٌ أَكْرَمَ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِتَقْوَى اللّٰهِ (الادب المفرد للبخاری، رقم الحدیث ۸۹۸، باب الحسب) [1]

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے خیال میں کوئی بھی (سورہ حجرات کی) اس آیت پر عمل نہیں کرتا کہ:

”يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّأُنْثٰى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ“

کیونکہ ایک آدمی دوسرے آدمی سے یہ کہتا ہے کہ میں تجھ سے زیادہ مکرم ہوں، حالانکہ کوئی بھی دوسرے سے مکرم نہیں ہوسکتا، سوائے اللہ سے تقویٰ اختیار کرنے کے (الادب المفرد)

مطلب یہ ہے کہ اکثر لوگ اپنے نسب وخاندان اور برادری وغیرہ کو دوسرے سے افضل واعلیٰ سمجھتے اور اس پر فخر وتفاخر کرتے ہیں، اور اس طرح سے قرآن مجید کی آیت پر عمل نہیں کرتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَلَاثٌ لَا يَزَلْنَ فِيْ أُمَّتِيْ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ: اَلنِّيَاحَةُ، وَالْمُفَاخَرَةُ فِي الْأَنْسَابِ، وَالْأَنْوَاءُ

(مسند ابی یعلیٰ، رقم الحدیث ۳۹۱۱، مسند البزار، رقم الحدیث ۶۳۸۵) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین گناہ میری امت میں قیامت قائم ہونے تک جاری رہیں گے، ایک نوحہ کرنا (یعنی کسی کے فوت ہونے پر گا گا کر اور چِلا کر رونا) دوسرے نسبوں پر فخر کرنا، اور تیسرے ستارہ پرستی (یعنی علمِ نجوم

---

[1] قال الألبانی: صحیح (حاشیۃ الادب المفرد)

[2] قال حسین سلیم اسد الدارانی: إسنادہ صحیح (حاشیۃ مسند ابی یعلیٰ)

قال الہیثمی:

رواہ أبو یعلی، ورجالہ ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۴۰۰۸، باب فی النوح)

www.idaraghufran.org

کی بنیاد پر تقدیر وغیرہ کے فیصلے کرنا) (ابو یعلٰی)

اس طرح کی حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ [1]

معلوم ہوا کہ نسب پر فخر کرنے کا گناہ ایسا ہے کہ جو قیامت تک لوگوں میں پایا جائے گا، لہٰذا اس گناہ سے اپنے آپ کو بچانا چاہیے۔

پھر تمام نسبوں میں اعلیٰ نسب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے، اور دنیا کے علاوہ آخرت میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب مخلوقات میں بڑا اعزاز حاصل ہے، مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے کسی چیز پر فخر وتفاخر کا اظہار نہیں فرمایا، بلکہ ان چیزوں کا ذکر کرتے وقت فخر وتفاخر کی نفی ہی فرمائی، پھر دوسروں کی کیا حیثیت؟

اس طرح کی بہت ساری احادیث ہیں، چند احادیث ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى كِنَانَةَ مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيْلَ، وَاصْطَفٰى قُرَيْشًا مِنْ كِنَانَةَ، وَاصْطَفٰى بَنِيْ هَاشِمٍ مِنْ قُرَيْشٍ، وَاصْطَفَانِيْ مِنْ بَنِيْ هَاشِمٍ، فَأَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ، وَأَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ، وَأَوَّلُ شَافِعٍ، وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ٦٢٤٢، كتاب التاريخ، باب بدء الخلق) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ نے اسماعیل کی اولاد میں سے کنانہ (نام کے سلسلہ) کو منتخب فرمایا، اور کنانہ میں سے قریش کو منتخب فرمایا، اور قریش میں سے بنو ہاشم کو منتخب فرمایا، اور بنو ہاشم میں سے مجھے منتخب فرمایا،

---

[1] عن أبی هريرة، عن النبی -صلى الله عليه وسلم- قال " :أربع فی أمتی ليس هم بتاركيها : الفخر فی الأحساب، والطعن فی الأنساب، والنياحة، تبعث يوم القيامة النائحة إذا لم تتب عليها درع من قطران ."قلت :هو فی الصحيح باختصار. رواه البزار، وإسناده حسن (مجمع الزوائد، رقم الحديث ٤٠١١، باب فی النوح)

[2] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الصحيح (حاشية ابنِ حبان)

www.idaraghufran.org

پس میں آدم کی اولاد کا سردار (اور نسب میں سب سے اعلیٰ) ہوں، اور مجھے اس پر کوئی فخر (وغرور) نہیں، اور سب سے پہلا میں وہ شخص ہوں گا، جس کے لئے (قیامت کے دن) زمین کو شق کیا جائے گا، اور میں (اللہ کی بارگاہ میں مومنوں کی) سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں گا، اور سب سے پہلے شفاعت قبول کئے جانے والا ہوں گا (ابنِ حبان)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَا أَوَّلُ النَّاسِ خُرُوْجًا إِذَا بُعِثُوْا، وَأَنَا خَطِيْبُهُمْ إِذَا وَفَدُوْا، وَأَنَا مُبَشِّرُهُمْ إِذَا أَيِسُوْا، لِوَاءُ الْحَمْدِ يَوْمَئِذٍ بِيَدِيْ، وَأَنَا أَكْرَمُ وَلَدِ آدَمَ عَلٰى رَبِّيْ وَلَا فَخْرَ (سنن الترمذی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن میں سب سے پہلے (زمین سے) نکلوں گا، جب لوگ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے تو میں ان کی طرف سے کلام کرنے والا ہوں گا، اور جب وہ مایوس ہوں گے تو میں انہیں بشارت (یعنی مغفرت و جنت کی خوشخبری) دینے والا ہوں گا اور اس دن حمد کا (یعنی سب سے بڑا اور قابلِ تعریف) جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا، میں تمام ابنِ آدم (اور تمام انسانوں) میں اللہ کے نزدیک بہتر ہوں اور اس پر مجھے کوئی فخر (وغرور) نہیں (ترمذی)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ، وَبِيَدِيْ لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ، وَمَا مِنْ نَبِيٍّ يَوْمَئِذٍ آدَمُ فَمَنْ

---

[1] رقم الحدیث ۳۶۱۰، ابواب المناقب، باب فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم.
قال الترمذی: هذا حدیث حسن غریب.

www.idaraghufran.org

سِوَاهُ إِلَّا تَحْتَ لِوَائِيْ، وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ وَلَا فَخْرَ (سنن الترمذی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں قیامت کے دن آدم علیہ السلام کی تمام اولاد کا سردار ہوں اور مجھے اس پر کوئی فخر (وغرور) نہیں، میرے ہی ہاتھ میں (قیامت کے دن سب سے عظیم اور قابلِ تعریف) حمد کا جھنڈا ہوگا، اور مجھے اس پر کوئی فخر (وغرور) نہیں، اس دن آدم علیہ السلام سمیت ہر نبی میرے جھنڈے تلے ہوگا، میں ہی وہ شخص ہوں، جس سے زمین (قیامت کے دن) سب سے پہلے شق ہوگی اور مجھے اس پر کوئی فخر (وغرور) نہیں (ترمذی)

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ، وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ الْأَرْضُ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ، وَأَنَا أَوَّلُ شَافِعٍ وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ وَلَا فَخْرَ، وَلِوَاءُ الْحَمْدِ بِيَدِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ۴۳۰۸، ابواب الزهد، باب ذكر الشفاعة) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آدم کی سب اولاد کا سردار ہوں اور مجھے اس پر کوئی فخر (وغرور) نہیں ہے، اور قیامت کے دن زمین سب سے پہلے میرے لئے شق ہوگی (اور میں قبر سے باہر نکلوں گا) اور اس پر مجھے فخر (وغرور) نہیں، اور میں سب سے پہلے (اللہ کے حضور بندوں کی) شفاعت کروں گا اور میری شفاعت سب سے پہلے قبول ہوگی، اور اس پر مجھے کوئی فخر (وغرور) نہیں ہے، اور قیامت کے دن (سب سے عظیم اور قابلِ تعریف) حمد کا جھنڈا

[1] رقم الحديث ۳۶۱۵، ابواب المناقب، باب فى فضل النبى صلى الله عليه وسلم.
قال الترمذى: وفى الحديث قصة وهذا حديث حسن.

[2] قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره (حاشية سنن ابن ماجه)

www.idaraghufran.org

میرے ہاتھ میں ہوگا، اور مجھے اس پر کوئی فخر (وغرور) نہیں (ابنِ ماجہ)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ، كُنْتُ إِمَامَ النَّاسِ، وَخَطِيبَهُمْ، وَصَاحِبَ شَفَاعَتِهِمْ، وَلَا فَخْرَ (مسند أحمد) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن میں تمام لوگوں کا امام (یعنی رہبر وپیشوا) اور خطیب (یعنی متکلم) اور صاحبِ شفاعت ہوں گا اور اس پر مجھے کوئی فخر (وغرور) نہیں (مسند احمد)

اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ، كُنْتُ إِمَامَ النَّبِيِّينَ وَخَطِيبَهُمْ وَصَاحِبَ شَفَاعَتِهِمْ، غَيْرَ فَخْرٍ (سنن ابنِ ماجه) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا، تو میں نبیوں کا امام (یعنی رہبر، پیشوا) اور ان کا خطیب (ومتکلم) اور ان کی طرف سے شفاعت کرنے والا ہوں گا، اور اس پر مجھے کوئی فخر (وغرور) نہیں (ابنِ ماجہ)

خطیب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن دوسرے نبیوں کے پیشوا اور ان کی طرف سے اللہ کے حضور کلام اور شفاعت کرنے والے ہوں گے۔ [3]

---

[1] رقم الحديث ٢١٢٤٩.

قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره (حاشية مسند احمد)

[2] رقم الحديث ٤٣١٤، ابواب الزهد، باب ذكر الشفاعة.

قال شعيب الارنؤوط:

صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن فى المتابعات والشواهد (حاشية سنن ابنِ ماجه)

[3] (وخطيبهم)، أى إذا أنصتوا كما سبق (وصاحب شفاعتهم) أى: فى المقام المحمود (غير فخر) أى: غير مفتخر أو من غير فخر (مرقاة المفاتيح، ج٩ ص ٣٦٩٠، كتاب الفضائل، باب فضائل سيد المرسلين صلوات الله وسلامه عليه)

www.idaraghufran.org

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: أَنَا سَیِّدُ وَلَدِ آدَمَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَلَا فَخْرَ، وَأَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْہُ الْأَرْضُ، وَأَوَّلُ شَافِعٍ، وَمُشَفَّعٍ، بِیَدِیْ لِوَاءُ الْحَمْدِ، تَحْتِیْ آدَمُ فَمَنْ دُوْنَہٗ (صحیح ابن حبان)[1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آدم کی اولاد کا سردار ہوں گا قیامت کے دن، اور مجھے اس پر کوئی فخر (وغرور) نہیں، اور میں سب سے پہلا وہ شخص ہوں گا، جس کے لئے زمین کو شق کیا جائے گا، اور میں ہی سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں گا، اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی، میرے ہاتھ میں (سب سے عظیم اور قابلِ تعریف) حمد کا جھنڈا ہوگا، میرے نیچے آدم ہوں گے، پھر وہ (لوگ ہوں گے) جو اُن سے نیچے ہوں گے (ابنِ حبان)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَنَا قَائِدُ الْمُرْسَلِیْنَ وَلَا فَخْرَ، وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَلَا فَخْرَ، وَأَنَا أَوَّلُ شَافِعٍ وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ وَلَا فَخْرَ (سنن الدارمی، رقم الحدیث ۵۰، باب ما أعطی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الفضل)[2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں رسولوں کا قائد (وپیشوا) ہوں، اور مجھے اس پر کوئی فخر (وغرور) نہیں، اور میں خاتم النبیین ہوں، اور مجھے اس پر کوئی فخر (وغرور) نہیں، اور میں (قیامت کے دن مومنوں کی) سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں، اور میں سب سے پہلے شفاعت قبول کئے جانے والا ہوں، اور مجھے اس پر کوئی فخر (وغرور) نہیں (دارمی)

---

[1] رقم الحدیث ٦٤٧٨، کتاب التاریخ، باب الحوض والشفاعۃ.
قال شعیب الارنؤوط: حدیث صحیح لغیرہ (حاشیۃ ابنِ حبان)

[2] قال حسین سلیم اسد الدارانی: إسنادہ جید (حاشیۃ سنن الدارمی

www.idaraghufran.org

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ، مَا مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَهُوَ تَحْتَ لِوَائِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَنْتَظِرُ الْفَرَجَ، وَإِنَّ مَعِي لِوَاءَ الْحَمْدِ، أَنَا أَمْشِيْ وَيَمْشِي النَّاسُ مَعِيْ حَتّٰى آتِيَ بَابَ الْجَنَّةِ فَأَسْتَفْتِحُ فَيُقَالُ: مَنْ هٰذَا؟ فَأَقُوْلُ: مُحَمَّدٌ، فَيُقَالُ: مَرْحَبًا بِمُحَمَّدٍ، فَإِذَا رَأَيْتُ رَبِّيْ خَرَرْتُ لَهٗ سَاجِدًا أَنْظُرُ إِلَيْهِ (مستدرک حاکم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں قیامت کے دن لوگوں کا سردار ہوں گا، اور مجھے اس پر کوئی فخر (وغرور) نہیں، ہر ایک قیامت کے دن میرے جھنڈے کے نیچے ہوگا، جو تکلیف دور ہونے کا انتظار کرے گا، اور میرے ساتھ (سب سے بڑا اور قابلِ تعریف) حمد کا جھنڈا ہوگا، میں چلوں گا اور لوگ میرے ساتھ چلیں گے، یہاں تک کہ میں جنت کے دروازے پر پہنچوں گا، پھر میں (جنت کا) دروازہ کھلواؤں گا، تو کہا جائے گا کہ یہ کون ہے؟ تو میں کہوں گا کہ محمد ہوں، پھر کہا جائے گا کہ محمد کو خوش آمدید، اور میں جب اپنے رب کو دیکھوں گا تو میں (اپنے رب) کو دیکھتے ہوئے سجدہ میں گر پڑوں گا (حاکم)

معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب سب سے اعلیٰ ہے اور آپ تمام اولادِ آدم اور نبیوں کے سردار ہیں، جن کو قیامت کے دن سب سے پہلے قبر مبارک سے اٹھایا جائے گا، آپ کو ہی سب سے پہلے شفاعت کا حق دیا جائے گا، اور قیامت کے دن سب سے پہلے آپ ہی کی شفاعت قبول کی جائے گی، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جانے پر ہی سب سے پہلے جنت کا

---

[1] رقم الحدیث ۸۲، کتاب الإیمان.

قال الحاکم: هذا حدیث کبیر فی الصفات والرؤیة صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاه.

وقال الذهبی فی التلخیص: علی شرطهما ولم یخرجاه

www.idaraghufran.org

دروازہ کھولا جائے گا، اور آپ کا جنت کے دروازہ پر سب سے پہلے استقبال کیا جائے گا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں قیامت کے دن حمد کا جھنڈا ہوگا، جو سب سے بڑا اور اعزاز واکرام والا جھنڈا ہوگا، جس کے نیچے حضرت آدم علیہ السلام سمیت دوسری عظیم ہستیاں ہوں گی، غرضیکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا میں سب سے اعلیٰ وارفع نسب اور آخرت میں بھی سب سے عظیم مقام ہے۔

مگر ان تمام باتوں کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے ان میں سے کسی چیز پر فخر نہیں، پھر دوسروں کو نسب وخاندان وغیرہ کی بنیاد پر دوسروں کے اوپر فخر وتفاخر کرنے کا کیا مطلب؟ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: رَأْسُ الْكُفْرِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ، وَالْفَخْرُ وَالْخُيَلَاءُ فِىْ أَهْلِ الْخَيْلِ وَالْإِبِلِ، وَالْفَدَّادِيْنَ أَهْلِ

---

[1] (لواء الحمد) : اللواء بالكسر والمد العلم، وفى العرصات مقامات لأهل الخير والشر ينصب فى كل مقام لكل متبوع لواء يعرف له، قدوة حق كان أو أسوة باطل، وأعلى تلك المقامات مقام الحمد، ففى النهاية :اللواء الراية، ولا يمسكها إلا صاحب الجيش، يريد به انفراده بالحمد يوم القيامة، وشهرته على رء وس الخلائق، فوضع اللواء موضع الشهرة.

قال الطيبى :فعلى هذا لواء الحمد عبارة عن الشهرة، وانفراده بالحمد على رء وس الخلائق، ويحتمل أن يكون لحمده لواء يوم القيامة حقيقة يسمى لواء الحمد، وعليه كلام الشيخ التوربشتى حيث قال :لا مقام من مقامات عباد الله الصالحين أرفع وأعلى من مقام الحمد ودونه ينتهى سائر المقامات، ولما كان نبينا سيد المرسلين أحمد الخلائق فى الدنيا والآخرة أعطى لواء الحمد ليأوى إلى لوائه الأولون والآخرون، وإليه الإشارة بقوله -صلى الله عليه وسلم :(آدم ومن دونه تحت لوائى) ولهذا المعنى افتتح كتابه بالحمد واشتق اسمه من الحمد، فقيل :محمد وأحمد، وأقيم يوم القيامة المقام المحمود، ويفتح عليه فى ذلك المقام من المحامد ما لم يفتح على أحد قبله، ولا يفتح على أحد بعده، وأمد أمته ببركته من الفضل الذى آتاه، فنعت أمته فى الكتب المنزلة قبله بهذا النعت فقال :أمته الحمادون يحمدون الله فى السراء والضراء لله الحمد أولا وآخرا ولا فخر، فإن مرتبة القرب المرتب عليه اللقاء الناشء عن تمام الرضا، والفناء بالبقاء أعلى من ذلك لخلوص التوجه إلى المولى ونسيان ما سواه من الورى(مرقاة المفاتيح، ج ۹ ص ۳۶۸۶، كتاب الفضائل،باب فضائل سيد المرسلين صلوات الله وسلامه عليه)

www.idaraghufran.org

الْوَبَرِ، وَالسَّكِينَةُ فِي أَهْلِ الْغَنَمِ(صحیح البخاری) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کفر کا سر مشرق کی طرف ہے، فخر اور تکبر اونٹ اور گھوڑے والوں میں ہے اور کاشتکاری کے آلات گاؤں والوں میں ہیں اور سکون (وعاجزی) بکری والوں میں ہے (بخاری)

معلوم ہوا کہ نسب پر فخر کرنا ایسا گناہ ہے کہ جو اونٹ، گھوڑے اور سواریاں رکھنے والوں میں اور اسی طرح کاشتکاروں اور زمینداروں میں زیادہ ہوتا ہے، اس لئے انہیں اس گناہ سے اہتمام سے بچنا چاہئے۔ ۲

خلاصہ یہ کہ اسلام میں اپنے نسب پر فخر کرنے کو ناپسند کیا گیا ہے، خواہ کسی کا نسب کتنا ہی اونچا

---

۱ رقم الحديث ۳۳۰۱، كتاب بدء الخلق، باب :خير مال المسلم غنم يتبع بها شعف الجبال.

۲ (رأس الكفر) وفى رواية رأس الفتنة أى منشؤه ذلك وابتداؤه يكون (نحو) بالنصب لأنه ظرف مستقر فى محل رفع خبر المبتدأ (بالمشرق) وفى رواية للبخارى قبل المشرق أى أكثر الكفر من جهة المشرق وأعظم أسباب الكفر منشؤه منه والمراد كفر النعمة لأن أكثر فتن الإسلام ظهرت من تلك الجهة كفتنة الجمل وصفين والنهروان وقتل الحسين وفتنة مصعب والجماجم قيل :قتل فيها خمس مئة من كبار التابعين وإثارة الفتن وإراقة الدماء كفران نعمة الإسلام ويحتمل أن المراد كفر الجحود ويكون إشارة إلى وقعة التتار التى وقع الاتفاق على أنه لم يقع له فى الإسلام نظير وخروج الدجال ففى خبر أنه يخرج من المشرق وقال ابن العربى :إنما ذم المشرق لأنه كان مأوى الكفر فى ذلك الزمن ومحل الفتن ثم عمه الإيمان وأيا ما كان فالحديث من أعلام نبوته لأنه إخبار عن غيب وقد وقع قال ابن حجر :وهو إشارة إلى شدة كفر المجوس لأن مملكة الفرس ومن أطاعهم من العرب كانت من جهة المشرق بالنسبة للمدينة وكانوا فى غاية القوة والتكبر والتجبر حتى مزق ملكهم ثم استمرت الفتن بعد البعثة من تلك الجهة (والفخر) بفتح الخاء ادعاء الشرف والعظمة (والخيلاء) بضم ففتح الكبر واحتقار الناس (فى أهل الخيل والإبل والفدادين) بشد الدال وتخفف جمع فدان البقر التى يحرث عليه أو آلة الحرث والسكة فعلى التشديد فهى جمع فداد وهو من يعلو صوته فى نحو خيله والفديد الصوت الشديد وعلى التخفيف فالمراد أصحاب الفدادين على حذف مضاف وأيد الأول برواية وغلظ القلوب فى الفدادين عند أصول أذناب البقر ووجه ذمهم شغلهم بما هم فيه عن أمر دينهم (أهل الوبر) بالتحريک أى ليسوا من أهل المدر لأن العرب تعبر عن أهل الحضر بأهل المدر وعن أهل البادية بأهل الوبر (والسكينة) فعيلة من السكون ذكر الصغانى أنها بكسر السين وهى الوقار والتواضع أو الطمأنينة والرحمة (فى أهل الغنم) لأنهم دون أهل الوبر فى التوسع والكثرة وهما سبب للفخر والخيلاء أو أراد بهم أهل اليمن لأن غالب مواشيهم الغنم(فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۴۲۰۳)

www.idaraghufran.org

کیوں نہ ہو، اور نسب پر فخر کرنے کے بجائے تقویٰ اور نیک اعمال کو اختیار کرنے پر زور دیا گیا ہے، لہٰذا نسب، خاندان، برادری اور کنبہ وقبیلہ کی بنیاد پر فخر نہیں کرنا چاہئے۔

(3)......کسی کے نسب کو حقیر سمجھنے اور اس پر عار دلانے کی ممانعت

نسب اور خاندان یا برادری وقبیلہ کے سلسلہ میں اسلام کی تیسری تعلیم یہ ہے کہ کسی کے نسب کو حقیر سمجھنے اور اس پر دوسرے کو عار دلانے سے بچنا چاہئے، خواہ دوسرے کا نسب کمزور ہو اور کسی کا تعلق چھوٹی برادری سے ہی کیوں نہ ہو، کئی احادیث میں اس کا ذکر آیا ہے۔

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَرْبَعٌ فِيْ أُمَّتِيْ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ، لَا يَتْرُكُوْنَهُنَّ: اَلْفَخْرُ فِي الْأَحْسَابِ، وَالطَّعْنُ فِي الْأَنْسَابِ، وَالْاِسْتِسْقَاءُ بِالنُّجُوْمِ، وَالنِّيَاحَةُ وَقَالَ النَّائِحَةُ إِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَا، تُقَامُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَعَلَيْهَا سِرْبَالٌ مِنْ قَطِرَانٍ، وَدِرْعٌ مِنْ جَرَبٍ

(مسلم ،رقم الحديث ۹۳۴ ''۲۹''كتاب الجنائز ،باب التشديد فى النياحة)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں چار چیزیں جاہلیت کے کاموں سے تعلق رکھتی ہیں، جن کو میری امت نہیں چھوڑے گی، ایک تو (اپنے) حَسَب نَسَب (یعنی خاندان اور برادری) پر فخر کرنا، دوسرے (لوگوں کے) نسبوں پر طعن وتشنیع کرنا، تیسرے (اللہ کے بجائے) ستاروں سے بارش طلب کرنا، چوتھے نوحہ کرنا (یعنی کسی کے فوت ہونے پر گا گا کر اور چلاّ کر رونا) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نوحہ کرنے والی اگر مَرنے سے پہلے توبہ نہیں کرے گی، تو قیامت کے دن اُسے اس حال میں پیش کیا جائے گا، کہ اس کے اوپر تارکول کا کرتہ ہوگا اور خارش والی قمیص ہوگی (جو اس کو کاٹے گی، اور سکون نہیں لینے دے

www.idaraghufran.org

گی)(مسلم)

معلوم ہوا کہ اپنے نسب پر فخر اور دوسرے کے نسب پر طعن و تشنیع کرنا اور اپنے نسب کو دوسرے سے زیادہ افضل اور دوسرے کے نسب کو اپنے نسب کے مقابلہ میں کمتر اور حقیر سمجھنا ایسا گناہ ہے کہ جو زمانۂ جاہلیت سے تعلق رکھتا ہے۔ [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اِثْنَتَانِ فِي النَّاسِ هُمَا بِهِمْ

---

[1] (وعن أبي مالك الأشعري قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أربع) أى :خصال أربع كائنة .(فى أمتى) حال كونهن .(من أمر الجاهلية) أى :من أمورهم وخصالهم المعتادة، طبع عليهن كثير من الأمة .(لا يتركونهن) أى :غالبا .قال الطيبى :المعنى أن هذه الخصال تدوم فى الأمة لا يتركونهن بأسرهم تركهم لغيرها من سنن الجاهلية ;فإنهن إن يتركهن طائفة جاء هن آخرون . (الفخر) أى :الافتخار .(فى الأحساب) أى :فى شأنها وسببها، والحسب ما يعده الرجل من الخصال التى تكون فيه :كالشجاعة والفصاحة وغير ذلك، وقيل :الحسب ما يعده الإنسان من مفاخر آبائه .قال ابن السكيت :الحسب والكرم يكونان فى الرجل، وإن لم يكن لآبائه شرف، والشرف والمجد لا يكونان إلا الآباء ، فى الفائق الفخر تعداد الرجل من مآثره، ومآثر آبائه، ومنه قولهم :من فات حسبه لم ينتفع بحسب أبيه، أى :التفاخر والتكبر والتعظيم بعد مناقبه، ومآثر آبائه، وتفضيل الرجل نفسه على غيره ليحقره لا يجوز .(والطعن فى الأنساب) أى :إدخال العيب فى أنساب الناس، والمعنى تحقير الرجل آباء غيره، وتفضيل آبائه على آباء غيره، ولا يجوز المظهر اللهم إلا بالإسلام، والكفر، قلت :إلا إذا أراد أذى مسلم وقال الطيبى :ويجوز أن يكنى بالطعن فى أنساب الغير عن الفخر بنسب نفسه، فيجتمع له الحسب والنسب، وأن يحمل على الطعن فى نسب نفسه اهـ .فى كل منهما نظر ;ومحل الأول إذا كان مراده أذى غيره بالتصريح أو الكناية، أو يكون إثباته كذابا فى نفس الأمر، بخلاف ما إذا كان تحدثا بنعمة ربه، ومحل الثانى أن يكون نسيبا فى نفس الأمر ويطعن، فيكون داخلا فى وعيد :لعن الله الخارج عنا من غير سبب، والداخل فينا من غير نسب، أما إذا كان بعض قومه يدى الشرف مثلا بالزور فيجب عليه أن يطعن فى نسب نفسه حينئذ، ليظهر الحق ويذهب الباطل، والله أعلم .(والاستسقاء) أى :طلب السقيا .(بالنجوم) أى: بسببها .قال الطيبى :أى :طلب السقيا أى :توقع الأمطار عن وقوع النجوم فى الأنواء ، كما كانوا يقولون :مطرنا بنوء كذا اهـ .والمعنى أن اعتقاد الرجل نزول المطر بظهور نجم كذا حرام، وإنما يجب أن يقال :مطرنا بفضل الله تعالى .(والنياحة)بالرفع وهى الرابعة، وهو قول :وا ويلاه، وا حسرتاه، والندبة عند شمائل الميت، مثل وا شجاعاه، وا أسداه، وا جبلاه .المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج٣،ص ١٢٣٥ ، كتاب الجنائز ،باب البكاء على الميت)

www.idaraghufran.org

كُفُرٌ: اَلطَّعْنُ فِي النَّسَبِ وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ (مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں میں دو چیزیں کفر (سے تعلق رکھتی) ہیں، ایک کسی کے نسب میں طعن (وتشنیع) کرنا اور دوسرے نوحہ کرنا (مسلم)

کفر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان چیزوں کا تعلق کفر والے کاموں سے ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان حرکات کی وجہ سے مسلمان رفتہ رفتہ کفر تک پہنچ جاتا ہے، یا پھر کم ازکم ان حرکات کا مرتکب ہونے کی وجہ سے اللہ کی نعمتوں کا عمل سے انکار وکفر لازم آتا ہے، یعنی ناشکری پیدا ہوتی ہے۔

اور اگر کوئی نعوذ باللہ، ان کاموں کو حلال سمجھ کر کرے، تو پھر اس کی وجہ سے کفر لازم آجاتا ہے، اور ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے۔

بہرحال جو کچھ بھی ہو، کسی کے نسب اور خاندان یا برادری پر طعن وتشنیع کرنا اور اس کی تحقیر وتذلیل کرنا جائز نہیں، اور اس کا تعلق کفر والے کاموں سے ہے۔ [2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثٌ مِنْ عَمَلِ الْجَاهِلِيَّةِ لَا يَتْرُكُهُنَّ أَهْلُ الْإِسْلَامِ: اَلنِّيَاحَةُ وَالْاِسْتِسْقَاءُ بِالْأَنْوَاءِ وَالتَّعَايُرُ (ابن حبان) [3]

---

[1] رقم الحديث ٦٧" ١٢١ "كتاب الايمان، باب إطلاق اسم الكفر على الطعن فى النسب والنياحة على الميت.

[2] قوله صلى الله عليه وسلم (اثنتان فى الناس هما بهم كفر الطعن فى النسب والنياحة على الميت) وفيه أقوال أصحها أن معناه هما من أعمال الكفار وأخلاق الجاهلية والثانى أنه يؤدى إلى الكفر والثالث أنه كفر النعمة والإحسان والرابع أن ذلك فى المستحل وفى هذا الحديث تغليظ تحريم الطعن فى النسب والنياحة وقد جاء فى كل واحد منهما نصوص معروفة والله أعلم (شرح النووى على مسلم، ج٢، ص ٥٧، كتاب الايمان، باب إطلاق اسم الكفر على الطعن فى النسب والنياحة)

[3] رقم الحديث ٣١٤١، كتاب الجنائز، فصل فى النياحة ونحوها.
قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية ابن حبان)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزیں جاہلیت کے عمل سے تعلق رکھتی ہیں، جن کو (بہت سے) اہلِ اسلام چھوڑیں گے نہیں، ایک نوحہ کرنا (یعنی کسی کے فوت ہونے کے بعد گا گا کراور چلّا چلّا کر رونا) دوسرے (اللہ کے بجائے) ستاروں سے بارش طلب کرنا، اور تیسرے (نسب وغیرہ پر ایک دوسرے کو) عار دِلانا (ابنِ حبان)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

خِلَالٌ مِّنْ خِلَالِ الْجَاهِلِيَّةِ اَلطَّعْنُ فِي الْأَنْسَابِ وَالنِّيَاحَةُ (بخاری) [1]

ترجمہ: کسی کے نسب میں طعنہ زنی کرنا اور نوحہ کرنا (یعنی کسی کے فوت ہونے کے بعد گا گا کر اور چلّا چلّا کر رونا) زمانۂ جاہلیت کی خصلتوں میں سے ہے (بخاری)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ دوسرے کو اپنے مقابلہ میں کمزور نسب کی وجہ سے عار دلانا یا اس کی تحقیر کرنا زمانۂ جاہلیت اور کفر والے کاموں سے تعلق رکھتا ہے، جس سے مسلمانوں کو بچنا چاہئے۔ [2]

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ أَنْسَابَكُمْ هٰذِهِ لَيْسَتْ بِسِبَابٍ عَلٰى أَحَدٍ، وَإِنَّمَا أَنْتُمْ وَلَدُ آدَمَ، طَفُّ الصَّاعِ لَمْ تَمْلَئُوْهُ،

---

[1] رقم الحديث ۳۸۵۰، كتاب مناقب الانصار، باب القسامة فى الجاهلية.

[2] (الفخر فى الأحساب) أى الشرف بالآباء والتعاظم بعد مناقبهم ومآثرهم وفضائلهم وذلك جهل فلا فخر إلا بالطاعة ولا عز لأحد إلا بالله .والأحساب جمع حسب وهو ما يعده المرء من الخصال له أو لآبائه من نحو شجاعة وفصاحة والثانى (الطعن فى الأنساب) أى الوقوع فيها بنحو ذم وعى: بأن يقدح فى نسب أحد من الناس فيقول ليس هو من ذرية فلان وذلك يحرم لأنه هجوم على الغيب ودخول فيما لا يعنى والأنساب لا تعرف إلا من أهلها قال ابن عربى: وهذا أمر ينشأ من النفاسة فى أنه لا يريد أن يرى أحدا كاملا وذلك لنقصانه فى نفسه ولا يزال الناس يتطاعنون فى الأنساب ويتلاعنون فى الأديان ويتباينون فى الأخلاق قسمة العليم الخلاق قال :ولا أعلم نسبا سلم من الطعن إلا نسب المصطفى صلى الله عليه وسلم (فيض القدير للمناوى،تحت رقم الحديث ۳۱۲۹)

www.idaraghufran.org

لَيُسَ لِأَحَدٍ عَلٰى أَحَدٍ فَضُلٌ إِلَّا بِالدِّيُنِ أَوُ عَمَلٍ صَالِحٍ، حَسُبُ الرَّجُلِ أَنُ يَكُونَ فَاحِشًا بَذِيًّا، بَخِيُلًا جَبَانًا (مسند احمد) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے یہ نسب (اور خاندان) کسی کے لئے عار اور ذلّت کا سبب نہیں ہیں، اور بس تم سب آدم کی اولاد ہو، صاع (یعنی ناپنے کے ایک پیمانے) کی طرح، تم اس کو پُر نہیں کر سکتے (یعنی تم اسی طرح برابر سرابر قریب قریب رہو گے) کسی کو کسی پر فوقیت وفضیلت نہیں ہے، مگر دِین کی وجہ سے یا نیک عمل کی وجہ سے، آدمی کے (شر کے) لئے یہ کافی ہے کہ وہ بدگوئی اور چھچھورا کلام کرنے والا ہو، بخیل ہو، بزدل ہو (مسند احمد)

مطلب یہ ہے کہ کسی کے نسب اور خاندان، قبیلہ یا برادری کے دوسرے کے مقابلے میں کمزور ہونے سے کوئی ذلت وحقارت پیدا نہیں ہوتی، کیونکہ سب آدم کی اولاد ہونے کی حیثیت سے ایک دوسرے کے قریب قریب ہیں، البتہ حقیقی فضیلت اور عزت کی چیز دین داری اور نیک عمل ہے، لہٰذا اس حقیقی عزت والی چیز کو اختیار کرنا چاہئے۔

(4)......نسب کو تبدیل کرنے اور جھٹلانے کی ممانعت

نسب کے بارے میں اسلام کی چوتھی تعلیم یہ ہے کہ اپنے نسب کو تبدیل نہ کیا جائے اور اپنے نسب کی کسی دوسرے نسب کی طرف نسبت نہ کی جائے، اور کسی ثابت شدہ نسب کو جھٹلایا نہ جائے۔

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوُلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ مِنُ أَعُظَمِ الفِرٰى أَنُ يَدَّعِيَ الرَّجُلُ إِلٰى غَيُرِ أَبِيُهِ، أَوُ يُرِيَ عَيُنَهُ مَا لَمُ تَرَ، أَوُ يَقُوُلَ عَلٰى رَسُوُلِ

---

[1] رقم الحديث ١٧٣١٣.

قال شعيب الارنؤوط:: إسناده حسن (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا لَمْ یَقُلْ (بخاری) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے بڑی افتراء پردازی (اور سب سے بڑا بہتان) یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے علاوہ (کسی اور) کی طرف دعویٰ (ونسبت) کرے (یعنی اپنے نسب میں غلط بیانی سے کام لے) یا اپنی آنکھوں کو وہ چیز دکھائے جو اس نے نہیں دیکھی (یعنی جھوٹا خواب بیان کرے) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس بات کی نسبت کرے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمائی (یعنی جھوٹی حدیث بیان کرے) (بخاری)

اور حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ إِنَّ أَعْظَمَ الْفِرٰی ثَلَاثَۃٌ : أَنْ یَّفْتَرِیَ الرَّجُلُ عَلٰی عَیْنَیْہِ، یَقُوْلُ: رَأَیْتُ وَلَمْ یَرَ، وَأَنْ یَّفْتَرِیَ عَلٰی وَالِدَیْہِ، فَیَدَّعِیَ إِلٰی غَیْرِ أَبِیْہِ، أَوْ یَقُوْلَ: سَمِعَنِیْ وَلَمْ یَسْمَعْ مِنِّیْ (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۶۰۰۸) [2]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ سب سے بڑی افتراء پردازی (اور بہتان تراشی) تین ہیں:

ایک یہ کہ آدمی اپنی آنکھوں پر جھوٹ باندھے یعنی یہ کہے کہ میں نے (خواب میں یہ) دیکھا ہے، حالانکہ اس نے (وہ کچھ) نہیں دیکھا۔

دوسرے یہ کہ اپنے والدین پر جھوٹ باندھے، پس اپنے والد کے علاوہ (کسی

[1] رقم الحدیث ۳۵۰۹، کتاب المناقب.

[2] قال شعیب الارنؤوط:

إسنادہ صحیح علی شرط مسلم، رجالہ ثقات رجال الشیخین غیر معاویۃ بن صالح: وھو الحضرمی، فمن رجال مسلم، وأخرج لہ البخاری فی "القراء ۃ خلف الإمام"، وأصحاب السنن(حاشیۃ مسند احمد)

www.idaraghufran.org

اور) کی طرف دعویٰ (ونسبت) کرے۔

تیسرے یہ کہے کہ اس نے مجھ (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم) سے (بلا واسطہ یا بالواسطہ) یہ بات سنی ہے، حالانکہ اس نے مجھ سے (بلاواسطہ یا بالواسطہ) یہ بات نہیں سنی (مسند احمد)

معلوم ہوا کہ اپنے نسب کو چھوڑ کر کسی دوسرے نسب کی طرف نسبت کرنا بدترین افترا پردازی اور جھوٹ ہے۔ [1]

حضرت سعد اور ابوبکرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

مَنِ ادَّعٰی إِلٰی غَیْرِ أَبِیْهِ، وَهُوَ یَعْلَمُ أَنَّهُ غَیْرُ أَبِیْهِ، فَالْجَنَّةُ عَلَیْهِ حَرَامٌ (بخاری) [2]

ترجمہ: جس نے اپنے غیر (حقیقی) باپ کی طرف اپنی نسبت کی، اور وہ یہ بات جانتا ہے کہ وہ اس کا (حقیقی) باپ نہیں ہے، تو اس پر جنت حرام ہے (بخاری، مسلم)

---

[1] (إن من أفرى الفرى) بكسر الفاء مقصورة وممدودة أى من أعظم الكذبات (أن يدعى الرجل) بتشديد الدال ينتسب (إلى غير أبيه) فيقال ابن فلان وهو ليس بابنه (أو يرى عينه ما لم تر) بالإفراد فى عينه ويرى بالضم أوله وكسر ثانيه من أرى أى ينسب الرؤية إلى عينه تارة يقول :رأيت فى منامى كذا ولا يكون رآه لأنه جزء من الوحى فالمخبر عنه بما لم يقع كالمخبر عن الله بما لم يلقه إليه قال الطيبى :المراد بإراءته عينه وصفها بما ليس فيها ونسب الكذب إلى الكذبات المبالغة نحو ليل أليل (أو يقول) بفتح التحتية أوله وضم القاف وسكون الواو وروى بفتح المثناة والقاف وشد الواو مفتوحة (على رسول الله صلى الله عليه وسلم ما لم يقل) وجمع الثلاثة فى خبر لشدة المناسبة بينها وأنها من أفحش أنواع الافتراء فالكذب على المصطفى صلى الله عليه وسلم كذب فى أصول الدين وهدم لقاعدة من قواعد المسلمين والكذب عليه كذب على الله وما ينطق عن الهوى والرؤيا جزء من أجزاء النبوة والمنام طرف من الوحى فإذا كذب فقد كذب فى نوع الوحى ومن ادعى لغير أبيه فقد استهزأ بنص القرآن ويكفى فى ذلك لعن امرأة أدخلت على قوم من ليس منهم (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۲۴۷۹)

[2] رقم الحديث ٦٧٦٦. كتاب المناقب؛ مسلم، رقم الحديث ١١٥، كتاب الايمان، باب بيان حال إيمان من رغب عن أبيه وهو يعلم.

www.idaraghufran.org

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، یَقُوْلُ : مَنِ ادَّعٰی إِلٰی غَیْرِ أَبِیْہِ، أَوِ انْتَمٰی إِلٰی غَیْرِ مَوَالِیْہِ، فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ الْمُتَتَابِعَۃُ، إِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ (سنن أبی داود) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا یہ ارشاد سُنا کہ جس نے اپنے (حقیقی) باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنے آپ کو منسوب کیا یا غیر مولیٰ (یعنی غیر آقا) کی طرف اپنے آپ کو منسوب کیا تو اس پر مسلسل پے در پے اللہ کی لعنت اور پھٹکار ہے، قیامت کے دن تک (ابوداؤد)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ : مَنِ ادَّعٰی إِلٰی غَیْرِ أَبِیْہِ، أَوْ تَوَلّٰی غَیْرَ مَوَالِیْہِ ، فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ، وَالْمَلائِکَۃِ، وَالنَّاسِ أَجْمَعِیْنَ

(مسند احمد، رقم الحدیث ۲۰۳۷) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اپنے (حقیقی) باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنے آپ کو منسوب کیا یا غیر مولیٰ (یعنی اپنے مالک وآقا کے علاوہ) کی طرف اپنے آپ کو منسوب کیا، تو اس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور لوگوں کی، سب کی لعنت ہے (مسند احمد)

اور ایک روایت میں اللہ تعالیٰ کی لعنت کے بجائے اللہ تعالیٰ کے غضب کا ذکر ہے۔ [3]

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ان الفاظ میں

---

[1] رقم الحدیث ۵۱۱۵، کتاب الادب، باب فی الرجل ینتمی إلی غیر موالیہ.

[2] قال شعیب الارنؤوط: إسنادہ قوی علی شرط مسلم (حاشیۃ مسند احمد)

[3] عن ابن عباس، قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : من ادعی إلی غیر أبیہ، أو تولی غیر موالیہ، فعلیہ غضب اللہ والملائکۃ والناس أجمعین (تہذیب الآثار للطبری، رقم الحدیث ۲۲۱، مسند علی)

www.idaraghufran.org

مروی ہے کہ:

وَمَنِ ادَّعٰى إِلٰى غَيْرِ أَبِيْهِ، أَوِ انْتَمٰى إِلٰى غَيْرِ مَوَالِيْهِ، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ، لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا، وَلَا عَدْلًا (مسلم، رقم الحديث ١٣٧٠ "٤٦٧"، كتاب الحج، باب فضل المدينة)

ترجمہ: اور جس نے اپنی نسبت اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف کی یا (غلام نے) اپنے مالک کے علاوہ کسی اور کی طرف نسبت کی تو اس پر اللہ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو، اللہ اس کا قیامت کے دن نہ کوئی فرض عمل قبول کرے گا نہ نفل عمل (مسلم)

یہ بات بطور وعید اور تنبیہ کے بیان فرمائی کہ ایسے شخص کا گناہ اتنا سنگین ہے کہ اس کی فرض اور نفل عبادت کی نورانیت وقبولیت بھی اس کی وجہ سے متأثر ہوجاتی ہے۔ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لَا تَرْغَبُوْا عَنْ آبَائِكُمْ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ أَبِيْهِ فَهُوَ كُفْرٌ (بخاری) [2]

ترجمہ: تم اپنے باپوں (کے نسب) سے اعراض نہ کرو، جس نے اپنے باپ (کے نسب) سے اعراض کیا، تو یہ کفر ہے (بخاری، مسلم)

مطلب یہ ہے کہ اپنے نسب کو چھوڑنا اور کسی دوسری طرف اپنے نسب کو منسوب کرنا کافروں کا طریقہ ہے۔ [3]

---

[1] (لا يقبل منه) : أى قبولا كاملا (صرف) : أى فرض أو نافلة أو توبة أو شفاعة (ولا عدل) ، أى نافلة أو فرضة أو فدية، لأنها تعادل المفدى، وقيل :شفاعة، وقيل :توبة(مرقاة المفاتيح، ج٥، ص ١٨٧٢ ، كتاب المناسک، باب حرم المدينة، الفصل الأول)

[2] رقم الحديث ٦٧٦٨ ، كتاب الفرائض، باب من ادعى إلى غير أبيه؛ مسلم، رقم الحديث ٦٢ "١١٣"، كتاب الايمان، باب بيان حال إيمان من رغب عن أبيه وهو يعلم.

[3] قوله :لا ترغبوا عن آبائكم أى :لا تتركوا النسبة عن آبائكم فتنسبون إلى غيرهم .قوله :فإنه كفر بكم أى :فإن انتسابكم إلى غير آبائكم كفر بكم أى :كفر حق ونعمة (عمدة القارى، ج٢٤، ص ٩ ، كتاب المحاربين من أهل الكفر والردة، باب رجم الحبلى من الزنى إذا أحصنت)

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ:

لَیْسَ مِنْ رَجُلٍ ادَّعٰی لِغَیْرِ أَبِیْهِ وَهُوَ یَعْلَمُهٗ إِلَّا كَفَرَ، وَمَنِ ادَّعٰی قَوْمًا لَیْسَ لَهٗ فِیْهِمْ، فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ (بخاری) [1]

ترجمہ: جو آدمی اپنے باپ کے علاوہ کسی دوسرے کی طرف جان بوجھ کر اپنی نسبت کرے، تو اس نے (اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے) کفر (والا کام) کیا، اور جو آدمی (جان بوجھ کر) کسی ایسی قوم میں سے ہونے کا دعویٰ کرے کہ جس سے اس کا نسب (ثابت یا معروف) نہیں تو اُسے چاہیئے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے (بخاری)

اس حدیث سے بھی مذکورہ گناہ کے بارے میں سخت وعید معلوم ہوئی۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(وعن أبی هريرة قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم -(لا ترغبوا) : أی :لا تعرضوا (عن آبائكم) : أی :عن الانتماء إليهم (فمن رغب عن أبيه) : أی :وانتسب إلى غيره (فقد كفر) : أی قارب الكفر، أو يخشى عليه الكفر .في النهاية :الدعوة بالكسر في النسب، وهو أن ينتسب الإنسان إلى غير أبيه وعشيرته، وكانوا يفعلونه فنهوا عنه، والادعاء إلى غير الأب مع العلم به حرام، فمن اعتقد إباحته كفر لمخالفة الإجماع، ومن لم يعتقد إباحته فمعنى (كفر) : وجهان، أحدهما : أنه أشبه فعله فعل الكفار، والثانی :أنه كافر نعمة الإسلام .قال الطيبی :ومعنى قوله :فالجنة عليه حرام على الأول ظاهر، وعلى الثانی تغليظ(مرقاة المفاتيح، ج٥، ٢١٧٠، كتاب النكاح، باب اللعان)

[1] رقم الحديث ٣٥٠٨، كتاب المناقب.

[2] وقوله ليس من رجل من زائدة والتعبير بالرجل للغالب وإلا فالمرأة كذلك حكمها قوله ادعى لغير أبيه وهو يعلمه إلا كفر بالله كذا وقع هنا كفر بالله ولم يقع قوله بالله فی غير رواية أبی ذر ولا فی رواية مسلم ولا الإسماعيلی وهو أولى وإن ثبت ذاك فالمراد من استحل ذلك مع علمه بالتحريم وعلى الرواية المشهورة فالمراد كفر النعمة وظاهر اللفظ غير مراد وإنما ورد على سبيل التغليظ والزجر لفاعل ذلك أو المراد بإطلاق الكفر أن فاعله فعل فعلا شبيها بفعل أهل الكفر وقد تقدم تقرير هذه المسألة فی كتاب الإيمان وقوله ومن ادعى قوما ليس له فيهم نسب فليتبوأ مقعده من النار فی رواية مسلم والإسماعيلی ومن ادعى ما ليس له فليس منا وليتبوأ مقعده

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ ادَّعٰى إِلٰى غَيْرِ أَبِيْهِ لَمْ يَرَحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ، وَإِنَّ رِيْحَهَا لَيُوْجَدُ مِنْ قَدْرِ سَبْعِيْنَ عَامًا أَوْ مَسِيْرَةِ سَبْعِيْنَ عَامًا (مسند احمد، رقم الحديث ٦٥٩٢) [1]

ترجمہ: جو آدمی اپنے والد کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنی نسبت کرتا ہے تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکے گا، حالانکہ جنت کی خوشبو تو ستر سال کی مسافت سے آتی ہے (مسند احمد)

مطلب یہ ہے کہ ایسا شخص اول وہلے میں یا اس کے بعد بھی جنت کی خوشبو سونگھنے سے محروم رہے گا، اگرچہ بعد میں یا کسی طرح سے سزا وغیرہ پا کر جنت میں داخل ہو جائے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ من النار وهو أعم ما تدل عليه رواية البخارى على أن لفظة نسب وقعت فى رواية الكشميهنى دون غيره ومع حذفها يبقى متعلق الجار والمجرور محذوفا فيحتاج إلى تقدير ولفظ نسب أولى ما قدر لوروده فى بعض الروايات وقوله فليتبوأ أى ليتخذ منزلا من النار (فتح البارى لابن حجر، ج٦، ص ٥٤٠، باب كذا، بعد باب نزل القرآن بلسان قريش)

قوله :(ليس له فيهم نسب) ، أى :ليس لهذا المدعى فى هذا القوم نسب، أى :قرابة، وليس فى رواية الكشميهنى لفظة :نسب، وفى رواية مسلم :(ومن ادعى ما ليس له فليس منا) ، وهذه أعم من رواية البخارى، ولكن يحتاج فيها إلى تقدير، وأولى ما يقدر فيه لفظ :نسب، لوجوده فى بعض الروايات (عمدة القارى، ج١٦، ص ٨٠، كتاب المناقب، باب بعد باب نسبة اليمن إلى إسماعيل صلى الله عليه وسلم)

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية مسند احمد)

[2] بأنه لم يجد أول ما يجدها سائر المسلمين الذين لم يقترفوا الكبائر، وهو وعيد تغليظا (عمدة القارى، ٢٤، ص ٧٢، كتاب الديات، باب إثم من قتل ذميا بغير جرم)

قوله (لم يرح ريح الجنة) أى لم يشم ريحها وهو كناية عن عدم الدخول فيها ابتداء بمعنى أنه لا يستحق ذلك والمعنى أنه لا يجد لها ريحا وإن دخلها قال راح يريح ويراح وأراح يريح إذا وجد رائحة الشيء وقد روى الحديث بالموحدة فى الثلاثة وفى الزوائد إسناده صحيح لأن محمد بن الصباح هو أبو جعفر الجرجانى التاجر قال فيه ابن معين لا بأس به وقال أبو حاتم صالح الحديث وذكره ابن حبان فى الثقات وباقى رجال الإسناد لا يسئل عن حالهم لشهرتهم والله أعلم (حاشية السندى على ابن ماجه، ج٥، ص ٢٧٢، كتاب الحدود، باب من ادعى إلى غير أبيه او تولى غير مواليه)

www.idaraghufran.org

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّـهُ سَـمِـعَ رَسُـوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: لَيْسَ مِنْ رَجُلٍ اِدَّعٰى لِغَيْرِ أَبِيْـهِ وَهُوَ يَعْلَمُهُ إِلَّا كَفَرَ، وَمَنِ ادَّعٰى مَا لَيْسَ لَهُ فَلَيْسَ مِنَّـا، وَلْيَتَبَـوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ، وَمَنْ دَعَا رَجُلًا بِالْكُفْرِ، أَوْ قَالَ: عَدُوُّ اللّٰهِ وَلَيْسَ كَذٰلِكَ إِلَّا حَارَ عَلَيْهِ (مسلم) [1]

ترجمہ: انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو آدمی جانتے بوجھتے ہوئے اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف (اپنے) والد ہونے کی نسبت کرے، تو اس نے کفر (والا کام) کیا، اور جو آدمی ایسی بات کا دعویٰ کرے، جو اس میں نہیں ہے تو وہ ہم میں سے نہیں ہے اور اسے چاہئے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے، اور جس نے کسی کو کافر کہہ کر یا اللہ کا دشمن کہہ کر پکارا، حالانکہ وہ ایسا (یعنی کافر، یا اللہ کا دشمن) نہیں ہے تو یہ کلمہ اسی (کہنے والے) پر لوٹ آئے گا (مسلم)

اس گناہ کو کرنے والا اگرچہ حقیقت میں کافر نہ ہو، لیکن کفر والا کام اور شدید وعید کا مستحق ہونے میں تو شبہ نہیں۔ [2]

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ الـنَّبِـيَّ صَـلَّـى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كُـفْـرٌ بِامْرِءٍ اِدِّعَاءُ نَسَبٍ لَا

---

[1] رقم الحديث ۱۶ ''۲ ۱ ۱''، كتاب الايمان، باب بيان حال إيمان من رغب عن أبيه وهو يعلم.

[2] عن أبى ذر -رضى الله عنه -(قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :من دعا رجلا بالكفر) أى :بأن قال له يا كافر (أو قال :عدو الله) : بالنصب أى :يا عدو الله، وفى نسخة عدو الله أى :هو أو أنت عدو الله (وليس كذلک) أى :والحال أنه ليس مثل ما من كونه كافرا أو عدوا لله، بل هو مسلم محب لله (إلا حار عليه) : بالحاء المهملة والراء أى :رجع عليه ما نسب إليه كذا فى النهاية .وقال الطيبى :المستثنى منه محذوف دال على جواب الشرط، أى :من دعا رجلا بالكفر باطلا، فلا يلحقه من قوله ذلک شىء إلا الرجوع عليه، ويجوز أن يكون من استفهامية، وفيه معنى الإنكار أى :ما يفعل أحد هذه الفعلة فى حالة من الأحوال إلا فى هذه الحالة .(متفق عليه) (مرقاة، ج۷، ص ۳۰۲۷، كتاب الآداب، باب حفظ اللسان والغيبة والشتم)

www.idaraghufran.org

يَعْرِفُهُ، أَوْ جَحْدُهُ، وَإِنْ دَقَّ (سنن ابن ماجه) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کا اس نسب کا دعوی کرنا، جسے وہ نہ جانتا ہو یا اپنے نسب سے انکار کرنا کفر (اور زمانۂ جاہلیت والا عمل) ہے، چاہے بہت معمولی درجے میں (یہ عمل کرنا) ہو (ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُفْرٌ تَبَرُّؤٌ مِنْ نَسَبٍ وَإِنْ دَقَّ، أَوِ ادِّعَاءٌ إِلٰى نَسَبٍ لَا يُعْرَفُ (مسند احمد، رقم الحديث ٧٠١٩) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے نسب سے بیزاری (برائت) ظاہر کرنا خواہ بہت معمولی درجے میں ہو یا ایسے نسب کا دعوی کرنا کہ جس کی طرف اس کی نسبت معروف (ومشہور) نہ ہو، کفر ہے (مسند احمد)

اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُفْرٌ بِاللّٰهِ: اِدِّعَاءُ نَسَبٍ لَا يُعْرَفُ، وَكُفْرٌ بِاللّٰهِ: تَبَرُّؤٌ مِنْ نَسَبٍ وَإِنْ دَقَّ (المعجم الأوسط، رقم الحديث ٨١٨ ٢؛ مصنف ابن أبي شيبة، رقم الحديث ٢٦٦٣٣ موقوفاً) [3]

---

[1] رقم الحديث ٢٧٤٤، كتاب الفرائض، باب من أنكر ولده.
قال شعيب الارنؤوط:إسناده حسن. محمَّد بن يحيى :هو الذهلي، وعبد العزيز بن عبد الله :هو الأويسي ويحيى بن سعيد :هو الأنصاري.(حاشيه سنن ابنِ ماجه)

[2] قال شعيب الارنؤوط:
حديث حسن(حاشية مسند احمد)

[3] قال الهيثمي: وعن أبي بكر الصديق قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم " :من ادعى نسبا لا يعرف كفر بالله، وانتفاء من نسب -وإن دق -كفر بالله ." رواه الطبراني في الأوسط، وفيه الحجاج بن أرطاة، وهو ضعيف، ورواه البزار، وفيه السري بن إسماعيل، وهو متروك (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٣٥٠)
حدثنا محمد بن يوسف، حدثنا سفيان، عن الأعمش، عن عبد الله بن مرة، عن أبي

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اللہ کے ساتھ کفر ہے کہ (آدمی ایسے) نسب کا دعویٰ کرے کہ جس کی طرف اس کی نسبت معروف (ومشہور) نہ ہو، اور یہ (بھی) اللہ کے ساتھ کفر ہے کہ (آدمی اپنے) نسب سے بیزاری ظاہر کرے چاہے، بہت معمولی درجے میں ہو (طبرانی، ابن ابی شیبہ)

اس قسم کی روایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے موقوفاً اور حضرت عبداللہ بن سخبرۃ سے مرفوعاً بھی مروی ہے۔ [1]

مطلب یہ ہے کہ غیر حقیقی نسب کی طرف جانتے بوجھتے ہوئے نسبت کرنا، کفر والے کاموں سے تعلق رکھتا ہے، جس کو شریعت نے ختم کر دیا ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جس نسب سے کسی کی نسبت معروف ومشہور ہو، اس کو اختیار کرنے میں گناہ نہیں۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

معمر، عن أبي بكر الصديق، قال :كفر بالله ادعاء إلى نسب لا يعرف، وكفر بالله تبرؤ من نسب وإن دق (سنن الدارمی، رقم الحديث ۲۹۰۳)

قال حسين سليم أسد الدارانی: إسناده صحيح على شرط البخاری (حاشية سنن الدارمی)

وقال الالبانی:

قلت :وهذا إسناد صحيح موقوف، وهو -في نقدی -في حكم المرفوع؛ لأنهلا يقال بالاجتهاد والرأی .والله أعلم (سلسلة الأحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۳۳۷۰)

[1] حدثنا محمد بن يوسف، حدثنا سفيان، عن زكريا أبي يحيى، قال :سمعت أبا وائل، يحدث عن ابن مسعود، نحوا منه (سنن الدارمی، رقم الحديث ۲۹۰۴)

قال حسين سليم أسد الدارانی: إسناده صحيح على شرط البخاری (حاشية سنن الدارمی)

عن عبد الله بن سخبرة قال :سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول : كفر بالله ادعاء نسب لا يعرف ، كفر بالله انتفاء من نسب يعرف وإن دق قال القاضی عبد الباقی :لا أعلم أحدا أسنده غير عمر بن موسى ، ووافقه الناس (معجم الصحابة لابن قانع، رقم الحديث ۸۶۹)

[2] (من ادعى) أی من انتسب (إلى غير أبيه وهو يعلم) أنه غير أبيه (فالجنة عليه حرام) إذا استحل ذلك أو خرج مخرج التغليظ (ارشاد الساری، ج۶، ۴۱۰، كتاب المغازی، باب غزوة الطائف فی شوال سنة ثمانٍ)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنِ انْتَفٰى مِنْ وَلَدِهٖ لِيَفْضَحَهٗ فِى الدُّنْيَا، فَضَحَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى رُءُوْسِ الْأَشْهَادِ قِصَاصٌ بِقِصَاصٍ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ۴۷۹۵) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اپنی اولاد کی اپنے نسب سے اس لئے نفی کی، تاکہ وہ (یعنی اس کی اولاد) دنیا میں رُسوا ہو جائے، تو اللہ خود اس ہی کو قیامت کے دن تمام حاضرین کے سامنے اس کے بدلہ میں رسوا فرمائے گا (مسند احمد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ حِيْنَ أُنْزِلَتْ آيَةُ الْمُلَاعَنَةِ: أَيُّمَا امْرَأَةٍ أَدْخَلَتْ عَلٰى قَوْمٍ مَنْ لَيْسَ مِنْهُمْ، فَلَيْسَتْ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ، وَلَنْ يُدْخِلَهَا اللّٰهُ جَنَّتَهٗ. وَأَيُّمَا رَجُلٍ جَحَدَ وَلَدَهٗ وَهُوَ يَنْظُرُ إِلَيْهِ، اِحْتَجَبَ اللّٰهُ مِنْهُ وَفَضَحَهٗ عَلٰى رُؤُوْسِ الْأَوَّلِيْنَ وَالْآخِرِيْنَ(موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان) [2]

ترجمہ: انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ''لعان'' کی آیت نازل ہونے کے وقت

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

(كفر بالله تبرؤ) أى ذو تبرء (من نسب وإن دق) ليس المراد بالكفر حقيقته التى يخلد صاحبها فى النار ومناسبته إطلاق الكفر هنا أنه كذب على الله كأنه يقول خلقنى الله من ماء فلان ولم يخلقنى من ماء فلان والواقع خلافه. (البزار) فى مسنده (عن أبى بكر) الصديق رمز المصنف لحسنه (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۶۲۶۱)

[1] قال شعيب الارنؤوط:

إسناده حسن(حاشية مسند احمد)

[2] رقم الحديث ۱۳۳۵، كتاب الطلاق، باب اللعان.

قال حسين سليم اسد الداراني:

إسناده جيد(حاشية موارد الظمآن)

www.idaraghufran.org

یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس عورت نے کسی قوم پر ایسے فرد کو داخل کیا، جو اس قوم میں سے نہ ہو (یعنی اُس نے اپنی اولاد کا نسب جھوٹے طریقہ پر دوسری قوم کی طرف منسوب کردیا) تو اس کی کسی چیز کی اللہ کو کوئی پروا نہیں، اور اس کو ہرگز اللہ اپنی جنت میں داخل نہیں فرمائے گا، اور جس شخص نے اپنی اولاد کے نسب کی نفی کردی، حالانکہ وہ اس کو جانتا ہے (کہ وہ اس کی اولاد ہے) تو اللہ اس کو اپنی رحمت سے محروم فرمادے گا، اور اسے اول اور آخر تمام مخلوق کے سامنے رُسوا فرمائے گا (موارد)

معلوم ہوا کہ جان بوجھ کر نسب میں غلط بیانی یا اس کی نفی کرنا سخت گناہ اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور آخرت میں ذلت ورسوائی کا ذریعہ ہے۔[1]

خلاصہ یہ کہ اپنے نسب کو تبدیل کرنا اور معلوم ہوتے ہوئے اپنے نسب کی نسبت دوسرے نسب

---

[1] ملحوظ رہے کہ موجودہ دور میں لے پالک اولاد کا اپنا نسب غیر حقیقی والدین سے منسوب کرنا بھی مذکورہ نسب تبدیل کرنے والی احادیث میں داخل ہے، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، ہمارا رسالہ ''لے پالک اور منہ بولی اولاد کا شرعی حکم''

(أيما امرأة أدخلت على قوم) في رواية ألحقت بقوم (من ليس منهم) بأن تنسب لزوجها ولدها من غيره (فليست من الله في شيء) أي من الرحمة والعفو أو لا علاقة بينها وبينه ولا عندها من حكم الله وأمره ودينه شيء كأنه قال :هي بريئة من الله في كل أمورها ولذا أنكر شيئا ثم أردف هذا الذم العام الشامل لجميع الأقسام بقوله (ولن يدخلها الله جنته) مع السابقين المحسنين بل يؤخرها ويعذبها ما شاء وقال لن إلخ ولم يكتف بدخولها في الأول لعمومه لأن النساء لا تقف على حقيقة المراد منه لما فيه من نوع إجمال وخفاء فعقبه بذكر أحد أنواعه التي يفهمها كل سامع قال الحرالي :وفي فليست إفهام أن من حفظت فرجها فلم ترتكب هذه الفاحشة العظمى فهي من الله في شيء لما أنها متمسكة بآية (والذين هم لفروجهم حافظون) اه وذكر عدم دخول الجنة سيما النساء ودخولها من أقوى أسباب النعيم ولأن قوله لم يدخلها جنته تعريض بدخول النار إذ ليس ثم إلا جنة ونار (وأيما رجل جحد ولده وهو ينظر إليه) أي وهو يرى أنه منه ويتحقق ذلك كأنه يشاهد ذلك عيانا وهو ينكره وعبر بالجحود ليفيد مع الوعيد على النفي الوعيد على قذف الزوجة (احتجب الله تعالى منه) أي منعه رحمته وحرمه منها وهذا وعيد غليظ إذ لا غاية في النعيم أعظم من النظر إليه تقدس وهو الغاية القصوى فويل لمن لم ينلها (وفضحه على رؤوس الأولين والآخرين يوم القيامة) بجحوده ولده وهو يعلم أنه منه وإظهار كذبه على زوجته وهذا من أقوى أسباب الوعيد وقد ورد الوعيد الشديد في حق من انتفى من ولده في عدة أخبار (فيض القدير للمناوی، تحت رقم الحديث ٢٩٤٢)

www.idaraghufran.org

کی طرف کرنا سخت گناہ ہے۔

آج کل یہ مرض اور گناہ بہت کثرت سے پایا جاتا ہے کہ کمزور نسب اور خاندان والے لوگ اپنے نسب کو بدل کر اعلیٰ نسب کی طرف منسوب کر دیتے ہیں، اور بعض غیر عربی نسب والے یعنی عجمی نسب کے لوگ اپنے آپ کو عربی اعلیٰ نسب کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ مثلاً بعض لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف اپنے صدیقی ہونے سے جھوٹی نسبت ظاہر کرتے ہیں، اور بعض فاروقی، یا عثمانی، یا علوی یا عباسی، یا قریشی وغیرہ کی جھوٹی نسبتیں قائم کرتے ہیں، یہ سب گناہ ہیں۔

البتہ کسی کے نام کے ساتھ اس طرح کی نسبت پہلے سے معروف ومشہور چلی آ رہی ہو، اور اس کا جھوٹ ہونا ثابت نہ ہو، اور اس نے خود سے یہ نسبت نہ گھڑی ہو، تو پھر گناہ نہیں۔ [1]

(5)...... بچہ کا نسب اصل اور حقیقی والدین سے ثابت ہوتا ہے

نسب کے سلسلہ میں اسلام کی پانچویں تعلیم یہ ہے کہ بچہ اصل والدین کا ہوتا ہے، اور نسب کی حفاظت کا اہتمام بہت ضروری ہے، جس میں خلط ملط کرنا جائز نہیں، اور اس کی حفاظت کا بنیادی طریقہ یہ ہے کہ بچہ پیدا ہونے کے ساتھ شروع سے ہی اس کے باپ اور ماں کی نسبت

---

[1] ومن تكبر وتكثر بالدعاوى الكاذبة، التى ليست فيه، من مال أو علم، أو نسب، أو شرف، أو منصب، مريداً بذلك التطاول، لم يزده الله إلا ذلَّةً وحقارة، لأنه أراد رفع نفسه بما ليس فيه، فجزاؤه من جنس مقصده(تيسير العلام شرح عمدة الأحكام،لعبد الله بن عبد الرحمن البسام، ج ١، ٦٩١، كتاب الأيمان والنذور)

ذهب جمهور الفقهاء إلى أن النسب يثبت بالشهادة بالسماع للضرورة .قال ابن المنذر :أما النسب فلا أعلم أحدا من أهل العلم منع منه، ولو منع ذلك لاستحالت معرفة الشهادة به؛ إذ لا سبيل إلى معرفته قطعا بغيره، ولا تمكن المشاهدة فيه، ولو اعتبرت المشاهدة لما عرف أحد أباه ولا أمه ولا أحدا من أقاربه.

واشترط الحنفية لقبول الشهادة بالتسامع أن يكون النسب مشهورا، جاء فى الفتاوى الهندية : الشهادة بالشهرة فى النسب وغيره بطريقتين :الحقيقة والحكمية .فالحقيقة :أن تشتهر وتسمع من قوم كثير لا يتصور تواطؤهم على الكذب، ولا تشترط فى هذه العدالة، ولا لفظ الشهادة بل يشترط التواتر(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٤٠، ص ٢٥٠ ،مادة "نسب")

www.idaraghufran.org

کو محفوظ رکھا جائے۔

اور باپ اور ماں کے بارے میں یہ اصول ہے کہ وہ اولاد جائز طریقہ پر پیدا ہوئی ہے، اسلام میں یورپ کی طرح زنا سے پیدا شدہ بچہ کا نسب زانی سے ثابت نہیں ہوتا۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ان الفاظ میں منقول ہے کہ:

اَلْوَلَدُ لِصَاحِبِ الْفِرَاشِ (بخاری) [1]

ترجمہ: بچہ صاحبِ فراش کا ہوتا ہے (بخاری)

صاحبِ فراش سے مراد وہ آدمی ہے کہ جس کا اس عورت سے نکاح کا رشتہ قائم ہو، جس عورت سے وہ بچہ پیدا ہوا، اور زنا کرنے والا اس سے خارج ہے۔ [2]

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لَا دَعْوَةَ فِي الْإِسْلَامِ، ذَهَبَ أَمْرُ الْجَاهِلِيَّةِ، اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ، وَلِلْعَاهِرِ الْأَثْلَبُ قَالُوْا: وَمَا الْأَثْلَبُ؟ قَالَ: اَلْحَجَرُ (مسند احمد) [3]

ترجمہ: اسلام میں نسب کے دعوے کی کوئی گنجائش نہیں، جاہلیت کی بات ختم ہوچکی، بچہ پیدا ہونے والے کا ہوتا ہے، اور زانی کے لئے اَثلب ہے۔

صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ اَثلب کیا ہے؟

---

[1] رقم الحديث ٦٧٥٠، كتاب الفرائض، باب :الولد للفراش، حرة كانت أو أمةَ

[2] (الولد للفراش) بفتح الفاء أى :للأم، فى النهاية :وتسمى المرأة فراشا لأن الرجل يفترشها. أى :الولد منسوب إلى صاحب الفراش، سواء كان زوجا أو سيدا، أو واطء شبهة، وليس للزانى فى نسبة حظ إنما الذى جعل له من فعله استحقاق الحد، وهو قوله :(وللعاهر الحجر) (مرقاة المفاتيح، ج٥، ٢٠٣٨، كتاب البيوع، باب الوصايا، الفصل الثانى)

[3] رقم الحديث ٦٦٨١.

قال شعيب الارنؤوط:

إسناده حسن، ولبعضه شواهد يصح بها (حاشية مسند أحمد)

www.idaraghufran.org

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پتھر (مسند احمد)

مطلب یہ ہے کہ بچہ اسی کا شمار ہوگا، جس کے پیدا ہوا، نہ کہ کسی ویسے ہی دعویٰ کرنے والے کا، اور اگر نعوذ باللہ تعالیٰ کسی نے زنا کیا ہو اور اس سے حمل ٹھہرا ہو، تو اس طرح پیدا ہونے والا بچہ زانی کا شمار نہ ہوگا، اور اسلامی قانون کی رو سے اس زانی کو بچہ ملنے کے بجائے پتھروں (یعنی رجم یا محروم ہونے) کی سزا ملے گی۔ [1]

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

وَمَنِ ادَّعٰى وَلَدَهُ مِنْ غَيْرِ رِشْدَةٍ ،فَلَا يَرِثُ وَلَا يُوْرَثُ (مسند احمد) [2]

ترجمہ: اور جو شخص بغیر نکاح کے کسی بچے کو اپنی طرف منسوب کرنے کا دعوی کرتا ہے (اور یہ کہتا ہے کہ یہ میرا بچہ ہے، حالانکہ اس بچے کی ماں سے اس کا نکاح نہیں ہوا) تو وہ بچہ نہ تو اس کا وارث بنے گا اور نہ ہی مورث بنے گا (یعنی دونوں میں سے کسی کو دوسرے کی وراثت نہیں ملے گی) (مسند احمد)

اس قسم کی اور بھی احادیث مروی ہیں۔ [3]

---

[1] (عن عمرو بن شعيب، عن أبيه، عن جده، قال :قام رجل، قال :يا رسول الله !إن فلانا ابنى) : خبر إن وقوله (عاهرت) : أى :زنيت (بأمه فى الجاهلية) . مستأنف لإثبات الدعوة (فقال :رسول الله -صلى الله عليه وسلم :-لا دعوة) : بكسر الدال أى لا دعوى نسب (فى الإسلام ذهب أمر الجاهلية، الولد للفراش) : أى :تبع للمرأة (وللعاهر) : أى :للزانى (الحجر) : أى :الرجم أو الحرمان (رواه أبو داود)

وتقدم أن قوله (الولد للفراش) : إلخ أخرجه الشيخان والأربعة من طرق (مرقاة المفاتيح، ج۵، ۲۱۷۴، كتاب النكاح، باب اللعان)

[2] رقم الحديث ۳۴۱۶.

قال شعيب الارنؤط: حسن لغيره (حاشية مسند احمد)

[3] عن عمرو بن شعيب، عن أبيه، عن جده، قال :إن النبى صلى الله عليه وسلم قضى أن كل مستلحق استلحق بعد أبيه الذى يدعى له ادعاه ورثته، فقضى أن كل من كان من أمة يملكها يوم أصابها، فقد لحق بمن استلحقه، وليس له مما قسم قبله من

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی عورت کے بچہ پیدا ہوا تو وہ اس شخص کا نہیں کہلا سکتا، جس کا اس عورت سے نکاح کا رشتہ قائم نہیں، جس میں زانی بھی داخل ہے، اور حقیقی والدین کے علاوہ دوسرے لوگ بھی۔

اور سورہ احزاب میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ وَمَا جَعَلَ أَزْوَاجَكُمُ اللَّائِيْ تُظَاهِرُوْنَ مِنْهُنَّ أُمَّهَاتِكُمْ وَمَا جَعَلَ أَدْعِيَاءَ كُمْ أَبْنَاءَ كُمْ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِأَفْوَاهِكُمْ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِى السَّبِيْلَ.

اُدْعُوْهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ فَإِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْا آبَاءَ هُمْ فَإِخْوَانُكُمْ فِى الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَا أَخْطَأْتُمْ بِهٖ وَلٰـكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (سورة الاحزاب، رقم الآيات ۴ و ۵)

ترجمہ: نہیں بنائے اللہ نے کسی آدمی کے سینے میں دو دل، اور نہیں بنایا اللہ نے تمہاری اُن بیویوں کو تمہاری (سچ مچ کی) مائیں کہ جنہیں تم ماں کہہ بیٹھتے ہو، اور نہیں بنایا اللہ نے تمہارے منہ بولوں (اور لے پالکوں) کو تمہارے بیٹے، یہ تو تمہارے اپنے منہ کی باتیں ہیں، اور اللہ حق بات فرماتا ہے، اور وہ سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ الميراث شیء ، وما أدرک من ميراث لم يقسم فله نصيبه، ولا يلحق إذا كان أبوه الذى يدعى له أنكره، وإن كان من أمة لم يملكها، أو من حرة عاهر بها، فإنه لا يلحق به ولا يرث، وإن كان الذى يدعى له هو ادعاه فهو ولد زنية من حرة، كان أو أمة (سنن أبى داود، رقم الحديث ۲۲۶۵)

قال شعيب الارنؤوط: اسناده حسن (حاشية سنن ابى داوٗد)

عن عمرو بن شعيب، عن أبيه، عن جده، أن النبى صلى الله عليه وسلم قال: من ادعى ولدا من أمة لا يملكها أو من حرة عاهر بها فإنه لا يلحق به ولا يرث وهو ولد زنا لأهل أمه من كانوا (مستدرک حاکم، رقم الحديث [illegible])

www.idaraghufran.org

تم لوگ ان (منہ بولوں اور لے پالکوں) کو ان کے (حقیقی) باپوں کی نسبت سے ہی پکارا کرو، اللہ کے یہاں یہ پورے انصاف کی بات ہے، پھر اگر تم کو ان کے باپ معلوم نہ ہوں تو وہ تمہارے دینی بھائی اور دوست ہیں اور تم پر اس صورت میں کوئی گناہ نہیں کہ تم سے اس بارے میں (بھول) چوک ہو جائے لیکن جو بات تم اپنے دل کے ارادہ سے کہو (اُس پر گناہ ہے) اور اللہ بہت مغفرت کرنے والا انتہائی رحم والا ہے (سورہ احزاب)

مذکورہ آیات سے معلوم ہوا کہ کسی کو منہ بولا بیٹا یا والد قرار دینے سے وہ حقیقی اولاد یا والد کا درجہ حاصل نہیں کرتا۔

اس لئے نسب کی حفاظت کے لئے اصل والد کی نسبت اور تحفظ ضروری ہے۔

(6)......نسب وغیرہ کی بنیاد پر تفرقہ بازی اور بغض کی ممانعت

نسب کے سلسلہ میں اسلام کی چھٹی تعلیم یہ ہے کہ نسب وخاندان اور قبیلہ وغیرہ کی بنیاد پر آپس میں اختلاف وافتراق اور تفرقہ بازی پیدا نہ کی جائے، اور تمام مومن آپس میں متحد رہیں، خواہ ان کے نسب، قبیلے اور خاندان اور برادریاں باہم مختلف ہوں۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ آيَاتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ (سورہ آل عمران، آیت ۱۰۳)

ترجمہ: اور مضبوط پکڑلو تم سب مل کر اللہ کی رسی کو، اور تفرقہ بازی نہ کرو، اور یاد کرو اللہ کی نعمت کو جو تم پر ہوئی، جب تم آپس میں دشمن تھے، پھر اللہ نے تمہارے دلوں

www.idaraghufran.org

میں باہم الفت ڈال دی، پھر بھائی بھائی ہو گئے تم اس کی نعمت کی وجہ سے، اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے، پھر اللہ نے تم کو اس سے بچالیا، اس طرح اللہ تم پر اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے، تاکہ تم ہدایت پاؤ (سورہ آلِ عمران)

اس آیت سے اتفاق واتحاد کا حکم اور تفرقہ بازی کی ممانعت معلوم ہوئی، اور ساتھ ہی اتحاد واتفاق کا ذریعہ بھی معلوم ہوا، وہ یہ کہ سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لیں، اور کوئی بھی اس سے الگ نہ ہو۔

کئی احادیث کی رُو سے اللہ تعالیٰ کی رسی سے مراد قرآن مجید ہے، جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور سنت بھی داخل ہے۔ [1]

قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَأُولٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (سورة آل عمران، آیت ۱۰۵)

ترجمہ: اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے اپنے پاس روشن دلیلیں آجانے کے بعد بھی تفرقہ ڈالا اور اختلاف کیا، اور انہی لوگوں کے لئے بڑا عذاب ہے (سورہ آلِ عمران)

مذکورہ آیات سے آپس میں اتحاد واتفاق کی فضیلت واہمیت معلوم ہوئی، اور اتحاد واتفاق کا

---

[1] عن زيد بن أرقم قال :دخلنا عليه فقلنا له :لقد رأيت خيرا صحبت رسول الله صلى الله عليه وسلم وصليت خلفه فقال :نعم وإنه صلى الله عليه وسلم خطبنا فقال: "إني تارك فيكم كتاب الله هو حبل الله من اتبعه كان على الهدى ومن تركه كان على الضلالة(صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ١٢٣ ،ذكر إثبات الهدى لمن اتبع القرآن والضلالة لمن تركه)

قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية ابنِ حبان)

عن أبي وائل، قال :قال عبد الله " :إن هذا الصراط محتضر، تحضره الشياطين ينادون :يا عباد الله، هذا الطريق فاعتصموا بحبل الله، فإن حبل الله القرآن (سنن دارمي، رقم الحديث ٣٣٦٠)

www.idaraghufran.org

صحیح طریقہ بھی معلوم ہوا، وہ یہ کہ اللہ کی رسی یعنی قرآن وسنت پر سب متفق ہوں، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آپس کا بے جا اختلاف اور تفرقہ بازی سخت گناہ ہے، جس پر عذابِ عظیم کی وعید اور دھمکی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَبَاغَضُوْا، وَلَا تَحَاسَدُوْا، وَلَا تَدَابَرُوْا، وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَانًا، وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَّهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ (بخاری) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ایک دوسرے سے بغض و عداوت نہ رکھو، اور نہ ایک دوسرے سے حسد کرو، اور نہ ایک دوسرے سے اعراض کرو، اور تم اللہ کے بندو! بھائی بھائی ہو جاؤ، اور مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق رکھے (بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ آپس میں بغض وعداوت رکھنا، حسد کرنا، اور ایک دوسرے سے اعراض وکاٹ کرنا جائز نہیں، اس سے سب کو بچنا چاہئے، اور سب مسلمانوں کو باہم بھائی بھائی بن کر رہنا چاہئے، خواہ ان کے صوبے، زبانیں، رنگ ونسل، برادری وغیرہ مختلف ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَخُوْنُهُ وَلَا يَكْذِبُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ، كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ، عِرْضُهُ وَمَالُهُ وَدَمُهُ، اَلتَّقْوٰى هَاهُنَا، بِحَسْبِ امْرِءٍ مِّنَ الشَّرِّ أَنْ يَّحْتَقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ (سنن الترمذی) [2]

---

[1] رقم الحدیث ٦٠٦٥، کتاب الادب، باب ما ینهی عن التحاسد والتدابر.

[2] رقم الحدیث ١٩٢٧، ابواب البر والصلة، باب ما جاء فی شفقة المسلم علی المسلم.
قال الترمذی: هذا حدیث حسن غریب وفی الباب عن علی وأبی أیوب

www.idaraghufran.org

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مسلم دوسرے مسلم کا بھائی ہے، نہ تو وہ اس کے ساتھ خیانت کرے، اور نہ اس کے ساتھ جھوٹ بولے، اور نہ اس کی تحقیر (وتذلیل) کرے، ہر مسلمان کی دوسرے مسلمان پر عزت اور مال اور خون (یعنی قتل) حرام ہے، تقویٰ (یعنی اللہ کا خوف وڈر) یہاں (یعنی دل میں) ہوتا ہے، آدمی کے شر کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی تحقیر (وتذلیل) کرے (ترمذی)

اس حدیث سے دوسرے مسلمان کی تحقیر وتذلیل کرنے کی ممانعت معلوم ہوئی، اور آپس میں اختلاف وانتشار اور خون ریزی کرنے کی بھی قباحت وبرائی معلوم ہوئی۔

اور معلوم ہوا کہ سب مسلمانوں کو بھائی بھائی بن کر رہنا چاہیے، خواہ وہ کسی ملک، کسی صوبے، کسی شہر، کسی زبان، کسی نسل، کسی برادری، کسی قبیلہ، کسی خاندان، اور کسی بھی جماعت وپارٹی سے تعلق رکھتے ہوں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ خَرَجَ مِنَ الطَّاعَةِ، وَفَارَقَ الْجَمَاعَةَ فَمَاتَ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً، وَمَنْ خَرَجَ عَلٰى أُمَّتِيْ يَضْرِبُ بَرَّهَا، وَفَاجِرَهَا لَا يَتَحَاشٰى مِنْ مُؤْمِنِهَا، وَلَا يَفِيْ لِذِيْ عَهْدِهَا فَلَيْسَ مِنِّيْ، وَمَنْ قَاتَلَ تَحْتَ رَايَةٍ عُمِّيَّةٍ، يَدْعُوْ إِلٰى عَصَبِيَّةٍ، أَوْ يَغْضَبُ لِعَصَبِيَّةٍ فَقُتِلَ فَقِتْلَةٌ جَاهِلِيَّةٌ (سنن النسائی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص (حکمران کی) اطاعت (یعنی کہنا ماننے اور قانون پر چلنے) سے خارج ہو جائے اور وہ (مسلمانوں کی) جماعت میں تفریق (اور تفرقہ) ڈالے، پھر وہ مر جائے تو وہ جاہلیت کی موت

[1] رقم الحدیث ۴۱۱۴، کتاب تحریم الدم، التغلیظ فیمن قاتل تحت رایة عمیة.

www.idaraghufran.org

مرے گا، اور جو کوئی میری امت پر نکلے نیک اور برے ہر ایک کو مارے اور مومن کو بھی نہ چھوڑے، اور جس (غیر مسلم) سے (قتل وقتال نہ کرنے کا) عہد ہو، اس عہد کی بھی پروانہ کرے، تو اس کا مجھ سے تعلق نہیں، اور جو گمراہ جھنڈے کے نیچے لڑائی کرے، تعصب کی دعوت دے یا تعصب کی وجہ سے (دوسروں پر) غصہ کرے، پھر وہ قتل ہو جائے، تو اس کا قتل ہونا جاہلیت کا قتل ہے (نسائی)

حکمرانوں کی جائز کاموں میں اطاعت، اتحاد واتفاق کا ذریعہ ہے، اور حکمرانوں کی اطاعت سے نکلنا یا قانون شکنی کرنا تفریق کا باعث ہے، اور لسانی، صوبائی، قبائلی یا خاندانی وبرادری ونسل پرستی کی بنیاد پر تعصب کرنا اور اس کی وجہ سے دوسرے لوگوں پر غصہ کرنا، اور دوسرے قبیلہ وقوم کے اچھے برے سے صرف دوسری قوم وقبیلہ کا ہونے کی وجہ سے لڑائی وقتال کرنا سخت گناہ کی بات ہے۔

آج کل جو صوبوں اور زبانوں اور قوموں کی بنیاد پر ایک دوسرے کی کاٹ کی جاتی ہے، اور نیچا دکھایا جاتا ہے، اور اس سے بڑھ کر قتل وقتال کیا جاتا ہے، اور اسی بنیاد پر پارٹی بازی وجماعت سازی کی جاتی ہے، اور دوسروں کو بھی جوش وجذبہ دلا کر اپنے علاوہ دوسرے لوگوں پر ابھارا جاتا ہے، سب اس میں داخل اور زمانۂ جاہلیت سے تعلق رکھنے والی چیزیں ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَعَانَ قَوْمَهٗ عَلٰی ظُلْمٍ فَهُوَ كَالْبَعِيْرِ الْمُتَرَدِّیْ يَنْزِعُ بِذَنَبِهٖ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ۴۲۹۲) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے اپنی قوم (یعنی اپنی برادری یا قبیلہ وخاندان وغیرہ) کی ظلم پر (یعنی ناحق) مدد کی تو وہ اس اونٹ کی طرح ہے جو کنویں میں گر پڑا، اب وہ اپنی دم سے کھینچ کر نکالا جائے گا (مسند احمد)

---

[1] قال شعیب الارنؤوط:
إسناده حسن من أجل سماك (حاشية مسند أحمد)

www.idaraghufran.org

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ان کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

قَالَ: مَنْ نَصَرَ قَوْمَهُ عَلٰى غَيْرِ الْحَقِّ، فَهُوَ كَالْبَعِيْرِ الَّذِىْ رُدِّىَ، فَهُوَ يُنْزَعُ بِذَنَبِهٖ (سنن ابی داود) [1]

ترجمہ: جس شخص نے اپنی قوم (یعنی اپنی برادری یا قبیلہ وخاندان وغیرہ) کی ناحق مدد کی تو وہ اس اونٹ کی طرح ہے جو کنویں میں گر پڑا، اب وہ اپنی دم سے کھینچ کر نکالا جائے گا (ابوداؤد)

مطلب یہ ہے کہ اپنی قوم یا خاندان و برادری وغیرہ کی ناحق مدد کرنے سے انسان ہلاکت میں مبتلا ہو جاتا ہے، جس طرح سے کہ (کنویں میں) گرا ہوا اونٹ جس کو دُم سے کھینچ کر نکالا جائے، وہ بھی ہلاک ہو جاتا ہے، اور اس کا زندہ بچ پانا مشکل ہوتا ہے۔ [2]

اس سے معلوم ہوا کہ اپنی قوم، قبیلہ، جماعت وغیرہ کی بے جا طرفداری کرنا اور ناحق ساتھ دینا ہلاکت کا باعث ہے۔

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَمِنَ الْعَصَبِيَّةِ أَنْ يُحِبَّ الرَّجُلُ قَوْمَهُ؟ قَالَ: لَا، وَلٰكِنْ مِنَ الْعَصَبِيَّةِ أَنْ يَّنْصُرَ الرَّجُلُ قَوْمَهُ عَلَى الظُّلْمِ (مسند أحمد، رقم الحديث ١٦٩٨٩) [3]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا آدمی کا اپنی قوم (یعنی اپنی برادری یا خاندان وقبیلہ وغیرہ) سے محبت

---

[1] رقم الحديث ٥١١٧، كتاب الادب، باب فى العصبيه.
قال شعيب الارنؤوط: حديث حسن (حاشية سنن ابى داوٗد)

[2] (مثل الذى يعين قومه على غير الحق مثل بعير تردى وهو يجر بذنبه) لفظ رواية أبى داود كمثل بعير تردى فى بئر فهو ينزع منها بذنبه اه قال بعضهم: معنى الحديث أنه قد وقع فى الإثم وهلك كالبعير إذا تردى فى بئر فصار ينزع بذنبه ولا يقدر على الخلاص (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ٨١٤٢)

www.idaraghufran.org

[3] قال شعيب الارنؤوط: حديث حسن (حاشية مسند احمد)

رکھنا بھی تعصُّب میں داخل ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں!
بلکہ تعصب تو یہ ہے کہ آدمی اپنی قوم کی ظلم (یعنی ناحق چیز) پر مدد کرے (مسند احمد)

اس سے معلوم ہوا کہ اپنی برادری، خاندان اور قوم یا قبیلہ سے محبت رکھنا تعصب میں داخل نہیں، اور اس سے اسلام نے منع نہیں کیا، لیکن اپنی قوم یا برادری و خاندان اور قبیلہ وغیرہ کی بے جا حمایت اور اس کے ظلم و زیادتی پر مدد کرنا یہ تعصب میں داخل ہے، جس سے اسلام نے سختی کے ساتھ منع کیا ہے۔

مثلاً کسی فرد یا جماعت و پارٹی کی غلط و ناحق بات کی اس بنیاد پر تائید کرنا اور اسے اس پر ابھارنا کہ اس فرد یا جماعت کا اپنے قبیلہ یا علاقہ سے تعلق ہے، یہ حرام ہے، جیسا کہ آج کل صوبائی اور مختلف قومی تعصّبات کی وجہ سے ایسا کیا جاتا ہے، اور اس کے نتیجہ میں بڑے بڑے اجتماعی نقصانات پیش آجاتے ہیں، بلکہ مسلمانوں کے دشمن اسی تعصب کو ہوا دے کر مسلمانوں کو آپس میں لڑاتے بھڑاتے اور اس سے بڑھ کر علاقے اور ملک تقسیم کراتے ہیں، اور وہ خود بیٹھ کر تماشا دیکھتے ہیں۔

لہٰذا اپنی برادری یا خاندان اور قبیلہ وغیرہ کی بنیاد پر تعصب اور عصبیت میں مبتلاء ہونا جائز نہیں بلکہ حق کا ساتھ دینا چاہیے اور اسی حق کی بنیاد پر کسی کا تعاون کرنا چاہیے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰى أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ إِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللّٰهُ أَوْلٰى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰى أَنْ تَعْدِلُوا وَإِنْ تَلْوُوا أَوْ تُعْرِضُوا فَإِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا (سورة النساء، آية ١٣٥)

ترجمہ: اے ایمان والو انصاف پر قائم ہونے والے اللہ ہی کے لئے گواہی دینے والے بن کر رہو، اگر چہ تمہاری جانوں یا تمہارے ماں باپ یا تمہارے رشتہ

www.idaraghufran.org

داروں کے خلاف پڑ جائے، اگر کوئی مالدار ہے یا محتاج ہے تو اللہ ان کا خیر خواہ تم سے زیادہ ہے، سو تم خواہش کی پیروی نہ کرو انصاف کرنے میں، اور اگر تم (فیصلے کے وقت) بات کو گھما پھرا کر کہو گے یا (حق سے) اعراض کرو گے تو بے شک اللہ تمہارے اعمال سے پوری طرح باخبر ہے (سورہ نساء)

اس سے معلوم ہوا کہ تعلق ورشتہ داری اور برادری پرستی وغیرہ کی بنیاد پر کسی کا بے جا ساتھ دینا اور طرف داری کرنا، درحقیقت ناانصافی اور ظلم پرستی اور خواہش کی پیروی ہے، جس سے اللہ پوری طرح باخبر ہے، اور اس کا مؤاخذہ فرمائے گا، اور اس کے برعکس عدل وانصاف پسندی پر اجر وانعام سے نوازے گا۔

اور قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلٰى أَلَّا تَعْدِلُوا اِعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ (سورة المائدة، رقم الآية ٨)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم اللہ کے لئے پوری پابندی کرنے والے، انصاف کی گواہی دینے والے ہو جاؤ، اور کسی قوم کی دشمنی تم کو عدل (وانصاف) سے نہ ہٹائے، عدل (وانصاف) کرو، یہی بات تقویٰ کے زیادہ قریب ہے، اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ پوری طرح خبر رکھنے والا ہے تمہارے اعمال کی (سورہ مائدہ)

اس سے معلوم ہوا کہ کسی سے اختلاف اور عداوت ہونے کی صورت میں بھی اس کے ساتھ عدل وانصاف کرنا چاہئے، تقوے اور اللہ کے خوف کا تقاضا یہی ہے۔

اور قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى وَبِعَهْدِ اللّٰهِ أَوْفُوا ذٰلِكُمْ وَصّٰاكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ (سورة الانعام، رقم الآية ١٥٢)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: اور جب تم کوئی بات کرو، تو انصاف کو اختیار کرو، اگرچہ رشتہ دار ہی ہو اور اللہ کا عہد پورا کرو، اللہ نے تمہیں یہ حکم دیا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو (سورہ انعام)

اس سے معلوم ہوا کہ قرابت داری و برادری پرستی وغیرہ کی خاطر عدل وانصاف اور حق پرستی کا دامن چھوڑ دینا، اللہ کے عہد کو توڑنا ہے، جو کہ سخت گناہ ہے۔

خلاصہ یہ کہ برادری، قبیلہ یا خاندان وغیرہ کی بنیاد پر کسی دوسری برادری یا قبیلہ وخاندان کی یا اس سے تعلق رکھنے والے شخص کی ناحق طرفداری کرنا اور آپس میں پھوٹ ڈالنا اور تفرقہ بازی پیدا کرنا اور اس سے بڑھ کر قتل وقتال کرنا سنگین گناہ ہے۔

جس سے مسلمانوں کو بچنے کی ضرورت ہے۔

اس تمام بحث کا خلاصہ یہ نکلا کہ نسب وغیرہ کی بنیاد پر آخرت کی نجات کا دارومدار رکھنا، نسب پر فخر وتفاخر کرنا، کسی کے نسب کو حقیر سمجھنا اور نسب کو تبدیل کرنا اور نسب میں غلط بیانی کرنا اور نسب کی بنیاد پر تفرقہ بازی وغیرہ اختیار کرنا جائز نہیں۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَ عِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ.

www.idaraghufran.org

حصہ اول

صلہ رحمی اور قطع رحمی

اسلام میں صلہ رحمی کی بڑی فضیلت واہمیت ہے، اور رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کے عظیمُ الشان مختلف فضائل اور فوائد کا قرآن وسنت میں ذکر آیا ہے، اور اس کے برعکس رشتہ داروں سے قطع رحمی اور بدسلوکی کرنے کی مذمت، اور اس پر انتہائی سخت وعیدوں اور عذابوں، اور نقصانات کا بھی ذکر آیا ہے۔

بلکہ اسلام میں صلہ رحمی کے حکم پر عمل کرنے کے لئے رشتہ داروں کی پہچان حاصل کرنے کا بھی حکم آیا ہے۔

آگے الگ الگ فصلوں میں صلہ رحمی کی حقیقت، صلہ رحمی کی فضیلت واہمیت اور اس کے مقابلہ میں قطع رحمی کی مذمت کا قرآن وسنت کی روشنی میں تفصیل کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے، تاکہ صلہ رحمی اور خاندانی نظام کی اہمیت وحقیقت کا علم ہو، اور اس پر عمل کرنے کی محبت پیدا ہو، اور قطع رحمی سے بچنے کا بھی اہتمام ہو۔

اللہ تعالیٰ فہمِ سلیم کے ساتھ سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

Idara Ghufran

(فصل نمبر 1)

صلہ رحمی وحسنِ سلوک کے لئے رشتہ داروں کی پہچان کرنے کا حکم

اسلام میں رشتہ داروں سے صلہ رحمی اور حسنِ سلوک کی اہمیت اور قطع رحمی و بدسلوکی کی مذمت اور برائی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ صلہ رحمی کا حکم پورا کرنے اور قطع رحمی سے بچنے کے لئے اپنے نسب اور رشتہ داروں کا علم ومعرفت حاصل کرنے اور ان کی حفاظت رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، اس سلسلہ میں کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

تم صلہ رحمی کے لئے اپنے رشتہ داروں کا علم حاصل کرو

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: تَعَلَّمُوا مِنْ أَنْسَابِكُمْ مَا تَصِلُونَ بِهِ أَرْحَامَكُمْ، فَإِنَّ صِلَةَ الرَّحِمِ مَحَبَّةٌ فِي الْأَهْلِ، مَثْرَاةٌ فِي الْمَالِ، مَنْسَأَةٌ فِي الْأَثَرِ (سنن الترمذی) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے نسبوں (ورشتوں) کا علم حاصل

[1] رقم الحدیث ۱۹۷۹، ابواب البر و الصلة، باب ما جاء فی تعلیم النسب، مسند احمد، رقم الحدیث ۸۸۶۸، مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۷۲۸۴، کتاب البر والصلة.

قال الترمذی: هذا حدیث غریب من هذا الوجه ومعنى قوله: منسأة فی الأثر یعنی زیادة فی العمر.

وقال الحاکم: هذا حدیث صحیح الإسناد ولم یخرجاه.

وقال الذهبی فی التلخیص: صحیح.

www.idaraghufran.org

قال شعیب الارنؤوط: إسناده حسن (حاشیة مسند احمد)

کرو، تاکہ تم اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی (وحسنِ سلوک) کرسکو، کیونکہ بے شک صلہ رحمی (وحسنِ سلوک کا عمل) گھر والوں میں محبت، مال میں برکت، اور دیر پا زندگی (یعنی زندگی میں برکت) کا ذریعہ ہے (ترمذی، مسند احمد)

حضرت علاء بن خارجہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: تَعَلَّمُوْا مِنْ أَنْسَابِكُمْ مَا تَصِلُوْنَ بِهٖ أَرْحَامَكُمْ، فَإِنَّ صِلَةَ الرَّحِمِ مَحَبَّةٌ لِلْأَهْلِ، وَثَرَاءٌ لِلْمَالِ وَمَنْسَأَةٌ لِلْأَجَلِ (المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۱۷۶) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے نسبوں (ورشتوں) کا علم حاصل کرو، تاکہ تم اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی (وحسنِ سلوک) کرسکو، کیونکہ بے شک صلہ رحمی (یعنی رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرنا) گھر والوں میں محبت، مال میں برکت، اور دیرینہ زندگی (یعنی زندگی میں برکت) کا ذریعہ ہے (طبرانی)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے منبر پر یہ سنا کہ:

تَعَلَّمُوْا أَنْسَابَكُم ثُمَّ صِلُوْا أَرْحَامَكُمْ وَاللّٰهِ إِنَّهٗ لَيَكُوْنُ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ أَخِيْهِ الشَّیْءُ وَلَوْ يَعْلَمُ الَّذِیْ بَيْنَهٗ وبينهٗ مِنْ دَاخِلَةِ الرَّحِمِ لَأَوْزَعَهٗ ذٰلِكَ عَنْ اِنْتِهَاكِهٖ (الادب المفرد للبخاری) [2]

ترجمہ: تم اپنے خاندان (اور رشتہ داروں) کا علم حاصل کرو، پھر اپنے رشتہ داروں

---

[1] قال الهيثمی:
رواه الطبرانی فی الكبير، ورجاله موثقون (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۹۳۰، باب فی علم النسب)

[2] رقم الحديث ۷۲، باب تعلموا من أنسابكم ما تصلون به أرحامكم.
قال الألبانی:
حسن الإسناد وصح مرفوعا (حاشية الادب المفرد)

www.idaraghufran.org

کے ساتھ صلہ رحمی کرو، اللہ کی قسم کہ آدمی اور اس کے (رشتہ دار) بھائی کے درمیان (بظاہر) کچھ (اختلاف وقطع تعلقی وغیرہ کا معاملہ) ہوتا ہے، اور اگر وہ اس چیز کو جان لے، جو اس کے اور اس کے (رشتہ دار) بھائی کے درمیان رحم کے اندر سے تعلق (رکھتی) ہے، تو وہ اس کو قطع رحمی کرنے سے ضرور روک دے (الادب المفرد)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

تَعَلَّمُوا مِنْ أَنْسَابِكُمْ مَا تَصِلُوْنَ بِهٖ أَرْحَامَكُمْ، وَاللّٰهِ إِنَّهٗ لَيَكُوْنُ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ أَخِيْهِ التَّنَازُعُ، وَلَوْ يَعْلَمُ الَّذِىْ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهٗ مِنْ دُخْلَةِ الرَّحِمِ لَوَزِعَهٗ ذٰلِكَ عَنِ انْتِهَاكِهٖ (مسند الشاميين للطبرانى) [1]

---

[1] رقم الحديث ٣٢٠٢.

قال ابو حذيفة:

تعلموا من أنسابكم ما تصلون به أرحامكم"

قال الحافظ :ورد فى المرفوع حديث :فذكره، وله طرق أقواها ما أخرجه الطبرانى من حديث العلاء بن خارجة .وجاء هذا أيضا عن عمر، ساقه ابن حزم (أى فى كتاب النسب) بإسناد رجاله موثقون إلا أنّ فيه انقطاعا "صحيح. ورد من حديث العلاء بن خارجة ومن حديث أبى هريرة ومن حديث ابن عباس ومن حديث على ومن حديث عمر قوله ومن حديث عطاء مرسلا.

فأما حديث العلاء بن خارجة فأخرجه الطبرانى فى "الكبير(١٨/٩٨)"عن على بن عبد العزيز البغوى ثنا مسلم بن إبراهيم ثنا وهيب بن خالد ثنا عبد الرحمن بن حرملة عن عبد الملك بن يعلى عن العلاء بن خارجة رفعه "تعلموا من أنسابكم ما تصلون به أرحامكم، فإن صلة الرّحم محبة للأهل، مثراة للمال، ومنساة للأجل"

وأخرجه أبو نعيم فى "الصحابة(٥٥١١)"عن الطبرانى به.

وأخرجه ابن قانع فى "الصحابة(٢/٣٠٣)"من طريق المغيرة بن سلمة القرشى المخزومى ثنا وهيب به قال المنذرى :إسناده لا بأس به "الترغيب(٣/٣٣٥)"وقال الهيثمى :ورجاله موثقون" وذكره فى موضع آخر وقال :ورجاله قد وثقوا "المجمع (١/١٩٣ و٨/١٥٢)

وأما حديث أبى هريرة فله عنه طريقان:

الأول :يرويه عبد الملك بن عيسى الثقفى عن يزيد مولى المنبعث عن أبى هريرة رفعه "تعلموا من أنسابكم ما تصلون به أرحامكم، فإنّ صلة الرحم محبة فى الأهل، ومثراة فى

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: تم اپنے رشتہ داروں کا علم حاصل کرو، تاکہ تم اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی (وحسنِ سلوک) کرسکو، اللہ کی قسم کہ آدمی اوراس کے (رشتہ دار) بھائی کے درمیان کوئی تنازع ہوجاتا ہے، اور اگر وہ اپنے اور اُس کے درمیان، رشتہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

المال، ومنساة فى الأثر "أخرجه ابن المبارك فى "البر والصلة(١٩٧)"عن عبد الملک بن عيسى به.

وأخرجه أحمد (٢/٣٧٤)والترمذى(١٩٧٩)وابن أبى الدنيا فى "مكارم الأخلاق (٢٥٢)"والحاكم(٤/١٦١)وابن الجوزى فى "البر والصلة(٢٢٧)"من طرق عن ابن المبارک به.

قال الترمذى :هذا حديث غريب من هذا الوجه "وقال الحاكم :صحيح الإسناد"قلت: إسناده حسن إنْ كان يزيد مولى المنبعث سمع من أبى هريرة فإنه لم يذكر سماعا منه.

والحديث اختلف فيه على عبد الملک بن عيسى، فرواه إسماعيل بن أبى أويس عن أبى ضَمرة أنس بن عياض عن عبد الملک بن عيسى عن عبد الله بن يزيد مولى المنبعث عن أبى هريرة.

فجعله عن عبد الله بن يزيد مولى المنبعث.أخرجه البغوى فى "شرح السنة(٣٤٣٠)" والأول أصح.

الثانى :يرويه يحيى بن أبى كثير عن أبى سلمة عن أبى هريرة رفعه "تعلموا من أنسابكم ما تصلون به أرحامكم"

أخرجه الطبرانى فى "الأوسط(٨٣٠٤)"وابن عدى(٢/٤٤٥)والحاكم(١/٨٩)وفى "علوم الحديث "(ص ١٦٩)من طريق حاتم بن إسماعيل المدنى ثنا أبو الأسباط الحارثى اليمانى عن يحيى بن أبى كثير به.قال الطبرانى :لم يَرو هذا الحديث عن يحيى بن أبى كثير إلا أبو الأسباط، تفرد به حاتم"

وقال الهيثمى :رواه الطبرانى فى الأوسط وفيه أبو الأسباط بشر بن رافع وهو مجمع على ضعفه" وذكره فى موضع آخر وقال :وفيه أبو الأسباط وهو ضعيف" المجمع(١/١٩٢ و ٨/١٥٢)

وأما حديث ابن عباس فأخرجه الطيالسى (ص ٣٦٠) عن إسحاق بن سعيد ثنى أبى قال :كنت عند ابن عباس فأتاه رجل فسأله :من أنت؟ قال :فمت له برحم بعيدة فألان له القول فقال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم " -اعرفوا أنسابكم تصلوا أرحامكم فإنّه لا قُرب بالرحم إذا قطعت وإنْ كانت قريبة ولا بُعد بها إذا وصلت وإن كانت بعيدة"ومن طريقه أخرجه البيهقى (١٠/١٥٧)وفى "الشعب(٧٥٦٩)" والحاكم (١/٨٩)

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

داری کے تعلق (اور اس کی اہمیت) کو جان لے، تو وہ اُسے قطع رحمی کرنے سے روک دے (طبرانی)

مطلب یہ ہے کہ رشتہ داروں کی پہچان اور ان کے ساتھ رشتہ داری کا علم حاصل کرنا اس لئے ضروری ہے کہ اس کے بغیر رشتہ داروں سے صلہ رحمی اور حسنِ سلوک کرنا مشکل ہوتا ہے، بعض اوقات انسان اس لیے غفلت اختیار کرتا ہے کہ اُسے یہ معلوم ہی نہیں ہوتا، کہ فلاں سے اس کی رشتہ داری کا تعلق ہے، جس کی بڑی اہمیت ہے، یا اس کو رشتہ داری کا علم تو ہوتا ہے، لیکن صلہ رحمی کی اہمیت کا علم نہیں ہوتا، اور اگر اس کو یہ معلوم ہو جائے تو وہ صلہ رحمی کر کے نہ صرف یہ کہ قطع رحمی کے عظیم گناہ سے بچ سکتا ہے، بلکہ صلہ رحمی کر کے عظیم الشان ثواب بھی حاصل کر سکتا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال :هذا حديث صحيح على شرط البخارى ولم يخرجه واحد منهما، وإسحاق بن سعيد هو ابن عمرو بن سعيد بن العاص قد احتج البخارى بأكثر رواياته عن أبيه"

وقال الذهبى :قلت :لكن لم يخرج لأبى داود الطيالسى "وأخرجه فى موضع آخر (۲۱۲/۴)وقال :صحيح على شرط الشيخين "قلت :إسناده صحيح، لكن اختلف فيه على إسحاق بن سعيد، فرواه أحمد بن يعقوب الكوفى عنه عن أبيه عن ابن عباس قوله.أخرجه البخارى فى "الأدب المفرد(۷۳)"وأحمد بن يعقوب وثقه العجلى وغيره، وأبو داود الطيالسى ثقة ثبت وقد رفع الحديث فالقول قوله.وتابعه قراد أبو نوح عبد الرحمن بن غزوان الضبى أنا إسحاق بن سعيد به.

أخرجه البيهقى فى "الشعب(۷۵۷۰)"وأما حديث على فأخرجه الخطيب فى "الموضح(۲/۳۹۴-۳۹۵)"قال :كتب إلىّ أبو الطيب أحمد بن على بن محمد الجعفرى من الكوفة وحدثنى محمد بن على الصورى عنه قال :حدثنا أبو المفضل عبد الله بن عبد الخالق حدثنا أبو عبد الله جعفر بن محمد العلوى الحسنى ثنا على بن حمزة العلوى ثنا على بن موسى الرضا عن أبيه موسى بن جعفر عن أبيه جعفر بن محمد عن آبائه عن على بن أبى طالب رفعه "تعلموا من أنسابكم ما تصلون به أرحامكم، فإنّ صلة الرحم منسأة فى الأجل، مثراة للمال، مرضاة للرب تعالى"

وقال :قال لى الصورى :سألت أبا الطيب الجعفرى عن عبد الله بن عبد الخالق فقال : هو أبو المفضل الشيبانى"

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

تم صلہ رحمی کے لئے اپنے رشتہ داروں کی معرفت حاصل کرو

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِعْرِفُوْا أَنْسَابَکُمْ تَصِلُوْا أَرْحَامَکُمْ فَإِنَّہُ لَا قُرْبَ لِرَحِمٍ إِذَا قُطِعَتْ وَإِنْ کَانَتْ قَرِیْبَۃً وَلَا بُعْدَ لَھَا إِذَا وُصِلَتْ وَإِنْ کَانَتْ بَعِیْدَۃً (مستدرک حاکم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے رشتہ داروں کی معرفت (وپہچان) حاصل کرو، تاکہ تم اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرسکو، کیونکہ رشتہ داری کوکوئی قرب (ونزدیکی) حاصل نہیں، جبکہ اسے قطع کردیا جائے، اگرچہ وہ قریبی رشتہ داری ہی ہو، اور رشتہ داری کوکوئی بُعد حاصل نہیں، جب صلہ رحمی کی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قلت :واسمه محمد بن عبد الله بن محمد بن همام بن المطلب وهو متهم بوضع الحديث (انظر اللسان٥/ ٢٣١)

وأما حديث عمر فأخرجه البخارى فى "الأدب المفرد(٧٢)"عن عمرو بن خالد الحرانى ثنا عتاب بن بشير عن إسحاق بن راشد عن الزهرى ثنى محمد بن جبير بن مطعم أنّ جبير بن مطعم أخبره أنه سمع عمر بن الخطاب يقول على المنبر :تعلموا أنسابكم ثم صلوا أرحامكم، والله إنه ليكون بين الرجل وبين أخيه الشىء ولو يعلم الذى بينه وبينه من داخلة الرحم لأوزعه ذلک عن انتهاكه"

إسحاق بن راشد هو الجزرى وهو صدوق تكلموا فى حديثه عن الزهرى، وقد احتج البخارى بروايته عن الزهرى فالله أعلم.

وأما حديث عطاء فأخرجه المعافى بن عمران فى "الزهد(١٤٥)"عن طلحة بن عمرو المكى عن عطاء قال :بلغنى أنّ النبى -صلى الله عليه وسلم -كان يقول "تعلموا من أنسابكم ما تصلون به أرحامكم"وطلحة بن عمرو قال النسائى وغيره :متروک الحديث(انيس السارى تخريج احاديث فتح البارى، ج٤ص٢٧٣٥ الىٰ ٢٧٣٨، تحت رقم الحديث ١٨٤٨، حرف التاء)

[1] رقم الحديث ٧٢٨٣، كتاب البر والصلة، مسند الطيالسى، رقم الحديث ٢٨٨٠.

قال الحاكم:هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه.

وقال الذهبى فى التلخيص :على شرط البخارى ومسلم.

www.idaraghufran.org

جائے، اگرچہ وہ دور کی رشتہ داری ہی ہو (حاکم، طیالسی)

اس طرح کی حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے۔[1]

مطلب یہ ہے کہ جب رشتہ داری کا علم ہو جاتا ہے، تو صلہ رحمی کرکے اس کو قریب کرنا آسان ہوتا ہے، اور علم نہ ہو، تو قریبی رشتہ داری بھی قطع رحمی کی وجہ سے دوری اختیار کر لیتی ہے۔

تم صلہ رحمی کے لئے اپنے رشتہ کو محفوظ رکھو

امام بخاری رحمہ اللہ نے اَلادبُ المفرد میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے موقوفاً اس طرح روایت کیا ہے کہ:

اِحْفَظُوْا أَنْسَابَكُمْ تَصِلُوْا أرحَامَكُم فَإِنَّهُ لَا بُعْدَ بِالرَّحِمِ إِذَا قَرُبَتْ وَإِنْ كَانَتْ بَعِيْدَةً وَلَا قُرْبَ بِهَا إِذَا بُعِدَت وَإِنْ كَانَتْ قَرِيْبَةً، وكُلُّ رَحِمٍ أٰتِيَةٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَمَامَ صَاحِبِهَا تَشْهَدُ لَهُ بِصِلَةٍ، إِنْ كَانَ وَصَلَهَا، وَعَلَيْهِ بِقَطِيْعَةٍ إِنْ كَانَ قَطَعَهَا (الادب المفرد للبخاری)[2]

ترجمہ: تم اپنے نسبوں کی حفاظت کرو، تاکہ تم اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی (وحسنِ سلوک) کرسکو، کیونکہ رشتہ داری کو کوئی بُعد (اور دوری) حاصل نہیں، جبکہ (صلہ رحمی کرکے) اسے قریب کرلیا جائے، اگرچہ وہ دور کی رشتہ داری ہی ہو، اور

---

[1] إسحاق بن سعيد، عن أبيه، قال: كنت عند ابن عباس فأتاه رجل فمت إليه برحم بعيدة، فقال ابن عباس: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اعرفوا أنسابكم تصلوا أرحامكم، فإنه لا قرب لرحم إذا قطعت، وإن كانت قريبة، ولا بعد لها إذا وصلت وإن كانت بعيدة (المستدرک على الصحيحين للحاكم ، رقم الحديث ٣٠١)

قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط البخارى، ولم يخرجه واحد منهما، وإسحاق بن سعيد هو ابن عمرو بن سعيد بن العاص قد احتج البخارى بأكثر رواياته عن أبيه، ولهذا الحديث شاهد مخرج مثله فى الشواهد.

وقال الذهبى فى التلخيص: على شرط البخارى.

[2] رقم الحديث ٧٣، باب تعلموا من أنسابكم ما تصلون به أرحامكم.

قال الألبانى: صحيح الإسناد وصح مرفوعا (حاشية الادب المفرد)

www.idaraghufran.org

رشتہ داری کو کوئی قرب (ونزدیکی) حاصل نہیں، جبکہ (قطع رحمی کرکے) اسے دور کردیا جائے، اگرچہ وہ قریب کی رشتہ داری ہی ہو، اور ہر رشتہ داری قیامت کے دن اس کے رشتہ دار کے سامنے آئے گی، اور اگر اس نے صلہ رحمی کی ہوگی، تو اس کے حق میں صلہ رحمی کی گواہی دے گی، اور اگر قطع رحمی کی ہوگی، تو اس کے خلاف قطع رحمی کی گواہی دے گی (الادب المفرد)

مطلب یہ ہے کہ قریبی رشتہ دار کے ساتھ رشتہ داری کو قطع کرنے اور توڑ دینے سے وہ رشتہ داری دُور کی اور اجنبی بن جاتی ہے، اور دُور کے رشتہ دار کے ساتھ صلہ رحمی اور نیک سلوک کرنے سے وہ رشتہ داری قریب کی اور پہچان والی بن جاتی ہے۔

پس رشتہ داروں کا علم اور پہچان حاصل کرنا اور ان کی حفاظت کرنا ضروری ہوا، کیونکہ صلہ رحمی کے حکم پر عمل اور قطع رحمی کے گناہ سے بچنے کا دارومدار اسی پہچان حاصل کرنے پر موقوف ہے۔

اور معلوم ہوا کہ صلہ رحمی اور اس کے مقابلہ میں قطع رحمی اتنی اہم چیز ہے کہ اس کی خاطر رشتہ داروں کا علم اور ان کی پہچان حاصل کرنے اور ان کی حفاظت کرنے کا بھی حکم ہے۔ [1]

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَ عِلْمُہٗ اَتَمّ وَاَحْکَمُ.

---

[1] (اعرفوا) بهمزة مفتوحة (الصواب بهمزة وصل مكسورة) من عرف الشيء إذا تحققه وتعلمه :أى اعرفوا أيها الناس ندبا (أنسابكم) جمع نسب وهو القرابة :أى تعرفوها وافحصوا عنها وتعلموها (تصلوا أرحامكم) أى لتصلوا أرحامكم أو لأن ذلك يبعث على صلة أرحامكم بالإحسان وبذل الود ونحو ذلك من صنوف البر (فإنه) أى الشأن (لاقرب) بضم القاف (بالرحم إذا قطعت وإن كانت قريبة) فى نفس الأمر (ولا بعد بها وإن كانت بعيدة) فى نفس الأمر فالقطع يوجب النكران والإحسان يوجب العرفان قال البلقينى :أمر بمعرفة الأنساب وإنما تعرف بتظاهر الأخبار ولا يمكن فى أكثرها العيان (الطيالسى) أبو داود (ك) فى البر والصلة من حديث ابن عمرو الأموى (عن ابن عباس) قال ابن عمرو كنت عند ابن عباس فمت إليه رجل برحم بعيدة فقال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فذكره قال الحاكم على شرط البخارى قال الذهبى :لكنه لم يخرج لأبى داود الطيالسى كذا فى التلخيص وقال فى المهذب إسناده جيد(فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۱۱۵۴، حرف الهمزة)

www.idaraghufran.org

(فصل نمبر 2)

صلہ رحمی اور قطع رحمی کی حقیقت

پہلے صلہ رحمی اور قطع رحمی کی حقیقت ملاحظہ فرمائیے۔

’’صلہ رحمی‘‘ میں دو الفاظ ہیں، ایک ’’صلہ‘‘ اور دوسرے ’’رحمی‘‘

صلہ کے معنیٰ جوڑنے اور ملانے کے آتے ہیں، اور رحم دراصل عورت کے پیٹ میں اس عضو کا نام ہے، جہاں حمل کا استقرار ہوتا، اور بچہ پیدائش سے قبل نشوونما پاتا ہے، اسی مناسبت سے رحم کا استعمال رشتہ داری کے لئے بھی ہوتا ہے، کیونکہ رشتہ داری بنیادی طور پر رحم کے واسطہ سے ہی وجود میں آتی اور آگے بڑھتی ہے۔ [1]

اس لئے ’’صلہ رحمی‘‘ درحقیقت، رشتہ داری کو جوڑنے اور رشتہ داروں کے ساتھ نیک اور اچھا سلوک کرنے کو کہا جاتا ہے۔

اور اس کے برعکس ’’قطع رحمی‘‘ صلہ رحمی کی خلاف ورزی کرنے کو کہا جاتا ہے، کیونکہ قطع کے معنیٰ چھوڑنے اور کاٹنے اور توڑنے کے آتے ہیں، جس طرح سے اس کے مقابلہ میں صلہ کے معنیٰ جوڑنے اور ملانے کے آتے ہیں۔ [2]

---

[1] والأرحام جمع رحم بفتح الراء وكسر الحاء وهى على ما فى القاموس القرابة أو أصلها وأسبابها وقال الراغب :الرحم رحم المرأة أى بيت منبت ولدها ووعاؤه ومنه استعير الرحم للقرابة لكونهم خارجين من رحم واحدة ويقال للأقارب ذوو رحم كما يقال لهم أرحام وقد صرح ابن الأير بأن ذا الرحم يقع على كل من يجمع بينک وبينه نسب ويطلق فى الفرائض على الأقارب من جهة النساء (روح المعانى ،ج١٣ ص٢٢٥، تحت آيت ٢٢، ٢٣ من سورة محمد)

[2] (صلة الرحم) وحقيقة الصلة العطف والرحمة (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ٨٠٢٩)

قد تكرر فى الحديث ذكر صلة الرحم .وهى كناية عن الإحسان إلى الأقربين ......والتعطف عليهم والرفق بهم والرعاية لأحوالهم وكذلک إن بعدوا أو أساء وا .وقطع الرحم ضد ذلک كله .يقال

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنے میں ان کو ایذاء وتکلیف نہ پہنچانا، اور اپنی حسبِ حیثیت، اور رشتہ داروں کی حسبِ ضرورت مالی وبدنی خدمت کرنا، سلام کلام، بیمار پرسی، خبر گیری، زبانی تسلی وہمدردی کا اظہار وغیرہ کرنا داخل ہیں، جس کی بہت تاکید اور اس کے مختلف فضائل وفوائد ہیں۔

اور قطع رحمی میں رشتہ داروں کو ایذاء وتکلیف پہنچانا، اور سلام وکلام چھوڑ دینا، اور ان کی خبر گیری نہ کرنا وغیرہ داخل ہیں، اور یہ قطع رحمی کبیرہ گناہ اور شدید وسخت ترین عذاب اور وبال کا باعث ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وصل رحمه يصلها وصلا وصلة والهاء فيها عوض من الواو المحذوفة فكأنه بالإحسان إليهم قد وصل ما بينه وبينهم من علاقة القرابة والصهر (النهاية فى غريب الاثر، ج۵، ص ۴۲۵، باب الواو مع الصاد)

القطيعة :الهجران والصد وهى فعلية من القطع ويريد به ترك البر والإحسان إلى الأهل والأقارب وهى ضد صلة الرحم (النهاية فى غريب الاثر، ج۴، ص ۱۳۲، باب القاف مع التاء)

[1] ووصل الرحم تشريك ذوى القربى فى الخيرات وهو قد يكون بالمال وبالخدمة وبالزيارة ونحوها وقال عياض لا خلاف أن صلة الرحم واجبة فى الجملة وقطيعتها معصية كبيرة والأحاديث تشهد لهذا ولكن للصلة درجات بعضها أرفع من بعض وأدناها ترك المهاجرة وصلتها بالكلام ولو بالسلام ويختلف ذلك باختلاف القدرة والحاجة فمنها واجب ومنها مستحب ولو وصل بعض الصلة ولم يصل غايتها لا يسمى قاطعا ولو قصر عما يقدر عليه وينبغى له أن يسم واصلا (عمدة القارى، ج ۱۱، ص ۱۸۱ ، كتاب البيوع، باب من أحب البسط فى الرزق)

(صلة الرحم) أى الإحسان إلى الأقارب على حسب حال الواصل والموصول إليه فتارة يكون بالمال وتارة بالخدمة وتارة بالزيارة (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۵۰۰۱)

والرحم القرابة ولو غير محرم بنحو إيذاء أو صد أن هجر فإنه كبير كما يفيده هذا الوعيد الشديد أما قطيعتها بترك الإحسان فليس بكبير قال الحليمى :بين بهذا الخبر أن الدعاء بما فيه إثم غير جائز لأنه جرأة على الله ويدخل فيه ما لو دعا بشر على من لا يستحقه أو على نحو بهيمة وقال فى الإتحاف :فيه تنبيه على أن البلاء بسبب القطيعة فى الدنيا لا يدفع بلاء الآخرة ولو لم يكن إلا حرمان مرتبة الواصلين (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۸۰۲۸)

قال القرطبى :الرحم التى توصل عامة وخاصة فالعامة رحم الدين ويجب مواصلتها بالود والتناصح والعدل والإنصاف والقيام بالحق الواجب والمندوب والخاصة تزيد بالنفقة على القريب وتفقد

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

جو رشتہ دار نسبی اعتبار سے باہم رشتہ وتعلق رکھتے ہیں، خواہ وہ وارث ہوں یا نہ ہوں، اور خواہ وہ اپنے والد کی طرف سے ہوں (جیسے تایا، چچا، پھوپھی، دادا، دادی وغیرہ) یا والدہ کی طرف سے (جیسے ماموں، خالہ، نانا، نانی وغیرہ) اور اولاد، والدین، بہن بھائی وغیرہ ان سب کے ساتھ درجہ بدرجہ صلہ رحمی کا حکم ہے۔

البتہ والدین کے ساتھ صلہ رحمی کے حکم کی تاکید دوسرے رشتہ داروں کے مقابلہ میں زیادہ ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حاله والتغافل عن زلته وتتفاوت مراتب استحقاقهم فى ذلك ويقدم الأقرب فالأقرب وقال ابن أبى جمرة :صلة الرحم بالمال وبالعون على الحوائج ودفع الضرر وطلاقة الوجه والدعاء والمعنى الجامع إيصاله ما أمكن من خير ودفع ما أمكن من شر بقدر الطاقة وهذا كله إذا كان أهل لرحم أهل استقامة فإن كانوا كفارا أو فجارا فمقاطعتهم فى الله صلتهم بشرط بذل الجهد فى وعظهم وإعلامهم بأن إصرارهم سبب مقاطعتهم وحينئذ تكون صلتهم الدعاء لهم بظهر الغيب بالاستقامة وقال الذهبى :يدخل فيه من قطعهم بالجفاء والإهمال والحمق ومن وصلهم بماله ووده وبشاشته وزيارته فهو واصل ومن فعل بعض ذلك وترك بعضا ففيه قسط من الصلة والقطيعة والناس فى ذلك متفاوتون وقد يعرض الشخص عن رحمه لفسقهم وعتوهم وعنادهم(فيض القدير للمناوى تحت رقم الحديث ۴۵۱۹)

صلة الرحم :هى الاحسان إلى الاقارب على حسب حال الواصل والموصول .فتارة تكون بالمال، وتارة بالخدمة، وتارة بالزيارة، والسلام، وغير ذلك(القاموس الفقهى، ج ۱، ص ۱۴۵، حرف الراء)

[1] (تنبيه) الرحم ضربان رحم قرابة وولادة ورحم إيمان وإسلام ورحم القرابة نوعان رحم يرث ورحم لا يرث ورحم تجب نفقته بالحكم كالأصول والفروع ورحم لا تجب نفقته بالحكم كالحواشى بل بالصلة والإحسان والصلة تكون بالمال وتكون بالزيارة والإحسان وبالصفح فى الأقوال وبالعون فى الأفعال وبالألفة بالمحبة والإجتماع وغير ذلك من معانى التواصل هذا فى الدنيا وأما فيما بعد الموت فبالاستغفار لهم والدعاء ونحو ذلك ومن الصلة للرحمين تعليمهم ما يجهلون وتنبيههم على ما ينفعهم ويضرهم(فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۱۷۶۵)

(وعلى ذى الرحم) أى القرابة من الأب أو الأم وإن بعد (ثنتان :صدقة وصلة) أى فيها ثوابان جليلان، ثواب الصدقة وثواب صلة الرحم (دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين، ج ۳، ص ۱۷۳، باب بر الوالدين وصلة الأرحام)

وأمر العطف فى الآية الكريمة سهل لجواز عطف العام على الخاص كعطف الخاص على العام

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور بعض حضرات نے نسبی رشتوں کے ساتھ سسرالی رشتے زوجین اور ساس، سسر وغیرہ کو بھی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فالذی یترجح عندی أن الأرحام کما صرحوا به الأقارب بالقرابة الغیر السببیة والمراد بهم ما یقابل الأجانب ویدخل فیهم الأصول والفروع والحواشی من قبل الأب أو من قبل الأم وحرمة قطع کل لا شک فیها لأنه علی ما قلنا رحم والآیة ظاهرة فی حرمة قطع الرحم وحکی القرطبی فی تفسیره اتفاق الأمة علی حرمة قطعها ووجوب صلتها ولاینبغی التوقف فی کون القطع کبیرة والعجب من الرافعی علیه الرحمة کیف توقف فی قول صاحب الشامل :أنه من الکبائر وکذا تقریر النووی قدس سره علی توقفه واختلف فی المراد بالقطیعة فقال أبو زرعة :ینبغی أن تختص بالإساء ة وقال غیره :هی ترک الإحسان ولو بدون إساء ة لأن الأحادیث آمرة بالصلة ناهیة عن القطیعة واسطة بینهما والصلة إیصال نوع من أنواع الإحسان کما فسرها بذلک غیر واحد فالقطیعة ضدها فهی ترک الإحسان ونظر فیه الهیثمی بناء علی تفسیر العقوق بأن یفعل مع أحد أبویه ما لو فعله مع أجنبی کان محرما صغیرة فینتقل بالنسبة إلی أحدهما کبیرة وإن الأبوین أعظم من بقیة الأقارب ثم قال :فالذی یتجه لیوافق کلامهم وفرقهم بین العقوق وقطع الرحم أن المراد بالأول أن یفعل مع أحد الأبوین ما یتأذی به فإن کان التأذی لیس بالهین عرفا کان کبیرة وإن لم یکن محرما لو فعله مع الغیر وبالثانی قطع ما ألف القریب منه سابق الصلة والإحسان بغیر عذر شرعی لأن قطع ذلک یؤدی إلی إیحاش القلوب وتأذیها فلو فرض أن قریبه لم یصل إلیه إحسان ولا إساء ة قط لم یفسق بذلک لأن الأبوین إذا فرض ذلک فی حقهما من غیر أن یفعل معهما ما یقتضی التأذی العظیم لغناهما مثلا لم یکن کبیرة فأولی بقیة الأقارب ولو فرض أن الإنسان لم یقطع عن قریبه ما ألفه منه من الإحسان لکنه فعل معه محرما صغیرة أو قطب فی وجهه أو لم یقم له فی ملأ ولا عبأ به لم یکن ذلک فسقا بخلافه مع أحد الأبوین لأن تأکد حقهما اقتضی أن یتمیزا علی بقیة الأقارب بما لا یوجد نظیره فیهم وعلی ضبط الثانی بما ذکرته فلا فرق بین أن یکون الإحسان الذی ألفه منه ریبه مالا أو مکاتبة أو مراسلة أو زیادة أو غیر ذلک فقطع ذلک کله بعد فعله لغیر عذر کبیرة وینبغی أن یراد بالعذر فی المال فقد ما کان یصله به أو تجدد احتیاجه إلیه أو أن یندبه الشارع إلی تقدیم غیر القریب علیه لکونه أحوج أو أصلح فعدم الإحسان إلی القریب أو تقدیم الأجنبی علیه لهذا العذر یرفع عنه وإن انقطع بسبب ذلک ما ألفه منه القریب لأنه إنما راعی أمر الشارع بتقدیم الأجنبی علیه وواضح أن القریب لو ألف منه قدرا معینا من المال یعطیه إیاه کل سنة مثلا فنقصه لا یفسق بذلک بخلاف ما لو قطعه من أصله لغیر عذر وأما عذر الزیادة فینبغی ضبطه بعذر الجمعة أن کلا فرض عین وترکه کبیرة وأما عذر ترک المکاتبة والمراسلة فهو أن لا یجد من یثق به فی أداء ما یرسله معه والظاهر أنه إذا ترک الزیادة التی ألفت منه فی وقت مخصوص لعذر لا یلزمه قضاؤها فی غیر ذلک الوقت والأولاد والأعمام من الأرحام وکذا الخالة فیأتی فیهم وفیها ما تقرر من الفرق بین قطعهم وعقوق الوالدین(روح المعانی ،ج۱۳ ص ۲۲۶، ۲۲۷، تحت رقم الآیات ۲۲،۲۳ من سورة محمد)

صلہ رحمی کے حکم میں داخل مانا ہے۔

بلکہ بعض حضرات نے رضاعی یعنی دودھ شریک رشتوں کو بھی صلہ رحمی میں داخل مانا ہے۔جیسا کہ بچپن میں دودھ پلانے والی عورت کہ وہ رضاعی اوردودھ شریک ماں کہلاتی ہے۔

البتہ نسبی اور قریبی رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کی تاکید غیرنسبی اوردور کے رشتہ داروں سے زیادہ ہے۔ [1]

نیز بعض قریبی اور دور کے رشتہ داروں کے بعض احکام میں فرق بھی ہے، جس کی تفصیل ان شاءاللہ تعالیٰ آگے احکام کے باب میں ذکر کی جائے گی۔

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالىٰ اَعْلَمُ وَ عِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ.

---

[1] وألحقوا الزوج والزوجة بالمحارم والله أعلم قوله صلى الله عليه وسلم (شرح النووى على مسلم، ج١٦، ص١٠٢، و١٠٣، كتاب البر والصلة والآداب، باب بر الوالدين وأنهما أحق به)

الزوجية أجريت مجرى القرابة بدليل أنه يحصل بها الإرث فى جميع الأحوال(الجوهرة النيرة، ج١، ص٣٣٠، كتاب الهبة)

قد تكرر فى الحديث ذكر صلة الرحم .وهى كناية عن الإحسان إلى الأقربين من ذوى النسب والأصهار والتعطف عليهم والرفق بهم والرعاية لأحُوالِهم وكذلك إن بعدوا أو أساء وا .وقطع الرحم ضد ذلك كله .يقال :وصل رحمه يصلها وصلا وصلة والهاء فيها عوض من الواو المحذوفة فكأنه بالإحسان إليهم قد وصل ما بينه وبينهم من علاقة القرابة والصهر (النهاية فى غريب الاثر، ج٥، ص ٤٢٥، باب الواومع الصاد)

والرحم :هى القرابة، ورحم الإنسان هم قرابته، وفى اصطلاح الشرع :الرحم هم القرابة، قال الله عز وجل :وأولوا الأرحام بعضهم أولى ببعض فى كتاب الله ، والمراد به القرابات .وعند الفرضيين :ذوو الأرحام هم الذين لا يرثون بفرض ولا بتعصيب، فهو فى الشرع أعم من معناه عند الفرضيين؛ لأنه يشمل كل القرابات، فالرحم هم قرابة الإنسان سواء كانوا من جهة أبيه أو من جهة امه (شرح ابى داوٗد لعبدالمحسن العباد، ج٩ ص١٦٣، ١٦٤)

السؤال :ما الفرق بين القرابة من النسب والرضاعة من حيث صلة الرحم؟ الجواب :كل منهما يعتبر قرابة، لكن القرابة من النسب مقدمة(شرح ابى داوٗد لعبدالمحسن العباد، ج٢٩ ص٢٣٨، الفرق بين القرابة من النسب والرضاعة فى صلة الرحم)

www.idaraghufran.org

(فصل نمبر 3)

صلہ رحمی کی تاکید اور قطع رحمی کی وعید

صلہ رحمی کی اہمیت اور تاکید کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی کئی آیات میں مختلف طریقوں سے صلہ رحمی کی اہمیت وتاکید اور اس کی فضیلت، اور اس کے مقابلہ میں قطع رحمی کے وبال کا تذکرہ فرمایا ہے۔

قرآن مجید کے علاوہ احادیثِ مبارکہ میں بھی صلہ رحمی کی اہمیت اور تاکید اور اس کے برخلاف قطع رحمی کے وبال اور عذاب کو انتہائی وضاحت وتفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، جس کی کچھ تفصیل ملاحظہ فرمائیے۔

رشتہ داری اللہ تعالیٰ کی اہم نعمت ہے

قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَهُوَالَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًاوَّصِهْرًا (سورة الفرقان، رقم الآية ۵۴)

ترجمہ: اور وہی اللہ ہے، جس نے پانی (کی مانند ایک نطفہ) سے آدمی کو پیدا کیا، پھر اسے نسب اور سسرال (کی قرابت) والا بنایا (سورہ فرقان)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو نسبی اور سسرالی رشتوں کی نعمت عطا کرنے کا ذکر فرمایا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ انسان کے لئے اس کی رشتہ داری اہم نعمت ہے، جس کی قدر کرنی چاہئے، اور قدر دانی کا ایک اہم طریقہ صلہ رحمی کرنا ہے۔ [1]

---

[1] وقوله تعالى :وهو الذى خلق من الماء بشرا الآية، أى خلق الإنسان من نطفة ضعيفة فسواه وعدله وجعله كامل الخلقة ذكرا وأنثى، كما يشاء ، فجعله نسبا وصهرا فهو فى ابتداء أمره ولد نسيب، ثم يتزوج فيصير صهرا، ثم يصير له أصهار وأختان وقرابات، وكل ذلك من ماء مهين، ولهذا قال تعالى:وكان ربك قديرا (تفسير ابنِ كثير، ج٦ص١٠٧ ، تحت آيت ۵۴ من سورة الفرقان)

www.idaraghufran.org

قرآن کی رُو سے قطع رحمی کرنے والے خسارہ میں

قرآن مجید کی سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اَلَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (سورۃ بقرہ رقم الآیۃ ۲۷)

ترجمہ: جو توڑ دیتے ہیں اللہ کے اقرار کو مضبوط کرنے کے بعد اور قطع کر دیتے ہیں اس چیز کو، جس کے جوڑے رکھنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور فساد پیدا کرتے ہیں زمین میں، یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں (سورہ بقرۃ)

جس چیز کو جوڑنے کا حکم ہے، اس میں صلہ رحمی بھی داخل ہے، اور اس کو قطع کرنے میں قطع رحمی بھی داخل ہے، ایسے لوگوں کو جو قطع رحمی کرنے والے ہوں، ان کو اللہ تعالیٰ نے نقصان اٹھانے والا قرار دیا ہے، جس سے قطع رحمی کرنے کی برائی معلوم ہوئی۔ [1]

اللہ کا بنی اسرائیل سے صلہ رحمی کا عہد لینا

سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ

---

[1] واختلف ما الشيء الذى أمر بوصله؟ فقيل :صلة الأرحام .وقيل :أمر أن يوصل القول بالعمل، فقطعوا بينهما بأن قالوا ولم يعملوا .وقيل :أمر أن يوصل التصديق بجميع أنبيائه، فقطعوه بتصديق بعضهم وتكذيب بعضهم .وقيل :الإشارة إلى دين الله وعبادته فى الأرض، وإقامة شرائعه وحفظ حدوده .فهى عامة فى كل ما أمر الله تعالى به أن يوصل .هذا قول الجمهور، والرحم جزء من هذا(تفسير القرطبى، ج ا ،ص ۲۴۷، تفسير سورة البقرة)

www.idaraghufran.org

مُّعْرِضُوْنَ (سورة البقرة، رقم الآية ۸۳)

ترجمہ: اور جب عہد لیا ہم نے بنی اسرائیل سے کہ تم عبادت نہیں کرو گے، اللہ کے سوا کسی کی اور والدین اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں سے اچھا سلوک کرو گے، اور کہو گے لوگوں سے اچھی بات اور قائم کرو گے نماز کو، اور ادا کرو گے زکاۃ کو، پھر تھوڑے سے لوگوں کے علاوہ تم سب پھر گئے اور منہ موڑ لیا (سورۂ بقرہ)

اس سے معلوم ہوا کہ بالخصوص والدین اور علی العموم دوسرے رشتہ داروں سے حسنِ سلوک وصلہ رحمی کرنا ایسا عمل ہے کہ جس کا اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے اپنی عبادت کرنے کے ساتھ عہد لیا تھا۔ [1]

قطع رحمی سے بچنے کا قرآنی حکم

سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا (سوره نساء رقم الآية ۱)

ترجمہ: اے لوگو! ڈرو اپنے رب سے، جس نے پیدا کیا تمہیں ایک جان سے، اور پیدا کیا اسی جان سے اس کا جوڑا، اور پھیلایا ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتوں کو، اور ڈرو اُس اللہ سے جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنا حق مانگتے ہو اور رشتہ داری کے تعلقات سے بھی ڈرو، بے شک اللہ تم پر نگران ہے (سورہ نساء)

---

[1] قوله تعالى (وإذ أخذنا ميثاق بنى إسرائيل لا تعبدون إلا الله وبالوالدين إحسانا) يدل على تأكيد حق الوالدين ووجوب الإحسان إليهما كافرين كانا أو مؤمنين لأنه قرنه إلى الأمر بعبادته تعالى وقوله (وذى القربى) يدل على وجوب صلة الرحم والإحسان إلى اليتامى والمساكين (أحكام القرآن، للجصاص، ج ۱، ص ۴۷، أحكام سورة البقرة)

www.idaraghufran.org

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ سے ڈرنے کا حکم دینے کے ساتھ ساتھ رشتہ داروں کے تعلقات سے ڈرنے یعنی ان کے ساتھ قطع رحمی سے بچنے کا حکم فرمایا ہے، جس سے قطع رحمی سے بچنے کی اہمیت معلوم ہوئی۔ [1]

شرک سے بچنے کے ساتھ صلہ رحمی کا قرآنی حکم

سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا (سورہ نساء، رقم الآیة ۳۶)

ترجمہ: اور عبادت کرو تم اللہ کی، اور شریک نہ ٹھہراؤ اس کے ساتھ کسی کو اور نیک سلوک کرو، والدین کے ساتھ، اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں، اور نزدیکی ہمسائے اور اجنبی پڑوسی اور ہم مجلس اور مسافر کے ساتھ بھی، اور جن کے تم مالک ہو چکے ہو (یعنی غلاموں اور باندیوں سے بھی نیک سلوک کرو) بے شک اللہ پسند نہیں کرتا ہر تکبر کرنے والے اور نہ ہی فخر کرنے والے کو (سورہ نساء)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شرک سے بچنے کا حکم دینے کے ساتھ ساتھ والدین اور دوسرے رشتہ داروں سے حسنِ سلوک اور صلہ رحمی کا حکم فرمایا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ صلہ رحمی کی بہت

---

[1] وفیہ تمهید للامر بالتقوى فى صلة الأرحام وأداء حقوق العباد وَاتَّقُوا اللّٰهَ عطف على اتّقوا ربّكم كانه قيل اتقوه لربوبيته وخلقه إياكم خلقا بديعا ولكونه مستجمعا لجميع صفات الكمال او لكونه مستحقا بذاته للخشية والطاعة الَّذِى تَسائَلُونَ بِهِ قرا اهل الكوفة بتخفيف السين على حذف احدى التاء ين والباقون بالتشديد على ادغام التاء فى السين يعنى يسئل به بعضكم بعضا ويقول أسئلك بالله وَالْأَرْحامَ بالنصب عطفا على الله يعنى واتقوا الأرحام ان تقطعوها (التفسير المظهرى، القسم الثانى من الجزء الثانى، ص ۳، سورة النساء)

www.idaraghufran.org

اہمیت وتاکید ہے، اسی لئے شرک سے بچنے کے ساتھ صلہ رحمی کا حکم دیا گیا ہے۔ [1]

عدل واحسان کے ساتھ صلہ رحمی کا قرآنی حکم

سورہ نحل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَاءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ (سورة النحل، رقم الآية ۹۰)

ترجمہ: بے شک اللہ حکم فرماتا ہے عدل اور احسان کا اور قرابت داروں کو دینے کا اور منع فرماتا ہے بے حیائی اور برے کاموں اور سرکشی سے، نصیحت فرماتا ہے تم کو تاکہ تم نصیحت حاصل کرو (سورہ نساء)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عدل وانصاف کا حکم دینے کے ساتھ رشتہ داروں کے حقوق کی ادائیگی (یعنی ان کے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کرنے) کی تاکید فرمائی ہے، جس سے صلہ رحمی کی اہمیت معلوم ہوئی۔ [2]

عبادت کے حکم کے ساتھ صلہ رحمی کا قرآنی حکم

سورہ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَآ اَوْ کِلٰھُمَا فَلَا تَقُلْ لَّھُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْھَرْھُمَا

---

[1] وقوله تعالى وبذى القربى أمر بصلة الرحم والإحسان إلى القرابة على نحو ما ذكره فى أول السورة فى قوله تعالى والأرحام(أحكام القرآن،للجصاص، ج۳،ص ۱۵۶ ،سورة النساء ،باب بر الوالدين)

[2] وإيتاء ذى القربى اى إعطاء ذى قرابته ما يحتاج اليه يعنى صلة الرحم (التفسير المظهرى، ج۵، ص ۳۶۵، سورة النحل)

www.idaraghufran.org

وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا. وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا. رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا. وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا (سورة بنی اسرائیل، رقم الآیات ۲۳الی ۲۶)

ترجمہ: اور حکم فرمایا آپ کے رب نے کہ عبادت نہ کرنا، اس کے سوا کسی کی ،اور اچھا سلوک کرنا والدین کے ساتھ، اگر تمہارے سامنے ان میں ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے اُف، نہ کہنا اور انہیں نہ جھڑکنا، اور ان دونوں کے ساتھ ادب سے بات کرنا، اور ان دونوں کے لئے نرم دلی سے عجز وانکساری کے بازو جھکائے رکھنا، اور یہ کہنا کہ اے میرے رب! ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے بچپن میں مجھے (رحمت وشفقت سے) پالا تھا۔ تمہارا رب خوب جانتا ہے اس کو جو تمہارے دلوں میں ہے، اگر تم (حقیقت میں) سعادت مند ہو (اور تم سے ماں باپ کے حق میں بھولے سے فروگزاشت بھی ہوگئی ہو) وہ تم کو معاف کر دے گا، کیونکہ وہ توبہ کرنے والوں کے لئے بہت مغفرت فرمانے والا ہے، اور رشتہ داروں اور محتاجوں اور مسافروں کو ان کا حق ادا کرو اور فضول خرچی سے مال نہ اُڑاؤ (سورہ بنی اسرائیل)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت وتوحید کا حکم دینے کے ساتھ ساتھ بطور خاص والدین اور دوسرے رشتہ داروں کے حقوق کی ادائیگی (یعنی صلہ رحمی کرنے) کا حکم فرمایا ہے، جس سے صلہ رحمی کی اہمیت وتاکید ظاہر ہوتی ہے۔ [1]

---

[1] وآت ذا القربی ای ذوی قرابتک حقه من صلة الرحم وحسن المعاشرة والبر علیهم وعلیه اکثر المفسرین (التفسیر المظهری، ج۵، ص ۴۳۳، سورة بني إسرائیل)

www.idaraghufran.org

قطع رحمی کرنے والوں پر لعنت اور برا ٹھکانہ

سورہ رعد میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ (سورۃ الرعد آیت ۲۵)

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ سے مضبوط عہد کر کے اس کو توڑ ڈالتے ہیں اور جن (رشتوں) کے جوڑے رکھنے کا اللہ نے حکم دیا ہے ان کو قطع کر دیتے ہیں اور ملک میں فساد کرتے ہیں، ایسوں پر لعنت ہے، اور ان کے لئے گھر بھی برا ہے (سورہ رعد)

جن رشتوں کو اللہ تعالیٰ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے، ان میں صلہ رحمی بھی داخل ہے، اور ان کو قطع کرنے میں قطع رحمی بھی داخل ہے، ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی، اور ان کے لئے برے گھر (یعنی جہنم) کی وعید سنائی، جو قطع رحمی کے گناہ کے انتہائی شدید ہونے کی دلیل ہے۔ [1]

سورہ محمد میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ. اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ

(سورۃ محمد، رقم الآیات ۲۲،۲۳)

---

[1] قال أبو جعفر :یقول تعالی ذکرہ و أما الذین ینقضون عھد اللہ ، ونقضھم ذلک، خلافھم أمر اللہ، وعملھم بمعصیتہ (من بعد میثاقہ) ، یقول :من بعد ما وثقوا علی أنفسھم للہ أن یعملوا بما عھد إلیھم (ویقطعون ما أمر اللہ بہ أن یوصل) یقول :ویقطعون الرحم التی أمرھم اللہ بوصلھا (ویفسدون فی الأرض) ، فسادھم فیھا :عملھم بمعاصی اللہ أولئک لھم اللعنۃ) ، یقول :فھؤلاء لھم اللعنۃ، وھی البعد من رحمتہ، والإقصاء من جنانہ (ولھم سوء الدار) یقول :ولھم ما یسوء ھم فی الدار الآخرۃ (جامع البیان فی تأویل القرآن للطبری، ج۱۶، ص۴۲۸، تفسیر السورۃ التی یذکر فیھا الرعد)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: پھر (اے منافقو!) تم لوگوں سے کیا بعید ہے کہ اگر تم حاکم ہو جاؤ تو زمین پر فساد کرنے لگو اور قطع رحمی کرنے لگو۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور ان کو (حق بات کے سننے سے) بہرا اور (راہ راست کے دیکھنے سے) ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے (سورہ محمد)

اس آیت میں قطع رحمی کو منافقوں کا عمل بتلایا گیا ہے، اور قطع رحمی کے عمل کو زمین میں فساد کے قبیح ترین عمل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، اور ایسے افعال کے مرتکبین کو لعنتِ الٰہی کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔ [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الْخَلْقَ حَتّٰى إِذَا فَرَغَ مِنْ خَلْقِهِ قَالَتِ الرَّحِمُ هٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِكَ مِنَ الْقَطِيْعَةِ قَالَ نَعَمْ أَمَا تَرْضَيْنَ أَنْ أَصِلَ مَنْ وَصَلَكِ وَأَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ قَالَتْ بَلٰى يَا رَبِّ قَالَ فَهُوَ لَكِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاقْرَءُوْا إِنْ شِئْتُمْ (فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا أَرْحَامَكُمْ) (بخاری، رقم الحدیث ۵۹۸۷، کتاب الادب، باب من وصل وصله الله)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا، یہاں تک کہ جب پیدا کر کے فارغ ہو چکا تو رحم (یعنی رشتہ داری) نے عرض کیا کہ یہ اس شخص کا مقام ہے جو قطع رحمی سے آپ کی پناہ مانگے، اللہ نے فرمایا کہ بے شک! کیا تجھے یہ پسند نہیں کہ میں اسے (اپنی رحمت و جنت سے) جوڑوں، جو تجھے جوڑے (یعنی

---

[1] وأما قوله والأرحام ففيه تعظيم لحق الرحم وتأكيد للنهى عن قطعها قال الله تعالى فى موضع آخر فهل عسيتم إن توليتم أن تفسدوا فى الأرض وتقطعوا أرحامكم فقرن قطع الرحم إلى الفساد فى الأرض وقال تعالى لا يرقبون فى مؤمن إلا ولا ذمة قيل فى الآل أنه القربى وقال تعالى وبالوالدين إحسانا وبذى القربى واليتامى والمساكين والجار ذى القربى (احكام القرآن للجصاص، ج۲ ص ۵۹، سورة النساء)

www.idaraghufran.org

صلہ رحمی کرے) اور میں اسے (اپنی رحمت وجنت سے) کاٹوں، جو تجھے کاٹے (یعنی قطع رحمی کرے، یہ سن کر) رحم (یعنی رشتہ داری) نے کہا کہ بے شک میں (اس پر) راضی ہوں، اے میرے رب، اللہ نے فرمایا کہ پس تیرے لئے یہی فیصلہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو (بطور تائید) اس آیت کو پڑھ لو کہ:

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ.

یعنی ”پھر (اے منافقو!) تم لوگوں سے کیا بعید ہے کہ اگر تم حاکم ہو جاؤ تو زمین پر فساد کرنے لگو اور قطع رحمی کرنے لگو“ (بخاری)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا ظَهَرَ الْقَوْلُ، وَخُزِنَ الْعَمَلُ، وَائْتَلَفَتِ الْأَلْسُنُ، وَتَنَاقَضَتِ الْقُلُوْبُ، وَقَطَعَ كُلُّ ذِي رَحِمٍ رَحِمَهُ، فَعِنْدَ ذٰلِكَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمٰى أَبْصَارَهُمْ (حلية الاولياء ج۳ ص۱۰۹) [1]

---

[1] قال الحوينى:

وأخرج أيضا فى "الأوسط" (رقم١٥٧٨) قال: حدثنا أحمد ابن حمدون، قال: نا محمد بن عمار الموصلىُّ قال: نا عيسى بن يونس، عن محمد بن عبد الله بن علاثة، عن الحجاج بن فرافصة، عن أبى عمير، عن سلمان الفارسىّ مرفوعاً: (إذا ظهر القولُ، وخزن العملُ، واختلفت الألسن، وتباغضت القلوب، وقطع كل ذى رحمٍ رحمه، فعند ذلک لعنهم الله، فأصمهم وأعمى أبصارهم)

قال الطبرانىُّ ":لا يروى هذا الحديث عن سلمان إلَّا بهذا الإسناد، تفرَّد به: محمد بن عمار." قُلْتُ: رضى الله عنک! فقد ورد الحديث بإسنادٍ آخر.

فأخرجته أنت فى "المعجم الكبير" (ج ٦ رقم٦١٧٢) عن محمد بن عمار الموصلى. وبحشل فى "تاريخ واسط" (ص١٢٥) عن يزيد بن هارون كلاهما عن عبد الأعلى بن أبى المساور عن عكرمة، عن الحارث بن عميرة، عن سلمان مرفوعاً فذكره، وعند الطبرانى قصةٌ فى أوله. والله أعلم (كتاب تنبيه الهاجد، رقم الحديث ٥٢)

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب باتیں عام ہوجائیں (یعنی باتیں بنانے کی کثرت ہوجائے) اور عمل ماند پڑ جائے (یعنی باتوں کے مقابلہ میں عمل سُست اور کمزور پڑ جائے) اور زبانیں لپٹ جائیں (یعنی لمبی ہوجائیں اور بڑی بڑی ایران توران کی باتیں اور دعوے کئے جانے لگیں) اور دلوں میں اختلاف پیدا ہوجائے، اور ہر رشتہ دار قطع رحمی کرے، تو اس وقت میں اُن پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے، پھر اللہ اُن کو بہرا کردیتا ہے، اور ان کی نظروں کو اندھا کردیتا ہے

(حلیۃ الاولیاء)

معلوم ہوا کہ رشتہ داروں سے قطع رحمی اور قطع تعلقی ایسا گناہ ہے کہ اس کا ارتکاب کرنے والے پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت مسخ اور کمزور ہوجاتی ہے۔

اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے کو صلہ رحمی کا حکم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ (بخاری) [1]

ترجمہ: اور جو شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، اسے چاہیے

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وقال العراقی:

حديث سلمان فأخرجه الطبرانی فی معجمه الكبير والأوسط من رواية الحجاج ابن رفاعة عن ابن عمر وعن سلمان رفعه إذا ظهر القول وخزن العمل وائتلفت الألسن وتباغضت القلوب وقطع كل ذی رحم رحمه فعند ذلك لعنهم الله فأصمهم الله وأعمى أبصارهم وإسناده حسن وقد رويناه فی الخبر الثالث من حديث أبی عمرو بن حمدان من وجه آخر وفی إسناده محمد بن عبد الله بن علاثة مختلف فيه ورواه البيهقی فی المدخل موقوفاً على سلمان ورجاله ثقات إلّا أن فيه انقطاعاً(تخريج أحاديث إحياء علوم الدين، كتاب العلم)

[1] رقم الحديث ٥٦٧٣، كتاب الادب ،باب اكرام الضيف وخدمته اياه بنفسه.

www.idaraghufran.org

کہ (اپنے رشتہ داروں کے ساتھ) صلہ رحمی کرے (بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھنے کا تقاضا یہ ہے کہ رشتہ داروں سے صلہ رحمی کی جائے، اور صلہ رحمی ہر مسلمان کے ایمان کا تقاضا ہے۔ [1]

اللہ سے ڈرنے اور صلہ رحمی کرنے کا حکم

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِتَّقُوْا اللّٰهَ وَصِلُوْا أَرْحَامَكُمْ

(شعب الایمان للبیهقی) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اللہ سے ڈرو، اور اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرو (شعب الایمان، تاریخ دمشق)

معلوم ہوا کہ اللہ کی طرف سے تقویٰ اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ صلہ رحمی کا بھی حکم ہے، جس

---

[1] من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليصل رحمه) : فيه إشارة إلى أن القاطع كأنه لم يؤمن بالله واليوم الآخر لعدم خوفه من شدة العقوبة المترتبة على القطيعة (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج٧، ص ٢٧٣٢، كتاب الأطعمة، باب الضيافة)

[2] رقم الحديث ٧٥٧٧، باب صلة الرحم، تاريخ دمشق ج٥٦ص٣١٧.

قال المناوى:

(ابن عساكر) في تاريخه (عن ابن مسعود) بسند ضعيف ورواه الطبرانى باللفظ المزبور عن جابر وزاد فإنه ليس من ثواب أسرع من صلة الرحم ورواه ابن جرير وعبد بن حميد عن قتادة وزاد فإنه أبقى لكم فى الدنيا وخير لكم فى الآخرة وبذلك يصير حسنا(فيض القدير للمناوى، تحت حديث رقم ١٢٩)

وقال الالبانى:

و أما رواية ابن جرير -و هى فى تفسيره (٧/ ٥٢١/ ٨٤٢٢، ٨٤٢٧)فهى بإسنادين له عن قتادة مرسلا ، فهو شاهد قوى لموصول ابن مسعود ، و الله أعلم .و الحديث كالتفسير لقوله تعالى فى سورة النساء *(و اتقوا الله الذى تساء لون به و الأرحام (لأن المعنى :اتقوا الله الذى تساء لون به ، و اتقوا الأرحام أن تقطعوها و هو المعنى الذى اختاره ابن جرير من حيث الأسلوب العربى ، فراجعه (سلسلة الاحاديث الصحيحة ، تحت رقم الحديث ٨٦٩)

www.idaraghufran.org

سے صلہ رحمی کی اہمیت معلوم ہوئی۔ [1]

نبی ﷺ کا مرض الوفات میں بھی صلہ رحمی کا تاکیدی حکم فرمانا

حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْ مَرَضِهِ:
أَرْحَامَكُمْ أَرْحَامَكُمْ (صحيح ابنِ حبان) [2]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض میں فرمایا کہ تم (رشتہ داروں سے) صلہ رحمی کرو، تم (رشتہ داروں سے) صلہ رحمی کرو (ابنِ حبان)

مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیماری کی حالت میں صلہ رحمی کرنے کی بار بار تاکید اور وصیت فرمائی، جس سے صلہ رحمی کی اہمیت کا پتہ چلا۔ [3]

---

[1] (اتقوا الله) فی تجنب المحارم والقیام بالواجب (وصلوا) بکسر الصاد وضم اللام مخففة من الصلة وهی العطیة (أرحامکم) فإن قطیعتها مما یجب أن یتقی جمع رحم عام فی کل رحم محرما وارثا وضدهما علی الأصح والمراد الإحسان إلیهم قولا وفعلا وکف الأذی عنهم وقد تضافرت علی ذلک نصوص الکتاب والسنة وکفاک شاهدا علی تأکد حقها والتحذیر من قطعها قرنه سبحانه إیاها باسمه فی قوله تعالی *(واتقوا الله الذی تساء لون به والأرحام)* قال فی الکشاف: قد آذن عز وجل إذ قرن الأرحام باسمه أن صلتها منه بمکان کما قال *(ألا تعبدوا إلا إیاه وبالوالدین إحسانا)* وفیه أنه یحرم قطع الرحم بل هو من الکبائر(فیض القدیر للمناوی، تحت رقم الحدیث ۱۲۹)

[2] رقم الحدیث ۴۳۶، کتاب البر والإحسان، باب صلة الرحم وقطعها.

قال شعیب الارنؤوط:

إسناده صحیح علی شرط الشیخین، ولم یخرجاه، ولم ینسبه السیوطی فی "الجامع الکبیر "لغیر ابن حبان(حاشیة ابنِ حبان)

[3] (أرحامکم أرحامکم) بالنصب علی الإغراء حذف الناصب للإغناء بفعل التکریر عنه أی الزموا أرحامکم أی الإحسان إلیهم أو علی التحذیر احذروا أرحامکم والإساء ة إلیهم والقطیعة (التَّنویرُ شَرْحُ الجَامِع الصَّغِیرِ، للصنعانی، تحت رقم الحدیث ۹۳۴)

www.idaraghufran.org

صلہ رحمی کا تعلق اللہ کی صفتِ رحمٰن سے ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ الرَّحِمَ شَجْنَةٌ مِنَ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ اللّٰهُ مَنْ وَصَلَكِ وَصَلْتُهُ وَمَنْ قَطَعَكِ قَطَعْتُهُ (بخاری) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رحم، رحمٰن کی شاخ ہے، پس اللہ نے (اس رحم کو) فرمایا کہ جو تجھے جوڑے گا (یعنی رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرے گا) میں اس کو (اپنی رحمت وجنت سے) جوڑوں گا، اور جو تجھے کاٹے گا (یعنی رشتہ داروں سے قطع رحمی کرے گا) میں اس کو (اپنی رحمت وجنت سے) کاٹوں گا (بخاری)

مطلب یہ ہے کہ عربی میں رحم اور رحمٰن کا مادہ ایک ہی ہے، اور رحم اللہ کی صفتِ رحمٰن سے تعلق رکھتا ہے، جس کا تقاضا یہ ہے کہ رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کی جائے، جس کے نتیجہ میں اللہ بھی بندے کے ساتھ رحمت وشفقت اور قرب والا معاملہ فرماتا ہے، اور اس کی خلاف ورزی پر ناراضگی، دوری اور سزا والا معاملہ فرماتا ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ٥٩٨٨، كتاب الادب، باب من وصل وصله الله.

[2] (الرحم شجنة من الرحمن) أى اشتق اسمها من اسم الرحمن كما بينه الخبر القدسى أنا الرحمن خلقت الرحم وشققت لها اسما من اسمى فكأنها مشتبكة به اشتباك العروق أو هى اسم اشتق من رحمة الرحمن أو أثر من آثار رحمته فقاطعها منقطع عن رحمة الله (قال الله من وصلك بالكسر خطابا للرحم (وصلته) أى رحمه (ومن قطعك قطعته) أى أعرضت عنه لإعراضه عما أمر به من شدة اعتنائه برحمه وهذا تحذير شديد من قطعها والمراد بها القرابة من الأبوين وإن بعدت ولم تكن محرما (تنبيه) قال القونوى :الرحم اسم خفيفة الطبيعة والطبيعة عبارة عن حقيقة جامعة بين الحرارة والرطوبة والبرودة واليبوسة بمعنى أنها عين كل واحدة من الأربعة بغير مضادة وليس كل واحد من الأربعة من كل وجه عينها بل من بعض الوجوه وأما إنها معلقة بالعرش فلأن جميع الأجسام الموجودة عند المحققين طبيعية والعرش أولها وأما إنها شجنة من الرحمن فلأن الرحمة نفس الوجود لأنها التى وسعت كل شىء فإنه وسع كل شىء حتى المسمى بالعدم فإن له من حيث تعينه فى التعقل والحكم عليه بأنه فى مقابلة الوجود المحقق ضربا من الوجود (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ٢٠٥١)

www.idaraghufran.org

اس طرح کی اور بھی کئی احادیث ہیں۔

چنانچہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلرَّحِمُ شَجْنَةٌ مِنَ الرَّحْمٰنِ فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلَهُ اللّٰهُ وَمَنْ قَطَعَهَا قَطَعَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ (مستدرک حاکم، رقم الحديث ٧٢٦٦، كتاب البر والصلة) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رحم، رحمٰن کی شاخ ہے، پس جس نے اس کو جوڑا (یعنی رشتہ داروں سے صلہ رحمی کی) تو اللہ اس کو (اپنی رحمت وجنت سے) جوڑے گا، اور جس نے اس کو کاٹا (یعنی رشتہ داروں سے قطع رحمی کی) تو اللہ اس کو (اپنی رحمت وجنت سے) کاٹے گا (حاکم)

اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: وَإِنَّ هٰذِهِ الرَّحِمَ شِجْنَةٌ مِنَ الرَّحْمٰنِ، فَمَنْ قَطَعَهَا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ (مسند احمد) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رحم، رحمٰن کی شاخ ہے، پس جس نے اس کو کاٹا (یعنی قطع رحمی کی) تو اللہ اس پر جنت کو حرام کردے گا (مسند احمد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

---

[1] قال الذهبی فی التلخيص: صحيح.

[2] رقم الحديث ١٦٥١.

قال شعيب الارنؤوط:

قولُ لقمان بلاغ، فهو منقطع، وأما القسم المرفوع، فإسناده صحيح، رجاله ثقات رجال الشيخين غيرَ نوفل بن مساحق، فقد روى له أبو داود وهو ثقة. وأبو اليمان: هو الحكم بن تافع (حاشية مسند احمد)

وقال الهيثمي:

رواه أحمد والبزار ورجال أحمد رجال الصحيح غير نوفل بن مساحق وهو ثقة (مجمع الزوائد ج٨ص ١٥٠، باب صلة الرحم وقطعها)

www.idaraghufran.org

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلرَّحِمُ شِجْنَةٌ، فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلْتُهُ، وَمَنْ قَطَعَهَا قَطَعْتُهُ (صحیح البخاری) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رحم، رحمٰن کی شاخ ہے، پس جس نے اس کو جوڑا (یعنی رشتہ داروں سے صلہ رحمی کی) تو اس کو میں (رحمت وجنت سے) جوڑوں گا، اور جس نے اس کو کاٹا (یعنی رشتہ داروں سے قطع رحمی کی) تو میں اس کو (رحمت وجنت سے) کاٹوں گا (بخاری)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلرَّحِمُ شَجْنَةٌ مِنَ اللّٰهِ أَرَادَ شَجْنَةً مِنَ اسْمِ اللّٰهِ الْإِسْمُ الَّذِیْ هُوَ الرَّحْمٰنُ مَنْ وَصَلَهَا وَصَلَهُ وَمَنْ قَطَعَهَا قَطَعَهُ (حاکم، رقم الحدیث ۷۲۷۳، کتاب البر و الصلة) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رحم، اللہ کی یعنی اللہ کے صفاتی نام ''رحمٰن'' کی شاخ ہے، پس جس نے اس کو جوڑا (یعنی رشتہ داروں سے صلہ رحمی کی) تو اس کو اللہ (اپنی رحمت وجنت سے) جوڑے گا، اور جس نے اس کو کاٹا (یعنی رشتہ داروں سے قطع رحمی کی) تو اس کو اللہ (رحمت وجنت سے) کاٹے گا (حاکم)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: قَالَ اللّٰهُ أَنَا الرَّحْمٰنُ وَهِيَ الرَّحِمُ شَقَقْتُ لَهَا اِسْمًا مِنَ اسْمِيْ مَنْ وَصَلَهَا وَصَلْتُهُ وَمَنْ قَطَعَهَا بَتَتُّهُ (سنن ابی داؤد) [3]

---

[1] رقم الحدیث ۵۹۸۹، کتاب الادب، باب من وصل وصله الله.

[2] قال الذهبی فی التلخیص: صحیح.

[3] رقم الحدیث ۱۶۹۴، کتاب الزکاة، باب فی صلة الرحم، مسند احمد رقم الحدیث ۱۰۴۶۹.

قال شعیب الارنؤوط: حدیث صحیح، وهذا إسناد حسن (مسند احمد)

www.idaraghufran.org
Idara Ghufran

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ نے فرمایا کہ میں رحمٰن ہوں، اور یہ رحم (یعنی رشتہ داری) ہے، اس رحم کا نام میں نے اپنے نام (یعنی رحمٰن) سے نکالا ہے، جس نے اس کو جوڑا (یعنی رشتہ داروں سے صلہ رحمی کی) میں اسے (اپنی رحمت وجنت سے) جوڑوں گا، اور جس نے اسے کاٹا (یعنی رشتہ داروں سے قطع رحمی کی) میں اسے (اپنی رحمت وجنت سے) کاٹوں گا (ابوداود، مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَلرَّاحِمُوْنَ یَرْحَمُھُمُ الرَّحْمٰنُ، اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْأَرْضِ یَرْحَمُکُمْ مَنْ فِی السَّمَاءِ، اَلرَّحِمُ شُجْنَۃٌ مِنَ الرَّحْمٰنِ، فَمَنْ وَصَلَھَا وَصَلَہُ اللّٰہُ وَمَنْ قَطَعَھَا قَطَعَہُ اللّٰہُ

(سنن الترمذی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رحم کرنے والوں پر رحمٰن (یعنی اللہ) رحم کرتا ہے، تم زمین والوں پر رحم کرو، تم پر آسمان والا رحم کرے گا، رحم، رحمٰن کی شاخ ہے، پس جس نے اس کو جوڑا (یعنی رشتہ داروں سے صلہ رحمی کی) تو اس کو اللہ (اپنی رحمت وجنت سے) جوڑے گا، اور جس نے اس کو کاٹا (یعنی رشتہ

---

[1] رقم الحدیث ۱۹۲۴، ابواب البر و الصلة، باب ما جاء فی رحمة المسلمین، حاکم، رقم الحدیث ۷۲۷۴، کتاب البر و الصلة.

قال الترمذی:

هذا حدیث حسن صحیح.

وقال الحاکم :

وهذه الأحادیث کلها صحیحة وإنما استقصیت فی أسانیدها بذکر الصحابة رضی الله عنهم لئلا یتوهم متوهم أن الشیخین رضی الله عنهما لم یهملا الأحادیث الصحیحة.

و قال الذهبی فی التلخیص:

صحیح.

www.idaraghufran.org

داروں سے قطع رحمی کی) تو اس کو اللہ (رحمت وجنت سے) کاٹے گا (ترمذی، حاکم)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ رحم یعنی رشتہ داری وصلہ رحمی کا تعلق، اللہ تعالیٰ کی صفتِ رحمٰن سے ہے، اور ''رحم'' رحمٰن کی شاخ ہے، جس طرح کسی درخت سے شاخ نکلتی ہے، اسی طرح رحم کا بھی معاملہ ہے، جس کی بڑی اہمیت ہے اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا وناراضی اور رحمت، جنت ومغفرت کے حصول یا محرومی وابستہ ہے۔ [1]

رحم کا عرش سے معلق ہو کر دعاء یا بددعاء دینا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلرَّحِمُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَقُوْلُ مَنْ وَصَلَنِيْ وَصَلَهُ اللّٰهُ وَمَنْ قَطَعَنِيْ قَطَعَهُ اللّٰهُ (مسلم) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رحم (یعنی رشتہ داری) عرش کے ساتھ معلق (یعنی لٹکا ہوا) ہے، جو یہ کہتا ہے کہ جس نے مجھے جوڑا، اللہ اسے (اپنی رحمت وجنت کے ساتھ) جوڑے، اور جس نے مجھے کاٹا، اللہ اسے (اپنی رحمت وجنت سے) کاٹے (مسلم)

---

[1] وقوله :(من وصلها وصلته ، ومن قطعها قطعته) : الصلة :العطف والحنان والرحمة . وصلة الله لعباده رحمته لهم وعطفه بإحسانه ، ونعمه عليهم ، أو صلته له بأهل ملكوته ، والرفيق الأعلى ، وقربه منهم جل اسمه بعظيم منزلته عنده ، وشرح صدره لمعرفته .
ولا خلاف أن صلة الرحم واجبة على الجملة ، وقطعها كبيرة .
والأحاديث فى هذا الباب من منعه الجنة يشهد لذلک ، ولكن الصلة درجات ، بعضها(فوق بعض ، وآدناها ترک المهاجرة .
وصلتها ولو بالسلام كما قال -عليه الصلاة والسلام .
وهذا بحكم القدرة على الصلة وحاجتها إليها ، فمنها ما يتعين ويلزم ، ومنها ما يستحب ويرغب فيه ، وليس من لم يبلغ أقصى الصلة يسمى قاطعا ، ولا من قصر عما ينبغى له ويقدر عليه يسمى واصلا (إكمال المعلم شرح صحيح مسلم ،للقاضى عياض، ج۸،ص ۱۰ ، كتاب البر والصلة والآداب،باب صلة الرحم ، وتحريم قطيعتها)

[2] رقم الحديث ۲۶۸۳ ، كتاب البر والصلة والآداب،باب صلة الرحم وتحريم قطيعتها.

www.idaraghufran.org

یعنی رحم ورشتہ داری کا عمل بندہ کے لئے اس کے طرزِ عمل کے مطابق دعاء یا بددعاء کرتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلرَّحِمُ شِجْنَةٌ مِنَ الرَّحْمٰنِ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَقُوْلُ يَا رَبِّ إِنِّيْ قُطِعْتُ إِنِّيْ أُسِيْءَ إِلَيَّ فَيُجِيْبُهَا رَبُّهَا أَمَا تَرْضَيْنَ أَنْ أَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ وَأَصِلَ مَنْ وَصَلَكِ (صحيح ابن حبان) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رحم، رحمٰن کی شاخ ہے، عرش کے ساتھ معلق (اور لٹکا ہوا) ہے، جو یہ کہتا ہے کہ اے میرے رب مجھے کاٹ دیا گیا ہے (یعنی قطع رحمی کی گئی ہے) اور میرے ساتھ برا سلوک کیا گیا ہے، تو اس کا رب یہ جواب دیتا ہے کہ کیا تو اس سے راضی نہیں ہے کہ جو تجھے کاٹے (یعنی قطع رحمی کرے) میں اسے (اپنی رحمت وجنت سے) کاٹوں، جو تجھے جوڑے (یعنی صلہ رحمی کرے) میں اسے (اپنی رحمت وجنت سے) جوڑوں (ابن حبان، مسند احمد)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الرَّحِمَ شُجْنَةٌ آخِذَةٌ بِحُجْزَةِ الرَّحْمٰنِ، يَصِلُ مَنْ وَصَلَهَا، وَيَقْطَعُ مَنْ قَطَعَهَا (مسند احمد) [2]

---

[1] رقم الحديث ٤٤٢، كتاب البر و الاحسان، باب صلة الرحم وقطعها، مسند احمد، رقم الحديث ٨٩٧٥.

قال الهيثمي:

رواه أحمد ورجاله رجال الصحيح غير محمد بن عبد الجبار وهوثقة .(مجمع الزوائد ج٨ص ١٥٠ ،باب صلة الرحم وقطعها)

وقال شعيب الأرنؤوط :

إسناده حسن وهو حديث صحيح(حاشية صحيح ابنِ حبان)

وقال ايضاً:حديث صحيح(حاشيه مسند احمد)

[2] رقم الحديث ٢٩٥٣

قال شعيب الارنؤوط:حديث صحيح، وهذا إسناد حسن (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ’’رحم‘‘ ایک (درخت سے نکلی ہوئی) شاخ (کی طرح) ہے (جو اللہ کی صفتِ رحمٰن سے نکلا ہے) اس نے رحمٰن کی آڑ تھام رکھی ہے، جو اسے جوڑے گا (یعنی صلہ رحمی کرے گا) تو رحمان اسے (اپنی رحمت ومغفرت اور جنت سے) جوڑے گا اور جو اسے کاٹے گا (یعنی قطع رحمی کرے گا) تو وہ اسے (رحمت ومغفرت اور جنت سے) کاٹے گا (مسند احمد)

رحم کے عرش کے ساتھ معلق ہونے کی حقیقت تو اللہ ہی جانتا ہے۔

بہرحال اتنی بات واضح ہے کہ رشتہ داری کا اللہ تعالیٰ کے عرش سے قریبی تعلق ہے، اور وہ اللہ تعالیٰ سے عرض معروض اور شکوہ وشکایت کرتا ہے، جس پر اللہ جواب مرحمت فرماتا ہے۔

اور صلہ رحمی کرنے والے کو اللہ کی طرف سے رحمت ومغفرت اور جنت ونعمت حاصل ہوتی ہے اور اس کے برعکس قطع رحمی کرنے پر ان نعمتوں سے محرومی ہوتی ہے۔ [1]

رحم کا بروزِ قیامت کلام کرنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] جو چیزیں اس عالم میں اعراض اور مجردات کے قبیل سے ہیں، وہ دوسرے عالم (یعنی عالمِ بالا وغیرہ) میں جواہر واجسام کی حالت وھیئت میں ہوجاتی ہیں، احادیث میں اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں، قبر میں نماز، روزے، حج، زکاۃ وغیرہ کا مختلف جہات سے وارد ہوکر میت کے لئے ڈھال بننا، بعض قرآنی سورتوں کا قیامت کے دن بدلی کی شکل میں آنا وغیرہ، کئی مثالیں احادیث میں ملتی ہیں، قرآن مجید میں ’’ووجدوا ما عملوا حاضرا‘‘ کی تفسیر میں ایک تفسیر یہ بھی وارد ہے کہ اس عمل کی تصویر یا نقشہ سامنے آئے گا، موت کو قیامت کے دن مینڈھے کی شکل میں مجسم کرکے ذبح کیا جائے گا۔

(الرحم) أی القرابة (شجنة) بالحركات الثلاث للشين المعجمة وسكون الجيم قرابة مشتبكة متداخلة كاشتباك العروق (معلقة بالعرش) الرحم التی توصل وتقطع من المعانی فذكر تعلقها بالعرش استعارة وإشارة إلى عظم شأنها قال العلائی :ولا استحالة فی تجسدها بحيث تعقل وتنطق .(حم طب عن ابن عمرو) بن العاص قال الهيثمی :ورجاله ثقات اه.ومن ثم رمز المصنف لصحته.

(الرحم معلقة بالعرش) أی مستمسكة آخذة بقائمة من قوائمه (تقول من وصلنی وصله الله ومن قطعنی قطعه الله) أی قطعه عنه كمال عنايته فإنه يحتمل الإخبار والدعاء(فيض القدير للمناوی، تحت رقم الحديث رقم ۴۵۱۸، ورقم الحديث ۴۵۱۹)

www.idaraghufran.org

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، أَنَّہُ قَالَ: اَلرَّحِمُ شِجْنَۃٌ مِنَ الرَّحْمٰنِ عَزَّ وَجَلَّ، تَجِیءُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ تَقُوْلُ: یَا رَبِّ قُطِعْتُ، یَا رَبِّ ظُلِمْتُ، یَا رَبِّ أُسِیْءَ إِلَیَّ (مسند احمد، رقم الحدیث ۷۹۳۱) [۱]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رحم، رحمٰن عزوجل کی شاخ ہے، وہ قیامت کے دن آئے گا، اور یہ کہے گا کہ اے میرے رب! مجھے کاٹا گیا تھا، اے میرے رب! مجھ پر ظلم کیا گیا تھا، اے میرے رب! میرے ساتھ برا سلوک کیا گیا تھا (مسند احمد)

مطلب یہ ہے کہ جس نے رشتہ داروں سے قطع رحمی کی ہوگی یا ان کے ساتھ ظلم کیا ہوگا یا بُرا سلوک کیا ہوگا، تو قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں رحم اس کی شکایت کرے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: إِنَّ الرَّحِمَ شُجْنَۃٌ مِنَ الرَّحْمٰنِ تَقُوْلُ: یَا رَبِّ، إِنِّیْ قُطِعْتُ، یَا رَبِّ، إِنِّیْ أُسِیْءَ إِلَیَّ، یَا رَبِّ، إِنِّیْ ظُلِمْتُ، یَا رَبِّ، یَا رَبِّ، قَالَ: فَیُجِیْبُھَا: أَمَا تَرْضَیْنَ أَنْ أَصِلَ مَنْ وَصَلَکِ، وَأَقْطَعَ مَنْ قَطَعَکِ؟ (مسند احمد) [۲]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رحم، رحمٰن کی شاخ ہے، وہ (قیامت کے دن) یہ کہے گا کہ اے میرے رب! مجھے کاٹا گیا تھا (یعنی قطع رحمی کی گئی تھی) اے میرے رب! میرے ساتھ برا سلوک کیا گیا تھا، اے میرے رب! مجھ پر ظلم کیا گیا تھا، اے میرے رب! اے میرے رب! (اللہ

[۱] قال شعیب الارنؤوط:
حدیث صحیح (حاشیۃ مسند احمد)

[۲] رقم الحدیث ۸۹۷۵.
قال شعیب الارنؤوط:
حدیث صحیح (حاشیۃ مسند احمد)

www.idaraghufran.org

کے سامنے یہ کہتا رہے گا) پھر اللہ اس کے جواب میں فرمائے گا کہ کیا تو اس بات سے راضی نہیں کہ میں اس کو (رحمت و جنت سے) جوڑوں، جس نے تجھے جوڑا، اور میں اس کو (رحمت و جنت سے) کاٹوں، جس نے تجھے کاٹا (جس پر وہ خاموش اور راضی ہو جائے گا) (مسند احمد)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

(اِتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَاءَ لُوْنَ بِهٖ وَالْأَرْحَامَ)قَالَ: إِنَّ الرَّحِمَ لَتُقْطَعُ، وَإِنَّ النِّعْمَةَ لَتُكْفَرُ، وَإِنَّ اللّٰهَ إِذَا قَارَبَ بَيْنَ الْقُلُوْبِ لَمْ يُزَحْزِحْهَا شَيْءٌ أَبَدًا ثُمَّ قَرَأَ (لَوْ أَنْفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيْعًا مَا أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ)قَالَ: وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلرَّحِمُ شُجْنَةٌ مِنَ الرَّحْمٰنِ، وَإِنَّهَا تَجِيْءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَتَكَلَّمُ بِلِسَانٍ طَلْقٍ ذَلْقٍ فَمَنْ أَشَارَتْ إِلَيْهِ بِوَصْلٍ، وَصَلَهُ اللّٰهُ، وَمَنْ أَشَارَتْ إِلَيْهِ بِقَطْعٍ قَطَعَهُ اللّٰهُ

(مستدرک حاکم، رقم الحديث ۳۱۷۹، کتاب التفسير) [1]

ترجمہ: (سورہ نساء کی یہ آیت کہ)

وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَاءَ لُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَام

''اور ڈرو تم اس اللہ سے جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور ارحام (یعنی رشتہ داریوں کے تعلقات کو بگاڑنے) سے ڈرو''

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رحم کو کاٹا جاتا ہے (یعنی قطع رحمی کی جاتی ہے) اور نعمت کی ناشکری کی جاتی ہے، اور بے شک اللہ دلوں کے درمیان

---

[1] قال الحاكم:
هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه بهذه السياقة.
و قال الذهبي في التلخيص:
على شرط البخاري ومسلم.

www.idaraghufran.org

جب قرب پیدا کردیتا ہے، تو اس کو کوئی چیز کبھی دور نہیں کرسکتی، پھر (حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے سورہ انفال کی) یہ آیت پڑھی کہ:

لَوْ أَنْفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَا أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ

’’اگر آپ زمین میں جو کچھ ہے، وہ سب خرچ کردیں، تو آپ لوگوں کے دلوں کے درمیان الفت پیدا نہیں کرسکتے‘‘

پھر حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رحم، رحمٰن کی شاخ ہے، اور وہ قیامت کے دن آئے گا، اور بڑی تیز طرار زبان سے کلام کرے گا، پس جس کی طرف وہ صلہ رحمی کرنے کا اشارہ کردے گا، تو اس کو اللہ (رحمت وجنت سے) ملادے گا، اور جس کی طرف وہ قطع رحمی کرنے کا اشارہ کرے گا، تو اس کو اللہ (رحمت وجنت سے) سے کاٹ دے گا (حاکم)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

تُوضَعُ الرَّحِمُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، لَهَا حُجْنَةٌ كَحُجْنَةِ الْمِغْزَلِ ، تَتَكَلَّمُ بِأَلْسِنَةٍ طُلَقٍ ذُلَقٍ ، فَتَصِلُ مَنْ وَصَلَهَا، وَتَقْطَعُ مَنْ قَطَعَهَا (مسند احمد) [1]

ترجمہ: قیامت کے دن رحم (یعنی رشتہ داری) کو رکھا جائے گا، اور اس کا چرخے کے ’’تکلے‘‘ کی طرح کا ’’تکلا‘‘ ہوگا، جو فصیح وبلیغ زبان میں بات کرے گا، پس جس نے اس کو جوڑا (یعنی صلہ رحمی کی) وہ اسے (اللہ کی رحمت وجنت سے)

---

[1] رقم الحديث ٦٩٥٠، مستدرک حاکم رقم الحديث ٧٢٨٨، كتاب البر و الصلة.
قال الحاكم:هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه.
وقال الذهبی فی التلخيص :صحيح
وقال الهيثمي:
رواه أحمد والطبرانی ورجال الصحيح غير أبی تمامة الثقفی وثقه ابن حبان .(مجمع الزوائد ج٨ص ١٥٠ ،باب صلة الرحم وقطعها)

www.idaraghufran.org

جوڑے گا، اور جس نے اسے کاٹا (یعنی قطع رحمی کی) وہ اسے (اپنی شان کے مطابق) کاٹے گا (مسند احمد، حاکم)

اس طرح کی حدیث ایک اور سند سے بھی مروی ہے۔ [1]

''تکلا'' چرخے کی اس آہنی سلاخ کو کہا جاتا ہے، جس پر کاتتے وقت دھاگے کی کُکڑی بنتی جاتی ہے، اور اس کی تیز نوک ہوتی ہے۔ [2]

بہر حال مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ رحم یعنی رشتہ داری کو بروزِ قیامت مخصوص قوتِ گویائی عطاء کی جائے گی، اور وہ اللہ کے حضور شکوہ و شکایت کرے گا، اور قطع رحمی کرنے والوں کے لئے تکلیف وعذاب کا سبب بنے گا۔

---

[1] أخبرنا معمر عن بن طاووس عن أبيه قال قال رسول الله صلى الله عليه و سلم إن الرحم شعبة من الرحمن تجيء يوم القيامة تتكلم بلسان طلق ذلق فمن أشارت إليه بوصل وصله الله ومن أشارت إليه بقطع قطعه الله (مصنف عبد الرزاق، رقم الحديث ٢٠٢٣٩)

[2] (جائت الرحم فتكلمت بلسانٍ ذلق طلق) أى فصيح بليغ هكذا جاء فى الحديث على فعل بوزن صرد (النهاية فى غريب الاثر، ج٢، ص ٤١٥، باب الذال مع اللام، مادة" ذلق")

الحجنة بفتح الحاء المهملة والجيم وتخفيف النون هى صنارة المغزل وهى الحديدة العقفاء التى يعلق بها الخيط ثم يفتل الغزل وقوله من بتكها بتكته أى من قطعها قطعته (الترغيب والترهيب للمنذرى، ج٣، ص ٢٣٠، كتاب البر والصلة وغيرهما)

قوله قامت الرحم فقالت قال بن أبى جمرة يحتمل أن يكون بلسان الحال ويحتمل أن يكون بلسان القال قولان مشهوران والثانى أرجح وعلى الثانى فهل تتكلم كما هى أو يخلق الله لها عند كلامها حياة وعقلا قولان أيضا مشهوران والأول أرجح لصلاحية القدرة العامة لذلك ولما فى الأولين من تخصيص عموم لفظ القرآن والحديث بغير دليل ولما يلزم منه من حصر قدرة القادر التى لا يحصرها شىء قلت وقد تقدم فى تفسير القتال حمل عياض له على المجاز وأنه من باب ضرب المثل وقوله أيضا يجوز أن يكون الذى نسب إليه القول ملكا يتكلم على لسان الرحم وتقدم أيضا ما يتعلق بزيادة فى هذا الحديث من وجه آخر عن معاوية بن أبى مزرد وهى قوله فأخذت بحقو الرحمن ووقع فى حديث بن عباس عند الطبرانى إن الرحم أخذت بحجزة الرحمن وحكى شيخنا فى شرح الترمذى أن المراد بالحجزة هنا قائمة العرش وأيد ذلك بما أخرجه مسلم من حديث عائشة إن الرحم أخذت بقائمة من قوائم العرش وتقدم أيضا ما يتعلق بقوله هذا مقام العائذ بك من القطيعة فى تفسير القتال ووقع فى رواية حبان بن موسى عن بن المبارك بلفظ هذا مكان بدل مقام وهو تفسير المراد أخرجه النسائى (فتح البارى شرح صحيح البخارى، لابن حجر العسقلانى، ج١٠، ص٤١٨، كتاب الأدب، قوله باب من وصل وصله الله)

www.idaraghufran.org

قطع رحمی کرنے والا جنت سے محروم

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعُ رَحِمٍ

(مسلم) ۱؎

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں قطع رحمی کرنے والا داخل نہیں ہوگا (مسلم، بخاری)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی ایک لمبی حدیث میں یہی مضمون مروی ہے۔ ۲؎

یعنی قطع رحمی کرنے کا گناہ اس قابل ہے کہ اس کا مرتکب جنت میں داخل نہ ہو، اور اگر وہ داخل ہوگا، تو سخت عذاب کی سزا پا کر ہی داخل ہوگا۔ ۳؎

۱؎ رقم الحديث ٦٦٨٥ "١٩"، كتاب البر والصلة والآداب، باب صلة الرحم وتحريم قطيعتها، بخارى، رقم الحديث ٥٩٨٤، كتاب الادب، باب إثم القاطع.

۲؎ عن أبى سعيد الخدرى، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ": لا يدخل الجنة صاحب خمس: مدمن خمر، ولا مؤمن بسحر، ولا قاطع رحم، ولا كاهن، ولا منان (مسنداحمد، رقم الحديث ١١١٠٧)

حديث حسن لغيره (مسنداحمد)

۳؎ (لا يدخل الجنة قاطع) أى قاطع رحم كما جاء مبينا هكذا فى مسلم عن سفيان بل وردت هذه اللفظة فى الأدب المفرد للبخارى فقول الشيخ شهاب الدين ابن حجر الهيثمى أن لفظ رحم لم ترد وإنما هو حكاية لاختلاف العلماء فى معنى قاطع قصور عجيب وهجوم قبيح و كان الأدب أن يقول لا أقف على ذلك والمراد لا يدخل الجنة التى أعدت لوصال الأرحام أو لا يدخلها مع اتصافه بذلك بل يصفى من خبث القطيعة إما بالتعذيب أو بالعفو و كذا يقال فى نحو لا يدخل الجنة متكبر وشبهه وهو محمول على المستحل أو على سوء الخاتمة وقد ورد الحث فيما لا يحصى من الأخبار على صلة الرحم ولم يرد لها ضابط فالمعول على العرف ويختلف باختلاف الأشخاص والأحوال والأزمنة والواجب منها ما يعد به فى العرف واصلا وما زاد تفضل ومكرمة الرحم والقرابة وهو من بينك وبينه نسب وإن لم يرث ولم يكن محرما على الأصح (فيض القدير شرح الجامع الصغير، للمناوى، تحت رقم الحديث ٩٩٦٢)

www.idaraghufran.org

اللہ کے نزدیک صلہ رحمی، محبوب اور قطع رحمی، مبغوض عمل

قبیلہ خثعم کے ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے لمبی حدیث میں روایت ہے کہ:

قُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، أَيُّ الْأَعْمَالِ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ ؟ قَالَ: إِيْمَانٌ بِاللّٰهِ. قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، ثُمَّ مَهْ ؟ قَالَ: ثُمَّ صِلَةُ الرَّحِمِ قَالَ : قُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، أَيُّ الْأَعْمَالِ أَبْغَضُ إِلَى اللّٰهِ ؟ قَالَ: اَلْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ. قَالَ : قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، ثُمَّ مَهْ ؟ قَالَ: ثُمَّ قَطِيْعَةُ الرَّحِمِ: قَالَ : قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، ثُمَّ مَهْ ؟ قَالَ: ثُمَّ الْأَمْرُ بِالْمُنْكَرِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمَعْرُوْفِ(مسند ابی یعلیٰ رقم الحدیث ۶۸۳۹) [1]

ترجمہ: میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اللہ کو سب سے زیادہ کون سا عمل محبوب ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ پر ایمان لانا، میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! پھر کون سا عمل محبوب ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

---

[1] قال الهيثمي:

رواه أبو يعلى ورجاله رجال الصحيح غير نافع بن خالد الطاحى وهو ثقة (مجمع الزوائد ج۸ص ۱۵۱ ،باب صلة الرحم وقطعها)

وقال المنذرى:

رواه أبو يعلى بإسناد جيد (الترغيب والترهيب، ج۳، ص۲۲۷، كتاب البر والصلة وغيرها)

وقال الصنعانى:

رواه أبو يعلى بإسناد جيد(فتح الغفار، ج۴، ص ۲۱۲۹، باب ما جاء فى صلة الرحم)

وقال البوصيرى:

هذا إسناد فيه مقال، نافع ما علمته، ولم أره فى شىء من كتب الجرح .والتعديل ، وباقى رجال الإسناد ثقات على شرط مسلم(اتحاف الخيرة المهرة، ج ۱، ص۶۷، كتاب الإيمان،باب أفضل الأعمال وأحبها إلى الله تعالى الإيمان وأنه ينجى العبد من النار)

قلت: نافع بن خالد الطاحى، ذكره ابن حبان فى الثقات فقال:

نافع بن خالد الطاحى من أهل البصرة يروى عن أبى عاصم وعبد الأعلى بن عبد الأعلى (كتاب الثقات لابن حبان ج۹ ص۲۱۰)

www.idaraghufran.org

وسلم نے فرمایا کہ پھر (رشتہ داروں سے) صلہ رحمی کرنا، میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کون سا عمل اللہ کو سب سے زیادہ ناپسند ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا، میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! پھر کون سا عمل ناپسند ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر (رشتہ داروں سے) قطع رحمی کرنا، میں نے عرض کیا کہ پھر اس کے بعد کون سا عمل سب سے زیادہ ناپسند ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پھر برائی کا حکم کرنا، اور نیکی سے روکنا (ابویعلیٰ)

اس حدیث سے صلہ رحمی کا اللہ تعالیٰ کو پسند اور ایمان کے بعد صلہ رحمی کا درجہ ہونا اور قطع رحمی کا ناپسند و مبغوض اور شرک کے بعد اس کا درجہ ہونا معلوم ہوا۔

قطع رحمی پر دنیا میں جلد مؤاخذہ

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ ذَنْبٍ أَجْدَرُ أَنْ يُعَجِّلَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِصَاحِبِهِ الْعُقُوْبَةَ فِي الدُّنْيَا مَعَ مَا يَدَّخِرُ لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِثْلُ الْبَغْيِ وَقَطِيْعَةِ الرَّحِمِ (ابوداؤد) [1]

---

[1] رقم الحديث ۴۹۰۲، باب النهى عن البغى، كتاب الادب، مسند احمد رقم الحديث ۲۰۳۹۸، صحيح ابنِ حبان رقم الحديث ۴۵۵، كتاب البر و الاحسان، باب صلة الرحم وقطعها، مستدرک حاكم رقم الحديث ۳۳۵۹، كتاب التفسير.

قال الترمذی: هذا حديث حسن صحيح.

وقال الحاكم: "صحيح الإسناد ولم يخرجاه .

وقال الذهبی فی التلخيص: صحيح .

وقال الالبانی: قلت و هو كما قالا ، فإن رجال إسناده ثقات كلهم (سلسلة الاحايث الصحيحة ، تحت رقم الحديث ۹۱۸)

وقال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الشيخين .أبو عثمان النهدى :هو عبد الرحمن بن ملّ، وهو مكرر الحديث السالف برقم (۱۵۰۴) فی مسند سعد ابن أبی وقاص (حاشية مسند احمد)

وقال : إسناده صحيح (حاشية صحيح ابنِ حبان)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ظلم اور قطع رحمی کے مقابلہ میں کوئی اور گناہ اس بات کا زیادہ حقدار نہیں کہ اللہ اس کے کرنے والے کو دنیا میں ہی جلد سزا عطا فرمائے، اور آخرت میں اس کے لئے سزا باقی رہے (ابوداؤد، مسند احمد، ابن حبان، حاکم)

مطلب یہ ہے کہ جن گناہوں پر دنیا میں ہی اللہ تعالیٰ کی جانب سے جلد سزا ملتی ہے، اور آخرت کی سزا اپنی جگہ برقرار رہتی ہے، ان میں قطع رحمی اور ظلم جیسا اور کوئی گناہ نہیں۔ ل

ل قال رسول الله ما من ذنب ما نافية ومن زائدة للاستغراق أحرى أى أحق وأولى أن يعجل الله صلة أحرى على تقدير الباء أى بتعجيله سبحانه لصاحبه أى لمرتكب الذنب العقوبة مفعول يعجل وظرفه قوله فى الدنيا مع ما يدخر بتشديد الدال المهملة وكسر الخاء المعجمة أى مع ما يؤجل من العقوبة له أى لصاحب الذنب فى الآخرة من البغى أى من بغى الباغى وهو الظلم أو الخروج على السلطان أو الكبر ومن تفصيلية وقطيعة الرحم أى ومن قطع صلة ذوى الأرحام رواه الترمذى وأبو داود قال ميرك وقال الترمذى حسن صحيح ورواه الحاكم وقال صحيح الإسناد اه وفى الجامع الصغير رواه أحمد والبخارى فى الأدب المفرد وأبو داود والترمذى وابن ماجه وابن حبان والحاكم عن أبى بكرة ورواه الطبرانى عنه أيضا ولفظه ما من ذنب أجدر أن يعجل الله تعالى لصاحبه العقوبة فى الدنيا مع ما يدخر له فى الآخرة من قطيعة الرحم والخيانة والكذب وأن أعجل الطاعة ثوابا صلة الرحم حتى أن أهل البيت ليكونوا فجرة فتنمو أموالهم ويكثر عددهم إذا تواصلوا (مرقاة المفاتيح، ج۷، ص ۳۰۹۱، كتاب الآداب، باب البر والصلة)

(ما من ذنب أجدر) بسكون الجيم أحق والذى رأيته فى أصول صحيحة من الأدب المفرد بدل أجدر أحرى (أن يعجل الله لصاحبه العقوبة فى الدنيا مع ما يدخر له فى الآخرة من البغى وقطيعة الرحم) لأن البغى من الكبر وقطيعة الرحم من الاقتطاع من الرحمة والرحم القرابة ولو غير محرم بنحو إيذاء أو صد أن هجر فإنه كبير كما يفيده هذا الوعيد الشديد أما قطيعتها بترك الإحسان فليس بكبير قال الحليمى :بين بهذا الخبر أن الدعاء بما فيه إثم غير جائز لأنه جرأة على الله ويدخل فيه ما لو دعا بشر على من لا يستحقه أو على نحو بهيمة وقال فى الإتحاف :فيه تنبيه على أن البلاء بسبب القطيعة فى الدنيا لا يدفع بلاء الآخرة ولو لم يكن إلا حرمان مرتبة الواصلين.

-(حم خد د ت ه حب ك) فى التفسير (عن أبى بكرة) قال :صحيح وأقره الذهبى ورواه عنه الطبرانى أيضا وزاد حتى أن أهل البيت ليكونوا فجرة فتنمو أموالهم ويكثر عددهم إذا تواصلوا (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۸۰۲۸)

ما من ذنب أجدر أن يعجل الله لصاحبه العقوبة فى الدنيا مع ما يدخر له فى الآخرة من قطيعة الرحم والخيانة) فى كيل أو وزن أو غيرهما (والكذب) الذى لغير مصلحة (وإن أعجل الطاعة ثوابا صلة

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

سنن ابنِ ماجہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سند سے ایک حدیث میں یہ مضمون مروی ہے کہ:

خیر کے کاموں میں زیادہ ثواب کے اعتبار سے تیز ترین عمل (اللہ کی مخلوق کے ساتھ) نیک سلوک اور (رشتہ داروں کے ساتھ) صلہ رحمی ہے، اور شر کے کاموں میں زیادہ تیز سزا اور وبال کے لحاظ سے ظلم اور قطع رحمی ہے۔

مگر اس حدیث کو سند کے اعتبار سے بعض حضرات نے شدید ضعیف قرار دیا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الرحم) وحقيقة الصلة العطف والرحمة (حتى أن أهل البيت ليكونوا فجرة فتنمو أموالهم ويكثر عددهم إذا تواصلوا) لأن أصل الرحمات شجنة معلقة بالعرش فأنزل الله تعالى منها رحمة واحدة قسمها بين خلقه يترأفون بها ويتعاطفون بها فمن قطعها فقد انقطع من رأفة الله فلذلك تعجلت عقوبته فى الدنيا ومن ثم قيل أعجل البر صلة الرحم وأسرع الشر عقابا الكذب وقطيعة الرحم لأن الأمانة فى الأقوال كالأفعال معلقة بالإيمان وقطيعة الرحم من الانقطاع من الرحمة المعلقة بالعرش.

-(طب عن أبى بكرة) رمزه لحسنه قال الهيثمى :رواه عن شيخه عبد الله بن موسى بن أبى عثمان الأنطاكى ولم أعرفه وبقية رجاله ثقات(فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ٨٠٢٩)

وليس شىء أشد عند الله تعالى من الكفر، ولا عقوبة أشد من العقوبة عليه، إلا أن تدرك التوبة من كان منه ذلك، وإنما أريد بما فى الحديثين اللذين ذكرناهما فى هذا الباب عقوبة من كان منه البغى، وقطيعة الرحم من أهل الشريعة التى لم يخرج منها بذلك، وكان ما توعد به من ذلك عقوبة على بغيه، وقطيعة الرحم التى أمره الله تعالى بصلتها .وأما العقوبة على الكفر، فأغلظ من ذلك، وبالله التوفيق (شرح مشكل الآثار، ج١٥، ص ٢٦٠، باب بيان مشكل ما روى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فى أسرع الخير ثوابا، وفى أسرع الذنوب عقوبة)

[1] حدثنا سويد بن سعيد، حدثنا صالح بن موسى، عن معاوية بن إسحاق، عن عائشة بنت طلحة عن عائشة أم المؤمنين، قالت :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم-: "أسرع الخير ثوابا البر وصلة الرحم، وأسرع الشر عقوبة البغى وقطيعة الرحم (سنن ابن ماجة، رقم الحديث ٤٢١٢)

قال أحمد بن أبى بكر بن إسماعيل الكنانى:

هذا إسناد فى صالح بن موسى الصلحى وهو ضعيف وله شاهد من حديث أبى بكرة رواه أبو داود والترمذى(مصباح الزجاجة فى زوائد ابن ماجه)

وقال شعيب الارنؤوط:

إسناده ضعيف جدا، صالح بن موسى الطلحى متروك.

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صلہ رحمی پر ابھارنا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ:

خَطَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَثَّ عَلٰى صِلَةِ الرَّحِمِ

(المعجم الاوسط للطبرانی رقم الحدیث ۴۷۶۰) لے

ترجمہ: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا، اور صلہ رحمی پر ابھارا (طبرانی)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأخرجه إسحاق بن راهويه فی "مسنده(۱۷۷۷)"و (۱۸۱۲)وأبو يعلى(۴۵۱۲)والطحاوی فی "شرح مشكل الآثار(۵۹۹۷) "وابن عدی فی ترجمة صالح من "الكامل(۴/۱۳۸۷)"والطبرانی فی "الأوسط(۹۳۸۳)" والخرائطی فی "مكارم الأخلاق(۲۶۹) "والمزی فی ترجمة صالح من "تهذيب الكمال (۱۳/ ۹۸ - ۹۹)"والذهبی فی ترجمته من "ميزان الاعتدال(۲/۳۰۲) "من طرق عن صالح بن موسى، بهذا الإسناد.

وفی الباب عن أبی هريرة عند البيهقی(۱۰/۳۵)وقال :الحديث مشهور بالإرسال.

وعن مكحول مرسلا عند ابن راهويه فی "مسنده(۵/۲۷۰ - ۲۷۱) "(حاشية سنن ابن ماجه)

(أسرع الخير ثوابا) أی أعجل أنواع الطاعة إثابة من الله تعالى (البر) بالكسر :الاتساع فی الإحسان إلى خلق الله تعالى من كل آدمی وحيوان محترم (وصلة الرحم) أی الأقارب وإن بعدوا (وأسرع الشر) أی الفساد والظلم (عقوبة البغی وقطيعة الرحم) لأن فاعل ذلك لما افترى باقتحام ما تطابقت على النهی عنه الكتب السماوية والإشارات الحكمية وقطع الوصل التی بها نظام العالم وصلاحه أسرع إليه الوبال فی الدنيا مع ما ادخر له من العقاب فی العقبى والمراد بالسرعة هنا أنه تعالى يعجل ثواب ذلك وعقابه فی الدنيا ولا يؤخره للآخرة بدليل الخبر المار :اثنان يعجل الله عقوبتهما فی الدنيا ، وذكر هنا البغی وقطيعة الرحم ، وفی حديث آخر :البغی واليمين الفاجرة ، وفی آخر :البغی وعقوق الوالدين ، فدل على عدم الانحصار فی عدد ، وإنما كان المصطفى صلى الله عليه وسلم يخاطب كل إنسان بما يليق بحاله وبما هو ملتبس به أو يريد العزم عليه فلذلك اختلفت الأجوبة.(ت ه) وكذا أبو يعلى (عن عائشة) رمز المصنف لحسنه وليس كما قال فقد ضعفه المنذری وغيره(فيض القدير للمناوی، تحت رقم الحديث ۱۰۱۷)

لے قال الهيثمی:

رواه الطبرانی فی الاوسط وإسناده حسن ويأتی بتمامه فی القيام على البنات ان شاء الله.(مجمع الزوائد ج۸ ص۱۵۰، باب صلة الرحم وقطعها)

www.idaraghufran.org

معلوم ہوا کہ صلہ رحمی اتنا اہم عمل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو اس عمل کے انجام دینے پر ابھارا ہے۔

قطع رحمی سے پہلے موت پر سبقت کا حکم

حضرت عبس غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

إِنِّىْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بَادِرُوْا بِالْمَوْتِ سِتًّا: إِمْـرَةَ السُّفَهَاءِ، وَكَثْرَةَ الشُّرَطِ، وَبَيْعَ الْحُكْمِ، وَاسْتِخْفَافًا بِالدَّمِ، وَقَطِيْعَةَ الرَّحِمِ، وَنَشْوًا يَتَّخِذُوْنَ الْقُرْآنَ مَزَامِيْرَ يُقَدِّمُوْنَهُ يُغَنِّيْهِمْ، وَإِنْ كَانَ أَقَلَّ مِنْهُمْ فِقْهًا (مسند احمد)[1]

ترجمہ: بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ چھ چیزوں سے پہلے موت پر سبقت کرو (یعنی ان چیزوں کے ایجاد ہونے سے پہلے موت بہتر ہے) ایک تو بیوقوفوں کی حکومت سے، دوسرے پولیس کی کثرت سے، تیسرے فیصلوں کی خرید وفروخت سے (جیسا کہ عدالتوں میں زیادہ پیسہ لگانے والوں کے حق میں فیصلے ہوتے ہیں) چوتھے خون (بہانے) کو ہلکا سمجھنے سے (یعنی قتل کے گناہ کی اہمیت کم ہوجانے کو) پانچویں قطع رحمی سے، چھٹے ایسی (نوخیز) نسل کے لوگوں سے جو قرآن کو گانا بنائیں گے، گانے والے کو اپنے آگے کریں گے، اگرچہ یہ (قرآن کو گانے والا) ان میں دین کی سمجھ کے اعتبار سے کم ترین ہوگا (مسند احمد)

---

[1] رقم الحديث ١٦٠٤٠، مؤسسة الرسالة، بيروت، المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ١٤٤٩١، مستدرک حاکم رقم الحديث ٥٩٠٥، شرح مشكل الآثار للطحاوى، رقم الحديث ١٣٨٩، معرفة الصحابة لابى نعيم رقم الحديث ٥٥٥٠.

قال شعيب الارنؤوط:

حديث صحيح (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

اس طرح کی حدیث ایک اور سند سے بھی مروی ہے۔ [1]

اس سے معلوم ہوا کہ قطع رحمی ایسا گناہ ہے، کہ اس میں مبتلا ہونے سے پہلے موت واقع ہوجانا بہتر ہے۔

قطع رحمی، قربِ قیامت کی علامات میں سے

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ :إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يُبْغِضُ الْفَاحِشَ وَالْمُتَفَحِّشَ .وَالَّذِىْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ، لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَظْهَرَ الْفُحْشُ وَالتَّفَحُّشُ، وَسُوْءُ الْجِوَارِ، وَقَطِيْعَةُ الْأَرْحَامِ، وَحَتّٰى يُخَوَّنَ الْأَمِيْنُ، وَيُؤْتَمَنَ الْخَائِنُ (المعجم الكبير للطبراني) [2]

ترجمہ: انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک اللہ عزوجل، فحش گوئی کرنے والے اور فحش گوئی کو پسند کرنے والے کو مبغوض (یعنی انتہائی ناپسند) رکھتا ہے، اور قسم ہے اس ذات کی، جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی، جب تک کہ فحش گوئی کرنا اور اس میں

---

[1] عن شداد أبى عمار الشامى، قال :قال عوف بن مالک :يا طاعون خذنى إليک قال :فقالوا :أليس قد سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول " :ما عمر المسلم كان خيرا له؟ "قال :بلى ولكنى أخاف ستا إمارة السفهاء، وبيع الحكم، وكثرة الشرط، وقطيعة الرحم، ونشء ينشئون يتخذون القرآن مزامير، وسفک الدم (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ٢٣٩٧٠)

قال شعيب الارنؤوط:صحيح لغيره (حاشية مسند احمد)

[2] رقم الحديث ١٤٥٠٧ ،ج١٣ص ١٥٩،مسند احمد، رقم الحديث ٦٨٧٢.

قال شعيب الارنؤوط:

صحيح لغيره (حاشية مسند احمد)

دلچسپی لینا، اور بُرے پڑوسی اور (رشتہ داروں سے) قطع رحمی عام نہ ہوجائے اور یہاں تک کہ امانت دار کو خائن قرار نہ دیا جائے، اور خائن کو امانت دار قرار نہ دیا جائے (طبرانی، مسند احمد)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيه وَسَلَّمَ: إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَلْفُحْشَ وَالتَّفَحُّشَ وَقَطِيْعَةَ الْأَرْحَامِ وَائْتِمَانَ الْخَائِنِ، أَحسَبُهُ قَالَ: وَتَخْوِيْنَ الْأَمِيْنِ، أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا (مسند البزار، رقم الحديث ۷۵۱۸) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کی علامات میں سے فحش اور تفحش (یعنی فحش گوئی کرنا اور فحش گوئی کو پسند کرنا) اور قطع رحمی کرنا، اور خائن کو امانت دار (راوی کہتے ہیں) میرا گمان ہے کہ یہ بھی کہا ''اور امانت دار کو خائن قرار دینا ہے'' یا اس جیسی کوئی بات کہی (بزار)

اس قسم کا مضمون دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی سندوں سے بھی مروی ہے۔ [2]

---

[1] قال الالبانی: أخرجه البزار (ص۲۳۸ زوائده) من طريق شبيب بن بشر عن أنس بن مالك مرفوعا. قلت: وهذا إسناد حسن، رجاله ثقات غير شبيب بن بشر وفيه كلام، والراجح أنه حسن الحديث. ولذلک قال فی "زوائد البزار": "حسن." وقال فی "مجمع الزوائد(۷/۳۲۷)": "رواه البزار، وفيه شبيب بن بشر وهو لين، ووثقه ابن حبان، وقال: يخطیء، وبقية رجاله رجال الصحيح." قلت: قد وثقه ابن معين أيضا، والراجح فيه ما ذكرنا آنفا. وللشطر الثانی من الحديث طريق أخرى عن أنس سقته فيما تقدم (۱۸۸۷) وشاهد آخر من حديث أبی هريرة ذكرته هناک. وله شاهد آخر من حديث عبد الله بن عمرو يأتی تحت الحديث (۲۲۵۳) فالحديث صحيح. (سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۲۲۳۸)

[2] عن أنس، قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إن من أشراط الساعة أن يظهر الفحش، والتفحش وسوء الجوار، وقطع الأرحام، ويخون الأمين، ويؤتمن الخائن (مسند الشاميين للطبرانی، رقم الحديث ۲۵۴۷)

عن طارق بن شهاب، قال: كنا عند ابن مسعود، رضی الله عنه فقال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن بين يدی الساعة تسليم الخاصة وفشو التجارة حتى تعين

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اس قسم کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قطع رحمی انتہائی برا فعل ہے، اسی وجہ سے اس کو قیامت کی علامات میں شمار کیا گیا ہے۔

قطع رحمی کرنے والے کا عمل قبول نہیں کیا جاتا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : إِنَّ أَعْمَالَ بَنِيْ آدَمَ تُعْرَضُ كُلَّ خَمِيْسٍ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ، فَلَا يُقْبَلُ عَمَلُ قَاطِعِ رَحِمٍ (مسند احمد رقم الحديث ١٠٢٧٢) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بنی آدم کے اعمال ہر جمعہ کی رات میں (اللہ تعالیٰ کے حضور) پیش کئے جاتے ہیں، اور قطع رحمی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

المرأة زوجها على التجارة وقطع الأرحام وظهور شهادة الزور وكتمان شهادة الحق "هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه" (مستدرک حاکم، رقم الحديث ٧١٤٣، مسند احمد، رقم الحديث ٣٨٧٠)

عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه، قال :الزموا هذه الطاعة والجماعة فإنه حبل الله الذي أمر به، وأن ما تكرهون في الجماعة خير مما تحبون في الفرقة، وإن الله تعالى لم يخلق شيئا قط إلا جعل له منتهى، وإن هذا الدين قد تم وإنه صائر إلى نقصان، وإن أمارة ذلك أن تقطع الأرحام، ويؤخذ المال بغير حقه، ويسفك الدماء ويشتكي ذو القرابة قرابته، ولا يعود عليه بشيء ، ويطوف السائل بين الجمعتين لا يوضع في يده شيء ، فبينما هم كذلك إذ خارت خوار البقر يحسب كل الناس إنما خارت من قبلهم، فبينما الناس كذلك إذ قذفت الأرض بأفلاذ كبدها من الذهب والفضة لا ينفع بعد ذلك شيء من الذهب والفضة (مستدرک حاکم، رقم الحديث٨٦٦٣)

قال الحاكم:هذا حديث صحيح على شرط الشيخين، ولم يخرجاه "

وقال الذهبي في التلخيص:على شرط البخاري ومسلم.

[1] قال الهيثمي:

رواه أحمد ورجاله ثقات.(مجمع الزوائد ج٨ص ١٥١ ،باب صلة الرحم وقطعها)

وقال شعيب الارنووط:

اسنادهٔ حسن(حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

کرنے والے کا عمل قبول نہیں کیا جاتا (مسند احمد)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رشتہ داروں سے قطع رحمی اور قطع تعلقی کرنا اتنا سنگین اور ناپسندیدہ گناہ ہے کہ ایسے شخص کے نیک اعمال کی قبولیت بھی متاثر ہوتی ہے۔ [1]

قطع رحمی کرنے والے کے لئے آسمان کے دروازے بند

حضرت اعمش رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ جَالِسًا بَعْدَ الصُّبْحِ فِيْ حَلْقَةٍ، فَقَالَ: أَنْشُدُ اللّٰهَ قَاطِعَ رَحِمٍ لَمَا قَدِمَ عَنَّا، فَإِنَّا نُرِيْدُ أَنْ نَدْعُوَ رَبَّنَا، وَأَبْوَابُ السَّمَاءِ مُرْتَجَةٌ دُوْنَ قَاطِعِ رَحِمٍ (المعجم الكبير للطبراني) [2]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ صبح کی نماز کے بعد ایک

---

[1] (إن أعمال بنى آدم تعرض على الله عشية كل) يوم (خميس ليلة الجمعة فلا يقبل عمل قاطع رحم) أى قريب بنحو إساء ة أو هجر فعمله لا ثواب فيه وإن كان صحيحا وسبق أنه لا تلازم بين الصحة وعدم القبول وهذا وعيد شديد يفيد أن قطعها كبيرة أى إن كان بما ذكر بخلاف قطعها بترك الإحسان أو نحوه فليس بكبيرة بل ولا صغيرة كما قاله العلامة الولى العراقى ويحتمل كونه صغيرة فى بعض الأحوال والعشية ما بين العشاء ين أو آخر النهار أو من الزوال إلى الصباح أو أول ظلام الليل أو غير ذلك وهى مؤنثة وربما ذكرت على معنى العشى قال فى الاتحاف :ذكر العرض فى الوقت المذكور بفهم أنه لا يقع فى غيره وليس مرادا لما ورد أن الأعمال تعرض يوم الإثنين والخميس وعليه فذكر العرض المتعلق بهذا فى عشية الخميس لاحتمال التخصيص بهذا العمل بترك العشية ويحتمل وهو أقرب أن الحكم بعدم القبول يؤخر إلى ليلة الجمعة فى العشية المذكورة فإن رجع إلى الحق وتاب قبل العمل عشية الخميس وإلا رد وفيه إشارة إلى أن الشخص ينبغى له تفقد نفسه فى تلك العشية ليلقى ليلة الجمعة على وجه حسن(فيض القدير للمناوى،تحت رقم الحديث ٢٢٠٩)

[2] رقم الحديث ٨٧٠٥، مصنف عبدالرزاق رقم الحديث ٢٠٢٤٢.

قال الهيثمى: رواه الطبرانى ورجاله رجال الصحيح إلا أن الاعمش لم يدرک ابن مسعود .(مجمع الزوائد ج٨ص ١٥١ ،باب صلة الرحم وقطعها)

وقال المنذرى:رواه الطبرانى ورواته محتج بهم فى الصحيح إلا أن الأعمش لم يدرک ابن مسعود مرتجة بضم الميم وفتح التاء المثناة فوق وتخفيف الجيم أى مغلقة (الترغيب والترهيب، ج٣، ص ٢٣٤، كتاب البر والصلة وغيرها)

www.idaraghufran.org

جماعت میں تشریف فرما تھے، فرمانے لگے کہ میں تم لوگوں کو قسم دیتا ہوں کہ اگر اس جماعت میں کوئی شخص قطع رحمی کرنے والا ہو تو وہ چلا جائے، ہم لوگ اپنے رب سے دعاء کرنا چاہتے ہیں اور آسمان کے دروازے قطع رحمی کرنے والے کے لئے بند ہوتے ہیں (طبرانی، عبدالرزاق)

دعاء بھی ایک عمل بلکہ عبادت اور عبادت کا مغز ہے، اور اس سے پہلی حدیث سے معلوم ہو چکا کہ قطع رحمی کرنے والے کا عمل (اگرچہ ادا ہو جاتا ہو، مگر) قبول نہیں کیا جاتا۔

کیونکہ قطع رحمی کرنے والا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم اور لعنت کا مستحق ہوتا ہے۔

جس سے قطع رحمی کرنے والے کے بارے میں سخت وعید معلوم ہوئی۔

ابنِ ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی ایک روایت میں یہ مضمون آیا ہے کہ قطع رحمی کرنے والے پر، رحمت نازل نہیں ہوتی، مگر اس روایت کی سند شدید ضعیف ہے۔ [1]

---

[1] قال أبو حذيفة، نبيل بن منصور بن يعقوب بن سلطان البصارة:
إنّ الرحمة لا تنزل على قوم فيهم قاطع الرَّحِم"
قال الحافظ :وللمصنف فى "الأدب المفرد "من حديث ابن أبى أوفى رفعه :فذكره " ضعيف جدا.
أخرجه وكيع فى "الزهد(٤١٢)"وابن أبى شيبة فى "مسنده "(المطالب ٢٥٤٢/١) وهناد فى "الزهد(١٠٠٥)"وأحمد بن منيع فى "مسنده "(المطالب٢٥٤٢/٢) والبخارى فى "الأدب المفرد(٦٣)"وفى "التاريخ الكبير(١٤/٢/٢ "ومحمد بن أسلم الطوسى فى "الأربعين(٢٤)"والحسين المروزى فى "زوائده على البر والصلة "لابن المبارك(١٣٦)ويعقوب بن سفيان فى "المعرفة(٢٦٥/١)"والطبرى فى "تهذيب الآثار "(مسند عبد الرُحمن بن عوف ٢١٢) والطبرانى كما فى "المجمع(١٥١/٨)" وابن عدى(٣/١٠٩)ونصر السمرقندى فى "تنبيه الغافلين(ص ٩٩ - ١٠٠) "والبيهقى فى "الشعب(٧٥٩٠)"والبغوى فى "شرح السنة(٣٤٣٩ و٣٤٤٠)"وأبو القاسم الأصبهانى فى "الترغيب(٢٣١٧)"وابن الجوزى فى "البر والصلة(٢٤٢ و ٢٥٤" والمزى فى "التهذيب(٤٣٢/١١ - ٤٣٣"والذهبى فى "تذكرة الحفاظ(٥٣٣/٢)" وفى "السير(٢٠٥/١٢)"من طريق أبى إدام سليمان بن زيد المحاربى الأزدى قال : سمعت عبد الله بن أبى أوفى يقول :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم -عشية يوم عرفة :فذكره.وفى لفظ "إنّ الملائكة لا تنزل على قوم فيهم قاطع رحم" قال الطبرى :

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

قطع رحمی کی وجہ سے عذاب کا نزول

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

يَبِيتُ قَوْمٌ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ عَلٰى طَعَامٍ وَشَرَابٍ وَلَهْوٍ، فَيُصْبِحُونَ قَدْ مُسِخُوا خَنَازِيرَ، وَلَيُخْسَفَنَّ بِقَبَائِلَ فِيهَا وَفِي دُورٍ فِيهَا، حَتّٰى يُصْبِحُوا فَيَقُولُوا خُسِفَ اللَّيْلَةَ بِبَنِي فُلَانٍ خُسِفَ اللَّيْلَةَ بِدَارِ بَنِي فُلَانٍ، وَأُرْسِلَتْ عَلَيْهِمْ حَصْبَاءُ حِجَارَةٌ كَمَا أُرْسِلَتْ عَلٰى قَوْمِ لُوطٍ، وَأُرْسِلَتْ عَلَيْهِمُ الرِّيحُ الْعَقِيمُ فَتَنْسِفُهُمْ كَمَا نُسِفَتْ مَنْ كَانَ قَبْلَهُمْ بِشُرْبِهِمُ الْخَمْرَ، وَأَكْلِهِمُ الرِّبَا، وَلُبْسِهِمُ الْحَرِيرَ، وَاتِّخَاذِهِمُ الْقَيْنَاتِ، وَقَطِيعَتِهِمُ الرَّحِمَ قَالَ وَذَكَرَ خَصْلَةً أُخْرٰى فَنَسِيتُهَا (مستدرک حاکم) [1]

ترجمہ: میری امت میں سے کچھ لوگ کھانے پینے اور لہو (یعنی گانے بجانے کے مشغلہ) پر رات گزاریں گے، پھر صبح ہونے پر مسخ کر کے خنزیر بنادیے جائیں گے، اور کچھ قبیلوں اور گھرانوں کو ان کے گھروں سمیت زمین میں دھنسادیا جائے گا، جب لوگ صبح کریں گے، تو کہیں گے کہ رات کو فلاں قبیلہ کو، فلاں گھرانے کو،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فی إسناده نظر " وقال البوصيری :مداره علی أبی إدام وهو ضعيف "مختصر الإتحاف (۱۹۲/۷)وقال الهيثمی :وفيه أبو إدام المحاربی وهو كذاب "المجمع(۱۵۱/۸) قلت :كذبه ابن معين، وقال النسائی :ليس بثقة، وقال أبو حاتم :ليس بالقوی، وقال ابن حبان :لا يحتج بخبره (انيس الساری فی تخريج احاديث فتح الباری، تحت رقم الحديث ۱۱۰۷، ج۲، ص ۱۴۹۵)

[1] رقم الحديث ۸۵۷۲ كتاب الفتن والملاحم، دار الكتب العلمية -بيروت؛ مسند ابوداؤد الطيالسی، رقم الحديث ۱۲۲۰.

قال الحاكم:هذا حديث صحيح علی شرط مسلم لجعفر، فاما فرقد فانهما لم يخرجاه.

وقال الذهبی فی التلخيص: صحيح.

www.idaraghufran.org

زمین میں دھنسا دیا گیا، اور ان پر کنکریاں اور پتھر پھینکے جائیں گے، جیسا کہ قومِ لوط پر پھینکے گئے، اور ان پر تیز وتند طوفان بھیجا جائے گا، جوان کو تہس نہس کردے گا، جس طرح پہلے لوگوں کو تہس نہس کیا گیا تھا، ان کے شراب پینے کی وجہ سے اور سود کھانے کی وجہ سے اور ریشم پہننے کی وجہ سے، اور گانے والی (عورتیں اور چیزیں) اختیار کرنے کی وجہ سے، اور ان کے قطع رحمی کرنے کی وجہ سے، اور اس کے علاوہ بھی ایک خصلت ذکر کی، جس کو میں بھول گیا (حاکم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قطع رحمی اتنا سخت گناہ اور بدترین عمل ہے کہ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا میں بھی خطرناک وبال اور عذاب نازل ہوسکتا ہے، اللہ حفاظت فرمائے۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالیٰ اَعْلَمُ وَ عِلْمُہٗ اَتَمّ وَاَحْکَمُ.

Idara Ghufran

(فصل نمبر 4)

صلہ رحمی وحسنِ سلوک کے فضائل وفوائد

قرآن وسنت میں رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی اور اچھا سلوک کرنے کے عظیم الشان فضائل وفوائد آئے ہیں، جن میں سے چند فضائل وفوائد کا قرآن وسنت کی روشنی میں ذکر کیا جاتا ہے۔

صلہ رحمی کرنے والے کامیاب ہیں

اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ ذٰلِكَ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (سورة الروم، رقم الآية ۳۸)

ترجمہ: پس دیجئے قرابت دار (یعنی رشتہ دار) کو اس کا حق، اور مسکین اور مسافر کو (ان کا حق) یہ بہتر ہے، ان لوگوں کے لئے، جو ارادہ کرتے ہیں اللہ کی رضا کا، اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں (سورہ روم)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رشتہ دار کو اس کا حق دینے کا حکم فرمایا ہے، جس سے مراد صلہ رحمی ہے، اور اس کے بعد اس عمل کو اللہ کی رضا کی طلب جوئی اور فلاح وکامیابی پانے کا ذریعہ قرار دیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنا کامیابی اور فلاح کا ذریعہ ہے۔ [1]

---

[1] (فآت ذا القربى) القرابة (حقه) من البر والصلة (والمسكين وبن السبيل) المسافر من الصدقة وأمة النبى تبع له فى ذلك (ذلك خير للذين يريدون وجه الله) أى ثوابه بما يعملون (وأولئك هم المفلحون) الفائزون (تفسير الجلالين، سورة الروم، رقم الآية ۳۸)

www.idaraghufran.org

صلہ رحمی کرنے والے عقل مند ہیں

قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ. اَلَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ، وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ (سورة الرعد رقم الآيات ١٩ الى ٢١)

ترجمہ: بس نصیحت تو قبول کرتے ہیں عقلمند لوگ، وہ جو پورا کرتے ہیں اللہ کے عہد کو اور نہیں توڑتے اس عہد کو، اور وہ لوگ ہیں جو کہ جوڑتے ہیں ان کو کہ اللہ نے حکم دیا ہے ان کو جوڑنے کا، اور جو ڈرتے رہتے ہیں اپنے رب سے، اور اپنے رب سے خوف رکھتے ہیں برے حساب سے (سورہ رعد)

اس آیت میں عقل مند لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے جن رشتوں کے جوڑے رکھنے کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہے، اس سے صلہ رحمی مراد ہے۔

جس سے معلوم ہوا کہ صلہ رحمی کرنے والے اللہ تعالیٰ کے نزدیک عقل مند لوگوں میں شامل ہیں۔ [1]

صلہ رحمی اہم ترین نیک عمل اور متقی ہونے کی علامت ہے

قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ. وَاٰتَى الْمَالَ

---

[1] (وَالَّذِينَ يَصِلُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ) قيل :أراد بـه الإيـمان بجميع الكتب والرسل ولا يـفرقون بينهما .والأكثرون عـلـى أنـه أراد بـه صلة الرحم(تفسير البغوى، تحت رقم الآية ٢٠ من سورة الرعد)

عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ. وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ .وَالْمُوْفُوْنَ بِعَھْدِھِمْ اِذَا عٰھَدُوْا. وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا. وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ (سورۃ البقرۃ آیت ۱۷۷)

ترجمہ: (مسلمانو) نیکی یہی نہیں ہے کہ تم (عبادت کے وقت) اپنے چہرے مشرق کی طرف کرلو یا مغرب کی طرف، بلکہ (اصل) نیکی تو ان لوگوں کی ہے جو ایمان لائے اللہ پر، اور آخرت کے دن پر اور فرشتوں پر اور (آسمانی) کتابوں اور نبیوں پر، اور دیا اپنا مال اللہ کی محبت میں، رشتہ داروں کو، یتیموں کو، اور مسکینوں کو اور مسافروں کو، اور سائلوں کو، اور غلاموں کی رہائی پر (خرچ کیا) اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی، اور جو پورا کرنے والے ہیں اپنے عہدوں کو جب وہ عہد کرتے ہیں، اور صبر کرنے والے ہیں، تنگی اور مصیبت اور (حق و باطل کی) جنگ میں، اور یہی لوگ ہیں جو سچے ہیں، اور یہی لوگ متقی ہیں (سورہ بقرہ)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صلہ رحمی کے عمل کو اصل نیکی کے اعمال میں شمار فرما کر اسلام کی صداقت اور تقویٰ کی نشانی قرار دیا ہے، جس سے صلہ رحمی کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔ [1]

---

[1] (لیس البر أن تولوا وجوهكم) فی الصلاة (قبل المشرق والمغرب) نزل ردا علی الیهود والنصاری حین زعموا ذلک (ولكن البر) أی ذا البر وقرء بفتح الباء أی البار (من آمن بالله والیوم الآخر والملائكة والكتاب) أی الكتب (والنبیین وآتی المال علی) مع (حبه) له (ذوی القربی)القرابة (والیتامی والمساكین وبن السبیل) المسافر (والسائلین) الطالبین (وفی) فک (الرقاب) المكاتبین والأسری (وأقام الصلاة وآتی الزكاة) المفروضة وما قبله فی التطوع (والموفون بعهدهم إذا عاهدوا) الله أو الناس (والصابرین) نصب علی المدح (فی البأساء) شدة الفقر (والضراء) المرض (وحین البأس) وقت شدة القتال فی سبیل الله (أولئک) الموصوفون بما ذكر (الذین صدقوا) فی إیمانهم أو ادعاء البر (وأولئک هم المتقون) الله(تفسیر الجلالین،سورة البقرة ،رقم الآیة ۱۷۷)

www.idaraghufran.org

صلہ رحمی جنت میں داخلہ کرانے والے اعمال میں سے ہے

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ، قَالَ مَا لَهُ مَا لَهُ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَبٌ مَا لَهُ تَعْبُدُ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ وَتَصِلُ الرَّحِمَ(بخاری، رقم الحديث ١٣٠٩، كتاب الزكاة، باب وجوب الزكاة)

ترجمہ: ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتادیجئے، جو مجھے جنت میں داخل کردے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو کیا ہوگیا؟ اس کو کیا ہوگیا؟ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ضرورت مند ہے (یعنی اس کو سوال کے جواب کی ضرورت ہے، ویسے ہی بلاوجہ سوال نہیں کررہا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ) اللہ کی عبادت کیجئے اور اس کا کسی کو شریک نہ بنایئے، اور نماز قائم کیجئے اور زکاۃ ادا کیجئے اور صلہ رحمی کیجئے (بخاری)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

أَفْشُوا السَّلَامَ، وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ، وَصِلُوا الْأَرْحَامَ، وَصَلُّوا وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ(مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ٢٣٧٨٤)[1]

ترجمہ: تم سلام کو پھیلاؤ (یعنی کثرت سے سلام کرو) اور (لوگوں کو) کھانا کھلاؤ، اور (رشتہ داروں سے) صلہ رحمی کرو، اور لوگوں کے سونے کی حالت میں (یعنی رات کے وقت) نماز پڑھو، (ان اعمال کی بدولت) تم جنت میں سلامتی کے

---

[1] قال شعيب الارنوؤط:

إسناده صحيح، رجاله ثقات رجال الشيخين .يحيى بن سعيد .هو القطان، وعوف :هو ابن أبي جميلة الأعرابي، وزُرَارة :هو ابن أوفى (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

ساتھ داخل ہو جاؤ گے(مسند احمد)

اس سے معلوم ہوا کہ رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کا عمل ان اعمال میں سے ہے، جو جنت میں داخلے کا ذریعہ ہیں۔ [1]

صلہ رحمی کی وجہ سے جنت میں داخلہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: نِمْتُ، فَرَأَیْتُنِیْ فِی الْجَنَّۃِ، فَسَمِعْتُ صَوْتَ قَارِءٍ یَقْرَأُ، فَقُلْتُ: مَنْ ھٰذَا ؟قَالُوْا: ھٰذَا حَارِثَۃُ بْنُ النُّعْمَانِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: کَذَاکَ الْبِرُّ ، کَذَاکَ الْبِرُّ، وَکَانَ أَبَرَّ النَّاسِ بِأُمِّہٖ (مسند أحمد، رقم الحديث ۲۵۱۸۲) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں سو گیا، پھر میں نے اپنے آپ کو جنت میں دیکھا، پھر میں نے ایک قاری کی آواز کو سنا، جو قرائت کر رہے تھے، میں نے کہا کہ یہ کون ہیں؟ تو لوگوں نے جواب دیا کہ یہ حارثہ بن نعمان ہیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نیک سلوک (وصلہ رحمی) اسی طرح (سے ہوتی) ہے، نیک سلوک (وصلہ رحمی) اسی طرح (سے ہوتی) ہے، اور حارثہ بن نعمان اپنی ماں کے ساتھ دوسرے لوگوں سے زیادہ نیک سلوک (وصلہ رحمی)

---

[1] أفشوا السلام "أى :أظهروه وأكثروه على من تعرفونه ومن لا تعرفونه "وأطعموا الطعام " أى :لنحو المساكين والأيتام "وصلوا الأرحام "أى :ولو بالسلام "وصلوا بالليل "أى أوله وآخره "والناس نيام "لأنه وقت الغفلة، فلأرباب الحضور مزيد المثوبة أو لبعده عن الرياء والسمعة (تدخلوا الجنة بسلام) أى من الله أو من ملائكته من مكروه أو تعب ومشقة(مرقاة المفاتيح، ج۴ص ۱۳۴۱، كتاب الزكاة، باب فضل الصدقة)

[2] قال شعيب الارنوؤط:
إسناده صحيح، رجاله ثقات رجال الشيخين (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

کرنے والے تھے (مسند احمد)

اس سے معلوم ہوا کہ صلہ رحمی کرنے کی وجہ سے انسان کو جنت میں داخلہ کی نعمت نصیب ہوتی ہے۔ [1]

صلہ رحمی، اللہ کا محبوب ترین عمل ہے

قبیلۂ خثعم کے ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے لمبی حدیث میں روایت ہے کہ:

قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، أَيُّ الْأَعْمَالِ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ ؟ قَالَ: إِيْمَانٌ بِاللّٰهِ قَالَ: قُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، ثُمَّ مَهْ ؟ قَالَ: ثُمَّ صِلَةُ الرَّحِمِ (مسند ابی يعلیٰ رقم الحديث ٦٨٣٩) [2]

---

[1] (دخلت الجنة فسمعت فيها قراء ة فقلت من هذا قالوا) يعنى الملائكة أو غيرهم ممن مر (حارثة) بحاء مهملة ومثلثة (ابن النعمان) من بنى مالك بن النجار البدرى وكان أبر الناس بأمه (كذلكم البر كذلكم البر) قال الطيبى :المشار إليه ما سبق والمخاطبون الصحابة فإن المصطفى صلى الله عليه وسلم رأى هذه الرؤيا وقصها على أصحابه فلما بلغ إلى قوله النعمان نبههم على سبب نيل تلك الدرجة بقوله كذلكم البر أى حارثة قال تلك الدرجة بسبب البر وموقع هذه الجملة التذييل كقوله تعالى (وجعلوا أعزة أهلها أذلة وكذلك يفعلون) وفيه من المبالغة أنه جعل جزء البر برا وعرف الخبر بلام الجنس تنبيها على أن هذه الدرجة القصيا لا تنال إلا ببر الوالدين والتكرار للاستيعاب والتقرير والتأكيد

(ن ك) فى المناقب وكذا أحمد وأبو يعلى بسند قال الهيثمى :رجاله رجال الصحيح (عن عائشة) قال الحاكم :على شرطهما وأقره الذهبى وقال الحافظ فى الإصابة :إسناده صحيح وظاهر صنيع المصنف أن هذا هو الحديث بتمامه والأمر بخلافه بل بقيته وكان أبر الناس بأمه اه فكأنه أغفله سهوا أو توهم أنه مدرج فى الحديث وهو ذهول فقد قال الصدر المناوى وغيره :وصح لنا برواية الحاكم والبيهقى أن قوله كان أبر الناس من كلام رسول الله صلى الله عليه وسلم وليس بمدرج ثم بسطه(فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث٤١٧٨)

[2] قال الهيثمى:رواه أبو يعلى ورجاله رجال الصحيح غير نافع بن خالد الطاحى وهو ثقة.(مجمع الزوائد ج٨ص ١٥١ ،باب صلة الرحم وقطعها)

و قال المنذرى: رواه أبو يعلى بإسناد جيد(الترغيب والترهيب،، ج٣، ص ٢٢٨،كتاب البر والصلة وغيرهما)

و قال الصنعانى: رواه أبو يعلى بإسناد جيد (فتح الغفار الجامع لأحكام سنة نبينا المختار، تحت رقم الحديث ٣٢٢٣)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اللہ کو سب سے زیادہ کون سا عمل محبوب ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ پر ایمان لانا، میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! پھر کون سا عمل محبوب ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر (رشتہ داروں سے) صلہ رحمی کرنا (ابویعلیٰ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صلہ رحمی کا عمل اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ ومحبوب ترین اعمال میں سے ہے۔

اللہ کا صلہ رحمی کرنے والوں سے اپنے قُرب کا اعلان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

إِنَّ الرَّحِمَ شَجْنَةٌ مِنْ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ اللّٰهُ مَنْ وَصَلَكِ وَصَلْتُهُ (بخاری)[1]

ترجمہ: رحم، رحمٰن کی شاخ ہے، پس اللہ نے (اس کو) فرمایا کہ جو تجھے جوڑے گا (یعنی صلہ رحمی کرے گا) میں اس کو (اپنی رحمت وجنت سے) جوڑوں گا (بخاری)

اس طرح کی اور بھی کئی احادیث وروایات ہیں، جو پہلے ذکر کی جا چکی ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ صلہ رحمی کرنے والوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے قرب کا اعلان ہو چکا ہے، جس کا عملی مظاہرہ قیامت کے دن ہوگا۔

صلہ رحمی، جلدترین ثواب کا اور قطع رحمی ویرانی کا ذریعہ ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ شَيْءٌ أُطِيْعَ اللّٰهُ فِيْهِ أَعْجَلَ ثَوَابًا مِنْ صِلَةِ الرَّحِمِ وَلَيْسَ شَيْءٌ أَعْجَلَ عِقَابًا مِنَ الْبَغْيِ

www.idaraghufran.org

[1] رقم الحديث ٥٩٨٨، كتاب الادب، باب من وصل وصله الله.

وَقَطِيْعَةِ الرَّحِمِ وَالْيَمِيْنِ الْفَاجِرَةِ تَدَعُ الدِّيَارَ بَلَاقِعَ (سنن البيهقى) لے

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی چیز اللہ کی اطاعت کے کاموں میں صلہ رحمی کے مقابلہ میں ثواب کے اعتبار سے تیز ترین نہیں ہے، اور کوئی چیز عذاب اور پکڑ کے اعتبار سے بغاوت (وسرکشی یا ظلم) اور (رشتہ داروں سے) قطع رحمی اور جھوٹی قسم سے زیادہ تیز نہیں ہے، جو کہ گھروں (اور بستیوں) کو ویران کر چھوڑتی ہے (بیہقی)

اس قسم کی حدیث حضرت عبدالرحمٰن سے بھی مروی ہے۔ ۲ے

اور حضرت مکحول سے بھی مرسلاً اس طرح کی حدیث مروی ہے۔ ۳ے

اس سے معلوم ہوا کہ رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کا ثواب وفائدہ دنیا ہی میں بہت جلدی ملنا شروع ہو جاتا ہے۔ ۴ے

لے رقم الحديث، ۲۰۳۶۴، كتاب الايمان، باب ما جاء فى اليمين الغموس.

قال الالبانى:

و جملة القول أن الحديث بمجموع هذه الطرق و الشواهد صحيح ثابت (سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۹۷۸)

۲ے چنانچہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے کچھ تفصیل کے ساتھ اس طرح روایت کیا ہے کہ:

عن أبى سلمة بن عبد الرحمن، عن أبيه، أن النبى صلى الله عليه وسلم قال " " :إن أعجل الطاعة ثوابا صلة الرحم، حتى إن أهل البيت ليكونون محارا فى أموالهم، ويكثر عددهم إذا وصلوا الرحم، وإن أعجل المعصية عقابا البغى، واليمين الفاجرة تذهب المال، وتعقم الرحم، وتذر الديار بلاقع "(شعب الإيمان، رقم الحديث ۷۶۰۱)

۳ے عن مكحول، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :إن أعجل الخير ثوابا صلة الرحم، وإن أعجل الشر عقوبة البغى، واليمين الصبر الفاجرة تدع الديار بلاقع "(سنن البيهقى رقم الحديث ۱۹۸۷۲، الزهد لهناد بن السرى، رقم الحديث ۱۰۱۲، الزهد لوكيع رقم الحديث ۳۹۹)

قال الالبانى:قلت :و هذا مرسل صحيح الإسناد (سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۹۷۸)

۴ے (أسرع الخير ثوابا) أى أعجل أنواع الطاعة إثابة من الله تعالى (البر) بالكسر :الاتساع فى الإحسان إلى خلق الله تعالى من كل آدمى وحيوان محترم (وصلة الرحم) أى الأقارب وإن بعدوا (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۱۰۱۷) ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

صلہ رحمی مال وافراد میں اضافہ اور محتاجی دور ہونے کا ذریعہ

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ أَعْجَلَ الطَّاعَةِ ثَوَاباً صِلَةُ الرَّحِمَ، وَإِن أَهْلَ الْبَيْتِ لَيَكُوْنُوْنَ فَجَرَة فَتَنْمُوْ أَمْوَالُهُمْ وَيَكْثُرُ عَدَدُهُمْ إِذَا تَوَاصَلُوْا، وَمَا مِنْ أَهْلِ بَيْتٍ يَتَوَاصَلُوْنَ فَيَحْتَاجُوْنَ (موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان) لے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(ليس شيئ أطيع الله تعالى فيه أعجل ثوابا من صلة الرحم) أى الإحسان إلى الأقارب بقول أو فعل (وليس شء أعجل عقابا من البغى) أى التعدى على الناس (وقطيعة الرحم) بنحو إساء ة أو هجر (واليمين الفاجرة) أى الكاذبة (تدع) أى تترك (الديار بلاقع) بفتح الباء واللام وكسر القاف جمع بلقع وهى الأرض القفراء التى لا شء فيها يريد أن الحالف يفتقر ويذهب ما فى بيته من الرزق،وقيل :هو أن يفرق الله شمله ويغير عليه ما أولاه من نعمه.(هق عن أبى هريرة) رمز المصنف لحسنه.(فيض القدير شرح الجامع الصغير للمناوى، تحت رقم الحديث ٧٦٠١)

(ما من ذنب أجدر أن يعجل الله لصاحبه العقوبة فى الدنيا مع ما يدخر له فى الآخرة من قطيعة الرحم والخيانة) فى كيل أو وزن أو غيرهما (والكذب) الذى لغير مصلحة (وإن أعجل الطاعة ثوابا صلة الرحم) وحقيقة الصلة العطف والرحمة (حتى أن أهل البيت ليكونوا فجرة فتنمو أموالهم ويكثر عددهم إذا تواصلوا) لأن أصل الرحمات شجنة معلقة بالعرش فأنزل الله تعالى منها رحمة واحدة قسمها بين خلقه يترأفون بها ويتعاطفون بها فمن قطعها فقد انقطع من رأفة الله فلذلک تعجلت عقوبته فى الدنيا ومن ثم قيل أعجل البر صلة الرحم وأسرع الشر عقابا الكذب وقطيعة الرحم لأن الأمانة فى الأقوال كالأفعال معلقة بالإيمان وقطيعة الرحم من الانقطاع من الرحمة المعلقة بالعرش(فيض القدير شرح الجامع الصغير لمناوى، تحت رقم الحديث ٨٠٢٩)

لے رقم الحديث ٢٠٣٨، كتاب البر و الصلة، باب صلة الرحم وقطعها، صحيح ابن حبان، رقم الحديث ٤٤٠، كتاب البر و الاحسان، باب صلة الرحم وقطعها.

قال حسين سليم أسد الدّارانى: إسناده جيد (حاشيه موارد الظمآن)

و قال شعيب الارنؤوط:

وله شاهد آخر من حديث أبى هريرة عند الطبرانى فى "الأوسط(١/١٥٥/٢) "من "زوائد المعجمين "من طريق أحمد بن عقال، عن أبى جعفر النفيلى، عن أبى الدهماء البصرى، عن محمد بن عمرو، عن أبى سلمة، عن أبى هريرة، فالحديث صحيح(حاشية صحيح ابنِ حبان)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نیک عمل میں ثواب کے اعتبار سے زیادہ تیز ترین چیز (رشتہ داروں سے) صلہ رحمی ہے، یہاں تک کہ ایک گھر والے گناہ گار ہوتے ہیں، پھران کے مال میں اضافہ ہوجاتا ہے، اوران کی تعداد بھی بڑھ جاتی ہے، جب وہ (رشتہ داروں سے) صلہ رحمی کرتے ہیں، اورکوئی گھر والے ایسے نہیں ہیں، جو صلہ رحمی کرتے ہوں، اور پھر محتاج ہوتے ہوں (موارد الظمآن، ابن حبان)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَيُعَمِّرُ بِالْقَوْمِ الدِّيَارَ وَيُثْمِرُ لَهُمُ الْأَمْوَالَ. وَمَا نَظَرَ إِلَيْهِمْ مُنْذُ خَلَقَهُمْ بُغْضًا لَهُمْ, قِيْلَ: وَكَيْفَ ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: بِصِلَتِهِمْ أَرْحَامَهُمْ (المعجم الكبير للطبرانی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ عزوجل لوگوں کے گھروں (اور بستیوں) کو آباد فرمادیتا ہے، اور لوگوں کے مالوں کو ثمر آور (وبابرکت) بنادیتا ہے، اور جس وقت سے اللہ نے ان کو پیدا کیا، اس وقت سے

---

[1] رقم الحدیث ۱۲۳۹۱، شعب الایمان، رقم الحدیث ۷۵۹۶، ورقم الحدیث ۷۵۹۷.

قال المنذری:

رواه الطبرانی بإسناد حسن والحاكم وقال تفرد به عمران بن موسى الرملی الزاهد عن أبی خالد فإن كان حفظه فهو صحيح (الترغيب والترهيب، ج۳، ص ۲۲۸، كتاب البر والصلة وغيرهما)

وقال الهيثمی:

رواه الطبرانی واسناده حسن.(مجمع الزوائد ج۸ص ۱۵۲، باب صلة الرحم وقطعها)

امام منذری اور علامہ ہیثمی رحمہما اللہ کا اس حدیث کو حسن قرار دینا ہمارے نزدیک راجح ہے، کیونکہ قطع نظر دوسری باتوں سے اس حدیث کی دوسری احادیث مؤید ہیں، پس عمران بن موسیٰ رملی کا اس حدیث کو حفظ کرنا درست ہوا، اور جناب ناصر الدین البانی صاحب نے جو اس کو سلسلۃ الضعیفۃ میں ضعیف قرار دیا ہے، اس سے ہمیں اتفاق نہیں ہوسکا۔ محمد رضوان۔

www.idaraghufran.org

ان کی طرف بغض (وغصہ) کی وجہ سے نہیں دیکھا، عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! ایسا کیونکر ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کے (رشتہ داروں کے ساتھ) صلہ رحمی کرنے کی وجہ سے (طبرانی، شعب الایمان)

اس سے معلوم ہوا کہ صلہ رحمی کی وجہ سے مال وافراد میں اضافہ ہوتا ہے اور محتاجی دور ہوتی ہے، اگرچہ صلہ رحمی کرنے والا گناہ گار کیوں نہ ہو۔

صلہ رحمی، گھروں کی آبادی اور عمروں میں اضافہ کا ذریعہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا : إِنَّهُ مَنْ أُعْطِيَ حَظَّهُ مِنَ الرِّفْقِ، فَقَدْ أُعْطِيَ حَظَّهُ مِنْ خَيْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَصِلَةُ الرَّحِمِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ وَحُسْنُ الْجِوَارِ يَعْمُرَانِ الدِّيَارَ، وَيَزِيْدَانِ فِي الْأَعْمَارِ

(مسند احمد، رقم الحديث ۲۵۲۵۹) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا کہ بلاشبہ جس کو نرمی کا حصہ دیا

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:

إسناده صحيح، رجاله ثقات رجال الشيخين غير محمد بن مهزم، فمن رجال "التعجيل "وثقه ابن معين، وقال أبو حاتم :ليس به بأس، وذكره ابن حبان فى الثقات(حاشية مسند احمد)

وقال الهيثمي:

رواه أحمد ورجاله ثقات إلا أن عبد الرحمن ابن القاسم لم يسمع من عائشة .(مجمع الزوائد ج۸ص۱۵۳ ،باب صلة الرحم وقطعها)

وقال الالبانى:

و كأنه سقط من نسختهما من "المسند "قوله " :حدثنا القاسم "و هو ثابت فى النسخة المطبوعة و هو صحيح فقد تابعه عبد الرحمن بن أبى بكر عن القاسم بن محمد به أخرجه البغوى فى "شرح السنة "(۳/۴۳۴ نسخة المكتب) و ضعفه بعبد الرحمن هذا .لكن عبد الرحمن بن القاسم ثقة فمتابعته إياه تنفع و لا تضر(سلسلة الاحاديث الصحيحة ، تحت رقم الحديث ۵۱۹)

www.idaraghufran.org

گیا (یعنی جس کے مزاج وطبیعت میں نرمی ہو) تو اس کو دنیا و آخرت کا بہت بڑا حصہ عطا کیا گیا، اور (رشتہ داروں کے ساتھ) صلہ رحمی اور (عام مخلوق کے ساتھ) نیک برتاؤ اور پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، گھروں (اور بستیوں) کو آباد کرنے اور عمروں میں اضافہ کرنے کا ذریعہ ہے (مسند احمد)

اس سے ملتی جلتی احادیث وروایات اور بھی ہیں۔

معلوم ہوا کہ صلہ رحمی کی وجہ سے گھر آباد ہوتے ہیں اور عمروں میں اضافہ ہوتا ہے۔

صلہ رحمی، رزق وعمر میں برکت کا ذریعہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُّبْسَطَ لَهُ فِيْ رِزْقِهٖ وَيُنْسَأَ لَهُ فِيْ أَثَرِهٖ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ (بخاری، رقم الحدیث ۵۵۲۷) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی یہ چاہے کہ اس کے رزق میں فراخی اور کشادگی ہو اور دنیا میں اس کے نشاناتِ قدم دیر تک رہیں (یعنی اس کی عمر لمبی ہو) تو وہ (رشتہ داروں کے ساتھ) صلہ رحمی کرے (بخاری، مسلم)

اور مسند احمد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُمَدَّ لَهُ فِيْ عُمُرِهٖ، وَأَنْ يُزَادَ لَهُ فِيْ رِزْقِهٖ، فَلْيَبَرَّ وَالِدَيْهِ، وَلْيَصِلْ رَحِمَهُ (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۳۴۰۱) [2]

---

[1] کتاب الادب، باب من بسط له فی الرزق بصلة الرحم، مسلم رقم الحدیث ۲۵۵۷ "۲۱"، کتاب البر و الصلة و الآداب، باب صلة الرحم وتحریم قطیعتها.

[2] قال شعیب الارنؤوط:

حدیث صحیح، وهذا إسناد حسن من أجل میمون بن سیاه، ومن دونه ثقات .یونس: هو ابن محمد المؤدب وحزم: هو ابن أبي حزم القطعي (حاشیة مسند احمد)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص یہ بات پسند کرتا ہے کہ اس کی عمر کو لمبا کیا جائے، اور اس کے رزق کو زیادہ کیا جائے، تو اس کو چاہئے کہ اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک اور (رشتہ داروں کے ساتھ) صلہ رحمی کرے (مسند احمد)

حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے مرسلاً روایت ہے کہ:

أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ: اِتَّقُوا اللّٰهَ، وَصِلُوا الْأَرْحَامَ، فَإِنَّهُ أَبْقٰى لَكُمْ فِي الدُّنْيَا، وَخَيْرٌ لَّكُمْ فِي الْآخِرَةِ (تفسير الطبرى رقم الحديث ٨٤٢٢، ورقم الحديث ٨٤٢٧، سورة النسآء، رقم الآية ١)

ترجمہ: بے شک اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ تم اللہ سے ڈرو، اور صلہ رحمی کرو، یہ عمل تمہیں دنیا میں زیادہ باقی رکھنے (یعنی عمر میں برکت واضافہ) کا ذریعہ اور تمہارے لئے آخرت میں بہتر ہے (طبری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

تَعَلَّمُوْا مِنْ أَنْسَابِكُمْ مَا تَصِلُوْنَ بِهٖ أَرْحَامَكُمْ، فَإِنَّ صِلَةَ الرَّحِمِ مَحَبَّةٌ فِي الْأَهْلِ، مَثْرَاةٌ فِي الْمَالِ، مَنْسَأَةٌ فِي الْأَثَرِ (سنن الترمذى) [2]

ترجمہ: اپنے (خاندانی) نسبوں (یعنی رشتہ داروں) کو معلوم کرو، جن (کے جاننے) سے تم اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرسکو گے، کیونکہ صلہ رحمی

---

[1] كتاب الادب، باب من بسط له فى الرزق بصلة الرحم، مسلم رقم الحديث ٢٥٥٧ "٢١"، كتاب البر و الصلة و الآداب، باب صلة الرحم وتحريم قطيعتها.

[2] رقم الحديث ١٩٧٩، ابواب البر والصلة عن رسول الله، باب ماجاء فى تعليم النسب، مسند احمد رقم الحديث ٨٨٦٨، مستدرک حاکم رقم الحديث ٧٢٨٤، كتاب البر و الصلة، مسند البزار رقم الحديث ٨٢٢٠.

قال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه.

وقال الذهبى فى التلخيص: صحيح.

وقال شعيب الارنؤوط:

اسنادهٗ حسن (حاشية مسنداحمد)

www.idaraghufran.org

خاندان میں محبت کا ذریعہ اور مال بڑھنے کا سبب ہے اور اس کی وجہ سے عمر میں برکت ہوتی ہے (ترمذی، مسند احمد، حاکم، بزار)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَكْتُوبٌ فِي التَّوْرَاةِ مَنْ سَرَّهُ أَنْ تَطُولَ حَيَاتُهُ وَيُزَادَ فِي رِزْقِهِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ (مستدرک حاکم) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ توراۃ میں یہ بات لکھی ہوئی ہے کہ جس کو یہ چیز خوش کرے کہ اس کی زندگی لمبی ہو، اور اس کا رزق زیادہ کیا جائے، تو اسے چاہئے کہ (رشتہ داروں کے ساتھ) صلہ رحمی (یعنی اچھا سلوک) کرے (مسند احمد)

اور اسی طرح کی ایک اور حدیث بھی مروی ہے، مگر اس کی سند ضعیف ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحدیث ۷۲۷۹، کتاب البر والصلۃ.

قال الحاکم:

ھذا حدیث صحیح الإسناد ولم یخرجاہ بھذہ السیاقۃ إنما اتفقا علی حدیث یونس عن الزھری عن أنس.

وقال الذھبی فی التلخیص:

صحیح.

وقال المنذری:

رواہ البزار بإسناد لا بأس بہ والحاکم وصححہ (الترغیب والترھیب، ج۳ص۲۲۷، کتاب البر والصلۃ وغیرھما)

[2] عن عبید اللہ بن الولید الوصافی، عن عطاء بن أبی رباح، عن ابن عباس، أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، قال " :إن أھل البیت إذا تواصلوا أجری علیھم الرزق، وکانوا فی کنف اللہ عز وجل "وفی روایۃ المصیصی " :فی کف الرحمن "، وقال :قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، تفرد بہ إسماعیل بن عیاش، عن الثوری، قال أحمد " :وصلہ عنہ ھشام بن عمار (شعب الایمان للبیھقی، رقم الحدیث ۷۵۹۸)

قال الھیثمی:

رواہ الطبرانی وفیہ عبید اللہ بن الولید الوصافی وھو ضعیف (مجمع الزوائد ج۸ص۱۵۲ ،باب صلۃ الرحم وقطعھا)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ رشتہ داروں سے صلہ رحمی اور اچھا سلوک کرنے کا عمل رزق اور عمر میں برکت وترقی اوراضافہ کا ذریعہ ہے۔

اور عمر میں برکت وترقی مختلف شکلوں میں ہوتی ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ اسی مقررہ مدت میں اتنی برکت عطاء فرمادیتا ہے کہ جو کام اور مقاصد زیادہ عمر پا کر حاصل کئے جاسکتے تھے، وہ تھوڑی عمر میں حاصل ہوجاتے ہیں، یا پھر ظاہر میں عمر بڑھادی جاتی ہے، اور تقدیر میں اسی طرح لکھا ہوتا ہے کہ اگر یہ صلہ رحمی کرے گا، تو اس کے مطابق اتنی لمبی عمر عطاء کی جائے گی، ورنہ اتنی، پھر جب وہ صلہ رحمی کرتا ہے، تو تقدیر کے مطابق اس کی عمر بڑھادی جاتی ہے، پس اس کی عمر کا بڑھنا تقدیر کے مطابق ہی ہوتا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال الالبانی:

(إن أهل البيت إذا تواصلوا أجرى الله عليهم الرزق وكانوا فی كنف الرحمن)ضعيف جدا.

رواه العقيلی فی "الضعفاء(٢٧١) "وابن عدی(٢/١٠ و ٢٣٦/١)وتمام الرازی فی "الفوائد(٥٧/١)"وأبو الحسن النعالی فی "جزء من حديثه(١٢٦/١)" وأبو القاسم الحلبی السراج فی "حديث ابن السقا(٧/٨٣/٢)"وابن عساكر(٣٦٩/٢ و ٣٢٢/٢ و ١٦/٤٩/٢)والديلمی (٢٧٧/٢/١) عن عبيد الله بن الوليد عن عطاء عن ابن عباس مرفوعا .وقال العقيلی":عبيد الله فی حديثه مناكير، لا يتابع علی كثير من حديثه"، وساق له هذا الحديث، وقال":لا يعرف إلا به."

وروی عن ابن معين أنه :ليس بشیء، وقال ابن عدی":ضعيف جدا، يتبين ضعفه علی حديثه ."وقال النسائی فی "الضعفاء (١٩) ":"متروك الحديث ."وقال ابن حبان":يروی عن الثقات ما لا يشبه حديث الأثبات، حتی يسبق إلی القلب أنه المعتمد له؛ فاستحق الترک."

قلت :فهو علة الحديث؛ وليس من دونه كما ظن المناوی ! (سلسلة الاحاديث الضعيفة، تحت رقم الحديث ٣١٦٩)

[1] (من أحب) وفی رواية للبخاری من سره (أن يبسط) بالبناء للمفعول وفی رواية من سره أن يعظم الله (له فی رزقه) أی يوسعه عليه ويكثر له فيه بالبركة والنمو والزيادة (وأن ينسأ) بضم فسكون ثم همزة أی يؤخر ومنه النسيئة (له فی أثره) محركا أی فی بقية عمرة سمی أثرا لأنه يتبع العمر (فليصل) أی فليحسن بنحو مال وخدمة وزيادة (رحمه) أی قرابته وصلته تختلف باختلاف

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

صلہ رحمی، بری موت سے حفاظت اور دعاء کی قبولیت کا ذریعہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُمَدَّ لَهُ فِيْ عُمُرِهٖ، وَيُوَسَّعَ لَهُ فِيْ رِزْقِهٖ، وَيُدْفَعَ عَنْهُ مِيْتَةُ السُّوْءِ، فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ وَلْيَصِلْ رَحِمَهٗ (مسند أحمد) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کو یہ بات خوش کرے کہ اس کی عمر لمبی کی جائے، اور اس کے رزق میں وسعت (اور کشادگی) کی جائے، اور اس سے بری موت کو دور کیا جائے، تو اسے چاہئے کہ وہ تقویٰ اختیار کرے اللہ سے ڈرے (یعنی پرہیزگاری اور گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرے) اور (رشتہ داروں سے) صلہ رحمی کرے (مسند احمد، طبرانی، حاکم)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُمَدَّ فِيْ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حال الواصل فتارة تكون بالإحسان وتارة بسلام وزيارة ونحو ذلک ولا يعارض هذا (فإذا جاء أجلهم لا يستأخرون ساعة) الآية لأن المراد بالبسط والتأخير هنا البسط فى الكيف لا فى الكم أو أن الخبر صدر فى معرض الحث على الصلة بطريق المبالغة أو أنه يكتب فى بطن أمه إن وصل رحمه فرزقه وأجله كذا وإن لم يصل فكذا (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ٨٣٢٤)

[1] رقم الحديث ١٢١٣، المعجم الاوسط للطبرانى رقم الحديث ٣٠١٤؛ مستدرک حاكم رقم الحديث ٧٢٨٠، كتاب البر و الصلة.

قال شعيب الارنؤوط:

إسناده قوى (حاشية مسند احمد)

قال الهيثمى:

رواه عبد الله بن أحمد والبزار والطبرانى فى الاوسط ورجال الصحيح غير عاصم بن حمزة وهو ثقة (مجمع الزوائد ج٨ص ١٥٣، باب صلة الرحم وقطعها)

www.idaraghufran.org

عُمُرِهٖ، وَيُبْسَطَ فِيْ رِزْقِهٖ، وَيُدْفَعَ عَنْهُ مِيْتَةَ السُّوْءِ، وَيُسْتَجَابَ دُعَاؤُهٗ فَلْيَصِلْ رَحِمَهٗ (شعب الایمان، رقم الحدیث ۷۵۷۵، باب صلة الارحام)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس بات کو پسند کرے کہ اُس کی عمر لمبی کی جائے، اور اُس کے رزق میں کشادگی کی جائے، اور اُس سے بُری موت کو دُور کیا جائے، اور اس کی دعاء کو قبول کیا جائے، تو اسے چاہئے کہ وہ (رشتے داروں کے ساتھ) صلہ رحمی (اور اچھا سلوک) کرے (شعب الایمان)

بری موت سے مراد یا تو قتل خودکشی وغیرہ ہے، یا کفر وشرک اور فسق کی حالت پر مرنا مراد ہے، لہٰذا رشتہ داروں سے صلہ رحمی اور اچھا سلوک کرنا، اس قسم کے حادثات وخطرات سے کافی حد تک حفاظت کا ذریعہ ہو جاتی ہے۔ [1]

صلہ رحمی، آپس کی محبت کا ذریعہ

حضرت علاء بن خارجہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : تَعَلَّمُوْا مِنْ أَنْسَابِكُمْ مَا تَصِلُوْنَ بِهٖ أَرْحَامَكُمْ، فَإِنَّ صِلَةَ الرَّحِمِ مَحَبَّةٌ لِّلْأَهْلِ، وَثَرَاءٌ لِّلْمَالِ وَمَنْسَأَةٌ لِّلْأَجَلِ (المعجم الكبير للطبراني) [2]

---

[1] وهذه فائدة عظيمة تدفع ميتة السوء يعنى الإنسان يموت على أحسن حال وحسن الخاتمة أحسن الله لى ولكم الخاتمة أعز ما يكون على الإنسان لأنه وقت فراق الدنيا إلى الآخرة والشيطان أحرص ما يكون على بنى آدم عند الموت لأنها هى الساعة الحاسمة إما من أهل النار أو من أهل الجنة (شرح رياض الصالحين للعثيمين، ج ا ص ۱۳۸۱، كتاب الفضائل،باب تأكيد وجوب الزكاة وبيان فضلها وما يتعلق بها)

[2] رقم الحديث، ۱۷۶، ج۱۸ص۹۸، معرفة الصحابة لابى نعيم رقم الحديث ۵۵۱۱.

قال المنذرى:رواه الطبرانى من حديث العلاء بن خارجة كلفظ الترمذى بإسناد لا بأس به (الترغيب والترهيب، ج۳ص۲۲۷، كتاب البر والصلة وغيرهما)

وقال الهيثمى:رواه الطبراني ورجاله قد وثقوا(مجمع الزوائد ج۸ص۱۵۲، تحت رقم الحديث ۱۳۴۶۲)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے (خاندانی) نسبوں (یعنی رشتہ داروں) کو معلوم کرو، جن (کے جاننے) سے تم اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی (یعنی اچھا سلوک و برتاؤ) کرسکوگے، کیونکہ صلہ رحمی (یعنی اچھا سلوک و برتاؤ) خاندان میں محبت کا ذریعہ ہے، اور مال بڑھنے اور عمر میں اضافہ (و برکت) کا سبب ہے (طبرانی، معرفۃ الصحابۃ)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے ان کا یہ قول مروی ہے کہ:

مَنِ اتَّقٰی رَبَّهٗ وَوَصَلَ رَحِمَهٗ نُسِءَ لَهٗ فِیْ عُمُرِهٖ ، وَثَرَا مَالُهٗ ، وَأَحَبَّهٗ أَهْلُهٗ (مُصنف ابن أبی شیبة) [1]

ترجمہ: جو اپنے رب سے ڈرے اور (رشتہ داروں سے) صلہ رحمی کرے، تو اس کی عمر زیادہ کردی جاتی ہے، اور اس کا مال بڑھ جاتا ہے، اور اس (صلہ رحمی کرنے والے) کے گھر والے اس سے محبت کرتے ہیں (ابن شیبہ)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنے کا اخروی اجر و ثواب اور فضیلت تو انتہائی عظیم الشان ہے ہی، اسی کے ساتھ دنیا میں بھی رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنے کے نتیجہ میں عظیم الشان فوائد اور منافع حاصل ہوتے ہیں۔

چنانچہ رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنے سے عمر میں برکت ہوتی ہے، اور عمر دراز اور لمبی ہوتی ہے، اور تنگ دستی وافلاس دور کرکے مال اور رزق میں برکت عطا کی جاتی ہے، اور آپس میں محبت اور اتفاق پیدا ہوتا ہے، دعاء قبول کی جاتی ہے، اور بری موت سے نجات حاصل ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو یہ فضائل وفوائد نصیب فرمائے۔ آمین۔

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَ عِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ.

---

[1] رقم الحدیث ٢٥٩٠٠، کتاب الادب، ما قالوا فی البر وصلة الرحم.

www.idaraghufran.org

(فصل نمبر 5)

بداخلاقی وبدسلوکی کے مرتکب سے صلہ رحمی کا حکم

احادیث سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنے کا مقصد دراصل اللہ تعالیٰ کی رضاء کا حاصل کرنا اور اس عمل کو خالص عبادت ورضائے الٰہی کا ذریعہ سمجھ کر اختیار کرنا ہے، اور اسی مقصد سے اس عمل کو اختیار کرنے سے صلہ رحمی پر حقیقی فضائل وفوائد مرتب ہوتے ہیں۔

اور اگر کوئی اس کے برعکس بدلہ کے طور پر صلہ رحمی کرے تو یہ حقیقی صلہ رحمی میں داخل نہیں، اسی وجہ سے اس پر صلہ رحمی کے حقیقی فضائل وفوائد مرتب نہیں ہوتے (اگرچہ بالکل نہ کرنے سے اس قدر صلہ رحمی کرلینا بھی فائدہ سے خالی نہیں) اور اسی وجہ سے قطع رحمی وقطع تعلقی یا بداخلاقی اختیار کرنے والے رشتہ دار سے صلہ رحمی اور اچھا سلوک کرنے کی زیادہ فضیلت واہمیت ہے، اور اس طرح کے رشتہ دار سے صلہ رحمی کرنے کے نتیجہ میں عظیم الشان فضائل وفوائد حاصل ہوتے ہیں۔

اس کی کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

بدلہ میں، صلہ رحمی کرنا، حقیقی صلہ رحمی نہیں

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَیْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُکَافِیءِ وَلٰکِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِیْ اِذَاقُطِعَتْ رَحِمُہٗ وَصَلَھَا (بخاری) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص صلہ رحمی کرنے والا نہیں

www.idaraghufran.org

[1] رقم الحدیث ۵۹۹۱، کتاب الادب ،باب لیس الواصل بالمکافی.

ہے، جو دوسرے (رشتہ دار کے) بدلے میں صلہ رحمی کرے، بلکہ صلہ رحمی کرنے والا (درحقیقت) وہ ہے کہ جب اس کے ساتھ (دوسرے رشتہ داروں کی طرف سے) قطع رحمی (یعنی بدسلوکی یا قطع تعلقی) کی جائے، تو یہ ان کے ساتھ صلہ رحمی (یعنی اچھا سلوک) کرے (بخاری)

مطلب یہ ہے کہ صلہ رحمی کے اصل فضائل وثمرات اور فوائد ومنافع اس طرح کی صلہ رحمی پر مرتب نہیں ہوتے، جو اس لئے کی جائے کہ دوسرا بھی اس کے ساتھ صلہ رحمی کرتا ہے، کیونکہ اس میں عبادت کے بجائے دنیاوی غرض اور عوض ومعاوضہ کی صورت پائی جاتی ہے۔

بلکہ صلہ رحمی کے عظیم الشان فضائل وثمرات اور فوائد ومنافع اس شخص کو حاصل ہوتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھ کر صلہ رحمی اور اچھا سلوک کرے، اگرچہ دوسرا اس کے ساتھ قطع رحمی اور بُرا سلوک کیوں نہ کرے۔ [1]

قطع رحمی کرنے والے سے، صلہ رحمی کرنے پر، اللہ کی مدد

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ لِيْ قَرَابَةً أَصِلُهُمْ وَيَقْطَعُوْنِيْ، وَأُحْسِنُ إِلَيْهِمْ وَيُسِيْئُوْنَ إِلَيَّ، وَأَحْلُمُ عَنْهُمْ وَيَجْهَلُوْنَ عَلَيَّ، فَقَالَ:

---

[1] (ليس الواصل) اللام لتعريف الجنس أى ليس حقيقة الواصل ومن يعتد بوصله (بالمكافء) أى المجازى غيره بمثل فعله إن صلة فصلة وإن قطعا فقطع (ولكن) الرواية بالتشديد ويجوز التخفيف (الواصل) الذى يعتد بوصله هو (الذى إذا قطعت) قال فى الرياض :بفتح القاف والطاء وقوله (رحمه) مرفوع (وصلها) يعنى وصل قريبه الذى قاطعه نبه به على أن من كافأ من أحسن إليه لا يعد واصلا للرحم وإنما الواصل الذى يقطعه قريبه فيواصل هو وهذا إشارة إلى الرتبة العليا فى ذلك وإلا فلو لم يقطعه أحد من قرابته واستمر هو على مواصلاتهم عد واصلا لكن رتبته دون من وصل من قطعه وللعراقى هنا تقرير تعقبه تلميذه ابن حجر بالرد(فيض القدير للمناوى، ج٥ص ٣٦١، تحت رقم الحديث ٧٥٨٦، حرف اللام)

(ليس الواصل) أى :واصل الرحم (بالمكافء) : بكسر فاء فهمز أى :المجازى لأقاربه إن صلة فصلة، وإن قطعا فقطع، والمراد به نفى الكمال (مرقاة، ج٧ص ٣٠٨١، كتاب الآداب، باب البر والصلة)

www.idaraghufran.org

لَئِنْ كُنْتَ كَمَا قُلْتَ، فَكَأَنَّمَا تُسِفُّهُمُ الْمَلَّ وَلَا يَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللّٰهِ ظَهِيرٌ عَلَيْهِمْ مَا دُمْتَ عَلٰى ذٰلِكَ (مسلم) [1]

ترجمہ: ایک آدمی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول میرے کچھ رشتہ دار ایسے ہیں جن سے میں تعلق جوڑتا ہوں (یعنی میں ان سے صلہ رحمی کرتا ہوں) اور وہ مجھ سے تعلق توڑتے ہیں (یعنی وہ مجھ سے قطع رحمی کرتے ہیں) اور میں ان سے نیکی کرتا ہوں اور وہ مجھ سے برائی کرتے ہیں اور میں ان سے نرمی (وبُردباری کا برتاؤ) کرتا ہوں اور وہ مجھ پر جہالت (وبداخلاقی کا مظاہرہ) کرتے ہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر آپ واقعی ایسا ہی کرتے ہیں، جیسا کہ آپ نے کہا ہے تو گویا کہ آپ ان کو جلتی ہوئی راکھ کھلا رہے ہیں، اور جب تک آپ (ان کے ساتھ) ایسا ہی (برتاؤ) کرتے رہیں گے، اس وقت تک اللہ کی طرف سے ایک مددگار ان کے مقابلے میں آپ کے ساتھ رہے گا (مسلم)

مطلب یہ ہے کہ دوسرے لوگ آپ کے ساتھ برا سلوک کر کے اپنے لئے تکلیف کا سامان جمع کر رہے ہیں، جس طرح جلتی ہوئی راکھ کو منہ میں پھانکنے سے تکلیف ہوتی ہے، مگر آپ اس تکلیف سے محفوظ ہیں۔

اور جہاں تک اُن کے شر وضَرر کا معاملہ ہے، تو اس سے حفاظت کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ایک مددگار (انسان یا فرشتہ کی شکل میں) آپ کے لئے مقرر کر دیا جائے گا، جس کی وجہ سے آپ ان کے شر وضَرر سے محفوظ رہیں گے، اور آپ کی دنیا وآخرت کے کاموں میں مدد حاصل ہوتی رہے گی، جب تک کہ آپ ان کے ساتھ نیک سلوک کرتے رہیں گے۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ٢٥٥٨ "٢٢"، كتاب البر والآداب والصلة، باب صلة الرحم وتحريم قطيعتها.

[2] (لئن كنت كما قلت فكأنما تسفهم المل ولا يزال معك من الله تعالى ظهير عليهم ما دمت على ذلك) المل بفتح الميم الرماد الحار وتسفهم بضم التاء وكسر السين وتشديد الفاء والظهير المعين والدافع لأذاهم وقوله أحلم عنهم بضم اللام ويجهلون أى يسيئون والجهل هنا القبيح من

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

جَاءَ رَجُلٌ إِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، إِنَّ لِیْ ذَوِی أَرْحَامٍ، أَصِلُ وَیَقْطَعُوْنَ، وَأَعْفُوْ وَیَظْلِمُوْنَ، وَأُحْسِنُ وَیُسِیئُوْنَ، أَفَأُکَافِئُھُمْ ؟ قَالَ: لَا، إِذًا تُتْرَکُوْنَ جَمِیْعًا، وَلٰکِنْ خُذْ بِالْفَضْلِ وَصِلْھُمْ، فَإِنَّہُ لَنْ یَّزَالَ مَعَکَ مِنَ اللّٰہِ ظَھِیْرٌ مَا کُنْتَ عَلٰی ذٰلِکَ (مسند احمد، رقم الحدیث ۶۹۴۲) [1]

ترجمہ: ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میرے کچھ رشتہ دار ہیں، جن کے ساتھ میں صلہ رحمی کرتا ہوں، اور وہ قطع رحمی کرتے ہیں، اور میں ان (کی غلطیوں) کو درگزر کرتا ہوں، اور وہ (اس کے بدلہ میں میرے ساتھ) ظلم (کا برتاؤ) کرتے ہیں، اور میں اچھا برتاؤ کرتا ہوں، اور وہ برا سلوک کرتے ہیں، کیا میں ان کے ساتھ بدلہ میں ویسا ہی سلوک کروں؟ (جیسا کہ وہ مجھ سے کرتے ہیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں! ورنہ تو تم سب (کی اللہ کی طرف سے مدد) کو چھوڑ دیا جائے گا، بلکہ آپ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

القول ومعناہ کأنما تطعمھم الرماد الحار وھو تشبیہ لما یلحقھم من الألم بما یلحق آکل الرماد الحار من الألم ولا شیء علی ھذا المحسن بل ینالھم الإثم العظیم فی قطیعتہ وإدخالھم الأذی علیہ وقیل معناہ إنک بالإحسان إلیھم تخزیھم وتحقرھم فی أنفسھم لکثرۃ إحسانک وقبیح فعلھم من الخزی والحقارۃ عند أنفسھم کمن یسف المل وقیل ذلک الذی یأکلونہ من إحسانک کالمل یحرق أحشاء ھم واللہ أعلم(شرح النووی علیٰ مسلم ،ج۱۶ ص ۱۱۵ ، کتاب البر والآداب والصلۃ،باب صلۃ الرحم وتحریم قطیعتھا)

(ظھیر علیھم) أی :معین لک علیھم ودافع عنک أذاھم(مرقاۃ المفاتیح، ج۷ص۳۰۸۷، کتاب الآداب، باب البر والصلۃ)

قولہ" :ظھیر "لی :ناصر ینصرک علیھم ویرفع شأنک، ویعینک فی أمور دنیاک وآخرتک. قالہ السندی(حاشیۃ مسند احمد، تحت رقم الحدیث ۶۷۰۰)

[1] قال شعیب الانووط:

حدیث حسن .الحجاج-وھو ابن أرطاۃ -ضعیف، لکنہ متابع(حاشیۃ مسند احمد)

www.idaraghufran.org

فضل (یعنی اپنے طور پر نیکی وبھلائی) کو اختیار کرو، اوران کے ساتھ صلہ رحمی کرو، بلاشبہ اللہ کی طرف سے آپ کے ساتھ ایک مددگار برابر رہے گا، جب تک کہ آپ اس (فضل وصلہ رحمی) پر قائم رہو گے (مسند احمد)

سب کو چھوڑ دیئے جانے کا یا تو مطلب یہ ہے کہ ایسی صورت میں اللہ کی مدد سے تم سب محروم ہوجاؤ گے (علیٰ بناء المفعول)

اور یا مطلب یہ ہے کہ تم سب خیراور نیکی کو چھوڑنے والے ہوجاؤ گے (علیٰ بناء الفاعل) [1]

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھ کر نیک نیتی کے ساتھ بدسلوکی اور قطع رحمی کرنے والے رشتہ دار کے ساتھ صلہ رحمی کی جاتی ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے شر سے حفاظت کا بھی انتظام فرمادیتا ہے۔

اور اگر کسی رشتہ دار سے زیادہ میل جول سے نقصان ہوتا ہو، تب بھی سلام وکلام کی حد تک تو صلہ رحمی کرہی لینی چاہئے۔

آج کل بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ ہمارا فلاں رشتہ دار بداخلاق ہے، اوراس کے ساتھ جتنا بھی اچھا سلوک کیا جائے، وہ برا سلوک ہی کرتا ہے، اس لئے ہم نے اس سے تنگ آکر لاتعلقی اختیار کرلی ہے، اوراس کے شر سے اپنے آپ کو بچالیا ہے۔

مگر مندرجہ بالا احادیث کی رُو سے صحیح اور افضل طریقہ یہ ہے کہ ایسے شخص کے ساتھ عبادت و نیکی کا کام سمجھتے ہوئے اپنی طرف سے حتی الامکان اچھا سلوک رکھا جائے، اور بالکل لاتعلقی اختیار نہ کی جائے۔

جہاں تک اس کے شر کا معاملہ ہے، تو اس سے حفاظت کا انتظام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوجاتا ہے، مگر شرط یہ ہے کہ اخلاص کے ساتھ صلہ رحمی کے عمل کو اختیار کیا جائے۔

---

[1] قوله" :تتركون "على بناء المفعول، أى :يتركم الله فلا ينظر إليكم، أو على بناء الفاعل، أى إذن صرتم تاركين للخير والبر،قاله السندى(حاشية مسند احمد، تحت رقم الحديث ٦٧٠٠)

www.idaraghufran.org

قطع رحمی کرنے والے سے صلہ رحمی کرنے کی وصیت

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَوْصَانِیْ خَلِیْلِیْ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِخِصَالٍ مِنَ الْخَیْرِ أَوْصَانِیْ بِأَنْ لَا أَنْظُرَ إِلٰی مَنْ ہُوَ فَوْقِیْ وَأَنْ أَنْظُرَ إِلٰی مَنْ ہُوَ دُوْنِیْ وَأَوْصَانِیْ بِحُبِّ الْمَسَاکِیْنِ وَالدُّنُوِّ مِنْہُمْ وَأَوْصَانِیْ أَنْ أَصِلَ رَحِمِیْ وَإِنْ أَدْبَرَتْ وَأَوْصَانِیْ أَنْ لَا أَخَافَ فِی اللّٰہِ لَوْمَۃَ لَائِمٍ وَأَوْصَانِیْ أَنْ أَقُوْلَ الْحَقَّ وَإِنْ کَانَ مُرًّا وَأَوْصَانِیْ أَنْ أُکْثِرَ مِنْ قَوْلِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ إِلَّا بِاللّٰہِ فَإِنَّہَا کَنْزٌ مِّنْ کُنُوْزِ الْجَنَّۃِ (صحیح ابنِ حبان) [1]

ترجمہ: مجھے میرے خلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چند اچھی خصلتوں کی وصیت فرمائی، ایک وصیت مجھے یہ فرمائی کہ میں (دنیا کے اعتبار سے) اپنے سے اوپر والوں پر نظر نہ رکھوں، بلکہ اپنے سے نیچے والوں پر نظر رکھوں (تاکہ حرص وحسد وغیرہ پیدا نہ ہو، بلکہ شکر کی توفیق ہو) اور ایک وصیت مجھے یہ فرمائی کہ میں مساکین (یعنی مسکین وغریب لوگوں) سے محبت رکھوں، اوران کے قریب رہوں، اورایک وصیت مجھے یہ فرمائی کہ میں اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کروں، اگرچہ وہ میرے ساتھ صلہ رحمی نہ کریں، اورایک وصیت مجھے یہ فرمائی کہ میں اللہ کے حکم (کے پورا کرنے) میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ رکھوں، اور ایک وصیت مجھے یہ فرمائی کہ میں (مناسب انداز میں اورمناسب موقع پر نیک

---

[1] رقم الحديث ۴۴۹، كتاب البر و الاحسان، باب صلة الرحم وقطعها.

قال شعيب الانووط:

حديث صحيح، إسماعيل بن يزيد صاحب المسند والتفسير، وكان يذكر بالزهد والعبادة، كثير الغرائب والفوائد، وقال أبو حاتم :صدوق .وباقي رجال الإسناد ثقات على شرط مسلم(حاشية صحيح ابن حبان)

www.idaraghufran.org

نیتی کے ساتھ) حق بات کہوں، اگرچہ کڑوی محسوس ہو، اور ایک وصیت مجھے یہ فرمائی کہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ کی کثرت رکھوں، کیونکہ یہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے (ابن حبان)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قطع رحمی کرنے والے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنے کی وصیت اور تاکید فرمائی ہے، اور یہ مضمون ان احادیث کے مطابق ہے، جن میں قطع رحمی کرنے والوں سے صلہ رحمی کرنے کو افضل ترین اخلاق میں شمار کیا گیا ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

عداوت رکھنے والے رشتہ دار پر صدقہ کی فضیلت

حضرت اُمِّ کلثوم بنتِ عقبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَفْضَلُ الصَّدَقَةِ عَلٰى ذِى الرَّحِمِ الْكَاشِحِ (صحيح ابنِ خزيمة) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ افضل صدقہ (دل میں) عداوت رکھنے والے رشتہ دار پر کرنا ہے (ابن خزیمہ، حاکم)

یہ حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ٢٣٨٦، كتاب الزكاة، باب فضل الصدقة على ذى الرحم الكاشح، مستدرك حاكم رقم الحديث ١٤٧٥، كتاب الزكاة.
قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط مسلم، ولم يخرجاه، وله شاهد بإسناد صحيح.
وقال الاعظمى: اسناده صحيح(حاشية صحيح ابنِ خزيمة)

[2] عن حكيم بن حزامٍ، أن رجلا سأل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الصدقات، أيها أفضل ؟قال:على ذى الرحم الكاشحِ (مسند احمد رقم الحديث ١٥٣٢٠)
قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح (حاشية مسند احمد)
عن أبى أيوب الأنصارى، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :إن أفضل الصدقة الصدقة على ذى الرحم الكاشح "(مسند احمد رقم الحديث ٢٣٥٣٠)
قال شعيب الارنؤوط:حديث صحيح (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

کیونکہ رشتہ دار پر صدقہ کرنا بھی صلہ رحمی کی ایک صورت ہے، اور دل میں بغض وعداوت رکھنے والے رشتہ دار کے ساتھ صلہ رحمی کرنے کا زیادہ ثواب ہے، اس وجہ سے بغض عداوت رکھنے والے رشتہ دار پر صدقہ کرنے کی فضیلت بھی زیادہ ہے۔ [1]

قطع رحمی کرنے والے سے صلہ رحمی، افضل اخلاق میں داخل

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

يَـا عُقْبَةُ، أَلَا أُخْبِرُكَ بِأَفْضَلِ أَخْلَاقِ أَهْلِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ. تَصِلُ مَنْ قَطَعَكَ وَتُعْطِيْ مَنْ حَرَمَكَ وَتَعْفُوْ عَمَّنْ ظَلَمَكَ أَلَا وَمَنْ أَرَادَ أَنْ يُمَدَّ فِيْ عُمُرِهٖ وَيُبْسَطَ فِيْ رِزْقِهٖ فَلْيَصِلْ ذَا رَحِمِهٖ (مستدرک حاکم) [2]

ترجمہ: اے عقبہ! کیا میں تمہیں دنیا وآخرت کے افضل ترین اخلاق نہ بتلا دوں؟ جو آپ سے قطع رحمی کرے، آپ اس سے صلہ رحمی کریں، جو آپ کو محروم کرے، اس کو آپ عطا کریں، اور جو آپ پر ظلم کرے، اس کو آپ معاف کریں، خبردار! جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کی عمر لمبی کی جائے، اور اس کے رزق کو کشادہ کیا جائے، تو وہ اپنے رشتہ دار سے صلہ رحمی کرے (حاکم)

اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک لمبی حدیث میں ہے کہ:

---

[1] (أفضل الصدقة الصدقة على ذى رحم الكاشح) بشين معجمة فمهملة قال الزمخشرى :هو الذى يضمر العداوة ويطوى عليها كشحه .أو الذى يطوى عنك كشحه ولا يألفك اه :يعنى أفضل الصدقة على ذى الرحم المضمر العداوة فى باطنه فالصدقة عليه أفضل منها على ذى الرحم الغير كاشح لما فيه من قهر النفس للإذعان لمعاديها وعلى ذى الرحم المصافى أفضل أجرا منها على الأجنبى لأنه أولى الناس بالمعروف(فيض القدير شرح الجامع الصغير،للمناوى ،تحت رقم الحديث رقم١٢٦٣)

قيل فى تأويل الكاشح ها هنا القريب وقيل المبغض المعادى فإنه طوى كشحه على بغضه وعداوته وهو الصحيح والله أعلم(التمهيد لما فى الموطأ من المعانى والأسانيد،لا بن عبد البر القرطبى ،ج ا ،ص٢٠٧ ،باب الألف فى أسماء شيوخ مالك)

[2] رقم الحديث ٧٢٨٥، كتاب البر والصلة.

www.idaraghufran.org

فَقُلْتُ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، أَخْبِرْنِی بِفَوَاضِلِ الْأَعْمَالِ . فَقَالَ: يَا عُقْبَةُ، صِلْ مَنْ قَطَعَکَ، وَأَعْطِ مَنْ حَرَمَکَ، وَأَعْرِضْ عَمَّنْ ظَلَمَکَ

(مسند احمد، رقم الحديث ۱۷۳۳۴) [1]

ترجمہ: میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! مجھے افضل اعمال بتلا دیجئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عقبہ جو آپ سے قطع رحمی کرے، آپ اس سے صلہ رحمی کریں، اور جو آپ کو محروم کرے، آپ اس کو عطاء کریں، اور جو آپ پر ظلم کرے، آپ اس سے اعراض (ودرگزر) کریں (مسند احمد)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث تھوڑے بہت الفاظ کے فرق کے ساتھ اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ [2]

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ صلہ رحمی کا حکم ہر رشتہ دار کے ساتھ ہے، خواہ وہ صلہ رحمی کرے یا قطع رحمی کرے، اور کسی رشتہ دار کے ساتھ اس لیے صلہ رحمی کرنے پر اجر وثواب مرتب نہیں ہوتا کہ وہ صلہ رحمی کرتا ہے، بلکہ صرف اللہ کی رضا کی خاطر صلہ رحمی کرنے پر ثواب حاصل ہوتا

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:

حديث حسن (حاشية مسند احمد)

قال الهيثمی:

رواه أحمد والطبرانی وأحد اسنادی أحمد رجاله ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۳۶۹۰، باب مكارم الاخلاق والعفو عمن ظلم)

[2] عن عقبة بن عامر، قال: لقيت رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال لی " :يا عقبة بن عامر، صل من قطعک، وأعط من حرمک، واعف عمن ظلمک (مسند احمد، رقم الحديث ۱۷۴۵۲)

قال شعيب الارنؤوط:

إسناده حسن (حاشية مسند احمد)

وقال الالبانی:

قلت :و هذا إسناد صحيح ، رجاله كلهم ثقات معروفون غير فروة ابن مجاهد و قد ذكره ابن حبان فی "الثقات" و روى عنه جماعة و قال البخاری :كانوا لا يشكون أنه من الأبدال (سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت حديث رقم ۸۹۱)

Idara Ghufran
www.idaraghufran.org

ہے، جو رشتہ دار قطع رحمی کرے، اس کے ساتھ صلہ رحمی کرنے پر بہت بڑا اجروثواب مرتب ہوتا ہے۔

اس لیے سب رشتہ داروں کے ساتھ درجہ بدرجہ صلہ رحمی کرنی چاہیے، بطورِ خاص قطع رحمی کرنے والے رشتہ دار سے صلہ رحمی کرنے کی بڑی فضیلت ہے، اگرچہ صلہ رحمی کرنے والے رشتہ دار سے صلہ رحمی کرنے کے بھی فضائل ہیں، اور وہ بھی عبادت ہے، لیکن قطع رحمی کرنے والے رشتہ دار سے صلہ رحمی کرنے کی فضیلت بہت زیادہ ہے۔

مشرک قریبی رشتہ دار کے ساتھ بھی صلہ رحمی کا حکم

حضرت اسماء بنتِ ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قَدِمَتْ عَلَيَّ أُمِّيْ وَهِيَ مُشْرِكَةٌ فِيْ عَهْدِ قُرَيْشٍ، إِذْ عَاهَدُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمُدَّتِهِمْ مَعَ أَبِيْهَا، فَاسْتَفْتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ أُمِّيْ قَدِمَتْ عَلَيَّ وَهِيَ رَاغِبَةٌ أَفَأَصِلُهَا؟ قَالَ: نَعَمْ صِلِيْهَا (بخاری) [1]

ترجمہ: میری (سوتیلی) ماں (مکہ سے مدینہ منورہ میں) میرے پاس قریش سے اس عہد کے زمانے میں اپنے والد کے ساتھ آئیں، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش سے عہد (ومعاہدہ) کیا ہوا تھا، اور ان کے عہد (ومعاہدہ) کی مدت چل رہی تھی، تو حضرت اسماء نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ طلب کیا اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میری ماں آئی ہیں، اور وہ (میرے اسلام سے) کراہیت (وناگواری محسوس) کرتی ہیں (اور وہ خود سے مسلمان نہیں) تو کیا میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کروں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک

---

[1] رقم الحديث ٣١٨٣، كتاب الجزية، بعد باب باب إثم من عاهد ثم غدر.

www.idaraghufran.org

آپ ان کے ساتھ صلہ رحمی کریں (بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی قریبی رشتہ دار مشرک بھی ہو، اور وہ مسلمانوں کے اسلام کو ناپسند کرتا ہو، تب بھی اس کے ساتھ شرعی حدود میں رہتے ہوئے صلہ رحمی کا حکم ہے، اور جب مشرک وغیر مسلم رشتہ دار کے ساتھ بھی صلہ رحمی کا حکم ہے، تو بددین یا گناہ گار رشتہ دار کے ساتھ صلہ رحمی کا حکم بدرجہ اولیٰ ہوگا، اس لئے دین دار و بددین ہر قسم کے رشتہ داروں کے متعلق رشتوں کی نسبت کا علم حاصل کر کے ان کے ساتھ درجہ بدرجہ اور حسبِ ضرورت وحسبِ قدرت صلہ رحمی کرنی چاہئے۔ [1]

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَ عِلْمُہٗ اَتَمّ وَاَحْکَمُ.

---

[1] (وعن أسماء بنت أبی بكر) أی :الصديق الأكبر (رضی الله عنهما، قالت :قدمت علی أمی) أی :من مكة إلی المدينة (وهی مشركة) أی :ما أسلمت بعد (فی عهد قريش) : متعلق بقدمت أی: كان ذلک القدوم فی المدة التی كان عهد المصالحة بينه -صلی الله عليه وسلم -وبين قريش علی ترک قتالهم فيها (فقلت :يا رسول الله، إن أمی قدمت علی) أی :نزلت عندی (وهی راغبة) : بالموحدة أی :معرضة عن الإسلام أو مائلة فيه، أو راغبة فی صلتی أو راغبة فی الإشراک، وفی نسخة صحيحة راغمة بالميم أی :كارهة إسلامی وهجرتی، أو ذليلة محتاجة إلی عطائی، وقيل: أی هاربة من قومها .قال التوربشتی :قد روی بالباء ، وكذلک هو فی المصابيح .والصواب: راغمة بالميم بدل الباء ، وقال النووی فی شرح هذا الحديث :قدمت علی أمی وهی راغبة أو راهبة، وفی الرواية الأخری :راغبة بلا شک وهی مشركة .قال القاضی عياض :الصحيح راغبة بلا شک، وفی رواية أبی داود :راغبة فی عهد قريش، وهی راغبة مشركة .قيل :معناه راغبة عن الإسلام أو كارهة له، وقيل :طامعة فيما أعطيها حريصة عليه، ومعنی راغمة بالميم :كارهة للإسلام ساخطة له .قال الطيبی :تحريره أن قوله :راغبة إذا أطلقت من غير تقييد يقدر راغبة عن الإسلام لا غير، وإذا قرنت بقوله :وهی مشركة أو فی عهد قريش يقدر راغبة فی صلتی ليطابق ما رواه أبو داود وهی راغمة .(أفأصلها؟ قال :نعم صليها) أی :وأعطيها ما يرضيها قال النووی :وفيه جواز صلة القريب المشرک (مرقاة المفاتيح، ج۷ص ۳۰۸۰، كتاب الآداب، باب البر والصلة)

www.idaraghufran.org

حصہ دوم

رشتہ داروں سے صلہ رحمی وحسنِ سلوک کرنے کا طریقہ

قرآن وسنت میں جگہ جگہ رشتہ داروں سے صلہ رحمی اور حسنِ سلوک اختیار کرنے اور قطع رحمی وبدسلوکی سے بچنے کا حکم آیا ہے، جس کی تفصیل پہلے ذکر کی جا چکی ہے۔

اب صلہ رحمی وحسنِ سلوک کے طریقوں اور صورتوں کا ذکر کیا جاتا ہے، تاکہ معلوم ہو کہ وہ کون سے اعمال ہیں، جن کو اختیار کر کے قطع رحمی وبدسلوکی سے بچا جا سکتا ہے، اور صلہ رحمی وحسنِ سلوک کے حکم کو پورا کیا جا سکتا ہے۔

اور رشتہ داروں کے بعض حقوق تو وہ ہیں کہ جن کا تعلق خاص رشتہ داروں سے ہے، لیکن بعض حقوق وہ ہیں کہ جن کا تعلق تقریباً اکثر رشتہ داروں سے ہے، اگرچہ ان کے بعض جزئی مسائل اور طریقۂ کار میں فرق ہو سکتا ہے، لیکن چند اصولی چیزوں کو اختیار کر لینے کی برکت سے صلہ رحمی وحسنِ سلوک کے تقاضوں کو پورا کیا جا سکتا ہے۔

اور چونکہ بہت سے مسلمانوں کو صلہ رحمی کے طریقوں اور ان کی اہمیت کا علم نہیں، اور اسی وجہ سے کثرت کے ساتھ ان کے خلاف کرنے کی نوبت آتی ہے، اس لئے آگے اسی قسم کے طریقوں کا قرآن وسنت کی روشنی میں ذکر کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اتباعِ حق کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

Idara Ghufran

(فصل نمبر 1)

خوش اخلاقی کے ذریعہ صلہ رحمی وحسنِ سلوک

رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی اور حسنِ سلوک کا عمدہ طریقہ خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرنا ہے، بلکہ جن چیزوں کے ذریعہ سے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی اور حسنِ سلوک کی تاکید بیان کی گئی ہے، اور ترغیب دی گئی ہے، وہ سب چیزیں حسنِ اخلاق کے اصولی مفہوم میں داخل ہیں۔

چنانچہ حضرت ابووھب سے روایت ہے کہ:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ، أَنَّهُ وَصَفَ حُسْنَ الْخُلُقِ فَقَالَ: هُوَ بَسْطُ الْوَجْهِ، وَبَذْلُ الْمَعْرُوْفِ، وَكَفُّ الْأَذٰى (ترمذی) [1]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے حسنِ خلق کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ خندہ پیشانی (سے پیش آنا) اور (دوسروں کے ساتھ) معروف وبھلائی کو اختیار کرنا، اور (دوسروں کو) تکلیف پہنچانے سے بچنا ہے (ترمذی)

حسنِ خلق کا یہی مفہوم حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے علاوہ، حضرت سفیان ثوری، حضرت سفیان بن عیینہ، اور حضرت فضیل بن عیاض رحمہم اللہ سے بھی مروی ہے۔ [2]

حسنِ خلق کے اس مفہوم میں رشتہ داروں کی مال کے ذریعہ سے اعانت بھی داخل ہے، اور اسی

---

[1] رقم الحديث ۲۰۰۵، ابواب البر و الصلة، باب ما جاء في حسن الخلق.

[2] سمعت أبا نصر بن قتادة، يقول :سمعت أبا حامد أحمد بن علي بن الحسن المقرء، يقول :سمعت أحمد بن شيبان الرملي، يقول :اجتمع سفيان الثوري، وسفيان بن عيينة، وفضيل بن عياض، وعبد الله بن المبارك، فقال بعضهم لبعض :أليس معنى حديث النبي صلى الله عليه وسلم ":إن حسن الخلق ليبلغ درجة الصائم القائم"، فاتفقوا على ثلاث :بسط الوجه، وكف الأذى، وبذل المعروف (شعب الايمان للبيهقي، رقم الحديث ۷۷۰۸)

www.idaraghufran.org

طرح بدن کے ذریعہ سے ان کو راحت اور خوشی پہنچانا اوران کی خبر گیری کرنا اور حسبِ موقع سلام وکلام اور زیارت وملاقات کرنا بھی داخل ہے۔ [1]

اور بعض احادیث سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ اگر کسی کو مالی وسعت نہ ہو تو وہ خندہ پیشانی اور دوسرے طریقوں سے حسنِ خلق کا اہتمام کرلے۔

چنانچہ حضرت عطاء، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

إِنَّكُمْ لَنْ تَسَعُوا النَّاسَ بِأَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ يَسَعُهُمْ مِنكُمْ بَسْطُ الْوَجْهِ وَحُسْنَ الْخُلُقِ (مسند البزار، رقم الحديث ٩٣١٩)

ترجمہ: بے شک تم (سب) لوگوں کے ساتھ اپنے مالوں کے ذریعہ سے اعانت کرنے کی وسعت نہیں رکھتے، لیکن خندہ پیشانی اور حسنِ خلق کی وسعت تم میں سے ہر ایک رکھتا ہے (بزار)

مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کو مال کے ذریعہ سے دوسرے کی اعانت کی وسعت حاصل نہ ہو، تو اسے چاہئے کہ وہ کم از کم خندہ پیشانی اور حسنِ خلق کو اختیار کرے۔

یہ مضمون اور سندوں سے بھی مروی ہے، اور مجموعی طور پر یہ حدیث حسن درجہ میں داخل ہے۔ [2]

---

[1] (وصلة الرحم واجبة ولو) كانت (بسلام وتحية وهدية)ومعاونة ومجالسة ومكالمة وتلطف وإحسانٍ ويزورهم غبا ليزيد حبا(الدر المختار مع رد المحتار، ج٦ص ٤١١، كتاب الحظر والإباحة،فصل فى البيع)

[2] حدثنا ابن إدريس ، عن عبد الله بن سعيد ، عن جده ، عن أبى هريرة ، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :لن تسعوا الناس بأموالكم فليسعهم منكم بسط وجه , وحسن خلق(مصنف ابن أبى شيبة،رقم الحديث ٢٥٨٤٢،ما ذكر فى حسن الخلق وكراهية الفحش، مسند البزار، رقم الحديث ٩٦٥١، الترغيب والترهيب لقوام السنة للاصبهانى،رقم الحديث ١٢٠٨)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ مِنْ أَكْمَلِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِيْمَانًا، أَحْسَنَهُمْ خُلُقًا، وَأَلْطَفَهُمْ بِأَهْلِهِ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۴۲۰۴) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومنین میں سب سے کامل ایمان والے وہ لوگ ہیں، جن کے اخلاق بہتر ہوں، اور وہ اپنے گھر والوں (یعنی بیوی، بچوں اور والدین وغیرہ) کے ساتھ زیادہ نرمی کا برتاؤ کرنے والے ہوں (مسند احمد)

حضرت ابو کبشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: خِيَارُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ (المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ۹۵۴) [2]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا کہ تم میں سے بہتر لوگ وہ ہیں، جو اپنے گھر والوں کے ساتھ بہتر ہوں (طبرانی)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال المنذرى:

رواه أبو يعلى والبزار من طرق أحدها حسن جيد (الترغيب والترهيب، ج۳ص ۲۷۶، رقم الحديث ۳۷، كتاب الادب، الترغيب فى الحياء وما جاء فى فضله والترهيب من الفحش والبذاء، مطبوعة: دارالكتب العلمية، بيروت)

قال ابن حجر:

حديث أبى هريرة سئل النبى صلى الله عليه وسلم عن أكثر ما يدخل الناس الجنة فقال تقوى الله وحسن الخلق وللبزار بسند حسن من حديث أبى هريرة رفعه إنكم لن تسعوا الناس بأموالكم ولكن يسعهم منكم بسط الوجه وحسن الخلق والأحاديث فى ذلك كثيرة (فتح البارى، ج۱۰ ص ۴۵۹، كتاب الادب، قوله باب حسن الخلق والسخاء)

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح لغيره (حاشية مسند احمد)

[2] قال الالبانى:

قلت: وهذا إسناد جيد، وفى عمر هذا ضعف. وله شواهد كثيرة من حديث أبى هريرة وغيره، فانظره فيما تقدم (سلسلة الأحاديث الصحيحة تحت رقم الحديث ۱۸۳۵)

www.idaraghufran.org

گھر والوں میں بیوی بچے سب داخل ہیں، رشتہ داروں میں گھر والوں کا درجہ مقدم ہے، اس لئے ان کا بطورِ خاص ذکر کیا گیا۔

اور اس کے بعد باقی رشتہ داروں کا درجہ ہے، اس لئے گھر والوں کے بعد دوسرے رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ اخلاق اور اچھا برتاؤ کرنے کی اہمیت ہے۔

حضرت نواس بن سمعان انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنِ الْبِرِّ وَالْإِثْمِ فَقَالَ: اَلْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ، وَالْإِثْمُ مَا حَاكَ فِيْ صَدْرِكَ، وَكَرِهْتَ أَنْ يَطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ (مسلم) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نیکی اور گناہ کے بارے میں سوال کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نیکی حسنِ خلق ہے، اور گناہ وہ ہے جو آپ کے دل میں کھٹک پیدا کرے، اور آپ اس پر لوگوں کے مطلع (اور آگاہ) ہونے کو ناپسند کریں (مسلم)

رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی اور حسنِ سلوک کو بھی ''بر'' کہا جاتا ہے، اور حسنِ سلوک کے مقابلے میں بدسلوکی کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ [2]

ان احادیث وروایات سے رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ خلق کی فضیلت واہمیت معلوم ہوئی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

---

[1] رقم الحديث ٢٥٥٣ "١٤"، كتاب البر و الصلة و الآداب، باب تفسير البر والإثم.

[2] أى :هذا باب فى ذكر البر والصلة، والبر والإحسان ومنه البر فى حق الوالدين وهو فى حقهما وحق الأقربين من الأهل، ضد العقوق وهو الإساءة إليهم والتضييع لحقهم، يقال :برىبر فهو بار وجمعه بررة، وجمع البر أبرار، والصلة هى صلة الأرحام وهى كناية عن الإحسان إلى الأقربين من ذوى النسب والأصهار والتعطف عليهم والرفق بهم والرعاية لأحوالهم، وكذلك إن بعدوا وأساؤوا، وقطع الرحم قطع ذلك كله، يقال :وصل رحمه يصلها وصلا وصلة، وأصل الصلة : وصل، فحذفت الواو تبعا لفعله وعوضت عنها الهاء فكأنه بالإحسان إليهم قد وصل ما بينه وبينهم من علاقة القرابة والصهر (عمدة القارى للعينى، ج ۲۲، ص ۸۰، كتاب الأدب، باب البر والصلة)

www.idaraghufran.org

أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِمَنْ تُحَرَّمُ عَلَيْهِ النَّارُ قَالُوْا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ عَلٰى كُلِّ هَيِّنٍ لَيِّنٍ قَرِيْبٍ سَهْلٍ (صحیح ابنِ حبان) [1]

ترجمہ: کیا میں تمہیں اس آدمی کی خبر نہ دے دوں، جس پر آگ (یعنی جہنم) کو حرام کردیا گیا ہے، صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! بے شک (ہمیں اس کی خبر دیجئے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر اس شخص پر (جہنم کو حرام کردیا گیا ہے) جو کہ (لوگوں کے ساتھ برتاؤ کرنے میں) سنجیدہ، نرم، قریب اور سہل ہو (ابنِ حبان)

اس قسم کی حدیث حضرت جابر، حضرت ابوہریرہ، حضرت انس اور حضرت معیقیب بن ابی فاطمہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ [2]

مطلب یہ ہے کہ جس شخص کے اخلاق اس طرح کے ہوں کہ وہ باوقار اور سنجیدہ ہو (چھچھورانہ

---

[1] رقم الحدیث ۴۷۰، کتاب البر و الاحسان، باب حسن الخلق.

قال شعیب الانؤوط:

صحیح بشواھدہ، وأخرجه الطبرانی فی "الکبیر(۱۰۵۶۲)"عن محمد بن زریق المصری، عن عیسی بن حماد، بهذا الإسناد(حاشیة صحیح ابنِ حبان)

[2] عن محمد بن المنکدر، عن جابر، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :ألا أخبركم على من تحرم النار غدا؟ على كل هين لين سهل قريب(المعجم الاوسط للطبرانی،رقم الحدیث ۸۳۷، شعب الایمان للبیهیقی، حدث نمبر ۸۳۷، مسند ابی یعلیٰ الموصلی، رقم الحدیث ۱۸۵۳ ،مکارم الاخلاق للطبرانی، رقم الحدیث ۱۴)

عن محمد بن سيرين، عن أبي هريرة، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال :يحرم على النار كل هين لين، سهل قريب(المعجم الاوسط للطبرانی،رقم الحدیث ۵۷۲۵،حلیة الاولیاء ،ج۲ص۳۵۶، فوائد تمام ، رقم الحدیث ۷۷۵)

عن حميد، عن أنس قال :قيل :يا رسول الله من يحرم على النار؟ قال :الهين، اللين، السهل، القريب(المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث ۸۲۵۶، امالی ابنِ مردویه رقم الحدیث ۲۳)

عن محمد بن معيقيب، عن أبيه قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :حرمت النار على الهين اللين السهل القريب(المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۸۳۲، شعب الایمان للبیهقی، رقم الحدیث ۷۷۷۲،معرفة الصحابة لابی نعیم، رقم الحدیث ۶۲۴۱ ،الآحاد والمثانی، رقم الحدیث ۳۰۹)

www.idaraghufran.org

ہو) اور نرم مزاج رکھتا ہو (سخت مزاج نہ ہو) اور اچھے برتاؤ کی وجہ سے لوگوں کے قریب ہو (دور نہ ہو) اور اس طرح سہل ہو کہ لوگوں کی ضروریات پوری کرتا ہو، اور شریعت کی پابندی کرتا ہو، ایسے شخص پر جہنم حرام ہے۔[1]

حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أَحَبَّكُمْ إِلَيَّ، وَأَقْرَبَكُمْ مِنِّي فِي الْآخِرَةِ مَحَاسِنُكُمْ أَخْلَاقًا، وَإِنَّ أَبْغَضَكُمْ إِلَيَّ وَأَبْعَدَكُمْ مِنِّي فِي الْآخِرَةِ مَسَاوِئُكُمْ أَخْلَاقًا، اَلثَّرْثَارُوْنَ ، اَلْمُتَفَيْهِقُوْنَ الْمُتَشَدِّقُوْنَ

(مسند احمد، رقم الحديث ۱۷۷۳۲)[2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے تم میں سے سب سے زیادہ پسندیدہ اور آخرت میں مجھ سے زیادہ قریب وہ لوگ ہیں، جن کے اخلاق اچھے ہوں، اور مجھے تم میں سے سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور آخرت میں مجھ سے زیادہ دور وہ لوگ ہیں، جن کے اخلاق برے ہوں، جو کہ بہت زیادہ بولنے والے، منہ پھٹ اور چرب لسان ہوں (مسند احمد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] (ألا أخبركم بمن تحرم عليه النار) أى دخول نار جهنم (غدا) أى يوم القيامة وأصل الغد اليوم الذى بعد يومك على أثره ثم توسعوا فيه حتى أطلق على البعيد المترقب قالوا :أخبرنا قال :(على كل هين) مخففا من الهون بفتح الهاء وهو السكينة والوقار (لين) مخفف لين بالتشديد على فعيل من اللين ضد الخشونة قيل :يطلق على الإنسان بالتخفيف وعلى غيره على الأصل قال ابن الأعرابى :يمدح بهما مخففين ويذم بهما مثقلين (قريب) أى إلى الناس (سهل) يقضى حوائجهم وينقاد للشارع فى أمره ونهيه .قال الماوردى :بين بهذا الحديث أن حسن الخلق يدخل صاحبه الجنة ويحرمه على النار فإن حسن الخلق عبارة عن كون الإنسان سهل العريكة لين الجانب طلق الوجه قليل النفور طيب الكلمة كما سبق لكن لهذه الأوصاف حدود مقدرة فى مواضع مستحقة فإن تجاوز بها الخير صارت ملقا وإن عدل بها عن مواضعها صارت نفاقا والملق ذل والنفاق لؤم(فيض القدير شرح الجامع الصغير،تحت رقم الحديث ۲۸۶۳)

[2] قال شعيب الارنؤوط: حسن لغيره (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلاَ أُنَبِّئُكُمْ بِشِرَارِكُمْ ؟ فَقَالَ: هُمُ الثَّرْثَارُونَ الْمُتَشَدِّقُوْنَ ، أَلاَ أُنَبِّئُكُمْ بِخِيَارِكُمْ ؟ أَحَاسِنُكُمْ أَخْلَاقًا

(مسند احمد، رقم الحديث ۸۸۲۲) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں تمہارے شریر ترین لوگ نہ بتادوں، پھر فرمایا کہ جو لوگ خوب بولنے والے ہوں، اور چرب لسان ہوں، اور کیا میں تمہیں تمہارے خیر والے لوگ نہ بتادوں، یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کے اخلاق تم سب میں بہتر ہوں (مسند احمد)

ان احادیث سے اچھے اخلاق کی فضیلت اور برے اخلاق کی مذمت اور برائی معلوم ہوئی، اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ اچھے اور برے اخلاق کے اظہار کا زیادہ تعلق انسان کی زبان کے ساتھ ہے۔ [2]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
حسن لغيره (حاشية مسند احمد)

[2] (شرار أمتى الثرثارون) أى المكثارون فى الكلام والثرثرة صوت الكلام وترديده تكلفا وخروجا عن الحق (المتشدقون) أى المتكلمون بكل أشداقهم ويلوون ألسنتهم جمع متشدق وهو الذى يتكلف فى الكلام فيلوى به شدقيه أو هو المستهزء بالناس يلوى شدقه عليهم والشدق جانب الغم (المتفيقهون) أى المتوسعون فى الكلام الفاتحون أفواههم للتفصح جمع متفيهق وهو من يتوسع فى الكلام وأصله الفهق وهو الامتلاء كأنه ملأ به فاه فكل ذلك راجع إلى معنى الترديد والتكلف فى الكلام ليميل بقلوب الناس وأسماعهم إليه قال العسكرى :أراد المصطفى صلى الله عليه وسلم النهى عن كثرة الخوض فى الباطل وأن تكلف البلاغة والتعمق فى التفصح مذموم وأن ضد ذلك مطلوب محبوب (وخيار أمتى أحاسنهم أخلاقا) زاد فى رواية إذا فقهوا أى فهموا (فيض القدير شرح الجامع الصغير، تحت رقم الحديث ٤٨٦١)

قوله :(الثرثارون) إلخ .وهو إما بدل من مساويكم أخلاقا، فيلزم أن تكون هذه الأوصاف أسوأ الأخلاق؛ لأن المبدل كالتمهيد والتوطئة، وإما رفع على الذم، فإنه خبر مبتدأ محذوف، فيكون أشنع وأبلغ .وفى النهاية :الثرثارون هم الذين يكثرون الكلام تحلفا وخروجا عن الحق من الثرثرة، وهى كثرة الكلام وترديده (المتشدقون) أى: المتوسعون فى الكلام من غير احتياط واحتراز، وقيل :أراد بالمتشدق المستهزء

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ إِيْمَانًا أَحَاسِنُهُمْ أَخْلَاقًا، اَلْمُوَطِّئُوْنَ أَكْنَافًا، اَلَّذِيْنَ يَأْلَفُوْنَ وَيُؤْلَفُوْنَ، وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ لَا يَأْلَفُ وَلَا يُؤْلَفُ (المعجم الأوسط للطبراني، رقم الحديث ۴۴۲۲)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومنین میں کامل ایمان والے وہ ہیں، جن کے اخلاق اچھے ہوں، جو مہمان نواز اور ملنسار ہوں، جو دوسروں سے الفت رکھنے والے ہوں، اور ان سے دوسرے لوگ الفت رکھتے ہوں، اور جو شخص دوسروں سے الفت نہ رکھے، اور اس سے دوسرے لوگ الفت نہ رکھیں، تو وہ ہم میں سے نہیں (طبرانی)

اسی قسم کا مضمون حضرت ابو ہریرہ، اور حضرت عبداللہ، اور حضرت جابر بن عبداللہ، اور حضرت

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

بالناس يلوى شدقه لهم وعليهم، وقيل :هم المتكلفون فى الكلام فيلوى به شدقيه، والشدق جانب الفم (المتفيهقون) أى :الذين يملئون أفواههم بالكلام ويفتحونها من الفهق وهو الامتلاء والاتساع، قيل :وهذا من التكبر والرعونة، والحاصل أن كل ذلك راجع إلى معنى الترديد فى الكلام ليميل بقلوب الناس وأسماعهم إليه .قال الطيبى : وزاد فى الفائق والنهاية على هذا أى :على هذا الحديث، أو على هذا الوصف المعهود المحمود، الموطئون أكنافا الذين يألفون ويؤلفون .قال :وهذا مثل وحقيقته من التوطئة وهى التمهيد والتذليل، وفراش وطىء لا يؤذى جنب النائم، والأكناف الجوانب أراد الذين جوانبهم وطيئة يتمكن فيها من يصاحبهم ولا يتأذى .(رواه البيهقى فى شعب الإيمان)(مرقاة المفاتيح، ج٧ص ٣٠١٩، كتاب الآداب، باب البيان والشعر)

المتشدقون المتفيهقون "الثرثار :المكثار فى الكلام ، يقال :عين ثرثارة ، إذا كانت واسعة الماء ، وأراد به الذين يكثرون الكلام تكلفا .والمتفيهق :الذى يتوسع فى كلامه ، ويفهق به فمه ، أى :يفتحه مأخوذ من الفهق ، وهو الامتلاء ، يقال :أفهقت الإناء ففهق ، وبئر مفهاق كثيرة الماء .وفى بعض الروايات " :أحاسنكم أخلاقا ، الموطئون أكنافهم الذين يألفون ويؤلفون(شرح السنة ـ للإمام البغوى، ج١٢ ، ص ٣٦٧، باب ذم البيان والتنطع)

www.idaraghufran.org

انس رضی اللہ عنہم کی سندوں سے بھی مروی ہے۔ [1]

حضرت عبداللہ بن دینار رحمہ اللہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ:

قِيلَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ أَحَبُّ النَّاسِ إِلَى اللّٰهِ ؟ قَالَ : أَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ، وَإِنَّ أَحَبَّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللّٰهِ سُرُوْرٌ تُدْخِلُهُ عَلٰى مُؤْمِنٍ : تَكْشِفُ عَنْهُ كَرْبًا، أَوْ تَقْضِيْ عَنْهُ دَيْنًا، أَوْ تَطْرُدُ عَنْهُ جُوْعًا، وَلَأَنْ أَمْشِيَ مَعَ أَخِيْ فِيْ حَاجَةٍ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَعْتَكِفَ شَهْرَيْنِ فِيْ مَسْجِدٍ ، وَمَنْ كَفَّ غَضَبَهُ سَتَرَ اللّٰهُ عَوْرَتَهُ، وَمَنْ كَظَمَ غَيْظَهُ، وَلَوْ شَاءَ أَنْ يُمْضِيَهُ أَمْضَاهُ

---

[1] عن أبي عثمان النهدى، عن أبي هريرة قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : إن أحبكم إلى أحسنكم أخلاقا، الموطئون أكنافا، الذين يألفون ويؤلفون، وأبغضكم إلى الله المشاء ون بالنميمة، المفرقون بين الأحبة، الملتمسون للبرآء العنت(المعجم الأوسط للطبرانى،رقم الحديث ٧٦٩٧، الترغيب والترهيب لقوام السنة للاصبهانى،رقم الحديث ١٤٤١)

عن أبي وائل، عن عبد الله قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :ألا أنبئكم بخياركم؟ ، قالوا :بلى، قال " :خياركم أحسنكم أخلاقا - أحسبه قال :الموطئون أكنافا "، وهذا الحديث لا نعلمه يروى عن عبد الله إلا بهذا الإسناد (مسند البزار،رقم الحديث، رقم الحديث ١٧٢٣)

عن ابن المنكدر، عن جابر بن عبد الله، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال :ألا أخبركم بأكملكم إيمانا أحاسنكم أخلاقا، الموطئون أكنافا، الذين يألفون ويؤلفون(تعظيم قدر الصلاة لمحمد بن نصر المروزى،رقم الحديث ٤٥٦)

عن أنس بن مالك عن النبي صلى الله عليه وسلم .قال " :أحبكم إلى الله أحاسنكم أخلاقا الموطئون أكنافا، الذين يألفون ويؤلفون، وإن أبغضكم إلى الله المشاء ون بالنميمة المفرقون بين الإخوان الملتمسون لهم العثرات . "(تاريخ بغداد، ج ١ ص ٣٩٩، تحت ترجمة محمد بن احمد ،ابوسعيد المطبخى الاصبهانى، رقم الترجمة ٣٥٠)

وحقيقته من التوطئة وهى التمهيد والتذليل، وفراش وطىء لا يؤذى جنب النائم، والأكناف الجوانب أراد الذين جوانبهم وطيئة يتمكن فيها من يصاحبهم ولا يتأذى .(رواه البيهقى فى شعب الإيمان)(مرقاة المفاتيح، ج٧ص ٣٠١٩، كتاب الآداب،باب البيان والشعر)

www.idaraghufran.org

مَلَأَ اللّٰهُ قَلْبَهُ رِضًى ، وَمَنْ مَشٰى مَعَ أَخِيهِ فِي حَاجَةٍ حَتّٰى يُثْبِتَهَا لَهُ ثَبَّتَ اللّٰهُ قَدَمَيْهِ يَوْمَ تَزُوْلُ الْأَقْدَامِ، وَإِنَّ سُوْءَ الْخُلُقِ لَيُفْسِدُ الْعَمَلَ كَمَا يُفْسِدُ الْخِلُّ الْعَسَلَ (قضاء الحوائج لابنِ ابی الدنیا، رقم الحدیث ۳۶) [1]

ترجمہ: عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! لوگوں میں اللہ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگوں کو سب سے زیادہ نفع پہنچانے والا ہو، اور اللہ تعالیٰ کو اعمال میں سب سے زیادہ محبوب وہ خوشی ہے، جو آپ مومن کو پہنچائیں، جس سے آپ اس کی تکلیف کو دور کردیں، یا آپ اس کا قرض ادا کردیں، یا آپ اس کی بھوک کو دور کردیں، اور میں اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ کسی ضرورت کے لئے چلوں، یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں مسجد میں دو مہینے کا اعتکاف کروں، اور جو شخص اپنے غصہ کو روکتا ہے، تو اللہ

---

[1] قال الالبانی:

أخرجه الطبرانی فی "المعجم الكبير(۳/۲۰۹/۲) "وابن عساكر فی "التاريخ (۲/۱۸/۱)"عن عبد الرحمن بن قيس الضبی أنبأنا سكين ابن أبی سراج أنبأنا عمرو بن دينار عن ابن عمر " :أن رجلا جاء إلى النبی صلى الله عليه وسلم فقال :يا رسول الله أی الناس أحب إلى الله وأی الأعمال أحب إلى الله؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :فذكره .وليس فيه الجملة التی بين المعكوفتين وليس عند ابن عساكر قوله: "ولأن أمشی " ...الخ. قلت :وهذا إسناد ضعيف جدا سكين هذا اتهمه ابن حبان، فقال " :يروی الموضوعات ."وقال البخاری " :منكر الحديث ."وعبد الرحمن بن قيس الضبی مثله أو شر منه، قال الحافظ فی "التقريب " :"متروك، كذبه أبو زرعة وغيره ." لكن قد جاء بإسناد خير من هذا، فرواه ابن أبی الدنيا فی "قضاء الحوائج " (ص ۸۰رقم۳۶) وأبو إسحاق المزكی فی "الفوائد المنتخبة (۱/۱۴۷/۲) "ببعضه - وابن عساكر(۱۱/۱۴۴/۱)من طرق عن بكر بن خنيس عن عبد الله بن دينار عن بعض أصحاب النبی صلى الله عليه وسلم (كذا قال ابن أبی الدنيا، وقال الآخران :عن عبد الله بن عمر -قال :قيل يا رسول الله من أحب الناس إلى الله " ...وفيه الزيادة. قلت: وهذا إسناد حسن، فإن بكر بن خنيس صدوق له أغلاط كما قال الحافظ. وعبد الله بن دينار ثقة من رجال الشيخين . فثبت الحديث .والحمد لله تعالى(سلسلة الاحاديث الصحيحة ، تحت رقم الحديث ۹۰۶)

www.idaraghufran.org

تعالیٰ اس کے عیب کو چھپاتے ہیں، اور جو شخص اپنے غصہ کو پیتا ہے، حالانکہ اگر وہ چاہے، تو اپنے غصہ پر عمل درآمد بھی کر سکتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو رضا سے بھر دیتے ہیں، اور جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی ضرورت کے لئے چلتا ہے، یہاں تک کہ وہ اس ضرورت کو پورا کر دیتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے قدموں کو اس دن ثابت قدم رکھیں گے، جس دن لوگوں کے قدم ڈگمگا جائیں گے، اور برے اخلاق عمل کو اس طرح سے خراب کر دیتے ہیں، جس طرح سے سرکہ شہد کو خراب کر دیتا ہے (ابنِ ابی الدنیا)

ان احادیث سے حسنِ اخلاق کی اہمیت معلوم ہوئی۔

پس رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ اخلاق اور خندہ پیشانی سے پیش آنا، اور ان کے ساتھ نرمی اور درگزر کا سلوک کرنا اور حسنِ کلام سے پیش آنا، صلہ رحمی اور حسنِ سلوک کا عمدہ ذریعہ ہے۔

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَ عِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

Idara Ghufran

(فصل نمبر2)

سلام وکلام کے ذریعہ صلہ رحمی وحسنِ سلوک

اگرچہ سلام کے ذریعہ سے صلہ رحمی وحسنِ سلوک کرنا حسنِ خلق کے مفہوم میں داخل ہے، لیکن کیونکہ سلام کے ذریعہ سے صلہ رحمی کرنا بہت آسان اور سہل ہے، جس پر عمل کرنے کے لئے مال خرچ کرنے اور زیادہ جدوجہد کرنے کی ضرورت پیش نہیں آتی، اور ہر امیر وغریب اس پر عمل کر کے صلہ رحمی وحسنِ سلوک کے تقاضہ پر عمل کر کے ہوسکتا ہے۔

اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کے ذریعہ سے صلہ رحمی کرنے کو ممتاز کر کے بیان فرمایا۔

چنانچہ حضرت سوید بن عامر انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: بُلُّوا أَرْحَامَكُمْ وَلَوْ بِالسَّلَامِ (شعب الايمان للبيهقي، رقم الحديث ٧٦٠٢، باب صلة الارحام) [1]

---

[1] قال ابن حجر:

إسناده حسن ، إلا أنه مرسل(المطالب العالية، تحت حديث رقم ٢٥٩٦، كتاب الطب، باب الترهيب من قطيعة الرحم)

وقال الالبانی:

قلت :و هذا إسناد صحيح ، و لكنه مرسل ، أورده ابن حبان فی ترجمة سويد هذا و قال " :سويد بن عامر بن يزيد (الأصل :زيد) بن جارية الأنصاری من أهل المدينة ، يروی المراسيل ، و قد سمع الشموس بنت النعمان ، و لها صحبة . " و أخرجه عبد الرحمن بن عمر الدمشقی فی "الفوائد(١/٢٢٣/١) "و القضاعی أيضا من طريق عيسى بن يونس عن مجمع بن يحيى قال :حدثنی رجل من الأنصار . و أخرجه أبو عبيد فی "غريب الحديث "(ق ١/٦٢) من طريق الفزاری مروان بن معاوية عن مجمع بن يحيى الأنصاری عمن حدثه يرفعه .

قلت :و بالجملة فالإسناد صحيح مرسلا ، إلا أن بعضهم لم يسم مرسله .و سماه

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنی رشتہ داری کو تَر کرو (یعنی رشتہ داری کو صلہ رحمی وحسنِ سلوک کرکے خشک نہ ہونے دو) اگرچہ سلام ہی کے ذریعہ سے کیوں نہ ہو (بیہقی)

اس قسم کی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وغیرہ کی سند سے بھی مروی ہے، اور مجموعی طور پر یہ حدیث سند کے اعتبار سے معتبر ہے۔ [1]

رشتہ داری کو تَر کرنے کا ذکر بعض دوسری صحیح احادیث میں بھی آیا ہے۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

يَا فَاطِمَةُ، أَنْقِذِيْ نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ، فَإِنِّيْ لَا أَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا، غَيْرَ أَنَّ لَكُمْ رَحِمًا سَأَبُلُّهَا بِبَلَالِهَا (مسلم) [2]

ترجمہ: اے (میری بیٹی) فاطمہ! اپنے آپ کو آگ (یعنی جہنم کے عذاب) سے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الآخرون ، و به يتبين أنه ثقة .و قد روى موصولا من حديث ابن عباس و أبى الطفيل و أنس بن مالك و سويد بن عمرو (سلسلة الاحاديث الصحيحة ، تحت رقم الحديث ١٧٧٧)

[1] عن أنس بن مالك، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :بلوا أرحامكم ولو بالسلام (شعب الايمان ، رقم الحديث ٧٦٠٣)

قال السخاوى:

حديث :بلوا أرحامكم ولو بالسلام، العسكرى من حديث إسماعيل ابن عياش عن مجمع بن جارية الأنصارى، عن عمه، عن أنس رفعه به، وفى الباب عن أبى الطفيل، عند الطبرانى، وابن لال، وعن سويد بن عامر وبعضها يقوى بعضاً(المقاصد الحسنة للسخاوى، ج ١ ، ص ٢٣٩، حرف الباء الموحدة)

وقال الالبانى:

و جملة القول أن الحديث بمجموع طرقه حسن على أقل الدرجات (سلسلة الاحاديث الصحيحة ، تحت رقم الحديث ١٧٧٧)

[2] رقم الحديث ٢٠٤ "٣٤٨" كتاب الايمان،باب فى قوله تعالى :وأنذر عشيرتك الأقربين.

www.idaraghufran.org

بچایئے، کیونکہ میں اللہ کے مقابلہ میں آپ کے لئے کسی نفع کا مالک نہیں ہوں، سوائے اس کے کہ تمہارے لئے (میرے ساتھ) رحم (یعنی رشتہ داری) کا رشتہ ہے، جسے میں اس کی تَری یوں (یعنی نیک سلوک اور احسان) کے ساتھ تَر کروں گا(مسلم)

مراد یہ ہے کہ میں تمہارے ساتھ صلہ رحمی وحسنِ سلوک کروں گا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صلہ رحمی وحسنِ سلوک کے حکم میں اولاد بھی داخل ہے۔

صلہ رحمی کے عمل یعنی نیک سلوک اور احسان کرنے کو تَر کرنے سے اس لئے تعبیر کیا گیا کہ نیک سلوک نہ کرنا، خشک رویہ کہلاتا ہے، جو کہ صلہ رحمی وحسنِ سلوک کے خلاف ہے۔

اور تَر کرنے کے الفاظ سے اس طرف اشارہ ہے کہ جس طرح زمین پر پانی پڑنے سے زمین بارونق، بارآور اور ثمرآور ہو جاتی ہے، اسی طرح صلہ رحمی کے ذریعہ سے دنیا وآخرت بارونق اور ثمرآور ہو جاتی ہے۔

اور اس کے برخلاف قطع رحمی کرنے سے بنجر ہو جاتی ہے، جس طرح زمین، پانی کے نہ ہونے سے بنجر ہو جاتی ہے۔

نیز تَر کرنے سے اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جس طرح پانی آگ اور گرمی کی شدت کو ختم یا کم کر دیتا ہے، اسی طرح صلہ رحمی دنیا وآخرت کے عذاب اور وبال کی شدت کو ختم یا کم کر دیتی ہے۔ [1]

---

[1] قوله :("غير أن لكم رحما ") أى :قرابة ("سأبلها ") بضم موحدة وتشديد لام، أى: سأصلها ("ببلالها ") بكسر الموحدة ويفتح، أى :بصلتها وبالإحسان إليها،ومجمله أن سأصل تلك القرابة بالشىء الذى يتوصل به إلى الأقارب من الإحسان، ودفع الظلم والضر عنهم وغير ذلك، ففى النهاية :البلال جمع بلل، والعرب يطلقون النداوة على الصلة، كما يطلق اليبس على القطعة ;لأنهم لما رأوا أن بعض الأشياء يتصل بالنداوة، ويحصل بينها التجافى والتفرق باليبس استعاروا البلل لمعنى الوصل، واليبس لمعنى القطعة، والمعنى :أصلكم فى الدنيا ولا أغنى عنكم من الله شيئا (مرقاة المفاتيح ج٨ص ٣٣٧١، كتاب الآداب، باب التحذير من الفتن)

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

سلام دوسرے کے لئے دعاء اور خیر طلب کرنے کا نام ہے، اور سلام درحقیقت خیرِ کلام وحسنِ کلام میں داخل ہے، جس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رشتہ داروں کے لئے خیر کی دعاء کرنا اور خیر کی جستجو وطلب کرنا، اوران سے خیرِ کلام وحسنِ کلام سے پیش آنا بھی صلہ رحمی وحسنِ سلوک میں داخل ہے۔

اوراس کے خلاف ناراض ہوکر سلام وکلام چھوڑ دینا یہ قطع رحمی اور بدسلوکی میں داخل ہے، جس کا تین دن سے زیادہ رشتہ دار کے بجائے کسی عام مسلمان سے بھی ارتکاب کرنا گناہ ہے، تو

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والتحقيق أن الرواية إنما هي ببلالها مشتق من أبلها قال النووى ضبطنا قوله ببلالها بفتح الموحدة وبكسرها وهما وجهان مشهوران وقال عياض رويناه بالكسر ورأيته للخطابى بالفتح وقال بن التين هو بالفتح للأكثر ولبعضهم بالكسر قلت بالكسر أوجه فإنه من البلال جمع بلل مثل جمل وجمال ومن قاله بالفتح بناه على الكسر مثل قطام وحذام والبلال بمعنى البلل وهو النداوة وأطلق ذلك على الصلة كما أطلق اليبس على القطيعة لأن النداوة من شأنها تجميع ما يحصل فيها وتأليفه بخلاف اليبس فمن شأنه التفريق وقال الخطابى وغيره بللت الرحم بلا وبللا وبلالا أى نديتها بالصلة وقد أطلقوا على الإعطاء الندى وقالوا فى البخيل ما تندى كفه بخير فشبهت قطيعة الرحم بالحرارة ووصلها بالماء الذى يطفء ببرده الحرارة ومنه الحديث بلوا أرحامكم ولو بالسلام وقال الطيبى وغيره شبه الرحم بالأرض التى إذا وقع عليها الماء وسقاها حتى سقيها أزهرت ورؤيت فيها النضارة فأثمرت المحبة والصفاء وإذا تركت بغير سقى يبست وبطلت منفعتها فلا تثمر إلا البغضاء والجفاء ومنه قولهم سنة جماد أى لا مطر فيها وناقة جماد أى لا لبن فيها وجوز الخطابى أن يكون معنى قوله أبلها ببلالها فى الآخرة أى أشفع لها يوم القيامة وتعقبه الداودى بأن سياق الحديث يؤذن بأن المراد ما يصلهم به فى الدنيا ويؤيده ما أخرجه مسلم من طريق موسى بن طلحة عن أبى هريرة قال لما نزلت وأنذر عشيرتك الأقربين دعا رسول الله صلى الله عليه وسلم قريشا فاجتمعوا فعم وخص إلى أن قال يا فاطمة أنقذى نفسك من النار فإنى لا أملك لكم من الله شيئا غير أن لكم رحما سأبلها ببلالها وأصله عند البخارى بدون هذه الزيادة وقال الطيبى فى قوله ببلالها مبالغة بديعة وهى مثل قوله إذا زلزلت الأرض زلزالها أى زلزالها الشديد الذى لا شىء فوقه فالمعنى أبلها بما اشتهر وشاع بحيث لا أترك منه شيئا(فتح البارى لابنِ حجر، ج١٠ ص٤٢٢، ٤٢٣، كتاب الادب، قوله باب هو بالتنوين تبل الرحم ببلالها)

قال البيهقى:ومعناه صلوا أرحامكم، فكأنه جعل وصل الرحم لتسكين الحرارة بالماء، قاله الحليمى حكاية عن غيره (شعب الايمان، تحت رقم الحديث ٧٦٠٢، باب صلة الارحام)

www.idaraghufran.org

رشتہ دار سے کس طرح جائز ہوسکتا ہے۔ [1]

چنانچہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ أَنْ يَّهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ، يَلْتَقِيَانِ: فَيُعْرِضُ هٰذَا وَيُعْرِضُ هٰذَا، وَخَيْرُهُمَا الَّذِىْ يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ (بخاری) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی آدمی کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین راتوں سے زیادہ اس حال میں چھوڑے رکھے، کہ وہ دونوں ملاقات کریں، مگر یہ اُس سے اعراض کرے، اور وہ اِس سے اعراض کرے، اور ان دونوں میں بہتر وہ شخص ہے، جو سلام کی ابتداء کرے (بخاری)

حضرت ہشام بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَّهْجُرَ مُسْلِمًا فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ، فَإِنْ كَانَ تَصَارَمَا فَوْقَ ثَلَاثٍ فَإِنَّهُمَا نَاكِبَانِ عَنِ الْحَقِّ مَا دَامَا عَلٰى صُرَامِهِمَا، وَأَوَّلُهُمَا فَيْئًا فَسَبْقُهُ بِالْفَيْءِ، كَفَّارَتُهُ فَإِنْ سَلَّمَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ، وَرَدَّ عَلَيْهِ سَلَامَهُ رَدَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ، وَرَدَّ عَلَى الْآخَرِ الشَّيْطَانُ، فَإِنْ مَاتَا عَلٰى صُرَامِهِمَا لَمْ يَجْتَمِعَا فِى الْجَنَّةِ أَبَدًا (مسند احمد، رقم الحديث ١٦٢٥٧) [3]

---

[1] باب ما ينهى عنه فى التهاجر والتقاطع واتباع العورات. الهجر: ضد الوصل، والتهاجر أخص من التقاطع، والاتباع بمعنى التتبع والتجسس، والعورة ما فى المرء من عيب وخلل (مرقاة المفاتيح، ج٨ص ٣١٤٦، كتاب الآداب، باب ما ينهى عنه فى التهاجر والتقاطع واتباع العورات)

[2] رقم الحديث ٦٠٧٧، كتاب الادب، باب الهجرة.

[3] قال شعيب الارنؤوط:

إسناده صحيح على شرط مسلم، رجاله ثقات رجال الشيخين غير صحابيه فلم يخرج له سوى البخارى في "الأدب المفرد" ومسلم، وأصحاب السنن -يزيد الرِّشْک: هو يزيد بن أبى يزيد الضُّبَعى (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ دوسرے مسلمان کے ساتھ تین راتوں سے زیادہ تک قطع تعلقی کئے رکھے، پھر اگر وہ دونوں تین راتوں سے زیادہ قطع تعلقی پر قائم رہیں، تو وہ دونوں حق سے ہٹنے والے شمار ہوتے ہیں، جب تک کہ وہ قطع تعلقی کی حالت پر قائم رہیں، اور ان دونوں میں سے قطع تعلقی کو پہلے ختم کرنے والا (دراصل) قطع تعلقی کو ختم کر کے اس کا کفارہ کرنے والا ہے، پھر اگر یہ شخص دوسرے کو سلام کر لیتا ہے، اور دوسرا اس کے سلام کا جواب نہیں دیتا، اور اس کے سلام کو رد کر دیتا ہے، تو اس کے سلام کا جواب فرشتے دیتے ہیں، اور دوسرے کو (اس کے فعل سے خوش ہونے کی وجہ سے) شیطان جواب دیتا ہے، پھر اگر یہ (دونوں) قطع تعلقی کی حالت میں ہی فوت ہو جائیں، تو جنت میں کبھی بھی جمع نہیں ہوں گے (مسند احمد)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَحِلُّ الْهِجْرَةُ فَوْقَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ، فَإِنِ الْتَقَيَا فَسَلَّمَ أَحَدُهُمَا عَلَى الْآخَرِ فَرَدَّ عَلَيْهِ الْآخَرُ السَّلَامَ اشْتَرَكَا فِي الْأَجْرِ، وَإِنْ أَبَى الْآخَرُ أَنْ يَّرُدَّ السَّلَامَ بَرِءَ هٰذَا مِنَ الْإِثْمِ وَبَاءَ بِهِ الْآخَرُ، وَقَدْ خَشِيْتُ إِنْ مَاتَا وَهُمَا مُتَهَاجِرَانِ أَنْ لَّا يَجْتَمِعَا فِي الْجَنَّةِ (المعجم الاوسط للطبرانی) [1]

---

[1] رقم الحديث ٨٩٣٠، مستدرک حاکم، رقم الحديث ٧٢٩١، كتاب البر و الصلة.

قال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه .

وقال الذهبي في التلخيص: صحيح.

وقال الهيثمي:

رواه الطبراني في الأوسط عن شيخه مقدام بن داود وهو ضعيف، وقال ابن دقيق العيد في الإمام :إنه وثق(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٢٩٧٤)

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین دن سے زیادہ قطع تعلقی حلال نہیں، پھر اگر دونوں (قطع تعلقی کرنے والوں) کی ملاقات ہوگئی، اور ان میں سے ایک نے دوسرے کو سلام کیا، پھر دوسرے نے سلام کا جواب دے دیا، تو دونوں اجر وثواب میں شریک ہوجائیں گے، اور اگر دوسرے نے سلام کا جواب دینے سے انکار کردیا، تو یہ (سلام کرنے والا) گناہ سے بری ہوجائے گا، اور دوسرا اس (جواب نہ دینے) کی وجہ سے گناہ کا مستحق ہوجائے گا، اور مجھے خوف ہے کہ اگر دونوں اسی قطع تعلقی کی حالت میں فوت ہوگئے، تو وہ جنت میں جمع نہیں ہوں گے (طبرانی، حاکم)

یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ بعض احادیث میں تین راتوں سے زیادہ تک قطع تعلقی کرنے کا ذکر ہے، اور بعض میں تین دنوں سے زیادہ تک قطع تعلقی کرنے کا ذکر ہے۔

دونوں میں کوئی ٹکراؤ نہیں، اور مراد یہ ہے کہ اگر رات کے وقت میں قطع تعلقی شروع ہوئی، تو اس صورت میں موقع ملنے اور ملاقات ہونے کے باوجود سلام وکلام نہ کرنا اور قطع تعلقی اختیار کئے رکھنا تین رات سے زیادہ تک جائز نہیں، اور اگر دن کے وقت میں قطع تعلقی شروع ہوئی، تو وہ تین دن سے زیادہ تک جائز نہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قلت ليس في الحاكم مقدام بن داود، فقال :

حدثنا أبو العباس محمد بن يعقوب، ثنا الربيع بن سليمان، ثنا أسد بن موسى، ثنا سعيد بن سالم، عن ابن جريج، عن شرحبيل يعني ابن مسلم، أنه سمع ابن عباس، يقول :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :لا تحل الهجرة فوق ثلاثة أيام فإن التقيا فسلم أحدهما على الآخر فرد عليه الآخر السلام اشتركا في الأجر وإن أبى الآخر أن يرد السلام برء هذا من الإثم وباء به الآخر -وأحسبه قال -وإن ماتا وهما متهاجران لا يجتمعان في الجنة (مستدرک حاکم، رقم الحديث ٧٢٩١)

قال الحاكم:هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه"

وقال الذهبي في التلخيص: صحيح.

www.idaraghufran.org

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: تُفْتَحُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ، وَيَوْمَ الْخَمِيسِ، فَيُغْفَرُ لِكُلِّ عَبْدٍ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا، إِلَّا رَجُلًا كَانَتْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَخِيهِ شَحْنَاءُ، فَيُقَالُ: أَنْظِرُوا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَصْطَلِحَا، أَنْظِرُوا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَصْطَلِحَا، أَنْظِرُوا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَصْطَلِحَا (مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کے دروازے پیر اور جمعرات کے دن کھولے جاتے ہیں، پھر ہر اس بندے کی مغفرت کردی جاتی ہے، جو اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کرتا، مگر اس آدمی کی مغفرت نہیں کی جاتی کہ اس کے اور اس کے بھائی کے درمیان عداوت ہو، جن کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ ان دونوں کو چھوڑے رکھو، یہاں تک کہ یہ صلح نہ کرلیں، ان دونوں کو چھوڑے رکھو، یہاں تک کہ یہ صلح نہ کرلیں، ان دونوں کو چھوڑے رکھو، یہاں تک کہ یہ صلح نہ کرلیں (مسلم)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ناراضگی کی بنیاد پر کسی مسلمان اور بطورِ خاص اپنے رشتہ دار سے تین دن سے زیادہ قطع تعلقی جائز نہیں، اور سخت گناہ ہے، اور اگر تین دن سے کم تک ہو، تو گناہ نہیں۔

مگر یہ اس ناراضگی کا حکم ہے، جو دنیاوی معاملات ومعاشرت کی بنیاد پر ہو، ورنہ اگر شریعت کے حکم کی وجہ سے کسی سے قطع تعلقی اختیار کی جائے، مثلاً کسی بدکار کی بدکاری سے بچنے، یا اس کو تنبیہ واصلاح کرنے کے لئے، تو یہ صورت ان حدیثوں کی وعید اور گناہ میں داخل نہیں۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ناراض ہونے والے افراد میں سے اگر ایک شخص سلام کرلیتا ہے، اور دوسرا جواب دے دیتا ہے، تو دونوں قطع تعلقی سے بَری سمجھے جائیں گے، ورنہ سلام کرنے

---

[1] رقم الحديث ٢٥٦٥ "٣٥"، كتاب البر و الصلة و الآداب، باب النهى عن الشحناء والتهاجر.

www.idaraghufran.org

والا تو بہر حال بَری ہو ہی جائے گا، کیونکہ وہ اپنی ذمہ داری پوری کر چکا ہے، اب سلام کا جواب نہ دے کر دوسرا شخص قطع تعلقی کے وبال کا مستحق سمجھا جائے گا۔

خلاصہ یہ کہ رشتہ داروں کے ساتھ سلام اور حسنِ کلام بھی صلہ رحمی وحسنِ سلوک کا حصہ ہے، لہٰذا اس کا بھی حسبِ موقع اہتمام کرنا چاہئے۔ ل

ل قال ابن عبد البر أجمعوا على أنه لا يجوز الهجران فوق ثلاث إلا لمن خاف من مكالمته ما يفسد عليه دينه أو يدخل منه على نفسه أو دنياه مضرة فإن كان كذلك جاز ورب هجر جميل خير من مخالطة مؤذية وقد استشكل على هذا ما صدر من عائشة فى حق بن الزبير قال بن التين إنما ينعقد النذر إذا كان فى طاعة كلله على أن أعتق أو أن أصلى وأما إذا كان فى حرام أو مكروه أو مباح فلا نذر وترك الكلام يفضى إلى التهاجر وهو حرام أو مكروه وأجاب الطبرى بأن المحرم إنما هو ترك السلام فقط(فتح البارى لابنِ حجر، ج١٠ ص٤٩٦، كتاب الادب، قوله باب الهجرة)

(عن أبى أيوب الأنصارى قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :لا يحل لرجل أن يهجر) بضم الجيم (أخاه) أى :المسلم، وهو أعم من أخوة القرابة والصحابة .قال الطيبى :وتخصيصه بالذكر إشعار بالعلية، والمراد به أخوة الإسلام، ويفهم منه أنه إن خالف هذه الشريطة وقطع هذه الرابطة جاز هجرانه فوق ثلاثة اهـ .وفيه أنه حينئذ يحب هجرانه وقوله :(فوق ثلاث ليال) أى :بأيامها، وإنما جاز الهجر فى ثلاث وما دونه لما جبل عليه الآدمى من الغضب، فسومح بذلك القدر ليرجع فيها، ويزول ذلك الغرض ذكره السيوطى .وقال أكمل الدين من أئمتنا :فى الحديث دلالة على حرمة هجران الأخ المسلم فوق ثلاثة أيام، وأما جواز هجرانه فى ثلاثة أيام، فمفهوم منه لا منطوق، فمن قال بحجية المفهوم كالشافعية جاز له أن يقول بإباحته ومن لا فلا اهـ .وفيه أن الأصل فى الأشياء الإباحة، والشارع إنما حرم المهاجرة المقيدة لا المطلقة مع أن فى إطلاقها حرجا عظيما حيث يلزم منه أن مطلق الغضب المؤدى إلى مطلق الهجران يكون حراما.

قال الخطابى :رخص للمسلم أن يغضب على أخيه ثلاث ليال لقلته، ولا يجوز فوقها إلا إذا كان الهجران فى حق من حقوق الله تعالى، فيجوز فوق ذلك .وفى حاشية السيوطى على الموطأ، قال ابن عبد البر :هذا مخصوص بحديث كعب بن مالك ورفيقيه، حيث أمر صلى الله عليه وسلم أصحابه بهجرهم، يعنى زيادة على ثلاث إلى أن بلغ خمسين يوما .قال :وأجمع العلماء على أن من خاف من مكالمة أحد وصلته ما يفسد عليه دينه أو يدخل مضرة فى دنياه يجوز له مجانبته وبعده، ورب صرم جميل خير من مخالطة تؤذيه .وفى النهاية :يريد به الهجر ضد الوصل، يعنى فيما يكون بين المسلمين من عتب وموجدة، أو تقصير يقع فى حقوق العشرة والصحبة دون ما كان من ذلك فى جانب الدين، فإن هجرة أهل الأهواء والبدع واجبة على مر الأوقات ما لم يظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق، فإنه صلى الله عليه وسلم لما خاف على كعب بن مالك وأصحابه النفاق حين تخلفوا عن غزوة تبوک أمر بهجرانهم خمسين يوما، وقد هجر نساءه شهرا وهجرت عائشة ابن

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

www.idaraghufran.org

اب سلام وکلام کے ذریعہ سے صلہ رحمی کرنے کے سلسلہ میں چند اہم مسائل ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ نمبر 1...... سلام وکلام کا اصل طریقہ تو یہی ہے کہ براہِ راست ملاقات ہونے پر سلام وکلام کیا جائے، لیکن اگر اس پر عمل دشوار ہو، مثلاً کوئی رشتہ دار دُور ہو، تو تحریری طور پر یا دوسرے جدید ذرائع مثلاً ٹیلی فون، موبائل، انٹرنیٹ وغیرہ کے ذریعہ سے بھی سلام وکلام اور مزاج پُرسی کر کے اور خیر خیریت پوچھ کر عمل کیا جاسکتا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾الزبير مدة، وهجر جماعة من الصحابة جماعة منهم، وماتوا متهاجرين، ولعل أحد الأمرين منسوخ بالآخر.

قلت :الأظهر أن يحمل نحو هذا الحديث على المتواخيين أو المتساويين، بخلاف الوالد مع الولد، والأستاذ مع تلميذه، وعليه يحمل ما وقر من السلف والخلق لبعض الخلف، ويمكن أن يقال الهجرة المحرمة إنما تكون مع العداوة والشحناء ، كما يدل عليه الحديث الذى يليه، فغيرها إما مباح أو خلاف الأولى (يلتقيان) أى :يتلاقيان وهو مع ما عطف عليه من قوله .(فيعرض هذا) أى: وجهه عنه (ويعرض هذا) : استئناف لبيان كيفية الهجران، أو حال من فاعل يهجر ومفعوله فيفيد أنه إذا لم يحصل التلاقى والإعراض فلا بأس بالهجران المطلق، وهل يعتبر التثليث أم لا؟ محل بحث أو توقف (وخيرهما) : عطف على لا يحل.

وقال الطيبى :عطف على يلتقيان من حيث المعنى لما يفهم منها أن ذلک الفعل ليس بخير اهـ. وتكلفه، بل تعسفه لا يخفى، والمعنى أفضلهما فى طريق الأخلاق وحسن المعاشرة (الذى يبدأ بالسلام) أى :ثم الذى يرده، وفيه إيماء إلى أن من لم يرده ليس فيه خير أصلا، فيجوز هجرانه، بل يجب لأنه بترک رد السلام صار فاسقا، وإنما يكون البادء خيرهما لدلالة فعله، على أنه أقرب إلى التواضع وأنسب إلى الصفاء وحسن الخلق، وللإشعار بأنه معترف بالتقصير، وللإيماء إلى حسن العهد وحفظ المودة القديمة، أو كأنه بادء فى المحبة والصحبة والله أعلم .قال الأكمل :وفيه حث على إزالة الهجران، وأنه يزول بمجرد السلام اهـ .وفيه إيماء بأنه لا يخفى لمسلم أن يبدأ بالكلام قبل السلام، كما ورد :فيما سبق(مرقاة المفاتيح، ج٨ص ٣١٤٦، ٣١٤٧، كتاب الآداب، باب ما ينهى عنه فى التهاجر والتقاطع واتباع العورات)

[1] لیکن والدین اگر اولاد کو اپنے پاس بلائیں، تو اُن کو دور سے سلام بھیج کر صلہ رحمی کا تقاضا پورا نہیں ہوتا۔

اسی طرح اگر کوئی رشتہ دار غریب وضرورت مند ہو، اور اس کی مالی اعانت کرنے کی قدرت بھی ہو، تو صرف سلام وکلام پر اکتفاء کرنا کافی نہیں ہوگا، بلکہ اس کی حسبِ وسعت وضرورت مالی اعانت بھی ضروری ہوتی ہے۔

تحصل صلة الأرحام بأمور عديدة منها :الزيارة، والمعاونة، وقضاء الحوائج، والسلام، لقوله صلى الله عليه وسلم :بلوا أرحامكم ولو بالسلام ولا يكفى مجرد السلام عند أبى الخطاب.

كما تحصل الصلة بالكتابة إن كان غائبا، نص على ذلک الحنفية والمالكية والشافعية، وهذا فى غير الأبوين، أما هما فلا تكفى الكتابة إن طلبا حضوره (بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 2...... مرد کا مرد کو اور عورت کا عورت کو سلام کرنا اور آپس میں کلام کرنا تو جائز ہے۔

اور محرَم مرد و عورت کو بھی آپس میں سلام وکلام کرنا جائز ہے، اور جو رشتہ دار عورت نامحرم ہو، مگر بوڑھی یا ایسی عورت ہو، جس کو شہوت نہ ہو، اور اس کو سلام کرنے میں فتنہ لازم نہ آتا ہو، تو اس کو بھی سلام کرنا اور اس عورت کا مرد کو سلام کرنا اور ایک دوسرے کو جواب دینا جائز ہے۔

لیکن اگر وہ عورت جوان ہو، اور ایک دوسرے کو سلام کرنے میں فتنہ لازم آنے کا اندیشہ ہو، تو پھر آپس میں سلام وکلام کرنا مکروہ ہے۔

اور یہ حکم انفرادی سلام کرنے کا ہے، اور اگر کسی جگہ متعدد اجنبی عورتیں موجود ہوں، تو ان کو سلام کرنا اور اسی طریقہ سے کئی مرد حضرات کا ایک عورت کو سلام کرنا جائز ہے، جبکہ فتنہ کا اندیشہ نہ ہو، اور خاص طور پر جبکہ کسی جائز ضرورت کی وجہ سے ہو۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وكذلك بذل المال للأقارب، فإنه يعتبر صلة لهم؛ لقوله صلى الله عليه وسلم :الصدقة على المسكين صدقة، وعلى ذى الرحم ثنتان :صدقة، وصلة .

وظاهر عبارة الحنفية، والشافعية أن الغنى لا تحصل صلته بالزيارة لقريبه المحتاج إن كان قادرا على بذل المال له . ويدخل فى الصلة جميع أنواع الإحسان مما تتأتى به الصلة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج،٣، ص ٨٤و ٨٥،مادة "أرحام")

[1] السلام على النساء :سلام المرأة على المرأة يسن كسلام الرجل على الرجل، ورد السلام من المرأة على مثلها كالرد من الرجل على سلام الرجل.

وأما سلام الرجل على المرأة؛ فإن كانت تلك المرأة زوجة أو أمة أو من المحارم فسلامه عليها سنة، ورد السلام منها عليه واجب، بل يسن أن يسلم الرجل على أهل بيته ومحارمه، وإن كانت تلك المرأة أجنبية فإن كانت عجوزا أو امرأة لا تشتهى فالسلام عليها سنة.

ورد السلام منها على من سلم عليها لفظا واجب .وأما إن كانت تلك المرأة شابة يخشى الافتتان بها، أو يخشى افتتانها هى أيضا بمن سلم عليها فالسلام عليها وجواب السلام منها حكمه الكراهة عند المالكية والشافعية والحنابلة.

وذكر الحنفية أن الرجل يرد على سلام المرأة فى نفسه إن سلمت هى عليه، وترد هى أيضا فى نفسها إن سلم هو عليها، وصرح الشافعية بحرمة ردها عليه.

وأما سلام الرجل على جماعة النساء فجائز، وكذا سلام الرجال على المرأة الواحدة عند أمن الفتنة.

ومما يدل على جواز سلام الرجل على جماعة النساء ما روى عن أسماء بنت يزيد رضى الله عنها قالت :مر علينا رسول الله -صلى الله عليه وسلم -فى نسوة فسلم علينا.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 3...... مرد کا مرد سے اور عورت کا عورت سے سلام کے بعد مصافحہ کرنا یعنی ہاتھ سے ہاتھ ملانا بھی جائز وباعثِ ثواب ہے، اور مرد کا محرم عورت سے اور میاں بیوی کا ایک دوسرے سے مصافحہ کرنا بھی جائز ہے، لیکن نامحرم عورت سے مصافحہ کرنا جائز نہیں۔ [1]

مسئلہ نمبر 4...... غیر مسلموں کو ابتداءً سلام کرنا عام حالات میں منع ہے، البتہ اگر وہ سلام کریں، تو اس کے جواب میں ''وعلیک'' یا ''وعلیکم'' کہہ دینے میں کوئی حرج نہیں۔

اور غیر مسلم کی ہدایت کی دعا کرنا جائز ہے، البتہ ہدایت کے بغیر اس کی مغفرت کی دعاء کرنا یا اس کے فوت ہونے کے بعد اس کے لئے مغفرت کی دعاء کرنا جائز نہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ ومما يدل على جواز السلام على المرأة العجوز ما أخرجه البخارى عن سهل بن سعد رضى الله عنه قال : كانت لنا عجوز ترسل إلى بضاعة نخل بالمدينة فتأخذ من أصول السلق فتطرحه فى قدر، وتكركر حبات من شعير، فإذا صلينا الجمعة انصرفنا ونسلم عليها فتقدمه إلينا ، ومعنى تكركر؛ أى :تطحن (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٥، ص١٦٧ ،مادة "سلام")

الكلام مع المرأة الأجنبية :ذهب الفقهاء إلى أنه لا يجوز التكلم مع الشابة الأجنبية بلا حاجة لأنه مظنة الفتنة، وقالوا إن المرأة الأجنبية إذا سلمت على الرجل إن كانت عجوزا رد الرجل عليها لفظا أما إن كانت شابة يخشى الافتتان بها أو يخشى افتتانها هى بمن سلم عليها فالسلام عليها وجواب السلام منها حكمه الكراهة عند المالكية والشافعية والحنابلة، وذكر الحنفية أن الرجل يرد على سلام المرأة فى نفسه إن سلمت عليه وترد هى فى نفسها إن سلم عليها، وصرح الشافعية بحرمة ردها عليه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٥، ص١٢٢ ،مادة "كلام")

[1] مصافحة الرجل للرجل مستحبة عند عامة العلماء ، قال النووى :اعلم أنها سنة مجمع عليها عند التلاقى، وقال ابن بطال :أصل المصافحة حسنة عند عامة العلماء (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٧ص٣٥٦، مادة "مصافحة")

أطلق الفقهاء القول بسنية المصافحة، ولم يقصروا ذلك على ما يقع منها بين الرجال، وإنما استثنوا مصافحة الرجل للمرأة الأجنبية فقالوا بتحريمها، ولم يستثنوا مصافحة المرأة للمرأة من السنية، فيشملها هذا الحكم، وقد صرح بذلك الشربينى الخطيب فقال :وتسن مصافحة الرجلين والمرأتين، وقال النفراوى :وإنما تسن المصافحة بين رجلين أو بين امرأتين، لا بين رجل وامرأة، وإن كانت متجالة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٧ص٣٥٧، مادة "مصافحة")

فأما مصافحة المحارم فقد ذهب الحنفية والمالكية والشافعية فى المعتمد عندهم إلى جوازها، وهو ما ذهب إليه الحنابلة فى الوالدين مع الأبناء رواية واحدة وفى غيرهم فى رواية بناء على قولهم بجواز لمس المحارم فى غير محل العورة بشرط الأمن من الفتنة وعدم خوف الشهوة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٧ص٣٥٨، مادة "مصافحة")

www.idaraghufran.org

اوراسی وجہ سے غیر مسلم کی تعزیت کے وقت اس کے لئے مغفرت کی دعاء کرنا جائز نہیں، البتہ کوئی صبر وغیرہ کا جملہ کہہ دینا جائز ہے، مثلاً یہ کہ اللہ آپ کو صبر اور بہتر بدل عطا فرمائے۔ [1]

مسئلہ نمبر 5...... عام حالات میں مسلمان کو غیر مسلم سے مصافحہ کرنا مکروہ ہے، اور کسی ضرورت کی وجہ سے جائز ہے، جبکہ اس کا احترام دل میں نہ ہو۔ [2]

وَاللّٰهُ سُبۡحَانَهٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَ عِلۡمُهٗ اَتَمُّ وَاَحۡكَمُ.

---

[1] فلا ترحم على كافر لمنع بدئه بالسلام عند الأكثرين تحريما، لحديث :لا تبدء وا اليهود ولا النصارى بالسلام .ولو سلم اليهودى والنصرانى، فلا بأس بالرد، ولكن لا يزيد على قوله ": وعليك "

والذين جوزوا ابتداء هم بالسلام، صرحوا بالاقتصار على " :السلام عليك "دون الجمع، ودون أن يقول " :ورحمة الله لما روى عن أنس رضى الله عنه، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :إذا سلم عليكم أهل الكتاب، فقولوا :وعليكم أو عليكم بغير واو.

ز -الترحم على الكفار:

صرح النووى فى كتابه الأذكار بأنه لا يجوز أن يدعى للذمى بالمغفرة وما أشبهها فى حال حياته مما لا يقال للكفار، لكن يجوز أن يدعى له بالهداية، وصحة البدن والعافية وشبه ذلك .لحديث أنس رضى الله عنه قال :استسقى النبى صلى الله عليه وسلم فسقاه يهودى، فقال له النبى صلى الله عليه وسلم :جملك الله فما رأى الشيب حتى مات.

وأما بعد وفاته فيحرم الدعاء للكافر بالمغفرة ونحوها؛ لقول الله تعالى :(ما كان للنبى والذين آمنوا أن يستغفروا للمشركين ولو كانوا أولى قربى من بعد ما تبين لهم أنهم أصحاب الجحيم)وقد جاء الحديث بمعناه، وأجمع المسلمون عليه(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١ ١ ص ١٨٦ ،١٨٧، مادة " ترحم ")

وهل يعزى المسلم بالكافر أو العكس؟ ذهب الأئمة :الشافعي، وأبو حنيفة فى رواية عنه :إلى أنه يعزى المسلم بالكافر، وبالعكس، والكافر غير الحربى.

وذهب الإمام مالك :إلى أنه لا يعزى المسلم بالكافر.

وقال ابن قدامة من الحنابلة :إن عزى مسلما بكافر قال :أعظم الله أجرك وأحسن عزاءك (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٢ ص ٢٨٩، مادة " تعزية ")

[2] مصافحة الكافر : ذهب الحنفية والحنابلة إلى القول بكراهة مصافحة المسلم للكافر إلا أن الحنفية استثنوا مصافحة المسلم جاره النصرانى إذا رجع بعد الغيبة وكان يتأذى بترك المصافحة، وأما الحنابلة فقد أطلقوا القول بالكراهة، بناء على ما روى أن الإمام أحمد سئل عن مصافحة أهل الذمة فقال : لا يعجبنى.وذهب المالكية إلى عدم جواز مصافحة المسلم الكافر ولا المبتاع، لأن الشارع طلب هجرهما ومجانبتهما، وفى المصافحة وصل مناف لما طلبه الشارع (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٧ص ٣٦١، مادة " مصافحة"، مصافحة الكافر)

www.idaraghufran.org

(فصل نمبر 3)

زیارت وملاقات کے ذریعہ صلہ رحمی وحسنِ سلوک

رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی وحسنِ سلوک کرنے کے طریقوں میں رشتہ داروں سے ملاقات وزیارت کرنا بھی داخل ہے، بلکہ کسی بھی مومن سے اللہ کی رضا کے لئے ملاقات اوراس کی زیارت کرنا عظیم الشان اجروثواب کا باعث ہے۔

پھر رشتہ داروں سے کیونکر اجروثواب کا باعث نہیں ہوگا؟

لیکن ملاقات وزیارت کے بارے میں شریعت کی تعلیم یہ ہے کہ اس میں اخلاص ہو اور اعتدال رکھا جائے، اورغلو نہ کیا جائے کہ جس کی وجہ سے دوسرا تنگ ہی پڑ جائے۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

أَنَّ رَجُلًا زَارَ أَخًا لَهُ فِيْ قَرْيَةٍ أُخْرٰى، فَأَرْصَدَ اللّٰهُ لَهُ، عَلٰى مَدْرَجَتِهِ، مَلَكًا فَلَمَّا أَتٰى عَلَيْهِ، قَالَ:أَيْنَ تُرِيْدُ؟ قَالَ:أُرِيْدُ أَخًا لِيْ فِيْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ، قَالَ:هَلْ لَّكَ عَلَيْهِ مِنْ نِعْمَةٍ تَرُبُّهَا؟ قَالَ:لَا، غَيْرَ أَنِّيْ أَحْبَبْتُهُ فِي اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، قَالَ:فَإِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ إِلَيْكَ، بِأَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَحَبَّكَ كَمَا أَحْبَبْتَهُ فِيْهِ(مسلم) [1]

ترجمہ: ایک آدمی کسی دوسری بستی میں اپنے بھائی کی زیارت کے لئے گیا، تو اللہ نے اس کے لئے آگے ایک فرشتہ کو بھیجا، جب وہ شخص فرشتہ کے پاس آیا، تو فرشتے نے کہا کہ آپ کہاں جانا چاہتے ہیں؟ تو اس نے کہا کہ میں اس بستی میں اپنے بھائی کے پاس جانا چاہتا ہوں، فرشتے نے کہا کہ کیا آپ کا اس پر کوئی

---

[1] رقم الحدیث ۲۵۶۷ "۳۸"، کتاب البر و الصلة و الآداب، باب فی فضل الحب فی الله.

www.idaraghufran.org

احسان ہے، جس کا آپ بدلہ چاہتے ہو؟ تو اس نے کہا کہ نہیں، سوائے اس کے کہ میں اس سے اللہ عزوجل کے لئے (نہ کہ دنیاوی اور نفسانی غرض سے) محبت رکھتا ہوں، اس فرشتے نے کہا کہ میں آپ کی طرف اللہ کا قاصد بن کر آیا ہوں، بے شک اللہ آپ سے اسی طرح محبت فرماتا ہے، جس طرح آپ اپنے بھائی سے (مخلصانہ اور بے غرض) محبت کرتے ہو (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ أَتٰى أَخًا لَهُ يَزُوْرُهُ فِي اللّٰهِ إِلَّا نَادَاهُ مُنَادٍ مِّنَ السَّمَاءِ: أَنْ طِبْتَ، وَطَابَتْ لَكَ الْجَنَّةُ، وَإِلَّا قَالَ اللّٰهُ فِيْ مَلَكُوْتِ عَرْشِهٖ: زَارَ فِيَّ وَعَلَيَّ قِرَاهُ، فَلَمْ أَرْضَ لَهُ بِقِرًى دُوْنَ الْجَنَّةِ (مسند ابی یعلیٰ الموصلی) [1]

---

[1] رقم الحديث ۴۱۴۰، مسند البزار، رقم الحديث ۶۴۶۶.

قال المنذری:

رواه البزار وأبو يعلى بإسناد جيد(الترغيب والترهيب، ج۳ص۲۴۷، كتاب البر والصلة وغيرهما، الترغيب فى زيارة الإخوان والصالحين وما جاء فى إكرام الزائرين)

وقال الهيثمى:

رواه البزار وأبو يعلى، ورجال أبى يعلى رجال الصحيح غير ميمون بن عجلان، وهو ثقة (مجمع الزوائد، ج۸ص۱۷۳، تحت رقم الحديث ۱۳۵۹۱، باب الزيارة واكرام الزائرين)

و قال الالبانی:

قلت :وجل هؤلاء ممن يحسن العلماء حديثهم عادة، فليكن مثلهم من قيل فيه " :هو شيخ "، ويؤيده أن الحافظ المنذرى جود إسناد حديث هذا الشيخ ، فقال عقبه فى " الترغيب(۳/۲۳۹) " "رواه البزار وأبو يعلى بإسناد جيد ."ووثقه الهيثمى، فقال فى "المجمع(۸/۱۷۳) "رواه البزار وأبو يعلى، ورجال أبى يعلى رجال "الصحيح " غير ميمون بن عجلان، وهو ثقة ." ولعل تصريحه بتوثيقه إياه، إنما هو اعتماد منه على توثيق ابن حبان، فقد أورده فى "الثقات "كما يستفاد من "التعجيل "، وإن لم أره فى نسخة الظاهرية من " الثقات "، فإن فيها خرما .ثم طبع كتاب "الثقات "وقد أورده فيه(۷/۴۷۳) برواية محبوب بن الحسن وأهل البصرة عنه .وهذان من رجال "

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان بندہ بھی اپنے بھائی کی اللہ کی رضا کی خاطر زیارت کرنے کے لئے آتا ہے، تو آسمان سے ندا دینے والا یہ ندا دیتا ہے کہ تو خوش نصیب ہے، اور تجھ کو جنت پسند کرتی ہے، ورنہ اللہ اپنے عرش کے فرشتوں سے فرماتا ہے کہ میری رضا کے لئے اس نے زیارت کی ہے، اور میرے ذمہ ہی اس کی مہمانی ہے، اور میں اس کے لئے جنت کے علاوہ کسی مہمانی کو پسند نہیں کرتا (ابویعلیٰ، بزار)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ عَادَ مَرِيْضًا أَوْ زَارَ أَخًا لَهُ فِي اللّٰهِ نَادَاهُ مُنَادٍ أَنْ طِبْتَ وَطَابَ مَمْشَاكَ وَتَبَوَّأْتَ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْزِلًا (ترمذی) [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الميزان "و" اللسان "فراجعهما. وقد روى عن هذا الشيخ إسماعيل بن عبد الملك الزئبقي أيضا عند الضياء، وكذا محمد بن بكر، لكن سماه ميمون المرئي، لكن في "التهذيب" من هذه الطبقة ": ميمون بن سياه المرئي البصري، ويقال إنه ابن ميمون بن عبد الرحمن بن صفوان ابن قدامة. "وابن سياه هذا هو من شيوخ ميمون بن عجلان كما في ترجمتهما من "التاريخ "و "الجرح والتعديل "وهو شيخه في هذا الإسناد كما ترى، وقد فرقا بينهما، فهو غير المرئي إذن، ومن الممكن أن يكون مشاركا له في هذه النسبة. والله أعلم.

وقد توبع ميمون بن عجلان من الضحاك بن حمرة في الرواية المعلقة عند أبي نعيم، لكن الضحاك هذا ضعيف. وللحديث شاهد من حديث أبي هريرة. أخرجه البخاري في "الأدب المفرد (رقم ٣٤٥)" والترمذي وحسنه في نسخة، وصححه ابن حبان (٧١٢) وإسناده صالح للاستشهاد به (سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ٢٦٣٢)

[1] رقم الحديث ٢٠٠٨، ابواب البر و الصلة، باب ما جاء في زيارة الإخوان، سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ١٤٤٣، كتاب الجنائز، باب ما جاء في ثواب من عاد مريضا.

قال الترمذي:

هذا حديث غريب وأبو سنان اسمه عيسى بن سنان، وقد روى حماد بن سلمة، عن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مریض کی عیادت یا اپنے بھائی کی زیارت اللہ کی رضا کے لئے کی، تو اس کو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) ایک نِدا دینے والا کہتا ہے کہ تو خوش نصیب ہے، اور تیرا چلنا بھی خوش نصیب ہے، اور تو نے جنت میں اپنے لئے منزل تیار کر لی ہے (ترمذی)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِرِجَالِكُمْ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ؟ اَلنَّبِيُّ فِي الْجَنَّةِ، وَالصِّدِّيْقُ فِي الْجَنَّةِ، وَالشَّهِيْدُ فِي الْجَنَّةِ، وَالْمَوْلُوْدُ فِي الْجَنَّةِ، وَالرَّجُلُ يَزُوْرُ أَخَاهُ فِيْ نَاحِيَةِ الْمِصْرِ لَا يَزُوْرُهُ إِلَّا لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَنِسَاؤُكُمْ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ الْوَدُوْدُ الْوَلُوْدُ الْعَئُوْدُ عَلٰى زَوْجِهَا الَّتِيْ إِذَا غَضِبَ جَاءَتْ حَتّٰى تَضَعَ يَدَهَا فِيْ يَدِ زَوْجِهَا، وَتَقُوْلُ: لَا أَذُوْقُ غُمْضًا حَتّٰى تَرْضٰى (فوائد تمام الرازی) [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ثابت، عن أبی رافع، عن أبی هريرة، عن النبی صلى الله عليه وسلم شيئا من هذا.

وقال المنذری:

رواه ابن ماجه والترمذی واللفظ له وقال حديث حسن وابن حبان فی صحيحه كلهم من طريق أبی سنان عن عثمان بن أبی سودة عنه (الترغيب والترهيب، ج۳ص۲۴۷، كتاب البر والصلة وغيرهما، الترغيب فی زيارة الإخوان والصالحين وما جاء فی إكرام الزائرين)

و قال الالبانی:

وللحديث شاهد من حديث أبی هريرة. أخرجه البخاری فی "الأدب المفرد (رقم ۳۴۵)" والترمذی وحسنه فی نسخة، وصححه ابن حبان (۷۱۲) وإسناده صالح للاستشهاد به (سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۲۶۳۲)

[1] رقم الحديث ۱۳۱۱، ج۲ص۱۲۰، ومن أحاديث جناح بن عباد مولى الوليد بن عبد الملك رواية حماد بن صالح مولى بنی أمية عنه

قال الالبانی:

أخرجه تمام الرازی فی "الفوائد" (ق۱/۲۰۲) وعنه ابن عساكر (۲/۸۷/۲) بتمامه،

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں خبر نہ دے دوں جنت والے افراد کی؟ (پھر فرمایا کہ) نبی جنت میں ہے، اور صدیق جنت میں ہے، اور شہید جنت میں ہے، اور نومولود (فوت شدہ بچہ) جنت میں ہے، اور وہ آدمی جو اپنے (مسلمان) بھائی کی شہر کے کنارے پر جا کر زیارت کرتا ہے، اور وہ صرف اللہ عزوجل کے لئے زیارت کرتا ہے، وہ جنت میں ہے، اور تمہاری وہ عورتیں جنت والے افراد میں سے ہیں، جو (شوہروں سے) خوب محبت کرنے والی اور زیادہ اولاد والی ہوں، اور وہ اپنے شوہر کی طرف رجوع کرنے والی ہوں، جب شوہر غصہ ہو، تو وہ آ کر اپنے ہاتھ کو شوہر کے ہاتھ میں دے دے، اور یہ کہے کہ میں اس وقت تک نیند کا ذائقہ نہیں چکھوں گی، جب تک آپ راضی نہ ہوں (فوائد تمام)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

حَقَّتْ مَحَبَّتِي لِلْمُتَحَابِّيْنَ فِيَّ، وَحَقَّتْ مَحَبَّتِي لِلْمُتَزَاوِرِيْنَ فِيَّ، وَحَقَّتْ مَحَبَّتِي لِلْمُتَبَاذِلِيْنَ فِيَّ، وَحَقَّتْ مَحَبَّتِي لِلْمُتَصَافِيْنَ فِيَّ الْمُتَوَاصِلِيْنَ(مسند احمد، رقم الحديث ٢٢٠٠٢) [1]

ترجمہ: (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ) میری محبت ان لوگوں کے لئے ثابت ہو چکی ہے، جو صرف میری وجہ (یعنی میرے حکم) سے ایک دوسرے سے محبت رکھتے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأبو بكر الشافعي في "الفوائد" (ق١١٥-١١٦) وأبو نعيم في "الحلية(٣٠٣/٤) "نصفه الأول، والنسائي في "عشرة النساء(١/٨٥/١) "النصف الآخر من طريق خلف بن خليفة عن أبي هاشم يعني الرماني عن سعيد ابن جبير عن ابن عباس مرفوعا.

قلت :وهذا إسناد، رجاله ثقات رجال مسلم غير أن خلفا -وهو من شيوخ أحمد - كان اختلط في الآخر، ولا ندري أحدث به قبل الاختلاط فيكون صحيحا، أو بعده فيكون ضعيفا، لكن للحديث شواهد يتقوى بها كما يأتي بيانه(سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ٢٨٧)

[1] قال شعيب الارنؤوط:
حديث صحيح، رجاله ثقات رجال الصحيح (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

ہیں، اور میری محبت ان لوگوں کے لئے ثابت ہوچکی ہے، جو صرف میری وجہ (یعنی میرے حکم) سے ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں، اور میری محبت ان لوگوں کے لئے ثابت ہوچکی ہے، جو صرف میری وجہ (یعنی میرے حکم) سے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں، اور میری محبت ان لوگوں کے لئے ثابت ہوچکی ہے، جو صرف میری وجہ (یعنی میرے حکم) سے ایک دوسرے سے صلہ (یعنی جوڑ وتعلق) رکھتے ہیں (مسند احمد)

حضرت عمرو بن عبسہ سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُوْلُ: قَدْ حَقَّتْ مَحَبَّتِيْ لِلَّذِيْنَ يَتَحَابُّوْنَ مِنْ أَجْلِيْ، وَحَقَّتْ مَحَبَّتِيْ لِلَّذِيْنَ يَتَصَافُّوْنَ مِنْ أَجْلِيْ، وَحَقَّتْ مَحَبَّتِيْ لِلَّذِيْنَ يَتَزَاوَرُوْنَ مِنْ أَجْلِيْ، وَحَقَّتْ مَحَبَّتِيْ لِلَّذِيْنَ يَتَبَاذَلُوْنَ مِنْ أَجْلِيْ، وَحَقَّتْ مَحَبَّتِيْ لِلَّذِيْنَ يَتَنَاصَرُوْنَ مِنْ أَجْلِيْ (مسند احمد، رقم الحديث ۱۹۴۳۸) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل فرماتے ہیں کہ میری محبت ان لوگوں کے لئے ثابت ہوچکی، جو میری وجہ سے محبت کرتے ہیں، اور میری محبت ان لوگوں کے لئے ثابت ہوچکی، جو میری وجہ سے ایک دوسرے کے صف بصف کھڑے ہوتے ہیں، اور میری محبت ان لوگوں کے لئے ثابت ہوچکی، جو میری وجہ سے ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں، اور میری محبت ان لوگوں کے لئے ثابت ہوچکی، جو میری وجہ سے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں، اور میری محبت ان لوگوں کے لئے ثابت ہوچکی، جو میری وجہ سے

[1] قال شعيب الارنؤوط:

حديث صحيح، وهذا إسناد ضعيف لضعف شَهْر وهو ابن حوشب، وبقية رجاله ثقات (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں (مسند احمد)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اَلْمُتَحَابُّوْنَ فِي اللّٰهِ عَلٰى مَنَابِرَ مِنْ نُوْرٍ فِيْ ظِلِّ الْعَرْشِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ، قَالَ: فَخَرَجْتُ حَتّٰى لَقِيْتُ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ فَذَكَرْتُ لَهُ حَدِيْثَ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْكِيْ عَنْ رَّبِّهٖ يَقُوْلُ: حَقَّتْ مَحَبَّتِيْ لِلْمُتَحَابِّيْنَ فِيَّ، وَحَقَّتْ مَحَبَّتِيْ لِلْمُتَبَاذِلِيْنَ فِيَّ، وَحَقَّتْ مَحَبَّتِيْ لِلْمُتَزَاوِرِيْنَ فِيَّ، وَالْمُتَحَابُّوْنَ فِي اللّٰهِ عَلٰى مَنَابِرَ مِّنْ نُوْرٍ فِيْ ظِلِّ الْعَرْشِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۲۰۶۴) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشاد سنا کہ اللہ کے لئے محبت کرنے والے نور کے منبروں پر ہوں گے عرش کے سایہ میں، جس دن عرش کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا، حضرت ابو مسلم خولانی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی، اور میں نے ان سے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بارے میں ذکر کیا، تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے رب تعالیٰ کا یہ ارشاد سنا ہے کہ میری محبت اُن لوگوں کے حق میں ثابت ہوگئی، جو میرے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، اور میرے لئے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں، اور میرے لئے ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں، اور اللہ کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرنے والے نور کے منبروں پر عرش کے سایہ میں ہوں گے،

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح، رجاله ثقات رجال الصحيح غير حبيب بن أبى مرزوق، فقد روى له الترمذى والنسائى، وهو ثقة (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

جس دن عرش کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا (مسند احمد)

ان احادیث سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق اپنے مسلمان بھائی کی زیارت وملاقات کرنے کی عظیم الشان فضیلت معلوم ہوئی۔

اور جب عام مسلمان کی زیارت وملاقات کرنے کی یہ فضیلت ہے، تو مسلمان رشتہ دار سے تو دو نسبتیں قائم ہوتی ہیں، ایک مسلمان ہونے کی، اور ایک رشتہ دار ہونے کی، اس لئے رشتہ داروں سے ملاقات وزیارت کی فضیلت اس سے کم نہ ہوگی، بلکہ اس سے بھی زیادہ ہوگی، بشرطیکہ اخلاص کے ساتھ ہو، اور کوئی غرضِ فاسد نہ ہو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَزُوْرُ الْأَنْصَارَ وَيُسَلِّمُ عَلٰى صِبْيَانِهِمْ وَيَمْسَحُ رُؤُوْسَهُمْ (صحيح ابن حبان) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم انصار کی زیارت کیا کرتے تھے، اور ان کے بچوں کو سلام کیا کرتے تھے، اور ان بچوں کے سر پر ہاتھ پھیرا کرتے تھے (ابنِ حبان)

لیکن بہرحال ملاقات وزیارت میں اعتدال ضروری ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: زُرْ غِبًّا، تَزْدَدْ حُبًّا (المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ۱۷۳) [2]

---

[1] رقم الحديث ۴۵۹، كتاب البر والاحسان، باب الرحمة.

قال شعيب الارنؤوط:

إسناده صحيح (حاشية مسند احمد)

[2] قال الهيثمي:

رواه الطبراني وإسناده حسن، والله أعلم (مجمع الزوائد ج۸ص۱۷۵، تحت رقم الحديث ۱۳۶۰۸)

وقال المنذري:

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ کبھی کبھی زیارت کیا کرو، اس سے محبت میں اضافہ ہوگا (طبرانی)

اسی قسم کی حدیث حضرت حبیب بن مسلمہ، حضرت ابوہریرہ، حضرت ابنِ عمر، حضرت ابوذر، حضرت جابر، حضرت علی، حضرت عائشہ اور حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہم کی سندوں سے بھی مروی ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

رواه الطبراني ورواه البزار من حديث أبي هريرة ثم قال لا يعلم فيه حديث صحيح.
قال الحافظ وهذا الحديث قد روى عن جماعة من الصحابة وقد اعتنى غير واحد من الحفاظ بجميع طرقه والكلام عليه ولم أقف له على طريق صحيح كما قال البزار بل له أسانيد حسان عند الطبراني وغيره وقد ذكرت كثيرا منها في غير هذا الكتاب والله أعلم(الترغيب والترهيب، ج٣ص٢٤٨، ٢٤٩، كتاب البر والصلة وغيرهما)

[1] عن حبيب بن مسلمة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :زر غبا تزدد حبا(المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ٣٥٣٥،مستدرک حاکم، رقم الحديث ٥٤٧٧)

قال الهيثمي:
رواه الطبراني في الثلاثة، وفيه محمد بن مخلد الرعيني، وهو ضعيف(مجمع الزوائد، ج٨ص١٧٥، تحت رقم الحديث ١٣٦٠٦)

عن أبي هريرة، قال :قال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم " :يا أبا هريرة، زر غبا تزدد حبا "طلحة بن عمرو غير قوي، وقد روى هذا الحديث بأسانيد هذا أمثلها وقد روى في بعض هذه الأسانيد :قال له " :أين كنت أمس يا أبا هريرة؟ "قال :زرت ناسا من أهلي، فقال " :يا أبا هريرة، زر غبا تزدد حبا (شعب الإيمان للبيهقي، رقم الحديث ٨٠١٥)

عن ابن عمر قال رسول الله صلى الله عليه وسلم زر غبا تزدد حبا(الكامل في ضعفاء الرجال، ج٤ص٦٣، تحت ترجمة روح بن صلاح، رقم الترجمة ٦٦٧)

عن نافع، عن ابن عمر قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :زوروا غبا تزدادوا حبا.لم يرو هذا الحديث عن نافع إلا يزيد بن أبي حبيب، ولا عن يزيد إلا ابن لهيعة.تفرد به :روح بن صلاح(المعجم الاوسط للطبراني، رقم الحديث ٨٧)

قال الهيثمي:رواه الطبراني في الأوسط، وفيه ابن لهيعة وحديثه حسن، وبقية رجاله ثقات(مجمع الزوائد ج٨ص١٧٥، تحت رقم الحديث ١٣٦٠٧)

عن أبي ذر، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم" :يا أبا ذر، زر غبا تزدد حبا

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس سے معلوم ہوا کہ ملاقات وزیارت میں اعتدال کو اختیار کرنا چاہئے، اور اس میں زیادتی اور غلو نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ زیادتی اور غلو سے کئی مفاسد پیدا ہوتے ہیں، اور بعض اوقات بار بار کی ملاقات سے دوسرا تنگ بھی پڑ جاتا ہے۔

ہاں اگر کسی کا دوسرے سے ایسا تعلق ہو کہ اس کو ناگوار نہ گزرتا ہو، اور کثرت سے زیارت وملاقات کے نتیجہ میں محبت میں کمی بھی نہ آتی ہو، تو کوئی حرج نہیں۔ [1]

اور جب کسی سے ملنا جلنا ہوتا ہے، تو خلافِ طبیعت باتوں کا بھی سامنا ہوتا ہے، ان کو برداشت کرنا بھی صلہ رحمی وحسنِ سلوک کا حصہ اور عظیم ثواب کا ذریعہ ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(شعب الإيمان للبيهقي،رقم الحديث ٨٠٠٧، مسند البزار، رقم الحديث ٣٩٦٣،امثال الحديث لابي الشيخ الاصبهاني، رقم الحديث ١٩، الضعفاء الكبير للعقيلي، رقم الحديث ١٦١٧)

عن جابر ، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : يا جابر ، زر غبا تزدد حبا(اخبارِ اصبهان ،رقم الحديث ٤٨٦)

عن علي ، رضي الله عنه ، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال : زر غبا تزدد حبا (امثال الحديث لابي الشيخ الاصبهاني، رقم الحديث ١٤ ،الفوائد المنتقاه عن الشيوخ العوالي لعلي بن عمر الحربي، رقم الحديث ١١١)

عن عائشة قالت : زر غبا ، تزدد حبا (معجم ابن المقرى، رقم الحديث ٩٧٦)

عن بهز بن حكيم ، عن أبيه ، عن جده ، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : زر غبا، تزدد حبا (فوائد تمام الرازى،رقم الحديث ١٠١٠)

[1] فالغب في كل شيء بحسبه، وهو يختلف باختلاف الأفعال والأشخاص كما ورد من طرق كثيرة :زر غبا تزدد حبا .قال في النهاية :الغب من أوراد الإبل أن تورد الإبل يوما وتدعه يوما، ثم تعود فنقل إلى الزيارة أن جاء بعد أيام يقال :غب الرجل إذا جاء زائرا بعد أيام(مرقاة المفاتيح، ج٧ص ٢٢٦ ٨، كتاب الادب،باب الترجل)

قلت ولا منافاة بين هذا الحديث وحديث الباب لأن عمومه يقبل التخصيص فيحمل على من ليست له خصوصية ومودة ثابتة فلا ينقص كثرة زيارته من منزلته قال بن بطال الصديق الملاطف لا يزيده كثرة الزيارة إلا محبة بخلاف غيره(فتح البارى لابنِ حجر، ج١٠ ص ٤٩٩، باب الزيارة)

قوله زر غبا تزدد حبا مخصوص بمن يزور لطمع وأن النهي عن كثرة مخالطة الناس مخصوص بمن يخشى الفتنة أو الضرر(فتح البارى لابنِ حجر، ج١٠ ص ٥٨٤، قوله باب الكنية للصبى وقبل أن يولد للرجل)

www.idaraghufran.org

چنانچہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَلْمُؤْمِنُ الَّذِیْ یُخَالِطُ النَّاسَ، وَیَصْبِرُ عَلٰی أَذَاھُمْ، أَعْظَمُ أَجْرًا مِّنَ الْمُؤْمِنِ الَّذِیْ لَا یُخَالِطُ النَّاسَ، وَلَا یَصْبِرُ عَلٰی أَذَاھُمْ (سنن ابنِ ماجه) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ مومن جو لوگوں سے میل جول رکھتا ہے، اور ان کی تکلیفوں پر صبر کرتا ہے، اُس کا اجر اس مومن سے زیادہ ہے کہ جو لوگوں سے میل جول نہیں رکھتا، اور ان کی تکلیفوں پر صبر نہیں کرتا (ابنِ ماجہ، مسند احمد)

مذکورہ اور اس جیسی احادیث کے پیشِ نظر رشتہ داروں سے کبھی کبھی ملاقات اور ان کی زیارت وخبر گیری کرنی چاہئے، مگر اس کے لئے کوئی حد بندی نہیں کہ کتنی ملاقات کرے۔

اس سلسلہ میں قریب کے اور دور کے اور ضرورت وغیر ضرورت مند رشتہ داروں میں فرق ہوسکتا ہے، اسی لئے فقہائے کرام نے فرمایا کہ عام حالات میں رشتہ داروں بالخصوص والدین سے ہفتہ میں ایک مرتبہ ملاقات کرنا مناسب ہے، اور اس میں بھی جمعہ کا دن ہونا بہتر ہے، یا مہینہ میں ایک مرتبہ ملاقات وزیارت کرنی چاہئے، اور عام رشتہ داروں سے سال میں کم از کم ایک مرتبہ زیارت وملاقات کرلینی چاہئے۔

اور جن کی زیارت وملاقات مشکل ہو، مثلاً زیادہ دور ہونے یا مصروفیت کی وجہ سے یا کسی عذر کی وجہ سے تو ایسی حالت میں خط وکتابت کے ذریعہ سے ان سے سلام وکلام اور خبر گیری کرلینا بھی اس کے قائم مقام ہوجائے گا۔

اور آج کل کے جدید ذرائع اور وسائل مثلاً ٹیلیفون، انٹرنیٹ وغیرہ کے ذریعہ سے بھی اس

---

[1] رقم الحدیث ۴۰۳۲، کتاب الفتن، باب الصبر علی البلاء، مسند احمد، رقم الحدیث ۵۰۲۲.

قال شعیب الارنؤوط:

إسناده صحیح، رجاله ثقات رجال الشیخین (حاشیة مسند احمد)

www.idaraghufran.org

مقصد کو حاصل کیا جاسکتا ہے۔ ؎

؎ (وصلة الرحم واجبة ولو) كانت (بسلام وتحية وهدية) ومعاونة ومجالسة ومكالمة وتلطف وإحسان ويزورهم غبا ليزيد حبا بل يزور أقرباء ه كل جمعة أو شهر ولا يرد حاجتهم لأنه من القطيعة في الحديث إن الله يصل من وصل رحمه ويقطع من قطعها وفي الحديث صلة الرحم تزيد في العمر وتمامه في الدرر(الدر المختار)

(قوله وصلة الرحم واجبة) نقل القرطبي في تفسيره اتفاق الأمة على وجوب صلتها وحرمة قطعها للأدلة القطعية من الكتاب والسنة على ذلك قال في تبيين المحارم :واختلفوا في الرحم التي يجب صلتها قال قوم :هي قرابة كل ذي رحم محرم وقال آخرون .كل قريب محرما كان أو غيره اهـ والثاني ظاهر إطلاق المتن قال النووي في شرح مسلم :وهو الصواب واستدل عليه بالأحاديث. نعم تتفاوت درجاتها ففي الوالدين أشد من المحارم، وفيهم أشد من بقية الأرحام وفي الأحاديث إشارة إلى ذلك كما بينه في تبيين المحارم (قوله ولو كانت بسلام إلخ) قال في تبيين المحارم: وإن كان غائبا يصلهم بالمكتوب إليهم، فإن قدر على المسير إليهم كان أفضل وإن كان له والدان لا يكفي المكتوب إن أرادا مجيئه وكذا إن احتاجا إلى خدمته، والأخ الكبير كالأب بعده وكذا الجد وإن علا والأخت الكبيرة والخالة كالأم في الصلة، وقيل العم مثل الأب وما عدل هؤلاء تكفي صلتهم بالمكتوب أو الهدية اهـ .وتمامه فيه.

ثم اعلم أنه ليس المراد بصلة الرحم أن تصلهم إذا وصلوك لأن هذا مكافأة بل أن تصلهم وإن قطعوك فقد روى البخاري وغيره ليس الواصل بالمكافء ولكن الواصل الذي إذا قطعت رحمه وصلها "(قوله ويزورهم غبا) الغب بالكسر عاقبة الشيء وفي الزيارة أن تكون في كل أسبوع، ومن الحمى ما تأخذه يوما وتدع يوما قاموس لكن في شرح الشرعة هو أن تزور يوما وتدع يوما ولما كان فيه نوع عسر عدل إلى ما هو أسهل من الغب فقال بل يزور أقرباء ه في كل جمعة أو شهر على ما ورد في بعض الروايات اهـ (قوله تزيد في العمر) وكذا في الرزق فقد أخرج الشيخان من أحب أن يبسط له في رزقه وينسأ بضم أوله وتشديد ثالثه المهمل وبالهمز أي يؤخر له في أثره أي أجله فليصل رحمه .

قال الفقيه أبو الليث في تنبيه الغافلين :اختلفوا في زيادة العمر فقيل على ظاهره، وقيل لا لقوله تعالى -(فإذا جاء أجلهم)الآية، بل المعنى يكتب ثوابه بعد موته وقيل إن الأشياء قد تكتب في اللوح المحفوظ معلقة كأن وصل فلان رحمه فعمره كذا وإلا فكذا ولعل الدعاء والصدقة وصلة الرحم من جملتها فلا يخالف الحديث الآية اهـ .زاد في شرح الشرعة عن شرح المشارق أو يقال المراد البركة في رزقه وبقاء ذكره الجميل بعده، وهو كالحياة أو يقال صدر الحديث في معرض الحث على صلة الرحم بطريق المبالغة، يعني لو كان شيء يبسط به الرزق والأجل لكان صلة الرحم اهـ. والظاهر الثالث لما في التنبيه عن الضحاك بن مزاحم في تفسير قوله تعالى -(يمحوا الله ما يشاء ويثبت) قال إن الرجل ليصل رحمه، وقد بقي من عمره ثلاثة أيام فيزيد الله تعالى في عمره إلى ثلاثين سنة، وإن الرجل يقطع الرحم، وقد بقي من عمره ثلاثون سنة فيرد أجله إلى ثلاثة أيام (قوله

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

بیوی کو بھی عام حالات میں اپنے والدین سے ہفتہ میں ایک مرتبہ ملاقات وزیارت (نہ کہ ٹھہرنے) کا حق حاصل ہے، جس سے شوہر کو منع کرنے کا حق نہیں ہے، بشرطیکہ کوئی معقول عذر نہ ہو، اگر والدین دور ہوں، تو ہفتہ میں ایک دفعہ ملاقات وزیارت ضروری نہیں، بلکہ حسبِ حال وقفہ کیا جا سکتا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وتمامه فى الدرر) قال فيها وتكون كل قبيلة وعشيرة يدا واحدة فى التناصر والتظاهر على كل من سواهم فى إظهار الحق اهـ .وتمامه أيضا فى الشرعة وتبيين المحارم (رد المحتار على الدر المختار، ج٦ص ٤١١، ٤١٢، كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع)

[1] البتہ والدین کی زیارت کے لئے جانے پر آنے والے کو سفر کے اخراجات اس کے شوہر کے ذمہ ضروری نہیں، البتہ اگر برداشت کرے، تو ثواب ہے۔

قالوا الصحيح أنه لا يمنعها من الخروج إلى الوالدين ولا يمنعهما من الدخول عليها فى كل جمعة وفى غيرهما من المحارم فى كل سنة وإنما يمنعهم من الكينونة عندها وعليه الفتوى كما فى الخانية، وعن أبى يوسف فى النوادر تقييد خروجها بأن لا يقدر على إتيانها فإن كانا يقدران على إتيانها لا تذهب وهو حسن فإن بعض النساء لا يشق عليها مع الأب الخروج، وقد يشق على الزوج فتمتنع، وقد اختار بعض المشايخ منعها من الخروج إليهما، وقد أشار إلى نقله فى شرح المختار والحق الأخذ بقول أبى يوسف إذا كان الأبوان بالصفة التى ذكرت وإن لم يكونا كذلك ينبغى أن يؤذن لها فى زيارتهما الحين بعد الحين على قدر متعارف أما فى كل جمعة فبعيد فإن فى كثرة الخروج فتح باب الفتنة خصوصا إذا كانت شابة والزوج من ذوى الهيئات بخلاف خروج الأبوين فإنه أيسر، ولو كان أبوها زمنا مثلا وهو يحتاج إلى خدمتها والزوج يمنعها من تعاهده فعليها أن تعصيه مسلما كان الأب أو كافرا، كذا فى فتح القدير.

وقد استفيد مما ذكرناه أن لها الخروج إلى زيارة الأبوين والمحارم فعلى الصحيح المفتى به تخرج للوالدين فى كل جمعة بإذنه وبغير إذنه ولزيارة المحارم فى كل سنة مرة بإذنه وبغير إذنه، وأما الخروج للأهل زائدا على ذلك فلها ذلك بإذنه قال فى الظهيرية ويجوز للرجل أن يأذن لها فى الخروج إلى زيارة الوالدين وتعزيتهما وعيادتهما وزيارة المحارم وفى الخلاصة معزيا إلى مجموع النوازل يجوز للرجل أن يأذن لها بالخروج إلى سبعة مواضع زيارة الأبوين وعيادتهما أو أحدهما وزيارة المحارم فإن كانت قابلة أو غسالة أو كان لها على آخر حق تخرج بالإذن وبغير الإذن والحج على هذا وفيما عدا ذلك من زيارة الأجانب وعيادتهم والوليمة لا يأذن لها ولا تخرج.

ولو أذن وخرجت كانا عاصيين وتمنع من الحمام فإن أرادت أن تخرج إلى مجلس العلم بغير رضا الزوج ليس لها ذلك فإن وقعت لها نازلة إن سأل الزوج من العالم أو أخبرها بذلك لا يسعها الخروج وإن امتنع من السؤال يسعها من غير رضا الزوج وإن لم تقع لها نازلة لكن أرادت أن تخرج

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مگر یاد رہے کہ نامحرم رشتہ دار مَرد وعورت کا صلہ رحمی یا ملاقات وزیارت کے عنوان سے ایک دوسرے کے ساتھ بے پردگی کا مظاہرہ کرنا یا شرعی پردہ کے اصولوں کی مخالفت کرنا جائز نہیں، جس کی تفصیل آگے مسائل واحکام کے ذیل میں آتی ہے۔

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالیٰ اَعْلَمُ وَ عِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

إلى مجلس العلم لتتعلم مسألة من مسائل الوضوء والصلاة فإن كان الزوج يحفظ المسائل ويذكر عندها فله أن يمنعها وإن كان لا يحفظ فالأولى أن يأذن لها أحيانا وإن لم يأذن فلا شيء عليه ولا يسعها الخروج ما لم يقع لها نازلة وفى الفتاوى فى باب المهر، والمرأة قبل أن تقبض مهرها لها الخروج فى حوائجها وتزور الأقارب بغير إذن الزوج فإن أعطاها المهر ليس لها الخروج إلا بإذن الزوج اهـ.

وهكذا فى الخانية إلا أنه زاد أنها تخرج بغير الإذن أيضا إذا كانت فى منزل يخاف السقوط عليها وقيد الحج بالفرض مع وجود المحرم وقيد خروج القابلة والغاسلة بإذن الزوج وفسر الغاسلة بمن تغسل الموتى وينبغى أن للزوج أن يمنع القابلة والغاسلة من الخروج؛ لأن فى الخروج إضرارا به وهى محبوسة لحقه، وحقه مقدم على فرض الكفاية بخلاف الحج الفرض؛ لأن حقه لا يقدم على فرض العين (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج۴ص۲۱۲، كتاب الطلاق، باب النفقة، اسباب وجوب النفقة)

www.idaraghufran.org

(فصل نمبر4)

مالی تعاون وامداد کے ذریعہ صلہ رحمی وحسنِ سلوک

جن چیزوں کے ذریعہ رشتہ داروں سے حسنِ سلوک اور صلہ رحمی کی جاتی ہے، ان میں سے بعض چیزیں مال سے تعلق رکھتی ہیں۔

یعنی ضرورت مند رشتہ داروں کا مالی تعاون اور مدد کر کے بھی حسنِ سلوک اور صلہ رحمی کی جاتی ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰئِکَةِ وَالْکِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَی الزَّکٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ (سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ ۱۷۷)

ترجمہ: نیکی یہی نہیں کہ تم اپنے چہروں کو مشرق اور مغرب کی طرف پھیر لو، لیکن نیکی تو یہ ہے کہ جو ایمان لائے اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور فرشتوں پر اور (اللہ کی) کتابوں پر اور نبیوں پر اور مال کو ادا کرے، اس کی محبت ہوتے ہوئے، رشتہ داروں کو اور یتیموں کو اور مسکینوں کو اور مسافر کو اور سائلوں کو اور گردنیں چھڑانے (یعنی غلام وقیدی کو آزاد کرانے) میں اور قائم کریں، نماز کو اور ادا کریں، وہ زکاۃ

کو پورا کریں لوگوں کے عہد کو جب لوگوں سے کوئی عہد کریں اور صبر کرنے والے ہوں سختی میں اور تکلیف میں اور جنگ کے وقت، یہی لوگ سچے ہیں، اور یہی لوگ متقی ہیں (سورہ بقرہ)

اور سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبٰى وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوْفًا (سورة النساء، رقم الآية ٨)

ترجمہ: اور جب حاضر ہوں تقسیم کے وقت رشتہ دار اور یتیم اور مسکین، تو انہیں بھی مال دے دو اس مال میں سے، اور کہو ان کو معقول بات (سورہ نساء)

اور سورہ نحل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيْتَاءِ ذِى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (سورة النحل، رقم الآية ٩٠)

ترجمہ: بے شک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف کرنے کا اور بھلائی کرنے کا اور دینے کا رشتہ داروں کو، اور منع کرتا ہے بے حیائی اور بری بات اور ظلم سے، تاکہ تم نصیحت حاصل کرو (سورہ نحل)

اور سورہ اسراء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَآتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهُ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا (سورة الإسراء، رقم الآية ٢٦)

ترجمہ: اور دے دو رشتہ دار کو اس کا حق اور مسکین کو اور مسافر کو اور فضول خرچی نہ کرو (سورہ اسراء)

اور سوہ روم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

www.idaraghufran.org

فَآتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (سورة الروم، رقم الآية ٣٨)

ترجمہ: پھر ادا کرو رشتہ دار کو اس کا حق، اور مسکین کو، اور مسافر کو، یہ بہتر ہے ان کے لیے جو اللہ کی رضا چاہتے ہیں اور یہی لوگ ہیں نجات پانے والے (سورہ روم)

اور سورہ نور میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِى الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (سورة النور آيت ٢٢)

ترجمہ: اور نہ قسم کھا بیٹھیں تم میں سے جو لوگ فضل اور کشائش والے ہیں، اس بات کی کہ وہ نہیں دیں گے رشتہ داروں کو اور مسکینوں کو، اور ہجرت کرنے والوں کو اللہ کے راستہ میں، اور چاہیئے کہ معاف کردیا کریں اور درگزر کردیا کریں، کیا پسند نہیں کرتے تم لوگ کہ مغفرت کردے اللہ تمہاری، اور اللہ غفور ہے، رحیم ہے (سورہ نور)

اس سے معلوم ہوا کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے مال کے اعتبار سے صاحبِ حیثیت بنایا ہے، انہیں اپنے ضرورت مند رشتہ داروں کی مدد کرنے سے گریز نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ اس عمل کی برکت سے اللہ تعالیٰ انسان کے گناہوں کو معاف فرماتا ہے۔

مذکورہ آیت کے نازل ہونے کا ایک خاص پسِ منظر ہے۔ [1]

---

[1] (وَلَا يَأْتَلِ) يحلف (أُوْلُواْ الفضل) أى أصحاب الغنى (مِنكُمْ والسعة أَن) لا (يُؤْتُواْ أُوْلِى القربى والمساكين والمهاجرين فِى سَبِيلِ الله) نزلت فى أبى بكر حلف أن لا ينفق على مسطح وهو ابن خالته مسكين مهاجر بدرىّ لما خاض فى الإفك بعد أن كان ينفق عليه ، وناس من الصحابة أقسموا أن لا يتصدّقوا على من تكلم بشىء من الإفك (وَلْيَعْفُواْ وَلْيَصْفَحُواْ) عنهم فى ذلك (أَلاَ تُحِبُّونَ أَن يَغْفِرَ الله لَكُمْ والله غَفُورٌ رَّحِيمٌ) للمؤمنين قال أبو بكر :بلى أنا أُحب أن يغفر الله لى ورجع إلى مسطح ما كان ينفقه عليه(تفسير الجلالين، تحت رقم الآية ٢٢ من سورة النور)

www.idaraghufran.org

چنانچہ احادیث میں آتا ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بعض لوگوں نے تہمت لگائی، تو ان کی برأۃ اور پاکدامنی کا قرآن مجید میں حکم نازل ہونے سے پہلے بعض سادہ لوح مسلمانوں نے بھی کچھ کلمات کہہ دیئے تھے، ان میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خالہ زاد بھائی حضرت مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ بھی تھے، جو کہ مسکین وغریب تھے، اور ان پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خرچ کیا کرتے تھے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ قسم اٹھالی تھی کہ:

وَاللّٰهِ لَا أُنفِقُ عَلٰى مِسْطَحٍ شَيْئًا أَبَدًا، بَعْدَ الَّذِي قَالَ لِعَائِشَةَ .فَأَنْزَلَ اللّٰهُ: (وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الفَضْلِ مِنكُمْ وَالسَّعَةِ، أَنْ يُّؤْتُوا أُولِي القُرْبٰى) الآيَةَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ: بَلٰى وَاللّٰهِ إِنِّي لَأُحِبُّ أَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لِي، فَرَجَعَ إِلٰى مِسْطَحٍ النَّفَقَةَ الَّتِي كَانَ يُنفِقُ عَلَيْهِ، وَقَالَ: وَاللّٰهِ لَا أَنْزِعُهَا عَنْهُ أَبَدًا (بخاری)[1]

ترجمہ: اللہ کی قسم! میں آئندہ کبھی بھی مسطح پر کچھ خرچ نہ کروں گا، بعد اس کے کہ انہوں نے عائشہ کے بارے میں نازیبا الفاظ کہے ہیں، اس پر اللہ نے سورہ نور کی یہ آیت نازل فرمائی (جس کا ترجمہ یہ ہے کہ) ''اور نہ قسم کھا بیٹھیں تم میں سے جو لوگ فضل اور کشائش والے ہیں، اس بات کی کہ وہ نہیں دیں گے رشتہ داروں کو اور مسکینوں کو، اور ہجرت کرنے والوں کو اللہ کے راستہ میں، اور چاہئے کہ معاف کردیا کریں اور درگزر کردیا کریں، کیا پسند نہیں کرتے تم لوگ کہ مغفرت کردے اللہ تمہاری، اور اللہ غفور ہے، رحیم ہے'' اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بے شک اللہ کی قسم! میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ اللہ میری مغفرت فرمادے۔

---

[1] رقم الحديث ٦٦٧٩، كتاب الأيمان والنذور، باب اليمين فيما لا يملك، وفي المعصية وفي الغضب)

www.idaraghufran.org

اس کے بعد انہوں نے حضرت مسطح پر اسی طرح خرچ کرنا شروع کردیا، جس طرح پہلے خرچ کرتے تھے، اور کہا کہ اللہ کی قسم! میں ان پر خرچ کرنے کو کبھی نہیں روکوں گا (بخاری)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ تھا کہ قرآن مجید میں جو رشتہ دار سے معافی اور درگزر پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافی کا وعدہ ہے، تو میں اسی کو پسند کرتا ہوں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس فضیلت کو حاصل کرنے کے لئے اپنی قسم کو توڑا، اور اس کا کفارہ ادا کیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت مند رشتہ دار پر خرچ کرنے سے بندے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافی اور مغفرت کا معاملہ ہوتا ہے۔

حضرت مالک بن نضر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَرَأَيْتَ ابْنَ عَمٍّ لِي أَتَيْتُهُ أَسْأَلُهُ فَلَا يُعْطِينِي وَلَا يَصِلُنِي، ثُمَّ يَحْتَاجُ إِلَيَّ فَيَأْتِينِي فَيَسْأَلُنِي، وَقَدْ حَلَفْتُ أَنْ لَا أُعْطِيَهُ وَلَا أَصِلَهُ، فَأَمَرَنِي أَنْ آتِيَ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ، وَأُكَفِّرَ عَنْ يَمِينِي (سنن نسائی) [1]

ترجمہ: میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ کا اس بارے میں کیا حکم ہے کہ میں اپنے چچازاد بھائی کے پاس اپنی کسی ضرورت کا سوال کرنے کے لئے جاتا ہوں، اور وہ میری مدد نہیں کرتا، اور نہ میرے ساتھ صلہ رحمی کرتا، پھر اس کو میری طرف کوئی ضرورت پیش آجاتی ہے، اور وہ میرے پاس آکر اس ضرورت کا سوال کرتا ہے، اور میں یہ قسم کھا چکا ہوں کہ میں اس کو نہیں دوں گا، اور نہ اس کے ساتھ صلہ رحمی کروں گا (اب اس بارے میں میرے لئے کیا حکم ہے؟) تو رسول

---

[1] رقم الحديث ۳۷۸۸، كتاب الأيمان والنذور، السنن الكبرىٰ للنسائى، رقم الحديث ۴۷۱۲، كتاب الأيمان والنذور.

www.idaraghufran.org

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم فرمایا کہ میں اس کام کو کروں، جو خیر والا ہے (یعنی صلہ رحمی کروں) اور اپنی قسم کا کفارہ دوں (نسائی)

اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت مند رشتہ دار کی مالی اعانت کے ذریعہ سے صلہ رحمی وحسنِ سلوک کرنا اتنا اہم عمل ہے، کہ اس کی خاطر قسم کو بھی توڑا جاسکتا ہے، اور بے شک دوسرا رشتہ دار قطع رحمی کرے، تب بھی اس کے ساتھ صلہ رحمی اور حسنِ سلوک کرنا ہی اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ: (لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ) قَالَ أَبُوْ طَلْحَةَ: أَرٰى رَبَّنَا يَسْأَلُنَا مِنْ أَمْوَالِنَا، فَأُشْهِدُكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَنِّيْ قَدْ جَعَلْتُ أَرْضِيْ بَرِيْحَا لِلّٰهِ، قَالَ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِجْعَلْهَا فِيْ قَرَابَتِكَ قَالَ: فَجَعَلَهَا فِيْ حَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ وَأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ (مسلم) [2]

---

[1] (عن أبى الأحوص عوف بن مالك) ، أى ابن نضر سمع أباه وابن مسعود وأبا موسى، وروى عنه الحسن البصرى، وأبو إسحاق وعطاء بن السائب، ذكره المؤلف فى التابعين (عن أبيه) ، لم يذكره المصنف .(قال :قلت :يا رسول الله !أرأيت ابن عم لى آتيه) : من الإتيان أى أجيئه مفعول ثان لرأيت بمعنى علمت (أسأله) : حال أو استئناف بيان، والأظهر أن رأيت بمعنى عرفت، والفعلان حالان مترادفان أو متداخلان .أفلا يعطينى) : أى فى مقابلة سؤالى إياه (ولا يصلنى) فى معاوضة ما أتانى إليه (ثم يحتاج إلى فيأتينى) : أى لأصله كما يدل عليه قوله :(فيسألنى، وقد حلفت أن لا أعطيه ولا أصله) ، أى مجازاة لفعله ومكافأة لعمله (فأمرنى) : أى النبى -صلى الله عليه وسلم -(أن آتيه) : أى بأن أفعل به (الذى هو خير) : وهو أعم من الإعطاء والصلة .قال الطيبى :ليس (خير) للتفضيل ;لأن المعنى دائر بين قطع الصلة ومنع المعروف ووصلها وإعطائه، وقد حث عليه فى قوله " :صل من قطعك، وأعط من حرمك، واعف عمن ظلمك ."ونهى عن الخلتين أبلغ نهى (وأكفر) : أى وبأن أكفر (عن يمينى) : (رواه النسائى وابن ماجه) . وفى روايته أى رواية ابن ماجه وفى نسخة .وفى رواية أى لابن ماجه أو لهما .(قال :قلت :يا رسول الله يأتينى ابن عمى فأحلف أن لا أعطيه ولا أصله .قال " :كفر عن يمينك ") . أى بعد الحنث(مرقاة المفاتيح، ج٦ص ٢٢٤٥، كتاب العتق، باب الايمان والنذور)

[2] رقم الحديث ٩٩٨ "٤٣"، كتاب الزكاة، باب فضل النفقة والصدقة على الأقربين والزوج والأولاد، والوالدين ولو كانوا مشركين.

www.idaraghufran.org

ترجمہ: جب (سورہ آلِ عمران کی) یہ آیت نازل ہوئی (جس کا ترجمہ یہ ہے کہ) ''ہرگزتم کامیابی کونہیں پاسکتے، جب تک کہ تم اس مال میں سے خرچ نہ کردو، جس کوتم پسند کرتے ہو''

تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارا رب ہمارے مال میں سے صدقہ چاہتا ہے، تو اے اللہ کے رسول! میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنی ''ریحاء'' جگہ کو اللہ کے راستہ میں دے دیا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ اس کو اپنے (ضرورت مند) رشتہ داروں کو دیں، تو حضرت ابوطلحہ نے یہ زمین (اپنے ضرورت مند رشتہ داروں) حضرت حسان بن ثابت اور حضرت ابی بن کعب کو دے دی (مسلم)

اور ایک روایت میں ہے کہ:

لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ:(لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ)أَوْ قَالَ: (مَنْ ذَا الَّذِىْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا)جَاءَ أَبُوْ طَلْحَةَ بْنُ سَهْلٍ الْأَنْصَارِيُّ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، حَائِطِى الَّذِىْ بِمَكَانِ كَذَا وَكَذَا وَلَوِ اسْتَطَعْتُ أَنْ أُسِرَّهُ لَمْ أُعْلِنْهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِجْعَلْهُ فِىْ فُقَرَاءِ قَرَابَتِكَ أَوْ قَالَ: فِىْ فُقَرَاءِ أَهْلِكَ

(مسنداحمد، رقم الحديث ١٢٧٨١) [1]

ترجمہ: جب (سورہ آلِ عمران کی) یہ آیت نازل ہوئی کہ ''ہرگزتم کامیابی کونہیں پاسکتے، جب تک کہ تم اس مال میں سے خرچ نہ کردو، جس کوتم پسند کرتے ہو'' یا (سورہ بقرہ کی) یہ آیت نازل ہوئی کہ ''کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے'' تو حضرت ابوطلحہ بن سہل انصاری رضی اللہ عنہ نے آ کر عرض کیا کہ اے اللہ کے

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح، رجاله ثقات رجال الشيخين (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

رسول! میرا فلاں باغ جو فلاں جگہ پر ہے، وہ اللہ کے نام پر دیتا ہوں اور اگر یہ ممکن ہوتا کہ میں اسے مخفی رکھوں تو کبھی اس کا پتہ نہ لگنے دیتا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے اپنے خاندان کے فقراء (اور غریب لوگوں) کو دیدو، یا اپنے گھر والے فقراء (اور غریب لوگوں کو) کو دیدو (مسند احمد)

حضرت حسان اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے رشتہ دار اور ضرورت مند تھے، اس لئے انہوں نے یہ جگہ ان کو دے دی۔ [1]

اس واقعہ سے ضرورت مند رشتہ داروں کی مالی امداد کے ذریعہ سے صلہ رحمی اور حسنِ سلوک کرنے کی فضیلت واہمیت معلوم ہوئی۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا مِنْ ذِيْ رَحِمٍ يَأْتِيْ رَحِمَهٗ، فَيَسْأَلُهٗ فَضْلًا أَعْطَاهُ اللّٰهُ إِيَّاهُ فَيَبْخَلُ عَلَيْهِ إِلَّا أُخْرِجَ لَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ جَهَنَّمَ حَيَّةٌ يُقَالُ لَهَا شُجَاعٌ يَتَلَمَّظُ فَيُطَوَّقُ بِهٖ (المعجم الكبير للطبرانی) [2]

---

[1] قال أبو داود: بلغنی عن الأنصاری محمد بن عبد الله قال: أبو طلحة: زيدُ بنُ سهل بن الأسود بن حَرام بن عمرو بن زيُد مناة بن عدی بن عمرو بن مالک بن النّجار، وحسان: ابن ثابت بن المنذر بن حرام، يجتمعان إلى حرام وهو الأبُ الثالث، وأبیّ: ابن كعب بنِ قيس بن عُبَيد بن زيد بن معاوية بن عمرو بن مالک بن النجار، فعمرو يجمع حسانَ وأبا طلحة وأُبيّاً، قال الأنصاری: بين أبی وأبی طلحة ستةُ آباء (سنن ابی داود، رقم الحديث ١٦٨٩)

[2] رقم الحديث ٢٣٤٣، المعجم الاوسط للطبرانی رقم الحديث ٥٥٩٣.

قال المنذری:

رواه الطبرانی فی الأوسط والكبير بإسناد جيد (الترغيب والترهيب، ج٢ص١٨، تحت رقم الحديث ١٣٢٨)

وقال الهيثمی:

رواه الطبرانی فی الاوسط والكبير وإسناده جيد. (مجمع الزوائد ج٨ص١٥٤، رقم الحديث ١٣٤٨٤، باب فيمن سأل قريبه فضلا فبخل عليه)

www.idaraghufran.org

وقال الالبانی: قلت: وهذا اسناد حسن (سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ٢٥٤٨)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو رشتہ دار بھی اپنے کسی دوسرے رشتہ دار کے پاس آ کر اس سے کسی ایسی ضرورت کا سوال کرتا ہے، جو اللہ نے اس دوسرے رشتہ دار کو عطا فرمائی ہے (اور اس کو دینے میں کوئی معقول عذر بھی نہیں ہے) لیکن وہ اس کو دینے سے بخل کرتا ہے، تو اس کے لئے قیامت کے دن جہنم میں سے ایک سانپ نکالا جائے گا، جس کو شجاع کہا جاتا ہے، جو اپنی زبان سے اسے چاٹے گا، پھر اس کے گلے کا طوق بنا دیا جائے گا (طبرانی)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: أَیُّمَا رَجُلٍ أَتَاہُ ابْنُ عَمِّہٖ فَسَأَلَہٗ مِنْ فَضْلِہٖ، فَمَنَعَہٗ، مَنَعَہُ اللّٰہُ فَضْلَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ (المعجم الاوسط للطبرانی ،رقم الحدیث ج۵ ۱۱۹، المعجم الصغیر للطبرانی رقم الحدیث ۹۳)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس آدمی کے پاس اس کا (مثلاً) تایا یا چچا زاد بھائی آیا، اور اس نے اس سے کسی ضرورت کا سوال کیا، پھر اس نے (قدرت ہونے کے باوجود) اس کو منع کر دیا، تو اس کو اللہ قیامت کے دن اپنے فضل سے منع (محروم) فرما دے گا (طبرانی)

علامہ ہیثمی کے بقول اس حدیث کی سند کچھ کمزور ہے، مگر بعض حضرات نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ [1]

حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا یَسْأَلُ رَجُلٌ مَوْلَاہُ مِنْ

---

[1] قال الھیثمی:
رواہ الطبرانی فی الصغیر والاوسط وفیہ محمد بن الحسن الفردوسی ضعفہ الازدی بھذا الحدیث.(مجمع الزوائد ج۸ص ۱۵۴ ،باب فیمن سأل قریبہ فضلا فبخل علیہ)
وقال الالبانی:
حسن لغیرہ(صحیح الترغیب والترھیب ، تحت رقم الحدیث رقم ۸۹۷)

www.idaraghufran.org

فَضْلٍ هُوَ عِنْدَهُ، فَيَمْنَعُهُ إِيَّاهُ، إِلَّا دُعِيَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَضْلُهُ الَّذِي مَنَعَهُ شُجَاعًا أَقْرَعَ (سنن ابی داؤد) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے آزاد کردہ غلام سے اس کے مال کا سوال کرے، جو اس کی ضرورت سے زائد اس کے پاس ہو اور پھر وہ اسے منع کردے، تو قیامت کے روز اس کا وہ زائد مال ایک گنجا سانپ بنا کر لایا جائے گا (جو کہ اس کے لئے عذاب کا ذریعہ ہوگا) (ابوداؤد)

اس سے معلوم ہوا کہ قدرت ہوتے ہوئے ضرورت مند رشتہ دار کے سوال کرنے پر تعاون نہ کرنا بری بات ہے۔ [2]

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے رشتہ داریتیم بچوں اور اپنے مستحق شوہر پر صدقہ کرنے کے بارے میں سوال کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لَهَا أَجْرَانِ أَجْرُ الْقَرَابَةِ وَأَجْرُ الصَّدَقَةِ (بخاری) [3]

ترجمہ: حضرت زینب کو ان پر (نفلی) صدقہ کرنے سے دو اجر ہیں، ایک رشتہ

---

[1] رقم الحديث ۵۱۳۹، كتاب الادب، باب في بر الوالدين.
قال شعيب الارنؤوط:
صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن (حاشية سنن ابى داؤد)

[2] (لا يسأل رجل مولاه) أى معتقه بفتح التاء أو المراد بالمولى القريب أى ذو القربى وذو الأرحام والله أعلم (من فضل) أى المال الفاضل من الحاجة (فيمنعه إياه) أى لا يعطى المولى الفضل الرجل فالضمير المرفوع للمولى والمنصوب المتصل للفضل والمنفصل للرجل (إلا دعى) بصيغة المجهول (له) أى لمولاه (فضله) نائب الفاعل (شجاعا أقرع) قال الخطابى الشجاع الحية والأقرع هو الذى انحسر الشعر من رأسه من كثرة سمه (عون المعبود، ج۱۴ ص۳۳، كتاب الادب، باب فى بر الوالدين)

[3] رقم الحديث ۱۴۶۶، كتاب الزكاة، باب الزكاة على الزوج والأيتام فى الحجر، مسلم رقم الحديث ۱۰۰۰ "۴۵"، كتاب الزكاة، باب فضل النفقة والصدقة على الأقربين والزوج والأولاد، والوالدين ولو كانوا مشركين.

www.idaraghufran.org

داری (وصلہ رحمی کا تقاضا پورا کرنے) کا اجر اور ایک صدقہ کا اجر (بخاری، مسلم)

اس سے مراد نفلی صدقہ ہے، جو ضرورت مند و مستحق شوہر کو دینا بھی جائز ہے۔

حضرت عامر ضبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اَلصَّدَقَةُ عَلَى الْمِسْكِيْنِ صَدَقَةٌ، وَعَلٰى ذِى الْقَرَابَةِ اثْنَتَانِ: صَدَقَةٌ وَصِلَةٌ (سنن ابنِ ماجه) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسکین (یعنی عام مستحق وغریب) پر صدقہ کرنا، صدقہ ہے، اور قرابت دار پر صدقہ کرنا، صلہ رحمی اور صدقہ دو چیزوں کا مجموعہ ہے (ابنِ ماجہ)

حضرت ام کلثوم بنتِ عقبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَفْضَلُ الصَّدَقَةِ عَلٰى ذِى الرَّحِمِ الْكَاشِحِ (صحيح ابنِ خزيمة) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ افضل صدقہ (دل میں) عداوت (وبغض) رکھنے والے رشتہ دار پر ہے (ابنِ خزیمہ، حاکم)

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّدَقَاتِ، أَيُّهَا أَفْضَلُ ؟ قَالَ: عَلٰى ذِى الرَّحِمِ الْكَاشِحِ (مسند احمد) [3]

---

[1] رقم الحديث ١٨٤٤، كتاب الزكاة، باب فضل الصدقة.

قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره، وهذا إسناد ضعيف لجهالة الرباب أم الرائح (حاشية سنن ابنِ ماجه)

[2] ج٤ص٧٧، رقم الحديث ٢٣٨٦، كتاب الزكاة، باب فضل الصدقة على ذى الرحم الكاشح، مستدرك حاكم رقم الحديث ١٤٧٥، كتاب الزكاة.

قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط مسلم، ولم يخرجاه، وله شاهد بإسناد صحيح.

قال الاعظمى فى التعليق على ابن خزيمة: اسناده صحيح (تعليق ابنِ خزيمة)

[3] رقم الحديث ١٥٣٢٠.

قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صدقات کے بارے میں سوال کیا کہ کون سا صدقہ افضل ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (دل میں) عداوت (وبغض) رکھنے والے رشتہ دار پر (مسند احمد)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أَفْضَلَ الصَّدَقَةِ الصَّدَقَةُ عَلٰى ذِى الرَّحِمِ الْكَاشِحِ (مسند احمد رقم الحديث ٢٣٥٣٠) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ افضل صدقہ (دل میں) عداوت (وبغض) رکھنے والے رشتہ دار پر ہے (مسند احمد)

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ ضرورت مند رشتہ داروں پر صدقہ کرنا بڑی فضیلت رکھتا ہے، اور عداوت رکھنے والے ضرورت مند رشتہ دار پر صدقہ کرنا اور بھی زیادہ فضیلت رکھتا ہے، کیونکہ اس میں ایک تو صدقہ کرنے والے کی طرف سے مجاہدہ ہے، اور دوسرے یہ دوسرے کے بغض وعداوت کو توڑنے اور رشتہ داروں میں جوڑ ومحبت پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔

حضرت طارق محاربی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

يَدُ الْمُعْطِى الْعُلْيَا وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ أُمَّكَ وَأَبَاكَ وَأُخْتَكَ وَأَخَاكَ ثُمَّ أَدْنَاكَ أَدْنَاكَ (سنن نسائی) [2]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
حديث صحيح (حاشية مسند احمد)

[2] رقم الحديث ٢٥٣٢، كتاب الزكاة، باب أيتهما اليد العليا، صحيح ابن حبان، رقم الحديث ٣٣٤١، كتاب الزكاة، باب صدقة التطوع، مستدرك حاكم، رقم الحديث ٤٢١٩، كتاب تواريخ المتقدمين من الأنبياء والمرسلين)
قال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد و لم يخرجاه.
وقال الذهبي في التلخيص: صحيح.
وقال الهيثمي: رواه البزار وذكر باسانيد أخر عن الاسود بن ثعلبة قال مثله ورجالهما ثقات ورجال الاول رجال الصحيح (مجمع الزوائد ج٣ص٩٨، باب في اليد العليا ومن أحق بالصلة)
وقال شعيب الأرنؤوط: إسناده صحيح (حاشية صحيح ابن حبان)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: دینے والا ہاتھ اوپر والا ہے، اور آپ دینے میں اس سے ابتداء کریں، جس کی آپ کفالت کرتے ہوں، اپنی ماں، اپنے باپ، اپنی بہن اور اپنے بھائی سے، پھر جو آپ کے قریب ہو، درجہ بدرجہ (نسائی، ابنِ حبان، حاکم، بزار)

اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت مند رشتہ داروں پر خرچ کرنا بطورِ خاص جن کا نان ونفقہ اپنے ذمہ ہو، وہ دوسروں سے مقدم ہے، اور بعض قریبی رشتہ داروں کا ضرورت مند ہونے کی صورت میں درجہ بدرجہ نفقہ بھی انسان پر واجب ہے۔ [1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

اِبُدَأْ بِنَفُسِکَ فَتَصَدَّقْ عَلَيُهَا، فَإِنُ فَضَلَ شَیُءٌ فَلِأَهُلِکَ، فَإِنُ فَضَلَ عَنُ أَهُلِکَ شَیُءٌ فَلِذِی قَرَابَتِکَ، فَإِنُ فَضَلَ عَنُ ذِی قَرَابَتِکَ شَیُءٌ فَهٰكَذَا وَهٰكَذَا يَقُولُ: فَبَيُنَ يَدَيُکَ وَعَنُ يَمِيُنِکَ وَعَنُ شِمَالِکَ (مسلم) [2]

ترجمہ: آپ اپنی ذات پر خرچ کرنے سے ابتداء کریں، پھر اگر (ضروری

---

[1] وفی شرح مسلم للنووی :فیہ الحث علی بر الأقارب وأن الأم أحقهم بذلک، ثم بعدها الأب، ثم الأقرب فالأقرب .قالوا :وسبب تقدم الأم تعبها علیه وشفقتها وخدمتها، قلت :وفی التنزیل إشارة إلی هذا التأویل فی قوله تعالی :(حملته أمه کرها ووضعته کرها وحمله وفصاله ثلاثون شهرا) فالتثلیث فی مقابلة ثلاثة أشیاء مختصة بالأم، وهی تعب الحمل ومشقة الوضع ومحنة الرضاع (مرقاة المفاتیح، ج۷ص ۳۰۷۹، کتاب الآداب، باب البر والصلة)

(وابدأ بمن تعول) أی بمن تلزمک نفقته(مرقاة ج۴ص ۱۳۵۰،کتاب الزکاة، باب افضل الصدقة)

قوله "وابدأ بمن تعول "أی بمن تقوت(عمدة القاری، ج۸ص ۲۷۳،کتاب الزکاة، باب الصدقة قبل الرد)

قوله :(وابدأ بمن تعول) أی :بمن یجب علیک نفقته، وعال الرجل أهله :إذا مانهم أی :قام بما یحتاجون إلیه من القوت والکسوة وغیرهما(عمدة القاری، ج۸ص ۲۹۴، کتاب الزکاة،باب لا صدقة إلا عن ظهر غنی)

[2] رقم الحدیث ۹۹۷، کتاب الزکاة، باب الابتداء فی النفقة بالنفس ثم أهله ثم القرابة.

www.idaraghufran.org

اخراجات، نہ کہ اسراف وفضول خرچی کے بعد) کچھ بچ جائے، تو اپنے گھر والوں پر خرچ کریں، پھر اگر آپ کے گھر والوں سے بھی کچھ بچ جائے، تو اپنے رشتہ داروں پر خرچ کریں، پھر اگر اپنے رشتہ داروں سے بھی کچھ بچ جائے، تو اس طرح اور اس طرح یعنی اپنے آگے اور دائیں بائیں (کے ضرورت مندوں پر) خرچ کریں (مسلم)

اپنے گھر والوں میں، اپنے عیال (بیوی، بچے) داخل ہیں۔ [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالصَّدَقَةِ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عِنْدِىْ دِيْنَارٌ .فَقَالَ تَصَدَّقْ بِهٖ عَلٰى نَفْسِكَ قَالَ عِنْدِىْ آخَر. قَالَ تَصَدَّقْ بِهٖ عَلٰى وَلَدِكَ . قَالَ عِنْدِىْ آخَر. قَالَ تَصَدَّقْ بِهٖ عَلٰى زَوْجَتِكَ . أَوْ قَالَ زَوْجِكَ. قَالَ عِنْدِىْ آخَر. قَالَ تَصَدَّقْ بِهٖ عَلٰى خَادِمِكَ. قَالَ عِنْدِىْ آخَرُ. قَالَ أَنْتَ أَبْصَرُ (ابوداؤد) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کا حکم فرمایا، تو ایک آدمی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میرے پاس ایک دینار ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو اپنے اوپر صدقہ کرو، اس نے عرض کیا کہ میرے پاس ایک اور

---

[1] ثم قال (ابدأ بنفسک) : أی فی الإنفاق (فتصدق علیها) : أی :فإنها أحق بها وأهلها فإنها مرکب الروح فی سلوکها(فإن فضل) : بفتح العین أی زاد (شیء) : أی منها (فلأهلک) : أی: مما یعولک (فإن فضل عن أهلک شیء فلذی قرابتک) : أی :إما وجوبا أو استحبابا (مرقاة المفاتیح، ج٦ص ٢٢٢٣، کتاب العتق،باب إعتاق العبد المشترک وشراء القریب والعتق فی المرض)

[2] رقم الحدیث ١٦٩١ ،کتاب الزکاة، باب فی صلة الرحم، کتاب الزکاة، باب أیتهما الید العلیا، مسند احمد رقم الحدیث ٧٤١٩.

قال شعیب الارنؤوط:

اسناده قوی(حاشیة مسند احمد)

www.idaraghufran.org

دینار بھی ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو اپنی اولاد پر صدقہ کرو، اس نے عرض کیا کہ میرے پاس ایک اور دینار بھی ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی زوجہ (یعنی بیوی) پر صدقہ کرو، اس نے عرض کیا کہ میرے پاس ایک اور دینار بھی ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو اپنے خادم پر صدقہ کرو، اس نے عرض کیا کہ میرے پاس ایک اور دینار بھی ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ زیادہ جانتے ہیں (کہ آپ کی نظروں میں پھر کون مستحق ہے) (ابوداود، مسند احمد)

مطلب یہ ہے کہ درجہ بدرجہ جن رشتہ داروں کا نان نفقہ اپنے ذمہ واجب ہے، ان کا نان نفقہ ادا کرنا بھی صدقہ میں داخل ہے۔

یہ اسی حدیث کی تشریح ہے، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل وعیال سے صدقہ کرنے کی ابتداء کا حکم فرمایا ہے۔

رشتہ داروں کی عطیہ، ہدیہ، صدقہ اور زکاۃ ہر طرح کے مال سے مدد کرنا جائز ہے۔

البتہ والدین کا اولاد کو اور اولاد کا والدین کو اپنے مال کی زکاۃ اور واجب صدقات دینا جائز نہیں، اور اسی طرح میاں بیوی کا ایک دوسرے کو اپنے مال کی زکاۃ دینا جائز نہیں۔ [1]

مذکورہ احادیث سے مستحق اور ضرورت مند رشتہ داروں کی مالی امداد کے ذریعہ سے صلہ رحمی کی فضیلت معلوم ہوئی۔

حضرت ابو کبشہ انماری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ثَلَاثَةٌ أُقْسِمُ عَلَيْهِنَّ وَأُحَدِّثُكُمْ حَدِيثًا فَاحْفَظُوهُ قَالَ مَا نَقَصَ مَالُ عَبْدٍ مِنْ صَدَقَةٍ وَلَا ظُلِمَ عَبْدٌ مَظْلَمَةً فَصَبَرَ عَلَيْهَا إِلَّا زَادَهُ اللَّهُ عِزًّا وَلَا فَتَحَ عَبْدٌ بَابَ

[1] البتہ بعض فقہاء کے نزدیک بیوی کا اپنے مال کی زکاۃ اپنے غریب شوہر کو دینا جائز ہے۔

www.idaraghufran.org

مَسْأَلَةٍ إِلَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ بَابَ فَقْرٍ أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا وَأُحَدِّثُكُمْ حَدِيثًا فَاحْفَظُوهُ قَالَ إِنَّمَا الدُّنْيَا لِأَرْبَعَةِ نَفَرٍ عَبْدٍ رَزَقَهُ اللّٰهُ مَالًا وَعِلْمًا فَهُوَ يَتَّقِي فِيهِ رَبَّهُ وَيَصِلُ فِيهِ رَحِمَهُ وَيَعْلَمُ لِلّٰهِ فِيهِ حَقًّا فَهٰذَا بِأَفْضَلِ الْمَنَازِلِ وَعَبْدٍ رَزَقَهُ اللّٰهُ عِلْمًا وَلَمْ يَرْزُقْهُ مَالًا فَهُوَ صَادِقُ النِّيَّةِ يَقُولُ لَوْ أَنَّ لِي مَالًا لَعَمِلْتُ بِعَمَلِ فُلَانٍ فَهُوَ بِنِيَّتِهِ فَأَجْرُهُمَا سَوَاءٌ وَعَبْدٍ رَزَقَهُ اللّٰهُ مَالًا وَلَمْ يَرْزُقْهُ عِلْمًا فَهُوَ يَخْبِطُ فِي مَالِهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ لَا يَتَّقِي فِيهِ رَبَّهُ وَلَا يَصِلُ فِيهِ رَحِمَهُ وَلَا يَعْلَمُ لِلّٰهِ فِيهِ حَقًّا فَهٰذَا بِأَخْبَثِ الْمَنَازِلِ وَعَبْدٍ لَمْ يَرْزُقْهُ اللّٰهُ مَالًا وَلَا عِلْمًا فَهُوَ يَقُولُ لَوْ أَنَّ لِي مَالًا لَعَمِلْتُ فِيهِ بِعَمَلِ فُلَانٍ فَهُوَ بِنِيَّتِهِ فَوِزْرُهُمَا سَوَاءٌ (سنن الترمذی) [1]

ترجمہ: انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ تین چیزوں پر میں قسم اٹھاتا ہوں، اور تمہیں ایک اہم بات بتلاتا ہوں، سوتم اسے یاد رکھنا، فرمایا کہ کسی بندے کا مال صدقہ سے کم نہیں ہوتا، اور جس بندے پر بھی کوئی ظلم کیا جاتا ہے، اور وہ اس (یعنی اپنے اوپر کیے جانے والے ظلم) پر صبر کرتا ہے (اور اللہ کی رضاء حاصل کرنے کے لئے درگزر سے کام لیتا ہے) تو اللہ اس کی عزت میں اضافہ فرماتا ہے، اور جو بندہ بھی سوال کا راستہ کھولتا ہے (یعنی دوسرے سے مانگنا شروع کر دیتا ہے) تو اللہ اس پر فقر اور تنگ دستی کا دروازہ کھول دیتا ہے، یا نبی علیہ السلام نے اسی طرح کا کوئی اور جملہ فرمایا، اور میں تمہیں ایک اور اہم بات

---

[1] رقم الحديث ٢٣٢٥، ابواب الزهد، باب ما جاء مثل الدنيا مثل أربعة نفر، مسند احمد، رقم الحديث ١٨٠٣١.

قال الترمذی:

هذا حديث حسن صحيح (ترمذی، حواله بالا)

وقال شعيب الارنؤوط:

حديث حسن (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

بتلاتا ہوں، سوتم اسے یاد رکھنا، فرمایا کہ دنیا تو چار قسم کے افراد کے لئے ہے، ایک اس بندے کے لئے ہے جس کو اللہ نے مال اور علمِ دین دونوں کی نعمت عطا فرمائی، تو وہ اس معاملہ میں اپنے رب سے ڈرتا ہے (کہ اس مال کو اللہ کی نافرمانی میں خرچ نہیں کرتا، اور علمِ دین سے بھی فائدہ اٹھاتا ہے) اور اس علم ومال کی روشنی میں رشتہ داروں سے صلہ رحمی (اور اچھا سلوک) کرتا ہے، اور اس میں اللہ کے حق کو سمجھتا ہے (مثلاً مال کی زکاۃ اور اس سے صدقہ وغیرہ ادا کرتا ہے، اور دینی علم سے دوسروں کو تبلیغ، تدریس، اور افتاء وغیرہ کے ذریعہ سے فائدہ پہنچاتا ہے) تو یہ شخص درجات میں چاروں قسم کے لوگوں سے افضل ہے، اور دوسرے اس بندے کے لئے دنیا ہے کہ جس کو اللہ نے علم کی نعمت تو عطا فرمائی، لیکن مال عطا نہیں فرمایا، لیکن وہ نیت کا سچا ہے، اور (وہ زبان سے) کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں فلاں آدمی کی طرح عمل کرتا (جو کہ زکاۃ اور صدقہ وغیرہ ادا کرتا ہے، رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرتا ہے، اور اس میں اللہ تعالیٰ کے حق کو سمجھ کر عمل کرتا ہے) تو یہ اپنی نیت کے مطابق صلہ (اور اجر وثواب کو) پاتا ہے، اور پہلے اور اس آدمی کا ثواب برابر ہے، اور تیسرے اس بندے کے لئے دنیا ہے، جس کو اللہ نے مال کی نعمت عطا فرمائی، لیکن علم کی نعمت عطا نہیں فرمائی، تو وہ علم کے بغیر اپنے مال کو اپنی شہوت کے مطابق خرچ کرتا ہے، اور اس معاملہ میں اپنے رب سے نہیں ڈرتا، اور نہ ہی اس مال سے صلہ رحمی (اور رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک) کرتا ہے، اور نہ ہی اس مال میں اللہ کے حق (زکاۃ وصدقہ وغیرہ) کو سمجھتا ہے، تو یہ درجات میں سب سے بدتر اور کم تر بندہ ہے۔

اور چوتھے اس بندے کے لئے دنیا ہے، جس کو اللہ نے نہ تو مال کی نعمت عطا فرمائی، اور نہ علم کی، تو وہ (زبان سے) یہ کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں

www.idaraghufran.org

بھی اس مال کے سلسلہ میں فلاں بندے کی طرح عمل کرتا (جو کہ مال کو علم کے بغیر اپنی شہوت کے مطابق خرچ کرتا ہے، اور اپنے رب سے نہیں ڈرتا اور نہ ہی صلہ رحمی اور اچھا سلوک کرتا ہے، اور نہ ہی مال میں اللہ تعالیٰ کے حق کو سمجھتا ہے) تو یہ بندہ اپنی نیت کے مطابق صلہ پاتا ہے، اور اس کا گناہ اور وبال (نیت کی وجہ سے) اس پہلے شخص کے برابر ہے (ترمذی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص غریب ہونے کی وجہ سے رشتہ داروں کی مالی مدد نہ کر سکے، لیکن دل سے اس عمل کا طالب اور خواہاں ہو، تو وہ بھی ثواب سے محروم نہیں۔ [1]

---

[1] (ثلاث أقسم عليهن) أى أحلف على حقيقتهن (ما نقص مال عبد من صدقة) تصدق بها منه بل يبارك الله له فيه فى الدنيا ما يجبر نقصه الحسى زيادة ويثيبه عليها فى الآخرة (ولا ظلم عبد) بالبناء للمجهول (مظلمة صبر عليها إلا زاده الله عز وجل عزا) فى الدنيا والآخرة (ولا فتح عبد باب مسألة إلا فتح الله عليه باب فقر) من حيث لا يحتسب (وأحدثكم حديثا فاحفظوه) عنى لعل الله أن ينفعكم به (إنما الدنيا لأربعة نفر) أى إنما حال أهلها حال أربعة :الأول (عبد رزقه الله مالا) من جهة حل (وعلما) من العلوم الشرعية النافعة فى الدين (فهو يتقى فيه) أى فى كل من المال والعلم (ربه) بأن ينفق من المال فى وجوه القرب ويعمل بما علمه من العلم ويعلمه لوجه الله تعالى لا لغرض آخر (ويصل فيه رحمه) أى فى المال بالصلة منه وفى العلم بإسعافه بجاه العلم ونحو ذلك (ويعلم لله فيه حقا) من وقف وإقراء وإفتاء وتدريس (فهذا) الإنسان القائم بذلك (بأفضل المنازل) عند الله تعالى لجمعه بين المال والعلم وجوزه لفضلهما فى الدنيا والآخرة (و) الثانى (عبد رزقه الله علما) من العلوم الشرعية (ولم يرزقه مالا) يتصدق منه وينفق فى وجوب القرب (فهو صادق النية يقول) فيما بينه وبين الله تعالى بصدق نية وصلاح طوية (لو أن لى مالا لعملت بعمل فلان) أى الذى له مال ينفق منه فى مرضاة الله ابتغاء لوجهه (فهو بنيته) أى يؤجر على حسبها ويعطى بقضيتها (فأجرهما سواء) أى فأجر علم هذا أو مال هذا سواء فى المقدار أو فأجر عقد عزمه على أنه لو كان له من المال ما ينفق منه فى الخير وأجر من له مال ينفق منه فيه سواء لأنه لو كان يملكه لفعل وعلى هذا فيكون أجر العلم زيادة له (و) الثالث (عبد رزقه الله مالا ولم يرزقه علما) أى من العلوم الشرعية وإن كان عنده من علم غيرها (يخبط فى ماله بغير علم لا يتقى فيه ربه) أى لا يخافه فيه بأن لم يخرج ما فرض عليه من الزكاة (ولا يصل منه رحمه) أى قرابته (ولا يعلم لله فيه حقا) من إطعام جائع وكسوة عار وفك أسير وإعطاء فى نائبة ونحو ذلك (فهذا) العامل على ذلك (بأخبث المنازل) عند الله أى أخسها وأحقرها عنده (و) الرابع (عبد لم يرزقه الله مالا ولا علما) ينتقع به (فهو يقول) بنية صادقة وعزيمة قوية (لو أن لى مالا لعملت فيه بعمل فلان) ممن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

خلاصہ یہ کہ جن رشتہ داروں کا نان ونفقہ اپنے ذمہ واجب ہے، اس کی ادائیگی ضروری ہے، اور اگر قدرت ہو، تو جن رشتہ داروں کا نان ونفقہ اپنے ذمہ با قاعدہ واجب نہیں، تو ان کے ضرورت مند ہونے کی صورت میں ان کی مالی اعانت کرکے صلہ رحمی وحسنِ سلوک کرنا عظیم اجروثواب کا باعث ہے۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالیٰ اَعْلَمُ وَ عِلْمُہٗ اَتَمّ وَاَحْکَمُ.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أوتي مالا فعمل فيه صالحا (فهو بنيته) أى فيؤجر عليها ويجازى بحسبها (فوزرهما سواء) أى من رزق مالا فأنفق منه فى وجوه القرب ومن علم الله منه أنه لو كان له مال لعمل فيه ذلك العمل فيكونان بمنزلة واحدة فى الآخرة لا يفضل أحدهما على صاحبه من هذه الجهة (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ٣٤٥٠)

وقوله :فهو يقول لو أن لى مالا إلى آخره مقابل قوله :فأجرهما سواء .وقوله :ووزرهما سواء متقابلان .قال ابن الملك :هذا الحديث لا ينافى خبر " :إن الله تجاوز عن أمتى ما وسوست به صدورها ما لم تعمل به "لأنه عمل هنا بالقول اللسانى، والمتجاوز عنه هو القول النفسانى، انتهى. والمعتمد ما قاله العلماء المحققون :إن هذا إذا لم يوطن نفسه ولم يستقر قلبه بفعلها، فإن عزم واستقر يكتب معصية، وإن لم يعمل ولم يتكلم، وقد تقدم، والله تعالى أعلم (مرقاة المفاتيح، ج٨، ص ٣٣٠٩، كتاب الادب، باب استحباب المال والعمر للطاعة)

ولا منافاة بين هذا وبين قوله -صلى الله عليه وسلم " :-إن الله تجاوز عن أمتى ما وسوست به صدورها ما لم تعمل به"؛ لأنه قد عمل هنا بالقول اللسانى، والمتجاوز عنه هو القول النفسى (شرح المصابيح لابن الملك، ج٥ص ٤٣١، كتاب الرقاق، باب استحباب المال والعمر للطاعة)

(صادق النية) أى القصد فى طلب ثواب الله فيعزم على العمل المالى لو قدر عليه ليثاب به (يقول) ناوياً لذلك (لو أن لى مالاً لعملت) أى فيه (بعمل فلان) الجامع بين المال والعلم من طلب ما رضى الله به (فهو نيته) قال العاقولى مبتدأ وخبر أى فهو سنى النية وبها أجره .قلت :ويجوز أن يكون نيته مبتدأ وخبره محذوف :أى ألحقته بمن قبله، وبالجملة خبر هو يدل على ذلك قوله :(فأجرهما سواء) أى من حيث النية وصحة القصد .ويزيد ذلك بثواب نفقة المال التى زاد على صاحبه (دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين، ج٤، ص ٥٤١، باب الكرم والجود)

www.idaraghufran.org

(فصل نمبر 5)

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعہ صلہ رحمی

درجہ بدرجہ اپنے رشتہ داروں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بھی حکم ہے، اور یہ بھی ایک طرح سے صلہ رحمی، حسنِ سلوک اور رشتہ داروں کے حقوق میں داخل ہے، اور گویا کہ یہ رشتہ داروں کا روحانی حق اور روحانی نان ونفقہ ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (سورة التحريم، رقم الآية ٦)

ترجمہ: اے ایمان والو، بچاؤ تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو (جہنم کی) اس آگ سے، جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں (سورہ تحریم)

آگ سے اپنے کو بچانے کا مطلب خود اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنا اور گناہوں سے بچنا ہے، اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچانے کا مطلب، ان کو اللہ تعالیٰ کے احکام سکھلانا اور ان پر عمل کرانے کے لئے، زبان سے، ہاتھ سے بقدرِ امکان کوشش کرنا ہے، جس کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہے۔ [1]

---

[1] (يا أيها الذين آمنوا قوا أنفسكم وأهليكم) بالحمل على طاعة الله (نارا وقودها الناس) الكفار (والحجارة) كأصنامهم منها يعنى أنها مفرطة الحرارة تتقد بما ذكر لا كنار الدنيا تتقد بالحطب ونحوه (تفسير الجلالين تحت رقم الآية ٢ من سورة التحريم)

يا أيها الذين آمنوا قوا أنفسكم وأهليكم نارا وقودها الناس والحجارة عليها ملائكة غلاظ شداد لا يعصون الله ما أمرهم ويفعلون ما يؤمرون أى مروهم بالمعروف وانهوهم عن المنكر ولا تدعوهم هملا، فتأكلهم النار يوم القيامة (تفسير ابنِ كثير، ج٥ ص ٢١٣، سورة مريم)

قال أبو بكر وهذا يدل على أن علينا تعليم أولادنا وأهلينا الدين والخير وما لا يستغنى عنه من

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

www.idaraghufran.org

مستدرک حاکم میں روایت ہے کہ:

عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فِيْ قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ: (قُوْا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيْكُمْ نَارًا)قَالَ: عَلِّمُوْا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيْكُمُ الْخَيْرَ(مستدرک حاکم) [1]

ترجمہ: (خلیفۂ راشد) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے اللہ عزوجل کے قول ''قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا'' کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو خیر کی تعلیم دو (حاکم)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سورہ تحریم کی مذکورہ آیت کی یہ تفسیر فرمائی کہ اس میں اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو خیر کی تعلیم دینے یعنی امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَوَصّٰى بِهَا إِبْرَاهِيْمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ يَا بَنِيَّ إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ.اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الآداب وهو مثل قوله تعالى وأمر أهلك بالصلاة واصطبر عليها ونحو قوله تعالى للنبى صلى الله عليه وسلم وأنذر عشيرتك الأقربين ويدل على أن للأقرب فالأقرب منا مزية فى لزومنا تعليمهم وأمرهم بطاعة الله تعالى،ويشهد له قول النبى صلى الله عليه وسلم كلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته ومعلوم أن الراعى كما عليه حفظ من استرعى وحمايته والتماس مصالحه فكذلك عليه تأديبه وتعليمه (احكام القرآن للجصاص،ج۵ ص ۳۶۴،۳۶۵، سورة التحريم آيت ۶)

[1] رقم الحديث ۳۸۲۶، كتاب التفسير، تفسير سورة التحريم.

قال الحاكم:

هذا حديث صحيح على شرط الشيخين و لم يخرجاه.

و قال الذهبى فى التلخيص:

على شرط البخارى ومسلم

www.idaraghufran.org

اٰبَـآئِکَ اِبۡـرٰھِیۡـمَ وَاِسۡـمٰعِیۡـلَ وَاِسۡـحٰقَ اِلٰـــھًا وَّاحِدًا وَّنَحۡنُ لَـــهٗ مُسۡلِمُوۡنَ (سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ ۱۳۲)

ترجمہ: اور وصیت کی اس بات (یعنی دینِ ابراہیمی) کی ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو اور یعقوب نے بھی کہ اے میرے بیٹے اللہ نے منتخب کرلیا ہے، تم کو دین کے لئے، تو تم نہ مرنا مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔ کیا تم حاضر تھے جب یعقوب کو موت آئی، تب اس نے اپنے بیٹوں سے کہا تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ انہوں نے کہا کہ ہم آپ کے اور آپ کے باپ دادا ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق کے معبود کی عبادت کریں گے جو ایک معبود ہے اور ہم اسی کے لئے اسلام لانے والے ہیں (سورہ بقرہ)

معلوم ہوا کہ اپنی اولاد کو توحید اور ایمان واسلام اور اس کے احکام کی وصیت کرنا وغیرہ، جلیل القدر انبیاء کا طریقہ ہے۔ [1]

سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَقَالَ مُوۡسٰی لِاَخِیۡهِ هٰرُوۡنَ اخۡلُفۡنِیۡ فِیۡ قَوۡمِیۡ وَاَصۡلِحۡ وَلَا تَتَّبِعۡ سَبِیۡلَ الۡمُفۡسِدِیۡنَ (سورۃ الاعراف، رقم الآیۃ ۱۴۲)

ترجمہ: اور کہا موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون کو کہ جانشینی کرنا میری، میری قوم میں اور اصلاح کرنا اور پیروی نہ کرنا فساد کرنے والوں کے راستہ کی (سورہ اعراف)

---

[1] (ووصی) وفی قراء ۃ أوصی (بها) بالملة (إبراهیم بنیه ویعقوب) بنیه قال (یا بنی إن الله اصطفی لکم الدین) دین الإسلام (فلا تموتن إلا وأنتم مسلمون) نهی عن ترک الإسلام وأمر بالثبات علیه إلی مصادفة الموت. ولما قال الیهود للنبی ألست تعلم أن یعقوب یوم مات أوصی بنیه بالیهودیة نزل (أم کنتم شهداء) حضورا (إذ حضر یعقوب الموت إذ) بدل من إذ قبله (قال لبنیه ما تعبدون من بعدی) بعد موتی (قالوا نعبد إلهک وإله آبائک إبراهیم وإسماعیل وإسحاق) عد إسماعیل من الآباء تغلیب ولأن العم بمنزلة الأب (إلها واحدا) بدل من إلهک (ونحن له مسلمون) وأم بمعنی همزة الإنکار أی لم تحضروه وقت موته فکیف تنسبون إلیه ما لا یلیق به (تفسیر الجلالین، تحت آیات ۱۳۲، ۱۳۳، من سورۃ البقرۃ)

www.idaraghufran.org
Idara Ghufran

اس سے معلوم ہوا کہ خیر کے کام میں اپنے بھائی وغیرہ کو اپنا شریک کرنا اور اُس کو اصلاح کی ترغیب دینا اور برے لوگوں کے طریقہ سے بچنے کی تاکید کرنا جلیلُ القدر نبیوں کا طریقہ ہے، جن کی پیروی کرنے کا ہمیں حکم ہے۔[1]

سورہ ھود میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَنَادٰی نُوحُ نِ ابۡنَهٗ وَكَانَ فِیۡ مَعۡزِلٍ يّٰبُنَیَّ ارۡكَبۡ مَّعَنَا وَلَا تَكُنۡ مَعَ الۡكٰفِرِيۡنَ . قَالَ سَاٰوِیۡۤ اِلٰی جَبَلٍ يَّعۡصِمُنِیۡ مِنَ الۡمَآءِ قَالَ لَا عَاصِمَ الۡيَوۡمَ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنۡ رَّحِمَ وَحَالَ بَيۡنَهُمَا الۡمَوۡجُ فَكَانَ مِنَ الۡمُغۡرَقِيۡنَ (سورة هود، رقم الآيات ۴۲، ۴۳)

ترجمہ: اور پکارا نوح نے اپنے بیٹے کو، اور تھا وہ کنارے پر کہ اے میرے بیٹے! سوار ہو جا تو ہمارے ساتھ اور نہ ہو کافروں کے ساتھ، کہا اُس نے کہ عنقریب میں پناہ لے لوں گا کسی پہاڑ پر، جو بچا لے گا مجھے پانی سے، کہا (نوح نے) نہیں ہے کوئی بچانے والا آج اللہ کے حکم سے، مگر جس پر رحم کرے وہ (یعنی اللہ) اور حائل ہوگئی ان دونوں کے درمیان موج، پس ہوگیا وہ ڈوبنے والوں میں سے (سورہ ھود)

اس سے معلوم ہوا کہ اپنی اولاد کو کفر و شرک اور عذاب والے کاموں سے بچانے کی کوشش کرنا جلیلُ القدر نبیوں کا طریقہ ہے۔[2]

سورہ مریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

---

[1] (وقال موسى لأخيه هارون) عند ذهابه إلى الجبل للمناجاة (اخلفنى) كن خليفتى (فى قومى وأصلح) أمرهم (ولا تتبع سبيل المفسدين) بموافقتهم على المعاصى(تفسير الجلالين،سورة الاعراف، رقم الآية ۱۴۲)

[2] (ونادى نوح ابنه) كنعان (وكان فى معزل) عن السفينة (يا بنى اركب معنا ولا تكن مع الكافرين. (قال سآوى إلى جبل يعصمنى) يمنعنى (من الماء قال لا عاصم اليوم من أمر الله) عذابه (إلا) لكن (من رحم) الله فهو المعصوم قال تعالى (وحال بينهما الموج فكان من المغرقين)(تفسير الجلالين، سورة هود، رقم الآيات ۴۲، ۴۳)

www.idaraghufran.org

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا . إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنكَ شَيْئًا . يَا أَبَتِ إِنِّي قَدْ جَاءَنِي مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ فَاتَّبِعْنِي أَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا . يَا أَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطَانَ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا . يَا أَبَتِ إِنِّي أَخَافُ أَنْ يَمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُونَ لِلشَّيْطَانِ وَلِيًّا

(سورة مريم، رقم الآيات ۴۱ الی ۴۵)

ترجمہ: اور ذکر کیجئے کتاب (یعنی قرآن) میں ابراہیم کا، بے شک وہ تھے نہایت سچے نبی۔ جب کہا انہوں نے اپنے والد سے کہ اے میرے والد! کیوں عبادت کرتے ہو تم اُس کی جو نہ تو سنتا ہے اور نہ دیکھتا ہے، اور نہ ہی فائدہ پہنچا سکتا ہے تمہیں کسی چیز کا۔ اے میرے والد! بے شک آ گئیں میرے پاس علم کی وہ باتیں، جو نہیں آئیں تمہارے پاس، تو تم میری اتباع کرو، دکھاؤں گا میں تمہیں سیدھا راستہ۔ اے میرے والد! نہ عبادت کرو تم شیطان کی، بے شک ہے شیطان، رحمٰن کا نافرمان۔ اے میرے والد! بے شک مجھے خوف ہے کہ پہنچے تم کو عذاب رحمٰن کی طرف سے، پھر ہو جاؤ تم شیطان کے ولی (سورہ لقمان)

اس سے معلوم ہوا کہ اپنے والدین اور بڑوں کو کفر وشرک وغیرہ سے بچانے کی کوشش کرنا اوران کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا جلیل القدر نبی حضرت ابراہیم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے، جس کے مطابق عمل کرنا چاہئے، مگر اس میں بڑوں کے ادب کا لحاظ ضروری ہے۔ [1]

سورہ مریم میں ہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

---

[1] وإنما فعل إبراهيم عليه الصلاة والسلام هذا مع أبيه لأمور أحدها :لشدة تعلق قلبه بصلاحية أبيه وأداء حق الأبوة والرفق به، وثانيها :أن النبي الهادى إلى الحق لا بد أن يكون رفيقا لطيفا حتى يقبل منه كلامه، وثالثها: النصح لكل أحد فالأب أولى (تفسير الخازن ج٣ ص ١٨٩، سورة مريم)

www.idaraghufran.org

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلَ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَبِيًّا وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا (سورة مريم، رقم الآيات ۵۴، ۵۵)

ترجمہ: اور ذکر کیجئے کتاب (یعنی قرآن) میں اسماعیل کا، بے شک تھے وہ وعدے کے سچے، اور تھے وہ رسول بھی، نبی بھی، اور حکم کرتے تھے وہ اپنے گھر والوں کو نماز کا اور زکاۃ کا، اور تھے وہ اپنے رب کے نزدیک پسندیدہ (سورہ مریم)

حضرت اسماعیل صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی اوصاف میں سے یہ بات معلوم ہوئی کہ وہ اپنے اہل عیال کو نماز اور زکاۃ کا حکم دیتے تھے، یعنی اس کے انتظام واہتمام میں امتیازی کوشش فرماتے تھے، اور اس قسم کے اوصاف کی وجہ سے وہ رب کے پسندیدہ تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اپنے رب کا پسندیدہ ومحبوب بندہ بننا چاہتا ہے، اسے چاہئے کہ اپنے اہل وعیال کو نماز وزکاۃ اور شرعی احکام کا حکم دیا کرے۔ [1]

سورہ طٰہٰ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَىٰ (سورہ طٰہٰ آیت ۱۳۲)

ترجمہ: اور حکم کیجئے اپنے گھر والوں کو نماز کا، اور خود بھی پابندی اختیار کیجئے اس پر، نہیں سوال کریں گے، ہم آپ سے رزق کا، ہم ہی رزق دیتے ہیں آپ کو اور (بہتر) انجام تقویٰ (اختیار کرنے والے) کے لئے ہے (سورہ طٰہٰ)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خود نماز پر قائم رہنے کے ساتھ ہی اس سے پہلے اپنے اہل (یعنی بیوی، اولاد اور متعلقین) کو نماز کا حکم فرمانے کا مستقل ذکر فرمایا ہے، جس سے گھر والوں کو نماز

---

[1] وقوله: (وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا): هذا أيضًا من الثناء الجميل، والصفة الحميدة، والخلة السديدة، حيث كان مثابرًا على طاعة ربه آمرًا بها لأهله (ابنِ كثير، جزء۵ صفحه ۲۴۰)

www.idaraghufran.org

کا حکم کرنے کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔ [1]

سورہ قصص میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قَالَتْ إِحْدَاهُمَا يَا أَبَتِ اسْتَأْجِرْهُ إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ (سورة القصص، رقم الآية ۲۶)

ترجمہ: کہا اُن دونوں میں سے ایک نے کہ اے میرے والد! آپ اُجرت پر رکھ لیجئے ان (یعنی موسیٰ) کو، بے شک جس کو آپ اجرت پر رکھیں ان میں بہترین وہ ہے، جو قوی ہو، امانت دار ہو (سورہ قصص)

یہ واقعہ حضرت شعیب اور حضرت موسیٰ علیہما السلام سے متعلق ہے، جس میں حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی نے اپنے والد کو خیر کی طرف متوجہ کیا، جس سے معلوم ہوا کہ اپنے والدین کو بھی خیر کی تبلیغ کی جاسکتی اور اچھی بات بتلائی جاسکتی ہے۔ [2]

---

[1] قوله تعالى :(وأمر أهلک بالصلاة) أمره تعالى بأن يأمر أهله بالصلاة ويمتثلها معهم، ويصطبر عليها ويلازمها :وهذا الخطاب للنبی صلى الله عليه وسلم ويدخل فی عمومه جميع أمته، وأهل بيته على التخصيص.وكان عليه السلام بعد نزول هذه الآية يذهب كل صباح إلى بيت فاطمة وعلى رضوان الله عليهما فيقول "الصلاة "(تفسير القرطبی، ج۱۱ ص۲۶۳ تحت سورة طٰهٰ آيت ۱۳۲)

وأمر أهلک بالصلاة أمره بأن يأمر أهل بيته أو التابعين له من أمته بالصلاة بعد ما أمر بها ليتعاونوا على الاستعانة بها على خصاصتهم ولا يهتموا بأمر المعيشة ولا يلتفتوا لفت أرباب الثروة .واصطبر عليها وداوم عليها(تفسير بيضاوی ، ج۴ص۴۳،تحت سورة طٰهٰ آيت ۱۳۲)

وقوله :لا نسئلک رزقا نحن نرزقک يعنی إذا أقمت الصلاة أتاک الرزق من حيث لا تحتسب، كما قال تعالى :ومن يتق الله يجعل له مخرجا ويرزقه من حيث لا يحتسب وقال تعالى :وما خلقت الجن والإنس إلا ليعبدون -إلى قوله -إن الله هو الرزاق ذو القوة المتين ولهذا قال :لا نسئلک رزقا نحن نرزقک.وقال الثوری :لا نسئلک رزقا، أی لا نكلفک الطلب(تفسير ابنِ كثير ، ج۵ص۲۸۸، تحت آيت ۱۳۲ من سورة طٰهٰ)

[2] (قالت إحداهما) وهی المرسلة الكبرى أو الصغرى (يا أبت استأجره) اتخذه أجيرا يرعى غنمنا بدلنا (إن خير من استأجرت القوی الأمين) أی استأجره لقوته وأمانته فسألها عنه فأخبرته بما تقدم من رفعه حجر البئر ومن قوله لها امشی خلفی وزيادة أنها لما جاء ته وعلم بها صوب رأسه فلم يرفعه فرغب فی إنكاحه(تفسير الجلالين،سورة القصص، رقم الآية۲۶)

www.idaraghufran.org

سورہ لقمان میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَإِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (سورة لقمان، رقم الآية ١٣)

ترجمہ: اور جب کہا لقمان نے اپنے بیٹے کو، اور وہ اس کو نصیحت کر رہے تھے کہ اے میرے بیٹے! نہ شرک کرنا تو اللہ کے ساتھ، بے شک شرک یقیناً ظلمِ عظیم ہے (سورہ لقمان)

اور سورہ لقمان ہی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يَا بُنَيَّ إِنَّهَا إِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِي صَخْرَةٍ أَوْ فِي السَّمَاوَاتِ أَوْ فِي الْأَرْضِ يَأْتِ بِهَا اللّٰهُ إِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ . يَا بُنَيَّ أَقِمِ الصَّلَاةَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا أَصَابَكَ إِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُوْرِ . وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ . وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ إِنَّ أَنْكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ (سورة لقمان، رقم الآيات ١٦ الى ١٩)

ترجمہ: (حضرت لقمان نے فرمایا کہ) اے میرے بیٹے! بے شک حقیقت یہ ہے کہ اگر ہو کوئی چیز رائی کے دانہ برابر، اور ہو وہ کسی پتھر میں یا آسمانوں میں یا زمین میں لے آئے گا اس کو اللہ، بے شک اللہ انتہائی لطافت والا ہے، خوب خبر رکھنے والا ہے۔ اے میرے بیٹے! قائم کیجئے نماز کو اور حکم دیجئے نیکی کا، اور منع کیجئے برائی سے، اور صبر کیجئے اس پر جو مصیبت پہنچی آپ کو، بے شک یہ ہمت والے کاموں میں سے ہے۔ اور مت پھلایئے اپنے گال کو لوگوں کے لئے اور نہ چلئے زمین میں اکڑ کر، بے شک اللہ نہیں پسند کرتا ہر تکبر کرنے والے کو، فخر کرنے والے کو۔ اور

www.idaraghufran.org

اعتدال پیدا کیجئے اپنی چال میں اور ہلکی رکھئے اپنی آواز کو، بے شک آوازوں میں بدترین آواز گدھے کی آواز ہوتی ہے (سورہ لقمان)

معلوم ہوا کہ اپنی اولاد کو شرک سے بچنے اور اللہ کی ذات وصفات پر ایمان لانے اور خیر کے کاموں کے کرنے کی وصیت کا عمل حضرت لقمان علیہ السلام نے بھی اختیار فرمایا ہے، جس سے اپنے رشتہ داروں کو نیکی کی ترغیب اور برائی کی ترہیب کے ذریعہ سے صلہ رحمی کرنے کا حکم ثابت ہوتا ہے۔ [1]

سورہ شعراء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ (سورة الشعراء، رقم الآية ٢١٤)

ترجمہ: اور ڈرائیے آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو (آخرت سے) (سورہ شعراء)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو اللہ اور آخرت کے عذاب سے ڈرانے کا حکم ہے، جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل فرمایا۔ [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ أُنْزِلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ:

---

[1] (و) اذكر (إذ قال لقمان لابنه وهو يعظه يا بنى) تصغير إشفاق (لا تشرك بالله إن الشرك بالله (لظلم عظيم) فرجع إليه وأسلم.........(يا بنى إنها) أى الخصلة السيئة (إن تك مثقال حبة من خردل فتكن فى صخرة أو فى السماوات أو فى الأرض) أى فى أخفى مكان من ذلك (يأت بها الله) فيحاسب عليها (إن الله لطيف) باستخراجها (خبير) بمكانها.(يا بنى أقم الصلاة وأمر بالمعروف وانه عن المنكر واصبر على ما أصابك) بسبب الأمر والنهى (إن ذلك) المذكور (من عزم الأمور) أى معزوماتها التى يعزم عليها لوجوبها.(ولا تصعر) وفى قراءة تصاعر (خدك للناس) لا تمل وجهك عنهم تكبرا (ولا تمش فى الأرض مرحا) أى خيلاء (إن الله لا يحب كل مختال) متبختر فى مشيه (فخور) على الناس.(واقصد فى مشيك) توسط فيه بين الدبيب والإسراع وعليك السكينة والوقار (واغضض) اخفض (من صوتك إن أنكر الأصوات) أقبحها (لصوت الحمير) أوله زفير وآخره شهيق(تفسير الجلالين، سورة لقمان، رقم الآيات ١٣ الىٰ ١٩)

[2] (وأنذر عشيرتك الأقربين) وهم بنو هاشم وبنو المطلب وقد أنذرهم جهارا رواه البخارى ومسلم (تفسير الجلالين،سورة الشعراء، رقم الآية ٢١٤)

www.idaraghufran.org

(وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ) قَالَ: يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا اِشْتَرُوْا أَنْفُسَكُمْ، لَا أُغْنِيْ عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا، يَا بَنِيْ عَبْدِ مَنَافٍ لَا أُغْنِيْ عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا، يَا عَبَّاسُ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَا أُغْنِيْ عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا، وَيَا صَفِيَّةُ عَمَّةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَا أُغْنِيْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا، وَيَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَلِيْنِيْ مَا شِئْتِ مِنْ مَالِيْ لَا أُغْنِيْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا (صحيح البخاری) [1]

ترجمہ: جب (اللہ عزوجل نے سورہ شعراء کی) یہ آیت نازل فرمائی کہ:

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ

یعنی ’’اور ڈرایئے اپنے قریبی رشتہ داروں کو‘‘

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے، پھر فرمایا کہ اے قریش کے گروہ! یا اسی جیسا کوئی اور جملہ فرمایا، تم اللہ کی اطاعت کرو، کیونکہ اللہ کے مقابلہ میں، میں تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا، اے بنی عبدِ مناف! اللہ کے مقابلہ میں، میں تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا، اے عباس بن عبد المطلب! اللہ کے مقابلہ میں، میں تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا، اور اے صفیہ رسول اللہ کی پھوپھی! اللہ کے مقابلہ میں، میں تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا، اے فاطمہ بنتِ محمد! تم میرے سے مال کے بارے میں جو چاہو سوال کرو، مگر میں اللہ کے مقابلہ میں، تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا (بخاری)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

لَمَّا أُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ (وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ) دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُرَيْشًا، فَاجْتَمَعُوْا فَعَمَّ وَخَصَّ، فَقَالَ: يَا بَنِيْ

[1] رقم الحديث ٢٧٥٣، كتاب الوصايا، هل يدخل النساء والولد في الأقارب.

www.idaraghufran.org

كَعْبِ بْنِ لُؤَيِّ، أَنْقِذُوْا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ، يَا بَنِيْ مُرَّةَ بنِ كَعْبٍ، أَنْقِذُوْا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ، يَا بَنِيْ عَبْدِ شَمْسٍ، أَنْقِذُوْا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ، يَا بَنِيْ عَبْدِ مَنَافٍ، أَنْقِذُوْا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ، يَا بَنِيْ هَاشِمٍ، أَنْقِذُوْا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ، يَا بَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، أَنْقِذُوْا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ، يَا فَاطِمَةُ، أَنْقِذِيْ نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ، فَإِنِّيْ لَا أَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا، غَيْرَ أَنَّ لَكُمْ رَحِمًا سَأَبُلُّهَا بِبَلَالِهَا (مسلم) [1]

ترجمہ: جب (سورہ شعراء کی) یہ آیت نازل کی گئی کہ:

”وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ“

یعنی ”اور ڈرائیے اپنے قریبی رشتہ داروں کو“

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو بلایا عام وخاص سب کو جمع کر کے فرمایا کہ اے کعب بن لؤی کے قبیلہ والو! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ، اے عبدِ شمس کے قبیلہ والو! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ، اے عبدِ مناف کے قبیلہ والو! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ! اے بنی عبدالمطلب والو! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ، اے فاطمہ اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ، کیونکہ میں تمہارے لئے اللہ کے مقابلہ میں کسی چیز کا مالک نہیں، سوائے اس کے کہ میں تمہارا رشتہ دار ہوں اور بحیثیت رشتہ داری کے میں تم سے صلہ رحمی کرتا رہوں گا (مسلم)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

لَمَّا نَزَلَتْ (وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ) صَعِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الصَّفَا، فَجَعَلَ يُنَادِيْ: يَا بَنِيْ فِهْرٍ، يَا بَنِيْ عَدِيٍّ لِبُطُوْنِ قُرَيْشٍ حَتّٰى اِجْتَمَعُوْا فَجَعَلَ الرَّجُلُ إِذَا لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يَخْرُجَ أَرْسَلَ

---

[1] رقم الحديث ٢٠٤ ”٣٤٨“، كتاب الايمان، باب في قوله تعالى: وأنذر عشيرتك الأقربين.

www.idaraghufran.org

رَسُوْلًا لِيَنْظُرَ مَا هُوَ، فَجَاءَ أَبُو لَهَبٍ وَقُرَيْشٌ، فَقَالَ: أَرَأَيْتَكُمْ لَوْ أَخْبَرْتُكُمْ أَنَّ خَيْلًا بِالْوَادِيْ تُرِيْدُ أَنْ تُغِيرَ عَلَيْكُمْ، أَكُنْتُمْ مُصَدِّقِيَّ؟ قَالُوْا: نَعَمْ، مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ إِلَّا صِدْقًا، قَالَ: فَإِنِّيْ نَذِيْرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ فَقَالَ أَبُوْ لَهَبٍ: تَبًّا لَكَ سَائِرَ الْيَوْمِ، أَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا؟ فَنَزَلَتْ (تَبَّتْ يَدَا أَبِيْ لَهَبٍ وَتَبَّ مَا أَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ (بخاری) [1]

ترجمہ: جس وقت (سورہ شعراء کی) یہ آیت نازل ہوئی کہ (وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ) ”اور ڈرایئے! اپنے رشتہ داروں کو“۔

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم صفا پہاڑی پر چڑھے، اور بلند آواز سے پکارنے لگے کہ اے بنی فہر! اے بنی عدی! قریش کے تمام لوگوں کو بلایا، جب لوگ آ گئے اور جو نہیں آ سکا، اس نے اپنا نمائندہ بھیج دیا، تا کہ وہ دیکھے کہ معاملہ کیا ہے، ابولہب اور قریش بھی آئے تھے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں تم سے یہ کہہ دوں کہ ایک بہت بڑا لشکر پہاڑ کے دامن میں تمہارے اوپر حملہ کرنے کو تیار کھڑا ہے، تو کیا تم میری بات کا یقین کرلو گے؟ سب نے کہا کہ ضرور یقین کریں گے، کیونکہ ہم نے آپ کی سب باتیں سچی دیکھی ہیں، تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں شدید عذاب سے ڈراتا ہوں، تو ابولہب نے کہا کہ تم ہلاک ہو، کیا تم نے ہمیں اسی لئے یہاں بلایا تھا؟ چنانچہ اس وقت سورت تبت یدا ابی لھب، ما اغنیٰ عنه ماله وما كسب ” کہ ابولہب کے ہاتھ ٹوٹیں، اس کا مال اس کو فائدہ نہ پہنچائے، اور نہ اس کی کمائی“ الخ (یعنی سورہ لہب) نازل ہوئی (بخاری)

---

[1] رقم الحديث ۴۷۷۰، كتاب تفسير القرآن، باب: وأنذر عشيرتك الأقربين واخفض جناحك.

www.idaraghufran.org

اس طرح کی احادیث دوسری سندوں سے بھی مروی ہیں۔ [1]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

مَنْ رَّأٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ فَإِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ فَإِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ وَذٰلِکَ أَضْعَفُ الْإِیْمَانِ (مسلم) [2]

ترجمہ: تم میں سے جو شخص منکر (گناہ وبُرائی) کو دیکھے، تو اسے چاہیے کہ اپنے ہاتھ سے اُسے بدل دے، اور اگر اس کی طاقت وقدرت نہ ہو تو اپنی زبان سے بدل دے، اور اگر اس کی بھی طاقت وقدرت نہ ہو، تو اپنے دل سے بدل دے، اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے (مسلم)

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ان الفاظ میں مروی ہے کہ:

مَنْ رَّأٰی مُنْکَرًا فَغَیَّرَہٗ بِیَدِہٖ فَقَدْ بَرِءَ، وَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ أَنْ یُّغَیِّرَہٗ بِیَدِہٖ، فَغَیَّرَہٗ بِلِسَانِہٖ فَقَدْ بَرِءَ، وَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ أَنْ یُّغَیِّرَہٗ بِلِسَانِہٖ، فَغَیَّرَہٗ بِقَلْبِہٖ فَقَدْ بَرِءَ، وَذٰلِکَ أَضْعَفُ الْإِیْمَانِ (سنن النسائی) [3]

ترجمہ: جو شخص کسی منکر (وگناہ) کو دیکھے، پھر اسے اپنے ہاتھ سے بدل دے، تو وہ

---

[1] عن عائشة، قالت :لما نزلت (وأنذر عشيرتک الأقربين)قام رسول الله صلى الله عليه وسلم على الصفا، فقال :يا فاطمة بنت محمد، يا صفية بنت عبد المطلب، يا بنى عبد المطلب، لا أملک لكم من الله شيئا، سلونى من مالى ما شئتم (مسلم، رقم الحديث ٢٠٥ "٣٥٠")

عن قبيصة بن المخارق، وزهير بن عمرو، قالا :لما نزلت (وأنذر عشيرتک الأقربين) قال :انطلق نبى الله صلى الله عليه وسلم إلى رضمة من جبل، فعلا أعلاها حجرا، ثم نادى يا بنى عبد منافاه إنى نذير، إنما مثلى ومثلكم كمثل رجل رأى العدو، فانطلق يربأ أهله، فخشى أن يسبقوه، فجعل يهتف، يا صباحاه (مسلم، رقم الحديث ٢٠٧ "٣٥٣")

[2] رقم الحديث ٤٩ "٧٨"، كتاب الايمان، باب بيان كون النهى عن المنكر من الإيمان.

www.idaraghufran.org

[3] رقم الحديث ٥٠٠٩، كتاب الايمان وشرائعه، باب تفاضل اهل الايمان.

Idara Ghufran

بریٔ الذمہ ہوگیا، اور جو شخص اپنے ہاتھ سے اس کو بدلنے کی طاقت نہ رکھے پھر وہ اپنی زبان سے بدل دے (یعنی زبان سے نہی عن المنکر کردے) تو وہ بھی بریٔ الذمہ ہوگیا، اور جو شخص اپنی زبان سے اس کو بدلنے کی طاقت نہ رکھے پھر وہ اپنے دل سے اس کو بدل دے (یعنی دل سے اس منکر و گناہ کو برا اور غلط سمجھے) تو وہ بھی بریٔ الذمہ ہوگیا اور یہ ایمان کا کمزور تر درجہ ہے (نسائی)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہاتھ اور زبان کے علاوہ دل کے ذریعہ سے بھی ہوسکتا ہے، اور ہاتھ کے ذریعہ سے یہ عمل ان لوگوں کے حق میں ہوتا ہے، جن پر اس کو قدرت و اختیار حاصل ہو، اور کوئی فتنہ لازم نہ آتا ہو، جیسا کہ اکثر حالات میں اپنی بیوی اور چھوٹے بچے۔

حضرت سبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرُوْا الصَّبِیَّ بِالصَّلَاةِ إِذَا بَلَغَ سَبْعَ سِنِيْنَ وَإِذَا بَلَغَ عَشْرَ سِنِيْنَ فَاضْرِبُوْهُ عَلَيْهَا (ابوداؤد) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بچہ سات سال کا ہوجائے تو اسے نماز کا حکم کرو، اور جب دس سال کا ہوجائے تو نماز (نہ پڑھنے) پر اسے مارو (ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرُوْا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِيْنَ وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرٍ وَفَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِي

---

[1] رقم الحديث ۴۹۴، كتاب الصلاة، باب متى يؤمر الغلام بالصلاة.
قال شعيب الارنؤوط:
حديث صحيح (حاشية سنن ابی داؤد)

www.idaraghufran.org

الْمَضَاجِعِ(ابوداؤد) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی اولاد کو جب وہ سات سال کے ہوں، نماز کا حکم کرو، اور جب وہ دس سال کے ہو جائیں تو ان کو نماز (کے چھوڑنے) پر مارو، اور (اسی عمر سے) ان کے بستر ایک دوسرے سے الگ کردو(ابوداؤد)

اولاد میں لڑکا اور لڑکی دونوں شامل ہیں، لہٰذا یہ حکم بھی دونوں قسم کی اولادوں کو شامل ہے، دس سال کی عمر بالغ ہونے کے قریب کی عمر ہوتی ہے، اور اس عمر میں نماز فرض تو نہیں ہوتی، لیکن عادی بنانے کے لئے کہنے کی ضرورت ہوتی ہے، اس لئے نماز کا اسی عمر میں حکم دے دیا گیا، اور اس عمر میں نماز میں کوتاہی کرنے پر مارنے کا حکم دیا گیا، تا کہ وہ نماز میں سستی اور غفلت نہ کریں، اور بالغ ہونے پر اس کے عادی و پابند ہو جائیں، یہ بھی ہاتھ سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی صورت ہے، اور ان کے بستر الگ الگ کرنے کا حکم دیا گیا، جس میں بہت سے فتنوں سے حفاظت ہو جاتی ہے۔

لہٰذا جب اولاد دس سال کی عمر کو پہنچ جائے تو اسے ایک دوسرے کے ساتھ ایک ہی بستر پر نہ سلایا جائے، خواہ وہ دو بہنیں ہوں، یا دو بھائی ہوں۔

اور آج کل شہری زندگی میں جگہ کی تنگی کی وجہ سے اگر ساتھ ساتھ سونے کی ضرورت پیش آئے تب بھی بستر الگ الگ کر دیئے جائیں اور ممکنہ حد تک درمیان میں فاصلہ یا کوئی چیز حدِ فاصل کے طور پر رکھ دی جائے۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ۴۹۵، كتاب الصلاة، باب متى يؤمر الغلام بالصلاة.
قال شعيب الارنؤوط:
إسناده حسن(حاشية سنن ابى داؤد)

[2] مروا أمر من الأمر حذفت همزته للتخفيف ثم استغنى عن همزة الوصل تخفيفا ثم حركت فاؤه لتعذر النطق بالساكن أولادكم يشمل الذكور والإناث بالصلاة وبما يتعلق بها من الشروط وهم أبناء سبع سنين ليعتادوا ويستأنسوا بها والجملة حالية واضربوهم عليها أى على ترك الصلاة

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اپنے گھر جاتے وقت یہ نصیحت فرمائی کہ:

اِرْجِعُوْا إِلٰی أَهْلِیْکُمْ فَأَقِیْمُوْا فِیْهِمْ وَعَلِّمُوْهُمْ وَمُرُوْهُمْ (بخاری) [1]

ترجمہ: تم اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ کر ان کے درمیان قیام کرو، اور ان کو (شریعت کی) تعلیم دو، اور ان کو امر بالمعروف کرو (بخاری، مسلم)

اس حدیث میں گھر میں قیام کا حکم اس لئے دیا گیا کہ اس کے بغیر گھر والوں کی دینی تعلیم وتربیت اور ان کی نگرانی، اور ان کو امر بالمعروف کا صحیح انتظام نہیں ہو پاتا۔

یہی وجہ ہے کہ جو لوگ اپنے گھر والوں سے دور زندگی بسر کرتے ہیں، وہ عام طور پر اپنی اولاد

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وهم أبناء عشر سنين لأنهم بلغوا أو قاربوا البلوغ وفرقوا أمر من التفريق بينهم أى بين البنين والبنات على ما هو الظاهر ويؤيده ما قاله بعض العلماء ويجوز للرجلين أو المرأتين أن يناما فى مضجع واحد بشرط أن تكون عورتهما مستورة بحيث يأمنان التماس المحرم وقال ابن حجر بهذا الحديث أخذ أئمتنا فقالوا يجب أن يفرق بين الأخوة والأخوات فلا يجوز حينئذ تمكين ابنين من الإجتماع فى مضجع واحد والظاهر ان قوله فلا يجوز الخ من كلامه وهو غير مفهوم من كلام أئمته فتأمل فى المضاجع أى المراقد وقال الطيبى لأن بلوغ العشر مظنة الشهوة وإن كن أخوات وإنما جمع الأمرين فى الصلاة والفرق بينهم فى المضاجع فى الطفولية تأديبا ومحافظة لأمر الله تعالى لأن الصلاة أصل العبادات وتعليما لهم المعاشرة بين الخلق وأن لا يقفوا مواقف التهم فيجتنبوا محارم الله تعالى كلها رواه أبو داود وكذا رواه فى شرح السنة عنه قال ميرک ورواه أبو داود والحاكم من رواية عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده واللفظ لأبى داود ورروياه والترمذى وابن خزيمة من رواية عبد الملک بن الربيع بن سبرة الجهنى عن أبيه عن جده بدون قوله وفرقوا الخ قال الترمذى حسن صحيح وقال الحاكم صحيح على شرط مسلم وفى المصابيح عن سبرة بسكون الباء ابن معبد قال الطيبى أقول ورواه أبو داود عنه أيضا لكن بلفظ مروا الصبى بالصلاة إذا بلغ سبع سنين وإذا بلغ عشر سنين فاضربوه عليها وليس فى روايته التفريق (مرقاة المفاتيح، ج۲، ص ۵۱۲، كتاب الصلاة)

[1] رقم الحديث ۷۲۴۶، كتاب اخبار الآحاد، باب ما جاء فى إجازة خبر الواحد الصدوق فى الأذان والصلاة والصوم والفرائض والأحكام، مسلم، رقم الحديث ۶۷۴ " ۲۹۲ "، كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب من أحق بالامامة

www.idaraghufran.org

کی دینی تعلیم وتربیت سے کافی حد تک قاصر رہتے ہیں۔ [1]

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلِّقُوا السَّوْطَ حَيْثُ يَرَاهُ أَهْلُ الْبَيْتِ، فَإِنَّهُ لَهُمْ أَدَبٌ (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۱۰۶۶۹) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوڑا (یعنی رسی یا کپڑے وغیرہ کی ڈوری) ایسی جگہ لٹکا کر رکھو، جہاں سے گھر والے اس کو دیکھ سکیں، کیونکہ یہ اُن کی اصلاح کا ذریعہ ہے (طبرانی)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] فأخبرناه فقال :ارجعوا إلى أهليكم فأقيموا فيهم وعلموهم) عطف على ارجعوا وعطفه بالواو إيماء إلى حصول امتثال الأمر به عقب العود أو بعده (ومروروهم) استئناف كأنه قيل ماذا نعلمهم فقال مروهم بالطاعات كذا وكذا والأمر بها مستلزم للتعليم(دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين، ج۵، ص ۲۰۱، كتاب الأدب، باب وداع)

[2] قال الهيثمی:

رواه الطبرانی فی الكبير والأوسط بنحوه والبزار وقال " :حيث يراه الخادم ."وإسناد الطبرانی فيهما حسن(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۳۲۱۷)

وقال الالبانی:

"علقو السوط حيث يراه أهل البيت"

أخرجه أبو نعيم حدثنا حبيب بن الحسن حدثنا عبد الله بن إبراهيم الأكفانی حدثنا إسحاق بن بهلول حدثنا سويد بن عمرو الكلبی حدثنا الحسن بن صالح عن عبد الله بن دينار عن ابن عمر مرفوعا .

قلت :و هذا إسناد حسن ، حبيب بن الحسن ، ضعفه البرقانی و وثقه ابن أبی الغواس و الخطيب و أبو نعيم كما فی الميزان ، عبد الله بن إبراهيم الأكفانی ترجمه الخطيب و قال " :كان ثقة . "إسحاق بن بهلول ، قال ابن أبی حاتم سئل أبی عنه فقال ": صدوق "، و بقية رجال الإسناد ثقات معروفون من رجال "التهذيب . "و للحديث شاهد عن ابن عباس ، أخرجه البخاری فی "الأدب المفرد و الطبرانی فی "المعجم الكبير و ابن عدی من ثلاثة طرق ضعيفة عن داود بن علی بن عبد الله بن عباس عن أبيه عن جده مرفوعا .فهذا إسناده حسن ، و قد توبع داود من أخويه عيسى و عبد الصمد بلفظ " :علقوا السوط حيث يراه أهل البيت فإنه لهم أدب (سلسلة الاحاديث الصحيحة ، ۳، صفحه ۴۳۲)

www.idaraghufran.org

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَرْفَعِ الْعَصَا عَنْ أَهْلِكَ، وَأَخِفْهُمْ فِي اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ(المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحديث ۱۸۶۹) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے گھر والوں سے لاٹھی مت ہٹاؤ، اوران کو اللہ عزوجل کے بارے میں خوف دلاؤ(طبرانی)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند وصیتیں فرمائیں، جن میں یہ وصیت بھی فرمائی کہ:

وَأَنْفِقْ مِنْ طَوْلِكَ عَلٰى أَهْلِكَ، وَلَا تَرْفَعْ عَصَاكَ عَنْ أَهْلِكَ، وَأَخِفْهُمْ فِي اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ(الادب المفرد للبخاری) [2]

ترجمہ: اورآپ اپنے گھر والوں پر اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرو، اوراپنے گھر والوں سے اپنی لاٹھی کو نہ ہٹاؤ، اوران کو اللہ عزوجل کے معاملہ میں ڈراتے رہو(ادب المفرد)

کوڑا لٹکا کر رکھنے کا مقصد یہ ہے تا کہ گھر والوں اور بچوں کو ڈر رہے، اوراُن پر سرپرست اور ذمہ دار کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے کا اثر ہو۔ [3]

---

[1] قال الهيثمي:
رواه الطبراني في الصغير والأوسط، وفيه الحسن بن صالح بن حي، وثقه أحمد وغيره وضعفه النووي وغيره، وإسناده على هذا جيد(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۳۲۱۸)

[2] رقم الحديث ۱۸ ،باب بر والديه ما لم يكن معصية.
قال الهيثمي:
رواه الطبراني، وفيه شهر بن حوشب، وحديثه حسن، وبقية رجاله ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۷۱۱۵، باب وصية رسول الله صلى الله عليه وسلم)
وقال الالباني:
حسن(حاشية الادبُ المفرد)

[3] (علقوا السوط حيث يراه أهل البيت)فيرتدعون عن ملابسة الرذائل خوفا لأن ينالهم منه نائل قال ابن الأنباري: لم يرد به الضرب به لأنه لم يأمر بذلك أحدا وإنما أراد لا ترفع أدبك عنهم.

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنَّ لِيْ امْرَأَةً، وَفِيْ لِسَانِهَا شَيْءٌ يَعْنِيْ الْبَذَاءَ قَالَ: طَلِّقْهَا إِذًا. فَقَالَ: إِنَّ لَهَا صُحْبَةً، وَلِيْ مِنْهَا وَلَدٌ. قَالَ: فَمُرْهَا بِقَوْلٍ، فَعِظْهَا لَعَلَّهَا أَنْ تَعْقِلَ، وَلَا تَضْرِبْ ظَعِيْنَتَكَ كَضَرْبِكَ إِبِلَكَ (صحيح ابن حبان) [1]

ترجمہ: میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میری بیوی کی زبان میں کچھ خرابی ہے، یعنی زبان درازی (کرتی) ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر اسے طلاق دے دو، انہوں نے جواب میں عرض کیا کہ وہ اس کے ساتھ کافی مدت سے (نکاح کے رشتہ سے منسلک) ہے، اور اس سے میری اولاد بھی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر اسے آپ اچھی بات کا حکم کیجئے، اور اس کو نصیحت کیجئے، شاید کہ وہ سمجھ جائے، اور اپنی بیوی کو جانور کی طرح نہ ماریئے (ابنِ حبان)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(حل عن ابن عمر) بن الخطاب وقال :غريب من حديث عبد الله بن دينار والحسن بن صالح تفرد به عنه سويد بن عمرو الكلبى (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۵۴۶۹)

-(علقوا السوط حيث يراه أهل البيت فإنه أدب لهم) أى هو باعث لهم على التأدب والتخلق بالأخلاق الفاضلة والمزايا الكاملة التى أكثر النفوس الفاظة تتحمل فيها المشاق الشديدة لما له من الشرف ولما به من الفخار.

(عب طب عن ابن عباس) ورواه عنه البزار أيضا لكنه قال حيث يراه الخادم قال الهيثمى :وإسناد الطبرانى حسن اه.ورواه البخارى فى أواخر الأدب المفرد عن ابن عباس بلفظ علق سوطك حيث يراه أهلك. (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۵۴۷۰)

وفى حديث لا ترفع عصاك عن أهلك قيل أريد الأدب لا الضرب(حاشية السندى علىٰ سنن ابنِ ماجه، ج ا ص ۶۱۲، كتاب النكاح، باب ضرب النساء)

[1] رقم الحديث ۴۵۱۰، كتاب السير، باب فى الخلافة والإمارة.

قال شعيب الارنؤوط:

إسناده جيد(حاشية صحيح ابنِ حبان)

www.idaraghufran.org

اس سے معلوم ہوا کہ بدزبان اور بدکلام عورت کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور نصیحت کرنی چاہئے، جس سے امید ہے کہ اس کی اصلاح ہوجائے گی۔ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلّٰى وَأَيْقَظَ امْرَأَتَهٗ فَإِنْ أَبَتْ نَضَحَ فِيْ وَجْهِهَا الْمَاءَ رَحِمَ اللّٰهُ امْرَأَةً قَامَتْ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّتْ وَأَيْقَظَتْ زَوْجَهَا فَإِنْ أَبٰى نَضَحَتْ فِيْ وَجْهِهِ الْمَاءَ (ابوداؤد) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ اس آدمی پر رحم فرمائے، جو رات کو کھڑا ہو، پھر نماز پڑھے، اور اپنی بیوی کو بھی جگائے، پھر اگر وہ نہ جاگے، تو اس کے چہرے میں پانی چھڑک دے، اللہ رحم فرمائے اس عورت پر جو رات کو

---

[1] (وعن لقيط بن صبرة) : بكسر الباء وفى أسماء المصنف لقيط بن عامر بن صبرة صحابى مشهور (قال :قلت يا رسول الله إن لى امرأة فى لسانها شىء يعنى البذاء) : بالمد وفتح الباء أى الفحش والإيذاء (قال طلقها) : أى :إن لم تصبر عليها والأمر للإباحة (قلت إن لى منها ولدا) : بفتحتين يحتمل الإفراد والجمع (ولها صحبة) : أى :معاشرة قديمة (قال فمرها) : أى :بالمعاشرة الجميلة مطلقا، أو عن قبلى وعلى لسانى (يقول) : هذا من كلام الراوى مستأنف مبين للمراد من قوله "مرها "يعنى (عظها) : أمر من الوعظ بمعنى النصيحة لقوله -تعالى -فعظوهن (فإن يك فيها خير) : أى :شىء من الخير (فستقبل) : أى :وعظك (ولا تضربن ظعينتك) : أى: زوجتك (ضربك أميتك) : بالتصغير أى جويريتك أى لا تضرب الحرة مثل ضربك للأمة، وفيه إيماء لطيف إلى الأمر بالضرب بعد عدم قبول الوعظ ;لكن يكون ضربا غير مبرح، ثم الظعينة فى الأصل المرأة التى فى الهودج كنى بها عن الكريمة، وقيل :هى الزوجة لأنها تظعن إلى بيت زوجها من الظعن وهو الذهاب، والأمة أصله أموة حذفت الواو ثم ردت فى التصغير وقلبت ياء وأدغمت، وإنما صغر الأمة مبالغة فى حقارتها أو إشارة إلى أن الصغيرة تحتاج إلى الضرب والتأديب(مرقاة المفاتيح، ج٥ص٢١٢٧، كتاب النكاح، باب عشرة النساء وما لكل واحدة من الحقوق)

[2] رقم الحديث ١٣٠٨، كتاب الصلاة، باب قيام الليل ، مسند احمد رقم الحديث ٧٤١٠،صحيح ابنِ حبان رقم الحديث ٢٥٦٧، كتاب الصلاة، باب النوافل، فصل فى قيام الليل.
قال شيعب الارنؤوط:
اسنادهٗ قوى (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org
Idara Ghufran

کھڑی ہو، پھر نماز پڑھے، اور اپنے شوہر کو جگائے، پھر اگر وہ نہ جاگے، تو اس کے چہرے میں پانی چھڑک دے (ابوداؤد)

اور حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما دونوں سے مروی ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنِ اسْتَیْقَظَ مِنَ اللَّیْلِ وَأَیْقَظَ أَھْلَہٗ، فَقَامَا فَصَلَّیَا رَکْعَتَیْنِ، کُتِبَا مِنَ الذَّاکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَالذَّاکِرَاتِ (صحیح ابنِ حبان) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص رات کو بیدار ہو، اور اپنے گھر والوں کو بھی بیدار کرے، پھر وہ دونوں دو رکعتیں پڑھیں، تو وہ اللہ کا کثرت سے ذکر کرنے والوں اور کثرت سے ذکر کرنے والیوں میں لکھے جائیں گے (ابنِ حبان)

مذکورہ احادیث سے رات کو نیند سے بیدار ہو کر عبادت کرنے اور نوافل و تہجد پڑھنے اور اس غرض کے لئے زوجین یا اہلِ خانہ کے ایک دوسرے کو بیدار کرنے اور اس پر قیاس کرتے ہوئے، دوسرے دین کے کاموں میں ایک دوسرے کی اعانت کرنے اور ابھارنے کی عظیم فضیلت معلوم ہوتی ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحدیث ۲۵۶۸، کتاب الصلاۃ، باب النوافل، فصل فی قیام اللیل.
قال شعیب الارنؤوط:
إسنادہ صحیح (حاشیۃ صحیح ابن حبان)

[2] (رحم اللہ رجلاً) خبر عن استحقاقہ الرحمۃ واستجابۃ لھا، أو دعاء لہ ومدح لہ بحسن ما فعل .وقال العلقمی :ھو ماض بمعنی الطلب .(قام من اللیل) أی بعضہ .(فصلی) أی التھجد . (وأیقظ امرأتہ) وفی حدیث أبی سعید وأبی ھریرۃ الآتی :إذا أیقظ الرجل أھلہ، وھو أعم لشمولہ الولد والأقارب .(فصلت) ما کتب اللہ لھا ولو رکعتین .(فإن أبت) أن تستیقظ .وقیل :أی امتنعت عن القیام لغلبۃ النوم، وکثرۃ الکسل .(نضح) وفی روایۃ ابن ماجہ :رش .(فی وجھھا الماء) لیزول عنھا النوم .والمراد التلطف معھا، والسعی فی قیامھا لطاعۃ ربھا مھما أمکن .قال تعالی :(وتعاونوا علی البر والتقوی)وفیہ أن أصاب خیراً ینبغی لہ أن یتحری إصابۃ الغیر، وأن یحب لہ ما یحب

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

www.idaraghufran.org

حضرت عبدالرحمٰن بن اذینہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

سَأَلْتُ أَبَا ذَرٍّ قُلْتُ : دُلَّنِيْ عَلٰى عَمَلٍ إِذَا عَمِلَ الْعَبْدُ بِهٖ دَخَلَ الْجَنَّةَ. قَالَ: سَأَلْتُ عَنْ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يُؤْمِنُ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

لنفسه، فيأخذ بالأقرب فالأقرب .وقوله" :رحم الله "تنبيه لـلأمة بمنزلة رش الماء على الوجه لاستيقاظ النائم، وذلك أنه -صلى الله عليه وسلم -لما نال بالتهجد ما نال من الكرامة والمقام المحمود أراد أن يحصل لأمته نصيب وافر، فحثهم على ذلك بألطف وجه .قيل :خص الوجه بالنصح؛ لأنه أفضل الأعضاء وأشرفها، وبه يذهب النوم والنعاس أكثر من بقية الأعضاء ، وهو أول الأعضاء المفروضة غسلاً، وفيه العينان وهما آلة النوم .(رحم الله امرأة قامت من الليل) أى وقفت بالسبق .(فصلت) صلاة التهجد .(وأيقظت زوجها الواو لمطلق الجمع .وفى الترتيب الذكرى إشارة لا تخفى، قاله القارى .(فصلى) أى بسببها .(فإن أبى) أن يقوم لغلبة النوم .(نضحت) أى رشت .(فى وجهه الماء) ليزول عنه النوم وينتبه .وفى الحديث الدعاء بالرحمة للحى كما يدعى بها للميت، وفيه فضيلة صلاة الليل وفضيلة مشروعية إيقاظ النائم للتنفل كما يشرع للفرض، وهو من المعاونة على البر والتقوى .وفيه بيان حسن المعاشرة وكمال الملاطفة والموافقة .وفيه إشارة إلى أن الرجل أحق بأن يكون مسابقاً بالقيام وإيقاظ امرأته، وإلى أن فضل الله لا يختص بأحد، فقد يكون المرأة سابقة على الرجل(مرعاة المفاتيح ، ج ۴، ص ۲۳۰، باب التحريض على قيام الليل،الفصل الثانى)

(إذا استيقظ الرجل من الليل) أى انتبه من نومه من الليل أو فى الليل أو ليلا فمن تبعيضية أو بمعنى فى.

قال الولى العراقى :ويحتمل أنها لابتداء الغاية من غير تقدير وهذا معنى التهجد عرفا فإنه صلاة تطوع بعد نوم (وأيقظ أهله) حليلته ، وزعم أنه شامل للأبوين والولد والأقارب لا يلائم قوله (وصليا) بألف التثنية وفى رواية فقاما وصليا (ركعتين) فأكثر ولفظ رواية أبى داود وابن ماجه فصليا أو صلى ركعتين جميعا قال الطيبى :وقوله جميعا حال مؤكدة من فاعل فصليا على التثنية لا الإفراد لأنه ترديد من الراوى والتقدير فصليا له ركعتين جميعا (كتبا) أى أمر الله الملائكة بكتابتهما (من الذاكرين الله كثيرا والذاكرات) الذين أثنى الله تعالى عليهم فى القرآن ووعدهم بالغفران أى يلحقان بهم ويبعثان يوم القيامة معهم ويعطيهما ما وعدوا به ، ومن تبعيضية فيفيد أن الذاكرين أصناف ، وهذا من تفسير الكتاب بالسنة فإنه بيان لقوله تعالى *(والذاكرين الله كثيرا) * (الاحزاب :قال الزمخشرى :الذاكرون الله من لا يكاد يخلو بلسانه أو بقلبه أو بهما عن الذكر والقراءة قال الولى العراقى :وقراءة القرآن والاشتغال بالعلم الشرعى من الذكر والمعنى والذاكرين الله كثيرا والذاكرات فحذف لدلالة الظاهر عليه (د ن ه حب ك عن أبى هريرة الدوسى (وأبى سعيد) الخدرى (معا) ورواه عنه البيهقى أيضا وغيره(فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث، ۴۳۴)

www.idaraghufran.org

بِاللّٰہِ. قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ مَعَ الْإِيْمَانِ عَمَلًا؟ قَالَ، يَرْضَخُ مِمَّا رَزَقَهُ اللّٰهُ. قُلْتُ: وَإِنْ كَانَ مُعْدِماً لَا شَيْءَ لَهُ؟قَالَ : يَقُوْلُ مَعْرُوْفاً بِلِسَانِهٖ. قُلْتُ: فَإِنْ كَانَ عَيِياً لَا يُبَلِّغُ عَنْه لِسَانُهُ؟ قَالَ: فَيُعِيْنُ مَغْلُوْباً. قُلْتُ: فَإِنْ كَانَ ضَعِيْفاً لَا قُدْرَةَ لَهُ؟ قَالَ: فَلْيَصْنَعْ لِأَخْرَقَ قُلْتُ: فَإِنْ كَانَ أَخْرَقَ؟فَالْتَفَتَ إِلَيَّ فَقَالَ: مَا تُرِيْدُ أَنْ تَدَعَ فِيْ صَاحِبِكَ شَيْئاً مِنَ الْخَيْرِ؟ فَلْيَدَعِ النَّاسَ مِنْ أَذَاهُ. قُلْتُ: وَاللّٰهِ إِنَّ هٰذَا كُلَّهُ لَيَسِيْرٌ: فَقَالَ: وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ، مَا مِنْ عَبْدٍ يَعْمَلُ بِخَصْلَةٍ مِنْهَا يُرِيْدُ بِهَا مَا عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى، إِلَّا أَخَذَتْ بِيَدِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يَدْخُلَ الْجَنَّةَ (موارد الظمآن لزوائد ابنِ حبان) [1]

ترجمہ: میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا، میں نے کہا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتلا دیجئے کہ بندہ وہ عمل کر کے جنت میں داخل ہو جائے؟ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ اللہ پر ایمان لائے، میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ایمان کے ساتھ کوئی عمل بھی بتلا دیجئے؟ (جو جنت میں داخلہ کا سبب ہو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے جو رزق دیا ہے، اس میں سے کچھ خرچ کرے، میں نے عرض کیا کہ اگر اس کو کوئی چیز خرچ کرنے کی میسر نہ ہو؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

---

[1] رقم الحديث ٨٦٣، كتاب الزكاة، باب فيما يؤجر فيه المسلم.

قال حسين سليم اسد الدرانی:

إسناده جيد، أبو كثير هو يزيد بن عبد الرحمن بن أذينة الغبرى، ثقة، ووالده عبد الرحمن ترجمه البخارى فى الكبير (٥/٥٥) ولم يورد فيه جرحاً ولا تعديلاً، وتبعه على ذلك ابن أبى حاتم فى "الجرح والتعديل (٥/ ٢١٠)" ووثقه ابن حبان (٥/٨٥) وصحح الحاكم حديثه، ووافقه الذهبى، وقال الذهبى فى كاشفه "ثقة"، ووثقه ابن حجر فى التقريب، وخطأ من ذكره فى الصحابة (حاشية موارد الظمآن)

www.idaraghufran.org

کہ اپنی زبان سے اچھی بات کہہ دے، میں نے عرض کیا کہ اگر وہ زبان سے کلام (یا افہام وتفہیم) پر قادر نہ ہواور وہ اپنی زبان سے تبلیغ نہ کر سکے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مغلوب آدمی کی اعانت کرلے، میں نے عرض کیا کہ وہ اگر ضعیف ہواور اس کواس کی بھی قدرت نہ ہو؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ کسی بے ہنر آدمی کا کام کردے، میں نے عرض کیا کہ اگر وہ خود بے ہنر ہو؟ (یعنی اس کے پاس کوئی ہنر نہ ہو) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف متوجہ ہوئے، اور فرمایا کہ آپ یہ چاہتے ہیں کہ اپنے ساتھی کے لئے کوئی خیر کی چیز نہ چھوڑیں، پس اسے چاہئے کہ وہ لوگوں کو اپنی تکلیف سے بچائے، میں نے عرض کیا کہ اللہ کی قسم! یہ سب چیزیں تو بہت آسان ہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کی قبضہ میں میری جان ہے کہ جو بندہ بھی ان میں سے کسی عمل کو اختیار کرے گا، جس سے اس کا مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا (اور اجر وثواب) کو حاصل کرنا ہوگا، تو میں قیامت کے دن اس کا ہاتھ پکڑ کر لوں گا یہاں تک کہ وہ جنت میں داخل ہو جائے (ابنِ حبان)

اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَاذَا يُنَجِّي الْعَبْدَ مِنَ النَّارِ؟ قَالَ: اَلْإِيْمَانُ بِاللّٰهِ قُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، إِنَّ مَعَ الْإِيْمَانِ عَمَلٌ، قَالَ: يُرْضَخُ مِمَّا رَزَقَهُ اللّٰهُ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ فَقِيْرًا، لَا يَجِدُ مَا يُرْضَخُ بِهٖ؟ قَالَ: يَأْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ، وَيَنْهٰى عَنِ الْمُنْكَرِ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ عَيِيًّا لَا يَسْتَطِيْعُ أَنْ يَأْمُرَ بِالْمَعْرُوْفِ، وَلَا يَنْهٰى عَنِ الْمُنْكَرِ؟ قَالَ: يَصْنَعُ لِأَخْرَقَ، قُلْتُ: أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ أَخْرَقَ لَا يَسْتَطِيْعُ أَنْ يَّصْنَعَ شَيْئًا؟ قَالَ: يُعِيْنُ مَغْلُوْبًا، قُلْتُ أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ

www.idaraghufran.org

ضَعِيفًا، لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يُعِينَ مَظْلُومًا؟ فَقَالَ: مَا تُرِيدُ أَنْ تَتْرُكَ فِيْ صَاحِبِكَ مِنْ خَيْرٍ، تُمْسِكُ الْأَذٰى، عَنِ النَّاسِ ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِذَا فَعَلَ ذٰلِكَ دَخَلَ الْجَنَّةَ؟ قَالَ: مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَفْعَلُ خَصْلَةً مِنْ هٰؤُلَاءِ، إِلَّا أَخَذَتْ بِيَدِهٖ حَتّٰى تُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ(المعجم الكبير للطبرانی)[1]

ترجمہ: میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کون سی چیز بندہ کو جہنم سے نجات دلاتی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ پر ایمان لانا، میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! ایمان کے ساتھ کون سا عمل جہنم سے نجات دلاتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اس کو اللہ نے رزق دیا ہے، اس میں سے تھوڑا بہت خرچ کردے، میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے کہ اگر وہ فقیر (یعنی غریب) ہو، وہ تھوڑا بہت خرچ کرنے کی چیز نہ پائے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کردے، میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے کہ اگر وہ زبان سے کلام (یا افہام وتفہیم) پر قادر نہ ہو اور وہ (زبان سے) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کر سکے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ بے ہنر آدمی کے لئے کام کردے، میں نے عرض کیا کہ اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے اگر وہ خود بے ہنر ہو، کسی ہنر کی استطاعت نہ رکھتا ہو؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ مغلوب (ومظلوم) کی اعانت کردے، میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اس

---

[1] رقم الحديث ١٦٥٠ .

قال الهيثمی:

رواه الطبرانی فی الكبير، ورجاله ثقات، وقد تقدمت له طرق (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۴۷۴۴)

www.idaraghufran.org

بارے میں آپ کی کیا رائے ہے کہ اگر وہ خود کمزور ہو، مظلوم کی اعانت کرنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ اپنے ساتھی کے لئے کوئی خیر کی چیز نہ چھوڑیں، اسے چاہئے کہ وہ لوگوں کو تکلیف وایذاء پہنچانے سے رکا رہے، پھر میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! جب کوئی یہ عمل کرلے گا، تو جنت میں داخل ہوجائے گا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلم بھی ان میں سے کوئی عمل کرے گا، تو وہ عمل اس کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں داخل کرادے گا (طبرانی)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی قدرت نہ ہو، تو دوسرے کے اعانت کرنا اور دوسروں کو اپنے ضَرَر سے بچانا بھی جنت میں داخلہ کا سبب ہے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے متعلق چند مسائل ملحوظ رکھنا ضروری ہے، جن کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر 1...... امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں ''امر بالمعروف'' سے مراد نیک کاموں کا حکم کرنا ہے، اور ''نہی عن المنکر'' سے مراد برے کاموں سے روکنا ہے، اور یہ جمہور اہلِ علم کے نزدیک عام حالات میں فرضِ کفایہ ہے، اور بعض صورتوں میں یہ متعین شخص پر فرضِ عین بھی ہوجاتا ہے۔[1]

لیکن امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے کچھ درجات ہیں، جن میں پہلا درجہ ہاتھ سے امر

---

[1] ووجوب الأمر بالمعروف والنهى عن المنكر ثبت بالكتاب والسنة والإجماع قال الجصاص: وقد ذكر الله تعالى فرض الأمر بالمعروف والنهى عن المنكر فى مواضع من كتابه، وبينه رسول الله صلى الله عليه وسلم فى أخبار متواترة، وأجمع السلف وفقهاء الأمصار على وجوبه.

وقال النووى: وقد تطابق على وجوب الأمر بالمعروف والنهى عن المنكر الكتاب والسنة وإجماع الأمة، وهو أيضا من النصيحة التى هى الدين (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٧، ص ٢٢٨، مادة "حسبة")

والحسبة اصطلاحا: عرفها جمهور الفقهاء بأنها الأمر بالمعروف إذا ظهر تركه، والنهى عن المنكر إذا ظهر فعله (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٧، ص [illegible]، مادة "حسبة")

www.idaraghufran.org

بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے کا ہے، اور دوسرا درجہ زبان سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے کا ہے، اور تیسرا درجہ دل سے اس چیز کو برا سمجھنے پر اکتفاء کرنے کا ہے۔

ہاتھ سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا حکمرانوں کی ذمہ داری ہے، اور جس کی حکومت جس درجہ کی ہو، اسی درجہ کا اس پر ہاتھ کے ذریعہ سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا ضروری ہے، چنانچہ حکومت کو اپنی رعایا پر اور شوہر کو اپنی بیوی پر اور والد کو اپنی اولاد پر اکثر وبیشتر اس طرح کا اختیار حاصل ہوتا ہے۔

اور اگر اس کی قدرت واستطاعت نہ ہو، جیسا کہ علماء اور عامی لوگوں کا معاملہ ہے، تو ان کو زبان سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا چاہئے، اور اگر اس کی بھی قدرت نہ ہو، تو دل سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا چاہئے، یعنی دل سے اس برے کام کو برا سمجھنا چاہئے، اور یہ ہر حال میں فرض رہتا ہے۔ [1]

---

[1] وذهب جمهور الفقهاء إلى أن الحسبة فرض على الكفاية ، وقد تكون فرض، عين في الحالات الآتية، وفي حق طائفة مخصوصة كما يلي:

الأولى :الأئمة والولاة ومن ينتدبهم أو يستنيبهم ولي الأمر عنه، لأن هؤلاء متمكنون بالولاية ووجوب الطاعة .قال الله تعالى :(الذين إن مكناهم في الأرض أقاموا الصلاة وآتوا الزكاة وأمروا بالمعروف ونهوا عن المنكر) فإن من أنواع القيام بذلك ما يدعو إلى الاستيلاء ، وإقامة الحدود والعقوبات مما لا يفعله إلا الولاة والحكام، فلا عذر لمن قصر منهم عند الله تعالى، لأنه إذا أهمل الولاة والحكام القيام بذلك فجدير ألا يقدر عليه من هو دونهم من رعيتهم، فيوشك أن تضيع حرمات الدين ويستباح حمى الشرع والمسلمين .

الثانية :من يكون في موضع لا يعلم بالمعروف والمنكر إلا هو، أو لا يتمكن من إزالته غيره كالزوج والأب، وكذلك كل من علم أنه يقبل منه ويؤتمر بأمره، أو عرف من نفسه صلاحية النظر والاستقلال بالجدال، أو عرف ذلك منه، فإنه يتعين عليه الأمر والنهي .

الثالثة :أن الحسبة قد تجب على غير المنصوب لها بحسب عقد آخر، وعلى المنصوب لها تجب ابتداء ، كما إذا رأى المودع سارقا يسرق.

الحالة الرابعة :الإنكار بالقلب فرض عين على كل مكلف ولا يسقط أصلا، إذ هو كراهة المعصية وهو واجب على كل مكلف .وقال الإمام أحمد :إن ترك الإنكار بالقلب كفر لحديث وهو أضعف الإيمان الذي يدل على وجوب إنكار المنكر بحسب الإمكان والقدرة عليه، فالإنكار بالقلب لا بد منه فمن لم ينكر قلبه المنكر دل على ذهاب الإيمان من قلبه .

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور بعض صورتوں میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مستحب ہوتا ہے، مثلاً کسی مستحب چیز پر عمل کی ترغیب دینا یہ مستحب درجہ کا عمل ہے۔ ۱؎

اور بعض صورتوں میں ہاتھ یا زبان سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر حرام یا مکروہ ہو جاتا ہے، مثلاً جب اس کی وجہ سے کوئی بڑا مفسدہ مثلاً اجتماعی بدامنی یا فتنہ وفساد لازم آتا ہو۔ ۲؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقد استدل الجمهور على أنها فرض كفاية لقوله تعالى :(ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر وأولئك هم المفلحون)

ووجه الاستدلال أن الخطاب موجه إلى الكل مع إسناد الدعوة إلى البعض بما يحقق معنى فرضيتها على الكفاية، وأنها واجبة على الكل، لكن بحيث إن أقامها البعض سقطت عن الباقين، ولو أخل بها الكل أثموا جميعا.

ولأنها من عظائم الأمور وعزائمها التي لا يتولاها إلا العلماء العالمون بأحكام الشريعة، ومراتب الاحتساب، فإن من لا يعلمها يوشك أن يأمر بمنكر وينهى عن معروف، ويغلظ في مقام اللين، ويلين في مقام الغلظة، وينكر على من لا يزيده الإنكار إلا التمادى والإصرار(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۷، ص ۲۲۹، و۲۳۰،مادة "حسبة")

۱؎ ويكون الاحتساب مندوبا في حالتين:

الأولى :إذا ترك المندوب أو فعل المكروه فإن الاحتساب فيهما مستحب أو مندوب إليه واستثنى من هذه الحالة وجوب الأمر بصلاة العيد وإن كانت سنة، لأنها من الشعار الظاهر فيلزم المحتسب الأمر بها وإن لم تكن واجبة .

وحملوا كون الأمر في المستحب مستحبا على غير المحتسب، وقالوا :إن الإمام إذا أمر بنحو صلاة الاستسقاء أو صومه صار واجبا، ولو أمر به بعض الآحاد لم يصر واجبا.

والثانية :إذا سقط وجوب الاحتساب، كما إذا خاف على نفسه ويئس من السلامة وأدى الإنكار إلى تلفها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۷، ص ۲۳۰،مادة "حسبة")

۲؎ شروط الإنكار

من شروط الإنكار :أن يغلب على ظنه أنه لا يفضي إلى مفسدة وأن يأمن على نفسه وماله خوف التلف(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۹، ص ۱۲۵، مادة "منكر")

ويكون الاحتساب حراما في حالتين:

الأولى :في حق الجاهل بالمعروف والمنكر الذى لا يميز موضوع أحدهما من الآخر فهذا يحرم في حقه، لأنه قد يأمر بالمنكر وينهى عن المعروف.

والثانية :أن يؤدى إنكار المنكر إلى منكر أعظم منه مثل أن ينهى عن شرب الخمر فيؤدى نهيه عن ذلك إلى قتل النفس فهذا يحرم في حقه.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 2...... امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے کچھ شرائط کا پایا جانا ضروری ہے، جن میں سے ایک شرط یہ ہے کہ جس کام کا حکم دیا جائے، وہ شریعت کی نظر میں نیک اور اچھا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ويكون الاحتساب مكروها إذا أدى إلى الوقوع في المكروه(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٧، ص ٢٣٠،مادة "حسبة")

ويكون حكم الاحتساب التوقف إذا تساوت المصلحة والمفسدة، لأن تحقيق المصلحة ودرء المفسدة أمر مطلوب في الأمر والنهي، فإذا اجتمعت المصالح والمفاسد، فإن أمكن تحصيل المصالح ودرء المفاسد فعل ذلك امتثالا لأمر الله تعالى لقوله :(فاتقوا الله ما استطعتم) وإن تعذر الدرء درئت المفسدة ولو فاتت المصلحة قال تعالى :(يسألونك عن الخمر والميسر قل فيهما إثم كبير ومنافع للناس وإثمهما أكبر من نفعهما) حرم الخمر والميسر لأن مفسدتهما أكبر من نفعهما وإذا اجتمعت المفاسد المحضة، فإن أمكن درؤها درئت، وإن تعذر درء الجميع درء الأفسد فالأفسد، والأرذل فالأرذل، وإن تساوت فقد يتوقف، وقد يتخير، وقد يختلف التساوي والتفاوت .

ويقول ابن تيمية :وجماع ذلك داخل في القاعدة العامة فيما إذا تعارضت المصالح والمفاسد، والحسنات والسيئات، أو تزاحمت، فإنه يجب ترجيح الراجح منها فيما إذا ازدحمت المصالح والمفاسد، فإن الأمر والنهي وإن كان متضمنا لتحصيل مصلحة ودفع مفسدة، فينظر في المعارض له، فإن كان الذي يفوت من المصالح أو يحصل من المفاسد أكثر لم يكن مأمورا به، بل يكون محرما إذا كانت مفسدته أكثر من مصلحته، لكن اعتبار مقادير المصالح والمفاسد هو بميزان الشريعة فمتى قدر لإنسان على اتباع النصوص لم يعدل عنها، وإلا اجتهد رأيه لمعرفة الأشباه والنظائر، وعلى هذا إذا كان الشخص أو الطائفة جامعين بين معروف ومنكر بحيث لا يفرقون بينهما، بل إما أن يفعلوهما جميعا، أو يتركوهما جميعا لم يجز أن يؤمروا بمعروف ولا أن ينهوا عن منكر، بل ينظر، فإن كان المعروف أكثر أمر به، وإن استلزم ما هو دونه من المنكر ولم ينه عن منكر يستلزم تفويت معروف أعظم منه، بل يكون النهي حينئذ من باب الصد عن سبيل الله والسعي في زوال طاعته وطاعة رسوله وزوال فعل الحسنات، وإن كان المنكر أغلب نهي عنه وإن استلزم فوات ما هو دونه من المعروف، ويكون الأمر بذلك المعروف المستلزم للمنكر الزائد عليه أمرا بمنكر وسعيا في معصية الله ورسوله .وإن تكافأ المعروف والمنكر المتلازمان لم يؤمر بهما ولم ينه عنهما .فتارة يصلح الأمر، وتارة يصلح النهي، وتارة لا يصلح لا أمر ولا نهي .وإذا اشتبه الأمر استبان المؤمن حتى يتبين له الحق، فلا يقدم على الطاعة إلا بعلم ونية، وإذا تركها كان عاصيا، فترك الأمر الواجب معصية، وفعل ما نهي عنه من الأمر معصية وهذا باب واسع(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٧، ص ٢٣٠، و ٢٣١،مادة "حسبة")

www.idaraghufran.org

کام ہو، اور جس کام سے منع کیا جائے، وہ شریعت کی نظر میں برا کام ہو۔ ؎

؎ اور جس چیز کا برا ہونا اجتہاد سے معلوم ہو، اس پر علی الاطلاق نکیر جائز نہیں۔
محل الأمر بالمعروف والنهى عن المنكر وشروطه:
أ -كون المأمور به معروفا فى الشرع، وكون المنهى عنه محظور الوقوع فى الشرع.
ب -أن يكون موجودا فى الحال، وهذا احتراز عما فرغ منه.
ج -أن يكون المنكر ظاهرا بغير تجسس، فكل من أغلق بابه لا يجوز التجسس عليه، وقد نهى الله عن ذلك فقال :(ولا تجسسوا) وقال :(وأتوا البيوت من أبوابها) وقال :(لا تدخلوا بيوتا غير بيوتكم حتى تستأنسوا وتسلموا على أهلها).
د -أن يكون المنكر متفقا على تحريمه بغير خلاف معتبر، فكل ما هو محل اجتهاد فليس محلا للإنكار، بل يكون محلا للإرشاد (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٦، ص ٢٥٠، مادة "الأمر بالمعروف والنهى عن المنكر")
إن كان الفعل متفقا على بطلانه، فإنكاره واجب على مسلم .أما إن كان مختلفا فيه، فلا إنكار فيه.
قال الزركشى :الإنكار من المنكر إنما يكون فيما اجتمع عليه، فأما المختلف فيه فلا إنكار فيه؛ لأن كل مجتهد مصيب، أو المصيب واحد.ولا نعلمه، ولم يزل الخلاف بين السلف فى الفروع، ولا ينكر أحد على غيره أمرا مجتهدا فيه، وإنما ينكرون ما خالف نصا، أو إجماعا قطعيا أو قياسا جليا، وهذا إذا كان الفاعل لا يرى تحريمه، فإن كان يراه فالأصح الإنكار (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٨، ص ١٠٩، مادة "بطلان")
وإن ترك النبى صلى الله عليه وسلم الإنكار على ما يراه من الأفعال، أو ما يسمعه من الأقوال، يدل على جواز ذلك الفعل أو القول، وأنه لا بأس به شرعا .وهذا الترك هو أحد أصول الأدلة الشرعية، وهو نوع من أنواع السنة النبوية، ويسميه الأصوليون (الإقرار) أو (التقرير) (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٧، ص ٦٢، مادة "إنكار")
يشترط فى المنكر المطلوب تغييره ما يلى:
الشرط الأول :أن يكون محظورا فى الشرع.
الشرط الثانى :أن يكون المنكر موجودا فى الحال بأن يكون الفاعل مستمرا على فعل المنكر فإن علم من حاله ترك الاستمرار على الفعل لم يجز إنكار ما وقع على الفعل.
الشرط الثالث :أن يكون المنكر ظاهرا بغير تجسس.
الشرط الرابع :أن يكون المنكر معلوما بغير اجتهاد أى أن يكون المنكر مجمعا على تحريمه.
وقال الغزالى :ولا يقتصر الإنكار على الكبيرة بل يجب النهى عن الصغائر أيضا.
قال الزرقانى :يشترط فى المنكر الذى يجب تغييره :معرفته، وأن لا يؤدى ذلك إلى ما هو أعظم منه مفسدة، وأن يظن الإفادة.
والأولان شرطان للجواز فيحرم عند فقدهما، والثالث للوجوب فيسقط عند عدم ظن الإفادة، ويبقى الجواز إن لم يتأذ فى بدنه أو عرضه، وإلا انتفى الجواز أيضا.

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 3 ...... امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے شریعت کی طرف سے کوئی مخصوص طریقہ اور ذریعہ مقرر نہیں کیا گیا، بلکہ ہر شخص اپنی حسبِ حیثیت، حسبِ صلاحیت اور حسبِ قدرت اور لوگوں کی حسبِ ضرورت جائز طریقوں پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے عمل کو انجام دے سکتا ہے، جس میں زبان کے ذریعہ سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا، اور تحریر کے ذریعہ سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا، اور قرآن وسنت کی تعلیمات کو پیش

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ويشترط أيضا في المنكر الذي يجب تغييره :أن يكون مما أجمع على تحريمه أو ضعف مدرك القائل بجوازه، وأما ما اختلف فيه فلا ينكر على مرتكبه إن علم أنه يعتقد تحليله بتقليده القائل بالحل(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٩، ص ١٢٥، مادة "منكر")

الشرط الرابع :أن يكون المنكر معلوما بغير اجتهاد، فكل ما هو محل للاجتهاد فلا حسبة فيه وعبر صاحب الفواكه الدواني عن هذا الشرط بقوله :أن يكون المنكر مجمعا على تحريمه، أو يكون مدرك عدم التحريم فيه ضعيفا وبيان ذلك :أن الأحكام الشرعية على ضربين:

أحدهما :ما كان من الواجبات الظاهرة كالصلاة والصيام والزكاة والحج، أو من .المحرمات المشهورة كالزنى، والقتل، والسرقة، وشرب الخمر، وقطع الطريق، والغصب، والربا، وما أشبه ذلك فكل مسلم يعلم بها ولا يختص الاحتساب بفريق دون فريق.

والثاني :ما كان في دقائق الأفعال والأقوال مما لا يقف على العلم به سوى العلماء، مثل فروع العبادات والمعاملات والمناكحات وغير ذلك من الأحكام، وهذا الضرب على نوعين:

أحدهما :ما أجمع عليه أهل العلم وهذا لا خلاف في تعلق الحسبة فيه لأهل العلم ولم يكن للعوام مدخل فيه.

والثاني :ما اختلف فيه أهل العلم مما يتعلق بالاجتهاد، فكل ما هو محل الاجتهاد فلا حسبة فيه .

ولكن هذا القول ليس على إطلاقه بل المراد به الخلاف الذي له دليل، أما ما لا دليل له فلا يعتد به ويقرر هذا الإمام ابن القيم بأن الإنكار إما أن يتوجه إلى القول والفتوى، أو العمل.

أما الأول فإذا كان القول يخالف سنة أو إجماعا شائعا وجب إنكاره اتفاقا، وإن لم يكن كذلك فإن بيان ضعفه ومخالفته للدليل إنكار مثله، وأما العمل فإذا كان على خلاف سنة أو إجماع وجب إنكاره بحسب درجات الإنكار، وكيف يقول فقيه لا إنكار في المسائل المختلف فيها، والفقهاء من سائر الطوائف قد صرحوا بنقض حكم الحاكم إذا خالف كتابا أو سنة، وإن كان قد وافق فيه بعض العلماء .وأما إذا لم يكن في المسألة سنة أو إجماع وللاجتهاد فيها مساغ لم تنكر على من عمل بها مجتهدا أومقلدا وقال الإمام النووي :ولا ينكر محتسب ولا غيره على غيره، وكذلك قالوا :ليس للمفتي ولا للقاضي أن يعترض على من خالفه إذا لم يخالف نصا أو إجماعا أو قياسا جليا .وهذا الحكم متفق عليه عند الأئمة الأربعة، فإن الحكم ينقض إذا خالف الكتاب أو السنة أو الإجماع أو القياس(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٧، ص ٢٥٧،و٢٥٨، مادة "حسبة")

www.idaraghufran.org

کر کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا، اور اچھے اخلاق اور سیرت کو اختیار کر کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا، سب طریقے داخل ہیں، جب تک کہ اس طریقہ میں کوئی گناہ ومنکر شامل نہ ہو، اور اس طریقہ کو ایک ذریعہ اور وسیلہ سمجھ کر اختیار کیا جائے، اور اس میں غلو نہ کیا جائے، تو شرعاً جائز ہے۔[1]

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والوں یا دین کی دعوت دینے والوں کے مزاج اور اُن کی طبیعتیں اور حالتیں اور صلاحیتیں مختلف ہوتی ہیں، اور اسی طرح جن کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا جائے، یا جن کو دین کی دعوت دی جائے، ان کے بھی مزاج اور اُن کی طبیعتیں اور حالتیں اور صلاحیتیں، بلکہ ضرورتیں مختلف ہوا کرتی ہیں۔

اگر سب کو ایک طریقہ پر اور ایک چیز کی دعوت دینے کا پابند کیا جائے گا، تو اس سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے صحیح اور مکمل اغراض ومقاصد حاصل نہیں ہوسکیں گے، اگرچہ

---

[1] وسائل الدعوة:

وسائل الدعوة متنوعة، فكل وسيلة تساعد على تحقيق أهداف الدعوة يمكن اتخاذها لذلك، ما لم تكن محرمة شرعا.

والوسائل الرئيسية أنواع .فمنها:

التبليغ بالقول، وهو الأصل فى وسائل الدعوة .وقد قال تعالى :(ومن أحسن قولا ممن دعا إلى الله وعمل صالحا وقال إننى من المسلمين) . ويكون ذلك بأمور أهمها:

-قراءة القرآن وبيان معانيه، والخطب، والمحاضرات، والندوات، ومجالس التذكير، والدروس فى المساجد وخارجها، ويكون بزيارات المدعوين، واستغلال التجمعات.

-وشبيه بالقول الكتابة، كما فعل النبى صلى الله عليه وسلم فى دعوة الملوك، كما استعمله الخلفاء من بعده، ويمكن الإفادة من وسائل الإعلام العديدة، كالإذاعات المسموعة، والمرئية، والصحافة، والكتب والمنشورات، وغيرها.

التبليغ عن طريق القدوة الحسنة، والسيرة الحميدة، والأخلاق الفاضلة، والتمسك بأهداب الدين.

الجهاد فى سبيل الله، لأنه وسيلة لحماية الدعوة، ومواجهة المتصدين لها.

أما الذين يعيشون مع المسلمين فى سلام، فإن الإسلام لا ينهى عن برهم ومودتهم، ويمكن أن يقفوا على محاسن الإسلام باختلاطهم بالمسلمين (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٠، ص ٣٣٢ و ٣٣٣، مادة "دعوة")

www.idaraghufran.org

جزوی اور محدود فوائد حاصل ہو جائیں۔

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ بعض لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے جو مخصوص طریقے کو سب کے لئے ضروری قرار دیتے ہیں، یہ غلو پر مبنی ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 4...... جمہور فقہائے کرام کے نزدیک عام حالات میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ خود پورا دیندار اور متقی و پرہیز گار ہو، بلکہ اگر کوئی شخص گناہگار یا فاسق وفاجر ہو، وہ بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے عمل کو انجام دے سکتا ہے۔ [2]

---

[1] طرق الدعوة وأساليبها:

طرق الدعوة وأساليبها تتنوع بتنوع ظروف الدعوة، وباختلاف أحوال المدعوين والدعاة، وذلك لأن الدعوة تعامل مع النفوس البشرية، والنفوس البشرية مختلفة فى طبائعها وأمزجتها، وما يؤثر فى إنسان قد لا يؤثر فى غيره، وما يؤثر فى إنسان فى حال قد لا يؤثر فيه فى حال أخرى، فلا بد للداعية من مراعاة ذلك كله والعمل بحسبه، ويجمع ذلك كله قول الله تبارك وتعالى :(ادع إلى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتى هى أحسن إن ربك هو أعلم بمن ضل عن سبيله وهو أعلم بالمهتدين) والحكيم -كما فى لسان العرب -المتقن للأمور.

ومن الأساليب الرئيسية فى الدعوة التى سار عليها النبيون وعمل بها السلف الصالح، ودلت عليها حجج التجارب:

التمسك بالحق والصواب فى وسائل الدعوة، فلا يسلك وسائل غير مشروعة.

التدرج فى الدعوة.التريث والتمهل وعدم استعجال النتائج قبل أدائها.

التصدى للشبهات التى يطرحها أعداء الدين للتشكيك فى الدعوة، أو الدعاة، وإزالة تلك الشبهات.

تنويع أساليب الدعوة باستخدام الترغيب والترهيب.

الاستفادة من الفرص المتاحة لتبليغ الدعوة.

تقديم النفع، وبذل المعروف لكل من يحتاج إليه، كإطعام المسكين، وكسوة العارى، ورعاية اليتيم، ومعونة المضطر.

إنشاء المراكز التعليمية ليتابع الداخل فى الإسلام، بالتربية، وتعليم القرآن والسنة، وسيرة السلف الصالح، وتفقيهه فى الدين، واستئصال بقايا الشرك والجاهلية، وأخلاقهما، وعاداتهما، وآدابهما، المخالفة لدين الله (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٠، ص ٣٣٢، مادة "دعوة")

[2] ولم يشترط جمهور الفقهاء تحقق العدالة فى المحتسب إذا كان متطوعا غير صاحب ولاية، واشترطوها فى صاحب الولاية إلا عند الضرورة لما سيأتي

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ وَ عِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ أما وجه عدم اشتراطها في الأول، فلأن الأدلة تشمل البر والفاجر، وإن ترك الإنسان لبعض الفروض لا يسقط عنه فروضا غيرها، فمن ترك الصلاة لا يسقط عنه فرض الصوم وسائر العبادات، فكذلك من لم يفعل سائر المعروف ولم ينته عن سائر المنكر، فإن فرض الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر غير ساقط عنه، وإن الرسول صلى الله عليه وسلم أجرى فرض الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر مجرى سائر الفروض في لزوم القيام به مع التقصير في بعض الواجبات . في قوله صلى الله عليه وسلم مروا بالمعروف وإن لم تعملوا به، وانهوا عن المنكر وإن لم تجتنبوه كله

وقال أبو عبد الله العقباني التلمساني المالكي :اختلف في العدالة هل هي شرط في صفة المغير (المحتسب) أو لا .فاعتبر قوم شرطيتها، ورأوا أن الفاسق لا يغير، وأبى من اعتبارها آخرون، وذلك الصحيح المشهور عند أهل العلم، لأن ذلك من الشروط الواجبة على الشخص في رقبته كالصلاة فلا يسقطه الفسق، كما لا يسقط وجوب الصلاة بتعلق التكليف بأمر الشرع .قال عليه الصلاة والسلام :من رأى منكم منكرا فليغيره وليس كونه فاسقا أو ممن يفعل ذلك المنكر بعينه يخرجه عن خطاب التغيير لأن طريق الفرضية متغاير.

وقال ابن العربي المالكي :وليس من شرطه أن يكون عدلا عند أهل السنة، لأن العدالة محصورة في قليل من الخلق، والنهي عن المنكر عام في جميع الناس .

وقال الإمام الغزالي :الحق أن للفاسق أن يحتسب، وبرهانه أن تقول :هل يشترط في الاحتساب أن يكون متعاطيه معصوما عن المعاصي كلها؟ فإن شرط ذلك فهو خرق للإجماع، ثم حسم لباب الاحتساب، إذ لا عصمة للصحابة فضلا عمن دونهم، وأن جنود المسلمين لم تزل مشتملة على البر والفاجر، وشارب الخمر، وظالم الأيتام، ولم يمنعوا من الغزو لا في عصر رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا بعده، وأن الحسبة تكون بالقول والفعل نحو إراقة الخمر، وكسر الملاهي وغيرها، فإذا منع الفاسق من الحسبة بالقول لما فيه من مخالفة قوله عمله فإنه لا يمنع من الحسبة بالفعل، لأن المراد منه القهر، وتمام القهر أن يكون بالفعل والحجة جميعا وإن كان فاسقا .فإن قهر بالفعل فقد قهر بالحجة، وإن الحسبة القهرية لا يشترط فيها ذلك، فلا حرج على الفاسق في إراقة الخمر وكسر الملاهي إذا قدر .

وكما إذا أخبر ولي الدم الفاسق بالعفو عن القصاص فله أن يدفع من أراد القصاص من الجاني ولو بالقتل إذا لم يصدقه بعفو ولي الدم دفعا لمفسدة القتل بغير حق.

أما من اشترطها في حالة التطوع والاحتساب، فقد استدل بالنكير الوارد على من يأمر بما لا يفعله، مثل قوله تعالى :(أتأمرون الناس بالبر وتنسون أنفسكم)وقوله تعالى :(كبر مقتا عند الله أن تقولوا ما لا تفعلون) وقوله تعالى :فيما أخبر به عن نبيه شعيب عليه السلام لما نهى قومه عن بخس الموازين ونقص المكاييل :(وما أريد أن أخالفكم إلى ما أنهاكم عنه) وبما روى عن النبي صلى الله عليه وسلم :مررت ليلة أسرى بي على قوم تقرض شفاههم بمقاريض من نار قلت :ما هؤلاء ؟ قال: هؤلاء خطباء أمتك من أهل الدنيا، كانوا يأمرون الناس بالبر وينسون أنفسهم وهم يتلون الكتاب أفلا يعقلون (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١٧، ص ٢٣٨،مادة "حسبة")

www.idaraghufran.org

حصہ سوم

مختلف رشتہ داروں سے صلہ رحمی وحسنِ سلوک

جن رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی اور حسنِ سلوک کا حکم ہے، وہ سب ایک درجہ اور ایک مقام کے نہیں ہیں، بلکہ ان کے مقام اور درجات میں شریعت نے فرق رکھا ہے، اور قریبی درجہ کے رشتہ والے افراد کو صلہ رحمی وحسنِ سلوک کا زیادہ مستحق قرار دیا ہے، اور پھر رشتوں کے قریبی اور دور کے ہونے کے اعتبار سے درجہ بدرجہ صلہ رحمی اور حسنِ سلوک اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ [1]

چنانچہ حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَنْ أَبَرُّ؟ قَالَ: أُمَّکَ قَالَ: قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: أُمَّکَ قَالَ: قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: أُمَّکَ قَالَ: قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ثُمَّ أَبَاکَ، ثُمَّ الْأَقْرَبَ فَالْأَقْرَبَ (سنن الترمذی) [2]

---

[1] ذهب فقهاء الحنفية والشافعية إلى أن درجات الصلة تتفاوت بالنسبة للأقارب، فهى فى الوالدين أشد من المحارم، وفيهم أشد من غيرهم وليس المراد بالصلة أن تصلهم إن وصلوک؛ لأن هذا مكافأة، بل أن تصلهم وإن قطعوک. فقد روى البخارى وغيره ليس الواصل بالمكافء ولكن الواصل الذى إذا قطعت رحمه وصلها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ٣ص ٨٤، مادة"ارحام")

[2] ابواب البر والصلة، باب ما جاء فى بر الوالدين، رقم الحديث ١٨٩٧، مسند احمد، رقم الحديث ٢٠٠٢٨.

قال الترمذى:

وفى الباب عن أبى هريرة، وعبد الله بن عمرو، وعائشة، وأبى الدرداء :وبهز بن حكيم هو ابن معاوية بن حيدة القشيرى وهذا حديث حسن وقد تكلم شعبة فى بهز بن حكيم، وهو ثقة عند أهل الحديث، وروى عنه معمر، وسفيان الثورى، وحماد بن سلمة، وغير واحد من الأئمة

وقال شعيب الارنؤوط:

صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! نیک سلوک (وصلہ رحمی) کس کے ساتھ کروں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی والدہ کے ساتھ، میں نے عرض کیا کہ اس کے بعد کس کے ساتھ کروں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (دوسری مرتبہ) فرمایا کہ اپنی والدہ کے ساتھ، میں نے عرض کیا کہ اس کے بعد کس کے ساتھ کروں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (تیسری مرتبہ) فرمایا کہ اپنی والدہ کے ساتھ، میں نے عرض کیا کہ اس کے بعد کس کے ساتھ کروں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے والد کے ساتھ، پھر (اس کے بعد ان افراد کے ساتھ صلہ رحمی کرو) جو قریب تر رشتہ دار ہوں، پھر (اس کے ان افراد کے ساتھ صلہ رحمی کرو) جو ان سے قریب تر رشتہ دار ہوں (ترمذی، مسند احمد)

اس سے معلوم ہوا کہ صلہ رحمی میں تمام رشتہ دار برابر سرابر درجہ نہیں رکھتے، بلکہ ان میں قریبی اور دور کا رشتہ ہونے کے اعتبار سے فرق پایا جاتا ہے۔

اور چونکہ انسان کا رحم کے ساتھ براہِ راست تعلق والدہ کے ذریعہ سے قائم ہوتا ہے، نیز انسان کے لئے اس کی والدہ تین قسم کی منفرد صعوبتوں وتکلیفوں کو برداشت کرتی ہے، ایک حمل کی صعوبت وتکلیف، دوسرے وضعِ حمل کی صعوبت وتکلیف، تیسرے دودھ پلانے کی صعوبت وتکلیف۔

اس لئے صلہ رحمی کے درجات میں والدہ کو سب سے پہلے اور تین مرتبہ ذکر کیا گیا، اور اس کے بعد والد کا ذکر کیا گیا۔

والدہ کے ساتھ صلہ رحمی کی تفصیل آگے مستقل بحث کے ضمن میں آتی ہے۔

اور پھر والدین کے بعد دوسرے قریب اور پھر ان سے قریب رشتہ داروں کا ذکر کیا گیا۔ [1]

---

[1] قوله :(جاء رجل) قال بعضهم :يحتمل أن يكون هذا الرجل معاوية بن حيدة لأن البخارى أخرج فى (الأدب المفرد) من حديثه، قال :قلت :يا رسول الله) من أبر؟ قال :أمك ...الحديث .

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

www.idaraghufran.org

اس طرح کا مضمون اوراحادیث میں بھی آیا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأخرجه أبو داود والترمذی .قلت :جاء ت أحادیث فی هذا الباب مما یشبه حدیث الباب فلا یتعین فی الاحتمال معاویة بن حیدة .منها حدیث أنس رواه الطبرانی فی (الأوسط) قال :أتی رجل النبی صلی الله علیه وسلم، فقال :إنی لأشتهی الجهاد ولا أقدر علیه، قال :فهل بقی أحد من والدیک؟ قال :أمی .قال :قاتل بالله فی برها فإذا فعلت ذلک فأنت حاج معتمر ومجاهد، ومنها حدیث بریدة رواه الطبرانی فی (الصغیر) أن رجلا جاء إلی النبی صلی الله علیه وسلم فقال :یا رسول الله إنی حملت أمی علی عنقی فرسخین فی رمضاء شدیدة، لو ألقیت فیها قطعة لحم لنضجت، فهل أدیت شکرها؟ فقال :لعله أن یکون بطلقة واحدة .ومنها حدیث ابن عباس أخرجه تمام :أن رجلا أتی النبی صلی الله علیه وسلم فقال :إنی نذرت إن فتح الله عز وجل علیک مکة أن آتی البیت، فأقبل أسفل الأسکفة فقال :قبل قدمی أمک، وقد وفیت نذرک .ومنها حدیث ابن مسعود رواه الطبرانی فی (الأوسط) قال :جاء رجل إلی النبی صلی الله علیه وسلم فقال :یا رسول الله :إن لی أهلا وأبا وأما فأیهم أحق بصلتی؟ قال :أمک وأباک وأختک وأخاک ثم أدناک أدناک .ومنها حدیث معاویة بن جاهمة أخرجه النسائی وابن ماجه بلفظ :أتیت رسول الله صلی الله علیه وسلم فقلت :یا رسول الله (إنی کنت أردت الجهاد معک أبتغی بذلک وجه الله والدار الآخرة) قال: ویحک !أحیة أمک؟ قلت :نعم .قال :إرجع فبرها، ثم أتیته من الجانب الآخر فذکر الحدیث فی سؤاله کذلک ثانیة، فقال :إرجع وبرها، وسؤاله له کذلک ثالثة، قال :ویحک إلزم رجلها فثم الجنة، اللفظ لابن ماجه .قوله :(إمک) إلی قوله :(قال ابن شبرمة) کله مرفوع لجمیع الرواة، ووقع عند مسلم من هذا الوجه بالنصب وفی آخره :ثم أباک، وجه الرفع علی الابتداء والخبر محذوف تقدیره :أبوک أحق الناس بحسن الصحبة، ویجوز العکس، ووجه النصب بإضمار فعل تقدیره :إلزم أو إحفظ أمک.

وفیه :دلالة علی أن محبة الأم والشفقة علیها ینبغی أن تکون أمثال محبة الأب لأنه صلی الله علیه وسلم کررها ثلاثا .وذکر الأب فی الرابعة فقط، وإذا تؤمل هذا المعنی شهد له العیان وذلک،أن صعوبة الحمل والوضع والرضاع والتربیة تنفرد بها الأم وتشقی بها دون الأب، فهذه ثلاث منازل یخلو منها الأب، وحدیث أبی هریرة یدل علی أن طاعة الأم مقدمة وهو حجة علی من خالفه، وزعم المحاسبی أن تفضیل الأم علی الأب فی البر والطاعة هو إجماع العلماء ، وقیل للحسن :ما بر الوالدین؟ قال :تبذل لهما ما ملکت وتطیعهما فیما أمراک ما لم یکن معصیة(عمدة القاری للعینی، ج۲۲ص ۸۲، ۸۳، کتاب الادب، باب من أحق الناس بحسن الصحبة)

فیه الحث علی بر الأقارب وأن الأم أحقهم بذلک، ثم بعدها الأب، ثم الأقرب فالأقرب .قالوا: وسبب تقدم الأم تعبها علیه وشفقتها وخدمتها، قلت :وفی التنزیل إشارة إلی هذا التأویل فی قوله تعالی :(حملته أمه کرها ووضعته کرها وحمله وفصاله ثلاثون شهرا)فالتثلیث فی مقابلة ثلاثة أشیاء مختصة بالأم، وهی تعب الحمل ومشقة الوضع ومحنة الرضاع (مرقاة المفاتیح، ج۷ص ۳۰۷۹، کتاب الآداب، باب البر والصلة)

www.idaraghufran.org

چنانچہ کلیب بن منفعہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

أَنَّهُ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ أَبَرُّ؟ قَالَ: أُمَّكَ، وَأَبَاكَ، وَأُخْتَكَ، وَأَخَاكَ، وَمَوْلَاكَ الَّذِيْ يَلِيْ ذَاكَ حَقٌّ وَاجِبٌ، وَرَحِمٌ مَوْصُوْلَةٌ (سنن ابی داؤد) [1]

ترجمہ: وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں کس کے ساتھ حسنِ سلوک کروں؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی ماں کے ساتھ اور اپنے باپ کے ساتھ اور اپنی بہن کے ساتھ اور اپنے بھائی کے ساتھ اور اپنے آزاد کرنے والے (آقا) کے ساتھ جس کا حق واجب ہے اور جس سے صلہ رحمی (اور قرابت داری کا تعلق) ہے (ابوداؤد)

یعنی والدین اور بہن بھائیوں اور رشتہ داری کا تعلق جن افراد سے ہے، ان سب لوگوں کے ساتھ درجہ بدرجہ صلہ رحمی اور اچھا سلوک کرو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَنْ أَبَرُّ؟ قَالَ: أُمَّكَ. قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ أُمَّكَ.

---

[1] رقم الحديث ۵۱۴۰، كتاب الادب، باب فی بر الوالدين.

قال شعيب الارنؤوط:

حسن لغيره، وهذا إسناد رجاله ثقات غير كُليب بن مَنْفَعة، فقد روى عنه اثنان، وذكره ابن حبان فی "الثقات"، فهو فی عداد المجهولين وأخرجه البيهقی فی "الكبرى "من طريق أبی داود، بهذا الإسناد.

وأخرجه البخاری فی "تاريخه الكبير(۷/۲۳۰) "تعليقاً، وابن أبی خيثمة فی السفر الثانی من "تاريخه(۲۹۲۰)"والطبرانی فی "المعجم "الكبير(۲۲/۷۸۶)"من طريق الحارث بن مرة، والبخاری فی "تاريخه الكبير(۷/۲۳۰)"تعليقاً، وفی "الأدب المفرد(۴۷)"والدولابی فی "الكنى(۳۲۸)"وابن قانع فی "معجم الصحابة(۱۰۶) " من طريق ضمضم بن عمرو الحنفی، كلاهما عن كليب بن منفعة، به .وقد زاد ابن أبی خيثمة والطبرانی فی إسناده "عن أبيه ."وسأل ابن أبی حاتم أباه فی "العلل(۲۱۲۴)" عن هذا، فقال :المرسل أشبه .يعنی دون ذكر أبيه فی الإسناد.

ويشهد له حديث بهز بن حكيم السالف قبله(حاشية سنن ابی داود)

www.idaraghufran.org

قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: أَبُوكَ. قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ثُمَّ الْأَدْنٰى فَالْأَدْنٰى

(سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ٣٦٥٨، أبواب الأدب، باب بر الوالدين) [1]

ترجمہ: لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہم کس کے ساتھ حسنِ سلوک کریں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی والدہ کے ساتھ، لوگوں نے سوال کیا کہ پھر کس کے ساتھ کریں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (دوسری مرتبہ) فرمایا کہ اپنی والدہ کے ساتھ، لوگوں نے سوال کیا کہ پھر کس کے ساتھ کریں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے والد کے ساتھ، لوگوں نے سوال کیا کہ پھر کس کے ساتھ کریں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو جتنا زیادہ قریبی (رشتہ دار و تعلق دار) ہو اس کے ساتھ اس درجہ کے مطابق حسنِ سلوک کریں (ابنِ ماجہ)

حضرت ابو رمثہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

اِنْتَهَيْتُ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: بَرَّ أُمَّكَ وَأَبَاكَ وَأُخْتَكَ وَأَخَاكَ ثُمَّ أَدْنَاكَ أَدْنَاكَ (مستدرک حاکم، رقم الحديث ٧٢٤٥، كتاب البر والصلة) [2]

ترجمہ: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آیا، تو میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اپنی والدہ کے ساتھ اور اپنے والد کے ساتھ اور اپنی بہن کے ساتھ اور اپنے بھائی کے ساتھ، اور پھر جو قریب رشتہ دار ہوں، ان سب کے ساتھ (درجہ بدرجہ) حسنِ سلوک کرو (حاکم)

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
حديث صحيح، وهذا إسناد حسن (حاشية سنن ابنِ ماجه)

[2] قال الالبانی:
وسنده صحيح (ارواء الغليل في تخريج احاديث منار السبيل، ج٣ص ٣٢٢، تحت رقم الحديث ٨٣٧)

www.idaraghufran.org
Idara Ghufran

حضرت طارق محاربی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

يَدُ الْمُعْطِيْ الْعُلْيَا وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ أُمَّکَ وَأَبَاکَ وَأُخْتَکَ وَأَخَاکَ ثُمَّ أَدْنَاکَ أَدْنَاکَ (سنن النسائی) [1]

ترجمہ: دینے والا ہاتھ (اجر وثواب اور اعزاز واکرام کے اعتبار سے) اونچا اور بلند ہے، اور آپ دینے میں اس سے ابتداء کریں، جس کی آپ کفالت کرتے ہوں، اپنی ماں (پھر) اپنے باپ (پھر) اپنی بہن اور (پھر) اپنے بھائی سے، پھر جو آپ کے قریب ہو، درجہ بدرجہ (نسائی، ابن حبان، حاکم، بزار)

اس طرح کا مضمون اور سندوں سے بھی مروی ہے، مگر اس سلسلہ کی بعض سندیں ضعیف یا شدید ضعیف ہیں۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ٢٥٣٢، كتاب الزكاة، باب أيتهما اليد العليا، صحيح ابن حبان، ٣٣٤١، كتاب الزكاة، باب صدقة التطوع، مستدرک حاکم، رقم الحديث ٤٢١٩، كتاب تواريخ المتقدمين من الأنبياء والمرسلين، مسند البزار، رقم الحديث ١٧٢٧.

قال الحاكم:

هذا حديث صحيح الإسناد و لم يخرجاه.

وقال الذهبی فی التلخيص: صحيح.

وقال الهيثمی:

رواه البزار وذكر باسانيد أخر عن الاسود بن ثعلبة قال مثله ورجالهما ثقات ورجال الاول رجال الصحيح(مجمع الزوائد ج٣ص٩٨، تحت رقم الحديث ٤٥٣٧،باب فی اليد العليا ومن أحق بالصلة)

وقال شعيب الأرنؤوط:

اسناده صحيح (حاشية صحيح ابنِ حبان)

[2] حدثنا محمد بن عبد الله الحضرمی قال :ثنا عبد الرحمن بن الفضل بن موفق قال :نا أبی، عن السری بن إسماعيل، عن الشعبی، عن مسروق، عن عبد الله بن مسعود قال :جاء رجل إلى النبی صلى الله عليه وسلم، فقال :يا رسول الله، إن لی أهلا وأما وأبا، فأيهم أحق بصلتی؟ قال :أمک، وأباک، وأختک، وأخاک، ثم أدناک أدناک لم يرو هذا الحديث عن الشعبی إلا السری بن إسماعيل، ولا يروى عن ابن مسعود إلا بهذا الإسناد "(المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحديث ٥٧٢٨)

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

www.idaraghufran.org

بعض احادیث میں اپنے گھر والوں پر جن کا نان ونفقہ واجب ہو، مثلاً ضرورت مند والدین، اور بیوی بچوں پر خرچ کرنا، سب سے افضل اجر کا باعث بتلایا گیا ہے، یہاں تک کہ اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے سے بھی افضل بتلایا گیا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال الهيثمي:

رواه الطبراني في الأوسط والبزار، وفيه السرى بن إسماعيل وهو متروك .ورواه البزار بنحوه بإسناد حسن غير إسناد الذى قبله(مجمع الزوائد ج ا ص ١٥١)

وقال الحويني:

قال الطبرانيُّ ":لم يرو هذا الحديث عن الشعبى، إلَّا السريُّ بن إسماعيل، ولا يروى عن ابن مسعود إلَّا بهذا الإسناد."

قُلْتُ :رضى الله عنك !فلم يتفرَّد به السريُّ، ثم إنَّ له إسناداً آخر عن ابن مسعود .أمَّا السريُّ بن إسماعيل، فقد تابعه محمد بن عبد الرحمن بن أبى ليلى، عن الشعبيّ بسنده سواء .أخرجه البزار في "مسنده (١٨٨٨)كشف الأستار"وقال " :لا نعلمه يروى عن الشعبى، عن مسروق إلَّا من حديث ابن أبى ليلى والسريُّ ."أمَّا الإسنادُ الآخر: فأخرجه البزار(١٨٨٧)والبيهقيُّ في "الشعب "(ج١٣/رقم ٧٤٥٩)من طريق حرمى بن حفص، ثنا زياد بن عبد الرحمن، عن عاصم بن بهدلة، عن أبى وائل، عن ابن مسعودٍ مرفوعاً(اليدُ العُليَا خيرٌ من اليدِ السُّفلَى، وابدأ بمن تعولُ :أمكَ، وأباكَ، وأختكَ، وأخاكَ، وأدناكَ أدناكَ)قال البزار ":لا نعلم رواه عن عاصمٍ هكذا، إلَّا زيادٌ "(تنبيه الهاجد، ج ا ص ١٥١، ١٥٢، تحت رقم الحديث ١٠٨)

وقال سعد بن ناصر بن عبد العزيز الشَّثرى:

ومدار أسانيدهم على السرى بن إسماعيل قال في التقريب (ص: ٢٣٠)متروك الحديث .فالإسناد ضعيف جدا(حاشية المطَالبُ العَاليَةُ بِزَوَائِدِ المسَانيد الثّمَانِيَةِ،للعسقلانى ، تحت رقم الحديث ٢٥٤٦،كتاب البر والصلة،باب بر الوالدين)

أخبرنا أبو الحسين بن الفضل، أنا إسماعيل الصفار، نا عمر بن مدرك، نا حرمى بن حفص، نا زياد بن عبد الرحمن، عن عاصم بن بهدلة، عن أبى وائل، عن عبد الله بن مسعود، قال :قال رجل :يا رسول الله، إن لى أما وأبا وأخا وأختا وعما وعمة وخالا وخالة، فأيهم أولى إلى بصلتى؟ فقال النبى صلى الله عليه وسلم " :أمك وأباك، وأختك وأخاك، وأدناك أدناك ""(شعب الايمان للبيهقى، رقم الحديث ٧٤٥٩)

[1] عن أبى هريرة، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :دينار أنفقته فى سبيل الله ودينار أنفقته فى رقبة، ودينار تصدقت به على مسكين، ودينار أنفقته على أهلك، أعظمها أجرا الذى أنفقته على أهلك(مسلم، رقم الحديث ٩٩٥ "٣٩")

www.idaraghufran.org

ان رشتہ داروں کا ضرورت مند ہونے کی صورت میں درجہ بدرجہ نفقہ بھی انسان پر واجب ہے۔[1]

بہرحال مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ صلہ رحمی کی تاکید واہمیت رشتوں کے قریب اور دور ہونے کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے، اور اس سلسلہ میں شریعت نے رشتہ داروں کے درجات میں فرق رکھا ہے، چنانچہ والدہ کے صنفِ نازک ہونے اور بعض دوسری وجوہات سے صلہ رحمی میں مقدم اور والد کو مؤخر رکھا ہے، اور اس کے بعد بہن اور پھر بھائیوں اور اولاد وغیرہ کا درجہ ہے۔

اس لئے صلہ رحمی کرنے میں رشتہ داروں کے درجات میں فرق کو ملحوظ رکھنا چاہئے، اور سب کو ایک لکڑی نہیں ہانکنا چاہئے، جس کی تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ آگے اپنے اپنے مقام پر آتی ہے۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالیٰ اَعْلَمُ وَ عِلْمُہٗ اَتَمّ وَاَحْکَمْ.

---

[1] (وابدأ بمن تعول) أى بمن تلزمک نفقته(مرقاة المفاتيح، ج۴ص ۱۳۵۰، کتاب الزکاة، باب افضل الصدقة)

قوله "وابدأ بمن تعول "أى بمن تقوت(عمدة القارى، ج۸ص ۲۷۳، کتاب الزکاة، باب الصدقة قبل الرد)

قوله :(وابدأ بمن تعول) أى :بمن يجب عليک نفقته، وعال الرجل أهله :إذا مانهم أى :قام بما يحتاجون إليه من القوت والکسوة وغيرهما(عمدة القاري، ج۸ص ۲۹۴، کتاب الزکاة،باب لا صدقة إلا عن ظهر غنى)

www.idaraghufran.org

(فصل نمبر 1)

والدین سے حسنِ سلوک کی تاکید اور بدسلوکی کا وبال

رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک اور صلہ رحمی میں سب سے بڑا درجہ والدین کا ہے۔

بلکہ والدین کے حق میں کئی ایسی چیزیں بھی گناہ اور شدید ترین کبیرہ گناہ میں داخل ہیں، جو دوسرے رشتہ داروں کے حق میں گناہ نہیں، اور اس گناہ کو احادیث میں ''عقوق'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اور اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ دوسروں سے قرابت اور رشتہ داری کا حق، والدین کے حق کے تابع ہے، اور وہ والدین کے واسطہ سے ہی حاصل ہوتا ہے اور والدین ہی انسان کے دنیا میں آنے کا ظاہری سبب بنتے ہیں اور وہ شروع ہی سے اولاد کی خاطر طرح طرح کی مشقتیں اور تکلیفیں برداشت کرتے ہیں۔

اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں والدین کے حق کو اپنے حق کے بعد بیان فرمایا ہے۔

نیز والدین کے ساتھ احسان ونیک سلوک کرنے کی اہمیت وتاکید کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مختلف موقعوں پر اس کا ذکر وحکم بیان فرمایا ہے۔

اور احادیث میں بھی تفصیل کے ساتھ اس کا ذکر آیا ہے جس کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔ [1]

---

[1] (قوله وصلة الرحم واجبة) نقل القرطبی فی تفسیره اتفاق الأمة علی وجوب صلتها وحرمة قطعها للأدلة القطعية من الكتاب والسنة علی ذلک قال فی تبیین المحارم :واختلفوا فی الرحم التی یجب صلتها قال قوم :هی قرابة کل ذی رحم محرم وقال آخرون .کل قریب محرما کان أو غیره اهـ والثانی ظاهر إطلاق المتن قال النووی فی شرح مسلم :وهو الصواب واستدل علیه بالأحادیث .نعم تتفاوت درجاتها ففی الوالدین أشد من المحارم، وفیهم أشد من بقیة الأرحام وفی

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

www.idaraghufran.org

توحید وعبادت کے ساتھ والدین سے حسنِ سلوک کا حکم

سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِىْ اِسْرَائِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَبِا لْوَالِدَيْنِ اِحْسَاناً وَّذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَقُولُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَأَقِيْمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَأَنْتُمْ مُعْرِضُوْنَ (سورة البقرة، رقم الآية ٨٣)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الأحاديث إشارة إلى ذلك كما بينه فى تبيين المحارم(رد المحتار على الدر المختار، ج٦ص ٤١١، كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع)

قوله تعالى (وبالوالدين إحسانا) : بر الوالدين ركن من أركانِ الدين فى المفروضات كما تقدم ، وبرهما يكون فى الأقوال والأعمال ؛ فأما فى الأقوال فكما قال الله تعالى :(فلا تقل لهما أف ولا تنهرهما) فإن لها حق الرحم المطلقة ، وحق القرابة الخاصة ؛ إذ أنت جزء منه ، وهو أصلك الذى أوجدك ، وهو القائم بك حال ضعفك وعجزك عن نفسك (احكام القرآن لابن العربى، ج ١ ص ٥٤٤، ٥٤٥، سورة النساء، الآية الثامنة والعشرون قوله تعالى :واعبدوا الله، مسألة بر الوالدين)

قال العلماء :فأحق الناس بعد الخالق المنان بالشكر والإحسان والتزام البر والطاعة له والإذعان من قرن الله الإحسان إليه بعبادته وطاعته وشكره بشكره وهما الوالدان فقال تعالى :(أن اشكر لى ولوالديك(تفسير القرطبى، ج٥ص ١٨٢، ١٨٣، تحت آيت ٣٦ من سورة النساء)

(وذى القربى واليتامى والمساكين) : معطوف على قوله :وبالوالدين .وكان تقديم الوالدين لأنهما آكد فى البر والإحسان ، وتقديم المجرور على العامل اعتناء بمتعلق الحرف ، وهما الوالدان ، واهتماماً بأمرهما .وجاء هذا الترتيب اعتناء بالأوكد .فبدأ بالوالدين ، إذ لا يخفى تقدمهما على كل أحد فى الإحسان إليهما ، ثم بذى القربى ، لأن صلة الأرحام مؤكدة أيضاً ، ولمشاركته الوالدين فى القرابة ، ثم باليتامى ، لأنهم لا قدرة لهم تامة على الاكتساب(تفسير البحر المحيط، ج ١ ص ٤٥٩، تحت آيت ٨٣ من سورة البقرة)

(وذى القربى) أى القرابة لأن حق القرابة تابع لحق الوالدين والإحسان إليهم :إنما هو بواسطة الوالدين فلهذا حسن عطف القرابة على الوالدين(تفسير الخازن، ج ١ ص ٥٨، تحت آيت ٨٣ من سورة البقرة)

فى النهاية :البر بالكسر الإحسان وهو فى حق الأبوين والأقربين ضد العقوق، وهو الإساءة إليهم،

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: اور جب عہد لیا ہم نے بنی اسرائیل سے کہ تم عبادت نہیں کرو گے، اللہ کے سوا کسی کی اور والدین اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں سے اچھا سلوک کرو گے، اور کہو گے لوگوں سے اچھی بات اور قائم کرو گے نماز کو، اور ادا کرو گے زکاۃ کو، پھر تھوڑے سے لوگوں کے علاوہ تم سب پھر گئے اور منہ موڑ لیا (سورۃ بقرہ)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت کرنے اور شرک نہ کرنے کے ساتھ ساتھ والدین سے احسان یعنی نیک سلوک کرنے کے عہد لینے کا ذکر فرمایا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ والدین کے ساتھ احسان اور نیک سلوک کا بہت بڑا درجہ ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے توحید اور اپنی عبادت کے حکم کے ساتھ اس کا حکم بیان فرمایا ہے۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ توحید اور والدین کے ساتھ احسان کا حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت پہلے سے چلا آرہا ہے، جو پہلی امتوں پر بھی عائد تھا۔

والدین کے ساتھ احسان، جس کو نیک سلوک اور اچھا برتاؤ کرنا اور ''برالوالدین'' بھی کہا جاتا ہے، اس سے مراد دو چیزیں ہیں، ایک تو والدین کے ساتھ برا سلوک یعنی بدسلوکی نہ کرنا، اور

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والتضييع لحقهم، يقال :بر يبر فهو بار وجمعه بررة، وجمع البر أبرار، وصلة الرحم كناية عن الإحسان إلى الأقربين من ذوى النسب والأصهار، والتعطف عليهم، والرفق بهم، والرعاية لأحوالهم، وقطع الرحم ضد ذلک، يقال :وصل رحمه يصلها وصلا وصلة، والهاء فيها عوض عن الواو المحذوفة، فكأنه بالإحسان إليهم قد وصل ما بينه وبينهم من علاقة القرابة والصهر(مرقاة المفاتيح، ج٧ص ٣٠٧٩، كتاب الآداب، باب البر والصلة)

أى :هذا باب فى ذكر البر والصلة، والبر والإحسان ومنه البر فى حق الوالدين وهو فى حقهما وحق الأقربين من الأهل، ضد العقوق وهو الإساءة إليهم والتضييع لحقهم، يقال :بريبر فهو بار وجمعه بررة، وجمع البر أبرار، والصلة هى صلة الأرحام وهى كناية عن الإحسان إلى الأقربين من ذوى النسب والأصهار والتعطف عليهم والرفق بهم والرعاية لأحوالهم، وكذلک إن بعدوا وأساؤوا، وقطع الرحم قطع ذلک كله، يقال :وصل رحمه يصلها وصلا وصلة، وأصل الصلة :وصل، فحذفت الواو تبعا لفعله وعوضت عنها الهاء فكأنه بالإحسان إليهم قد وصل ما بينه وبينهم من علاقة القرابة والصهر(عمدة القارى للعينى، ج٢٢ص ١٨، كتاب الأدب، باب البر والصلة وقول الله تعالى: الإنسان بوالديه حسنا)

www.idaraghufran.org

ان کو تکلیف نہ پہنچانا، جس کو ''ترکِ عقوق'' کہا جاتا ہے۔

اور دوسرے ان کی حتی الامکان اطاعت وخدمت کرنا۔ [1]

سورۂ نساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا (سورة النساء، رقم الآية ٣٦)

ترجمہ: اور عبادت کرو تم اللہ کی، اور شریک نہ ٹھہراؤ اس کے ساتھ کسی چیز کو اور احسان کرو والدین کے ساتھ، اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں (سے) اور نزدیکی ہمسائے اور اجنبی پڑوسی اور ہم مجلس اور مسافر (سے) اور جن (غلام وباندیوں وغیرہ) کے تم مالک ہو چکے ہو (ان سب سے حسنِ سلوک کرو) بے شک اللہ اس شخص کو پسند نہیں کرتا جو تکبّر کرنے والا، فخر کرنے والا (خود بین) ہو

(سورہ نساء)

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی خالص عبادت کرنے اور شرک سے بچنے کا حکم فرمانے کے بعد والدین کے ساتھ احسان اور نیک سلوک کرنے کا حکم فرمایا ہے، جس سے مراد والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا ہے۔ [2]

---

[1] (و) أحسنوا (بالوالدين إحسانا) برّاً (وَذِى القربى) القرابة عطف على (الوالدين) (تفسير الجلالين، تحت آيت ٨٣ من سورة البقرة)

(قال :ثم بر الوالدين)، بزيادة كلمة :ثم، و :البر، بكسر الباء :الإحسان، وبر الوالدين :الإحسان إليهما والقيام بخدمتهما وترك العقوق والإساءة إليهما من :بر يبر فهو بار، وجمعه :بررة(عمدة القارى للعينى، ج۵ص۱۴، كتاب مواقيت الصلاة، باب فضل الصلاة لوقتها)

[2] (واعبدوا الله) وحدوه (ولا تشركوا به شيئا و) أحسنوا (بالوالدين إحسانا) برا ولين جانب (وبذى القربى) القرابة (واليتامى والمساكين والجار ذِى القربى) القريب منك فى

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

سورۂ انعام میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِنْ اِمْلَاقٍ. نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ (سورة الانعام، رقم الآية ۱۵۱)

ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ تم آؤ میں سنادوں جو حرام کیا ہے تمہارے رب نے تم پر کہ شریک نہ کرو، اس کے ساتھ کسی چیز کو، اور والدین کے ساتھ احسان (یعنی نیک سلوک) کرو، اور اپنی اولاد کو مفلسی (کے ڈر) کی وجہ سے قتل نہ کرو، ہم ہی تم کو رزق دیتے ہیں، اور ان کو بھی (سورہ انعام)

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے شرک سے بچنے کا حکم دینے کے بعد والدین کے ساتھ احسان اور نیک سلوک کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ [1]

سورہ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّاۤ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا، اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا . وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ اِنْ تَكُوْنُوْا صَالِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا (سورہ بنی اسرائیل، رقم الآیات، ۲۳و ۲۵)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ الجوار أو النسب (والجار الجنب) البعيد عنك فى الجوار أو النسب (والصاحب بالجنب) الرفيق فى سفر أو صناعة، وقيل الزوجة (وابن السبيل) المنقطع فى سفره (وما ملكت أيمانكم) من الأرقاء (إن الله لا يحب من كان مختالا) متكبرا (فخورا) على الناس بما أوتى (تفسير الجلالين، تحت آيت ۳۶ من سورة النساء)

[1] (قل تعالوا أتل) اقرأ (ما حرم ربكم عليكم أ) ن مفسرة (لا تشركوا به شيئا و) أحسنوا (وبالوالدين إحسانا ولا تقتلوا أولادكم) بالوأد (من) أجل (إملاق) فقر تخافونه (نحن نرزقكم وإياهم)(تفسير الجلالين، تحت آيت ۱۵۱، من سورة الانعام)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: اور فیصلہ فرمادیا آپ کے رب نے کہ تم اس کے علاوہ کسی اور کی عبادت نہ کرو، اور والدین کے ساتھ احسان (ونیک سلوک) کرو، اگر آپ کے سامنے ان میں سے کوئی ایک یا وہ دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں، تو آپ ان دونوں کو ''اُف'' (بھی) نہ کہنا، اوران دونوں کو نہ جھڑکنا، اوران دونوں کے لئے انتہائی نرم (اورادب والی) بات کہنا، اوران دونوں کے لئے شفقت سے عاجزی کے بازو جھکا کر رکھنا، اورآپ یہ کہئے کہ اے میرے رب! ان دونوں پرآپ اسی طرح رحم فرمایئے، جس طرح انہوں نے میری بچپن میں تربیت فرمائی۔ آپ کا رب خوب جانتا ہے، اس چیز کو جو تمہارے دلوں میں ہے، اگرتم نیک ہوگے، تو بے شک وہ (یعنی آپ کا رب) خوب توبہ کرنے والوں (کے گناہوں) کی انتہائی مغفرت فرمانے والا ہے (سورہ بنی اسرائیل)

مذکورہ آیات میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی خالص عبادت کرنے اورشرک سے بچنے کے بعد والدین کے ساتھ احسان یعنی نیک سلوک کرنے کا حکم فرما کر پھران کا انتہائی ادب واحترام کرنے اوران کے لئے دعاء کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ [1]

---

[1] (وقضى) أمر (ربک أ) ن أى بأن (لا تعبدوا إلا إياه و) أن تحسنوا (بالوالدين إحسانا) بأن تبروهما (إما يبلغن عندک الكبر أحدهما) فاعل (أو كلاهما) وفى قراء ة يبلغان فأحدهما بدل من ألفه (فلا تقل لهما أف) بفتح الفاء وكسرها منونا وغير منون مصدر بمعنى تبا وقبحا (ولا تنهرهما) تزجرهما (وقل لهما قولا كريما) جميلا لينا.

(واخفض لهما جناح الذل) ألن لهما جانبک الذليل (من الرحمة) أى لرقتک عليهما

(وقل رب ارحمهما كما) رحمانى حين (ربيانى صغيرا)

(ربكم أعلم بما فى نفوسكم) من إضمار البر والعقوق (إن تكونوا صالحين) طائعين لله (فإنه كان للأوابين) الرجاعين إلى طاعته (غفورا) لما صدر منهم فى حق الوالدين من بادرة وهم لا يضمرون عقوقا (تفسير الجلالين، تحت آيت ۲۳تا ۲۵،من سورة الاسراء)

www.idaraghufran.org

قرآن میں انسان کو والدین سے حسنِ سلوک کی وصیت

سورہ عنکبوت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا وَإِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ

(سورة عنكبوت، رقم الآية ٨)

ترجمہ: اور ہم نے انسان کو والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کی وصیت (وتاکید) کر دی، اور اگر والدین آپ سے اس چیز کی جدوجہد کریں، کہ آپ میرے (یعنی اللہ کے) ساتھ شریک ٹھہرائیں، اس چیز کو کہ آپ کے پاس جس کے بارے میں کوئی علم نہیں، تو آپ ان کی اطاعت نہ کرنا، میری طرف ہی تمہارا مرجع (یعنی لوٹ کر آنے کی جگہ) ہے، پھر میں تمہیں متنبہ کردوں گا، ان کاموں پر، جو تم (دنیا میں) کرتے رہے (سورہ عنکبوت)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کی وصیت کرنے کا ذکر فرمایا ہے، اور وصیت سے مراد انتہائی تاکید والا حکم ہے۔

اس آیت سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ ایسے کام میں والدین کی اطاعت نہیں کرنی چاہئے، جس سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی لازم آتی ہو۔ [1]

سورہ لقمان میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَفِصَالُهٗ فِيْ عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيْرُ وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلٰى

---

[1] (ووصنا الإنسان بوالديه حسنا) أى إيصاء ذا حسن بأن يبرهما (وإن جاهداك لتشرك بى ما ليس لك به) بإشراكه (علم) موافقة للواقع فلا مفهوم له (فلا تطعهما) فى الإشراك (إلى مرجعكم فأنبئكم بما كنتم تعملون) فأجازيكم به (تفسير الجلالين، تحت آيت ٨ من سورة العنكبوت)

www.idaraghufran.org

أَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (سورة لقمان رقم الآيات ۱۴، ۱۵)

ترجمہ: اور وصیت کردی ہم نے انسان کو اس کے والدین کے متعلق (احسان اور حسنِ سلوک کرنے کی) اٹھایا اس کو اس کی ماں نے ضعف پر ضعف کے ساتھ ، اور اس کا دودھ چھڑانا دو سال میں ہے، کہ آپ میری اور اپنے والدین کی شکر گزاری کریں، میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ اور اگر وہ آپ سے اس بات کی جدوجہد کریں کہ آپ میرے ساتھ اس چیز کو شریک ٹھہرائیں کہ نہیں ہے آپ کے پاس جس کے بارے میں کوئی علم، تو تم ان کی اطاعت نہ کرنا، اور ان کے ساتھ دنیا میں اچھے طریقے سے رہنا، اور آپ اس شخص کے راستے کی اتباع کرنا، جو میری طرف متوجہ ہو، پھر میری طرف ہی تمہارا مرجع (یعنی لوٹ کر آنے کی جگہ) ہے، پھر میں تمہیں متنبہ کردوں گا، ان کاموں پر، جو تم (دنیا میں) کرتے رہے (سورہ لقمان)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی شکر گزاری کے ساتھ ساتھ والدین کی شکر گزاری کی بھی وصیت فرمائی ہے، جس سے اس عمل کی تاکید مقصود ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔

اور بطورِ خاص انسان کی والدہ کے متعلق اس کے لئے حمل اور بچپن کی حالت کی مشقتیں برداشت کرنے کی یاددہانی فرمائی ہے۔

اور یہاں اللہ کی شکر گزاری سے مراد اللہ تعالیٰ کی حمد اور اطاعت ہے، اور والدین کی شکر گزاری سے مراد ان کے ساتھ نیک سلوک اور صلہ رحمی کا برتاؤ کرنا ہے۔ [1]

---

[1] (وفصاله في عامين) يعنى بالفصال الفطام من رضاع اللبن. .واختلف فى حكم الرضاع بعد الحولين هل يكون فى التحريم كحكمه فى الحولين على أربعة أقاويل :

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

www.idaraghufran.org

اوراس آیت سے بھی یہ بات معلوم ہوگئی کہ ایسے کام میں والدین کی اطاعت نہیں کرنی چاہئے، جس سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی لازم آتی ہو۔

حدیث میں بھی اس کی وضاحت آئی ہے۔

چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَتْ أُمِّىْ حَلَفَتْ أَنْ لَّا تَأْكُلَ وَلَا تَشْرَبَ حَتّٰى أُفَارِقَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ :(وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلٰى أَنْ تُشْرِكَ بِىْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِى الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا) (الأدب المفرد، رقم الحديث ٢٤،باب بر الوالد المشرك) [1]

ترجمہ: میری والدہ نے یہ قسم کھالی تھی کہ وہ اس وقت تک کھائیں پئیں گی نہیں، جب تک میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے علیٰحدگی اختیار نہ کرلوں، تو اللہ عزوجل نے سورہ لقمان کی یہ آیت نازل فرمائی کہ:

”وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلٰى أَنْ تُشْرِكَ بِىْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِى الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا“

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أحدهما :أنه لا يحرم بعد الحولين ولو بطرفة عين لتقدير الله له بالحولين ولقول النبى صلى الله عليه وسلم : لا رضاعة بعد الحولين وهذا قول الشافعى .الثانى :أنه يحرم بعد الحولين بأيام ، وهذا قول مالك .الثالث :يحرم بعد الحولين بستة أشهر استكمالاً لثلاثين شهراً لقوله :(وحمله وفصاله ثلاثون شهرا) قاله أبو حنيفة .الرابع :أن تحريمه غير مقدر وأنه يحرم فى الكبير كتحريمه فى الصغير ، وهذا قول بعض أهل المدينة .

(أن اشكر لى ولوالديك) أى اشكر لى النعمة ولوالديك التربية .وشكر الله بالحمد والطاعة وشكر الوالدين بالبر والصلة ، قال قتادة :إن الله فرق بين حقه وحق الوالدين وقال اشكر لى ولوالديك .(إلى المصير) يعنى إلى الله المرجع فيجازى المحسن بالجنة والمسىء بالنار (النكت والعيون لأبى الحسن على بن محمد بن محمد بن حبيب البصرى البغدادى، الشهير بالماوردى”المتوفىٰ ٤٥٠هـ، تحت آيت ١٤، ١٥، من سورة لقمان)

[1] قال الألبانى:

صحيح (حاشية الادب المفرد)

www.idaraghufran.org

یعنی ''اور اگر وہ جدہ جہد کریں آپ سے اس بات کی کہ آپ میرے ساتھ اس چیز کو شریک ٹھہرائیں، کہ نہیں ہے آپ کے پاس جس کے بارے میں کوئی علم، تو تم ان کی اطاعت نہ کرنا، اور ان کے ساتھ دنیا میں اچھے طریقے سے رہنا''

(الادبُ المفرد)

سورہ احقاف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا حَتّٰى إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ. أُولٰئِكَ الَّذِينَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّئَاتِهِمْ فِي أَصْحَابِ الْجَنَّةِ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ (سورة الاحقاف، رقم الآيات ۱۵ الی ۱۷)

ترجمہ: اور ہم نے وصیت (وتاکید) کردی انسان کو اس کے والدین کے ساتھ احسان کرنے کی، اس کی ماں نے اس کو مشقت کے ساتھ اٹھائے رکھا، اور اس کو مشقت کے ساتھ جنا، اور اس کا حمل اور اس کا دودھ چھوڑنا تیس مہینوں میں ہے، یہاں تک کہ جب وہ پہنچ گیا اپنی قوت کو اور پہنچ گیا چالیس سال کو، تو اس نے کہا کہ اے میرے رب! مجھے توفیق عطا فرمایئے اس بات کی کہ میں آپ کی اس نعمت کا شکر کروں، جو آپ نے مجھ پر اور میرے والدین پر انعام فرمایا، اور اس بات کی کہ میں نیک عمل کروں، جس سے آپ راضی ہوجائیں، اور میرے لئے میری نسل میں بھی اصلاح فرمایئے، میں آپ کی طرف رجوع کرتا ہوں، اور میں مسلمین میں سے ہوں، یہی لوگ ہیں کہ قبول کرتے ہیں ہم ان کے اچھے اعمال

www.idaraghufran.org

کو، اور درگزر کردیتے ہیں ان کی برائیوں کو، یہ جنت والوں میں ہیں، اس سچے وعدے کے مطابق، جو ان سے دنیا میں کیا جاتا رہا(سورہ احقاف)

ان آیات میں بھی اللہ تعالیٰ نے انسان کو والدین کے ساتھ احسان ونیک سلوک کرنے کی وصیت وتاکید کو بیان فرمایا ہے، اور بطورِ خاص انسان کے لئے اس کی ماں کا حمل اور ولادت اور بچپن کی حالت کی مشقتوں کو برداشت کرنے کا ذکر فرمایا ہے، جس کے نتیجہ میں ہی انسان جوان اور بڑا ہوتا ہے، اور پھر اسے اللہ تعالیٰ اور والدین کی شکر گزاری اور نیک عمل کرنے کی توفیق ہوتی ہے، اور اس کے بعد وہ جنت کا مستحق بنتا ہے۔ [1]

---

[1] (ووصينا الإنسان بوالديه حسنا) وفى قراء ة إحسانا أى أمرناه أن يحسن إليهما فنصب إحسانا علـى الـمصدر بفعله المقدر ومثله حسنا (حملته أمه كرها ووضعته كرها) أى على مشقة (وحمله وفصاله) من الرضاع (ثلاثون شهرا) ستة أشهـر أقل مدة الحمل والباقى أكثر مدة الرضاع وقيل إن حملت به ستة أو تسعة أرضعته الباقى (حتى) غاية لجملة مقدرة أى وعاش حتى (إذا بلغ أشده) هو كـمـال قـوته وعقله ورأيه أقله ثلاث وثلاثون سنة أو ثلاثون (وبلغ أربعين سنة) أى تمامها وهو أكثر الأشد (قال رب) إلـخ نـزل فى أبى بكر الصديق لما بلغ أربعين سنة بعد سنتين من مبعث النبى صلى الـلـه عـلـيـه وسـلـم آمـن بـه ثـم آمن أبواه ثم ابنه عبد الرحمن وبن عبد الرحمن أبو عتيق (أوزعنى) ألهمنى (أن أشكر نعمتک التى أنعمت) بها (على وعلى والدى) وهى التوحيد (وأن أعمل صالحا ترضاه) فـأعـتـق تـسـعـة مـن المؤمنين يعذبون فى الله وأصلح لى فى ذريتى فكلهم مؤمنون (إنى تبت إليک وإنى من المسلمين)

(أولئک) أى قـائـلـو هذا القول أبو بكر وغيره (الذين نتقبل عنهم أحسن) بـمـعنى حسن (ما عملوا ونـتـجـاوز عن سيئاتهم فى أصحاب الجنة) حـال أى كـائـنـين فى جملتهم (وعد الصدق الذى كانوا يوعدون) فى قوله تعالى (وعد الله المؤمنين والمؤمنات جنات)

(والذى قال لوالديه) وفـى قراء ة بالإدغام أريد به الجنس (أف) بـكسر الفاء وفتحها بمعنى مصدر أى نتنا وقبحا (لكما) أتـضـجـر منكما (أتعداننى) وفـى قراء ة بالإدغام (أن أخرج) من القبر (وقد خلت القرون) الأمم (من قبلى) ولم تخرج من القبور (وهما يستغيثان الله) يسألانه الغوث برجوعه ويقولان إن لم ترجع (ويلک) أى هلاكک بمعنى هلكت (آمن) بـالبعث (إن وعد الله حق فيقول ما هذا) أى القول بالبعث (إلا أساطير الأولين) أكاذيبهم.

(أولئک الذين حق) وجب (عليهم القول) بـالعذاب (فى أمم قد خلت من قبلهم من الجن والإنس إنهم كانوا خاسرين)(تفسير الجلالين تحت رقم الآيات ۱۵ الى ۱۸ من سورة الاحقاف)

www.idaraghufran.org

یحیٰ علیہ السلام کا والدین کے ساتھ حسنِ سلوک

سورہ مریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يَا يَحْيٰى خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ وَآتَيْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا .وَحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكَاةً وَكَانَ تَقِيًّا .وَبَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا (سورة مريم تحت رقم الآيات ۱۲ الى ۱۴)

ترجمہ: اے یحیٰ! آپ (اللہ کی) کتاب کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ لیجئے، اور ہم نے یحیٰ کو اپنا حکم بچپن کی حالت میں ہی عطا فرما دیا تھا۔ اور ہم نے اپنے طرف سے نرم دِلی اور پاکیزگی بھی عطا کی تھی، اور وہ انتہائی متقی اور اپنے والدین کے ساتھ نیکی کرنے والے تھے، اور وہ سرکش، نافرمان نہیں تھے (سورہ مریم)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یحیٰ علیہ السلام کے متقی ہونے کی صفت بیان کرتے ہوئے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا ذکر فرمایا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ والدین کے ساتھ نیک سلوک تقویٰ کی نشانی اور اللہ کے نبیوں کی صفات میں سے ہے۔ [1]

خلاصہ یہ کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے کہیں اپنی عبادت کرنے اور شرک سے بچنے کا حکم فرمانے کے ساتھ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک اور اچھا برتاؤ کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

اور کہیں انسان کو والدین کے ساتھ حسنِ سلوک یا اچھا برتاؤ کرنے کی وصیت و تاکید بیان فرمائی ہے، اور کہیں والدین کے ساتھ حسنِ سلوک یا اچھا برتاؤ کرنے کے عمل کو جلیلُ القدر نبی

---

[1] وبعد ولادته بسنتين .قال تعالى له :(يايحيى خذ الكتاب) أى التوراة (بقوة) بجد (و اتيناه الحكم) النبوة (صبيا) ابن ثلاث سنين .

(وحنانا) رحمة للناس (من لدنا) من عندنا (وزكواة) صدقة عليهم (وكان تقيا) روى أنه لم يعمل خطيئة ولم يهمّ بها .

(وبرا بوالديه) أى :محسناً إليهما (ولم يكن جبارا) متكبراً (عصيا) عاصيا لربه (تفسير الجلالين، تحت ۱۲ تا ۱۴ من سورة مريم)

www.idaraghufran.org

کی صفت کے طور پر بیان فرمایا ہے، اور ان سب آیات سے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک اور اچھا برتاؤ کرنے کی تاکید اور اہمیت معلوم ہوتی ہے۔

قرآن مجید کے علاوہ کئی احادیث میں والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید اور ان کے ساتھ بدسلوکی اور ان کو بے جا تکلیف پہنچانے اور ان کی نافرمانی کے شدید گناہ اور باعثِ وبال ہونے کا ذکر آیا ہے، اور والدین کی نافرمانی وایذاء رسانی کو احادیث میں ''عقوق'' کے الفاظ سے بیان کیا گیا ہے، جس کی کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

اللہ کی طرف سے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کی وصیت

حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰـهِ صَلَّى اللّٰـهُ عَلَيْـهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ يُوْصِيْكُمْ بِأُمَّهَاتِكُمْ ثَلَاثًا. إِنَّ اللّٰـهَ يُوْصِيْكُمْ بِآبَائِكُمْ، إِنَّ اللّٰهَ يُوْصِيْكُمْ بِالْأَقْرَبِ فَالْأَقْرَبِ (سنن ابن ماجه) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تمہیں اپنی ماؤں کے ساتھ حسنِ سلوک کی وصیت (وتاکید) فرماتا ہے، تین مرتبہ یہی فرمایا، پھر فرمایا کہ اللہ تمہیں اپنے باپوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی وصیت (وتاکید) فرماتا ہے، اللہ تمہیں نزدیک تر رشتہ دار سے حسنِ سلوک کی وصیت (وتاکید) فرماتا ہے، پھر اس کے بعد جو نزدیک تر ہو (درجہ بدرجہ ان سے حسنِ سلوک کی تاکید فرماتا ہے) (ابنِ ماجہ)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کی طرف سے رشتہ داروں اور خاص طور پر والدین کے ساتھ حسنِ

---

[1] رقم الحديث ٣٦٦١، أبواب الأدب، باب بر الوالدين، مسند احمد، رقم الحديث ١٧١٨٧.

قال شعيب الارنؤوط:

إسناده حسن (حاشية سنن ابن ماجه و مسند احمد)

www.idaraghufran.org

سلوک کی وصیت یعنی تاکید کی گئی ہے۔ [1]

والدین کے حکم سے مال سے نکلنے کا حکم

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند وصیتیں فرمائیں، جن میں یہ وصیت بھی فرمائی کہ:

وَأَطِعْ وَالِدَيْکَ، وَإِنْ أَمَرَاکَ أَنْ تَخْرُجَ مِنْ دُنْيَاکَ فَاخْرُجْ لَهُمَا (الادب المفرد للبخاری، رقم الحديث ۱۸، باب يبر والديه ما لم يكن معصية) [2]

ترجمہ: اور اپنے والدین کی اطاعت کرو، اور اگر وہ آپ کو یہ حکم فرمائیں کہ آپ اپنی دنیا (یعنی مال وگھر) سے نکل جائیں تو آپ اُن کی خاطر نکل جائیں (الادب المفرد)

اس قسم کی حدیث حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [3]

---

[1] (أن الله يوصيكم بأمهاتكم) أى من النسب قاله (ثلاثا) أى كرره ثلاث مرات لمزيد التأكيد ثم قال فى الرابعة (أن الله يوصيكم بآبائكم) وأن علوا قاله (مرتين) إشارة إلى تأكده وأنه دون تأكد حق الأم ثم قال (إن الله يوصيكم بالأقرب فالأقرب) من النسب قاله مرة واحدة إشارة إلى أنه دون ما قبله فيقدم فى البر الأم فالأب فالأولاد فالأجداد فالجدات فالأخوة والأخوات فالمحارم (خد هـ طب ک عن المقدام) بن معد يكرب بإسناد حسن(التيسير بشرح الجامع الصغير،للمناوى، ج ا، ص۲۷۸،حرف الهمزة)

[2] قال الهيثمى:

رواه الطبرانى، وفيه شهر بن حوشب، وحديثه حسن، وبقية رجاله ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۱۵ ۷، باب وصية رسول الله صلى الله عليه وسلم)

و قال الالبانى: حسن (حاشية الادب المفرد)

[3] عن معاذ قال :أوصانى رسول الله صلى الله عليه وسلم بعشر كلمات قال " :لا تشرک بالله شيئا وإن قتلت وحرقت، ولا تعقن والديک، وإن أمراک أن تخرج من أهلک ومالک، ولا تتركن صلاة مكتوبة متعمدا؛ فإن من ترک صلاة مكتوبة متعمدا فقد برئت منه ذمة الله، ولا تشربن خمرا؛ فإنه رأس كل فاحشة، وإياک والمعصية، فإن

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات والدین کے حق کی اہمیت وعظمت کو بیان کرنے کے لئے بطورِ مبالغے کے بیان فرمائی، اور مراد یہ ہے کہ والدین کے حکم کی تعمیل میں کسی چیز کو اہمیت نہیں دینی چاہیے۔

مگر یہ بات ضروری ہے کہ والدین کے حکم کی تعمیل میں اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی خلاف ورزی لازم نہ آ رہی ہو۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بالمعصية حل سخط الله عز وجل، وإياك والفرار من الزحف وإن هلك الناس، وإذا أصاب الناس موتان وأنت فيهم فاثبت، وأنفق على عيالك من طولك، ولا ترفع عنهم عصاك أدبا وأخفهم في الله (مسند احمد، رقم الحديث ٢٢٠٧٥،المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ١٥٦؛ المعجم الاوسط، رقم الحديث ٧٩٥٦)

قال الهيثمي:

رواه أحمد، والطبراني في الكبير، ورجال أحمد ثقات إلا أن عبد الرحمن بن جبير بن نفير لم يسمع من معاذ، وإسناد الطبراني متصل، وفيه عمرو بن واقد القرشي، وهو كذاب (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٧١١٠)

وقال في موضع آخر:

رواه الطبراني في الأوسط، وفيه عمرو بن واقد، ضعفه البخاري وجماعة، وقال الثوري: كان صدوقا (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٣٩٦)

وقال الالباني: و جملة القول أن الحديث بهذه الطرق والشواهد صحيح بلا ريب (إرواء الغليل في تخريج أحاديث منار السبيل، تحت رقم الحديث ٢٠٢٦)

[1] (ولا تعقن والديك) أي تخالفنهما، أو أحدهما فيما لم يكن معصية إذ لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق (وإن أمراك أن تخرج من أهلك أي :امرأتك أو جاريتك، أو عبدك بالطلاق أو البيع أو العتق أو غيرها (ومالك) : بالتصرف في مرضاتهما .قال ابن حجر :شرط للمبالغة باعتبار الأكمل أيضا أي :لا تخالف واحدا منهما، وإن غلا في شيء أمرك به، وإن كان فراق زوجة أو هبة مال، أما باعتبار أصل الجواز فلا يلزمه طلاق زوجة أمراه بفراقها، وإن تأذيا ببقائها إيذاء شديدا؛ لأنه قد يحصل له ضرر بها، فلا يكلفه لأجلهما؛ إذ من شأن شفقتهما أنهما لو تحققا ذلك لم يأمراه به فإلزامهما له مع ذلك حمق منهما، ولا يلتفت إليه، وكذلك إخراج ماله (مرقاة المفاتيح، ج ١ ص ٣٢، ١٣٣، كتاب الايمان، باب الكبائر وعلامات النفاق)

وسئل الحسن :ما بر الوالدين ؟ قال :أن تبذل لهما ما ملكت ، وتطيعهما فيما أمراك ما لم يكن معصية ، قيل :فما العقوق ؟ قال :أن تهجرهما وتحرمهما (شرح السنة ـ للإمام البغوى، تحت رقم الحديث ٣٤٣٨،ج١٣ ٢٦،كتاب البر والصلة،باب ثواب صلة الرحم وإثم من قطعها،باب تحريم اللعب بالنرد)

www.idaraghufran.org

گناہ کے کام میں اطاعت نہیں

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَلسَّمْعُ وَالطَّاعَۃُ عَلَی الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِیْمَا أَحَبَّ وَکَرِہَ مَا لَمْ یُؤْمَرْ بِمَعْصِیَۃٍ، فَإِنْ أُمِرَ بِمَعْصِیَۃٍ فَلَا سَمْعَ عَلَیْہِ وَلَا طَاعَۃَ (سنن الترمذی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سننا اور ماننا مسلمان آدمی پر ان چیزوں میں جو پسند ہوں، یا ناپسند ہوں، اس وقت ہے، جب کہ اس کو گناہ کا حکم نہ دیا جائے، پس اگر گناہ کا حکم دیا جائے، تو اس کو سننا اور کہنا ماننا جائز نہیں (ترمذی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا طَاعَۃَ لِبَشَرٍ فِیْ مَعْصِیَۃِ اللّٰہِ

(مسند الإمام أحمد، رقم الحدیث ۱۰۶۵) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی نافرمانی (یعنی گناہ کے کام) میں کسی فردِ بشر کی اطاعت جائز نہیں (مسند احمد)

مطلب یہ ہے کہ جس کام میں گناہ اور اللہ کی نافرمانی لازم آتی ہو، ایسا کام کسی مخلوق کے کہنے پر کرنا جائز نہیں، خواہ والدین ہوں یا کوئی اور ہو۔ [3]

---

[1] رقم الحدیث ۱۷۰۷، ابواب الجهاد، باب ما جاء لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق.
قال الترمذی: وفی الباب عن علی، وعمران بن حصین، والحکم بن عمرو الغفاری وهذا حدیث حسن صحیح.

[2] قال شعیب الارنؤوط: إسناده صحیح علی شرط الشیخبن (حاشیة مسند احمد)

[3] (وعن علی رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: لا طاعة) أی لأحد كما فی روایة الجامع الصغیر أی من الإمام وغیره كالوالد والشیخ (فی معصیة) وفی روایة الجامع: فی معصیة الله (إنما الطاعة فی المعروف) أی ما لا ینكره الشرع (متفق علیه) ورواه أبو داود وابن ماجه (مرقاة المفاتیح، ج۳، ص۲۳۹۳، كتاب الإمارة والقضاء)

www.idaraghufran.org

اسی وجہ سے اگر والدین یا ان میں سے کوئی ایک بیوی کے شرعی حق کو تلف کرنے کا حکم کریں، تو اس میں ان کی اطاعت جائز نہیں۔

والدین سے قطع رحمی و بدسلوکی کبیرہ ترین گناہ ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سُئِلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْکَبَائِرِ، قَالَ: اَلْإِشْرَاکُ بِاللّٰہِ، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ، وَقَتْلُ النَّفْسِ، وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ (بخاری) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کبیرہ گناہوں کے بارے میں سوال کیا گیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا، اور والدین کے ساتھ بدسلوکی (وقطع رحمی) کرنا، اور جان کو قتل کرنا، اور جھوٹی گواہی دینا (بخاری)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ والدین کے ساتھ قطع رحمی و بدسلوکی اور ان کی بے جا نافرمانی اور ان کو بے جا تکلیف پہنچانا سخت اور کبیرہ ترین گناہ ہے۔ [2]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

جَاءَ أَعْرَابِیٌّ إِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، مَا الْکَبَائِرُ؟ قَالَ: اَلْإِشْرَاکُ بِاللّٰہِ قَالَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: ثُمَّ عُقُوْقُ

---

[1] رقم الحدیث ۲۶۵۳، کتاب الشهادات، باب ما قیل فی شهادة الزور.

[2] (الكبائر الإشراک بالله) هو جعل أحد شريكا للآخر، والمراد هاهنا اتخاذ إله غير الله، وأراد به الكفر، واختار لفظ الإشراک لأنه كان غالبا في العرب (وعقوق الوالدين) أی قطع صلتهما، مأخوذ من العق، وهو الشق والقطع، والمراد عقوق أحدهما قيل :هو إيذاء لا يحتمل مثله من الولد عادة، وقيل :عقوقهما مخالفة أمرهما فيما لم يكن معصية، وفی معناهما الأجداد والجدات، ثم اقترانه بالإشراک لما بينهما من المناسبة، إذ فی كل قطع حقوق السبب فی الإيجاد والإمداد، وإن كان ذلک لله حقيقة وللوالدين صورة، ونظيره قوله تعالى :(واعبدوا الله ولا تشركوا به شيئا وبالوالدين إحسانا)وقوله عز وجل :(أن اشكر لی ولوالديک) (وقتل النفس) أی بغير حق (مرقاة المفاتیح، ج ۱، ص ۱۲۲، کتاب الایمان، باب الکبائر وعلامات النفاق)

www.idaraghufran.org

الْوَالِدَيْنِ (بخاری) [1]

ترجمہ: ایک دیہاتی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا، اور اس نے کہا کہ اے اللہ کے رسول کبیرہ گناہ کیا ہیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا، اس نے کہا پھر کون سا گناہ کبیرہ ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ والدین سے بدسلوکی (اور ان کی نافرمانی) کرنا (بخاری)

اس قسم کی حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ [2]

شرک کے بعد والدین سے قطع رحمی، بدسلوکی اور ان کی نافرمانی وایذاء رسانی کو کبیرہ گناہ قرار دیئے جانے سے معلوم ہوا کہ یہ گناہ انتہائی شدید ہے، اسی لئے اسے شرک کے گناہ کے بعد ذکر کیا گیا، نیز قرآن مجید میں بھی توحید کے حکم اور شرک سے بچنے کے ساتھ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کا ذکر کیا گیا ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

صَعِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمِنبَرَ، فَقَالَ: لَا أُقْسِمُ، لَا أُقْسِمُ، لَا أُقْسِمُ، ثُمَّ نَزَلَ، فَقَالَ: أَبْشِرُوْا أَبْشِرُوْا، إِنَّهُ مَنْ صَلَّى الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ، وَاجْتَنَبَ الْكَبَائِرَ دَخَلَ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَاءَ، قَالَ الْمُطَّلِبُ: سَمِعْتُ رَجُلًا يَسْأَلُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو: أَسَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُهُنَّ؟، قَالَ: نَعَمْ:

---

[1] رقم الحديث ٦٩٢٠، كتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب إثم من أشرك بالله، وعقوبته فى الدنيا والآخرة.

[2] عن عبد الرحمن بن أبى بكرة، عن أبيه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألا أحدثكم بأكبر الكبائر؟ قالوا: بلى يا رسول الله، قال: الإشراك بالله، وعقوق الوالدين، قال: وجلس وكان متكئا، فقال: وشهادة الزور، أو قول الزور، فما زال رسول الله صلى الله عليه وسلم يقولها حتى قلنا ليته سكت وفى الباب عن أبى سعيد: هذا حديث حسن صحيح وأبو بكرة اسمه نفيع بن الحارث (سنن الترمذى، رقم الحديث ١٩٠١)

www.idaraghufran.org

عُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ، وَالشِّرْكُ بِاللّٰهِ، وَقَتْلُ النَّفْسِ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ، وَالْفِرَارُ مِنَ الزَّحْفِ، وَأَكْلُ الرِّبَا (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۳) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ منبر پر چڑھے، پھر فرمایا کہ میں قسم کھاتا ہوں، میں قسم کھاتا ہوں، میں قسم کھاتا ہوں، پھر منبر سے نیچے تشریف لے آئے، پھر فرمایا کہ تم خوشخبری حاصل کرو، خوشخبری حاصل کرو، جس نے پانچ وقت کی نماز پڑھی اور کبیرہ گناہوں سے اپنے آپ کو بچایا، تو وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے گا، داخل ہوجائے گا، حضرت مُطّلب راوی کہتے ہیں کہ میں نے ایک آدمی سے سنا، اس نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کبیرہ گناہوں کا ذکر سنا ہے، انہوں نے فرمایا کہ جی ہاں! وہ یہ ہیں، والدین سے بدسلوکی (اور قطع رحمی) کرنا، اور اللہ کے ساتھ شرک کرنا، اور کسی جان کو قتل کرنا، اور پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانا، اور یتیم کا مال کھانا، اور میدانِ جہاد سے راہِ فرار اختیار کرنا، اور سود کھانا (طبرانی)

---

[1] قال الالبانی:
قلت: وهذا إسناد حسن إن شاء الله تعالى، رجاله ثقات من رجال "التهذيب"؛ غير مسلم بن الوليد بن رباح، أورده ابن أبى حاتم فقال:
.."مولى آل أبى ذباب، روى عن المطلب بن عبد الله بن حنطب. وكان البخارى أخرج هذا الاسم فى باب (الوليد بن مسلم بن أبى رباح)، فقال أبو زرعة: إنما هو (مسلم بن الوليد). وكذا قاله أبى ولم يذكر فيه جرحا ولا تعديلا. وهو فى "تاريخ البخارى (۴/۲/۱۵۳/۲۵۳۴) "كما ذكر على القلب! والصواب ما فى "الجرح" كما جزم المحقق اليمانى رحمه الله فى تعليقه على "التاريخ"، وكذلك ذكره الحافظ المزى فى الرواة عن (المطلب بن عبد الله بن حنطب) من كتابه "تهذيب الكمال."
وذكره كذلك ابن حبان فى "الثقات" مختصرا؛ فقال (۷/۴۴۶): "مسلم بن الوليد، يروى عن أبيه عن أبي هريرة، روى عنه ابن الهاد، والدراوردى "(سلسلة الأحاديث الصحيحة، رقم الحديث ۳۴۵۱)

www.idaraghufran.org

اس سے معلوم ہوا کہ والدین سے قطع رحمی و بدسلوکی اور ان کی نافرمانی اور ایذاء رسانی اتنا سخت گناہ ہے کہ اس کو اللہ کے ساتھ شرک کے بعد ذکر کیا گیا ہے، جس سے اس طرف اشارہ ہے کہ حقوق اللہ میں کبیرہ ترین گناہ شرک ہے، اور حقوق العباد میں والدین کے ساتھ قطع رحمی و بدسلوکی کبیرہ ترین گناہ ہے۔ [1]

والدین سے بدسلوکی کا مرتکب جنت میں داخل نہ ہوگا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنَّانٌ، وَلَا عَاقٌّ وَالِدَيْهِ، وَلَا مُدْمِنُ خَمْرٍ (مسند احمد) [2]

ترجمہ: احسان جتلانے والا، والدین کا نافرمان اور شراب نوشی کا عادی جنت میں داخل نہ ہوگا (مسند احمد)

اسی قسم کی حدیث حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [3]

مطلب یہ ہے کہ مذکورہ گناہ ایسے ہیں کہ اگر کوئی ان گناہوں کا ارتکاب کرنے کے بعد ان کی تلافی کیے بغیر فوت ہو جائے، تو وہ جنت میں داخل نہ ہوگا، اور جب داخل ہوگا، تو اس کی سخت

---

[1] قوله :(وعقوق الوالدين) قيل :العقوق كيف يكون فى درجة الإشراك وهو كفر؟ وأجيب : إنما أدخل فى سلكه تعظيما لأمر الوالدين وتغليظا على العاق أو المراد :إن أكبر الكبائر فيما يتعلق بحق الله الإشراك، وفيما يتعلق بحق الناس العقوق (عمدة القارى للعينى، ج ٢٢، ص ٢٦٠، كتاب الاستئذان، باب السرير)

[2] رقم الحديث ٦٨٨٢،مؤسسة الرسالة، بيروت، سنن نسائى، رقم الحديث ٥٦٧٢، كتاب الاشربة، باب تحريم الخمر.

قال شعيب الارنؤوط:

صحيح لغيره(حاشية مسند احمد)

[3] عن أبى سعيد، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال " :لا يدخل الجنة منان، ولا عاق، ولا مدمن خمر (مسند احمد، رقم الحديث ١١٢٢٢)

Idara Ghufran
www.idaraghufran.org

سزا پا کر ہی داخل ہوگا۔ [1]

بعض روایات میں یہ مضمون آیا ہے کہ:

''والدین کا نافرمان جنت کی خوشبو نہیں پا سکے گا، اور جنت کی خوشبو پانچ سو اور ایک روایت کے مطابق ہزار سال کی مسافت سے پالی جاتی ہے''

مگر ان روایات کی اسناد ضعیف یا شدید ضعیف ہیں۔ [2]

---

[1] (وعن عبد الله بن عمرو) بالواو (قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم :لا يدخل الجنة منان)، قيل :هو من المنة أى :من يمن على الناس بما يعطيهم وذلك مذموم .قال تعالى :(لا تبطلوا صدقاتكم بالمن والأذى) ، وقيل :من المن بمعنى القطع .قال تعالى :(وإن لك لأجرا غير ممنون) ، ومنه المنية أى :قاطع الرحم، وقاطع الطريق، والظاهر أن الصيغة للنسبة أى :صاحب المن (ولا عاق) ، أى :عاص بأحد والديه (ولا مدمن خمر) أى :شاربهما من غير توبة، وأما ما قيل من أن المعنى :من يداوم على شرب الخمر فله مفهوم غير صحيح .قال التوربشتى :محمل هذا أنه لا يدخل مع الفائزين، أو لا يدخل حتى يعاقب بما اجترحه من الإثم بكل واحد من الأعمال الثلاثة. قلت :لا بد من تقييده بالمشيئة لقوله تعالى :(ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء) ، أى :بشفاعة أو بغيرها (مرقاة المفاتيح، ج۷، ص ۳۰۹۱، كتاب الآداب، باب البر و الصلة)

[2] حدثنا الحسين بن بشر الصابونى البصرى، حدثنا عبد الواحد بن غياث، حدثنا الربيع بن بدر، حدثنا هارون بن رئاب الأسيدى، عن مجاهد، عن أبى هريرة قال :قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم :تراح ريح الجنة من مسيرة خمسمائة عام ,ولا يجد ريحها منان بعمله ,ولا مدمن خمر ,ولا عاق لم يروه عن هارون إلا الربيع (المعجم الصغير للطبرانى، رقم الحديث ۴۰۸)

قال الهيثمى:

رواه الطبرانى فى الصغير وفيه الربيع بن بدر وهو متروك .(مجمع الزوائد ج۸ص۱۴۸ ،تحت رقم الحديث ۱۳۴۳۵ ،باب ما جاء فى العقوق)

حدثنا سليمان بن أحمد، ثنا محمد بن عبد الله الحضرمى، ثنا محمد بن أحمد بن محمد بن طريف، ثنا أبى، ثنا محمد بن كثير، قال :حدثنى جابر الجعفى، عن أبى جعفر محمد بن على، عن جابر قال :قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم :إن ريح الجنة لتوجد من مسيرة ألف عام، والله لا يجد ريحها عاق، ولا قاطع رحم (صفة الجنة لابى نعيم الاصبهانى، رقم الحديث ۱۹۵)

حدثنا محمد بن عبد الله الحضرمى قال :نا أحمد بن محمد بن طريف البجلى قال :نا أبى قال :نا محمد بن كثير الكوفى، قال نا جابر الجعفى، عن أبى جعفر محمد بن على بن حسين، عن جابر بن عبد الله قال :خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم،

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

والدین سے بدسلوکی کا مرتکب، اللہ کی نظرِ رحمت سے محروم

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَلَاثٌ لَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ، وَلَا يَنْظُرُ اللّٰهُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: اَلْعَاقُّ بِوَالِدَيْهِ، وَالْمَرْأَةُ الْمُتَرَجِّلَةُ اَلْمُتَشَبِّهَةُ بِالرِّجَالِ، وَالدَّيُّوْثُ، وَثَلَاثَةٌ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: اَلْعَاقُّ بِوَالِدَيْهِ، وَالْمُدْمِنُ الْخَمْرَ، وَالْمَنَّانُ بِمَا أَعْطٰى (مسند احمد) [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ونحن مجتمعون، فقال :يا معشر المسلمين، اتقوا الله، وصلوا أرحامكم، فإنه ليس من ثواب أسرع من صلة رحم، وإياكم والبغى، فإنه ليس من عقوبة أسرع من عقوبة بغى، وإياكم وعقوق الوالدين، فإن ريح الجنة يوجد من مسيرة ألف عام، والله لا يجدها عاق، ولا قاطع رحم، ولا شيخ زان، ولا جار إزاره خيلاء، إنما الكبرياء لله رب العالمين، والكذب كله إثم إلا ما نفعت به مؤمنا، ودفعت به عن دين، وإن فى الجنة لسوقا ما يباع فيها، ولا يشترى، ليس فيها إلا الصور، فمن أحب صورة من رجل أو امرأة دخل فيها.

لا يروى هذا الحديث عن جابر إلا بهذا الإسناد، تفرد به أحمد بن محمد بن طريف (المعجم الاوسط للطبرانى، رقم الحديث ۵۶۶۴)

قال الهيثمى:

رواه الطبرانى فى الاوسط من طريق محمد بن كثير عن جابر الجعفى وكلاهما ضعيف جدا (مجمع الزوائد ج۸ص ۱۴۹ ،تحت رقم الحديث ۱۳۴۳۶ ،باب ما جاء فى العقوق)

[1] رقم الحديث ۶۱۸۰، سنن نسائى، رقم الحديث ۲۵۶۲، كتاب الزكاة، باب المسر بالصدقة.

قال شعيب الارنؤوط:إسناده حسن، رجاله ثقات رجال الشيخين غير عبد الله بن يسار، فقد روى عنه جمع، وذكره ابن حبان فى "الثقات"، وصحح حديثه هذا هو والحاكم والذهبى .يعقوب :هو ابن إبراهيم بن سعد الزهرى المدنى(حاشية مسند احمد)

وقال الهيثمى:رواه البزار باسنادين ورجالهما ثقات(مجمع الزوائد ج۸ص ۱۴۸ ،تحت رقم الحديث ۱۳۴۳۲ ،باب ما جاء فى العقوق)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین آدمی جنت میں داخل نہیں ہوں گے، اور اللہ ان کی طرف قیامت کے دن (رحمت کی) نظر نہیں فرمائے گا، ایک تو والدین کا نافرمان (اور بدسلوکی کا مرتکب) دوسرے مردانہ عورت جو مَردوں کی مشابہت کرنے والی ہو (یعنی چال ڈھال، وضع قطع میں مردانہ پن اختیار کرنے والی فیشن ایبل عورت) اور تیسرے دیوث (یعنی جو اپنی بیوی کو علم ہوتے ہوئے بدکاری سے نہ روکے) اور تین آدمیوں کی طرف اللہ (رحمت کی) نظر نہیں فرمائے گا، ایک والدین کا نافرمان (اور بدسلوکی کا مرتکب) اور دوسرے شراب کا عادی، اور تیسرے (صدقہ خیرات وغیرہ) دے کر احسان جتلانے والا

(مسند احمد، نسائی)

معلوم ہوا کہ والدین سے قطع رحمی، بدسلوکی اور ان کی نافرمانی وایذاء رسانی اتنا سخت گناہ ہے کہ ایسا شخص قیامت کے دن اللہ کی نظرِ رحمت سے محروم رہے گا۔

اور جنت سے محروم ہونے کی تفصیل پہلے ذکر کی جاچکی۔ [1]

والدین کی قطع رحمی وبدسلوکی کے مرتکب پر جنت حرام

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ثَلَاثَةٌ قَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَنَّةَ: مُدْمِنُ الْخَمْرِ، وَالْعَاقُّ، وَالدَّيُّوْثُ، اَلَّذِیْ يُقِرُّ فِیْ أَهْلِهِ الْخَبَثَ (مسند احمد، رقم الحديث ۵۳۷۲) [2]

---

[1] (ثلاثة) من الناس (لا ينظر الله إليهم يوم القيامة) فإن من سخط على غيره واستهان به أعرض عنه (شرح القسطلانى، ج۴، ص ۱۹۷، كتاب الحرث والمزارعة، باب إثم من منع ابن السبيل من الماء)
ومعنى لا ينظر إليهم أى يعرض عنهم ونظره سبحانه وتعالى لعباده رحمته ولطفه بهم (شرح النووى على مسلم، ج۲، ص ۱۱۶، كتاب الايمان، باب بيان غلظ تحريم النميمة)

[2] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین آدمیوں پر اللہ نے جنت کو حرام کردیا ہے، ایک شراب کا عادی، اور دوسرے والدین سے قطع رحمی کا مرتکب (اور والدین کا نافرمان و بدسلوکی کا مرتکب) اور تیسرے دیوث جو اپنے گھر والوں میں خبث (زنا اور بے حیائی کے کاموں) کو باقی رکھے (مسند احمد)

خبث سے مراد زنا اور اس کے مقدمات اور بے حیائی و بے غیرتی والے افعال ہیں، اور جو شخص اپنی بیوی، باندی وغیرہ محارم کو ان کاموں میں مبتلا دیکھے، اور ان پر مؤثر و معقول روک ٹوک نہ کرے، وہ شریعت کی نظر میں دیوث کہلاتا ہے۔

بہر حال مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ والدین کی نافرمانی اور بے جا ایذاء رسانی ایسے بدترین گناہوں میں سے ہے کہ اس کے مرتکب پر جنت حرام ہے، یعنی جب تک اس کی سزا نہ پالے یا تلافی نہ کرلے، اس وقت تک ایسے شخص کو جنت میں داخلہ نصیب نہ ہوگا۔ [1]

والدین سے قطع رحمی و بدسلوکی کی سزا دنیا میں بھی ملتی ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتّٰى تُدْرِكَا دَخَلْتُ الْجَنَّةَ أَنَا وَهُوَ كَهَاتَيْنِ وَأَشَارَ بِإِصْبَعَيْهِ السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى وَبَابَانِ مُعَجَّلَانِ عُقُوْبَتُهُمَا فِي الدُّنْيَا الْبَغْيُ وَالْعُقُوْقُ (حاکم) [2]

---

[1] (وعن ابن عمر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :(ثلاثة) أى أشخاص (قد حرم الله عليهم الجنة) أى أن يدخلوها مع الفائزين (مدمن الخمر) أى مداومها (والعاق) أى المخالف لوالديه (والديوث) بتشديد التحتية المضمومة (الذى يقر) بضم أوله أى يثبت بسكوته (على أهله أى من امرأته أو جاريته أو قرابته (الخبث) أى الزنا أو مقدماته وفى معناه سائر المعاصى كشرب الخمر وترك غسل الجنابة ونحوهما، قال الطيبى :أى الذى يرى فيهن ما يسوء ه ولا يغار عليهن ولا يمنعهن فيقر فى أهله الخبث(مرقاة المفاتيح، ج٦ص ٢٩٣٠، باب بيان الخمر ووعيد شاربها)

[2] رقم الحديث ٧٣٥٠، كتاب البر والصلة.

قال الحاكم:هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه.

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے دو بچیوں کی پرورش

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال الذهبی فی التلخيص: صحيح.
وقال الالبانی:
بابان معجلان عقوبتهما فی الدنيا :البغی والعقوق ."
أخرجه الحاكم(۴/۱۷۷)من طريق محمد بن عبد العزيز الراسبی عن أبی بكر بن عبيد الله عن أنس رضی الله عنه قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : فذكره، وزاد فی أوله ":من عال جاريتين حتى تدركا دخلت الجنة أنا وهو كهاتين وأشار بإصبعيه السبابة والوسطى، وبابان ." ....وقال " :صحيح الإسناد ."ووافقه الذهبی، وهو كما قالا ولكن فاتهما أنه على شرط مسلم، فقد أخرج فی "صحيحه "هذه الزيادة فقط من هذا الوجه إلا أنه قال " :عبيد الله ابن أبی بكر بن أنس "على القلب .وكذلك أخرجه الترمذی كما تقدم برقم(۲۹۷)
وفی رواية أخرى له :أبی بكر بن عبيد الله "كما فی رواية الحاكم هذه، ثم قال عقبها : "والصحيح الأول ."
(تنبيه) عزى المناوی الزيادة المذكورة إلى البخاری ولم أرها عنده وما أراه إلا واهما، فلم يعزها إليه أحد غيره فيما علمت كالمنذری فی "الترغيب(۳/۸۳) "والصغانی فی "المشارق(۱/۶۲ ـ بشرح المبارق) "والحديث أخرجه أحمد (۵/۳۶)والحسن بن عرفة فی "جزئه(۱/۸) "وأبو عبد الله بن نظيف الفراء فی "حديثه عن أبی الفوارس الصابونی "(ق ۲/۸۱) من طريق وكيع وغيره عن محمد بن عبد العزيز الراسبی عن مولى لأبی بكرة عن أبی بكرة مرفوعا .ورجاله ثقات غير مولى أبی بكرة فلم أعرفه. لكن الحديث صحيح، فإنه مختصر من الحديث المتقدم من طريق أخرى عن أبی بكرة مرفوعا .فراجعه برقم(۹۱۸)ومثله ما فی "الجامع الصغير "من رواية البخاری فی " التاريخ "والطبرانی فی "المعجم الكبير "عن أبی بكرة بلفظ " :اثنان يعجلهما الله فی الدنيا :البغی وعقوق الوالدين ."ثم رأيته فی "أخبار أصبهان (۲/۹۹)"من طريق الطبرانی بإسناده عن سعد مولى أبی بكرة حدثنا عبيد الله بن أبی بكرة عن أبيه مرفوعا به.
وعبيد الله هذا لم أجد من ترجمه، وقد ذكروه فی الرواة عن أبيه.
وسعد مولى أبی بكرة، أورده ابن أبی حاتم(۲/۱/۹۹)وقال :روى عن أبی بكرة !وكذا قال ابن حبان فی "الثقات(۱/۱۰۷) "وأما البخاری فأورده فی "التاريخ(۲/۲/۵۵) " على الصواب فقال :روى عن عبيد الله بن أبی بكرة .وللحديث شاهد من حديث أبی هريرة نحوه وقد خرجته فيما مضى (۹۷۸)وجاء بلفظ آخر وهو " :من قطع رحما أو حلف على يمين فاجرة رأى وباله قبل أن يموت "(سلسلة الأحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۱۱۲۰)

www.idaraghufran.org

وتربیت کی، یہاں تک کہ وہ بڑی ہوگئیں، تو میں اور وہ (بچیوں کی تربیت کرنے والا) جنت میں اس طرح (قریب قریب) داخل ہوں گے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شہادت کی انگلی اور اس کے ساتھ والی انگلی کو ساتھ ملا کر اشارہ کیا، اور دو عمل ایسے ہیں کہ جن پر دنیا میں جلد مؤاخذہ ہوتا ہے، ایک تو سرکشی (یعنی ظلم و بغاوت) اور دوسرے والدین سے قطع رحمی (اور ان کی بے جا نافرمانی) (حاکم)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كُلُّ ذُنُوْبٍ يُؤَخِّرُ اللّٰهُ مِنْهَا مَا شَاءَ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، إِلَّا الْبَغْيَ، وَعُقُوْقَ الْوَالِدَيْنِ، أَوْ قَطِيْعَةَ الرَّحِمِ، يُعَجِّلُ لِصَاحِبِهَا فِي الدُّنْيَا قَبْلَ الْمَوْتِ (الأدب المفرد) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تمام گناہوں کے مؤاخذہ کو جتنا چاہتا ہے، قیامت تک مؤخر فرما دیتا ہے، سوائے سرکشی (یعنی ظلم وبغاوت) اور والدین کی نافرمانی (اور بے جا ایذاء رسانی) یا قطع رحمی کے، کہ ان گناہوں کا ارتکاب کرنے والے کو دنیا میں موت سے پہلے دنیا (کی زندگی) میں جلد سزا دیتا ہے (ادب المفرد، حاکم، اصبہانی)

اس حدیث کو سند کے اعتبار سے بعض حضرات نے صحیح جبکہ بعض نے ضعیف قرار دیا ہے، لیکن چونکہ اس کی تائید گزشتہ صحیح حدیث سے ہوتی ہے، اور اس حدیث کا مضمون اس کے مطابق ہے، اس لئے اس حدیث کا سند کے اعتبار سے حسن درجہ میں معتبر ہونا راجح معلوم ہوتا ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحدیث ۵۹۱، باب البغی، مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۷۲۶۳، کتاب البر و الصلة، الترغیب والترھیب للاصبھانی، رقم الحدیث ۲۲۱۱.

[2] امام حاکم نے اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے، اور علامہ ذہبی نے بکار بن عبدالعزیز کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔ لیکن اولاً تو اس کی تائید گزشتہ حدیث سے ہوتی ہے، جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا، دوسرے بکار بن عبدالعزیز کو یحییٰ بن معین نے

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ملحوظ رہے کہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی مندرجہ بالا روایت میں ''کُلُّ ذُنُوبٍ یُؤَخِّرُ اللّٰہُ '' کے الفاظ ہیں، جبکہ بعض روایات میں ''یؤخر '' کے بجائے ''یغفر '' کے الفاظ ہیں۔ اور دلائل کے لحاظ سے ''یؤخر '' کے الفاظ کا معتبر ہونا زیادہ راجح معلوم ہوتا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ایک روایت میں صالح قرار دیا ہے، اور ابنِ عدی نے ان کے بارے میں ''لا بأس به '' کہا ہے، اور امام بخاری نے کتاب الفتن میں ان سے استشہاد کیا ہے۔

اس لئے یہ حدیث حسن درجہ سے کم معلوم نہیں ہوتی۔

قال الألبانی:

صحیح(حاشیة الادب المفرد)

وقال الحاکم:

هذا حدیث صحیح الإسناد ولم یخرجاه.

وقال الذهبی فی التلخیص:

بکار بن عبد العزیز ضعیف.

وقال المزی:

بکار بن عبد العزیز بن أبی بکرة الثقفی ، أبو بکرة البصری، وقیل :بکار بن عبد العزیز بن عبد الله بن أبی بکرة......قال أبو بکر بن أبی خیثمة .وعباس الدوری، عن یحیی بن معین :لیس حدیثه بشیء .

وقال إسحاق بن منصور، عن یحیی بن معین :صالح.

وقال أبو أحمد بن عدی :أرجو إنه لا بأس به، وهو من جملة الضعفاء الذین یکتب حدیثهم.

استشهد به البخاری فی "الفتن"من صحیحه، وروی له فی "الأدب"وأبو داود، والترمذی، وابن ماجه (تهذیب الکمال فی اسماء الرجال، تحت رقم الترجمة ۷۳۹)

[1] چنانچہ امام بخاری، حاکم اور اصبہانی نے ''یؤخر '' کے الفاظ کے ساتھ اس روایت کو بیان کیا ہے، جیسا کہ اوپر گزرا، اور اس کی تائید حضرت انس رضی اللہ عنہ کی گزشتہ حدیث سے ہوتی ہے، نیز آگے ''الاعقوق الوالدین'' کے استثناء کے بعد ''یعجل'' سے جو حکم بیان کیا گیا ہے، اس کے زیادہ موافق بھی ''یؤخر '' کے الفاظ ہیں۔

پس سند اور متن کے لحاظ سے ''یؤخر '' کے الفاظ زیادہ راجح معلوم ہوتے ہیں۔

اور امام بیہقی اور خرائطی نے ''یغفر '' کے الفاظ سے اس روایت کو بیان کیا ہے۔

اور صاحبِ مشکاۃ نے بھی ''یغفر'' کے الفاظ کے ساتھ اس روایت کو نقل کیا ہے، جن کی پیروی میں صاحبِ مرقاۃ المفاتیح وغیرہ نے اس حدیث کی تشریح بیان کی ہے، اور اس کو شدید وعید پر محمول کیا ہے۔ محمد رضوان۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

معلوم ہوا کہ والدین کے ساتھ قطع رحمی اور ان کی نافرمانی اور بے جا ایذاء رسانی کا گناہ اتنا سخت ہے کہ اس کا وبال آخرت کے علاوہ دنیا میں بھی پڑتا ہے۔ ل

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عن أبى بكرة، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :كل الذنوب يغفر الله منها ما شاء ، إلا عقوق الوالدين، فإنه يعجل لصاحبه فى الحياة قبل الممات (شعب الايمان للبيهقى، رقم الحديث ٧٥٠٦)

عن أبى بكرة، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :كل الذنوب يغفر الله تعالى منها يوم القيامة ما شاء، إلا عقوق الوالدين، يجعله الله لصاحبه فى الحياة قبل الممات (مساوى الاخلاق للخرائطى، رقم الحديث ٢٣٦)

(وعن أبى بكره) : بالهاء -رضى الله عنه -(قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم -كل الذنوب) أى :جميع أنواع المعاصى ما عدا الشرك (يغفر الله منها) أى :من جملتها (ما شاء) ف (من) تبعيضية، والأظهر أنها مبينة مقدمة (إلا عقوق الوالدين، فإنه) أى :إليه (يعجل) أى :الله (لصاحبه) أى :لمرتكب العقوق جزاء ذنبه (فى الحياة قبل الممات) أى :فلا يؤخر إلى يوم القيامة، واللام عوض عن المضاف إليه أى :فى حياة العاق قبل مماته، ويمكن أن يكون التقدير فى حياة الوالدين قبل مماتهما، ثم يحتمل أن يكون فى معناهما سائر حقوق العباد ;ولأن مثل هذا الوعيد أيضا ورد فى حق أهل الظلم والبغى بغير الحق، هذا وقال الطيبى :إن (من) تبعيضية منصوبة المحل مفعول (يغفر) مجازا و (ما شاء) بدل منه، ويجوز أن تتعلق بيغفر وتكون ابتدائية، و (ما شاء) مفعول، ومعنى الشمول فى الكل الاستغراق، يعنى كل فرد من أفراد الذنوب مغفورا إذا تعلقت مشيئة الله تعالى به إلا عقوق الوالدين، وهذا وارد على سبيل التغليظ والتشديد، ومفعول يعجل محذوف أى :العقوبة يدل عليه سياق الكلام .اهـ(مرقاة المفاتيح، ج٧ص٣٠٩٨، كتاب الآداب، باب البر والصلة)

ل (كل الذنوب يؤخر الله تعالى ما شاء منها) أى جزاء ه إلى (يوم القيامة) فيجازى بها فاعلها فيه إن شاء قال الطيبى :من فى منها منصوبة المحل مفعولة بيؤخر وتكون ابتدائية (إلا عقوق الوالدين) أى الأصلين المسلمين (فإن الله يعجله) أى يعجل عقوبته (لصاحبه) أى فاعله (فى الحياة الدنيا قبل الممات) ولا يغتر العاق بتأخير التأثير حالا بل يقع ولو بعد حين كما وقع لابن سيرين أنه لما ركبه الدين اغتم فقال :إنى لأعرف هذا الغم بذنب أصبته منذ أربعين سنة ونظر بعض العباد إلى أمر فقيل له لتجدن غبه بعد أربعين سنة فكان كذلك .قال الذهبى :وفيه أن العقوق كبيرة وهو متفق عليه (طب ك) فى البر من حديث بكار بن عبد العزيز بن أبى بكرة عن أبيه (عن أبى بكرة) قال الحاكم :صحيح ورده الذهبى فقال :بكار ضعيف(فيض القدير شرح الجامع الصغير، تحت رقم الحديث ٦٢٢٧)

والدین پرلعنت یا سب وشتم کرنا

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ لَعَنَ وَالِدَيْهِ (مسلم) ۱

ترجمہ: اللہ کی لعنت ہو اس شخص پر، جو کہ اپنے والدین پرلعنت بھیجے (مسلم)

دیگر روایات میں والدین پرلعنت کرنے کے بجائے ان کو برا بھلا کہنے کا ذکر آیا ہے اور ساتھ ہی اس کی تفصیل بھی آئی ہے۔ ۲

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ سَبَّ وَالِدَيْهِ (مسند احمد، رقم الحديث ۸۵۸) ۳

ترجمہ: اللہ کی لعنت ہو اس شخص پر، جو اپنے والدین کو سب وشتم کرے (مسلم)

اس طرح کی حدیث حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ ۴

---

۱ رقم الحديث ۱۹۷۸ "۴۴" كتاب الاضاحى، باب تحريم الذبح لغير الله تعالى ولعن فاعله.

۲ (لعن الله من لعن والديه) أباه وأمه وإن عليا قيل هذا من باب التسبب فإن كل من لعن أبوى إنسان فهو يلعن أيضا أبوى اللاعن فكان البادء بنفسه يلعن أبويه هكذا فسره المصطفى صلى الله عليه وسلم فى خبر سب الرجل والديه ولعل وجه تفسيره بذلك استبعاده أن يسب الرجل والديه بالمباشرة فإن وقع سبهما يكون واقعا بالتسبب فإذا استحق من تسبب لسبهما اللعنة فكيف حال المباشر (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۷۲۸۲)

۳ قال شعيب الارنؤوط:

إسناده قوى على شرط مسلم (حاشية مسند احمد)

۴ عن ابن عباس، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :لعن الله من ذبح لغير الله، لعن الله من غير تخوم الأرض، لعن الله من كمه الأعمى عن السبيل، لعن الله من سب والديه، لعن الله من تولى غير مواليه، لعن الله من عمل عمل قوم لوط (حاكم، رقم الحديث ۸۰۵۲)

قال الحاكم:

هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه.

و قال الذهبى فى التلخيص:

صحيح.

www.idaraghufran.org

اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ أَكْبَرَ الْكَبَائِرِ عُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ ، قَالَ: قِيلَ: وَمَا عُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ؟ قَالَ: يَسُبُّ الرَّجُلُ الرَّجُلَ ، فَيَسُبُّ أَبَاهُ، وَيَسُبُّ أُمَّهُ، فَيَسُبُّ أُمَّهُ (مسند أحمد) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کبیرہ گناہوں میں سے سب سے بڑا گناہ والدین کی نافرمانی ہے، عرض کیا گیا کہ والدین کی نافرمانی کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ کسی کو گالی دے اور وہ پلٹ کر اس کے والد کو گالی دے، اسی طرح وہ کسی کی ماں کو گالی دے اور وہ پلٹ کر اس کی ماں کو گالی دے

(مسند احمد)

مطلب یہ ہے کہ دوسرے کو یا اس کے والدین یا ان میں سے کسی ایک کو گالی دینے اور برا بھلا کہنے کے جواب میں پلٹ کر دوسرا شخص اس کے والدین یا ان میں سے کسی ایک کو برا بھلا کہے یا گالی دے، تو یہ پہلے شخص کے سبب بننے کی وجہ سے خود ایسا ہے، جیسا کہ اس نے اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کو برا بھلا کہا ہو، یا گالی دی ہو، اور یہ سخت ترین گناہ ہے اور اگر نعوذ باللہ کوئی براہِ راست ہی اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کو گالی دے یا برا بھلا کہے تو اس گناہ کی شدت اور بھی زیادہ ہوگی۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ٧٠٠٤.

قال شعيب الارنؤوط:

إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية مسند احمد)

[2] (يسب أبا الرجل فيسب) أى :الرجل (أباه) أى :أبا من سبه (ويسب) أى :تارة أخرى، وقد يجمع ويسب أيضا (أمه) أى :أم الرجل (فيسب) أى :الرجل (أمه) أى :أم سابه، وفى الجمع بين الشتم والسب تفنن، ففى القاموس :شتمه يشتمه ويشتمه :سبه، وقد يفرق بينهما ويقال :السب أعم، فإنه شامل للعن أيضا بخلاف الشتم، وأصل السب على ما فى القاموس قطعه وطعنه فى السبة أى :الأست وشتمه، والسبة بالضم العار. قيل :وإنما يصير ذلك من الكبائر إذا كان الشتم مما يوجب حدا كما إذا شتمه بالزنا

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْكَبَائِرِ أَنْ يَسُبَّ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ قِيْلَ وَكَيْفَ يَسُبُّ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ قَالَ يَتَعَرَّضُ لِلنَّاسِ فَيَسُبُّ وَالِدَيْهِ (صحيح ابن حبان) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کبیرہ گناہوں میں سے یہ بھی ہے کہ آدمی اپنے والدین کو گالیاں دے، عرض کیا گیا کہ آدمی اپنے والدین کو کیسے گالی دے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ لوگوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرے، پھر لوگ اس کے والدین کو گالی دیں (ابن حبان)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر ایک شخص کسی دوسرے کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرے اور وہ دوسرا شخص اس کے نتیجہ میں اس کے والدین کو گالی دے، یہ بھی کبیرہ گناہ ہے، خاص کر جبکہ گالی کا سبب بننے والے کو یہ معلوم ہو کہ وہ پلٹ کر گالی دے گا۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

والكفر، وقال له :أبوك زان أو كافر أو نحوهما، فقال في جوابه :بل أبوك كافر أو زان، أما إذا شتمه بما دون ذلك بأن قال له أبوك أحمق أو جاهل أو نحوهما، فلا يكون من الكبائر .قلت :إذا كان بعض أفراده كبيرة فيصدق عليه أنه من الكبائر.

قال الطيبي :ويمكن أن يقال :إنه من الكبائر مطلقا ;لأن سبب السب سب، فكأنه واجه أباه بقوله أنت أحمق أو جاهل، ولا شك أن هذا من الكبائر، وقد قال تعالى :(فلا تقل لهما أف ولا تنهرهما) (الإسراء) ونحوه في قوله تعالى :(ولا تسبوا الذين يدعون من دون الله فيسبوا الله عدوا بغير علم) (الأنعام) ، قلت :السب لا يصح أن يكون كبيرة، لا سيما إذا وجد من غير قصد، ألا ترى أنه من سب رافضيا أو خارجيا، فسب أحدهما بعض الصحابة لا يعد الأول سابا، وكذا إذا كان أحد بعض الكفار فيسبوا الله، فإنه لا يصير كافرا، نعم ما يتوسل به إلى الحرام حرام، لكن بشرط قصده وعلمه(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج۷، ص۳۰۸۳، كتاب الآداب، باب البر والصلة)

[1] رقم الحديث ۴۱۱، كتاب البر و الاحسان، باب حق الوالدين.

قال شعيب الارنؤوط:

حديث صحيح (حاشية صحيح ابن حبان)

www.idaraghufran.org

والدین کو رُلانے کا سبب بننا

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

بُكَاءُ الْوَالِدَيْنِ مِنَ الْعُقُوقِ وَالْكَبَائِرِ (الأدب المفرد) [1]

ترجمہ: والدین کو رُلانا، والدین کے ساتھ بدسلوکی اور کبیرہ گناہوں سے تعلق رکھتا ہے (ادب المفرد)

والدین کو رُلانے کا مطلب یہ ہے کہ ان سے قطع رحمی و بدسلوکی کرے اور ان کی بے جا نافرمانی وایذاء رسانی کا ارتکاب کرے، جس کی وجہ سے والدین رونے پر مجبور ہو جائیں، یہ شدید ترین گناہ، اور اللہ کی ناراضگی کا ذریعہ ہے۔

حضرت طیسلہ بن میاس سے روایت ہے کہ:

كُنْتُ مَعَ النَّجَدَاتِ، فَأَصَبْتُ ذُنُوبًا لَا أَرَاهَا إِلَّا مِنَ الْكَبَائِرِ، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِابْنِ عُمَرَ قَالَ: مَا هِيَ؟ قُلْتُ: كَذَا وَكَذَا، قَالَ: لَيْسَتْ هٰذِهِ مِنَ الْكَبَائِرِ، هُنَّ تِسْعٌ: اَلْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ، وَقَتْلُ نَسَمَةٍ، وَالْفِرَارُ مِنَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَةِ، وَأَكْلُ الرِّبَا، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ، وَإِلْحَادٌ فِي الْمَسْجِدِ، وَالَّذِي يَسْتَسْخِرُ، وَبُكَاءُ الْوَالِدَيْنِ مِنَ الْعُقُوقِ. قَالَ لِي ابْنُ عُمَرَ: أَتَفْرَقُ النَّارَ، وَتُحِبُّ أَنْ تَدْخُلَ الْجَنَّةَ؟ قُلْتُ: إِيْ وَاللّٰهِ، قَالَ: أَحَيٌّ وَالِدُكَ؟ قُلْتُ: عِنْدِي أُمِّي، قَالَ: فَوَاللّٰهِ لَوْ أَلَنْتَ لَهَا الْكَلَامَ، وَأَطْعَمْتَهَا الطَّعَامَ، لَتَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ مَا اجْتَنَبْتَ الْكَبَائِرَ (الأدب المفرد، رقم الحديث ٨، باب لين الكلام لوالديه) [2]

---

[1] رقم الحديث ٣١، باب بكاء الوالدين.
قال الألباني: صحيح (حاشية الادب المفرد)

[2] قال الألباني: صحيح (حاشية الادب المفرد)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: میں نجد کے علاقہ میں تھا، مجھ سے کچھ گناہ سرزد ہو گئے، جن کو میں نے کبیرہ گناہ سمجھا، میں نے اس کا حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا، انہوں نے معلوم کیا کہ وہ کیا گناہ تھے؟ میں نے کہا کہ فلاں فلاں گناہ تھے، حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ کبیرہ گناہ نہیں ہیں، کبیرہ گناہ تو یہ نو کی تعداد میں ہیں، اللہ کے ساتھ شرک کرنا، اور کسی جان کو قتل کرنا، اور میدانِ جہاد سے راہِ فرار اختیار کرنا، اور پاک دامن عورت پر تہمت لگانا، اور سود کھانا، اور یتیم کا مال کھانا، اور مسجد میں الحاد کرنا (یعنی مسجد کی بے حرمتی وغیرہ کرنا)، اور کسی کا تمسخر (واستہزاء) کرنا، اور ایذاء رسانی و نافرمانی کی وجہ سے والدین کا رونا، حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا آپ جہنم سے بچنا اور جنت میں داخل ہونا چاہتے ہیں؟ میں نے کہا کہ بے شک، انہوں نے فرمایا کہ کیا آپ کے والد حیات ہیں؟ میں نے کہا کہ میرے ساتھ میری والدہ ہیں، حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم اگر آپ ان کے ساتھ نرم بات کریں گے، اور ان کو کھانا کھلائیں گے (اور ان کی دوسری نان ونفقہ وغیرہ کی ضروریات پوری کریں گے) تو ضرور بالضرور جنت میں داخل ہوں گے، بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے بچیں (ادب المفرد)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے جن گناہوں کو کبیرہ گناہ قرار دیا، اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ گناہ شدید ترین کبیرہ گناہ ہیں اور دوسرے گناہ ان گناہوں سے کم درجہ کے ہیں۔

بہرحال مذکورہ روایت سے بھی معلوم ہوا کہ والدین کو بے جا تکلیف پہنچا کر یا ان کی نافرمانی و قطع رحمی، یا ان سے بدسلوکی کر کے، ان کے رونے کا سبب بننا سخت ترین کبیرہ گناہ ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ والدین سے نرم بات کرنا اور ان کی خدمت اور جائز کاموں میں اطاعت کرنا جنت میں داخلہ کا سبب ہے جبکہ کبیرہ گناہوں سے بچے۔

والدین سے حسنِ سلوک نہ کرنا محرومی کا ذریعہ

حضرت مالک بن عمرو قشیری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ أَعْتَقَ رَقَبَةً مُسْلِمَةً، فَهِيَ فِدَاؤُهُ مِنَ النَّارِ. قَالَ: عَفَّانُ: مَكَانَ كُلِّ عَظْمٍ مِنْ عِظَامِ مُحَرَّرِهِ بِعَظْمٍ مِنْ عِظَامِهِ، وَمَنْ أَدْرَكَ أَحَدَ وَالِدَيْهِ، ثُمَّ لَمْ يُغْفَرْ لَهُ، فَأَبْعَدَهُ اللّٰهُ، وَمَنْ ضَمَّ يَتِيْمًا مِنْ بَيْنِ أَبَوَيْنِ مُسْلِمَيْنِ، قَالَ: عَفَّانُ: إِلٰى طَعَامِهِ وَشَرَابِهِ حَتّٰى يُغْنِيَهُ اللّٰهُ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ (مسند أحمد) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص کسی مسلمان غلام (یا قیدی) کو آزاد کرتا ہے، تو وہ جہنم سے اس کی آزادی کا سبب بن جاتا ہے، اور عفان راوی کہتے ہیں کہ آزاد ہونے والے کے ہر عضو کے بدلے میں اس کا ہر عضو جہنم سے آزاد ہو جاتا ہے، اور جو شخص اپنے والدین میں سے کسی ایک کو پائے پھر بھی اس کی بخشش نہ ہو تو وہ (اللہ کی رحمت سے) دور جا پڑتا ہے، اور جو شخص مسلمان والدین کے کسی یتیم بچے کو شامل کرے، عفان راوی کہتے ہیں کہ اپنے کھانے اور پینے میں اس وقت تک، جب تک وہ اس کی امداد سے مستغنی نہیں ہو جاتا (مثلاً خود کمانے نہیں لگ جاتا) تو اس کے لئے یقینی طور پر جنت واجب ہوتی ہے (مسند احمد)

حضرت ابی بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: مَنْ أَدْرَكَ وَالِدَيْهِ أَوْ

---

[1] رقم الحديث ١٩٠٣٠.

قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره، دون قوله" :من أدرك أحد والديه " ...فهو صحيح (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

أَحَـدَهُـمَا، ثُمَّ دَخَلَ النَّارَ مِنْ بَعْدِ ذٰلِکَ، فَأَبْعَدَهُ اللّٰهُ وَأَسْحَقَهُ (مسند أحمد، رقم الحديث ١٩٠٢٧) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کو پائے اور پھر بھی جہنم میں چلا جائے تو اللہ نے اس کو دور کیا اور ہلاک کیا (مسند احمد)

اور بعض روایات میں ایسے شخص کو بد بخت اور بدقسمت قرار دیا گیا ہے۔ [2]

اس سے معلوم ہوا کہ والدین یا ان میں سے کسی ایک کو پا کر پھر بھی کوئی ان کی خدمت اور جائز کاموں میں اطاعت اور حسنِ سلوک کر کے اپنی مغفرت کا سامان نہ کرے، اور جہنم کا مستحق ہو، تو وہ بہت محرومُ القسمت انسان ہے۔

والدین سے حسنِ سلوک نہ کر کے جنت سے محرومی کا وبال

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَغِمَ اَنْفُهُ ، رَغِمَ اَنْفُهُ، ثُمَّ رَغِمَ اَنْفُـهُ قِيْـلَ مَـنْ يَـارَسُـوْلَ اللهِ ؟قَـالَ مَـنْ اَدْرَکَ وَالِدَيْـهِ عِنْدَ الْكِبَرِ

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
إسناده صحيح (حاشية مسند احمد)

[2] عن جابر بن عبد الله، أن النبى صلى الله عليه وسلم رقى المنبر، فلما رقى الدرجة الأولى قال :آمين ، ثم رقى الثانية فقال :آمين ، ثم رقى الثالثة فقال :آمين ، فقالوا :يا رسول الله، سمعناک تقول :آمين ثلاث مرات؟ قال " :لما رقيت الدرجة الأولى جاء نى جبريل صلى الله عليه وسلم فقال :شقى عبد أدرک رمضان، فانسلخ منه ولم يغفر لـه، فقلت :آمين .ثم قال :شقى عبد أدرک والديه أو أحدهما فلم يدخلاه الجنة، فقلت :آمين .ثم قال :شقى عبد ذكرت عنده ولم يصل عليک، فقلت :آمين (الأدب المفرد، رقم الحديث ٦٤٤)

قال الألبانی:
صحيح(حاشية الادبُ المفرد)

www.idaraghufran.org

اَحَدَهُمَا اَوْ كِلَيْهِمَا ثُمَّ لَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ (مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ذلیل ہو، ذلیل ہو، پھر وہ ذلیل ہو، عرض کیا گیا کہ اللہ کے رسول کون ذلیل ہو؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اپنے والدین میں سے کسی ایک یا دونوں کو بڑھاپے کی حالت میں پایا پھر (ان کے ساتھ حسنِ سلوک و صلہ رحمی کر کے) جنت میں داخل نہ ہوسکا (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ وَرَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ عَلَيْهِ رَمَضَانُ ثُمَّ انْسَلَخَ قَبْلَ اَنْ يُّغْفَرَلَهُ وَرَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ اَدْرَكَ عِنْدَهُ اَبَوَاهُ الْكِبَرَ فَلَمْ يُدْخِلَاهُ الْجَنَّةَ قَالَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ وَاَظُنُّهُ قَالَ اَوْاَحَدُهُمَا (سنن الترمذی) [2]

---

[1] رقم الحديث ٢٥٥١ "١٠"، كتاب البر و الصلة و الآداب، باب رغم أنف من أدرك أبويه أو أحدهما عند الكبر، فلم يدخل الجنة.

[2] رقم الحديث ٣٤٦٨، ابواب الدعوات، باب قول رسول الله صلى الله عليه وسلم رغم أنف رجل، ومسند احمد، رقم الحديث ٧٤٥١، وابن حبان، رقم الحديث ٩٠٨، كتاب الرقائق، باب الأدعية.

قال الترمذی:

وفی الباب عن جابر، وأنس :هذا حديث حسن غريب من هذا الوجه وربعی بن إبراهيم هو :أخو إسماعيل بن إبراهيم، وهو ثقة، وهو :ابن علية ويروى عن بعض أهل العلم قال :إذا صلى الرجل على النبی صلى الله عليه وسلم مرة فی المجلس أجزأ عنه ما كان فی ذلك المجلس (سنن الترمذی)

وقال شعيب الارنؤوط:

صحيح، وهذا إسناد حسن، عبد الرحمن بن إسحاق -وهو المدنی -حسن الحديث، روى له البخاری فی "الأدب المفرد"، ومسلم متابعة، وأصحاب السنن، وباقی رجاله ثقات (حاشية مسند احمد)

وقال ايضاً : إسناده صحيح، رجاله رجال الصحيح، عبد الرحمن بن إسحاق :هو ابن عبد الله بن الحارث بن كنانة المدنی (حاشية صحيح ابن حبان)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: ذلیل وخوار ہو وہ شخص جس کے سامنے میرا نام لیا گیا اور پھر اس نے مجھ پر درود نہ پڑھا اور ذلیل وخوار ہو وہ شخص جس کو رمضان کے مہینہ کی نعمت حاصل ہوئی اور رمضان گزر بھی گیا، مگر اس نے اپنی مغفرت کا سامان نہیں کیا اور ذلیل وخوار ہو وہ شخص جس نے اپنے والدین کو بڑھاپے کی حالت میں پایا، لیکن وہ اس شخص کو جنت میں داخل نہ کرا پائے، عبدالرحمٰن (اس حدیث کے راوی) فرماتے ہیں کہ میرا گمان یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (والدین) میں سے ایک (کے بارے میں بھی یہی) فرمایا (ترمذی، مسند احمد، ابن حبان)

بعض روایات میں یہ مضمون مزید تفصیل کے ساتھ آیا ہے۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَعِدَ الْمِنبَرَ، فَقَالَ: آمِيْنَ آمِيْنَ آمِيْنَ قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنَّکَ حِيْنَ صَعِدْتَ الْمِنبَرَ قُلْتَ: آمِيْن آمِيْن آمِيْن، قَالَ: إِنَّ جِبْرِيْلَ أَتَانِيْ، فَقَالَ: مَنْ أَدْرَکَ شَهْرَ رَمَضَانَ وَلَمْ يُغْفَرْ لَهُ فَدَخَلَ النَّارَ فَأَبْعَدَهُ اللّٰهُ، قُلْ: آمِيْنَ، فَقُلْتُ: آمِيْنَ، وَمَنْ أَدْرَکَ أَبَوَيْهِ أَوْ أَحَدَهُمَا فَلَمْ يَبَرَّهُمَا، فَمَاتَ فَدَخَلَ النَّارَ فَأَبْعَدَهُ اللّٰهُ، قُلْ: آمِيْنَ، فَقُلْتُ: آمِيْنَ، وَمَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْکَ فَمَاتَ فَدَخَلَ النَّارَ فَأَبْعَدَهُ اللّٰهُ، قُلْ: آمِيْنَ، فَقُلْتُ: آمِيْنَ (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ۹۰۷، كتاب الرقائق، باب الأدعية) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اور تین مرتبہ آمین آمین آمین کہا، لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ منبر پر چڑھے اور آپ نے تین مرتبہ آمین آمین آمین کہا (اس کی کیا وجہ ہے؟) تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
إسناده حسن (حاشية صحيح ابن حبان)

www.idaraghufran.org

میرے پاس جبریل تشریف لائے، اورانہوں نے کہا کہ جس آدمی نے رمضان کا مہینہ پایا اور اس کی مغفرت نہیں ہوئی اور وہ آگ (یعنی جہنم) میں داخل ہوگیا، تو اللہ اس کو (اپنی رحمت سے) دور کرے، آپ کہو کہ آمین، تو میں نے اس کے جواب میں آمین کہا، پھر جبریل نے کہا کہ جس نے اپنے والدین کو پایایا اپنے والدین میں سے کسی ایک کو پایا اوران سے نیک سلوک نہیں کیااور اسی حالت میں مرگیا، اور آگ (یعنی جہنم) میں داخل ہوگیا، تو اللہ اس کو (اپنی رحمت سے) دور کرے، آپ کہو کہ آمین، تو میں نے اس کے جواب میں آمین کہا، پھر جبریل نے کہا کہ جس کے سامنے آپ کا نام آئے اور وہ آپ پر درود نہ پڑھے اوراسی حالت میں مرجائے اور وہ آگ (یعنی جہنم) میں داخل ہوگیا، تو اللہ اس کو (اپنی رحمت سے) دور کرے، آپ کہو کہ آمین، تو میں نے اس کے جواب میں آمین کہا (ابنِ حبان)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَقِيَ الْمِنبَرَ فَقَالَ: آمِيْنُ، آمِيْنُ، آمِيْنُ ، فَقِيلَ لَهُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَا كُنتَ تَصْنَعُ هٰذَا فَقَالَ: قَالَ لِيْ جِبْرِيلُ: أَرْغَمَ اللّٰهُ أَنفَ عَبْدٍ، أَوْ بَعُدَ، دَخَلَ رَمَضَانُ فَلَمْ يُغْفَرْ لَهُ، فَقُلْتُ: آمِيْنُ، ثُمَّ قَالَ: رَغِمَ أَنفُ عَبْدٍ، أَوْ بَعُدَ، أَدْرَكَ وَالِدَيْهِ أَوْ أَحَدَهُمَا لَمْ يُدْخِلْهُ الْجَنَّةَ، فَقُلْتُ: آمِيْنُ، ثُمَّ قَالَ: رَغِمَ أَنفُ عَبْدٍ، أَوْ بَعُدَ، ذُكِرْتَ عِندَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ، فَقُلْتُ: آمِيْنُ (صحيح ابنِ خزيمة)[1]

---

[1] رقم الحديث ۱۸۸۸، كتاب الصيام، باب استحباب الاجتهاد فى العبادة فى رمضان، مسند ابى يعلىٰ، رقم الحديث ۵۹۲۲، مسند البزار، رقم الحديث ۸۱۱۶؛ المعجم الاوسط للطبرانى، رقم الحديث ۸۹۹۴، صحيح ابن حبان، رقم الحديث ۹۰۷، كتاب الرقائق، باب الأدعية.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے، اور فرمایا کہ آمین، آمین، آمین، آپ سے عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ یہ عمل تو نہیں کیا کرتے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے جبریل امین نے فرمایا کہ اللہ اس بندے کو ذلیل وخوار کرے، یا (رحمت سے) دور کرے، جس پر رمضان آ گیا، اور اس نے اپنی مغفرت کا سامان نہیں کیا؛ جس پر میں نے آمین کہا، پھر جبریل امین نے فرمایا کہ ذلیل وخوار یا دور ہو وہ شخص، جس نے اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کو پایا، جو اس کو جنت میں داخل نہ کرا سکے، جس پر میں نے آمین کہا، پھر جبریل امین نے فرمایا کہ ذلیل وخوار یا دور ہو وہ شخص، جس کے سامنے آپ کا ذکر کیا گیا، پھر اس نے آپ پر درود نہیں پڑھا، تو میں نے کہا کہ آمین (ابنِ خزیمہ، بیہقی، بزار، طبرانی، ابن حبان)

اور بعض احادیث میں یہ تفصیل آئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے سب کو منبر کے قریب آنے کے لئے فرمایا، اور پھر منبر کی پہلی سیڑھی پر اور دوسری سیڑھی پر اور تیسری سیڑھی پر چڑھتے ہوئے آمین آمین آمین کہا تھا۔

چنانچہ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، خَرَجَ يَوْمًا إِلَى الْمِنبَرِ، فَقَالَ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال الأعظمی فی تعلیق ابن خزیمة:

إسناده جید (حاشیة ابنِ ماجه)

وقال الهیثمی:

رواه البزار، وفیه کثیر بن زید الاسلمی، وقد وثقه جماعة، وفیه ضعف، وبقیة رجاله ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۱۷۳۱۹)

و قال حسین سلیم أسد:

إسناده حسن (حاشیة مسند ابی یعلیٰ)

و قال شعیب الارنووط:

إسناده حسن (حاشیة صحیح ابن حبان)

www.idaraghufran.org

حِيْنَ اِرْتَقٰى دَرَجَةً: آمِيْنَ. ثُمَّ ارْتَقٰى الْأُخْرٰى، فَقَالَ :آمِيْنَ. ثُمَّ ارْتَقٰى الثَّالِثَةَ فَقَالَ: آمِيْنَ. فَلَمَّا نَزَلَ عَنِ الْمِنْبَرِ وَفَرَغَ، قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَقَدْ سَمِعْنَا مِنْكَ كَلَامًا الْيَوْمَ مَا كُنَّا نَسْمَعُهُ قَبْلَ الْيَوْمِ؟، قَالَ : وَسَمِعْتُمُوْهُ؟ قَالُوْا :نَعَمْ، قَالَ: إِنَّ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، عَرَضَ لِيْ حِيْنَ ارْتَقَيْتُ دَرَجَةً، فَقَالَ :بَعُدَ، مَنْ أَدْرَكَ أَبَوَيْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ أَوْ أَحَدَهُمَا لَمْ يُدْخِلَاهُ الْجَنَّةَ، قَالَ: قُلْتُ: آمِيْنُ، وَقَالَ :بَعُدَ مَنْ ذُكِرْتَ عِنْدَهُ وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ، فَقُلْتُ :آمِيْنُ، ثُمَّ قَالَ :بَعُدَ مَنْ أَدْرَكَ رَمَضَانَ، فَلَمْ يُغْفَرْ لَهُ، فَقُلْتُ: آمِيْنُ (المعجم الكبير للطبرانی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر کی طرف تشریف لائے، اور منبر کے پہلے درجہ (یعنی سیڑھی) پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا آمین، پھر جب دوسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا آمین، پھر جب تیسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا آمین۔

جب آپ خطبہ سے فارغ ہو کر نیچے اترے تو ہم نے عرض کیا کہ ہم نے آج آپ سے منبر پر چڑھتے ہوئے ایسی بات سنی جو پہلے کبھی نہیں سنی تھی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم نے بھی وہ بات سنی ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ جی ہاں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس وقت جبریل میرے سامنے آئے تھے (جب پہلے درجہ پر میں نے قدم رکھا تو) انہوں نے کہا کہ دور ہو وہ شخص جس کے سامنے اس

[1] رقم الحدیث ۳۱۵؛ مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۷۲۵۶، کتاب البر والصلة.

قال الحاكم:

هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه .

و قال الذهبي في التلخيص:

صحيح.

وقال الهيثمي:

رواه الطبراني ، ورجاله ثقات (مجمع الزوائد ج۱۰ ص۱۶۶ ، تحت رقم الحديث ۱۷۳۱۷)

www.idaraghufran.org

کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پائے اور وہ اس کو جنت میں داخل نہ کرائیں، میں نے کہا آمین!

پھر جب میں دوسرے درجہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا کہ دور ہو، وہ شخص جس کے سامنے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ذکر ہوا اور وہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود نہ بھیجے، میں نے کہا آمین! پھر انہوں نے کہا کہ دور ہو، وہ شخص جس نے رمضان کا مہینہ پایا پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوئی، میں نے کہا آمین (طبرانی، حاکم)

بعض دیگر احادیث وروایات میں بھی تھوڑے الفاظ کے فرق کے ساتھ یہ مضمون آیا ہے۔[1]

---

[1] مالک بن الحسن بن مالک بن الحويرث عن أبيه عن جده قال صعد رسول الله صلى الله عليه وسلم المنبر فلما رقى عتبة قال آمين ثم رقى عتبة أخرى فقال آمين ثم رقى عتبة ثالثة فقال آمين ثم قال أتاني جبريل فقال يا محمد من أدرک رمضان فلم يغفر له فأبعده الله قلت آمين قال ومن أدرک والديه أو أحدهما فدخل النار فأبعده الله قلت آمين فقال ومن ذكرت عنده فلم يصل عليک فأبعده الله قل آمين فقلت آمين (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ۴۰۹)

قال شعيب الانووط: حديث صحيح لغيره، وهذا إسناد ضعيف (حاشية صحيح ابن حبان)

عن جابر، قال :صعد النبي صلى الله عليه وسلم المنبر، فقال :آمين آمين آمين قال ": أتاني جبريل عليه السلام، فقال :يا محمد من أدرک أحد والديه فمات فدخل النار فأبعده الله قل آمين، فقلت :آمين، قال :يا محمد من أدرک شهر رمضان فمات فلم يغفر له فأدخل النار فأبعده الله قل آمين، فقلت :آمين، قال :ومن ذكرت عنده فلم يصل عليک فمات فدخل النار فأبعده الله، قل آمين، فقلت :آمين "(المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ۲۰۲۲)

قال الهيثمي: هذا أو نحوه رواه البزار عن شيخه :محمد بن حوان ولم أعرفه، وبقية رجاله وثقوا، وفي قيس بن الربيع خلاف (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۷۳۱۵)

عن عمار بن ياسر، قال :صعد رسول الله صلى الله عليه وسلم المنبر، فقال :آمين آمين آمين ، فلما نزل قيل له، فقال " :أتاني جبريل، فقال :رغم أنف رجل أدرک رمضان فلم يغفر له أو فأبعده الله، قل :آمين، فقلت :آمين، ورغم أنف رجل أدرک والديه فلم يدخلاه الجنة أو فأبعده الله، قل :آمين، قلت :آمين، ورجل ذكرت عنده فلم يصل عليک فأبعده الله، قل :آمين، فقلت :آمين "وهذا الحديث لا نعلمه يروى عن عمار إلا من هذا الوجه بهذا الإسناد(مسند البزار، رقم الحديث ۱۴۰۵)

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اول تو حضرت جبریل علیہ السلام جیسے مقرب فرشتے کی بددعاء ہی کیا کم تھی اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمین کہنے اور اس دعاء میں شرکت نے تو اس کو جتنی سخت بددعاء بنا دیا وہ ظاہر ہے۔

اللہ ہی اپنے فضل سے ان تینوں کوتاہیوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمادے، اوران برائیوں سے محفوظ رکھے، ورنہ ہلاکت میں کیا شک ہے۔

بہرحال صحیح احادیث وروایات سے والدین یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پاکر ان کی اطاعت وخدمت کر کے جنت حاصل نہ کرنے پر سخت وعید ثابت ہوگئی۔

اور یوں تو والدین کی جائز کاموں میں اطاعت وفرمانبرداری اور حسبِ ضرورت ان کی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عن عبد الله بن الحارث بن جزء الزبيدى رضى الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم دخل المسجد وصعد المنبر فقال :آمين، آمين، آمين فلما انصرف قيل :يا رسول الله، لقد رأيناك صنعت شيئا ما كنت تصنعه، قال " :إن جبريل تبدى لى فى أول درجة، فقال :يا محمد، من أدرك أحد والديه فلم يدخلاه الجنة فأبعده الله ثم أبعده، قال :فقلت :آمين ثم قال لى فى الدرجة الثانية :ومن أدرك شهر رمضان فلم يغفر له فأبعده الله، ثم أبعده، فقلت :آمين ثم تبدى لى فى الثالثة، فقال :إن من ذكرت عنده فلم يصل عليك فأبعده الله ثم أبعده، فقلت :آمين "(مسند البزار، رقم الحديث ٣٧٩٠)

قال الهيثمي: رواه البزار، والطبرانى بنحوه، وفيه من لم اعرفهم(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٧٣١٤)

عن ابن عباس أن النبى صلى الله عليه وسلم :ارتقى على المنبر فأمن ثلاث مرات، ثم قال :تدرون لم أمنت؟ قالوا :الله ورسوله أعلم .قال " :جاء نى جبريل عليه السلام، فأخبرنى :أنه من ذكرت عنده فلم يصل عليك دخل النار، فأبعده الله وأسحقه، فقلت : آمين، ومن أدرك والديه أو أحدهما، فلم يبرهما دخل النار فأبعده الله وأسحقه، فقلت :آمين، ومن أدرك رمضان فلم يغفر له دخل النار، فأبعده الله وأسحقه، فقلت : آمين "(المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ١٢٥٥١)

قال الهيثمي:رواه الطبرانى ، وفيه اسحاق بن عبدالله بن كيسان، وفيه ضعف(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٧٣١٣)

www.idaraghufran.org

خدمت کرنا ہر زمانہ میں ہی واجب ہے، اس کے لئے والدین کے بوڑھا ہونے کی قید نہیں اور اسی وجہ سے بعض روایات میں والدین کے بوڑھا ہونے کا بھی ذکر نہیں، لیکن عام طور پر بڑھاپے کی حالت میں والدین زیادہ خدمت واطاعت کے محتاج ومستحق ہوتے ہیں، اس لئے بعض روایات میں بڑھاپے کی قید لگائی گئی۔

خلاصہ یہ کہ بڑھاپے کی حالت میں والدین خدمت اور صلہ رحمی کے زیادہ مستحق اور ضرورت مند ہوتے ہیں، اس لئے اس وقت میں ان کی خدمت اور ان کے ساتھ صلہ رحمی کرنے پر جنت میں داخل ہونے کی فضیلت حاصل ہوتی ہے، اور جو شخص اس فضیلت کو حاصل کرنے کا موقع پانے کے باوجود اس فضیلت کو حاصل نہ کر سکے، تو وہ نہایت ہی محروم انسان ہے کہ عظیم فرشتہ حضرت جبریل علیہ السلام نے اور افضل النبیّین، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود رحمۃ للعالمین ہونے کے اس کے لئے بدعا فرمائی۔ [1]

---

[1] (رغم أنفه)بالكسر أى لصق بالرغام أى التراب هذا أصله ثم استعمل فى الذل والعجز عن الانتصاف من الظالم وقال القاضى :يستعمل رغم مجازا بمعنى كره من باب إطلاق اسم السبب على المسبب (ثم رغم أنفه ثم رغم أنفه) كرره ثلاثا لزيادة التنفير والتحذير (من أدرك أبويه عنده الكبر أحدهما أو كلاهما ثم لم يدخل الجنة) يعنى لم يخدمهما حتى يدخل الجنة بسببهما قال بعضهم :والنبى رؤوف رحيم أرسل رحمة للعالمين فدعاؤه هنا على من آمن ببعد الرحمة لعله فيمن اشتغل بشهواته عن مرضات ربه بعد ما دله على سبيل الفلاح فتجافى عنه فكأنه أبى إلا النار بإكبابه على العصيان والتمرد على الرحمن فلم يستوجب الغفران حيث لم يعظم من أرسل رحمة بالصلاة عليه ولم يقم بتعظيم حرمة شهر تفتح فيه أبواب الجنة وتغلق فيه أبواب النار واستخف بحق والديه فلم يقم بحقهما فحق لهؤلاء أن يطهرهم بالنار إن لم يدركهم اللطف(فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۴۴۶۰)

(رغم)بكسر الغين وتفتح أى لصق أنفه بالتراب وهو كناية عن حصول غاية الذل والهوان (أنف الرجل) يعنى إنسان وذكر الرجل وصف طردى وكذا يقال فيما بعده (ذكرت عنده) بالبناء للمفعول (فلم يصل على) أى لحقه ذل وخزى مجازاة له على ترك تعظيمى أو خاب وخسر من قدر أن ينطق بأربع كلمات توجبه لنفسه عشر صلوات من الله ورفع عشر درجات وحط عشر خطيئات فلم يفعل لأن الصلاة عليه عبارة عن تعظيمه فمن عظمه عظمه الله ومن لم يعظمه أهانه الله وحقر شأنه قال الطيبى :والفاء استبعادية كهى فى قوله تعالى (فأعرض عنها) والمعنى بعيد من العاقل أن يتمكن من إجراء كلمات معدودة على لسانه فيفوز بما ذكر فلم يغتنمه حتى يموت

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

والدین سے بدسلوکی کے بعد حسنِ سلوک سے تلافی

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا أَصْبَحَ إِبْلِيسُ، بَثَّ جُنُودَهُ فَيَقُولُ: مَنْ أَضَلَّ الْيَوْمَ مُسْلِماً، أَلْبَسْتُهُ التَّاجَ. قَالَ: فَيَخْرُجُ هٰذَا فَيَقُولُ: لَمْ أَزَلْ بِهِ حَتّٰى طَلَّقَ امْرَأَتَهُ، فَيَقُولُ: أَوْشَكَ أَنْ يَتَزَوَّجَ: وَيَجِيءُ هٰذَا فَيَقُولُ: لَمْ أَزَلْ بِهِ حَتّٰى عَقَّ وَالِدَيْهِ، فَيَقُولُ: يُوشِكُ أَنْ يَبَرَّهُمَا. وَيَجِيءُ هٰذَا فَيَقُولُ: لَمْ أَزَلْ بِهِ حَتّٰى أَشْرَكَ. فَيَقُولُ: أَنْتَ أَنْتَ. وَيَجِيءُ هٰذَا فَيَقُولُ: لَمْ أَزَلْ بِهِ حَتّٰى قَتَلَ، فَيَقُولُ: أَنْتَ أَنْتَ، وَيُلْبِسُهُ التَّاجَ (موارد الظمآن) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ابلیس کی صبح ہوتی ہے، تو وہ اپنے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فحقيق أن يذله الله اه .ورد بأن جعلها للتعقيب أولى ليفيد ذم التراخى عن تعقيب الصلاة عليه بذكره (ورغم أنف رجل دخل عليه رمضان ثم انسلخ قبل أن يغفر له) أى رغم أنف من علم أنه لو كف نفسه عن الشهوات شهرا فى كل سنة وأتى بما وظف له فيه من صيام وقيام غفر له ما سلف من الذنوب فقصر ولم يفعل حتى انسلخ الشهر ومضى فمن وجد فرصة عظيمة بأن قام فيه إيمانا واحتسابا عظمه الله ومن لم يعظمه حقره الله وأهانه (ورغم أنف رجل) أى إنه مدعو عليه أو مخبر عنه بلزوم ذل وصغار لا يطاق (أدرك عنده أبواه الكبر) قيد به مع أن خدمة الأبوين ينبغى المحافظة عليها فى كل زمن لشدة احتياجهما إلى البر والخدمة فى تلك الحالة (فلم يدخلاه الجنة) لعقوقه لهما وتقصيره فى حقهما وهو إسناد مجازى يعنى ذل وخسر من أدرك أبويه أو أحدهما فى كبر السن ولم يسع فى تحصيل مآربه والقيام بخدمته فيستوجب الجنة جعل دخول الجنة بما يلابس الأبوين وما هو بسببهما بمنزلة ما هو بفعلهما ومسبب عنهما وتعظيمهما مستلزم لتعظيم الله ولذلك قرن تعالى الإحسان إليهما وبرهما بتوحيده وعبادته فمن لم يغتنم الإحسان إليهما سيما حال كبرهما فجدير بأن يهان ويحقر شأنه (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ٥٨٢٣)

[1] رقم الحديث ٦٣، كتاب الايمان، باب فى إبليس وجنوده.

قال حسين سليم اسد الدرانى: إسناده صحيح (حاشية موارد الظمآن)

www.idaraghufran.org

لشکر کو بھیجتا ہے، اور ان سے کہتا ہے کہ جس نے آج کسی مسلم کو گمراہ کیا ہو، تو میں اس کو تاج پہناؤں گا، تو ایک شیطان برآمد ہوتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں مسلسل اس کے ساتھ (گمراہ کرنے کے لیے) لگا رہا، یہاں تک کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، تو ابلیس کہتا ہے کہ (تم نے اتنا بڑا کام نہیں کیا) شاید وہ دوبارہ نکاح کرلے، پھر دوسرا شیطان برآمد ہوتا ہے، اور وہ کہتا ہے کہ میں مسلسل اس کے ساتھ (گمراہ کرنے کے لیے) لگا رہا، یہاں تک کہ اس نے اپنے والدین کے ساتھ بدسلوکی کی، تو ابلیس کہتا ہے کہ (تم نے اتنا بڑا کام نہیں کیا) شاید وہ دوبارہ اپنے والدین سے نیک سلوک کرلے، پھر ایک اور شیطان آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں مسلسل اس کے ساتھ (گمراہ کرنے کے لیے) لگا رہا، یہاں تک کہ اس کو شرک میں مبتلا کردیا، تو ابلیس کہتا ہے کہ (ہاں) تو (ہے) تو (ہے) پھر ایک اور شیطان آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں مسلسل اس کے ساتھ (گمراہ کرنے کے لیے) لگا رہا، یہاں تک کہ اس نے دوسرے مسلمان کو قتل کرڈالا، تو ابلیس کہتا ہے کہ (ہاں) تو (ہے) تو (ہے)، اور اس کو تاج پہناتا ہے (موارد)

اس سے معلوم ہوا کہ کوئی والدین کی نافرمانی و بدسلوکی کا مرتکب ہوا ہو، تو اسے توبہ کرکے، حسنِ سلوک کا اہتمام کرنا چاہئے۔

ملحوظ رہے کہ کئی احادیث میں والدین کے عقوق یا عاق کے جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں، اس سے مراد قطع رحمی ہے، جس کا مطلب والدین کو بے جا تکلیف پہنچانا اور ان کی شرعی حدود میں رہتے ہوئے فرمانبرداری نہ کرنا ہے، اور ہماری زبان میں اس کا عام طور پر ترجمہ نافرمان سے کیا جاتا ہے۔ [1]

---

[1] فالقطيعة ضدها فهى ترك الإحسان ونظر فيه الهيثمى بناء على تفسير العقوق بأن يفعل مع أحد أبويه ما لو فعله مع أجنبى كان محرما صغيرة فينتقل بالنسبة إلى أحدهما كبيرة وإن الأبوين

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اللہ تعالیٰ سب کو اپنے والدین کی نافرمانی کرنے اور ان کو ایذاء و تکلیف پہنچانے سے بچائے،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أعظم من بقية الأقارب ثم قال :فالذى يتجه ليوافق كلامهم وفرقهم بين العقوق وقطع الرحم أن المراد بالأول أن يفعل مع أحد الأبوين ما يتأذى به فإن كان التأذى ليس بالهين عرفا كان كبيرة وإن لم يكن محرما لو فعله مع الغير وبالثانى قطع ما ألف القريب منه سابق الصلة والإحسان بغير عذر شرعى لأن قطع ذلك يؤدى إلى إيحاش القلوب وتأذيها فلو فرض أن قريبه لم يصل إليه إحسان ولا إساء ة قط لم يفسق بذلك لأن الأبوين إذا فرض ذلك فى حقهما من غير أن يفعل معهما ما يقتضى التأذى العظيم لغناهما مثلا لم يكن كبيرة فأولى بقية الأقارب ولو فرض أن الإنسان لم يقطع عن قريبه ما ألفه منه من الإحسان لكنه فعل معه محرما صغيرة أو قطب فى وجهه أو لم يقم له فى ملأ ولا عبأ به لم يكن ذلك فسقا بخلافه مع أحد الأبوين لأن تأكد حقهما اقتضى أن يتميزا على بقية الأقارب بما لا يوجد نظيره فيهم وعلى ضبط الثانى بما ذكرته فلا فرق بين أن يكون الإحسان الذى ألفه منه ريبه مالا أو مكاتبة أو مراسلة أو زيادة أو غير ذلك فقطع ذلك كله بعد فعله لغير عذر كبيرة وينبغى أن يراد بالعذر فى المال فقد ما كان يصله به أو تجدد احتياجه إليه أو أن يندبه الشارع إلى تقديم غير القريب عليه لكونه أحوج أو أصلح فعدم الإحسان إلى القريب أو تقديم الأجنبى عليه لهذا العذر يرفع عنه وإن انقطع بسبب ذلك ما ألفه منه القريب لأنه إنما راعى أمر الشارع بتقديم الأجنبى عليه وواضح أن القريب لو ألف منه قدرا معينا من المال يعطيه إياه كل سنة مثلا فنقصه لا يفسق بذلك بخلاف ما لو قطعه من أصله لغير عذر وأما عذر الزيادة فينبغى ضبطه بعذر الجمعة أن كلا فرض عين وتركه كبيرة وأما عذر ترك المكاتبة والمراسلة فهو أن لا يجد من يثق به فى أداء ما يرسله معه والظاهر أنه إذا ترك الزيادة التى ألفت منه فى وقت مخصوص لعذر لا يلزمه قضاؤها فى غير ذلك الوقت والأولاد والأعمام من الأرحام وكذا الخالة فيأتى فيهم وفيها ما تقرر من الفرق بين قطعهم وعقوق الوالدين(روح المعانى ،ج۱۳ ص ۲۲۶، تحت آیت ۲۲،۲۳ من سورة محمد)

قوله :(وعقوق الوالدين) ، العقوق من العق، وهو :القطع، وذكر الأزهرى أنه يقال :عق والده يعقه، بضم العين :عقا وعقوقا إذا قطعه، والعاق اسم فاعل، ويجمع على عققة، بفتح الحروف كلها، و : عقق، بضم العين والقاف .وقال صاحب (المحكم) : رجل عقق وعقوق وعق وعاق، بمعنى واحد . والعاق هو الذى شق عصا الطاعة لوالديه وقال النووى :هذا قول أهل اللغة .وأما حقيقة العقوق المحرم شرعا فقل من ضبطه، وقد قال الشيخ الإمام أبو محمد بن عبد السلام :لم أقف فى عقوق الوالدين وفيما يختصان به من العقوق على ضابط اعتمد عليه، فإنه لا يجب طاعتهما فى كل ما يأمران به ولا ينهيان عنه باتفاق العلماء ، وقد حرم على الولد الجهاد بغير إذنهما لما يشق عليهما من توقع قتله أو قطع عضو من أعضائه ولشدة تفجعهما على ذلك،، وقد ألحق بذلك كل سفر يخافان فيه على نفسه أو عضو من أعضائه .وقال الشيخ أبو عمرو بن الصلاح فى (فتاويه) : العقوق المحرم كل فعل يتأذى به الوالدان تأذيا ليس بالهين مع كونه ليس من الأفعال الواجبة، قال :وربما

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اوروالدین کے فرمانبرداروں کی فہرست میں داخل فرمائے۔آمین۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قيل :طاعة الوالدين واجبة في كل ما ليس بمعصية، ومخالفة أمرهما في ذلك عقوق، وقد أوجب كثير من العلماء طاعتهما في الشبهات، وليس قول من قال من علمائنا :يجوز له السفر في طلب العلم وفي التجارة بغير إذنهما مخالفا لما ذكرته، فإن هذا كلام مطلق، وفيما ذكرته بيان لتقييد ذلك المطلق(عمدة القارى، ج۱۳ ص ۲۱۶، كتاب الشهادات،باب ما قيل في شهادة الزور)

باب عقوق الوالدين من الكبائر:أي :هذا باب في بيان أن عقوق الوالدين من الكبائر، وقال بعضهم : باب، التنوين .قلت :لا يصح بالتنوين إلا بشيء مقدر لأن شرط الإعراب التركيب .والعقوق مشتق من العق وهو الشق والقطع، وقد فرق الجوهري بين مصدر قوله :عق عن ولده، وبين مصدر :عق والده، فقال :وعق عن ولده يعق عقا إذا ذبح عنه يوم أسبوعه، وكذلك إذا حلق عقيقته، وعق والده عقوقا ومعقة فهو عاق وعق والجمع عققة .مثل كفرة .وأما صاحب (المحكم) فصدر كلامه بالتسوية بينهما، وقال :عقه يعقه عقا فهو معق وعقيق شقه، قال :وعق عن ابنه يعق ويعق حلق عقيقته أو ذبح عنه شاة، واسم تلك الشاة :العقيقة قال :وعق والده يعقه عقوقا شق عصا طاعته، قال :ورجل عقق وعقق وعق وعاق، وقال ابن الأثير :عق والده إذا آذاه وعصاه وخرج عليه، قال : وهو ضد البر، وقال ابن دقيق العيد :ضبط الواجب من الطاعة لهما والمحرم من العوق ما لهما فيه عسر .ورتب العقوق مختلفة، وقال ابن عبد السلام :لم أقف في عقوق الوالدين ولا فيما يختصان به من الحقوق على ضابط اعتمد عليه، فأيما يحرم في حق الأجانب فهو حرام في حقهما وما يجب للأجانب فهو واجب لهما، ولا يجب على الولد طاعتهما في كل ما يأمران به ولا في كل ما ينهيان عنه باتفاق العلماء ، وقال الشيخ تقي الدين السبكي :إن ضابط العقوق إيذاؤهما بأي نوع كان من أنواع الأذى .قل أو كثر، نهيا عنه أو لم ينهيا أو يخالفهما فيما يأمران أو ينهيان بشرط انتفاء المعصية في الكل، وحكى قول الغزالي :أن أكثر العلماء على وجوب طاعتهما في الشبهات، ووافقهما عليه، وحكى قول الطرطوسي من المالكية :أنهما إذا نهياه عن سنية راتبة المرة بعد المرة أطاعهما، وإن كان ذلك على الدوام فلا طاعة لهما فيه لما فيه من إماتة الشرع، ووافقه على ذلك أيضا(عمدة القارى، ج۲۲ ص ۸۶، كتاب الادب،باب عقوق الوالدين من الكبائر)

المراد من العقوق عقوق الوالدين أو أحدهما، وهو من الكبائر، مأخوذ من العق .وهو لغة القطع والمخالفة، وشرعاً قيل ضابطه أن تعصيه في جائز وليس هذا الإطلاق بمرضيّ؛ وقال بعضهم: طالما بحثت عن ضابطه فلم أجده، والذي آل إليه كلام أئمتنا أن ضابطه أن يفعل معه ما يتأذى به تأذياً ليس بالهين، لكن هل المراد بقولهم ليس بالهين بالنسبة للوالد حتى أن ما تأذى به كثيراً وهو عرفاً بخلاف ذلك كبيرة، أو بالنسبة للعرف فما عده أهله مما لا يتأذى به كثيراً ليس بكبيرة وإن تأذى كثيراً .كل محتمل ولم يبينوه، والذي يظهر أن المراد الثاني بدليل أنه لو أمر ولده بنحو فراق حليلته لم يلزمه طاعته وإن تأذى بذلك كثيراً، فعلمنا أنه ليس المناط وجود التأذي الكثير، بل أن يكون ذلك من شأنه أنه يتأذى به كثيراً(دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين، ج۳ص۱۷۷ ،باب تحريم العقوق وقطيعة الرحم)

www.idaraghufran.org

(فصل نمبر 2)

والدین سے صلہ رحمی وحسنِ سلوک کی فضیلت

جہاں ایک طرف قرآن وسنت میں والدین کے ساتھ صلہ رحمی کی تاکید اور قطع رحمی کی وعید کا تفصیلاً ذکر آیا ہے، وہاں دوسری طرف والدین کے ساتھ صلہ رحمی کی مختلف فضیلتوں کا بھی ذکر آیا ہے۔

آگے اس کی کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

نماز کے بعد، والدین سے صلہ رحمی اور اُس کی جہاد پر فضیلت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ أَوِ الْعَمَلِ الصَّلَاةُ لِوَقْتِهَا، وَبِرُّ الْوَالِدَيْنِ (مسلم)[1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام اعمال یا عمل میں افضل اپنے وقت پر نماز پڑھنا، اور والدین کے ساتھ نیک سلوک (وصلہ رحمی) کرنا ہے (مسلم)

اور صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: اَلصَّلَاةُ عَلٰى مِيْقَاتِهَا ، قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ ، قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: اَلْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَسَكَتُّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَوِ اسْتَزَدْتُهُ لَزَادَنِيْ (بخاری)[2]

---

[1] رقم الحديث ٨٥ "١٤٠"، كتاب الايمان، باب بيان كون الإيمان بالله تعالى أفضل الأعمال.

[2] رقم الحديث ٢٧٨٢، كتاب الجهاد والسير، باب فضل الجهاد والسير.

www.idaraghufran.org

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کون سا عمل افضل ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے وقت پر نماز پڑھنا، میں نے عرض کیا کہ پھر کون سا عمل افضل ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنا، میں نے عرض کیا کہ پھر کون سا عمل افضل ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنا، پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (سوال کرنے سے) خاموش رہا، اور اگر میں اس سے زیادہ سوال کرتا، تو آپ مجھے زیادہ جواب دیتے (بخاری)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے متعدد مقامات پر والدین سے حسنِ سلوک اور صلہ رحمی کرنے کو اپنی عبادت اور توحید کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ [1]

اور مذکورہ حدیث میں نماز کے بعد والدین سے حسنِ سلوک کرنے کے درجہ کو بیان کیا گیا ہے، اور جہاد کے درجہ کو والدین سے حسنِ سلوک کے بعد بیان فرمایا گیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ عام حالات میں والدین سے حسنِ سلوک کا درجہ جہاد سے افضل اور نماز جیسے

---

[1] (أفضل الأعمال) بعد الإيمان أى أكثرها ثوابا (الصلاة لوقتها) فى رواية على وقتها واللام بمعنى فى أو للإستقبال نحو (فطلقوهن لعدتهن) وأما خبر أسفروا بالفجر فمؤول كما مر (وبر الوالدين) فى رواية ثم بدل الواو ووجهه ظاهر والصلاة أول وقتها أى المحافظة عليها المأمور به فى آية (حافظوا على الصلوات) والمحافظة تكون بأدائها أول وقتها خوف فوت فضيلها وهذا حث على ندب المبادرة وخبر فصلى بى جبريل الظهر فى اليوم الثانى حين صار ظل كل شىء مثله بيان للجواز واعلم أن الله تعالى قد عظم شأن الوالدين وقرن حقهما بحقه وشركه بواو العطف فى قوله (وقضى ربک ألا تعبدوا إلا إياه وبالوالدين إحسانا) لأن الله تعالى خلق الولد وصوره وأخرجه إلى الدنيا ضعيفا لا حيلة له ثم قيض له أبويه فتكفلا بتربيته لأنه لا قوام له بنفسه فلم يزالا يربيانه حتى أوصلاه إلى حد يقوم بنفسه ولو تركاه ونفسه هلک فكانا سبب تمام خلقه ونشأته فالله هو الخالق المصور حقيقة وهما المنشآن له مجازا فلذلک لا يقدر أحد أن يقوم أحد بحق أبويه فإن من كان سبب نشأتک كيف تفى بحقه أو تفى بشكره ولذلک قرن تعالى عقوقهما بالشرک به كما قرن طاعتهما بطاعته ولما كان الشرک لا يغفر عظم قدر العقوق لاقترانه به فمن بر والديه فقد بر ربه لان فى برهما بره للإشتراک المتقدم ومن عقهما فقد عقه(فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۱۲۳۳)

www.idaraghufran.org

فریضہ کے بعد ہے۔ [1]

ارکانِ اسلام اور والدین سے صلہ رحمی نبیوں کی معیت کا ذریعہ

حضرت عمرو بن مرہ جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، شَهِدْتُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ، وَصَلَّيْتُ الْخَمْسَ، وَأَدَّيْتُ زَكَاةَ مَالِيْ، وَصُمْتُ شَهْرَ رَمَضَانَ . فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ مَاتَ عَلٰى هٰذَا، كَانَ مَعَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، هٰكَذَا وَنَصَبَ إِصْبَعَيْهِ مَا لَمْ يَعُقَّ وَالِدَيْهِ

(مسند احمد، رقم الحديث ۸۱) [2]

---

[1] (وعن ابن مسعود رضى الله عنه قال :سألت رسول الله أى الأعمال أفضل) أى أكثر ثواباً عند الله تعالى (قال الصلاة على وقتها) أى أداؤها فيه، وعبر بعلى إيماء إلى استعلاء استحقاقها الوقت إذ لا يجوز إخلاؤه عنها بغير عذر، والتفضيل فيه بالنسبة لما بعده كما يدل عليه قوله (قلت :ثم أى) بالتنوين قيل وبتركه (قال بر الوالدين) أى الإلطاف معهما حسب الإمكان (قلت :ثم أى) بالتنوين قيل وبتركه (قال بر الوالدين) أى الإلطاف معهما حسب الإمكان (قلت :ثم أى؟ قال :الجهاد فى سبيل الله) أى قتال الكفار لإعلاء كلمة الله طلباً لمرضاته، والحديث صريح فى تقديم بر الوالدين على الجهاد، وأصرح منه ما فى حديث مسلم وغيره أن رجلا جاء إلى رسول الله يستأذنه فى الجهاد فقال :أحيّ والداک؟ قال :نعم، قال :ففيهما فجاهد (متفق عليه) وقد تقدم بشرحه فى باب بر الوالدين(دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين، تحت رقم الحديث ۱۰۷۴، ج۶ ص ۵۵۹، كتاب الفضائل ،باب الحث على حضور الجماعة فى الصبح والعشاء)

[2] قال شعيب الارنؤوط:

حديث صحيح، رجاله ثقات غير عبد الله بن لهيعة، وهو -وإن كان سيىء الحفظ -قد توبع .يحيى بن إسحاق :هو السيلحيني، وعبيد الله بن أبى جعفر :هو المصرى مولى بنى كنانة، وعيسى بن طلحة :هو ابن عبيد الله التيمى (حاشية مسنداحمد)

وقال الهيثمى:

رواه أحمد والطبرانى باسنادين ورجال أحد إسنادى الطبرانى رجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد ج۸ص۱۴۷ ،تحت رقم الحديث ۱۳۴۲۹ ،باب ما جاء فى العقوق)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور آپ اللہ کے رسول ہیں، اور میں پانچ وقت کی نماز پڑھتا ہوں، اور اپنے مال کی زکاۃ دیتا ہوں، اور رمضان کے مہینے کے روزے رکھتا ہوں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس حال میں فوت ہو جائے (کہ وہ یہ اعمال کرتا ہو) تو وہ قیامت کے دن نبیوں، اور صدیقوں اور شہداء کے ساتھ ہوگا، اس طرح اور آپ نے (یہ الفاظ کہتے ہوئے) اپنی دو اُنگلیوں کو کھڑا کیا، اور فرمایا کہ جب تک اپنے والدین سے بدسلوکی نہ کرے (مسند احمد)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ارکانِ اسلام کی ادائیگی اور والدین کے ساتھ صلہ رحمی وحسنِ سلوک کرنا اور قطع رحمی و بدسلوکی سے بچنا، ان اعمال میں سے ہے کہ جو آخرت میں نبیوں، صدیقین اور شہیدوں کی معیت حاصل ہونے کا ذریعہ ہیں۔

والدین سے حسنِ سلوک جہاد سے افضل وحصولِ جنت کا ذریعہ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاسْتَأْذَنَهُ فِي الْجِهَادِ، فَقَالَ: أَحَيٌّ وَالِدَاكَ؟ ، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَفِيهِمَا فَجَاهِدْ (بخاری) [1]

ترجمہ: ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر جہاد کی اجازت طلب کی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا آپ کے والدین حیات ہیں؟ اس نے عرض کیا کہ جی ہاں! تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ والدین کے معاملات میں جہاد کریں (بخاری)

---

[1] رقم الحدیث ۳۰۰۴، کتاب الجهاد و السیر، باب الجهاد بإذن الأبوین.

www.idaraghufran.org

والدین کے معاملہ میں جہاد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ اپنے والدین کے ساتھ صلہ رحمی اور حسنِ سلوک اوران کی خدمت اور جائز کاموں میں اطاعت کی کوشش اور محنت کیجئے، یہ آپ کے لئے جہاد وقتال کے قائم مقام ہو جائے گا، جس کی وضاحت دوسری روایات میں آتی ہے۔[1]

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَتَأْذَنُ لِيْ فِي الْجِهَادِ؟ قَالَ أَلَكَ وَالِدَانِ قَالَ نَعَمْ ،قَالَ:اِذْهَبْ فَبِرْهُمَا. فَذَهَبَ وَهُوَ يَحْمِلُ الرِّكَابَ (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ۴۲۱، كتاب البر و الاحسان، باب حق الوالدين)[2]

ترجمہ: ایک آدمی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا آپ مجھے جہاد کی اجازت دیتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا آپ کے والدین ہیں؟ اس نے عرض کیا کہ جی ہاں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ جایئے، اور اپنے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کیجئے، تو وہ آدمی (اپنے والدین کے پاس) چلا گیا، حالانکہ وہ آدمی رکاب اٹھائے ہوئے تھا (یعنی جنگ پر جانے کے لئے بالکل تیار تھا) (ابنِ حبان)

اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ ہی کی ایک روایت میں ہے کہ:

أَقْبَلَ رَجُلٌ إِلٰى نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أُبَايِعُكَ عَلَى الْهِجْرَةِ وَالْجِهَادِ، أَبْتَغِي الْأَجْرَ مِنَ اللّٰهِ، قَالَ: فَهَلْ مِنْ وَالِدَيْكَ أَحَدٌ حَيٌّ؟ قَالَ: نَعَمْ، بَلْ كِلَاهُمَا، قَالَ: فَتَبْتَغِي الْأَجْرَ مِنَ اللّٰهِ؟ قَالَ:

---

[1] ففيهما فجاهد أى إن كان لك أبوان فابلغ جهدك فى برهما والإحسان إليهما فإن ذلك يقوم لك مقام قتال العدو (فتح البارى شرح صحيح البخارى، ج١٠، ص٤٠٣، كتاب الأدب، قوله باب لا يجاهد إلا بإذن الأبوين)

[2] قال شعيب الارنؤوط:
إسناده حسن فى الشواهد (حاشية صحيح ابنِ حبان)

www.idaraghufran.org

نَعَمْ، قَالَ :فَارْجِعْ إِلٰى وَالِدَيْکَ فَأَحْسِنْ صُحْبَتَهُمَا (مسلم) [1]

ترجمہ: ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا کہ میں آپ سے ہجرت اور جہاد پر بیعت کرتا ہوں، اللہ کی طرف سے اجر وثواب حاصل کرنے کے لئے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا آپ کے والدین میں سے کوئی حیات ہے؟ اس نے عرض کیا کہ بے شک میرے والدین دونوں حیات ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا آپ اللہ سے اجر وثواب کو حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ اس نے عرض کیا کہ بے شک، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پس آپ اپنے والدین کی طرف لوٹ جائیے، اور ان کے ساتھ رہ کر حسنِ سلوک کیجئے (مسلم)

معلوم ہوا کہ والدین کے ساتھ صلہ رحمی اور حسنِ سلوک کرنے کا درجہ بہت زیادہ ہے کہ اس کی تاکید عام حالات میں ہجرت اور جہاد سے بھی زیادہ ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ٢٥٤٩ "٦"، كتاب البر و الصلة و الآداب، باب بر الوالدين وأنهما أحق به.

[2] والجهاد أبتغي الأجر من الله تعالى قال فارجع إلى والديک فأحسن صحبتهما هذا كله دليل لعظم فضيلة برهما وأنه آكد من الجهاد وفيه حجة لما قاله العلماء أنه لا يجوز الجهاد إلا بإذنهما إذا كانا مسلمين أو بإذن المسلم منهما (شرح النووى على مسلم، ج١٦، ص ١٠٤، كتاب البر والصلة والآداب،باب بر الوالدين وأنهما أحق به)

فاستأذنه فى الجهاد فقال :أحيّ والداک) الوصف فيه مبتدأ لاعتماده على الاستفهام ووالداک فاعله سد مسد خبره (قال :نعم) أى هما حيان (قال :ففيهما فجاهد) وقوله :ففيهما متعلق بالأمر قدم للاختصاص، والفاء الأولى جزاء لشرط محذوف، والثانية جزائية لتضمن الكلام معنى الشرط: أى إذا كان الأمر كما قلت فاخصص المجاهدة بخدمة الوالدين نحو :(فإياى فاعبدون) (العنكبوت) فحذف الشرط وعوض عنه الظرف المفيد للاختصاص، قاله العاقولى .وقال ابن رسلان :المراد بالجهاد فيهما جهاد النفس فى وصول البرّ إليهما بالتلطف بهما وحسن الصحبة والطاعة وغير ذلک، وتقدم أن الجهاد الأكبر جهاد النفس الأمارة بالسوء اهـ .قال المصنف :هذا كله دليل لعظم فضيلة برّهما، وأنه آكد من الجهاد، وفيه حجة لما قال العلماء من أنه لا يجوز الجهاد إلا بإذنهما إذا كانا مسلمين أو بإذن المسلم منهما، فلو كانا مشركين لم يشترط إذنهما عند الشافعى ومن وافقه، وهذا كله حيث لم يحضر الصفّ ويتعين للقتال فحينئذٍ يجوز بغير إذن اهـ (دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين، ج [illegible]، ص [illegible]، باب بر الوالدين وصلة الأرحام)

www.idaraghufran.org

حضرت امِ سلمہ کے آزاد کردہ غلام ناعم سے روایت ہے کہ:

خَرَجَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ حَاجًّا، حَتّٰى إِذَا كَانَ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ أَتٰى شَجَرَةً عَرَفَهَا فَجَلَسَ تَحْتَهَا، ثُمَّ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ، إِذْ أَقْبَلَ رَجُلٌ شَابٌّ مِنْ هٰذِهِ الشُّعْبَةِ، حَتّٰى وَقَفَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ جِئْتُ لِأُجَاهِدَ مَعَكَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَبْتَغِيْ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ، قَالَ: أَبَوَاكَ حَيَّانِ كِلَاهُمَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَارْجِعْ بِرَّهُمَا قَالَ: اِنْفَتَلَ رَاجِعًا مِنْ حَيْثُ جَاءَ (مسند أبى يعلى) [1]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حج کے لئے نکلے، جب مکہ اور مدینہ کے درمیان پہنچے، تو ایک درخت کے پاس آئے، جس کو انہوں نے پہچان لیا، پھر اس کے نیچے بیٹھ گئے، پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے دیکھا تھا کہ اچانک اس وادی سے ایک نوجوان برآمد ہوا، یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا، اور اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں آپ کے ساتھ اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں، تاکہ اللہ کی رضا اور آخرت کے گھر (یعنی جنت) کو حاصل کروں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تیرے والد اور والدہ دونوں حیات ہیں؟ اس نے عرض کیا کہ بے شک! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

---

[1] رقم الحديث ۵۷۲۴.

قال حسين سليم أسد الدارانى:

رجاله ثقات (حاشية مسند ابى يعلىٰ)

و قال الهيثمى:

رواه أبو يعلى، وفيه ابن إسحاق وهو مدلس ثقة، وبقية رجاله رجال الصحيح إن كان مولى أم سلمة ناعما وهو الصحيح، وإن كان نعيما فلم أعرفه. قلت :وقد تقدمت أحاديث فى الجهاد (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۳۴۰۲)

www.idaraghufran.org

کہ آپ لوٹ جائیں، اور اپنے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کریں، حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات سن کر) وہ آدمی (جہاد میں جانے کے بجائے) جہاں سے آیا تھا، وہیں لوٹ کر چلا گیا (ابو یعلیٰ)

مطلب یہ ہے کہ اس آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کی، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے سامنے اپنے جہاد کے شوق کو ترجیح نہیں دی، صحابۂ کرام کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کا یہی عالم تھا کہ اپنے شوق اور جذبہ کے مقابلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کو ترجیح دیتے تھے، اسی لئے وہ دنیا وآخرت میں کامیاب ہوئے۔

جبکہ آج کل بہت سے مسلمان شریعت کے حکم وتقاضہ کے بجائے، دین کے معاملہ میں بھی اپنے شوق اور جذبہ کے تقاضہ کو پورا کرتے ہیں۔

حضرت جاہمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْتَشِيرُهُ فِي الْجِهَادِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَكَ وَالِدَانِ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: الْزَمْهُمَا فَإِنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ أَرْجُلِهِمَا(المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۲۲۰۲) [1]

ترجمہ: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جہاد کے بارے میں مشورہ کرنے کے لئے حاضر ہوا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا آپ کے والدین حیات ہیں، میں نے عرض کیا کہ جی ہاں! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ ان کے ساتھ چمٹ جایئے، کیونکہ جنت ان دونوں کے پیروں کے نیچے ہے (طبرانی)

اس سے معلوم ہوا کہ والدین کی خدمت کے سلسلہ میں جدوجہد کرنا، جہاد سے کم نہیں، بلکہ عام حالات میں والدین کی خدمت واطاعت کرنا، خالص اور شرعی جہاد کرنے سے بھی افضل ہے، بلکہ جنت کو حاصل کرنے کا عمدہ طریقہ ہے، اور اگر والدین میں سے کوئی ایک فوت

---

[1] قال الھیثمی:
رواہ الطبرانی، ورجالہ ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۱۳۴۰۰)

www.idaraghufran.org

ہو گیا ہو اور دوسرا حیات ہو، اس وقت والدین میں سے ایک کا بھی یہی حکم ہے۔ [1]

ہجرت کی وجہ سے والدین کے رونے پر ان کو ہنسانے کا حکم

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

جَاءَ رَجُلٌ إِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: جِئْتُ أُبَايِعُکَ عَلَی الْهِجْرَةِ، وَتَرَکْتُ أَبَوَيَّ يَبْکِيَانِ، فَقَالَ: ارْجِعْ عَلَيْهِمَا فَأَضْحِکْهُمَا کَمَا أَبْکَيْتَهُمَا (سنن ابی داوٗد) [2]

ترجمہ: ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اس نے عرض کیا کہ میں آپ سے ہجرت پر بیعت کرنے آیا ہوں، اور میں اپنے والدین کو روتا ہوا چھوڑ کر آیا ہوں، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ اپنے والدین کی طرف لوٹ جایئے، اور ان کو اسی طرح ہنسایئے، جس طرح آپ نے ان کو رُلایا ہے (ابوداود، مسند احمد)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب یہ تھا کہ وہ آپ کی جدائی سے غمزدہ ہیں، لہٰذا آپ ان کے پاس جا کر ان کے غم کو خوشی میں تبدیل فرمایئے۔ جس سے معلوم ہوا کہ اگر والدین کو کسی عمل سے رنج وغم پہنچے، تو اس کی تلافی ان کو خوش کر کے کرنی چاہئے۔ [3]

---

[1] فقال النبی -صلی الله علیه وسلم " :-ألک والدان؟ قلت :نعم قال " :الزمهما، فإن الجنة تحت أرجلهما ."اهـ .ولعل الاقتصار فی الروایة الأولی للإشعار بأن خدمة الوالدة هی الأولی، ولهذا اقتصر فی حدیث آخر علی الأم ;حیث قال :الجنة تحت أقدام الأمهات "مع أن خدمة الوالد أیضا سبب لدخول الجنة بلا مریة(مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، ج۷، ص۳۰۹۷، کتاب الادب، باب البر والصلة)

[2] رقم الحدیث ۲۵۲۸، کتاب الجهاد، باب فی الرجل یغزو، وأبواه کارهان، مسند احمد، رقم الحدیث ۶۴۹۰.

قال شعیب الارنؤوط: إسناده صحیح (حاشیةسنن ابی داوٗد)

[3] قوله :(ارجع علیهما فأضحکهما کما أبکیتهما) أی :أدخل السرور علیهما کما أدخلت

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اہلِ علم حضرات نے فرمایا کہ جہاد اور ہجرت پر والدین کی خدمت کی فضیلت اُس وقت ہے، جبکہ جہاد و ہجرت اُس پر یقینی طور پر فرض نہ ہو، اور اگر والدین یا ان میں سے کوئی ایک غیر مسلم ہوں، اور وہ دینِ اسلام سے عناد کی وجہ سے جہاد و ہجرت سے منع کریں تو ان کی اطاعت نہیں کی جائے گی، بشرطیکہ جہاد و ہجرت کا شرعاً حکم ہو، لیکن صلہ رحمی کا پھر بھی حکم ہوگا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الحزن عليهما (شرح سنن أبى داود، لعبد المحسن العباد البدر، شرح حديث الرجل يغزو وأبواه كارهان)

(عن عبد الله بن عمرو) رضى الله تعالى عنهما (أن رجلا أتى النبى -صلى الله عليه وسلم- فقال: إنى جئت أبايعك على الهجرة، ولقد تركت أبوى) أصله أبوين لى، فحذفت النون، واللام للإضافة، ثم أدغمت الياء فى الياء، وفتحت ياء المتكلم (يبكيان) أى على فراقه لهما (قال) صلى الله تعالى عليه وسلم (ارجع إليهما) الظاهر أن ذلك بعد أن انقطعت فريضة الهجرة (فأضحكهما) بقطع الهمزة، من الإضحاك، أى أضحكهما بدوام صحبتك لهما (كما أبكيتهما) بفراقك إياهما. والله تعالى أعلم بالصواب، وإليه المرجع والمآب، وهو المستعان، وعليه التكلان (شرح سنن النسائى المسمى ذخيرة العقبى فى شرح المجتبى، لمحمد بن على بن آدم بن موسى الإثيوبى الوَلَّوِى، ج ٣٢، ٢٣٥، كتاب البيعة، البيعة على الهجرة)

[1] (وعن عبد الله بن عمرو رضى الله تعالى عنه) : بالواو (قال: جاء رجل إلى رسول الله -صلى الله عليه وسلم- فاستأذنه فى الجهاد فقال له: أحي والداك؟ قال: نعم، قال: ففيهما) : أى: ففى خدمتهما (فجاهد) : قال الطيبى رحمه الله: فيهما متعلق بالأمر قدم للاختصاص، والفاء الأولى جزاء شرط محذوف، والثانية جزائية لتضمن الكلام معنى الشرط؛ أى: إذا كان الأمر كما قلت فاختص المجاهدة فى خدمة الوالدين نحو قوله تعالى: (فإياى فاعبدون) أى: إذا لم تخلصوا لى فى العبادة فى أرض فأخلصوها فى غيرها فحذف الشرط وعوض عنه تقديم المفعول المفيد للاختصاص ضمنا، وقوله: فجاهد جىء به مشاكلة يعنى حيث قال: فجاهد فى موضع فاخدمهما؛ لأن الكلام كان فى الجهاد، ويمكن أن يكون الجهاد بالمعنى الأعم الشامل للأكبر والأصغر. قال تعالى: (والذين جاهدوا فينا لنهدينهم سبلنا) (متفق عليه) ورواه أبو داود والترمذى، والنسائى.

(وفى رواية) : أى: لمسلم (فارجع إلى والديك فأحسن صحبتهما) : فى شرح السنة: هذا فى جهاد التطوع لا يخرج إلا بإذن الوالدين إذا كانا مسلمين، فإن كان الجهاد فرضا متعينا فلا حاجة إلى إذنهما وإن منعاه عصاهما وخرج، وإن كانا كافرين فيخرج بدون إذنهما فرضا كان الجهاد، أو تطوعا، وكذلك لا يخرج إلى شىء من التطوعات كالحج والعمرة والزيارة، ولا يصوم التطوع إذا كره الوالدان المسلمان، أو أحدهما إلا بإذنهما قال ابن الهمام: لأن طاعة كل منهما فرض عليه، والجهاد لم يتعين عليه، وفى سنن أبى داود، عن عبد الله بن عمرو بن العاص: جاء رجل إلى رسول

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

والدین سے صلہ رحمی عمرورزق میں برکت کا ذریعہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَحَبَّ أَنْ یُمَدَّ لَہٗ فِیْ عُمُرِہٖ، وَأَنْ یُزَادَ لَہٗ فِیْ رِزْقِہٖ، فَلْیَبَرَّ وَالِدَیْہِ، وَلْیَصِلْ رَحِمَہٗ (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۳۴۰۱) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الله -صلى الله عليه وسلم -فقال :جئت أبايعک على الهجرة وتركت أبوای يبكيان فقال :ارجع إليهما وأضحكهما كما أبكيتهما ، وفيه عن الخدرى :أن رجلا هاجر إلى رسول الله -صلى الله عليه وسلم -من اليمن فقال " :هل لک أحد باليمن؟ "قال :أبوای .قال " :أذنا لک "قال :لا. قال " :فارجع واستأذنهما فإن أذنا لک فجاهد وإلا فبرهما(مرقاة المفاتيح، ج۶ص ۲۴۷۲، كتاب الجهاد)

قال محمد رحمه الله فی السير الكبير :ولا يخرج الرجل إلى الجهاد وله أم أو أب إلا بإذنه؛ إلا فی النفير العام، وهذا استحسان، وإن كان أبواه كافرين أو أحدهما، وكرها له ذلک، أو كره الكافر؛ فليتحر فی ذلک، فإن وقع تحريه على أنه إنما كره لما يلحقه من المشقة لأجل ما يخاف عليه من القتل، فإنه لا يخرج من غير إذنهما، وإن وقع تحريه على أنه إنما كرهه كراهة أن يقاتل مع أهل دينه وملته يخرج بغير إذنهما، وإن لم يقع تحريه على شیء بل شک فی ذلک، ومعناه استواء الظنين، لم يذكر محمد رحمه الله هذا الفصل فی الكتاب ، قالوا :وينبغی أن لا يخرج؛ لأن طاعة الوالدين على الولد واجب بيقين ووقع الشک فی سقوطها، فلا يسقط بالشک، واستدلوا بما ذكر محمد رحمه الله فی السير فی باب طاعة الوالی :أن الإمام إذا أمر الجند بشیء وشكوا أنهم ينتفعون به أو يتضررون، وتساوى الظنان أن عليهم أن يطيعوا الأمير؛ لأن طاعة الأمير واجب بيقين ووقع الشک فی سقوطه فلا يسقط بالشک(المحيط البرهانی فی الفقه النعمانی، ج۹، ص ۳۱۰، كتاب التحری،الفصل الرابع فی المتفرقات)

[1] قال شعيب الارنؤوط:

حديث صحيح، وهذا إسناد حسن من أجل ميمون بن سياه، ومن دونه ثقات .يونس: هو ابن محمد المؤدِّب، وحَزْم :هو ابن أبی حزم القُطَعی.

وأخرجه ابن أبی الدنيا فی "مكارم الأخلاق (۲۴۴) "من طريق أحمد بن المقدام العجلی، وأبو نعيم فی "الحلية(۳/۱۰۷) "من طريق مسدد، كلاهما عن حزم بن أبی حزم، بهذا الإسناد (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

اس کی عمر لمبی کی جائے، اوراس کا رزق زیادہ کیا جائے، تو اسے چاہئے کہ اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک اور صلہ رحمی کرے (مسند احمد)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ بَرَّ وَالِدَيْهِ طُوبٰى لَهُ زَادَ اللّٰهُ فِيْ عُمُرِهِ (مستدرک حاکم، رقم الحديث ۷۲۵۷، کتاب البر و الصلة) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کیا، اس کے لئے خوشخبری ہے، اللہ اس کی عمر زیادہ فرمائے گا (حاکم)

اس طرح کا مضمون حضرت کعب احبار سے بھی مروی ہے۔ [2]

اس کے علاوہ بھی بعض دیگر احادیث میں والدین کے ساتھ صلہ رحمی اور نیک سلوک کو عمر میں اضافہ کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ [3]

---

[1] قال الحاكم:
هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه.
وقال الذهبي في التلخيص:
صحيح.

[2] عن سعيد بن أبي هلال، قال :إن كعبا قال " :والذي نفسي بيده، إن الله ليعجل حين العبد إذا كان العبد عاقا لوالديه ليعجل له العذاب، وإن الله ليزيد في عمر العبد إذا كان بارا بوالديه ليزداد برا وخيرا .وقال كعب :أجد في كتاب الله أنه إذا دعاه فلم يجبه فقد عقه، وإذا ألجأه إلى أن يدعو عليه ويبكي إلى الله منه فيما بينه وبينه فقد عقه كل العقوق، وإذا ائتمنه فخانه فقد عقه، وإذا سأله مما يقدر عليه فمنعه فقد عقه "(الجامع لابن وهب، رقم الحديث ۱۳۰)
قلت:لم يثبت سماع سعيد بن ابی هلال عن كعب الاحبار .محمد رضوان.

[3] عن ثوبان قال :قال رسول الله-صلى الله عليه وسلم " -إن الرجل ليحرم الرزق بالذنب يصيبه، ولا يرد القدر إلا الدعاء، ولا يزيد في العمر إلا البر(موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان، رقم الحديث ۱۰۹۰ ،باب في موانع الرزق)
قال حسين سليم أسد الدّاراني :إسناده جيد(حاشية مواردُ الظمآن)

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بہرحال متعدد احادیث و روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ والدین کے ساتھ صلہ رحمی وحسنِ سلوک سے عمر اور رزق میں برکت وترقی ہوتی ہے۔ ؎1

ضرورت مند والدین کے لئے کمانا، اللہ کے راستہ میں داخل

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

مَرَّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ، فَرَآى أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ جِلْدِهٖ وَنَشَاطِهٖ، فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ: لَوْ كَانَ هٰذَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ؟، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عن سلمان قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :لا يرد القضاء إلا الدعاء ، ولا يزيد فى العمر إلا البر(سنن الترمذى، رقم الحديث ٢١٣٩)

قال الترمذى: وفى الباب عن أبى أسيد وهذا حديث حسن غريب من حديث سلمان لا نعرفه إلا من حديث يحيى بن الضريس، وأبو مودود اثنان، أحدهما :يقال له :فضة، والآخر :عبد العزيز بن أبى سليمان، أحدهما بصرى والآخر مدنى، وكانا فى عصر واحد، وأبو مودود الذى روى الحديث اسمه فضة بصرى.

؎1 (من أحب) وفى رواية للبخارى من سره (أن يبسط) بالبناء للمفعول وفى رواية من سره أن يعظم الله (له فى رزقه) أى يوسعه عليه ويكثر له فيه بالبركة والنمو والزيادة (وأن ينسأ) بضم فسكون ثم همزة أى يؤخر ومنه النسيئة (له فى أثره) محركا أى فى بقية عمرة سمى أثرا لأنه يتبع العمر (فليصل) أى فليحسن بنحو مال وخدمة وزيادة (رحمه) أى قرابته وصلته تختلف باختلاف حال الواصل فتارة تكون بالإحسان وتارة بسلام وزيارة ونحو ذلك ولا يعارض هذا (فإذا جاء أجلهم لا يستأخرون ساعة) الآية لأن المراد بالبسط والتأخير هنا البسط فى الكيف لا فى الكم أو أن الخبر صدر فى معرض الحث على الصلة بطريق المبالغة أو أنه يكتب فى بطن أمه إن وصل رحمه فرزقه وأجله كذا وإن لم يصل فكذا (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ٨٣٢٤)

"لا يرد القضاء إلا الدعاء ، ولا يزيد فى العمر إلا البر .(ت ك) عن سلمان (صح)."

(لا يرد القضاء) وهو ما قدره الله على العباد فإنه ينزل القضاء فلا يرده (إلا الدعاء ، ولا يزيد فى العمر) الذى قد قدره الله للعبد (إلا البر) بالوالدين والأرحام، وتقدم هل المراد زيادة حقيقية فى أيامه ولياليه؟ أو بركة فى ساعاته وأوقاته؟ والمراد بالرد للقضاء ما سلف أو تخفيف ما قدره الله وتقليله وتهوينه(التنوير شرح الجامع الصغير للصنعانى، رقم الحديث ٩٩٥٠)

www.idaraghufran.org

إِنْ كَانَ خَرَجَ يَسْعٰى عَلٰى وَلَدِهٖ صِغَارًا فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَإِنْ كَانَ خَرَجَ يَسْعٰى عَلٰى أَبَوَيْنِ شَيْخَيْنِ كَبِيْرَيْنِ فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَإِنْ كَانَ يَسْعٰى عَلٰى نَفْسِهٖ يُعِفُّهَا فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَإِنْ كَانَ خَرَجَ رِيَاءً وَمُفَاخَرَةً فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ الشَّيْطَانِ (المعجم الكبير للطبرانى) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک آدمی گزرا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام نے اس کی جِلد اور چستی کو دیکھ کر کہا، کہ اے اللہ کے رسول! کاش کہ یہ اللہ کے راستے میں ہوتا؟

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ اپنے چھوٹے بچوں کے لئے سعی کرنے (یعنی اُن کے نان نفقہ اور روزی روٹی کا بندوبست کرنے) کے لئے نکلا، تو یہ اللہ کے راستے میں ہے، اور اگر وہ اپنے بوڑھے اور بڑی عمر کے والدین کے لئے سعی کرنے (یعنی اُن کے نان نفقہ اور روزی روٹی کا بندوبست کرنے) کے لئے نکلا، تو یہ اللہ کے راستے میں ہے، اور اگر وہ اپنی ذات کے لئے سعی کرنے (یعنی اپنی ذات کے لئے کمانے اور روزی روٹی کا بندوبست کرنے) کے لئے نکلا، تا کہ وہ پاکدامنی اختیار کرے (یعنی لوگوں سے سوال نہ کرنا پڑے) تو یہ اللہ

---

[1] رقم الحديث ٢٨٢، المعجم الاوسط، رقم الحديث ٦٨٣٥؛ المعجم الصغير للطبرانى، رقم الحديث ٩٤٠.

قال المنذرى:

رواه الطبرانى ورجاله رجال الصحيح (الترغيب والترهيب، تحت رقم الحديث ٢٦١٠، كتاب البيوع وغيرها الترغيب فى الاكتساب بالبيع وغيره)

وقال الهيثمى:

رواه الطبرانى فى الثلاثة، ورجال الكبير رجال الصحيح (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٧٧٠٩)

وقال الحوينى:

حديث حسن. وقد ورد من حديث أنس و أبى هريرة و كعب بن عجرة رضى الله عنهم (الفتاوىٰ الحديثية، ص٣٠٣)

www.idaraghufran.org

کے راستے میں ہے، اور اگر وہ (دوسروں کے سامنے) ریاکاری اور فخر وتفاخر (کی غرض سے کمانے یا کوئی اور کام کرنے) کے لئے نکلا، تو وہ شیطان کے راستے میں ہے (طبرانی)

اس قسم کی حدیث حضرت ابنِ عمر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما کی سندوں سے بھی مروی ہے۔ [1]

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی اس قسم کی حدیث مروی ہے۔ [2]

---

[1] عن ابن عمر، قال :مر رجل على أصحاب النبى صلى الله عليه وسلم، رجل له حشم خلقا، فقالوا :لو كان هذا فى سبيل الله؟ وجاء النبى صلى الله عليه وسلم، فقالوا : لو كان هذا فى سبيل الله؟ فقال " :لعله يكد على أبوين شيخين كبيرين، فهو فى سبيل الله، لعله يكد على صبية صغار فهو فى سبيل الله، لعله يكد على نفسه ليغنيها عن الناس فهو فى سبيل الله (شعب الايمان، رقم الحديث ٧٤٦٩، معجم ابن الاعرابى، رقم الحديث ٢٣٠٥)

قال الالبانى: وللحديث شواهد كثيرة عن غير واحد من الصحابة، منهم :عبد الله بن عمرنحوه.أخرجه البيهقى فى "السنن(٧/٤٧٩)" و"الشعب (٢/٤١٢/١٠٨٧)"من طريق شريك عن الأعمش عن مَغراء العَبدى عنه .وهذا إسناد حسن فى الشواهد على الأقل (سلسلة الأحاديث الصحيحة ، تحت رقم الحديث ٣٢٤٨)

عن أبى هريرة قال :بينا نحن مع رسول الله صلى الله عليه وسلم، إذ طلع علينا شاب من الثنية، فلما رميناه بأبصارنا، قلنا :لو أن ذا الشاب جعل نشاطه وشبابه وقوته فى سبيل الله، فسمع مقالتنا رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال :وما سبيل الله إلا من قتل؟ من سعى على والديه ففى سبيل الله، ومن سعى على عياله ففى سبيل الله، ومن سعى مكاثرا ففى سبيل الطاغوت (المعجم الاوسط، رقم الحديث ٤٢١٤، شعب الايمان، رقم الحديث ٨٣٣٨، ورقم الحديث ٩٨٩٢؛ مسند بزار، رقم الحديث ٩٨٧٩)

قال الهيثمى: رواه البزار والطبرانى فى الأوسط بنحوه وزاد " :ومن سعى على عياله ففى سبيل الله ."وفيه رباح بن عمر وثقه أبو حاتم وضعفه غيره، وبقية رجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٣٤١٦، كتاب البر والصلة، باب منه فى البر)

وقال الالبانى: والحديث صحيح، فإن له شواهد كثيرة (سلسلة الأحاديث الصحيحة وشىء من فقهها وفوائدها، تحت رقم الحديث ٢٢٣٢)

[2] عن أنس بن مالك، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :الساعى على والديه ليكفهما أو يغنيهما عن الناس فى سبيل الله، ومن سعى على زوج أو ولد ليكفهم

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اوروالدین کے بوڑھے ہونے کی قید اس لئے لگائی گئی ہے کہ عموماً بڑھاپے میں ہی وہ ضرورت مند اوراولاد کی کمائی کے محتاج ہوتے ہیں، ورنہ اگر بڑھاپے سے پہلے ضرورت مند ہوں، تب بھی یہی اجروثواب ہے،اس لئے بعض روایات میں بوڑھے ہونے کی قید کا ذکر نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ بوڑھے اورضرورت مند والدین کے لئے نان ونفقہ اوران کی روزی روٹی کا انتظام کرنے کے لئے نکلنے والے شخص کواللہ تعالیٰ کے راستے میں ہونے کی فضیلت حاصل ہوتی ہے، اورایسے شخص کو اللہ کے راستہ سے خارج سمجھنا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاداورفتوے کی مخالفت پرمبنی ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ويغنيهم عن الناس فی سبيل الله، والساعی علی نفسه ليغنيها ويكفها عن الناس فی سبيل الله، والساعی مكاثرة فی سبيل الشيطان(المعجم الاوسط، رقم الحديث ۸۶۳۰)

قال الطبرانی: لم يرو هذا الحديث عن عبد الكريم الجزری إلا إسحاق بن أسيد، تفرد به :الليث، ولا يروى عن أنس إلا بهذا الإسناد.

وقال الحوينی: قلت :واسحاق بن أسيد -بفتح الهمزة -قال أبو حاتم شيخ ليس بالمشهور ، لا يشتغل به .وقال أبو أحمد الحاكم مجهول .ولما ذكره بن حبان فی (الثقات ۶/۵۰)قال :كان يخطأ .وبه ضعف الهيثمی الحديث فی (مجمع الزوائد ۴/۳۲۵)وعبد الله بن صالح كان كثير الغلط .وعبد الكريم جزم الطبرانی انه الجزری ، وهو بن مالك ، ذكر المزی فی (تهذيب الكمال ۱۸/۲۵۳)انه رأی انس بن مالك ولم يذكر له رواية عنه .والظاهر انه عبد الكريم بن رشيد ، ويقال :راشد .فقد ذكر المزی انه يروی عن انس وعن اسحاق بن اسيد و نقل توثيقه عن ابن معين و ابن حبان ونقل ابن حجر توثيقه عن ابن نمير .وقال النسائی :ليس به بأس (الفتاویٰ الحديثية للحوينی، ص ۴۰۰)

[1] (إن كان خرج يسعى على ولده صغارا) أی يسعى على ما يقيم به أودهم (فهو) أی الإنسان الخارج لذلك أو الخروج أو السعی (فی سبيل الله) أی فی طريقه وهو مثاب مأجور إذ الخروج فيه كالخروج فی سبيل الله أی الجهاد أو السعی كالسعی فيه (وإن كان خرج يسعى على أبوين شيخين كبيرين) أی أدركهما الكبر أی الهرم عنده (فهو فی سبيل الله) بالمعنى المقرر (وإن كان خرج يسعى على نفسه يعفها) أی عن المسألة للناس أو عن أكل الحرام أو عن الوطء الحرام (فهو فی سبيل الله وإن كان خرج يسعى) لا لواجب أو مندوب بل (رياء ومفاخرة) بين الناس (فهو فی سبيل الشيطان) إبليس أو المراد الجنس أی فی طريقهم أو على منهجهم.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

والدین سے صلہ رحمی، گناہوں کی معافی کا ذریعہ

حضرتِ ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَتٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنِّي أَذْنَبْتُ ذَنْبًا كَبِيْرًا، فَهَلْ لِي تَوْبَةٌ؟ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَكَ وَالِدَانِ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: فَلَكَ خَالَةٌ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَبِرَّهَا إِذًا (مسند احمد)[1]

ترجمہ: ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! مجھ سے ایک بڑا گناہ سرزد ہو گیا ہے، کیا میرے لیے توبہ کی کوئی صورت ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے معلوم کیا کہ کیا تمہارے والدین (حیات) ہیں؟ اس نے عرض کیا کہ نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ کیا تمہاری خالہ ہے؟ اس نے عرض کیا کہ ہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ اور ان سے حسنِ سلوک کرو (مسند احمد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے والدین کے حیات ہونے کا معلوم کیا تھا، جس سے معلوم

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(طب عن كعب بن عجرة) بفتح فسكون قال :مر على النبي صلى الله عليه وسلم رجل فرأى أصحابه من جلده ونشاطه ما أعجبهم فقالوا :يا رسول الله لو كان هذا في سبيل الله فذكره قال الطبراني :لا يروى عن كعب إلا بهذا الإسناد تفرد به محمد بن كثير انتهى قال الهيثمي :ورواه الطبراني في الثلاثة ورجال الكبير رجال الصحيح وسبقه إليه المنذري (فيض القدير للمناوي، تحت رقم الحديث ٢٦٦٩)

[1] رقم الحديث ۴۶۲۴.

قال شعيب الارنؤوط:

إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

ہوا کہ والدین سے صلہ رحمی اور نیک سلوک گناہوں کی معافی کا ذریعہ ہے۔
اس طرح کی ایک اور روایت والدہ سے صلہ رحمی کے بیان میں بھی آئی ہے۔
حضرت عطاء بن یسار رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ أَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ: إِنِّي خَطَبْتُ امْرَأَةً، فَأَبَتْ أَنْ تَنْكِحَنِي، وَخَطَبَهَا غَيْرِي، فَأَحَبَّتْ أَنْ تَنْكِحَهُ، فَغِرْتُ عَلَيْهَا فَقَتَلْتُهَا، فَهَلْ لِي مِنْ تَوْبَةٍ؟ قَالَ: أُمُّكَ حَيَّةٌ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: تُبْ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَتَقَرَّبْ إِلَيْهِ مَا اسْتَطَعْتَ. فَذَهَبْتُ فَسَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ: لِمَ سَأَلْتَهُ عَنْ حَيَاةِ أُمِّهِ؟ فَقَالَ: إِنِّي لَا أَعْلَمُ عَمَلًا أَقْرَبَ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ بِرِّ الْوَالِدَةِ (الأدب المفرد، رقم الحديث ۴، باب بر الأم) [1]

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی آیا، اور اس نے عرض کیا کہ میں نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا، اس نے میرے ساتھ نکاح کرنے سے انکار کردیا، اور ایک اور آدمی نے اُس عورت کو نکاح کا پیغام دیا، جس کو اس عورت نے قبول کرلیا، مجھے اس پر غیرت آئی تو میں نے اس عورت کو قتل کردیا، تو کیا میرے لئے توبہ ممکن ہے؟ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا تمہاری والدہ زندہ ہیں؟ اس شخص نے عرض کیا کہ نہیں، حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ اللہ عزوجل سے توبہ کرو، اور جس قدر ممکن ہو اللہ کا قرب حاصل کرو، جب وہ چلا گیا، تو میں نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آپ نے اس سے یہ سوال کیوں کیا کہ آپ کی والدہ زندہ ہے، تو حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں والدہ کے ساتھ نیک سلوک سے زیادہ کسی عمل کو اللہ کے قریب کرنے والا نہیں سمجھتا (الادب المفرد)

---

[1] قال الألباني:
صحیح (حاشیة الادب المفرد)

www.idaraghufran.org

اس روایت سے معلوم ہوا کہ والدین سے نیک سلوک اور صلہ رحمی گناہوں کی معافی کا مؤثر اور عمدہ ذریعہ ہے۔

والدین سے حسنِ سلوک کی بناء پر دعاء کی قبولیت

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: بَيْنَمَا ثَلَاثَةُ نَفَرٍ يَتَمَاشَوْنَ أَخَذَهُمُ الْمَطَرُ، فَمَالُوْا إِلٰى غَارٍ فِي الْجَبَلِ، فَانْحَطَّتْ عَلٰى فَمِ غَارِهِمْ صَخْرَةٌ مِنَ الْجَبَلِ فَأَطْبَقَتْ عَلَيْهِمْ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: اُنْظُرُوْا أَعْمَالًا عَمِلْتُمُوْهَا لِلّٰهِ صَالِحَةً، فَادْعُوا اللّٰهَ بِهَا لَعَلَّهٗ يَفْرُجُهَا. فَقَالَ أَحَدُهُمْ: اَللّٰهُمَّ إِنَّهٗ كَانَ لِيْ وَالِدَانِ شَيْخَانِ كَبِيْرَانِ، وَلِيْ صِبْيَةٌ صِغَارٌ، كُنْتُ أَرْعٰى عَلَيْهِمْ، فَإِذَا رُحْتُ عَلَيْهِمْ فَحَلَبْتُ بَدَأْتُ بِوَالِدَيَّ أَسْقِيْهِمَا قَبْلَ وَلَدِيْ، وَإِنَّهٗ نَاءَ بِيَ الشَّجَرُ، فَمَا أَتَيْتُ حَتّٰى أَمْسَيْتُ فَوَجَدْتُهُمَا قَدْ نَامَا، فَحَلَبْتُ كَمَا كُنْتُ أَحْلُبُ، فَجِئْتُ بِالْحِلَابِ فَقُمْتُ عِنْدَ رُءُوْسِهِمَا، أَكْرَهُ أَنْ أُوْقِظَهُمَا مِنْ نَوْمِهِمَا، وَأَكْرَهُ أَنْ أَبْدَأَ بِالصِّبْيَةِ قَبْلَهُمَا، وَالصِّبْيَةُ يَتَضَاغَوْنَ عِنْدَ قَدَمَيَّ، فَلَمْ يَزَلْ ذٰلِكَ دَأْبِيْ وَدَأْبَهُمْ حَتّٰى طَلَعَ الْفَجْرُ، فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّيْ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ لَنَا فُرْجَةً نَرٰى مِنْهَا السَّمَاءَ: فَفَرَجَ اللّٰهُ لَهُمْ فُرْجَةً حَتّٰى يَرَوْنَ مِنْهَا السَّمَاءَ. وَقَالَ الثَّانِيْ: اَللّٰهُمَّ إِنَّهٗ كَانَتْ لِيَ ابْنَةُ عَمٍّ أُحِبُّهَا كَأَشَدِّ مَا يُحِبُّ الرِّجَالُ النِّسَاءَ، فَطَلَبْتُ إِلَيْهَا نَفْسَهَا، فَأَبَتْ حَتّٰى آتِيَهَا بِمِائَةِ دِيْنَارٍ، فَسَعَيْتُ حَتّٰى جَمَعْتُ مِائَةَ دِيْنَارٍ فَلَقِيْتُهَا بِهَا، فَلَمَّا قَعَدْتُ بَيْنَ رِجْلَيْهَا قَالَتْ: يَا عَبْدَ اللّٰهِ

اِتَّقِ اللّٰهَ، وَلا تَفْتَحِ الْخَاتَمَ، فَقُمْتُ عَنْهَا، اَللّٰهُمَّ فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّيْ قَدْ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ لَنَا مِنْهَا . فَفَرَجَ لَهُمْ فُرْجَةً : وَقَالَ الْآخَرُ :اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ كُنْتُ اِسْتَأْجَرْتُ أَجِيْرًا بِفَرَقِ أَرُزٍّ، فَلَمَّا قَضٰى عَمَلَهُ قَالَ : أَعْطِنِيْ حَقِّيْ، فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَقَّهُ فَتَرَكَهُ وَرَغِبَ عَنْهُ، فَلَمْ أَزَلْ أَزْرَعُهُ حَتّٰى جَمَعْتُ مِنْهُ بَقَرًا وَرَاعِيَهَا، فَجَاءَنِيْ فَقَالَ : اِتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تَظْلِمْنِيْ وَأَعْطِنِيْ حَقِّيْ، فَقُلْتُ : اِذْهَبْ إِلٰى ذٰلِكَ الْبَقَرِ وَرَاعِيْهَا، فَقَالَ : اِتَّقِ اللّٰهَ وَلا تَهْزَأْ بِيْ، فَقُلْتُ : إِنِّيْ لا أَهْزَأُ بِكَ، فَخُذْ ذٰلِكَ الْبَقَرَ وَرَاعِيَهَا، فَأَخَذَهُ فَانْطَلَقَ بِهَا، فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّيْ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ، فَافْرُجْ مَا بَقِيَ .فَفَرَجَ اللّٰهُ عَنْهُمْ

(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۵۹۷۴، کتاب الادب، باب إجابة دعاء من بر والديه)

ترجمہ:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین آدمی چلے جارہے تھے کہ ان کو بارش نے آگھیرا،تو وہ پہاڑ کے ایک غار میں پناہ کے لئے گئے،ان کے غار کے دہانے (اور منہ) پرایک چٹان آ گری،جس سے اس کا راستہ بند ہوگیا،تو وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ تم لوگ اپنے اپنے نیک کاموں پر غور کرو، جو تم نے (خالص) اللہ کے لئے کئے ہوں، اور پھر اس عمل کے واسطہ سے اللہ سے دعاء کرو، امید ہے کہ اللہ اس چٹان کو ہٹادے گا،ان میں سے ایک نے کہا کہ یا اللہ میرے ماں باپ بوڑھے تھے اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے بھی تھے، میں ان کے لئے جانور چراتا تھا، جب شام کو واپس آتا تو ان جانوروں کا دودھ نکالتا اور اپنے بچوں سے پہلے اپنے والدین کو پینے کے لئے دیتا،ایک دن جنگل میں (جانوروں کو) دور تک چرانے کو لے گیا، واپسی میں شام ہوگئی، جب آیا تو وہ دونوں سوچکے تھے، میں نے حسبِ معمول جانوروں کا دودھ نکالا، اور دودھ لے کر

www.idaraghufran.org

آیا اور (والدین کے سوجانے کی وجہ سے) ان کے سرہانے کھڑا ہوگیا، میں نے ناپسند سمجھا کہ انہیں نیند سے بیدار کروں اور یہ بھی برا معلوم ہوا کہ میں پہلے اپنے بچوں کو دوں، حالانکہ بچے میرے قدموں کے پاس آکر چیخ رہے تھے، صبح ہونے تک میرا اور میرے بچوں کا یہی حال رہا، اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ صرف تیری رضا کی خاطر کیا ہے تو یہ چٹان تھوڑی سے ہٹادے، تاکہ آسمان نظر آسکے، تو اللہ نے اس چٹان کو تھوڑا سا ہٹا دیا، یہاں تک کہ آسمان نظر آنے لگا، اور دوسرے آدمی نے کہا کہ یااللہ میری ایک چچازاد بہن تھی، میں اسے بہت چاہتا تھا، جتنا کہ مرد عورتوں سے محبت کرتے ہیں، میں نے اس کی جان اس سے طلب کی (یعنی وہ اپنے آپ کو میرے حوالے کردے) لیکن اس نے انکار کیا، یہاں تک کہ میں اس کے پاس سو دینار لے کر آؤں، چنانچہ میں نے محنت کی یہاں تک کہ سو دینار ہو گئے، تو میں انہیں لے کر اس کے پاس آیا، جب میں اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان بیٹھا تو اس نے کہا کہ اے اللہ کے بندے اللہ سے ڈر اور مہر (یعنی سیل) کو نہ کھولو، یہ سن کر میں کھڑا ہوگیا، یااللہ اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ صرف تیری رضا کی خاطر کیا ہے، تو ہم سے اس چٹان کو ہٹادے، تو اللہ نے اس چٹان کو تھوڑا سا سرکا دیا، تیسرے آدمی نے کہا کہ یااللہ میں نے ایک فرق (کی مخصوص مقدار) چاول پر ایک مزدور کو کام پر لگایا، جب وہ کام پورا کر چکا تو اس نے کہا کہ میرا حق دے دو، میں نے اس کی مزدوری دے دی، لیکن اس نے اپنی مزدوری چھوڑ دی اور لینے سے انکار کردیا، میں نے اس کو مسلسل کاشت کیا یہاں تک کہ میں نے مویشیوں اور ان کے چرواہے کو کیا (یعنی بڑھتے بڑھتے بہت سے مویشی ہوگئے اور اس کے لئے ایک چرواہا بھی رکھ لیا) پھر وہ (مزدور شخص) میرے پاس آیا اور کہا کہ اللہ سے ڈرو اور مجھ پہ ظلم نہ کرو اور مجھے میرا حق دے دو، میں نے کہا کہ ان

www.idaraghufran.org

مویشیوں اور چرواہے کے پاس جاؤ (اوران سب کو لے جاؤ) اس نے کہا اللہ سے ڈرو، اور میرے ساتھ مذاق نہ کرو، میں نے کہا کہ میں تجھ سے مذاق نہیں کررہا ہوں، یہ جانور اور چرواہا لے جاؤ، چنانچہ اس نے ان سب کو لے لیا اور وہ شخص چلا گیا، اس لئے اگر (اے اللہ) تو جانتا ہے کہ یہ میں نے صرف تیری رضا کی خاطر کیا ہے تو (غار کے منہ سے پتھر کا) باقی حصہ بھی دور کردے، چنانچہ اللہ نے اس (باقی ماندہ پتھر) کو بھی سرکا دیا (بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ والدین کی اخلاص اور سچے جذبہ کے ساتھ خدمت کرنے کا عمل اتنا مبارک ہے کہ اس کی برکت سے دعاء قبول کی جاتی ہے۔

نابالغ اولاد کے نیک اعمال کا ثواب والدین کو حاصل ہوتا ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

اَلْمَوْلُوْدُ حَتّٰی یَبْلُغَ الْحِنْثَ مَا عَمِلَ مِنْ حَسَنَةٍ كُتِبَ لِوَالِدِهٖ أَوْ لِوَالِدَيْهِ، وَمَا عَمِلَ مِنْ سَيِّئَةٍ لَمْ تُكْتَبْ عَلَيْهِ وَلَا عَلٰى وَالِدَيْهِ (مسند أبی یعلی، رقم الحدیث ۳۶۷۸) [1]

ترجمہ: چھوٹا بچہ، بالغ ہونے سے پہلے جو نیک عمل کرتا ہے، تو اس کا ثواب اس کے والد یا والدین کے لئے لکھا جاتا ہے، اور جو کوئی وہ برا عمل کرتا ہے، تو اس کا گناہ نہ اس کے لئے لکھا جاتا ہے اور نہ اس کے والدین کے لئے (ابویعلیٰ)

اس سے معلوم ہوا کہ نابالغ اولاد کے نیک عمل کا ثواب اس کے والدین کو حاصل ہوتا ہے۔

---

[1] قال حسین سلیم أسد الدارانی:
إسنادہ صحیح (حاشیة مسند ابی یعلیٰ)

www.idaraghufran.org

قرآن پڑھنے اور اس پر عمل کرنے پر والدین کا اعزاز

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ وَتَعَلَّمَہٗ وَعَمِلَ بِہٖ أُلْبِسَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ تَاجًا مِنْ نُوْرٍ ضَوْءُ ہٗ مِثْلُ ضَوْءِ الشَّمْسِ، وَیُکْسٰی وَالِدَیْہِ حُلَّتَانِ لَا یَقُوْمُ بِہِمَا الدُّنْیَا فَیَقُوْلَانِ: بِمَا کُسِیْنَا؟ فَیُقَالُ: بِأَخْذِ وَلَدِکُمَا الْقُرْآنَ (مستدرک حاکم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے قرآن پڑھا (اور یاد کیا) اور اس کا علم حاصل کیا اور اس پر عمل کیا، تو اس کو قیامت کے دن ایسا تاج پہنایا جائے گا، جس کی روشنی سورج کی روشنی کی طرح ہوگی، اور اس کے والدین کو دو جوڑے پہنائے جائیں گے، جس کی دنیا میں کوئی قیمت نہیں، پھر وہ (یعنی والدین) کہیں گے کہ ہمیں کس وجہ سے یہ جوڑے پہنائے گئے، تو ان کو جواب میں کہا جائے گا کہ آپ کی اولاد کے قرآن کو لینے (یعنی پڑھنے، یاد کرنے اور عمل کرنے) کی وجہ سے (حاکم)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

وَإِنَّ الْقُرْآنَ یَلْقٰی صَاحِبَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ حِیْنَ یَنْشَقُّ عَنْہُ قَبْرُہٗ کَالرَّجُلِ الشَّاحِبِ، فَیَقُوْلُ لَہٗ: ہَلْ تَعْرِفُنِیْ؟ فَیَقُوْلُ: مَا أَعْرِفُکَ فَیَقُوْلُ: أَنَا صَاحِبُکَ الْقُرْآنُ الَّذِیْ أَظْمَأْتُکَ فِی الْہَوَاجِرِ وَأَسْہَرْتُ لَیْلَکَ، وَإِنَّ کُلَّ تَاجِرٍ مِنْ وَرَاءِ تِجَارَتِہٖ، وَإِنَّکَ الْیَوْمَ مِنْ وَرَاءِ کُلِّ تِجَارَۃٍ

---

[1] رقم الحديث ٢٠٨٦، كتاب فضائل القرآن.

قال الحاكم:

هذا حديث صحيح على شرط مسلم ولم يخرجاه

www.idaraghufran.org

فَيُعْطَى الْمُلْكَ بِيَمِينِهِ، وَالْخُلْدَ بِشِمَالِهِ، وَيُوضَعُ عَلَى رَأْسِهِ تَاجُ الْوَقَارِ، وَيُكْسَى وَالِدَاهُ حُلَّتَيْنِ لَا يُقَوَّمُ لَهُمَا أَهْلُ الدُّنْيَا فَيَقُولَانِ: بِمَ كُسِينَا هٰذَا ؟ فَيُقَالُ: بِأَخْذِ وَلَدِكُمَا الْقُرْآنَ، ثُمَّ يُقَالُ لَهُ: اِقْرَأْ وَاصْعَدْ فِي دَرَجِ الْجَنَّةِ وَغُرَفِهَا، فَهُوَ فِي صُعُودٍ مَا دَامَ يَقْرَأُ، هَذًّا كَانَ، أَوْ تَرْتِيلًا (مسند احمد) [1]

ترجمہ: اور قیامت کے دن جب انسان کی قبر شق ہوگی تو قرآن اپنے پڑھنے والے سے جو لاغر آدمی کی طرح ہوگا ملے گا اور اس سے کہے گا کہ کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟ وہ کہے گا کہ میں تمہیں نہیں پہچانتا، قرآن کہے گا کہ میں تمہارا وہی ساتھی قرآن ہوں، جس نے تمہیں سخت گرم دوپہروں میں پیاسا رکھا اور راتوں کو جگایا، ہر تاجر اپنی تجارت کے پیچھے ہوتا ہے، اور آپ آج ہر تجارت کے پیچھے ہوں گے، چنانچہ اس کے دائیں ہاتھ میں (جنت کی) حکومت اور بائیں ہاتھ میں ہمیشہ (جنت) کا آرام وسکون دے دیا جائے گا اور اس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جائے گا اور اس کے والدین کو ایسے جوڑے پہنائے جائیں گے جن کی قیمت ساری دنیا کے لوگ مل کر بھی ادا نہ کرسکیں گے، اس کے والدین معلوم کریں گے کہ ہمیں یہ لباس کس سبب سے پہنایا گیا؟ تو جواب دیا جائے گا کہ تمہاری اولاد کے قرآن حاصل کرنے (یعنی پڑھنے، یاد کرنے اور اس پر عمل کرنے) کی برکت سے، پھر اس سے کہا جائے گا کہ قرآن پڑھنا اور جنت کے درجات اور بالاخانوں

---

[1] رقم الحديث ٢٢٩٥٠؛ شرح السنة للبغوى، ج۴، ص ۴۵۴، باب فضل سورة البقرة وآل عمران.

قال البغوى: هذا حديث حسن غريب.

قال شعيب الارنؤوط:

إسناده حسن فى المتابعات والشواهد من أجل بشير بن المهاجر الغَنَوى، وباقى رجاله ثقات رجال الشيخين، وحسنه الحافظ ابن كثير فى "تفسيره ١/٦٢" ولبعضه شواهد يصح بها (حاشية مسند أحمد)

www.idaraghufran.org

پر چڑھنا شروع کردو، چنانچہ جب تک وہ پڑھتا رہے گا اور (جنت کے درجات پر) چڑھتا رہے گا، خواہ تیزی کے ساتھ پڑھے یا ٹھہر ٹھہر کر (اس کی تلاوت اور قرائت کے مطابق ہی درجات حاصل ہوں گے) (مسند احمد)

اس طرح کا مضمون دوسری سندوں سے بھی مروی ہے۔ ؎

؎ عن أبي هريرة قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :تعلموا البقرة، فإن أخذها بركة، وتركها حسرة، ولا يطيقها البطلة.
وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم :يجيء القرآن يوم القيامة كالرجل الشاحب، يقول لصاحبه :هل تعرفني؟ أنا الذي كنت أسهر ليلك، وأظمء هواجرك، وإن كل تاجر من وراء تجارته، وأنا لك اليوم من وراء كل تاجر، فيعطى الملك بيمينه، والخلد بشماله، ويوضع على رأسه تاج الوقار، ويكسى والداه حلتان، لا يقوم لهما الدنيا وما فيها، فيقولان :يا رب، أنى لنا هذا؟ فيقال لهما :بتعليم ولدكما القرآن، وإن صاحب القرآن يقال له يوم القيامة :اقرأ، وارق في الدرجات، ورتل كما كنت ترتل في الدنيا، فإن منزلك عند آخر آية معك (المعجم الأوسط، رقم الحديث ۵۷۶۴)

قال الهيثمي: رواه الطبراني في الأوسط، وفيه يحيى بن عبد العزيز الحماني، وهو ضعيف (مجمع الزوائد، ج۷ص ۱۶۰، باب منه في فضل القرآن ومن قرأه)

عن يحيى بن أبي كثير قال بلغنا أن القرآن يأتي يوم القيامة في صورة الشاحب المنافر فيقول لصاحبه تعرفني فيقول من أنت فيقول أنا خليلك وأنا ضجيعك وأنا شفيقك وأنا الذي كنت اسهر ليلك وأنصب نهارك وأزول معك حيث ما زلت كان كل تاجر قد أصاب من تجارته وأنا اليوم لك من وراء كل تاجر فيعطى الملك بيمينه والخلد بشماله ويوضع تاج الوقار على رأسه ويقال له أذهب في نعيم مقيم ويكسى أبواه حلتين لم تقم بهما الدنيا فيقولان أي هذا ولم نعمل له فيقول بأخذ ابنكما القرآن ثم يقال اقرا وارق فمن كان يرتله فبحساب ذلك ومن كان يهذه فبحساب ذلك (مصنف عبد الرزاق، رقم الحديث ۶۰۱۴)

قال الالباني: الحديث حسن أو صحيح، لأن له شاهدا من حديث بريدة بن الحصيب مرفوعا بتمامه......والحديث بتمامهله شاهد آخر من رواية يحيى بن أبي كثير بلاغا .أخرجه عبد الرزاق عن معمر عنه .فهو بلاغ صحيح (سلسلة الأحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۲۸۲۹)

عن عبد الله بن بريدة، عن أبيه قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :يجيء القرآن يوم القيامة كالرجل الشاحب فيقول لصاحبه :أنا الذي أسهرت ليلك، وأظمأت هواجرك "(مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ۲۲۹۷۶)

قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن في المتابعات والشواهد كسابقه .وأخرجه ابن ماجه من طريق وكيع بن الجراح، بهذا الإسناد(حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

مذکورہ احادیث وروایات سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید پڑھ کر اور اس کا علم حاصل کر کے عمل کرنے والے کے والدین کا آخرت میں عظیم اعزاز کیا جائے گا۔

والدین کو بنظرِ رحمت دیکھنے کی مخصوص فضیلت کی حیثیت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ:

ماں باپ کے ساتھ حُسنِ سلوک کا برتاؤ کرنے والی اولاد جب بھی رحمت کی نظر سے والد یا والدہ کو دیکھے تو ہر نظر کے عوض، اللہ اس کے لئے مقبول حج کا ثواب لکھ دیتا ہے، لوگوں نے عرض کیا کہ اگرچہ روزانہ سو مرتبہ نظر کرے (تب بھی ہر مرتبہ نظر ڈالنے پر یہی ثواب ہے؟) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں! اللہ بہت بڑا ہے (جو کسی کو دینا چاہے دے سکتا ہے، اُسے کوئی روکنے والا نہیں) اور وہ بہت زیادہ پاک ہے (اس کی طرف نقصان اور کمی کی نسبت درست نہیں) (بیہقی) [1]

مگر اس حدیث کی سند کو محدثین واہلِ علم حضرات نے منکر وضعیف قرار دیا ہے۔ [2]

---

[1] أخبرنا أبو عبد الله الحافظ فی التاریخ، أنا محمد بن حامد، حدثنی مکی بن عبدان، نا الحسن بن هارون، نا منصور بن جعفر، نا نهشل بن سعید، عن الضحاک، عن ابن عباس، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :ما من ولد بار ينظر إلى والدته نظرة رحمة إلا كان له بكل نظرة حجة مبرورة "، قالوا :وإن نظر إليها كل يوم مائة مرة؟ قال " :نعم، الله أكبر وأطيب "منصور بن جعفر هو والد الحسين بن منصور السلمی النیسابوری (شعب الایمان للبیهقی، رقم الحدیث ۷۴۷۵)

أخبرنا أبو منصور أحمد بن علی الدامغانی، وأبو الحسن علی بن عبد الله البیهقی قالا : نا أبو بکر الإسماعیلی، نا أبو جعفر أحمد بن الحسین الحذاء ، نا محمد بن حمید، نا زافر بن سلیمان، نا المستسلم بن سعید، عن الحكم بن أبان، عن عكرمة، عن ابن عباس، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال " :ما من ولد بار ينظر نظرة رحمة إلا كتب الله بكل نظرة حجة مبرورة "، قالوا :وإن نظر كل يوم مائة مرة؟ قال " :نعم، الله أكبر وأطيب (شعب الایمان للبیهقی، رقم الحدیث ۷۴۷۲)

[2] قال الذهبی: قرأنا علی عیسی بن یحیی، أخبرکم منصور بن سند، أخبرنا أبو طاهر السلفی، أخبرنا أحمد بن محمد بن أحمد الحافظ، أخبرنا عمر بن عبدالله بن عمر الواعظ، أخبرنا أبو أحمد

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جبکہ بعض حضرات نے اس روایت کو شدید ضعیف قرار دیا ہے۔ ۱؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

العسال، حدثنا محمد بن عبد الله بن رسته، حدثنا محمد بن حميد، حدثنا زافر بن سليمان، عن المستلم بن سعيد، عن الحكم بن أبان، عن عكرمة، عن ابن عباس: أن النبى -صلى الله عليه وسلم -قال :(ما من ولد بار ينظر إلى والده نظرة رحمة إلا كانت له بكل رحمة حجة مبرورة) ، قيل :وإن نظر إليه فى كل يوم مائة رحمة؟ قال :(نعم، إن الله أطيب وأكثر)هذا منكر(سير اعلام النبلاء، ج۱۹ ص۲۰۸،تحت ترجمة ابن مردويه أبو بكر أحمد بن محمد بن أحمد)

وقال الدكتور عبد العلى عبد الحميد حامد:اسناده ضعيف: ابوبكر اسماعيلى هو احمد بن ابراهيم بن اسماعيل الجرجانى.

محمد بن حميد الرازى حافظ ضعيف وكان ابن معين حسن الرأى فيه، تقدما.

والحديث ذكره السيوطى فى الدرالمنثور(۲۶۴/۵) برواية المؤلف وحده، وذكره فى الجامع الصغير ايضا بدون ذكر الجملة الاخيرة برواية الرافعي القزوينى عن ابن عباس ورمز له بالضعف، فيض القدير(۴۸۳/۵) وذكره الخطيب التبريزى فى مشكاة المصابيح(۱۳۸۳/۳ ـ بتحقيق الالبانى) وعزاه للمؤلف فى الشعب .وقال الشيخ الالبانى فى تعليقه: وعزاه اليسوطى فى الجامع الكبير(۱/۱۹۵/۲) لابن عساكر فى تاريخه وابن النمار فقط وما اراه الا موضوعا وانظر ضعيف الجامع الصغير(رقم ۵۱۸۲) (حاشية شعب الايمان، تحت رقم الحديث ۷۴۷۲)

وقال ايضاً:اسناده ليس بالقوى.

محمد بن حامد هو البزاز ولم اعرفه.

الحسن بن هارون هو ابن سليمان بن داؤد بن بهرام السلمى الخراز ابو على (م۲۹۲هـ) تقدما.

منصور بن جعفر السلمى النيسابورى لم اقف على من ترجمه.

نهشل بن سعيد هو الوردانى متروك(حاشية شعب الايمان، تحت رقم الحديث ۷۴۷۵)

۱؎ قال الالبانى:

(ما من ولد بار ينظر نظرة رحمة؛ إلا كان له بكل نظرة حجة مبرورة، قالوا :وإن نظر كل يوم مائة مرة؟ قال:نعم، الله أكبر وأطيب)

موضوع.أخرجه البيهقى فى "الشعب(۷۸۵۸/۱۸۶/۱) "أخبرنا أبو عبد الله الحافظ فى "التاريخ :"أنا محمد بن حامد :ثنى مكى بن إبراهيم :نا الحسن بن هارون :نا منصور بن جعفر :نا نهشل بن سعيد عن الضحاك عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ مرفوعاً .وقال":منصور بن جعفر هو والد الحسين بن منصور السلمى النيسابورى."

قلت :يبدو أنه لا يعرف، بخلاف ابنه الحسين، فإنه ثقة فقيه من شيوخ البخارى والنسائى، وقد ذكر له المزى شيوخاً كثيرين ليس منهم أبوه هذا، ولا وجدت له ترجمة.

لكن نهشل بن سعيد كذاب معروف، وقد تقدمت له بعض الأحاديث من روايته عن الضحاك عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ مع بعض ما قيل فيه من الأئمة، فانظر الحديث (۸۱۹و ۱۶۸۶)

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

علاوہ ازیں اس روایت کی بعض اسناد میں اولاد کے اپنے والد یا والدہ کی طرف دیکھنے کے برعکس والد کے اپنی اولاد کو دیکھنے اور اس کے خوش ہونے پر اولاد کے لئے ایک جاندار (یعنی غلام وغیرہ) کو آزاد کرنے کے فضیلت کا ذکر آیا ہے، اور اس کی سند میں بھی ضعف پایا جاتا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أما الحسن بن هارون وعنه مكى بن إبراهيم، فلم أعرفه .وفى الرواة ثلاثة بهذا الاسم والأب:
الأول :الحسن بن هارون بن مالک الشيبانى .روى عن عبد السلام بن حرب، روى عنه محمد بن إسماعيل الضرارى الرازى.
كذا فى يا الجرح(١/٢/٤٠) "وقال":سألت أبى عنه؟ فقال :لا أعرفه."
ونقله الحافظ فى "اللسان "وأقره، لكن تحرف على الناسخ أو الطابع "الضرارى " إلى "العُتوارى !"وضبطه المعلق بالضم والسكون، ولم يتنبه للتحريف.
وقد ذكر هذه النسبة السمعانى فى "أنسابه"، وذكر أنه نسبة إلى ضرار، وهو اسم رجل، وله ترجمة فى "الجرح(٣/٢/١٩٠)"فقال":محمد بن إسماعيل بن أبى ضرار أبو صالح الرازى ." ...
والثانى :الحسن بن هارون بن عفان ابن أخى سلمة بن عفان، حدث عن جرير بن عبد الحميد وطبقته، وعنه جمع ذكرهم الخطيب(٧/٤٤٩)وآخر، وهو محمد بن إسحاق بن إبراهيم الثقفى، من شيوخ ابن حبان ذكره فى "الثقات(٨/١٧٤) "
والثالث :الحسن بن هارون النيسابورى، ذكره ابن حبان أيضاً فى "الثقات(٨/١٧٨) " وقال":يروى عن مكى بن إبراهيم، ثنا عنه أبو حامد الشرقى ."
قلت :فلا أدرى إذا كان المترجم واحداً من هؤلاء أو غيره؟
وأما محمد بن حامد شيخ الحاكم، فلم أعرفه، ومن المحتمل أنه محمد بن حامد أبو رجاء البغدادى، فإنه توفى سنة(٣٤٤)وتوفى الحاكم سنة(٤٠٦)والله أعلم، وهو متكلمٌ فيه، له ترجمة فى "تاريخ بغداد(٢/٢٨٩)و"الميزان ."
والحديث أخرجه الديلمى فى "(مسند الفردوس-٢١٢) "الغرائب الملتقطة من طريق الحاكم معلقاً عليه، وعزاه السيوطى فى "الجامع الكبير "للحاكم فى "تاريخه "وابن النجار.
وقد تقدم من طريق أخرى مقلوب الأول بلفظ ":إذا نظر الوالد إلى ولده فسره " ...الحديث برقم(٢١٧٦)(سلسلة الأحاديث الضعيفة،رقم الحديث ٤٢٧٣)

[1] وبه :حدثنى الليث، حدثنى إبراهيم بن أعين، عن الحكم بن أبان، عن عكرمة، عن ابن عباس قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :إذا نظر الوالد إلى ولده فسره كان للولد عتق نسمة ، قيل :يا رسول الله، وإن نظر ستين وثلاث مائة نظرة؟ قال :الله أكبر.لم يرو هذا الحديث عن الحكم بن أبان إلا إبراهيم بن أعين، تفرد به :الليث .ولا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

خلاصہ یہ کہ والدین کے ساتھ صلہ رحمی اور حسنِ سلوک کے عظیم الشان فضائل وفوائد ہیں، جن کو

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

یروی عن رسول اللہ إلا بهذا الإسناد(المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحديث ٨٦٤٦)
أخبرنا أبو عبد الله الحافظ، أنا عبد الله بن إسحاق البغوی، نا محمد بن إسماعيل السلمی، نا أبو صالح، نا الليث، نا إبراهيم بن أعين البصری، من بنی عجل، عن الحكم بن أبان، عن عكرمة، عن ابن عباس، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :إذا نظر الوالد إلى ولده -يعنی فسر به -كان للولد عتق نسمة "، قال :قيل :يا رسول الله، وإن نظر ستين وثلثمائة نظرة؟ قال " :الله أكبر من ذلك " (شعب الايمان للبيهقی، رقم الحديث ٧٤٧٣)

قال الدكتور عبد العلی عبد الحميد حامد:اسناده: ضعيف.
عبدالله بن اسحاق هو ابن ابراهيم بن عبدالعزيز البغوی، قال الدار قطنی فيه لين.
ابوصالح هو المصری عبدالله بن صالح كاتب الليث.
الليث هو ابن سعد المصری ، تقدمو.
ابراهيم بن اعين الشيبانی العجلی البصری، نزيل مصر، ضعيف ، من التاسعة(ق).
والحديث اخرجه الطبرانی فی الكبير(١١/١٣٩، رقم ١١٦٠٨) عن مطلب بن شعيب عن عبدالله بن صالح به. وذكره الهيثمی فی مجمع الزوائد(٨/١٥٦) وقال: اسناده حسن وفيه ابراهيم بن اعين وثقه ابن حبان وضعفه غيره. واورده السيوطی فی الجامع الصغير وعزاه للطبرانی فی الكبير والاوسط ، والمؤلف فی الشعب وذكر المناوی قول الهيثمی وشيخه العراقی فيه ، فيض القدير(١/٤٤٨) وضعفه الشيخ الالبانی ، راجع ضعيف الجامع الصغير (١٨١) (حاشية شعب الايمان، تحت رقم الحديث ٧٤٧٣)ن
وقال الالبانی:(إذا نظر الوالد إلى ولده فسره كان للولد عتق نسمة، قيل :وإن نظر فی اليوم ثلاثمائة وستين نظرة؟ قال :الله أكبر). منكر جدا.
أخرجه ابن أبی الدنيا فی "مكارم الأخلاق "(ص ٥٩)والطبرانی فی "المعجم الكبير (١١/٢٣٩/١١٦٠٨)"وفی "الأوسط (٢/٢٤٧/٢/٢٨١٠)"والبيهقی فی "شعب الإيمان(٦/١٨٦/٧٨٥٧) "والشجری فی "الأمالی(٢/١٢٣) "كلهم من طريق عبد الله بن صالح :حدثنی الليث :حدثنی إبراهيم بن أعين العجلی البصری عن الحكم بن أبان عن عكرمة عن ابن عباس مرفوعا .قال عبد الله بن صالح :وحدثنی به إبراهيم بن أعين .وقال الطبرانی ":لم يروه عن الحكم إلا إبراهيم، تفرد به الليث، ولا يروى عن النبی صلى الله عليه وسلم إلا بهذا الإسناد ."
كذا قال :وقد تابع الليث عبد الله بن صالح عند ابن أبی الدنيا كما رأيت، وكذا عند الشجری ولفظه ":وسمعت هذا الحديث من إبراهيم بن أعين ."
قلت :وقد ذكره المزی فی الرواة عنه مع شيخه الليث، وهو ضعيف؛ قال ابن أبی حاتم (١/١/٨٧)عن أبيه ":هذا شيخ بصری ضعيف الحديث، منكر الحديث، وقع إلى مصر قلت :

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حاصل کرنے کی ہر مسلمان کو کوشش کرنی چاہئے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

واعتمد قوله هذا الذهبي في "المغني" و "الكشاف"، وكذا الحافظ فقال في "التقريب": "ضعيف" وعبد الله بن صالح؛ وإن كان من شيوخ البخاري ففيه ضعف.

وأما الهيثمي فقال في "المجمع(۸/۱۵۶)": "رواه الطبراني في "الكبير" و "الأوسط" وقال فيه: "لا يروى عن النبي صلى الله عليه وسلم إلا بهذا الإسناد"، وإسناده حسن؛ فيه إبراهيم بن أعين، وثقه ابن حبان، وضعفه غيره."

قلت: وضعفه هو المعتمد؛ لأن ابن حبان متساهل في التوثيق كما هو معروف.

واعلم أن هناك راويين كل منهما يسمى إبراهيم بن أعين، أحدهما هذا؛ وهو العجلي البصري كما في "الجرح" و "ثقات ابن حبان (۸/۵۷)" تبعا للبخاري في "التاريخ"، وذكروا أنه روى عن الحكم بن أبان، وقال ابن حبان: "وكان راويا للحكم بن أبان"

وهذا هو الذي قال فيه أبو حاتم ما تقدم عنه. وذكر له البخاري حديثا آخر في "الحكرة" وقال: "فيه نظر في إسناده". وقد تكلمت عليه في "التعليق الرغيب"(۳/۲٦-۲۷)وأنه حديث منكر. ثم قال البخاري: "قال لنا عبد الله بن صالح: حدثني الليث سمع إبراهيم. قال عبد الله: وقد سمعت من إبراهيم، وسمع منه أبو همام بن شجاع." وكذا في "الجرح" و "الثقات" أنه روى عنه أبو همام هذا.

ولم يذكر البخاري متن الحديث الذي سمعه الليث من إبراهيم، ويغلب على ظني أنه هذا الحديث؛ بدليل أن في رواية الشجري وابن أبي الدنيا هذا الذي ذكره البخاري من سماع عبد الله من إبراهيم. والله أعلم.

وزاد ابن أبي حاتم على البخاري وابن حبان فأضاف "الشيباني" إلى "العجلي البصري". "والآخر: إبراهيم بن أعين. أفرده ابن أبي حاتم عن الذي قبله؛ فقال: "روى عن الثوري (وهذا كوفي)، روى عنه أبو سعيد الأشج وقال: كان من خيار الناس." لكن الحافظ جعل هذا والذي قبله واحدا؛ فقال عقب هذا: "فيظهر لي أن الذي روى عنه الأشج غير الشيباني، وقد فرق بينهما ابن حبان في (الثقات)."

فذكر ما تقدم في أن ابن حبان تبعا لمن قبله وصف الأول بالعجلي البصري، وبرواية أبي همام عنه؛ ثم قال الحافظ: "فهذا هو شيخ الأشج، وقد أخرج له ابن خزيمة في "صحيحه"، ثم قال ابن حبان": إبراهيم بن أعين الشيباني عداده في أهل الرملة، روى عنه هشام بن عمار؛ يغرب"، فهذا هو الذي ضعفه أبو حاتم. والله أعلم."

قلت: ولي على هذا الكلام ملاحظتان:

الأولى: أن جزمه بأن هذا الشيباني الرملي هو الذي ضعفه أبو حاتم؛ مردود، بتصريح ابنه أن الذي ضعفه أبوه هو: العجلي البصري ثم المصري.

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والأخرى :أنه لم يأت بأى حجة على ما ادعاه أن إبراهيم بن أعين الذى روى عنه الأشج؛ هو هذا العجلى البصرى .كيف وهو قد وصف شيخ الأشج هذا بأنه كوفى؟ !وكأنه أخذ ذلك من روايته عن الثورى وهو كوفى كما تقدم منى.

نعم؛ قد تفرد ابن أبى حاتم بوصف العجلى بالشيبانى أيضا دون البخارى، ويبدو أن الجمع بينهما خطأ، وأن الصواب حذف نسبة (الشيبانى) عن (العجلى) لأنهما لا يجتمعان كما أفاده الدكتور بشار؛ فيما نقله فى تعليقه على "تهذيب المزى(٢/٥٣-٥٤) عن العلامة مغلطاى؛ وعن الحافظ الخطيب، فراجعه إن شئت.

وعليه يكون إبراهيم بن أعين الشيبانى الرملى هو غير العجلى البصرى، والله سبحانه وتعالى أعلم.

وجملة القول :أن علة حديث الترجمة العجلى هذا؛ لما تقدم بيانه.

وقد توبع ممن هو خير منه بنحوه، لكن السند إليه لا يصح لأن فيه بعض الضعفاء ، مع أنهم قلبوا أول المتن؛ فجعلوا الولد هو الذى ينظر !رواه محمد بن حميد :أخبرنا زافر بن سليمان :أخبرنا المستلم بن سعيد عن الحكم بن أبان به مرفوعا بلفظ:

"ما من ولد بار ينظر نظرة رحمة إلا كتب الله بكل نظرة حجة مبرورة ."قالوا :وإن نظر كل يوم مائة مرة؟ قال " :نعم، الله أكبر وأطيب ."

أخرجه البيهقى فى "الشعب(٧٨٥٦)"

قلت :وهذا أنكر من الأول، وهو مسلسل بالعلل:

١ ـ محمد بن حميد؛ وهو الرازى الحافظ؛ قال الذهبى فى "الكاشف ":"وثقه جماعة؛ والأولى تركه ."

وقال فى "المغنى ":"ضعيف لا من قبل الحفظ !"

ويعنى أنه متهم بالكذب، ثم ذكر أقوال الجارحين له؛ ومنها ":وقال صالح جزرة :ما رأيت أحذق بالكذب منه ومن ابن الشاذكونى ."

القول فيه ما قال الحافظ فى "التقريب "، فقال ":حافظ ضعيف، وكان ابن معين حسن الرأى فيه "

٢ ـ زافر بن سليمان؛ قال الذهبى ":فيه ضعف، وثقه أحمد ."

وقال الحافظ ":صدوق كثير الأوهام ."

٣ـ المستلم بن سعيد؛ وهو خير منهما، قال الذهبى ":صدوق ."

وقال الحافظ ":صدوق عابد، ربما وهم :"

قلت :فالآفة إذن من محمد بن حميد الرازى، ولعله سرقه من بعض الكذابين، رواه بسند آخر عن ابن عباس؛ وهو نهشل بن سعيد -وهو كذاب -عن الضحاك عن ابن عباس به .وقد خرجته فيما سيأتى برقم (٦٢٧٣)(سلسلة الاحاديث الضعيفة، تحت رقم الحديث ٢٧١٦)

www.idaraghufran.org

(فصل نمبر 3)

والدہ سے صلہ رحمی وحسنِ سلوک کی فضیلت واہمیت

اس سے پہلے قرآن وسنت کی روشنی میں والدین کے ساتھ صلہ رحمی اور حسنِ سلوک کی فضیلت واہمیت اوران کے ساتھ قطع رحمی اور بدسلوکی کی مذمت اور برائی کا ذکر گزر چکا ہے۔

اس کے علاوہ کئی احادیث میں خاص والدہ کے ساتھ صلہ رحمی اور حسنِ سلوک کی فضیلت و اہمیت کا ذکر آیا ہے۔

جس کی کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

صلہ رحمی میں والدہ کا درجہ والد سے مقدم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

جَآءَ رَجُلٌ إِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، مَنْ أَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ صَحَابَتِیْ؟ قَالَ: أُمُّکَ قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ثُمَّ أُمُّکَ قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ثُمَّ أُمُّکَ قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ثُمَّ أَبُوْکَ (بخاری) [1]

ترجمہ: ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! لوگوں میں میرے حسنِ سلوک (وصلہ رحمی) کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ کی والدہ، اس آدمی نے عرض کیا کہ اس کے بعد کون ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ

---

[1] رقم الحدیث ۵۹۷۱، کتاب الادب، باب من أحق الناس بحسن الصحبة، مسلم، رقم الحدیث ۲۵۴۸، کتاب البر والصلة والآداب، باب بر الوالدین وأنهما احق به.

www.idaraghufran.org

وسلم نے فرمایا کہ آپ کی والدہ، اس نے عرض کیا کہ اس کے بعد کون ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ کی والدہ، اس نے عرض کیا کہ اس کے بعد کون ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ کا والد (بخاری، مسلم)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

قَالُوْا: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَنْ أَبَرُّ؟ قَالَ: أُمَّکَ، قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: أُمَّکَ، قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: أَبَاکَ، قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: اَلْأَدْنٰی فَالْأَدْنٰی (سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ٣٦٥٨، كتاب الادب، باب بر الوالدين) [1]

ترجمہ: صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! نیک سلوک (وصلہ رحمی) کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ کی والدہ، عرض کیا کہ پھر کون ہے؟ فرمایا کہ آپ کی والدہ، عرض کیا کہ پھر کون ہے؟ فرمایا کہ آپ کا والد، عرض کیا کہ پھر کون ہے؟ فرمایا کہ قریب اور پھر اس کے قریب (رشتے والا) (ابن ماجہ)

اس قسم کا مضمون اور احادیث وروایات میں بھی مروی ہے، جن میں والدہ کو نیک سلوک وصلہ رحمی کا سب سے زیادہ حقدار قرار دیا گیا ہے۔ [2]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، وهذا إسناد حسن (حاشية سنن ابنِ ماجه)

[2] عن أبى هريرة، قال: أتى رجل رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال: ما تأمرنى؟ قال "بر أمك"، ثم عاد، فقال "بر أمك"، ثم عاد فقال "بر أمك" ثم عاد الرابعة، فقال "بر أباك" (مسند احمد، رقم الحديث ٩٢١٨)

قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، وهذا إسناد حسن (حاشية مسند احمد)

أخبرنا بهز بن حكيم قال: حدثنى أبى، عن جدى قال: قلت: يا رسول الله، من أبر؟ قال: أمك قال: قلت: ثم من؟ قال: أمك قال: قلت: ثم من؟ قال: أمك قال: قلت: ثم من؟ قال: ثم أباك، ثم الأقرب فالأقرب (سنن الترمذى، رقم الحديث ١٨٩٧، سنن ابى داؤد، رقم الحديث ٥١٣٩)

قال الترمذى: وفى الباب عن أبى هريرة، وعبد الله بن عمرو، وعائشة، وأبى الدرداء: وبهز بن

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

www.idaraghufran.org

کئی احادیث میں والدہ کے ساتھ صلہ رحمی کے حق کو تین مرتبہ بیان کرنے کے بعد چوتھی مرتبہ والد کے حق کو بیان کیا گیا ہے۔

محدثین نے اس کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ والدہ اپنی اولاد کے لئے تین قسم کی ایسی تکلیفیں و مشقتیں برداشت کرتی ہے، جن میں اس کے ساتھ والد بلکہ کوئی بھی دوسرا فردِ بشر شریک نہیں ہوتا، ایک حمل کی تکلیف ومشقت، دوسرے وضعِ حمل کی تکلیف ومشقت، تیسرے دودھ پلانے اور تربیت وپرورش کی خاطر مخصوص تکلیف برداشت کرنے کی مشقت۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حكيم هو ابن معاوية بن حيدة القشيرى وهذا حديث حسن وقد تكلم شعبة فى بهز بن حكيم، وهو ثقة عند أهل الحديث، وروى عنه معمر، وسفيان الثورى، وحماد بن سلمة، وغير واحد من الأئمة.

عن عبد الله بن مسعود قال :جاء رجل إلى النبى صلى الله عليه وسلم، فقال :يا رسول الله، إن لى أهلا وأما وأبا، فأيهم أحق بصلتي؟ قال :أمك، وأباك، وأختك، وأخاك، ثم أدناك أدناك.

لم يرو هذا الحديث عن الشعبى إلا السرى بن إسماعيل، ولا يروى عن ابن مسعود إلا بهذا الإسناد (المعجم الاوسط للطبرانى، رقم الحديث ۵۷۲۸)

قال الهيثمى:رواه الطبرانى فى الأوسط والبزار، وفيه السرى بن إسماعيل وهو متروك .ورواه البزار بنحوه بإسناد حسن غير إسناد الذى قبله(مجمع الزوائد، ج۸ص ۱۳۹، تحت رقم الحديث ۱۳۴۰۷)

وقال الحوينى:

قال الطبرانىُّ ":لم يرو هذا الحديث عن الشعبى، إلَّا السريُّ بن إسماعيل، ولا يروى عن ابن مسعود إلَّا بهذا الإسناد."

قُلْتُ :رضى الله عنك!فلم يتفرَّد به السريُّ، ثم إنَّ له إسناداً آخر عن ابن مسعود.

أمَّا السريُّ بن إسماعيل، فقد تابعه محمد بن عبد الرحمن بن أبى ليلى، عن الشعبىّ بسنده سواء .أخرجه البزار فى "مسنده "۱۸۸۸ كشف الأستار) وقال " :لا نعلمه يروى عن الشعبى، عن مسروق إلَّا من حديث ابن أبى ليلى والسريُّ ."أمَّا الإسنادُ الآخر :فأخرجه البزار ۱۸۸۷) ، والبيهقيُّ فى "الشعب "(ج۱۳،رقم ۷۴۵۹) من طريق حرمى بن حفص، ثنا زياد بن عبد الرحمن، عن عاصم بن بهدلة، عن أبى وائل، عن ابن مسعودٍ مرفوعاً) :(اليدُ العُليَا خيرٌ من اليدِ السُّفلَى، وابدأ بمن تعولُ :أمكَ، وأباكَ، وأختكَ، وأخاكَ، وأدناكَ أدناكَ)قال البزار ":لا نعلم رواه عن عاصمٍ هكذا، إلَّا زيادٌ (كتاب تنبيه الهاجد للحوينى، ج ۱ ص ۱۵۱، ۱۵۲)

www.idaraghufran.org

اس لئے ان تینوں قسم کی مشقتوں اور تکلیفوں کے پیشِ نظر والدہ کے ساتھ صلہ رحمی کو تین مرتبہ ذکر کیا گیا۔

اوراسی وجہ سے والدہ کے ساتھ صلہ رحمی کا درجہ والد سے مقدم ہے۔ [1]

بعض حضرات نے دیگر دلائل کے پیشِ نظر فرمایا کہ یہ تفصیل صلہ رحمی کے متعلق ہے، ورنہ بعض چیزوں میں رائے کی ترجیح اورادب کے بارے میں والد کا درجہ والدہ سے زیادہ ہے،

---

[1] وفيه :دلالة عـلـى أن محبة الأم والشفقة عليها ينبغي أن تكون أمثال محبة الأب لأنه صلى الله عليه وسلم كررها ثلاثا .وذكر الأب فى الرابعة فقط، وإذا تؤمل هذا المعنى شهد له العيان وذلك أن صـعـوبـة الـحـمـل والـوضـع والرضاع والتربية تنفرد بها الأم وتشقى بها دون الأب، فهذه ثلاث مـنـازل يخلو منها الأب، وحديث أبى هريرة يدل على أن طاعة الأم مقدمة وهو حجة على من خالفه، وزعـم الـمـحـاسبى أن تفضيل الأم على الأب فى البر والطاعة هو إجماع العلماء ، وقيل للحسن :ما بـر الوالدين؟ قال :تبـذل لهـمـا مـا مـلـكـت وتطعيهما فيما أمراك ما لم يكن معصية(عمدة القارى شرح صحيح البخارى، ج ٢٢ ص ٨٢، كتاب الادب،باب من أحق الناس بحسن الصحبة)

فثبـت بـذلـك أن الـواجب للأم على ولدها من البر وحسن الصحبة ثلاثة أمثال ما للوالد عليه منهما والـلـه سبـحـانـه نسأله التوفيق (شرح مشكل الآثار للطحاوى، ج٤، ص ٣٧١، باب بيان مشكل ما روى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فى فضل بر الأم على بر الأب من ولدهما)

(من أحق الناس بحسن صحابتى قال أمك إلى آخره) الـصـحـابة هنا بفتح الصاد بمعنى الصحبة وفيه الحث على بر الأقارب وأن الأم أحقهم بذلك ثم بعدها الأب ثم الأقرب فالأقرب قال العلماء وسبـب تقديم الأم كثرة تعبها عليه وشفقتها وخدمتها ومعاناة المشاق فى حمله ثم وضعه ثم إرضاعه ثـم تـربيتـه وخـدمتـه وتـمـريضه وغير ذلك ونقل الحارث المحاسبى إجماع العلماء على أن الأم تـفـضـل فـى الـبـر عـلـى الأب وحكى القاضى عياض خلافا فى ذلك فقال الجمهور بتفضيلها وقال بـعـضـهـم يـكـون بـرهـمـا سواء قال ونسب بعضهم هذا إلى مالك والصواب الأول لصريح هذه الأحـاديـث فى المعنى المذكور والله أعلم قال القاضى وأجمعوا على أن الأم والأب آكد حرمة فى البـر مـمـن سـواهما(شرح النووى على مسلم، ج ١٦ ص ٢٠٢، كتاب البر والصلة والآداب،باب بر الوالدين وأنهما أحق به)

فى هذا الحديث دليل ان محبة الأم والشفقة عليها ينبغى أن تكون ثلاث اميال محبة الب، لأن عليه السـلام كـرر الأم ثـلاث مـرات، وذكـر الأب فى المرة الرابعة فقط، وإذا تؤمل هذا المعنى شهد له الـعـيـان، وذلك أن صـعـوبة الـحـمـل وصـعـوبة الوضع وصعوبة الرضاع والتربية تنفرد بها الأم، وتشـقـى بهـا دون الـب فهـذه ثـلاث مـنـازل يـخـلـو منها الأب(شرح صحيح البخارى لابن بطال، ج٩ ص ١٨٩ ، باب :من أحق الناس بحسن الصحبة)

www.idaraghufran.org

جس کی تفصیل آگے ’’والدین سے متعلق مسائل واحکام‘‘ کے ضمن میں آتی ہے۔ [1]

والدہ سے صلہ رحمی جہاد سے افضل وحصولِ جنت کا ذریعہ

حضرت جاہمہ سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنِّیْ كُنْتُ أَرَدْتُّ الْجِهَادَ مَعَكَ أَبْتَغِیْ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ، قَالَ: وَيْحَكَ، أَحَيَّةٌ أُمُّكَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: اِرْجِعْ فَبَرَّهَا ثُمَّ أَتَيْتُهُ مِنَ الْجَانِبِ الْآخَرِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنِّیْ كُنْتُ أَرَدْتُّ الْجِهَادَ مَعَكَ، أَبْتَغِیْ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ، قَالَ: وَيْحَكَ، أَحَيَّةٌ أُمُّكَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: فَارْجِعْ إِلَيْهَا فَبَرَّهَا ثُمَّ أَتَيْتُهُ مِنْ أَمَامِهِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنِّیْ كُنْتُ أَرَدْتُّ الْجِهَادَ مَعَكَ، أَبْتَغِیْ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ، قَالَ: وَيْحَكَ، أَحَيَّةٌ أُمُّكَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: وَيْحَكَ، اِلْزَمْ رِجْلَهَا، فَثَمَّ الْجَنَّةُ (سنن ابنِ ماجه) [2]

ترجمہ: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا، اور میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول میں آپ کے ساتھ جہاد کا ارادہ رکھتا ہوں، جس سے میرا

---

[1] وقال الخطابی :لم يخص الأمهات بالعقوق، فإن عقوق الآباء محرم أيضا، ولكن نبه بأحدهما عن الآخر، فإن بر الأم مقدم على بر الأب إلا أن لعقوق الأمهات مزية فی القبح، وحق الأب مقدم فی الطاعة وحسن المتابعة لرأيه والنفوذ لأمره، وقبول الأدب منه(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج٧، ص ٣٠٨١، كتاب الادب، باب البر والصلة)

[2] رقم الحديث ٢٧٨١، كتاب الجهاد، باب الرجل يغزو وله أبوان.

قال شعيب الارنؤوط:

حسن لغيره، وقد اختلف فی إسناده، انظر "مسند أحمد(١٥٥٣٨) "وانظر الحديث التالی.ويشهد له حديث عبد الله بن عمرو الآتی برقم (٢٧٨٢) (حاشية سنن ابنِ ماجه)

www.idaraghufran.org

مقصود اللہ کی رضا اور آخرت کا گھر ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ کا ناس ہو، کیا آپ کی والدہ حیات ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ بے شک، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ لوٹ جائیے، اور اپنی والدہ کے ساتھ نیک سلوک وصلہ رحمی کیجئے، پھر میں دوسری طرف سے حاضر ہوا، اور میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول میں آپ کے ساتھ جہاد کا ارادہ رکھتا ہوں، جس سے میرا مقصود اللہ کی رضا اور آخرت کا گھر ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ کا ناس ہو، کیا آپ کی والدہ حیات ہیں؟ میں نے عرض کہ بے شک اے اللہ کے رسول، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ اپنی والدہ کی طرف لوٹ جائیے، اور ان کے ساتھ نیک سلوک وصلہ رحمی کیجئے، پھر میں آپ کے سامنے کی طرف سے حاضر ہوا، پھر میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول میں آپ کے ساتھ جہاد کا ارادہ رکھتا ہوں، جس سے میرا مقصود اللہ کی رضا اور آخرت کا گھر ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ کا ناس ہو، کیا آپ کی والدہ حیات ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ بے شک، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ کا ناس ہو، آپ اپنی والدہ کے پیروں کے ساتھ چمٹ جائیے، پس وہیں جنت ہے (ابن ماجہ)

اور امام حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ان الفاظ میں روایت کیا ہے کہ:

أَنَّ جَاهِمَةَ، أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنِّي أَرَدْتُّ أَنْ أَغْزُوَ وَجِئْتُ أَسْتَشِيرُكَ فَقَالَ: أَلَكَ وَالِدَةٌ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: اِذْهَبْ فَالْزَمْهَا فَإِنَّ الْجَنَّةَ عِنْدَ رِجْلَيْهَا (مستدرک حاکم) [1]

---

[1] رقم الحديث ۷۲۴۸، كتاب البر والصلة.

قال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه.

وقال الذهبی فی التلخيص: صحيح.

www.idaraghufran.org

ترجمہ: حضرت جاہمہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے، اور عرض کیا کہ میں غزوہ (وجہاد) کا ارادہ رکھتا ہوں، اور میں آپ کی خدمت میں مشورہ کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا آپ کی والدہ حیات ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ بے شک، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ تشریف لے جائیں، اور والدہ کے ساتھ چمٹ جائیں، کیونکہ جنت آپ کی والدہ کے پیروں کے پاس ہے (حاکم)

اس طرح کی حدیث حضرت طلحہ بن معاویہ سُلمی رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [1]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اخلاص کے ساتھ جہاد وقتال کا ارادہ رکھنے والے کو جہاد وقتال کے بجائے، والدہ کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے اور والدہ کے پیروں سے چمٹنے کو ترجیح دی۔

والدہ کے پیروں کے ساتھ چمٹ جانے اور والدہ کے پیروں کے پاس جنت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ شرعی حدود کی پاسداری کرتے ہوئے والدہ کی خدمت واطاعت اوران کے ساتھ حسنِ سلوک وصلہ رحمی کرنے کو لازم پکڑ لیجئے، اور ان کے ساتھ عاجزی وانکساری کے ساتھ پیش آیئے، جوکہ جنت کے حاصل ہونے کا مؤثر اور قریبی ذریعہ ہے۔

جولوگ ہر حال میں جہاد وقتال کی دعوت دیتے ہیں، یا تبلیغ وغیرہ کے اسفار میں نکلنے پر بہت زیادہ زور دیتے ہیں، لیکن اس کے مقابلہ میں والدہ کی خدمت وحسنِ سلوک کی طرف توجہ نہیں دیتے، ان کو مذکورہ احادیث پر غور کرنا چاہئے، مزید تفصیل اگلی حدیث کے ضمن میں ملاحظہ فرمائیں۔ [2]

---

[1] وعن طلحة بن معاوية السلمی قال :أتيت النبی -صلى الله عليه وسلم -فقلت :يا رسول الله، إنی أريد الجهاد فی سبيل الله .قال " :أمک حية؟ ."قلت :نعم .قال النبی -صلى الله عليه وسلم " :-الزم رجلها فثم الجنة.

رواه الطبرانی عن ابن إسحاق وهو مدلس، عن محمد بن طلحة ولم أعرفه، وبقية رجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد، رقم الحديث ١٣٤٠١)

[2] قال الطيبی قوله :عند رجلها كناية عن غاية الخضوع ونهاية التذلل كما فی قوله تعالى :

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

والدہ سے صلہ رحمی، جہاد اور حج وعمرہ کے برابر

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

أَتٰی رَجُلٌ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنِّیْ أَشْتَهِیْ الْجِهَادَ، وَإِنِّیْ لَا أَقْدِرُ عَلَیْهِ، فَقَالَ: هَلْ بَقِیَ أَحَدٌ مِنْ وَالِدَیْکَ؟ قَالَ: أُمِّیْ قَالَ: فَأَبْلِ اللّٰهَ عُذْرًا فِیْ بِرِّهَا، فَإِنَّکَ إِذَا فَعَلْتَ ذٰلِکَ فَأَنْتَ حَاجٌّ وَمُعْتَمِرٌ وَمُجَاهِدٌ، إِذَا رَضِیَتْ عَنْکَ أُمُّکَ، فَاتَّقِ اللّٰهَ وَبِرَّهَا (المعجم الاوسط للطبرانی) [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(واخفض لهما جناح الذل من الرحمة) ولعله -صلى الله عليه وسلم -عرف من حاله وحال أمه ; حيث ألزمه خدمتها، ولزومها أن ذلک أولى به (مرقاة المفاتيح، ج۷ص۳۰۹۷، باب البر والصلة)

قوله (فبرها) صيغة أمر من بر بتشديد الراء على حد سمع، قوله (الزم رجلها فثم الجنة) قال الدميرى هو بالحاء المهملة يعنى دارها ومسكنها ومنه حديث إذا ابتلت النعال فالصلاة فى الرحال أى الدور والمساكن والمنازل ويقال لمنزل الإنسان ومسكنه رحله ا ه قلت المشهور أنه بالجيم بمعنى القدم وهو الموافق لرواية النسائى وغيره وعليه مشى السخاوى فى المقاصد الحسنة فقد أورد الحديث بلفظ الجنة تحت أقدام الأمهات قال رواه أحمد والنسائى وابن ماجه والحاكم ثم ذكر ابن ماجه هذه الرواية قال السخاوى إن التواضع للأمهات سبب لدخول الجنة قلت ويحتمل أن المعنى أن الجنة أى نصيبک منها لا يصل إليک إلا برضاها بحيث كأنه لها وهى قاعدة عليه فلا يصل إليک إلا من جهتها فإن الشىء إذا صار تحت رجلى أحد فقد تمكن منه واستولى عليه بحيث لا يصل إلى آخر من جهته (حاشية السندى على سنن ابن ماجه، ج۲ص۱۸۰، كتاب الجهاد، باب الرجل يغزو وله ابوان)

والمعنى أن التواضع للأمهات وإطاعتهن فى خدمتهن وعدم مخالفتهن إلا فيما حظره الشرع سبب لدخول الجنة (كشف الخفاء للعجلونى، تحت رقم الحديث ۱۰۷۸)

[1] رقم الحديث۲۹۱۵، المعجم الصغير للطبرانى، رقم الحديث ۲۱۸، شعب الايمان للبيهقى، رقم الحديث ۷۴۵۱، مسند ابى يعلىٰ الموصلى، رقم الحديث ۲۷۶۰.

قال الطبرانى:

لم يرو هذا الحديث عن الحسن إلا ميمون.

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اس نے عرض کیا کہ میں جہاد کی خواہش رکھتا ہوں، لیکن مجھے اس کی قدرت نہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا آپ کے والدین میں سے کوئی زندہ ہے؟ اس نے عرض کیا کہ میری والدہ زندہ ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے سامنے والدہ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کو اپنا عذر بناؤ، آپ جب والدہ کے ساتھ نیک سلوک کرلیں گے، تو آپ (ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک) حج اور عمرہ اور جہاد کرنے والے شمار ہوں گے، جب آپ سے آپ کی والدہ راضی ہو جائے گی، لہٰذا آپ اللہ سے ڈریں، اور والدہ کے ساتھ نیک سلوک کریں (طبرانی، بیہقی)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال البوصيرى:

رواه أبو يعلى والطبرانى فى الأوسط والصغير بإسناد جيد(اتحاف الخيرة المهرة ج۵ص ۴۷۴،تحت رقم الحديث ۵۰۳۴)

وقال الهيثمى:

رواه أبو يعلى والطبرانى فى الصغير والأوسط ورجالهما رجال الصحيح غير ميمون بن نجيح ووثقه ابن حبان(مجمع الزوائد، ج۸ص۱۳۸، تحت رقم الحديث ۱۳۳۹۹)

و قال المنذرى:

رواه أبو يعلى والطبرانى فى الصغير والأوسط وإسنادهما جيد ميمون بن نجيح وثقه ابن حبان وبقية رواته ثقات مشهورون(الترغيب والترهيب،تحت رقم الحديث۳۷۴۷)

میمون بن نجیح کو ابنِ حبان نے ثقہ قرار دیا ہے، لیکن ساتھ ہی ان کے بارے میں ''یخطئ'' بھی کہا ہے۔

جہاں تک اس شبہ کا تعلق ہے کہ ان کو ابنِ حبان کے علاوہ کسی نے ثقہ قرار نہیں دیا، تو صرف اس بات کے کہنے سے ان کا ضعیف ہونا لازم نہیں آتا، کیونکہ عدمِ توثیق جرح کو مستلزم نہیں، اور امام بخاری رحمہ اللہ نے ''تاریخِ کبیر'' میں اور ابنِ ابی حاتم وغیرہ نے ان کا ذکر بغیر جرح کے کیا ہے۔

ميمون بن نجيح أبو الحسن الناجى .من أهل البصرة.يروى عن سالم بن عبد الله والحسن.وعنه النضر بن شميل وإبراهيم بن الحجاج السامى.وذكره ابنُ حِبَّان فى الثقات وقال :يخطىء (لسان الميزان، ج۸ص ۲۴۰، تحت رقم الترجمة ۸۰۷۰)

ميمون بن نجيح أبو الحسن روى عن سالم بن عبد الله روى عنه النضر بن شميل وابو عاصم النبيل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

جہاد یا حج کے بجائے والدہ کے ساتھ صلہ رحمی کا حکم اس وقت ہے، جبکہ اولاد پر جہاد یا حج متعین طور پر فرض نہ ہو، اور خاص کر جب کہ والدہ خدمت وصلہ رحمی کی محتاج بھی ہو۔ ۱؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

سمعت ابی یقول ذلک .قال أبو محمد روی عنه مسلم بن ابراهیم.نا میمون بن نجیح القرشی عن الحسن(الجرح والتعدیل لابنِ ابی حاتم،تحت رقم الترجمة ۱۰۷۵)

میمون بُن نجیح أَبُو حسن الناجی سَمِعَ سالما روی عنه الضحاک بُن مخلد والنضر بُن شمیل(التاریخ الکبیر للبخاری، ج۷ص ۳۴۲، تحت رقم الترجمة ۱۴۷۳)

قال أبو البرکات بن تیمیة :ویمکن المطالبة بسبب الضعف فإن البخاری ذکره فی "تاریخه "ولم یطعن فیه وعادته ذکر الجرح والمجروحین وقد نص أحمد وابن عباس قبله أن المسافر إذا تزوج لزمه الإتمام وهذا قول أبی حنیفة ومالک وأصحابهما وهذا أحسن ما اعتذر به عن عثمان (زاد المعاد، ج ۱ ، ص ۴۵۳ ،فصل فی هدیه صلی الله علیه وسلم فی سفره وعبادته فیه)

رہا حضرت حسن کے عنعنہ کا معاملہ، تو اس سے ان حضرات کے نزدیک اس حدیث کا ضعیف ہونا لازم نہیں آتا جو مرسل حدیث کو حجت سمجھتے ہیں، البتہ جو حجت نہیں سمجھتے، ان کے نزدیک ضعف لازم آسکتا ہے، لیکن اس سے پہلی حدیث سے اتنی حد تک تائید ہوتی ہے کہ عام حالات میں والدہ کی خدمت وحسنِ سلوک، جہاد سے افضل ہے۔ محمد رضوان۔

وقال جمهورُ من یقبل المراسیل: تُقبَلُ روایةُ المدلس مطلقاً، حکاه الخطیب.

وأما دعوی النووی فی "شرح المهذب"، تبعاً للبیهقی وابن عبدالبر: أنهم اتفقوا علی رد ماعنعنه المدلس، فمحمولةٌ علیٰ اتفاق من لایحتجُّ بالمرسَل (ظفر الامانی للکنوی، صفحه ۳۹۳)

قلت: فان کان المدلس من ثقات القرون الثلاثة یقبل تدلیسه کارساله مطلقا، وان کان ممن دون هؤلاء ففیه تفصیل قد مر عن قریب فتذکر، وفی تدریب الراوی وقال جمهور من یقبل المرسل یقبل (المدلس) مطلقا حکاه الخطیب. ونقل المصنف فی شرح المهذب الاتفاق علی رد ماعنعنه تبعاً للبیهقی وابن عبدالبر (وهو) محمول علی اتفاق من لا یحتج بالمرسل (قواعد فی علوم الحدیث، صفحه ۱۵۹)

۱؎ فی شرح السنة :هذا فی جهاد التطوع لا یخرج إلا بإذن الوالدین إذا کانا مسلمین، فإن کان الجهاد فرضا متعینا فلا حاجة إلی إذنهما وإن منعاه عصاهما وخرج، وإن کانا کافرین فیخرج بدون إذنهما فرضا کان الجهاد، أو تطوعا، وکذلک لا یخرج إلی شیء من التطوعات کالحج والعمرة والزیارة، ولا یصوم التطوع إذا کره الوالدان المسلمان، أو أحدهما إلا بإذنهما قال ابن الهمام :لأن طاعة کل منهما فرض علیه، والجهاد لم یتعین علیه(مرقاة المفاتیح، ج۶ص ۲۴۷۲، کتاب الجهاد)

(قوله حج الفرض أولی من طاعة الوالدین) لأنه لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق سبحانه وتعالی لکن هذا إذا لم یضیعا بسفره لما قدمه أول الحج أنه یکره بلا إذن ممن یجب استئذانه أی کأحد الأبوین المحتاج إلی خدمته، وقدمنا أن الأجداد والجدات کالأبوین عند فقدهما (قوله بخلاف

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

والدہ سے بدسلوکی حرام ہے

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ: عُقُوقَ الْأُمَّهَاتِ، وَوَأْدَ الْبَنَاتِ، وَمَنَعَ وَهَاتِ، وَكَرِهَ لَكُمْ قِيلَ وَقَالَ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ، وَإِضَاعَةَ الْمَالِ (بخاری) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ نے تم پر ماؤں کے ساتھ بدسلوکی کو اور بچیوں کے زندہ درگور کردینے کو، اور (مال میں) بخل (یعنی کنجوسی) کرنے کو حرام فرمایا ہے، اور تمہارے لئے قیل وقال اور کثرتِ سوال اور اضاعتِ مال کو ناپسند کیا ہے (بخاری، مسلم)

اگرچہ باپ کی نافرمانی اور والد کے ساتھ بدسلوکی کرنا بھی گناہ بلکہ کبیرہ گناہ ہے، اور اس حدیث میں والدین یا والد کے بجائے ماؤں کا ذکر خاص وجہ سے کیا گیا ہے، مثلاً اس وجہ سے کہ مائیں صنفِ نازک ہوتی ہیں، اور ان پر نافرمانی و بدسلوکی کا اثر جلدی اور زیادہ ہوتا ہے، دوسرے ماں کے ساتھ صلہ رحمی کا درجہ باپ کے مقابلہ میں زیادہ ہے، تیسرے اولاد کو باپ کے مقابلہ میں ماں کا ڈروخوف کم ہوتا ہے، اور اس بناء پر اکثر لوگ ماں کی نافرمانی اور ماں کے ساتھ بدسلوکی کرنے کے گناہ میں زیادہ مبتلا ہوتے ہیں۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

النفل) أى فإن طاعتهما أولى منه مطلقا كما قدمناه عن البحر عن الملتقط (رد المحتار على الدر المختار، ج٢، ص ٦٢١، كتاب الحج)

ويكره الخروج إلى الحج إذا كره أحد أبويه إن كان الوالد محتاجا إلى خدمة الولد وإن كان مستغنيا عن خدمته فلا بأس (الفتاوى الهندية، ج١ ص ٢٢٠، كتاب المناسک، الباب الأول فى تفسير الحج وفرضيته ووقته وشرائطه وأركانه)

[1] رقم الحديث ٢٤٠٨، كتاب المساقاة، باب ما ينهى عن إضاعة المال، مسلم، رقم الحديث ٥٩٣ "١٢"، كتاب الاقضية، باب النهى عن كثرة المسائل من غير حاجة، والنهى عن منع وهات.

www.idaraghufran.org

ان جیسی وجوہات کی بناء پر حدیث میں ماؤں کی نافرمانی وایذاء رسانی اور ان کے ساتھ بدسلوکی کے حرام ہونے کو خاص طور پر ذکر کیا گیا۔ ل

ل قوله :(عقوق الأمهات) أصل العقوق القطع كأن العاق لأمه يقطع ما بينهما من الحقوق، وإنما خص الأمهات بالذكر، وإن كان عقوق الآباء أيضا حراما، لأن العقوق إليهن أسرع من الآباء لضعف النساء، وللتنبيه على أن بر الأم مقدم على بر الأب فى التلطف والحنو ونحو ذلك، ولأن ذكر أحدهما يدل على أن الآخر مثله بالضرورة، ولكن تعيين الأم لما ذكرنا(عمدة القارى شرح صحيح البخارى، ج١٢، ص ٢٤٧، باب ما ينهى عن إضاعة المال وقول الله تعالى والله لا يحب الفساد)
وأما عقوق الأمهات فحرام وهو من الكبائر بإجماع العلماء وقد تظاهرت الأحاديث الصحيحة على عده من الكبائر وكذلك عقوق الآباء من الكبائر وإنما اقتصر هنا على الأمهات لأن حرمتهن آكد من حرمة الآباء ولهذا قال صلى الله عليه وسلم حين قال له السائل من أبر قال أمك ثم أمك ثلاثا ثم قال فى الرابعة ثم أباك ولأن أكثر العقوق يقع للأمهات ويطمع الأولاد فيهن وقد سبق بيان حقيقة العقوق وما يتعلق به فى كتاب الإيمان(شرح النووى على مسلم، ج١٢ ص ١١، ١٢، كتاب الاقضية، باب النهى عن كثرة المسائل من غير حاجة والنهى عن منع وهات)
(وعن المغيرة) أى :ابن شعبة الثقفى، أسلم عام الخندق وقدم مهاجرا مات بالكوفة وهو أميرها لمعاوية .(قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم " :إن الله حرم عليكم عقوق الأمهات) أى: مخالفتهم من العق، وهو القطع والشق المراد صدور ما يتأذى به أحد الوالدين من ولده عرفا بقول أو فعل، وخص الأمهات بالذكر للاهتمام بشأنهن وضعفهن، ويمكن أن يكون من قبيل الاكتفاء بذكر أحد الشيئين من الآخر كقوله تعالى :(سرابيل تقيكم الحر) أى :والبرد .وقال الخطابى :لم يخص الأمهات بالعقوق، فإن عقوق الآباء محرم أيضا، ولكن نبه بأحدهما عن الآخر، فإن بر الأم مقدم على بر الأب إلا أن لعقوق الأمهات مزية فى القبح، وحق الأب مقدم فى الطاعة وحسن المتابعة لرأيه والنفوذ لأمره، وقبول الأدب منه .(ووأد البنات) : بسكون الهمز ويبدل، أى :دفنهن حيات قيل :قدم حقوق الأمهات ;لأنهن الأصول وعقبه بوأد البنات ;لأنهن الفروع، فكان ذلك تنبيها على أن أكبر الكبائر قطع النسل الذى هو موجب لخراب العالم .(ومنع) : بسكون النون ويفتح وبفتح العين على أنه مصدر أو ماض، وفى رواية الجامع الصغير :(ومنعا) بالتنوين (وهات) : بكسر التاء هو اسم فعل بمعنى أعط، وعبر بهما عن البخل والسؤال أى :كره أن يمنع الرجل ما عنده ويسأل ما عند غيره قيل :ولم ينون على رواية المصدر ;لأن المضاف إليه محذوف منه مرادا، أى :كره منع ما عنده وقول هات .وفى النهاية أى :حرم عليكم منع ما عليكم عطاؤه وطلب ما ليس لكم أخذه .اهـ .وقيل :نهى عن منع الواجب من أمواله وأقواله وأفعاله وأخلاقه من الحقوق اللازمة فيها، ونهى عن استدعاء ما لا يجب عليهم من الحقوق، وتكليفه إياهم بالقيام بما لا يجب عليهم، فكأنه ينصف ولا ينتصف، وهذا من أسمج الخلال(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج٧، ص ٣٠٨١، كتاب الآداب، باب البر والصلة)

جُریج نامی بزرگ پر والدہ کی بددعاء کا وبال

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كَانَ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ: جُرَيْجٌ، كَانَ يَتَعَبَّدُ فِي صَوْمَعَةٍ، فَأَتَتْهُ أُمُّهُ ذَاتَ يَوْمٍ فَنَادَتْهُ، فَقَالَتْ: أَيْ جُرَيْجُ، أَيْ بُنَيَّ، أَشْرِفْ عَلَيَّ أُكَلِّمْكَ، أَنَا أُمُّكَ، أَشْرِفْ عَلَيَّ، قَالَ: أَيْ رَبِّ، صَلَاتِي وَأُمِّي، فَأَقْبَلَ عَلٰى صَلَاتِهِ، ثُمَّ عَادَتْ فَنَادَتْهُ مِرَارًا، فَقَالَتْ: أَيْ جُرَيْجُ، أَيْ بُنَيَّ، أَشْرِفْ عَلَيَّ، فَقَالَ: أَيْ رَبِّ، صَلَاتِي وَأُمِّي، فَأَقْبَلَ عَلٰى صَلَاتِهِ، فَقَالَتْ: اَللّٰهُمَّ لَا تُمِتْهُ حَتّٰى تُرِيَهُ الْمُومِسَةَ، وَكَانَتْ رَاعِيَةٌ تَرْعٰى غَنَمًا لِأَهْلِهَا، ثُمَّ تَأْوِي إِلٰى ظِلِّ صَوْمَعَتِهِ فَأَصَابَتْ فَاحِشَةً، فَحَمَلَتْ فَأُخِذَتْ وَكَانَ مَنْ زَنٰى مِنْهُمْ قُتِلَ، قَالُوا: مِمَّنْ؟ قَالَتْ: مِنْ جُرَيْجٍ صَاحِبِ الصَّوْمَعَةِ، فَجَاءُوا بِالْفُئُوسِ وَالْمُرُورِ، فَقَالُوا: أَيْ جُرَيْجُ، أَيْ مُرَاءٍ: اَنْزِلْ، فَأَبٰى وَأَقْبَلَ عَلٰى صَلَاتِهِ يُصَلِّي، فَأَخَذُوا فِي هَدْمِ صَوْمَعَتِهِ، فَلَمَّا رَآى ذٰلِكَ نَزَلَ، فَجَعَلُوا فِي عُنُقِهِ وَعُنُقِهَا حَبْلًا، فَجَعَلُوا يَطُوفُونَ بِهِمَا فِي النَّاسِ، فَوَضَعَ أُصْبُعَهُ عَلٰى بَطْنِهَا، فَقَالَ: أَيْ غُلَامُ، مَنْ أَبُوكَ؟ قَالَ: أَبِي فُلَانٌ رَاعِي الضَّأْنِ، فَقَبَّلُوهُ، وَقَالُوا: إِنْ شِئْتَ بَنَيْنَا لَكَ صَوْمَعَتَكَ مِنْ ذَهَبٍ وَفِضَّةٍ، قَالَ: أَعِيدُوهَا كَمَا كَانَتْ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ۸۹۹۴) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایک آدمی تھا،

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط مسلم، رجاله ثقات رجال الشيخين، غير حماد -وهو ابن سلمة -فمن رجال مسلم (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

جس کا نام جریج تھا، وہ اپنے عبادت خانہ میں عبادت کیا کرتا تھا، ایک دن اس کے پاس اس کی ماں آئی، اور اس کو آواز دے کر کہا کہ اے جریج! اے میرے بیٹے! میری طرف توجہ کیجئے، میں آپ سے بات کرنا چاہتی ہوں، میں آپ کی ماں ہوں، میری طرف توجہ کیجئے۔

جریج نے اپنے دل میں کہا کہ اے میرے رب! ایک طرف تو نماز ہے اور ایک طرف میری ماں ہے، تو وہ نماز پڑھتا رہا، پھر دوبارہ اس کی ماں نے کئی مرتبہ پکارا، اور کہا کہ اے جریج! اے میرے بیٹے! میری طرف توجہ کیجئے، پھر جریج نے دل میں یہی کہا کہ اے میرے رب! ایک طرف میری نماز ہے اور ایک طرف میری ماں ہے، اور وہ نماز پڑھنے میں ہی مشغول رہا، تو اس کی ماں نے یہ بدعاء دی کہ اے اللہ اس کو اس وقت تک موت نہ آئے، جب تک اس کا کسی فاحشہ عورت سے پالا نہ پڑ جائے۔

اور ایک بکریوں کو چرانے والی اپنے اہلِ خانہ کے لئے بکریاں چرایا کرتی تھی، پھر (یعنی جریج) کے عبادت خانے کے سائے میں ٹھہرا کرتی تھی، تو اس نے ایک مرتبہ بدکاری کی، جس سے اس کو حمل ہو گیا، جس کو پکڑ لیا گیا، اور ان میں سے جو زنا کرتا تھا، اس کو قتل کر دیا جاتا تھا، لوگوں نے کہا کہ یہ بچہ کس کا ہے، اس فاحشہ عورت نے کہا کہ جریج کا ہے، جو عبادت خانے میں رہتا ہے، پس وہ لوگ جریج کے پاس کلہاڑیاں اور پھاوڑے لے کر آئے، پھر انہوں نے کہا کہ اے جریج! اے ریاء کار! نیچے اتر، تو جریج نے نیچے اترنے سے انکار کیا، اور اپنی نماز میں مشغول رہا، تو انہوں نے اس کا عبادت خانہ ڈھانا شروع کر دیا، جب جریج نے یہ ماجرا دیکھا، تو وہ لوگوں کے پاس اتر کر آیا، لوگوں نے اس کی گردن میں اور اس عورت کی گردن میں رسی ڈال دی، اور لوگوں میں ان دونوں کو چکر کٹوایا، پھر اس

www.idaraghufran.org

(یعنی جریج) نے اپنی انگلی کو اس عورت کے پیٹ پر رکھا، اور کہا کہ اے لڑکے! تیرا باپ کون ہے؟ تو اس نے کہا کہ میرا باپ فلاں بکریوں کا چرواہا ہے، تو لوگوں نے اس کو چوما اور کہا کہ اگر تم چاہو تو ہم تیرا عبادت خانہ سونے چاندی کا بنا دیتے ہیں، جریج نے جواب دیا، اِسے پہلے کی طرح صرف مٹی کا بنا دو (مسند احمد)

بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ جب جریج کو رسوائی کا سامنا کرنا پڑا، تو اس نے نماز پڑھ کر اللہ سے توبہ کی، تب بچے نے اس کے حق میں گواہی دی۔

اور بعض روایات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی مروی ہے کہ اگر جریج کی ماں اس پر یہ بددعاء کرتی کہ وہ کسی فتنہ میں مبتلا ہو جائے، تو وہ اُس فتنہ میں مبتلا ہو جاتا۔ [1]

اس بارے میں تو اگرچہ فقہائے کرام کی آراء مختلف ہیں کہ نماز پڑھنے کے دوران والدین یا والدہ کے آواز دینے پر نماز توڑنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جائز ہے تو نفل نماز کا توڑنا جائز ہے یا غیر نفل نماز کا بھی یہی حکم ہے؟ اور جریج نامی عبادت گزار بزرگ کا تعلق بنی اسرائیل سے تھا، اور بنی اسرائیل کی نماز کے بعض احکام، اسلام کے احکام سے مختلف ہیں۔

لیکن اتنی بات بہرحال اس واقعہ سے ثابت ہوتی ہے کہ والدہ کی بددعاء کی بڑی اہمیت ہے، جس سے بچنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔ [2]

---

[1] عن أبي هريرة رضي الله عنه، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :كان رجل في بني إسرائيل يقال له جريج يصلي، فجاء ته أمه، فدعته، فأبى أن يجيبها، فقال : أجيبها أو أصلي، ثم أتته فقالت :اللهم لا تمته حتى تريه وجوه المومسات، وكان جريج في صومعته، فقالت امرأة :لأفتنن جريجا، فتعرضت له، فكلمته فأبى، فأتت راعيا، فأمكنته من نفسها، فولدت غلاما فقالت :هو من جريج، فأتوه، وكسروا صومعته، فأنزلوه وسبوه، فتوضأ وصلى ثم أتى الغلام، فقال :من أبوك يا غلام؟ قال :الراعي، قالوا :نبني صومعتك من ذهب، قال :لا، إلا من طين "(بخاري،رقم الحديث ٢٤٨٢) فقالت :اللهم إن هذا جريج وهو ابني وإني كلمته، فأبى أن يكلمني، اللهم فلا تمته حتى تريه المومسات .قال :ولو دعت عليه أن يفتن لفتن(مسلم، رقم الحديث ٢٥٥٠ "٧")

[2] (ذكر ما يستفاد منه) فيه دلالة على أن الكلام لم يكن ممنوعا في الصلاة في شريعتهم فلما لم يجب أمه والحال أن الكلام مباح له أستجيبت دعوة أمه فيه وقد كان الكلام مباحا أيضا في شريعتنا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

غیر مسلم والدہ سے بھی صلہ رحمی کا حکم

حضرت اسماء بنتِ ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قَدِمَتُ عَلَيَّ أُمِّيُ وَهِيَ مُشُرِكَةٌ فِيُ عَهُدِ قُرَيُشٍ، إِذُ عَاهَدُوُا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ وَمُدَّتِهِمُ مَعَ أَبِيُهَا، فَاسُتَفُتَتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتُ :يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ أُمِّيُ قَدِمَتُ عَلَيَّ وَهِيَ رَاغِبَةٌ أَفَأَصِلُهَا؟ قَالَ :نَعَمُ صِلِيُهَا(بخاری) [1]

ترجمہ: میری (سوتیلی) ماں (مکہ سے مدینہ منورہ میں) میرے پاس قریش سے اس عہد کے زمانے میں اپنے والد کے ساتھ آئیں، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش سے عہد کیا ہوا تھا، اور ان کے عہد کی مدت چل رہی تھی، تو حضرت اسماء نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ طلب کیا اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میری ماں آئی ہیں، اور وہ (میرے اسلام سے) کراہیت (اور نفرت)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أولا حتى نزلت (وقوموا لله قانتين) فأما الآن فلا يجوز للمصلى إذا دعت أمه أو غيرها أن يقطع صلاته لقوله -صلى الله عليه وسلم " - لا طاعة لمخلوق فى معصية الخالق "وحق الله عز وجل الذى شرع فيه آكد من حق الأبوين حتى يفرع منه لكن العلماء يستحبون أن يخفف صلاته ويجيب أبويه وقال صاحب التوضيح وصرح أصحابنا فقالوا من خصائص النبى -صلى الله عليه وسلم - أنه لو دعا إنسانا وهو فى الصلاة وجب عليه الإجابة ولا تبطل صلاته وحكى الرويانى فى البحر ثلاثة أوجه فى إجابة أحد الوالدين .أحدها لا تجب الإجابة .ثانيها تجب وتبطل.

ثالثها تجب ولا تبطل والظاهر عدم الوجوب إن كانت الصلاة فرضا وقد ضاق الوقت وقال عبد الملك بن حبيب كانت صلاته نافلة وإجابة أمه أفضل من النافلة وكان الصواب إجابتها لأن الاستمرار فى صلاة النقل تطوع وإجابة أمه وبرها واجب وكان يمكنه أن يخففها ويجيبها (عمدة القارى شرح صحيح البخارى، ج٧،ص ٢٨٣، كتاب التطوع،باب إذا دعت الأم ولدها فى الصلاة)

[1] رقم الحديث ٣١٨٣، كتاب الجزية، بعد باب إثم من عاهد ثم غدر، صحيح ابنِ حبان رقم الحديث ٤٥٢، كتاب البر و الاحسان، باب صلة الرحم وقطعها، مسند احمد، رقم الحديث ٢٦٩٩٤)

کرتی ہیں، تو کیا میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کروں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک آپ ان کے ساتھ صلہ رحمی کریں (بخاری، ابن حبان، مسند احمد)

اس طرح کی حدیث ایک اور سند سے بھی مروی ہے۔ [1]

اس سے معلوم ہوا کہ اگر خدانخواستہ والدہ مشرک بھی ہو، تب بھی اگرچہ کفروشرک والے کاموں میں اس کی اتباع و پیروی کرنا جائز نہیں، لیکن اس کے ساتھ شرعی حدود میں رہتے ہوئے صلہ رحمی کا پھر بھی حکم ہے، اور جب غیر مسلم والدہ کے ساتھ بھی صلہ رحمی کا حکم ہے، تو جو والدہ مسلمان ہو، اگرچہ گناہ گار ہو، اس کے ساتھ صلہ رحمی کا بدرجہ اولیٰ حکم ہوگا۔ [2]

---

[1] مصعب بن ثابت بن عبد الله بن الزبير، عن أبيه، عن جده رضى الله عنه، قال: قدمت قتيلة بنت العزى بنت أسعد من بنى مالك بن حسل على ابنتها أسماء بنت أبى بكر الصديق رضى الله عنهما، وكان أبو بكر طلقها فى الجاهلية، فقدمت على ابنتها بهدايا ضبابا وسمنا وأقطا، فأبت أسماء أن تأخذ منها، وتقبل منها وتدخلها منزلها حتى أرسلت إلى عائشة أن سلى عن هذا رسول الله صلى الله عليه وسلم، فأخبرته فأمرها أن تقبل هداياها وتدخلها منزلها فأنزل الله عز وجل (لا ينهاكم الله عن الذين لم يقاتلوكم فى الدين ولم يخرجوكم من دياركم أن تبروهم) إلى آخر الآيتين (مستدرك حاكم، رقم الحديث ٣٨٠٤)

قال الحاكم:

هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه.

و قال الذهبى فى التلخيص:

صحيح.

[2] (وعن أسماء بنت أبى بكر) أى: الصديق الأكبر (رضى الله عنهما، قالت: قدمت على أمى) أى: من مكة إلى المدينة (وهى مشركة) أى: ما أسلمت بعد (فى عهد قريش): متعلق بقدمت أى: كان ذلك القدوم فى المدة التى كان عهد المصالحة بينه -صلى الله عليه وسلم- وبين قريش على ترك قتالهم فيها (فقلت: يا رسول الله، إن أمى قدمت على) أى: نزلت عندى (وهى راغبة): بالموحدة أى: معرضة عن الإسلام أو مائلة فيه، أو راغبة فى صلتى أو راغبة فى الإشراك، وفى نسخة صحيحة راغمة بالميم أى: كارهة إسلامى وهجرتى، أو ذليلة محتاجة إلى عطائى، وقيل: أى هاربة من قومها. قال التوربشتى: قد روى بالباء، وكذلك هو فى المصابيح. والصواب: راغمة بالميم بدل الباء، وقال النووى فى شرح هذا الحديث: قدمت على أمى وهى راغبة أو راهبة، وفى الرواية الأخرى: راغبة بلا شك وهى مشركة. قال القاضى عياض: الصحيح راغبة بلا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

والدہ کی طرف سے حج کرنا

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک عورت نے اپنی فوت شدہ والدہ کے متعلق چند مسئلے معلوم کئے جن میں ایک مسئلہ یہ بھی معلوم کیا کہ:

اِنَّهَالَمْ تَحُجَّ قَطُّ اَفَاَحُجُّ عَنْهَا قَالَ حُجِّىْ عَنْهَا (مسلم) [1]

ترجمہ: میری والدہ نے کبھی حج نہیں کیا تو کیا میں ان کی طرف سے حج بھی کر سکتی ہوں؟ (اس کے جواب میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جی ہاں! آپ ان کی طرف سے حج کریں (مسلم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

اَنَّ اِمْرَأَ ةً مِّنْ جُهَيْنَةَ جَاءَ تْ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِنَّ اُمِّىْ نَذَرَتْ اَنْ تَحُجَّ فَلَمْ تَحُجِّ حَتّٰى مَاتَتْ اَفَا حُجُّ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ حُجِّىْ عَنْهَا اَرَأَيْتِ لَوْكَانَ عَلٰى اُمِّكِ دَيْنٌ اَكُنْتِ قَاضِيَةً اِقْضُوا اللّٰهَ فَاللّٰهُ اَحَقُّ بِالْوَفَاءِ (بخاری) [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

شک، وفى رواية أبى داود :راغبة فى عهد قريش، وهى راغبة مشركة .قيل :معناه راغبة عن الإسلام أو كارهة له، وقيل :طامعة فيما أعطيها حريصة عليه، ومعنى راغمة بالميم :كارهة للإسلام ساخطة له .قال الطيبى :تحريره أن قوله :راغبة إذا أطلقت من غير تقييد يقدر راغبة عن الإسلام لا غير، وإذا قرنت بقوله :وهى مشركة أو فى عهد قريش يقدر راغبة فى صلتى ليطابق ما رواه أبو داود وهى راغمة .(أفأصلها؟ قال :نعم صليها) أى :وأعطيها ما يرضيها قال النووى :وفيه جواز صلة القريب المشرك (مرقاة المفاتيح، ۷ص ۳۰۸۰، كتاب الآداب، باب البر والصلة)

[1] رقم الحديث ۱۱۴۹ "۱۵۷"، كتاب الصيام، باب قضاء الصوم عن الميت .

[2] رقم الحديث ۱۸۵۲، كتاب الحج، باب الحج والنذور عن الميت، ورقم الحديث ۶۷۷۱، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب من شبه أصلا معلوما بأصل مبين قد بين الله حكمهما.

www.idaraghufran.org

ترجمہ: قبیلہ جہینہ کی ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی، اور عرض کیا کہ میری والدہ نے حج کی نذر (ومنت) مانی تھی اور وہ اس کے پورا کرنے سے پہلے ہی وفات پاگئیں، تو کیا میرے لئے ان کی طرف سے حج کرنا درست ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جی ہاں! ان کی طرف سے حج کریں (پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ) بتاؤ اگر تمہاری والدہ پر کچھ قرض ہوتا تو تم اس کو ادا کرتیں یا نہیں؟

پس ایسے ہی اللہ کا جو حق ان پر تھا (یعنی حج) اس کو بھی ادا کرو، اللہ تو حقوق کی ادائیگی کا زیادہ مستحق ہے (بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ والدہ کی طرف سے حج کرنا باعثِ ثواب ہے، خواہ وہ ایصالِ ثواب کا حج ہو، یا والدہ کے معذور یا فوت ہو جانے کی وجہ سے حجِ بدل ہو۔

اور یہی حکم والد کی طرف سے حج کرنے کا بھی ہے۔

والدہ سے صلہ رحمی وحسنِ سلوک کی وجہ سے جنت میں داخلہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نِمْتُ، فَرَأَيْتُنِىْ فِى الْجَنَّةِ، فَسَمِعْتُ صَوْتَ قَارِءٍ يَقْرَأُ، فَقُلْتُ: مَنْ هٰذَا ؟ قَالُوْا: هٰذَا حَارِثَةُ بْنُ النُّعْمَانِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَذَاكَ الْبِرُّ ، كَذَاكَ الْبِرُّ، وَكَانَ أَبَرَّ النَّاسِ بِأُمِّهِ (مسند أحمد، رقم الحديث ٢٥١٨٢) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں سو گیا، پھر میں نے اپنے آپ

---

[1] قال شعیب الارنؤوط:
إسناده صحيح، رجاله ثقات رجال الشيخين (حاشية مسند أحمد)

www.idaraghufran.org

کو جنت میں دیکھا، پھر میں نے ایک قاری کی آواز کو سنا، جو قرائت کررہے تھے، میں نے کہا کہ یہ کون ہیں؟ تو لوگوں نے جواب دیا کہ یہ حارثہ بن نعمان ہیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نیک سلوک (وصلہ رحمی) اسی طرح (سے ہوتی) ہے، نیک سلوک (وصلہ رحمی) اسی طرح (سے ہوتی) ہے، اور حارثہ بن نعمان اپنی ماں کے ساتھ دوسرے لوگوں سے زیادہ نیک سلوک (وصلہ رحمی) کرنے والے تھے (مسند احمد)

اس حدیث سے والدہ کے ساتھ صلہ رحمی کرنے کے نتیجہ میں جنت کی عظیم نعمت حاصل ہونے کی فضیلت معلوم ہوئی۔ [1]

مذکورہ حدیث کی تائید حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے بھی ہوتی ہے۔

چنانچہ حضرت طیسلہ بن میاس سے روایت ہے کہ:

كُنْتُ مَعَ النَّجَدَاتِ، فَأَصَبْتُ ذُنُوْبًا لَا أَرَاهَا إِلَّا مِنَ الْكَبَائِرِ، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِابْنِ عُمَرَ قَالَ: مَا هِيَ؟ قُلْتُ: كَذَا وَكَذَا، قَالَ: لَيْسَتْ هٰذِهِ

---

[1] (دخلت الجنة فسمعت فيها قراءة فقلت من هذا قالوا) يعنى الملائكة أو غيرهم ممن مر (حارثة) بحاء مهملة ومثلثة (ابن النعمان) من بنى مالك بن النجار البدرى وكان أبر الناس بأمه (كذلكم البر كذلكم البر) قال الطيبى :المشار إليه ما سبق والمخاطبون الصحابة فإن المصطفى صلى الله عليه وسلم رأى هذه الرؤيا وقصها على أصحابه فلما بلغ إلى قوله النعمان نبههم على سبب نيل تلك الدرجة بقوله كذلكم البر أى حارثة قال تلك الدرجة بسبب البر وموقع هذه الجملة التذييل كقوله تعالى (وجعلوا أعزة أهلها أذلة وكذلك يفعلون) وفيه من المبالغة أنه جعل جزء البر برا وعرف الخبر بلام الجنس تنبيها على أن هذه الدرجة القصيا لا تنال إلا ببر الوالدين والتكرار للاستيعاب والتقرير والتأكيد.

(ن ك) فى المناقب وكذا أحمد وأبو يعلى بسند قال الهيثمى :رجاله رجال الصحيح (عن عائشة) قال الحاكم :على شرطهما وأقره الذهبى وقال الحافظ فى الإصابة :إسناده صحيح وظاهر صنيع المصنف أن هذا هو الحديث بتمامه والأمر بخلافه بل بقيته وكان أبر الناس بأمه اه فكأنه أغفله سهوا أو توهم أنه مدرج فى الحديث وهو ذهول فقد قال الصدر المناوى وغيره :وصح لنا برواية الحاكم والبيهقى أن قوله كان أبر الناس من كلام رسول الله صلى الله عليه وسلم وليس بمدرج ثم بسطه(فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۴۱۷۸)

www.idaraghufran.org

مِنَ الْكَبَائِرِ، هُنَّ تِسْعٌ: الْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ، وَقَتْلُ نَسَمَةٍ، وَالْفِرَارُ مِنَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَةِ، وَأَكْلُ الرِّبَا، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ، وَإِلْحَادٌ فِي الْمَسْجِدِ، وَالَّذِي يَسْتَسْخِرُ، وَبُكَاءُ الْوَالِدَيْنِ مِنَ الْعُقُوقِ. قَالَ لِي ابْنُ عُمَرَ :أَتَفْرَقُ النَّارَ، وَتُحِبُّ أَنْ تَدْخُلَ الْجَنَّةَ؟ قُلْتُ: إِيْ وَاللّٰهِ، قَالَ: أَحَيٌّ وَالِدُكَ؟ قُلْتُ: عِنْدِي أُمِّي، قَالَ: فَوَاللّٰهِ لَوْ أَلَنْتَ لَهَا الْكَلَامَ، وَأَطْعَمْتَهَا الطَّعَامَ، لَتَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ مَا اجْتَنَبْتَ الْكَبَائِرَ(الأدب المفرد، رقم الحديث٨،باب لين الكلام لوالديه) [1]

ترجمہ: میں نجد کے علاقہ میں تھا، مجھ سے کچھ گناہ سرزد ہو گئے، جن کو میں نے کبیرہ گناہ سمجھا، میں نے اس کا حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا، انہوں نے معلوم کیا کہ وہ کیا گناہ تھے؟ میں نے کہا کہ فلاں فلاں گناہ تھے، حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ کبیرہ گناہ نہیں ہیں، کبیرہ گناہ تو یہ نو ہیں، اللہ کے ساتھ شرک کرنا، اور کسی جان کو قتل کرنا، اور میدانِ جہاد سے راہِ فرار اختیار کرنا، اور پاک دامن عورت پر تہمت لگانا، اور سود کھانا، اور یتیم کا مال کھانا، اور مسجد میں الحاد کرنا (یعنی مسجد کی بے حرمتی وغیرہ کرنا) اور کسی کا تمسخر (واستہزاء) کرنا، اور ایذاء رسانی ونافرمانی کی وجہ سے والدین کا رونا، حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا آپ جہنم سے بچنا اور جنت میں داخل ہونا چاہتے ہیں، میں نے کہا کہ بے شک، انہوں نے فرمایا کہ کیا آپ کے والد حیات ہیں، میں نے کہا کہ میرے ساتھ میری والدہ ہیں، حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم اگر آپ ان کے ساتھ نرم بات کریں گے، اور ان کو کھانا کھلائیں گے (اور ان کی دوسری ضروریات پوری کریں گے) تو ضرور بالضرور جنت میں داخل ہوں گے، بشرطیکہ

---

[1] قال الألباني:
صحيح (حاشية الادب المفرد)

www.idaraghufran.org

کبیرہ گناہوں سے بچیں (ادب المفرد)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ تھا کہ یہ تو گناہ شدید ترین کبیرہ گناہ ہیں اور دوسرے گناہ ان گناہوں سے کم درجہ کے ہیں۔

بہرحال مذکورہ روایت سے بھی معلوم ہوا کہ والدین سے نرم بات کرنا اور ان کی خدمت و اطاعت کرنا جنت میں داخلہ کا سبب ہے جبکہ کبیرہ گناہوں سے بچا جائے۔

والدہ کے حق کی ادائیگی ممکن نہیں

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّهُ شَهِدَ ابْنَ عُمَرَ وَرَجُلٌ يَمَانِيٌّ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ، حَمَلَ أُمَّهُ وَرَاءَ ظَهْرِهِ، يَقُولُ: (البحر الرجز)

إِنِّي لَهَا بَعِيرُهَا الْمُذَلَّلُ ......إِنْ أُذْعِرَتْ رِكَابُهَا لَمْ أُذْعَرِ.

ثُمَّ قَالَ: يَا ابْنَ عُمَرَ أَتُرَانِي جَزَيْتُهَا؟ قَالَ: لَا، وَلَا بِزَفْرَةٍ وَاحِدَةٍ

(الأدب المفرد، رقم الحديث ١١،باب جزاء الوالدين) [1]

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بار ایک یمن کے شخص کو دیکھا کہ اپنی پشت پر اپنی والدہ کو لئے ہوئے کعبہ کا طواف کر رہا ہے، اور یہ شعر پڑھ رہا ہے کہ:

إِنِّي لَهَا بَعِيرُهَا الْمُذَلَّلُ ......إِنْ أُذْعِرَتْ رِكَابُهَا لَمْ أُذْعَرِ

یعنی ''بے شک میں اس کے لئے ایک تابع دار اونٹ ہوں، جب بوجھ لدے ہوئے اونٹوں کو سہایا جائے، تو میں گھبراتا نہیں''

پھر اس نے کہا کہ اے ابنِ عمر! کیا میں نے ماں کا بدلہ ادا کر دیا؟ تو حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں، بلکہ اس کی (ولادت کے وقت کی) ایک ''آہ'' کا

[1] قال الألباني:
صحيح (حاشية الادب المفرد)

www.idaraghufran.org

بدلہ بھی نہیں ادا ہوا (الادبُ المفرد)

اس طرح کا واقعہ ایک مرفوع حدیث میں بھی آیا ہے، مگر اس کی سند ضعیف ہے۔ [1]

معلوم ہوا کہ انسان اپنی والدہ کے حق کی ادائیگی نہیں کر سکتا، اس لئے اسے والدہ کے ساتھ حسنِ سلوک میں کوتاہی نہیں کرنی چاہئے۔

حضرت ابو ہریرہ کا اپنی والدہ سے حسنِ سلوک

حضرت ابو حازم سے روایت ہے کہ:

أَنَّ أَبَا مُرَّةَ، مَوْلٰى أُمِّ هَانِءٍ ابْنَةِ أَبِى طَالِبٍ أَخْبَرَهُ، أَنَّهُ رَكِبَ مَعَ أَبِى هُرَيْرَةَ إِلٰى أَرْضِهٖ بِالْعَقِيْقِ فَإِذَا دَخَلَ أَرْضَهُ صَاحَ بِأَعْلٰى صَوْتِهٖ: عَلَيْكِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ يَا أُمَّتَاهُ، تَقُوْلُ: وَعَلَيْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، يَقُوْلُ: رَحِمَكِ اللّٰهُ رَبَّيْتِنِى صَغِيْرًا، فَتَقُوْلُ: يَا بُنَىَّ، وَأَنْتَ فَجَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا وَرَضِىَ عَنْكَ كَمَا بَرَرْتَنِى كَبِيْرًا (الأدب المفرد، رقم الحديث ۱۴ ،باب جزاء الوالدين) [2]

ترجمہ: حضرت امِ ہانی کے آزاد کردہ غلام ابومرہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے وطن ''العقیق'' گیا، جب حضرت

---

[1] عن سليمان بن بريدة ,عن أبيه، "أن رجلا جاء إلى النبى صلى الله عليه وآله وسلم فقال :يا رسول الله، إنى حملت أمى على عنقى فرسخين فى رمضاء شديدة، لو ألقيت فيها بضعة من لحم لنضجت، فهل أديت شكرها؟ فقال :لعله أن يكون بطلقة واحدة لم يروه عن علقمة بن مرثد إلا ليث، ولا عن ليث إلا الحسن بن أبى جعفر .تفرد به عمرو بن يوسف (المعجم الصغير للطبرانى، رقم الحديث ۲۵۵)

قال الهيثمى:

رواه الطبرانى فى الصغير، وفيه الحسن بن أبى جعفر وهو ضعيف من غير كذب، وليث بن أبى سليم مدلس (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۳۳۹۴)

[2] قال الألبانى:

حسن (حاشية الادبُ المفرد)

www.idaraghufran.org

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنے وطن پہنچے، تو اونچی آواز میں کہا کہ اے میری ماں! ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' تو ان کی والدہ نے جواب میں فرمایا کہ ''وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ آپ پر رحم فرمائے، جیسا کہ آپ نے میری بچپن میں پرورش فرمائی، ان کی والدہ نے فرمایا کہ اے میرے بیٹے! تم کو اللہ جزائے خیر دے اور تم سے راضی ہو، جیسا کہ تم نے بڑھاپے میں مجھ سے نیک سلوک کیا (الادب المفرد)

معلوم ہوا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی والدہ کے ساتھ حسنِ سلوک کیا کرتے تھے۔

خلاصہ یہ کہ والدہ کے ساتھ صلہ رحمی و حسنِ سلوک کے عظیم الشان فضائل وفوائد ہیں، جن کو حاصل کرنے کی ہر مسلمان کو کوشش کرنی چاہئے۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

(فصل نمبر 4)

والد سے صلہ رحمی وحسنِ سلوک کی فضیلت واہمیت

جس طرح خاص والدہ کے ساتھ صلہ رحمی وحسنِ سلوک کے مختلف فضائل کا معتبر ومستند احادیث وروایات میں ذکر آیا ہے، اسی طرح خاص والد کے ساتھ صلہ رحمی وحسنِ سلوک کا بھی کئی معتبر ومستند احادیث وروایات میں ذکر آیا ہے۔

جس کی کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

والد کی رضاء وناراضگی میں اللہ کی رضاء وناراضگی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رِضَاءُ اللّٰہِ فِیْ رِضَاءِ الْوَالِدِ وَسَخَطُ اللّٰہِ فِیْ سَخَطِ الْوَالِدِ (صحیح ابنِ حبان) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی رضامندی والد کی رضامندی میں ہے اور اللہ کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے (ابن حبان)

بعض روایات میں یہ ہے کہ والد کی (جائز) فرمانبرداری میں اللہ کی فرنبرداری اور والد کی نافرمانی میں اللہ کی نافرمانی ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحدیث ۴۲۹، کتاب البر والاحسان، مؤسسة الرسالة،بیروت.

قال شعیب الارنؤط:یعلی ابن عطاء هو العامری، ویقال :اللیثی الطائفی، ثقة من رجال مسلم، ووالده عطاء ذکره المصنف فی الثقات، وروی عن أوس بن أبی أوس، وابن عمرو بن العاص، وابن عباس، وغیرهم، قال ابن القطان :مجهول الحال، ما روی عنه غیر أبنه یعلی .وباقی رجاله ثقات(حاشیة صحیح ابنِ حبان)

[2] عن سعید المقبری، عن أبی هریرة قال :قال رسول الله صلی الله علیه وسلم :

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس سے معلوم ہوا کہ والد کی رضا مندی سے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی اور والد کی ناراضگی سے اللہ تعالیٰ ناراضگی حاصل ہوتی ہے۔

اس لئے والد کو راضی کرنے اور ناراضگی والی حرکتوں سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

مگر یہ اُس وقت ہے جبکہ والد کسی معقول وجہ سے ناراض ہو، اور اگر اللہ کا حکم پورا کرنے پر ناراض ہو، تو پھر اُس کی ناراضگی سے کوئی نقصان نہیں، کیونکہ یہ اصول شریعت کی طرف سے طے شدہ ہے کہ والدین بلکہ کوئی بھی مخلوق اگر خلافِ شریعت کسی کام کا حکم کرے تو اس کام میں والد سمیت کسی کی فرمانبرداری جائز نہیں ہے، لیکن اس وقت بھی اپنی طرف سے والد کے ساتھ صلہ رحمی کرنی چاہیئے۔

والد، جنت کا درمیانی دروازہ ہے

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اَلْوَالِدُ أَوْسَطُ أَبْوَابِ الْجَنَّۃِ، فَإِنْ شِئْتَ فَأَضِعْ ذٰلِکَ الْبَابَ أَوْ اِحْفَظْہُ (سنن الترمذی) [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

طاعة الله طاعة الوالد، ومعصية الله معصية الوالد (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحديث ٢٢٥٥)

قال الطبرانی:

لم يرو هذا الحديث عن الليث بن سعد إلا إسماعيل بن عمرو، ولا يروى عن أبی هريرة إلا بهذا الإسناد.

وقال الهيثمی:

رواه الطبرانی فی الأوسط عن شيخه أحمد بن إبراهيم بن عبد الله بن كيسان وهو لين، عن إسماعيل بن عمرو البجلی وثقه ابن حبان وغيره وضعفه أبو حاتم وغيره، وبقية رجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٣٣٩١)

[1] رقم الحديث ١٩٠٠، ابواب البر والصلة، باب ما جاء من الفضل فی رضا الوالدين، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابی الحلبی - مصر، سنن ابن ماجه، رقم الحديث ٢٠٨٩، كتاب الطلاق،

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ والد جنت کے دروازوں میں سے بیچ (یعنی درمیان) کا دروازہ ہے، پس اگر چاہو تو اس دروازہ کو ضائع کرو، یا اس کی حفاظت کرو (ترمذی)

والد کے جنت کے بیچ یعنی درمیان کا دروازہ ہونے کا مطلب محدثین نے یہ بیان فرمایا ہے کہ جنت میں داخل ہونے کا بڑا اور اچھا دروازہ ہے، جس طرح محل وغیرہ کے درمیان کا دروازہ بڑا دروازہ شمار ہوتا ہے، اور والد کے ساتھ صلہ رحمی اور حسنِ سلوک جنت میں داخلے کا بہترین ذریعہ ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

باب الرجل يأمره أبوه بطلاق امرأته، مسند احمد، رقم الحديث ٢٧٥٥٢؛ مستدرك حاكم، رقم الحديث ٢٧٩٩، كتاب الطلاق.

قال الحاكم:هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه.

وقال الذهبي: صحيح.

وقال شعيب الارنؤوط:اسناده حسن(حاشية مسند احمد)

[1] (الوالد أوسط أبواب الجنة) قال القاضي أي :خير الأبواب وأعلاها، والمعنى :أن أحسن ما يتوسل به إلى دخول الجنة، ويتوصل به إلى وصول درجتها العالية مطاوعة الوالد ومراعاة جانبه. وقال غيره :إن للجنة أبوابا وأحسنها دخولا أوسطها، وإن سبب دخول ذلك الباب الأوسط هو محافظة حقوق الوالد .اهـ .فالمراد بالوالد الجنس، أو إذا كان حكم الوالد هذا فحكم الوالدة أقوى وبالاعتبار أولى .(فإن شئت فحافظ على الباب) أي :داوم على تحصيله (أو ضيع) : حصول الباب بترك المحافظة عليه، وهذا كلام أبي الدرداء ، والمعنى :فاختر خيرهما (رواه الترمذي، وابن ماجه) ، وكذا ابن حبان في صحيحه، وأبو داود الطيالسي والحاكم في مستدركه وصححه وأقره الذهبي والبيهقي في شعبه وصححه الترمذي، نقله ميرك عن التصحيح، وقال المنذري :رواه الترمذي وغيره واللفظ له وقال :ربما قال سفيان أن أمي، أو ربما قال أبي قال : وهذا حديث صحيح رواه ابن حبان في صحيحه، ولفظه :أن رجلا أتى أبا الدرداء فقال :إن أبي لم يزل حتى زوجني وإنه الآن يأمرني بطلاقها .قال :ما أنا بالذي آمرك أن تعق والدك، ولا بالذي آمرك أن تطلق امرأتك، غير أنك إن شئت حدثتك ما سمعت من رسول الله -صلى الله عليه وسلم -سمعته يقول " :الوالد أوسط أبواب الجنة فحافظ على ذلك إن شئت أو دع .قال فأحسب عطاء قال فطلقها .قلت :وسيأتي في الفصل الثالث أنه صلى الله عليه وسلم قال لابن عمر: "طلقها ; "لأن عمر كان يكرهها .وفي الجامع الصغير " :الوالد أوسط أبواب الجنة "رواه أحمد والترمذي وابن ماجه والحاكم عن أبي الدرداء (مرقاة المفاتيح، ج٧ص ٣٠٨٩، كتاب الآداب، باب البر والصلة)

www.idaraghufran.org

والد کی دعاء قبول کی جاتی ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَلَاثُ دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ لَا شَكَّ فِيْهِنَّ: دَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ، وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ، وَدَعْوَةُ الْوَالِدِ عَلٰى وَلَدِهٖ (سنن الترمذی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین دعاؤں کے قبول ہونے میں کوئی شک نہیں، ایک مظلوم کی دعاء، اور ایک مسافر کی دعاء، اور ایک والد کی دعاء اپنی اولاد کے متعلق (ترمذی، مسند احمد)

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

ثَلَاثٌ مُسْتَجَابٌ لَهُمْ دَعْوَتُهُمْ: اَلْمُسَافِرُ، وَالْوَالِدُ، وَالْمَظْلُوْمُ

---

[1] رقم الحديث ۱۹۰۵، ابواب البر و الصلة، باب ما جاء فى دعوة الوالدين، سنن ابى داؤد، رقم الحديث ۱۵۳۶، كتاب الصلاة، باب الدعاء بظهر الغيب، مسند احمد، رقم الحديث ۷۵۱۰.

قال الترمذى:

هذا حديث حسن. وقد روى الحجاج الصواف هذا الحديث، عن يحيى بن أبى كثير نحو حديث هشام، وأبو جعفر الذى روى عن أبى هريرة يقال له: أبو جعفر المؤذن ولا نعرف اسمه، وقد روى عنه يحيى بن أبى كثير غير حديث.

وقال شعيب الارنؤوط:

حسن لغيره(حاشية سنن ابى داؤد)

وقال ايضاً:

حسن لغيره.......... وله شاهد من حديث عقبة بن عامر، سيأتى فى "المسند (۱۵۴/۴)" بلفظ "ثلاث مستجاب لهم دعوتهم: المسافر، والوالد، والمظلوم."

وثان من حديث أنس بن مالك عند البيهقى فى "السنن(۳۴۵/۳)"والضياء المقدسى فى "المختارة(۲۰۵۷)"بلفظ "ثلاث دعوات لا ترد: دعوة الوالد، ودعوة الصائم، ودعوة المسافر."

وثالث من حديث أم حكيم عند ابن ماجه(۳۸۶۲)بلفظ "دعاء الوالد يفضى إلى الحجاب."وأسانيد هذه الأحاديث الثلاثة [illegible] الشواهد(حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

(مسند احمد، رقم الحدیث ۱۷۳۹۹) [1]

ترجمہ: تین آدمیوں کی دعاء قبول کی جاتی ہے، ایک مسافر کی، اور ایک والد کی، اور ایک مظلوم کی (مسند احمد)

مطلب یہ ہے کہ ان حضرات کی دعاء قبول ہونے میں کوئی رُکاوٹ نہیں ہوتی۔ [2]

اور صلہ رحمی میں والدہ کا حق والد سے زیادہ ہے، اس لئے والدہ کی دعاء بھی قبول ہوتی ہے۔ [3]

پس والدین کی بددعاء سے بچنے اور اُن کی دعاء کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ [4]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
حسن لغيره (حاشية مسند احمد)

[2] (دعاء الوالد) لولده يعنى دعاء الأصل لفرعه (يفضى إلى الحجاب) أى يصعد ويصل إلى حضرات القبول فلا يعوقه عائق ولا يحول بينه وبين الإجابة حائل قال الزين العراقى :وهل هذا بمعنى قوله فى دعوة المظلوم ليس بينها وبين الله حجاب أو هو دونه لأن فى ذلك نفى الحجاب كل محتمل والأول أقرب وفى كتاب البر والصلة لابن المبارك عن مجاهد دعوة الوالد لا تحجب دون الله وفيه أن رجلا سأل الحسن قال :ما دعاء الوالد للولد قال :مجابة قال :فعليه قال: استئصالته (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۴۱۹۸)

[3] تاہم والدہ پر عورت ہونے کی وجہ سے چونکہ طبیعت کا غلبہ زیادہ ہوتا ہے، اور وہ ذرا سی بات پر دعاء یا بددعاء دے دیتی ہے، برخلاف والد کے، اس لئے غالباً صراحتاً والد کی دعاء کا ذکر کیا گیا، اور والدہ کا ذکر نہیں کیا گیا۔ واللہ اعلم۔ محمد رضوان۔

[4] (دعوة الوالد) : أى لولده أو عليه، ولم يذكر الوالدة؛ لأن حقها أكثر، فدعاؤها أولى بالإجابة، أو لأن دعوتها عليه غير مستجابة؛ لأنها ترحمه ولا تريد بدعائها عليه وقوعه، كذا ذكره زين العرب، وفيه أن الوالد كذلك لا يدعو له على نعت الشفقة والرقة التامة، وكذا دعوته عليه؛ لأنه لا يدعو عليه إلا على نعت المبالغة من إساء ته عليه، فالأولى أن ينقاس عليه دعوة الوالدة بالأولى، كما يدل له حديث :إن لها ثلثى البر وله ثلثه لأن ما تقاسيه من تعب الحمل والولادة والرضاع والتربية، فوق ما يقاسيه الوالد من تعب تحصيل مؤنته وكسوته بنحو الضعف، كما يدل عليه قوله تعالى :(ووصينا الإنسان بوالديه حملته أمه وهنا على وهن وفصاله فى عامين أن اشكر لى ولوالديك إلى المصير) حيث أوقع حملته أمه بين المفسر أعنى :(أن اشكر لى) ، والمفسر أعنى: (وصينا) ، وفائدة هذا الاعتراض التوكيد فى الوصية فى حقهما خصوصا فى حق الوالدة، لما تكابد من مشاق الحمل والرضاعة، ولأن لمن أحسن إليه، وبالشر لمن آذاه وأساء إليه؛ لأن دعاء ه لا يخلو من الرقة (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج۴، ص۱۵۳۵، كتاب الدعوات)

www.idaraghufran.org

معذور والد کی طرف سے حج وعمرہ کرنا

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قبیلہ بنی خثعم کی ایک عورت نے عرض کیا کہ:

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ فَرِيْضَةَ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهٖ فِي الْحَجِّ أَدْرَكَتْ أَبِيْ شَيْخًا كَبِيْرًا، لَا يَثْبُتُ عَلَى الرَّاحِلَةِ، أَفَأَحُجُّ عَنْهُ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَذٰلِكَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ (بخاری) [1]

ترجمہ: اے اللہ کے رسول! اللہ کا فریضہ جو اس کے بندوں پر حج سے متعلق ہے، اس نے میرے والد کو اس حال میں پایا ہے کہ وہ بہت بوڑھے ہیں جو سواری پر پوری طرح نہیں بیٹھ سکتے، کیا میں ان کی طرف سے حج کرلوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جی ہاں (ان کی طرف سے حج کرلو) یہ واقعہ حجۃ الوداع کا ہے (بخاری، مسلم)

حضرت ابورزین عقیلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّهٗ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنَّ أَبِيْ شَيْخٌ كَبِيْرٌ لَا يَسْتَطِيْعُ الْحَجَّ، وَلَا الْعُمْرَةَ، وَلَا الظَّعْنَ، قَالَ: حُجَّ عَنْ أَبِيْكَ وَاعْتَمِرْ (ترمذی) [2]

ترجمہ: وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میرے والد بہت بوڑھے ہیں جو حج اور عمرہ کرنے کی طاقت اور قوت

---

[1] رقم الحديث ۱۵۱۳، كتاب الحج، باب وجوب الحج وفضله، مسلم، رقم الحديث ۱۳۳۴، كتاب الحج، باب الحج عن العاجز لزمانة وهرم ونحوهما، أو للموت.

[2] رقم الحديث ۹۳۰، كتاب الحج، باب بعد باب ما جاء فى الحج عن الشيخ الكبير، والميت.

قال الترمذى:

هذا حديث حسن صحيح وإنما ذكرت العمرة عن النبى صلى الله عليه وسلم فى هذا الحديث أن يعتمر الرجل عن غيره وأبو رزين العقيلى :اسمه لقيط بن عامر.

www.idaraghufran.org

نہیں رکھتے اور نہ سفر کر سکتے ہیں (اگر میں ان کی طرف سے حج کرلوں تو اس بارے میں کیا حکم ہے؟) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے والد کی طرف سے حج کرو اور عمرہ کرو (ترمذی)

حضرت سودہ بنتِ زمعہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

جَاءَ رَجُلٌ إِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : إِنَّ أَبِیْ شَيْخٌ كَبِيْرٌ لَا يَسْتَطِيْعُ أَنْ يَحُجَّ قَالَ : أَرَأَيْتَکَ لَوْ كَانَ عَلٰی أَبِيْکَ دَيْنٌ فَقَضَيْتَهٗ عَنْهُ قُبِلَ مِنْکَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : فَاللّٰهُ أَرْحَمُ حُجَّ عَنْ أَبِيْکَ (مسند احمد، رقم الحديث ٢٧٤١٧) [1]

ترجمہ: ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرے والد بہت بوڑھے ہیں جو حج کرنے کی طاقت نہیں رکھتے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے کہ اگر آپ کے والد پر قرض ہوتا اور آپ اُن کی طرف سے وہ قرض ادا کرتے، تو کیا وہ آپ کی طرف سے قبول کیا جاتا؟ اُس آدمی نے عرض کیا کہ بے شک (قبول کیا جاتا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے، آپ اپنے والد کی طرف سے حج کیجئے (مسند احمد)

مذکورہ احادیث سے بوڑھے اور محتاج والد کی طرف سے حج کرنے کے ذریعہ سے صلہ رحمی کی اہمیت معلوم ہوئی۔

والد سے صلہ رحمی، اولاد کی طرف سے صلہ رحمی کے حصول کا ذریعہ

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

---

[1] قال شعيب الارنوؤط:
حديث صحيح (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : بَرُّوْا آبَاءَ کُمْ تَبَرُّکُمْ أَبْنَاؤُکُمْ، وَعِفُّوْا تَعِفُّ نِسَاؤُکُمْ (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث ۱۰۰۲)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے باپوں کے ساتھ حُسنِ سلوک کرو (ایسا کرنے پر) تمہارے بیٹے تمہارے ساتھ حُسنِ سلوک کریں گے، اور تم (غیر عورتوں سے پرہیز کر کے) پاکدامن رہو (ایسا کرنے سے) تمہاری عورتیں پاک دامن رہیں گی (طبرانی)

بعض حضرات نے اس حدیث کو سند کے اعتبار سے حسن قرار دیا ہے۔ [1]

جبکہ بعض اہلِ علم حضرات نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ [2]

---

[1] قال الهيثمى:

رواه الطبرانى فى الأوسط، ورجاله رجال الصحيح غير شيخ الطبرانى أحمد غير منسوب، والظاهر أنه من المكثرين من شيوخه فلذلک لم ينسبه، والله أعلم(مجمع الزوائد، ج۸ص۱۳۸، ۱۳۹ ،تحت رقم الحديث ۱۳۴۰۳)

وقال المنذرى:

رواه الطبرانى بإسناد حسن ورواه أيضا هو وغيره من حديث عائشة (الترغيب والترهيب، تحت رقم الحديث ۳۷۵۹، كتاب البر والصلة وغيرهما)

[2] قال الالبانى:

"بروا آباء كم؛ تبركم أبناؤكم، وعفوا؛ تعف نساؤكم، ومن انتصل إليه فلم يقبل؛ لم يرد على الحوض يوم القيامة ."ضعيف.

رواه العقيلى فى "الضعفاء (۲۹۹)"والحاكم(۱۵۴/۴)وأبو نعيم(۳۳۵/۶)والخطيب (۳۱۱/۶)عن على بن قتيبة الرفاعى :حدثنا مالک بن أنس عن أبى الزبير عن جابر مرفوعا .وقال العقيلى : "ليس له أصل من حديث مالک، ولا من وجه يثبت "، وقال: "على بن قتيبة الرفاعى بصرى يحدث عن الثقات بالبواطيل، وما لا أصل له "

قلت :قال الدارقطنى : "كان ضعيفا ." وقال الخليلى : "يتفرد عن مالک بأحاديث، وليس هو بالقوى ." وقال الذهبى متعقبا الحاكم فى سكوته عليه : "قلت :على، قال ابن عدى :روى الأباطيل ."وقال المناوى: "قال ابن الجوزى :موضوع، على بن قتيبة يروى عن الثقات البواطيل أهـ.وتعقبه المؤلف بأن له شاهدا ."وأورده فى "الميزان "

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

www.idaraghufran.org

تاہم تجربہ ومشاہدہ سے اس حدیث میں مذکور مضمون کی تائید ہوتی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ والدین اور بطورِ خاص والد کے ساتھ حُسنِ سلوک کی برکت سے اللہ تعالیٰ انسان کو حُسنِ سلوک کرنے والی اولاد عطا فرماتا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فی ترجمة علی بن قتیبة الرفاعی، وقال: "قال ابن عدی: له أحادیث باطلة عن مالک، ثم أورد له هذا الخبر."

قلت: والشاهد المشار إلیه إسناده ضعیف، وبه ینجو الحدیث من الوضع الذی ترجمه ابن الجوزی، ثم هو أتم منه، وهو الآتی بعد ثلاثة أحادیث.

وأورده المنذری فی "الترغیب (۳/۲۱۵)" عن ابن عمر مرفوعا به دون قوله ":ومن انتصل إلیه، ." ....وقال ":رواه الطبرانی بإسناد حسن."

وقال الهیثمی(۸/۱۳۸) "رواه الطبرانی فی "الأوسط"، ورجاله رجال الصحیح؛ غیر شیخ الطبرانی أحمد؛ غیر منسوب، والظاهر أنه من المکثرین من شیوخه، فلذلک لم ینسبه، والله أعلم."

قلت: یبدو أن أحمد هذا تلقاه عن علی بن قتیبة السابق ذکره، فقد رأیت السیوطی قال فی "اللآلیء (۲/۱۹۰)" ""قال الطبرانی فی "الأوسط ":"حدثنا أحمد :حدثنا علی: حدثنا مالک عن مالک (کذا) عن ابن عمر." ....

قلت: ولا یظهر أنه غیر علی بن قتیبة .والله أعلم .ووقع خطأ مطبعی فی إسناده فی " اللآلیء "، فلیصحح.

ثم رأیت الحدیث فی "المعجم الأوسط "للطبرانی(۱/۵۵/۲/۹۸۰)و (۲/۸/۹/۱۰۰۹)قال :حدثنا أحمد قال :حدثنا علی قال :حدثنا مالک عن نافع عن ابن عمر به.

قلت :وأحمد هذا هو ابن صالح مالکی !أبو عبد الله، ولم أجد له ترجمة، وإنما لم یسمه الطبرانی لأنه -کما هی عادته فی هذا "المعجم - "سماه فی أول حدیث ساقه له من أحادیثه، وعددها فیه نحو ستة وثلاثین حدیثا.

ثم تبینت أن (ابن صالح مالکی) محرف؛ صوابه (ابن داود المکی) ، وهکذا وقع فی " المعجم الصغیر "فی حدیث آخر مخرج فی "الروض(۷۵۱) "وفی أحادیث أخری ساقها فی "الأوسط "عقب حدیث الترجمة کالحدیث (۱۰۱۶)وقع علی الصواب (أحمد بن داود المکی) ، ومن طریقه فی "الحلیة"، وسیأتی تخریجه برقم(۲۵۸۶)

ثم هو ثقة کما بینه صاحبنا الشیخ حماد الأنصاری فی کتابه "بلغة القاصی والدانی فی تراجم شیوخ الطبرانی(۳۹/۷۲) "وقد صدر حدیثا، نفع الله به.

وخفی هذا التحقیق علی الدکتور الطحان فی تعلیقه علی "الأوسط "، فلم یعرف (أحمد) هذا(سلسلة الأحادیث الضعیفة، رقم الحدیث ۲۰۳۹)

www.idaraghufran.org

اور اگر کبھی اس کی خلاف ورزی ہو تو اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حکمت یا وجہ مثلاً آزمائش یا والدین کے ساتھ صلہ رحمی کرنے میں عملاً یا نیت کے اعتبار سے کوئی کوتاہی وغیرہ ہوتی ہے۔

والد کے احترام کی بعض صورتیں

حضرت عروہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَبْصَرَ رَجُلَيْنِ، فَقَالَ لِأَحَدِهِمَا: مَا هٰذَا مِنْكَ؟ فَقَالَ: أَبِيْ، فَقَالَ: لَا تُسَمِّهِ بِاسْمِهِ، وَلَا تَمْشِ أَمَامَهُ، وَلَا تَجْلِسْ قَبْلَهُ

(الأدب المفرد، رقم الحديث ۴۴،باب لا يسمى الرجل أباه، ولا يجلس قبله، ولا يمشي أمامه) [1]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے دو آدمیوں کو دیکھا، تو ان سے فرمایا کہ تم دونوں کا آپس میں کیا رشتہ ہے؟ تو ان میں سے ایک نے عرض کیا کہ یہ میرے والد ہیں، تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان کو ان کے نام کے ساتھ نہ پکارو، اور نہ ہی ان کے آگے چلو، اور نہ ہی ان سے پہلے بیٹھو (الادب المفرد)

اس طرح کی حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً بھی مروی ہے، جس کی سند ضعیف ہے، اور دیگر محدثین سے بھی اس طرح کی روایات مروی ہیں۔ [2]

---

[1] قال الألباني:
صحيح (حاشية الادب المفرد)

[2] حدثنا على قال :نا عمرو بن محمد بن عرعرة بن البرند السامى قال :نا محمد بن الحسن المزنى الواسطى قال :نا هشام بن عروة، عن أبيه، عن عائشة، قالت :أتى رسول الله صلى الله عليه وسلم رجل، ومعه شيخ، فقال :يا فلان، من هذا معكم؟ قال : أبى قال :فلا تمش أمامه، ولا تجلس قبله، ولا تدعه باسمه، ولا تستسب له.لم يرو هذا الحديث عن هشام إلا محمد بن الحسن، تفرد به :عمرو بن محمد بن عرعرة، ولا

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

www.idaraghufran.org

اس سے معلوم ہوا کہ والد کے احترام میں یہ بھی داخل ہے کہ والد کا بغیر معقول ضرورت کے نام نہ لے، اور والد سے آگے نہ چلے اور والد سے پہلے نہ بیٹھے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يروى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم إلا بهذا الإسناد "(المعجم الأوسط، رقم الحديث ۴۱۵۹)

قال الهيثمي:

رواه الطبراني في الأوسط وقال :لا يروى عن النبي -صلى الله عليه وسلم -إلا بهذا الإسناد، عن شيخه علي بن سعيد بن بشير وهو لين، وقد نقل ابن دقيق العيد أنه وثق، ومحمد بن عرعرة بن يزيد لم أعرفه، وبقية رجاله رجال الصحيح(مجمع الزوائد، رقم الحديث ۱۳۳۹۶)

حدثني علي بن أحمد بن سليمان، ثنا عبد الغني بن عبد العزيز العسال، ثنا يوسف بن عمرو، عن المفضل بن فضالة، عن عبيد الله بن زحر، أنه قال :لمن العقوق أن تسمي أباك، وأن تمشي أمامه في طريق (عمل اليوم والليلة ،لابن السُّنِّي، رقم الحديث ۳۹۶)

سنده حسن إلى عبيد الله، ولم أجد من رواه عنه غير المصنف(عُجالةُ الرّاغِب المُتَمَنّي في تخريج كِتابِ عَمَلِ اليَوم وَالليلة، تحت رقم الحديث ۳۹۷،باب النهي أن يسمي الرجل أباه باسمه)

حدثنا الحسين قال حدثنا عبد الله قال حدثنا عبد الله بن ذكوان عن عبد الرحمن بن محمد بن عبد القاري قال رآني عمر بن عبد العزيز وأنا أمشي إلى جنب أبي فقال لا تمش إلى جنب أبيك إنما ينبغي لك أن تمشي وراءه قال فإني أتوكأ على يده قال فهاه (البر والصلة للمروزي، رقم الحديث ۲۴)

حدثنا محمد بن ياسر الحذاء الدمشقي الجبيلي، ثنا هشام بن عمار، ثنا الوليد بن مسلم، عن أبي غنم الكلاعي، عن أبي غسان الضبي قال :خرجت أمشي مع أبي بظهر الحرة، فلقيني أبو هريرة، فقال لي :من هذا؟ قلت :أبي، فقال :لا تمش بين يدي أبيك، ولكن امش خلفه أو إلى جنبه، ولا تدع أحدا يحول بينك وبينه، ولا تمش فوق إجار أبوك تحته، ولا تأكل عرقا قد نظر أبوك إليه، لعله قد اشتهاه ثم قال :أتعرف عبد الله بن خداش؟ قلت :لا قال :سمعت النبي صلى الله عليه وسلم، يقول :فخذه في جهنم مثل أحد، وضرسه مثل البيضاء قال أبو هريرة :فقلت :ولم ذاك يا رسول الله؟ فقال :كان عاقا لوالديه لم يرو هذا الحديث عن أبي غسان الضبي إلا أبو غنم الكلاعي، تفرد به :الوليد (المعجم الاوسط للطبراني، رقم الحديث ۲۸۵۷)

قال الهيثمي:

رواه الطبراني في الاوسط وأبو غسان وأبو غنم الراوي عنه لم أعرفهما ، وبقية رجاله

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

والد سے بدسلوکی و بے احترامی کی بعض صورتیں

حضرت سعید بن ابی سعید سے روایت ہے کہ:

سَأَلَ رَجُلٌ كَعْبًا عَنِ الْعُقُوقِ، مَا تَجِدُونَهُ فِي كِتَابِ اللّٰهِ مِنْ عُقُوقِ الْوَالِدِ؟ قَالَ: إِذَا أَقْسَمَ عَلَيْهِ لَمْ يُبِرَّهُ، وَإِنْ سَأَلَهُ لَمْ يُعْطِهِ، وَإِذَا ائْتَمَنَهُ خَانَهُ، فَذٰلِكَ الْعُقُوقُ (مصنف عبد الرزاق) [1]

ترجمہ: ایک آدمی نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے والد سے بدسلوکی کے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ثقات (مجمع الزوائد ج۸ص۱۴۸، تحت رقم الحديث ۱۳۴۳۴ ،باب ما جاء في العقوق)

وقال الالبانی:

(فخذ عبد الله بن خراش في جهنم مثل أحد ، وضرسه مثل البيضاء .قال أبو هريرة : ولم ذاک يا رسول الله ؟قال :كان عاقاً لوالديه)ضعيف.

أخرجه الطبراني في "الأوسط(۷/۴۳۸ـ ۴۳۹/ ۶۸۵۳) "حدثنا محمد بن ياسر الحذاء الدمشقي الجبيلي:حدثنا هشام بن عمار :حدثنا الوليد بن مسلم عن أبي غنيم الكلاعي عن أبي غسان الضبي قال :خرجت أمشي مع أبي بظهر الحرة ، فلقيني أبو هريرة فقال :من هذا ؟ قلت :أبي .قال :لا تمش بين يدي أبيک ، ولكن امش خلفه وإلى جنبه ، ولا تدع أحداً يحول بينک وبينه ، ولا تمش فوق إجار أبوک تحته ، ولا تأكل عرقاً أبوک قد نظر إليه ؛ لعله قد اشتهاه .ثم قال :أتعرف عبد الله بن خراش ؟ قلت :لا .قال :سمعت رسول الله -صلى الله عليه وسلم -يقول " :فخذه "... الحديث ، وقال ":لم يروه عن أبي غسان إلا أبو غنم ، تفرد به الوليد. "

قلت :الوليد بن مسلم يخشى منه تدليس التسوية ، ولم يصرح بالتحديث بين شيخه أبي غنم الكلاعي وأبي غسان الضبي .وهذان ممن لم أجد من ترجم لهما .

وهشام بن عمار كان إذا لقن ؛ تلقن .ومحمد بن ياسر الحذاء الدمشقي ؛ لم أجد له ترجمة ، فلعله في "تاريخ ابن عساكر. "من أجل ذلک ؛ قال المنذري(۴/ ۲۳۹)"رواه الطبراني بإسناد لا يحضرني . "وأما الهيثمي ؛ فقال (۸/ ۱۴۸)"رواه الطبراني في "الأوسط "، وأبو غسان وأبو غنم -الراوي عنه -لم أعرفهما ، وبقية رجاله ثقات! " (سلسلة الاحاديث الضعيفة، تحت رقم الحديث ۵۳۰۶)

[1] رقم الحديث ۲۰۱۳۱، كتاب الجامع لمعمر بن راشد، باب عقوق الوالدين.

www.idaraghufran.org

بارے میں سوال کیا کہ اللہ کی کتاب (یعنی توراۃ) میں تم کیا پاتے ہو، تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ جب والد اس کے بارے میں قسم کھالے، تو اولاد اس کو پورا نہ کرے، اور اگر والد اس سے کوئی چیز مانگے، تو (قدرت ہونے کے باوجود) وہ چیز والد کو نہ دے، اور جب والد اس کے پاس امانت رکھوائے، تو وہ اس میں خیانت کرے، تو یہ والد سے بدسلوکی میں داخل ہے (عبدالرزاق)

معلوم ہوا کہ اگر والد اپنی اولاد کی طرف سے کسی جائز چیز کے متعلق قسم اٹھالے تو اولاد کی طرف سے اس کو پورا نہ کرنا اور والد، اولاد سے کوئی چیز طلب کرے، اور اولاد اس کے دینے پر قادر ہو اور معقول عذر بھی نہ ہو، لیکن وہ مانگنے پر والد کو نہ دینا اور والد کی طرف سے رکھی ہوئی امانت میں خیانت کرنا، یہ سب چیزیں والد کے ساتھ بدسلوکی میں داخل ہو کر گناہ ہیں۔

اولاد کے مال میں والد کا حق

حضرت عمرو بن شعیب کی سند سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَجُلًا أَتَـى الـنَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنَّ لِـيْ مَـالًا وَوَلَـدًا، وَإِنَّ وَالِـدِيْ يَـحْتَـاجُ مَـالِيْ؟ قَالَ: أَنْـتَ وَمَالُكَ لِـوَالِـدِكَ، إِنَّ أَوْلَادَكُـمْ مِـنْ أَطْيَبِ كَسْبِـكُـمْ، فَكُلُوْا مِنْ كَسْبِ أَوْلَادِكُمْ (سنن أبى داود) [1]

[1] رقم الحديث ٣٥٣٠، كتاب البيوع، باب فى الرجل يأكل من مال ولده.

قال شعيب الارنؤط:

صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن.

وأخرجه ابن ماجه (٢٢٩٢)من طريق حجاج بن أرطاة، عن عمرو بن شعيب، به.

وهو فى "مسند أحمد(٦٦٧٨)"من طريق عُبيد الله بن الأخنس، عن عمرو بن شعيب.

ويشهد له حديث جابر بن عبد الله عند ابن ماجه(٢٢٩١)وهو حديث صحيح، وانظر تمام تخريجه فيه .وحديث عائشة عند ابن حبان(٤١٠)وهو حديث صحيح كذلك.

وانظر تمام شواهده عند (حاشية سنن أبى داود)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میرے پاس مال اور اولاد ہے، اور میرا والد میرے مال کا محتاج ہے؟

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ اور آپ کا مال آپ کے والد کا ہے، بے شک تم لوگوں کی اولاد تمہاری بہترین کمائی میں سے ہے، تو تم اپنی بہترین کمائی میں سے کھا سکتے ہو (ابوداؤد)

اس قسم کی حدیث حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کی سندوں سے بھی مروی ہے۔ [1]

اور ایک حدیث میں اس مضمون کی کچھ تفصیل آئی ہے، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

إِنَّ أَوْلَادَكُمْ هِبَةُ اللّٰهِ لَكُمْ، يَهَبُ لِمَنْ يَّشَاءُ إِنَاثًا، وَيَهَبُ لِمَنْ يَّشَاءُ الذُّكُوْرَ، فَهُمْ وَأَمْوَالُهُمْ لَكُمْ إِذَا احْتَجْتُمْ إِلَيْهَا (مستدرک حاکم) [2]

---

[1] عن جابر بن عبد الله، أن رجلا قال :يا رسول الله، إن لى مالا وولدا، وإن أبى يريد أن يجتاح مالى !فقال" :أنت ومالک لأبيک (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ٢٢٩١)

قال شعيب الارنؤوط:حديث صحيح(حاشية سنن ابنِ ماجه)

عن عائشة رضى الله تعالى عنها أن رجلا أتى رسول الله صلى الله عليه وسلم يخاصم أباه فى دين عليه فقال نبى الله صلى الله عليه وسلم "أنت ومالک لأبيک (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ٤١٠، ذكر خبر أوهم من لم يحكم صناعة العلم أن مال الابن يكون للأب)

قال شعيب الارنؤوط:حديث صحيح (حاشية صحيح ابن حبان)

[2] رقم الحديث ٣١٢٣، كتاب التفسير.

قال الحاكم:

هذا حديث صحيح على شرط الشيخين، ولم يخرجاه، هكذا إنما اتفقا على حديث عائشة :أطيب ما أكل الرجل من كسبه وولده من كسبه.

وقال الذهبى:

على شرط البخارى ومسلم

www.idaraghufran.org

ترجمہ: تمہاری اولاد تمہارے لئے اللہ کا ہبہ ہے، وہ جسے چاہتا ہے، لڑکی ہبہ کرتا ہے، اور جسے چاہتا ہے لڑکا ہبہ کرتا ہے، پس وہ (یعنی تمہاری اولاد) اور اُن کا مال تمہارا ہے، جب تمہیں اُن کے مال کی ضرورت ہو (حاکم)

اس سے معلوم ہوا کہ اولاد کا مال والد کے لئے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ والد کو ضرورت وحاجت کے وقت اپنی اولاد کے مال میں سے بقدرِ ضرورت استعمال کرنے اور کھانے کا حق ہے۔

یہ مطلب نہیں کہ والد کو اپنی اولاد کا ہر طرح کا مال بلاضرورت اور بلا اجازت لینا ہر حال میں جائز ہے۔ [1]

---

[1] فإن قيل :هذا يقتضي أن له ملكا ناجزا في ماله .قلنا :نعم لو لم يقيده حديث رواه الحاكم وصححه والبيهقي عنها مرفوعا (إن أولادكم هبة يهب لمن يشاء إناثا ويهب لمن يشاء الذكور، وأموالهم لكم إذا احتجتم إليها) : ومما يقطع بأن الحديث الأول مئول أنه تعالى ورث الأب من ابنه السدس مع ولد ولده، فلو كان الكل ملكه لم يكن لغيره شيء مع وجوده (مرقاة المفاتيح ، ج٦ص٢١٩٧، كتاب النكاح، باب الاستبراء)

وإذا ثبتت هذه الأحكام إجماعا لزم كون المراد بما رواه الإمام أحمد أنت ومالك لأبيك إثبات حق التملك لا حق الملك وهو لا يمنع صحة النكاح؛ ألا يرى أن الواهب يملك التزوج بالموهوبة وله حق تملكها بالاسترداد، وأصل الحديث في السنن من رواية عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده أن رجلا أتى النبي -صلى الله عليه وسلم- فقال :يا رسول الله إن لي مالا ووالدا وإن والدي يحتاج إلى مالي، قال :أنت ومالك لأبيك وروي لوالدك، إن أولادكم من أطيب كسبكم فكلوا من كسب أولادكم وأما ما روي فيه من حديث عائشة عنه -صلى الله عليه وسلم- ولد الرجل من كسبه من أطيب كسبه، فكلوا من أموالهم فتعلقه بمجرد الأكل .فإن قيل :لا نسلم أن حل الوطء وما معه دليل الملك من كل وجه لثبوت ذلك في أم الولد والمدبرة مع عدمه بدليل عدم إجزائهما عن الكفارة.

قلنا :بل هما مملوكتان من كل وجه، وعدم الإجزاء لانعقاد سبب الحرية فيهما فكان نقصانا في رقهما لا في ملك السيد .واعلم أن المجاز لا بد منه في التركيب؛ لأنه أضاف المال للابن بقوله ومالك وهو يفيد الملك؛ لأنه حقيقة الإضافة في مثله، ثم أضافه مع الابن للأب باللام المفيدة للملك في مثله والعطف عطف مفرد، ولا يمكن حقيقة الملك في الابن فلزم في المال أيضا نفي حقيقة الملك وإلا كانت اللام لمعنيين مختلفين في إطلاق واحد.

بقي تعيين المعنى المجازي أهو حق الملك أو حق التملك؟ فقد يقال :حق الملك أقرب إلى

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس قسم کی احادیث کی روشنی میں فقہائے کرام نے فرمایا کہ غریب اور محتاج والدین کا نان ونفقہ اولاد کے ذمہ واجب ہوتا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الحقيقة والمجاز الأقرب إليها أولى، ولكن الأحكام التى ذكرناها تمنع حق الملك؛ لأنه ملك من وجه وهى تمنعه(فتح القدير لابن الهمام، ج۳ص ۴۰۹، كتاب النكاح، باب نكاحِ الرقيق)

وفى الحديث فائدة فقهية هامة قد لا تجدها فى غيره، وهى أنه يبين أن الحديث المشهور " :أنت ومالك لأبيك "(الإرواء ۸۳۸) ليس على إطلاقه، بحيث أن الأب يأخذ من مال ابنه ما يشاء ، كلا، وإنما يأخذ ما هو بحاجة إليه (سلسلة الأحاديث الصحيحة وشىء من فقهها وفوائدها للالبانى، تحت رقم الحديث ۲۵۶۴)

[1] وأما نفقة الأقارب فالكلام فيها أيضا يقع فى المواضع التى ذكرناها فى نفقة الزوجات وهى بيان وجوب هذه النفقة وسبب وجوبها وشرط الوجوب ومقدار الواجب وكيفية الوجوب وما يسقطها بعد الوجوب أما الأول :وهو بيان الوجوب فلا يمكن الوصول إليه إلا بعد معرفة أنواع القرابات فنقول وبالله التوفيق :القرابة فى الأصل نوعان :قرابة الولادة، وقرابة غير الولادة وقرابة غير الولادة نوعان أيضا :قرابة محرمة للنكاح كالأخوة والعمومة والخؤولة وقرابة غير محرمة للنكاح كقرابة بنى الأعمام والأخوال والخالات ولا خلاف فى وجوب النفقة فى قرابة الولادة.

وأما نفقة الوالدين فلقوله عز وجل (وقضى ربك ألا تعبدوا إلا إياه وبالوالدين إحسانا) أى :أمر ربك وقضى أن لا تعبدوا إلا إياه.

أمر سبحانه وتعالى ووصى بالوالدين إحسانا، والإنفاق عليهما حال فقرهما من أحسن الإحسان وقوله عز وجل (ووصينا الإنسان بوالديه حسنا) وقوله تعالى (أن اشكر لى ولوالديك) والشكر للوالدين هو المكافأة لهما أمر سبحانه وتعالى الولد أن يكافء لهما ويجازى بعض ما كان منهما إليه من التربية والبر والعطف عليه والوقاية من كل شر ومكروه وذلك عند عجزهما عن القيام بأمر أنفسهما والحوائج لهما وإدرار النفقة عليهما حال عجزهما وحاجتهما من باب شكر النعمة فكان واجبا وقوله عز وجل (وصاحبهما فى الدنيا معروفا) وهذا فى الوالدين الكافرين فالمسلمان أولى والإنفاق عليهما عند الحاجة من أعرف المعروف وقوله عز وجل (فلا تقل لهما أف ولا تنهرهما) وأنه كناية عن كلام فيه ضرب إيذاء ، ومعلوم أن معنى التأذى بترك الإنفاق عليهما عند عجزهما وقدرة الولد أكثر فكان النهى عن التأفيف نهيا عن ترك الإنفاق دلالة، كما كان نهيا عن الشتم والضرب دلالة.

وروى عن جابر بن عبد الله -رضى الله عنه -أن رجلا جاء إلى رسول الله -صلى الله عليه وسلم - ومعه أبوه فقال :يا رسول الله إن لى مالا وإن لى أبا وله مال وإن أبى يريد أن يأخذ مالى فقال رسول الله -صلى الله عليه وسلم -أنت ومالك لأبيك أضاف مال الابن إلى الأب فاللام التمليك

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اولاد، والد کے حق کو ادا نہیں کرسکتی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَجْزِىْ وَلَدٌ وَالِدًا، إِلَّا أَنْ يَّجِدَهُ مَمْلُوْكًا فَيَشْتَرِيَهُ فَيُعْتِقَهُ (مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اولاد اپنے والد کا بدلہ نہیں چُکا سکتی، سوائے اس کے کہ اپنے والد کو مملوک (وغلام) پائے، پھر اُسے خرید کر آزاد کردے (مسلم)

دوسری احادیث کے پیشِ نظر فقہائے کرام نے فرمایا کہ اگر کوئی اپنے والد یا کسی بھی ذی رحمِ محرم غلام ومملوک رشتہ دار کو خرید لے، تو وہ خریدتے ہی آزاد ہوجاتا ہے۔

اور مذکورہ حدیث میں والد کے حق کی اہمیت کو بیان کرنا مقصود ہے، یہ مطلب نہیں کہ صرف اس عمل کی وجہ سے والد کے تمام حقوق ادا ہوجاتے ہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وظاهره يقتضى أن يكون للأب فى مال ابنه حقيقة الملك فإن لم تثبت الحقيقة فلا أقل من أن يثبت له حق التمليك عند الحاجة.

وروى عن النبى -صلى الله عليه وسلم -أنه قال إن أطيب ما يأكل الرجل من كسبه وإن ولده من كسبه فكلوا من كسب أولادكم إذا احتجتم إليه بالمعروف والحديث حجة بأوله وآخره أما بآخره فظاهر؛ لأنه -صلى الله عليه وسلم -أطلق للأب الأكل من كسب ولده إذا احتاج إليه مطلقا عن شرط الإذن والعوض فوجب القول به.

وأما بأوله فلأن معنى قوله وإن ولده من كسبه أى :كسب ولده من كسبه؛ لأنه جعل كسب الرجل أطيب المأكول والمأكول كسبه لا نفسه وإذا كان كسب ولده كسبه كانت نفقته فيه؛ لأن نفقة الإنسان فى كسبه ولأن ولده لما كان من كسبه؛ كان كسب ولده ككسبه وكسب كسب الإنسان كسبه، ككسب عبده المأذون فكانت نفقته فيه (بدائع الصنائع، ج۴، ص۳۰، كتاب النفقة، فصل فى نفقة الأقارب)

[1] رقم الحديث ۱۵۱۰، كتاب العتق، باب فضل عتق الوالد.

www.idaraghufran.org

البتہ اس حدیث میں مذکور عمل بہت بڑا حق ہے۔ ؎

والد کے حکم سے بیوی کو طلاق دینا

ایک روایت میں یہ قصہ آتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم کی تعمیل میں بیوی کو طلاق دینے کا حکم فرمایا، جس پر انہوں

؎ عن سمرة بن جندب، عن النبی صلی الله علیه وسلم قال :من ملک ذا رحم محرم فهو حر (ابنِ ماجه، رقم الحديث ٢٥٢٤)

(وعن أبی هريرة، قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم :-(ولا يجزی) : بفتح أوله وسكون الياء فی آخره أی :لا يكافء (ولد والده) : أی :إحسان والده (إلا أن يجده) : أی :يصادفه (مملوكا) : منصوب على الحال من الضمير المنصوب فی (يجده) (فيشتريه فيعتقه) : بالنصب فيهما :قال القاضی رحمه الله :ذهب بعض أهل الظاهر إلى أن الأب لا يعتق على ولده إذا تملكه، وإلا لم يصح ترتيب الإعتاق على الشراء ، والجمهور على أنه يعتق بمجرد التملک من غير أن ينشیء فيه عتقا، وأن قوله :(فيعتقه) معناه :فيعتقه بالشراء لا بإنشاء عتق، والترتيب باعتبار الحكم دون الإنشاء .

فی شرح السنة :قالوا إذا اشترى الرجل أحدا من آبائه وأمهاته أو أحدا من أولاده وأولاد أولاده أو ملكه بسبب آخر يعتق عليه من غير أن ينشیء فيه عتقا .قلت :وسيأتی حديث :(من ملک ذا رحم محرم منه فهو حر) قال المظهر :فعلى هذا الفاء فی (فيعتقه) للسببية يعنی فيعتقه بسبب شرائه، ولا يحتاج إلى قوله :أعتقتک بعد الشراء بل عتق بنفس الشراء ، ومن ذهب إلى أنه لا يعتق بسبب الشراء يجعل الفاء فی (فيعتقه) لـلتعقيب لا للسببية، وإذا صح الشراء ثبت الملک والملک يفيد التصرف .قال الطيبی رحمه الله :هذا وأمثاله مما لا يشفی الغليل ;لأن الأبوة تقتضی المالكية كما سبق فی حديث عمرو بن شعيب :أنت ومالک لوالدک .وقوله تعالى :(وعلى المولود له رزقهن) والشراء من مقدمات الملک، والعتق من مقتضياته، كما تقرر فی علم الأصول أن من قال :أعتق عبدک عنی يقتضی تمليكه إياه ثم إعتاقه عنه، فالجمع بينهما جمع بين المتنافيين، فالحديث من باب التعليق بالمحال للمبالغة، والمعنى لا يجزی ولد والده إلا أن يملكه فيعتقه وهو محال، كما فی قوله تعالى جل جلاله :(ولا تنكحوا ما نكح آباؤكم من النساء إلا ما قد سلف)الكشاف :يعنی إن أمكنكم أن تنكحوا ما قد سلف فانكحوه، فلا يحل لكم غيره، وذلک غير ممكن، والغرض المبالغة فی تحريمه وسد الطريقة إلى إباحته كما يعلق بالمحال، ويجوز أن تكون الفاء كما فی قوله تعالى جل شأنه (فتوبوا إلى بارئكم فاقتلوا أنفسكم)إذ جعلت التوبة نفس القتل (رواه مسلم) ورواه البخاری فی تاريخه، وأبو داود والترمذی وابن ماجه فی سننهم (مرقاة المفاتيح، ج ٢، ص ٢٢٢٢، كتاب العتق، باب إعتاق العبد المشترک وشراء القريب والعتق فی المرض)

www.idaraghufran.org

نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔ ل

محدثین نے فرمایا کہ یہ حکم اُس وقت ہے کہ جب والد کی طرف سے بیوی کو طلاق دینے کا حکم اس حالت میں ہو، جس حالت میں شریعت کی طرف سے طلاق دینے کی اجازت وحکم ہو۔

ورنہ شریعت کا حکم نہ ہونے کی صورت میں والدین کے حکم سے بیوی کو طلاق دینا جائز نہیں۔ ۲

ل عن حمزة بن عبد الله بن عمر، عن أبيه، قال :كانت تحتى امرأة تعجبنى وكان عمر يكرهها فقال لى :طلقها فأبيت فأتى عمر رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال: يا رسول الله، إن عند عبد الله بن عمر امرأة قد كرهتها فأمرته أن يطلقها فأبى فقال لى رسول الله صلى الله عليه وسلم :يا عبد الله بن عمر طلق امرأتك وأطع أباك قال عبد الله :فطلقتها (مستدرك حاكم، رقم الحديث ٧٢٥٣، شرح مشكل الآثار، رقم الحديث ١٣٨٦)

قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه.

وقال الذهبى فى التلخيص: على شرط البخارى ومسلم.

۲ فكان فى هذا الحديث ما قد دل أن من حق الوالد فى هذا على ابنه إجابته أباه إلى ما يسأله إياه من هذا وإذا كان ذلك من حق الوالد على ولده كان من حق والدة على ولدها أوجب ولولدها ألزم لأن حق الوالدة على الولد يتجاوز حق الوالد عليه وسيجىء بذلك منصوصا عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فى موضعه فيما بعد من كتابنا هذا إن شاء الله تعالى قال أبو جعفر والذى يؤمر به الولد فى هذا غير مبيح له فيه طلاق زوجته فى الموضع الذى نهاه الله عز وجل عن طلاقها فيه وإنما هو طلاقه إياها فى الموضع الذى أباح الله عز وجل الطلاق فيه لا فى ضده والله نسأل التوفيق (شرح مشكل الآثار، تحت رقم الحديث ١٣٨٨)

(ولا تعقن والديك) أى تخالفنهما، أو أحدهما فيما لم يكن معصية إذ لا طاعة لمخلوق فى معصية الخالق (وإن أمراك أن تخرج من أهلك أى :امرأتك أو جاريتك، أو عبدك بالطلاق أو البيع أو العتق أو غيرها (ومالك) : بالتصرف فى مرضاتهما .قال ابن حجر :شرط للمبالغة باعتبار الأكمل أيضا أى :لا تخالف واحدا منهما، وإن غلا فى شىء أمرك به، وإن كان فراق زوجة أو هبة مال، أما باعتبار أصل الجواز فلا يلزمه طلاق زوجة أمراه بفراقها، وإن تأذيا ببقائها إيذاء شديدا؛ لأنه قد يحصل له ضرر بها، فلا يكلفه لأجلهما؛ إذ من شأن شفقتهما أنهما لو تحققا ذلك لم يأمراه به فإلزامهما له مع ذلك حمق منهما، ولا يلتفت إليه، وكذلك إخراج ماله (مرقاة المفاتيح، ج ١، ص ١٣٣، كتاب الايمان، باب الكبائر وعلامات النفاق)

وسئل الحسن :ما بر الوالدين ؟ قال :أن تبذل لهما ما ملكت ، وتطيعهما فيما أمراك ما لم يكن معصية ، قيل :فما العقوق ؟ قال :أن تهجرهما وتحرمهما (شرح السنة للإمام البغوى، ج ١٣، ص ٢٦، باب تحريم اللعب بالنرد)

www.idaraghufran.org

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک حدیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ:

’’جس نے اپنے والد کی طرف غصہ کی ایک نظر بھی اٹھا کر دیکھی، تو وہ والد کا فرمانبردار شمار نہیں ہوگا‘‘ [1]

مگر اس حدیث کی سند شدید ضعیف ہے۔ [2]

تاہم والد کی طرف غصہ سے دیکھنے کی برائی مسلم ہے۔

خلاصہ یہ کہ والدہ کے ساتھ ساتھ والد کے ساتھ حسنِ سلوک کی بھی بڑی اہمیت وفضیلت ہے، جس کو حاصل کرنے کے لئے اہتمام کرنا چاہئے۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

---

[1] حدثنا هيثم بن خالد، نا عبد الكبير، ثنا صالح بن موسى الطلحی، نا معاوية بن إسحاق، عن عائشة بنت طلحة، عن عائشة، قالت :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :ما بر أباه من شد إليه الطرف بالغضب. لم يرو هذا الحديث عن عائشة بنت طلحة إلا معاوية بن إسحاق، تفرد به صالح بن موسى (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحديث ۹۳۸۱)

[2] قال الهيثمی:

رواه الطبرانی فی الاوسط وفيه صالح بن موسى وهو متروك(مجمع الزوائد ج۸ص۱۴۷، تحت رقم الحديث ۱۳۴۲۸ باب فيمن نظر إلى أبيه نظر غضب)

www.idaraghufran.org

(فصل نمبر 5)

والدین کی وفات کے بعد حسنِ سلوک کا طریقہ

والدین کے ساتھ صلہ رحمی، حسنِ سلوک اور اچھا برتاؤ کرنے اور ان کے حقوق کی ادائیگی کا اصل وقت تو والدین کی زندگی میں ہی ہوتا ہے، لیکن بعض اوقات اولاد کی طرف سے والدین کے حقوق کی ادائیگی اور صلہ رحمی کرنے کے متعلق زندگی میں کمی کوتاہی سرزد ہو جاتی ہے، اور والدین وفات پا جاتے ہیں، یا کسی کو والدین کی زندگی میں حسنِ سلوک کرنے کے باوجود والدین کی وفات کے بعد بھی ان کے ساتھ حسنِ سلوک اور اچھا برتاؤ کرنے کا تقاضا ہوتا ہے تو احادیث میں والدین کی وفات کے بعد بھی حسنِ سلوک اور اچھا برتاؤ کرنے کے لئے بہترین اعمال تجویز کئے گئے ہیں جن کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

حضرت ابو اسید مالک بن ربیعہ انصاری ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ مِنْ بَنِيْ سَلَمَةَ، فَقَالَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، هَلْ بَقِيَ مِنْ بِرِّ أَبَوَيَّ شَيْءٌ أَبَرُّهُمَا بِهٖ بَعْدَ مَوْتِهِمَا؟ قَالَ : نَعَمْ اَلصَّلَاةُ عَلَيْهِمَا، وَالْاِسْتِغْفَارُ لَهُمَا، وَإِنْفَاذُ عَهْدِهِمَا مِنْ بَعْدِهِمَا، وَصِلَةُ الرَّحِمِ الَّتِيْ لَا تُوْصَلُ إِلَّا بِهِمَا، وَإِكْرَامُ صَدِيْقِهِمَا (ابوداؤد) [1]

ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے کہ قبیلہ بنی سلمہ کا ایک آدمی آیا اور اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا میرے والدین کی وفات

---

[1] رقم الحدیث ۵۱۴۲، کتاب الادب، باب فی بر الوالدین، مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۷۲۶۰، کتاب البر و الصلة، الادب المفرد للبخاری، رقم الحدیث ۳۶،باب بر الوالدین بعد موتهما، موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان، رقم الحدیث ۲۰۳۰، کتاب البر والصلة، باب بر الوالدین.

www.idaraghufran.org

کے بعد (بھی) کوئی ایسی چیز باقی ہے، جس کے ذریعہ سے میں ان کے ساتھ حسنِ سلوک (یعنی صلہ رحمی اور نیکی والا برتاؤ) کرسکوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جی ہاں! (والدین کی وفات کے بعد صلہ رحمی کرنے کی یہ چیزیں باقی ہیں) اُن کے لئے (اللہ کی طرف سے) رحم کی دعاء کرنا، اور اُن کے لئے استغفار (یعنی اُن کی مغفرت کے لئے دعاء) کرنا، اور اُن کے (فوت ہونے کے) بعد اس عہد (یعنی وصیت و نیک چاہت) کو پورا کرنا کہ جس کو وہ انجام دینا چاہتے تھے، اور وہ صلہ رحمی کرنا جو صرف ماں باپ کے تعلق (و رشتہ داری کی وجہ) سے ہو، اور اُن کے دوستوں کا اکرام کرنا (ابوداؤد، حاکم، الادب المفرد، موارد الظمآن)

اس حدیث کو بعض محدثین نے صحیح یا حسن اور بعض نے ضعیف قرار دیا ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک اس حدیث کا صحیح یا کم از کم حسن درجہ میں معتبر ہونا راجح ہے۔ [1]

---

[1] قال الحاکم:
هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه.
وقال الذهبی فی التلخيص:
صحيح.
وقال شعيب الارنؤوط:
علی بن عُبيد .مجهول لم يرو عنه سوى ابنه أسيد، وذكره ابن حبان فی "الثقات "وباقی رجاله ثقات.
وأخرجه ابن ماجه(٣٦٦٤)من طريق عبد الله بن إدريس، بهذا الإسناد.
وهو فی "مسند أحمد(١٦٠٥٩)"و "صحيح ابن حبان(٤١٨) "وفی الباب عن ابن عمر سيأتی بعده(حاشية سنن ابی داوٗد)
وقال حسين سليم أسد الدّارانی :
إسناده جيد، علی بن عبيد ترجمه البخاری فی الكبير(٦/ ٢٨٦ ـ ٢٨٧)ولم يورد فيه جرحاً ولا تعديلاً، وذكره ابن حبان فی ثقاته (٥/٦٦)وقال الذهبی فی كاشفه" :وثق ."وصحح حديثه الحاكم ووافقه الذهبی.وقال ابن حجر فی تقريبه" :مقبول ."وباقی رجاله ثقات .وعبد الرحمن بن سليمان هو ابن الغسيل.
والحديث فی صحيح ابن حبان برقم (٤١٨)بتحقيقنا.
وأخرجه أحمد (٣/٤٩٧ـ ٤٩٨)من طريق يونس بن محمد، وأخرجه أبو داود فی

www.idaraghufran.org
﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

والدین کے لئے رحم ومغفرت کی دعاء کا قرآن مجید میں ذکر ہے۔

اوراس حدیث میں مذکور چیزوں کا بعض دوسری روایات میں ذکر ہے۔ ۱؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الأدب(۵۱۴۲)باب :فی بر الوالدین، وابن ماجة فی الأدب!(۳۶۶۴)باب :صل من کان أبوک یصل، من طریق عبد الله بن إدریس، وأخرجه البخاری فی الأدب المفرد (۱/۱۰۱ برقم ۳۵)والطبرانی فی الکبیر(۱۹/۲۶۷ ـ ۲۶۸ برقم ۵۹۲)من طریق أبی نعیم، وأخرجه الطبرانی فی الکبیر(۱۹/۲۶۷ ـ ۲۶۸ برقم ۵۹۲)من طریق محمد بن عبد الواهب الحارثی، ویحیی الحمانی، وأخرجه الحاکم(۴/۱۵۴ ـ ۱۵۵)من طریق ...أبی الموجه، أخبرنا عبادان، وأخرجه البیهقی فی الجنائز(۴/۲۸)باب :الولی یبر قریبه بعد موته بالصلاة علیه، من طریق ...شبابة بن سوار، جمیعهم حدثنی عبد الرحمن بن سلیمان، بهذا الإِسناد.

وأخرجه البخاری فی الکبیر(۶/۲۸۶)من طریق إبراهیم بن المنذر، حدثنا عباس ابن أبی شملة، حدثنا موسی بن یعقوب، عن أسید بن علی، بهذا الإسناد.

وقال الحاکم" :هذا حدیث صحیح الإسناد ولم یخرجاه ."ووافقه الذهبی .وقد تحرفت فی المستدرک "علی بن عبید "إلی "علی، عن عبید ."وانظر "جامع الأصول(۱/۴۰۷)"(حاشیةموارد الظمآن إلی زوائد ابن حبان)

وقال ابن حجر:

هذا حدیث حسن.أخرجه أحمد عن یونس بن محمد عن عبد الرحمن بن الغسیل. فوقع لنا بدلا عالیا .وأخرجه أبو داود وابن ماجه من طریق عبد الله بن إدریس الأودی.وابن حبان والحاکم فی صحیحیهما من روایة عبد الله بن المبارک، کلاهما عن ابن الغسیل .وابن الغسیل المذکور هو ابن سلیمان بن عبد الله بن حنظلة بن أبی عامر الأنصاری(نتائج الأفکارفی تخریج أحادیث الأذکار، ج۴،ص۲۶۷،المجلس التاسع والخمسین بعد الثلاثمئة)

وقال شمس الدین محمد بن أحمد بن عثمان الذهبی:

وهذا حدیث صالح الإسناد، رواه د .ق .من طریق عبد الله بن إدریس، عن عبد الرحمن بن) الغسیل .وأخرجه البخاری فی کتاب الأدب له، عن أبی نعیم، عنه(تاریخ الإسلام ووفیات المشاهیر والأعلام،ج۱۱،ص۲۳۸،عبد الرحمن بن سلیمان بن عبد الله بن حنظلة)

۱؎ أخبرنا أبو الحسین بن بشران، نا أحمد بن سلمان النجاد، وأخبرنا أبو عبد الله الحافظ، نا أبو بکر أحمد بن سلمان، عن الحسن بن یونس الزاهد ببغداد، نا جعفر بن أبی عثمان الطیالسی، نا محمد بن یزید بن عبد الملک أبو عثمان الکاهلی، نا سعید بن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور متفرق احادیث میں بھی ان چیزوں کا ذکر پایا جاتا ہے، اور وہ احادیث مذکورہ حدیث کے مضمون کی تائید کرتی ہیں، اس لئے یہ حدیث حسن درجہ سے کم نہیں ہے، اور اس کو ضعیف قرار دینے سے ہمیں اتفاق نہیں ہے۔

والدین کے عہد کو پورا کرنے سے مراد اُن کی وصیت کو شرعی اُصولوں کے مطابق پورا کرنا اور اُن کے قرض کو ادا کرنا ہے، اور اُن کی طرف سے حج وصدقہ وغیرہ کرنا بھی اس میں داخل ہے۔

کیونکہ مؤمن بندہ اپنی وصیت اور قرض کے اداء کئے جانے اور اپنے لئے حج وصدقہ وغیرہ کی بھی خواہش رکھتا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

زيد القطيعي، نا قتادة، عن أنس بن مالك، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "صل من قطعك، واعف عمن ظلمك "، فقال رجل :يا رسول الله، هل بقى من بر والدى شىء بعد موتهما؟ قال " :خلال الاستغفار لهما، وإنفاذ وصيتهما، وإكرام صديقهما، وصلة الرحم التى لا رحم إلا بهما (شعب الايمان للبيهقى، رقم الحديث ٧٥٨٥)

[1] (وعن أبى أسيد) : بالتصغير (الساعدى) : قال المؤلف :أنصارى، شهد المشاهد كلها، روى عنه خلق كثير، مات سنة ستين، وله ثمان وسبعون سنة بعد أن ذهب بصره، وهو آخر من مات من البدريين .(قال :بينا نحن عند رسول الله -صلى الله عليه وسلم -إذ جاء ه رجل من بنى سلمة) بكسر اللام بطن من الأنصار ليس فى العرب سلمة غيرهم (قال :يا رسول الله، هل بقى من بر أبوى) أى :والدى وفيه تغليب (شىء) أى :من البر (أبرهما) بفتح الموحدة أى :أصلهما وأحسن إليهما (به) أى :بذلك الشىء من البر الباقى (بعد موتهما؟ قال :نعم الصلاة عليهما) ، أى :الدعاء ومنه صلاة الجنازة (والاستغفار) أى :طلب المغفرة (لهما) وهو تخصيص بعد تعميم (وإنفاذ عهدهما) أى :إمضاء وصيتهما (من بعدهما) ، أى :من بعد موتهما ولو من بعد عهدهما (وصلة الرحم) أى :وإحسان الأقارب (التى لا توصل إلا بهما وإكرام صديقهما) أى :تتعلق بالأب والأم، فالموصول صفة كاشفة للرحم .قال الطيبى :الموصول ليس بصفة للمضاف إليه، بل للمضاف أى: الصلة الموصوفة، فإنها خالصة بحقهما وأضافهما لا لأمر آخر ونحوه .قلت :يرجع المعنى إلى الأول فتدبر وتأمل، وأما اعتبار خلوص النية وتصحيح الطوية فمعتبر فى كل قضية غير منحصر فى جزئية مع أن ما ذكره مضاف لما نقله عن الإمام فى الإحياء ، وأن العباد أمروا بأن لا يعبدوا إلا الله، ولا يريدوا بطاعتهم غيره، وكذلك من يخدم أبويه لا ينبغى أن يخدم لطلب منزلة عندهما إلا من

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور بعض اوقات انسان مَرنے سے پہلے صدقہ کی تمنا کرتا ہے۔ ل

مذکورہ حدیث میں جن چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے، آگے اُن کی کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حيث أن رضا الله فى رضا الوالدين، ولا يجوز له أن يرائى بطاعته لينال بها منزلة عند الوالدين، فإن ذلک معصية فى الحال، وسيكشف الله عن ريائه فتسقط منزلته من قلبهما أيضا .اهـ .فنقله كلام الحجة حجة عليه لا علينا (مرقاة المفاتيح، ج٧ص ٣٠٩٢، كتاب الآداب، باب البر والصلة)

(فقال :يا رسول الله هل بقى من برّ أبوىّ) المأمور أنا به (شىء أبرّهما به) أى لأبرهما به (بعد موتهما؟ قال :نعم، الصلاة) أى الدعاء (لهما) كما يدل عليه قوله تعالى :(وقل ربّ ارحمها)(والاستغفار) من عطف الخاص على العام اهتماماً :أى وتدعو بالمغفرة (لهما، وانقاذ) بالذال المعجمة (عهدهما) أى من وصية وصدقة وغير ذلک (من بعدهما) تنازعه المبتدآت قبله ويحتمل أن المتعلق كائنات فيشمل الجميع (وصلة الرحم التى لا توصل إلا بهما) قال الطيبى؛ التى ليست بصفة للمضاف إليه بل المضاف الصلة الموصوفة بأنها خالصة لحقهما ورضاهما، لا لأمر آخر ولفظ البيهقى وصلة رحمهما التى لا رحم لک إلا من قبلهما، فقال :ما أكثر هذا وأطيبه يا رسولالله، قال :ما عمل به فإنه يصل إليهما قال العاقولى :وفى الحديث تنبيه على اغتنام فضيلة الصلة وأنها طاعة لا يكون إدراكها إلا من جهتهما، فإنه لو فرض أن إنساناً تولد من تراب مثلاً ولم يولد له لم يكن لذلک الإنسان سبيل إلى دخول الجنة من صلة الرحم، فإنه لا رحم له، فإذا كان الوالدان سبباً فى مثل هذه الطاعة وجب رعايتهما وحفظهما فيها (دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين، ج٣ص ١٩١،١٩٢، باب فضل بِر أصدقاء الأب والأم)

ل عن ابن عباس قال :من كان له مال يبلغه حج بيت ربه، أو يجب عليه فيه زكاة، فلم يفعل، يسأل الرجعة عند الموت، فقال رجل :يا ابن عباس، اتق الله، فإنما يسأل الرجعة الكفار؟ فقال :سأتلو عليک بذلک قرآنا :(يا أيها الذين آمنوا لا تلهكم أموالكم ولا أولادكم عن ذكر الله ومن يفعل ذلک فأولئک هم الخاسرون وأنفقوا مما رزقناكم من قبل أن يأتى أحدكم الموت فيقول رب لولا أخرتنى إلى أجل قريب فأصدق) - إلى قوله (والله خبير بما تعملون) قال :فما يوجب الزكاة؟ قال :إذا بلغ المال مائتين فصاعدا. قال :فما يوجب الحج؟ قال :الزاد والبعير (سنن الترمذى، رقم الحديث ٣٣١٦، واللفظ لهٔ ، المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ١٢٦٣٥ ، و رقم الحديث ١٢٦٣٦ ؛ مسند عبدبن حميد، رقم الحديث ٦٩٥)

قال الترمذى: حدثنا عبد بن حميد قال :حدثنا عبد الرزاق، عن الثورى، عن يحيى بن أبى حية، عن الضحاک، عن ابن عباس، عن النبى صلى الله عليه وسلم بنحوه .هكذا روى سفيان بن عيينة، وغير واحد هذا الحديث عن أبى جناب، عن الضحاک، عن ابن عباس، قوله، ولم يرفعه، "وهذا أصح من رواية عبد الرزاق، وأبو جناب القصاب، اسمه :يحيى بن أبى حية وليس هو بالقوى فى الحديث.

www.idaraghufran.org

والدین کے لئے دعاء واستغفار

والدین کی وفات کے بعد ان کے ساتھ حسنِ سلوک اور صلہ رحمی کرنے کی ایک صورت ان کے لئے رحم ومغفرت کی دعاء کرنا ہے، جوکہ والدین کے ساتھ صلہ رحمی کی ایک عظیم صورت ہے، اور اس کے عام مفہوم میں ان کے فوت ہونے پر ان کی نمازِ جنازہ کا پڑھنا اور نمازِ جنازہ میں ان کی مغفرت کی دعاء کرنا بھی داخل ہے، جبکہ جنازہ میں شرکت سے کوئی عذر نہ ہو، اور جنازہ کے علاوہ بھی تادمِ حیات ان کے لئے مغفرت وبخشش اور درجات کے بلند ہونے کی دعاء کا دروزہ کھلا رہتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ لَيَرْفَعُ الدَّرَجَةَ لِلْعَبْدِ الصَّالِحِ فِي الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ يَارَبِّ اَنّٰى لِيْ هٰذِهٖ فَيَقُوْلُ بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِكَ لَكَ (مسند احمد) [1]

---

[1] رقم الحديث ۱۰۶۱۰، ابنِ ماجه، كتاب الادب، باب بر الوالدين، رقم الحديث ۳۶۶۰؛ المعجم الكبير للطبرانی رقم الحديث ۱۲۹۱؛ المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحديث ۵۲۶۵.

قال شعيب الارنؤوط:

إسناده حسن من أجل عاصم بن أبی النجود -وهو ابن بهدلة-، وباقی رجاله ثقات رجال الصحيح(حاشية مسند احمد)

وقال الهيثمی:

رواه احمد والطبرانی فی الاوسط ورجالهما رجال الصحيح غير عاصم بن بهدلة وقد وثق (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۷۵۹۵، باب استغفار الولد لوالده)

و قال الحافظ البوصيری:

هٰذا إسناد حسن، عاصم بن أبی النجود مختلف فيه، وباقی رجال الإسناد ثقات(إتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة،تحت رقم الحديث ۵۱۷۹، باب فيمن يرجی خيره)

وقال المناوی:

قال الذهبی فی المهذب سنده قوي، وقال الهيثمی رواه البزار والطبرانی بسند رجاله رجال الصحيح غير عاصم بن بهدلة وهو حسن الحديث (فيض القدير، تحت رقم الحديث ۱۹۹۲)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ اللہ عزوجل نیک بندے کے درجات کو جنت میں بلند فرمادیتا ہے، تو وہ بندہ عرض کرتا ہے کہ اے میرے رب یہ میرے لئے کہاں سے ہوگیا؟ تو اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ تیری اولاد کے تیرے لئے استغفار (ومغفرت حاصل ہونے کی دعاء) کرنے کی برکت سے (مسند احمد، ابنِ ماجہ)

امام بخاری رحمہ اللہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ:

تُرْفَعُ لِلْمَيِّتِ بَعْدَ مَوْتِهٖ دَرَجَتُهٗ فَيَقُوْلُ اَیْ رَبِّ اَیُّ شَیْئٍ هٰذِهٖ فَيُقَالُ وَلَدُکَ اِسْتَغْفَرَ لَکَ (الادب المفرد) [1]

ترجمہ: (مومن) میت کے درجات اس کے فوت ہونے کے بعد بلند کئے جاتے ہیں، تو وہ بندہ عرض کرتا ہے کہ اے میرے رب یہ میرے لئے کہاں سے ہوگیا؟ تو اس سے کہا جاتا ہے کہ تیری اولاد نے تیرے لئے مغفرت کی دعاء کی (یہ تیرے درجات کی بلندی اسی کی وجہ سے ہے) (الادبُ المفرد)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی ایک حدیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ:

''قیامت کے دن آدمی کے پیچھے نیکیاں پہاڑوں کی طرح (عظیم ثواب کی شکل میں) آئیں گی، پس بندہ کہے گا کہ یہ کہاں سے آئیں؟ تو اس کو جواب میں کہا جائے گا کہ تمہاری اولاد کے تمہارے لئے استغفار (یعنی تمہاری مغفرت کئے جانے کی دعاء) کرنے کی وجہ سے''

مگر تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ اس حدیث کی سند کو محدثین واہلِ علم حضرات نے ضعیف قرار

---

[1] رقم الحديث ٣٦، باب بر الوالدين بعد موتهما.
قال الالبانی:
حسن (حاشية الادب المفرد)

www.idaraghufran.org

دیا ہے۔ [1]

جلیل القدر تابعی حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

إِنَّ الرَّجُلَ لَيُرْفَعُ بِدُعَاءِ وَلَدِهِ لَهُ مِنْ بَعْدِهِ (مصنف ابن ابی شیبة) [2]

ترجمہ: آدمی کے فوت ہونے کے بعد اُس کے درجات کو اُس کی اولاد کی طرف سے اُس کے حق میں دعاء کرنے کی وجہ سے بلند کیا جاتا ہے (مصنف ابنِ ابی شیبہ)

حضرت محمد بن سیرین کی سند سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

إِنَّ الرَّجُلَ لَيَمُوتُ وَالِدَاهُ وَهُوَ عَاقٌّ لَهُمَا، فَيَدْعُوْ لَهُمَا مِنْ بَعْدِ مَمَاتِهِمَا فَيَكْتُبُهُ اللّٰهُ مِنَ الْبَارِّيْنَ (شعب الایمان للبیهقی) [3]

---

[1] بندہ نے "صدقۂ جاریہ اور ایصالِ ثواب" والی اپنی کتاب میں مندرجہ بالا حدیث کو نقل کیا تھا، مگر اس وقت اس حدیث کے ضعیف ہونے کی بندہ کو تحقیق نہیں تھی۔ محمد رضوان۔

حدثنا أحمد بن محمد بن نافع قال :نا الحسين بن الفضل بن أبی حديدة الواسطی قال : نا إبراهيم بن عيينة قال :نا عبد الله بن عطية العوفی، عن أخيه الحسن بن عطية، عن أبيه عطية العوفی، عن أبی سعيد الخدری قال :قال رسول الله صلی الله عليه وسلم :يتبع الرجل من الحسنات يوم القيامة أمثال الجبال، فيقول :أنی هذا؟ فيقال :باستغفار ولدک لک.لم يرو هذا الحديث عن عبد الله بن عطية إلا إبراهيم بن عيينة "(المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحديث ۱۸۹۴؛ الضعفاء الكبير للعقيلی، رقم الحديث ۹۷۹)

قال الهيثمی:

رواه الطبرانی فی الأوسط، وفيه ضعفاء قد وثقوا(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۷۵۹۶، باب استغفار الولد لوالده)

وقال شعيب الارنؤوط:

اسناده ضعيف(حاشية مسند احمد، تحت رقم الحديث ۱۰۶۱۰)

[2] رقم الحديث ۱۲۲۰۸، كتاب الجنائز، باب ما يتبع الميت بعد موته.

قال الالبانی:

أخرج له ابن أبی شيبة شاهدا من رواية سعيد بن المسيب موقوفا عليه نحوه وسنده صحيح، وهو موقوف فی حكم المرفوع كما هو ظاهر، فهو كالمرسل .والله أعلم (سلسلة الأحاديث الصحيحة وشیء من فقهها وفوائدها، تحت رقم الحديث ۱۵۹۸)

[3] رقم الحديث ۷۵۲۳، فصل فی حفظ حق الوالدين بعد موتهما)

قال ابن عراق الكنانی:

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: آدمی کے والدین اس حال میں وفات پاجاتے ہیں کہ وہ آدمی (ان کی زندگی میں) ان کے ساتھ بدسلوکی کرنے والا تھا، پھر وہ آدمی اپنے والدین کی موت کے بعد اُن کے لئے دُعاء کرتا رہتا ہے، تو (دعاء کرتے رہنے کی بدولت) اللہ اُس کو (والدین کے) فرمانبرداروں میں لکھ دیتا ہے (بیہقی)

معلوم ہوا کہ والدین کی وفات کے بعد اُن کے لئے رحمت ومغفرت اور بخشش کی دعاء اور استغفار کرنے سے نہ صرف یہ کہ والدین کے گناہ معاف ہوتے ہیں، بلکہ اُن کو عظیم اجرو ثواب بھی حاصل ہوتا ہے، اور اُن کے درجات بھی بلند ہوتے ہیں، اور اسی کے ساتھ اس عمل کا اہتمام کرنے والی اولاد کو اپنے فوت شدہ والدین کے فرمانبردار ہونے کا شرف بھی حاصل ہوجاتا ہے۔ [1]

والدین کے لئے رحمت ومغفرت کی دعاء کا قرآن مجید میں بھی کئی جگہ ذکر آیا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أخرجه البيهقى فى الشعب وله شاهد من مرسل محمد بن سيرين أخرجه البيهقى أيضا وقال هذا على إرساله أصح من الأول وقال العراقى فى تخريج الإحياء هذا مرسل صحيح الإسناد(تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأخبار الشنيعة الموضوعة، ج٢، ص٢٩٧، رقم الحديث ٥٢، كتاب الادب والزهد والرقائق، الفصل الثانى)

[1] (عن أبى هريرة قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم " :-إن الله عز وجل يرفع الدرجة) أى :الدرجة العالية بلا عمل (للعبد الصالح) أى :المسلم (فى الجنة) : متعلق بيرفع (فيقول) أى :العبد (يا رب أنى لى) أى :كيف حصل، أو من أين حصل لى (هذه؟) أى الدرجة (فيقول :باستغفار) : حصل باستغفار (ولدک لک) : الولد يطلق على الذكر والأنثى، والمراد به المؤمن(مرقاة المفاتيح، ج۴ص ١٦٣٢، كتاب أسماء الله تعالى، باب الاستغفار والتوبة)

(إن الرجل) يعنى الإنسان المؤمن ولو أنثى (لترفع درجته فى الجنة فيقول أنى هذا) أى من أين لى هذا ولم أعمل عملا يقتضيه وفى نسخة أنى لى ولفظ لى ليس فى خط المصنف (فيقال) أى تقول له الملائكة أو العلماء هذا (باستغفار ولدک لک) من بعدک دل به على أن الاستغفار يحط الذنوب ويرفع الدرجات وعلى أنه يرفع درجة أصل المستغفر إلى ما لم يبلغها بعمله فما بالک بالعامل المستغفر ولو لم يكن فى النكاح فضل إلا هذا لكفى وكان الظاهر أن يقال لاستغفار ليطابق اللام فى لى لكن سد عنه أن التقدير كيف حصل لى هذا فقيل حصل لک باستغفار ولدک وقيل إن الابن إذا كان أرفع درجة من أبيه فى الجنة سأل أن يرفع أبوه إليه فيرفع وكذلک الأب إذا كان أرفع وذلک قوله سبحانه وتعالى (لا تدرون أيهم أقرب نفعا(فيض القدير، تحت رقم الحديث ١٩٩٢)

www.idaraghufran.org

سورہ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ نے والدین کے لئے ان الفاظ میں دعاء کی تعلیم دی ہے کہ:

رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا (سورة الاسراء، رقم الآية ٢٤)

ترجمہ: اے میرے رب میرے والدین پر رحم فرما، جیسا کہ انہوں نے بچپن میں میری تربیت کی (سورہ اسراء)

سورہ نوح میں اللہ تعالیٰ نے اپنے والدین کی مغفرت کے لئے ان الفاظ میں دعاء کی تعلیم دی ہے کہ:

رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ (سورة نوح، رقم الآية ٢٨)

ترجمہ: اے میرے رب مغفرت فرما میری اور میرے والدین کی، اور جو بھی ایمان کے ساتھ میرے گھر میں ہیں ان کو اور سارے ہی مومن مَردوں اور عورتوں کو (سورہ نوح)

سورہ ابراہیم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے والدین کے لئے اس طرح مغفرت کی دعاء کی تعلیم دی ہے کہ:

رَبَّنَا اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ (سورة ابراهيم، رقم الآية ٤١)

ترجمہ: اے ہمارے رب مغفرت فرما دیجئے میری اور میرے والدین کی اور سارے مؤمنوں کی، جس دن کہ حساب قائم ہو (یعنی قیامت کے دن) (سورہ ابراہیم)

قرآن مجید کی مذکورہ آیات میں والدین کی مغفرت کی دعاء کے جو الفاظ ہیں، اُن الفاظ کے ساتھ بھی والدین کی مغفرت کی دعاء کر کے والدین کے ساتھ صلہ رحمی اور حسنِ سلوک کا تقاضا پورا کیا جاسکتا ہے بلکہ قرآن مجید کے مبارک الفاظ کے ساتھ دعاء کرنا زیادہ باعثِ برکت اور مفید تر ہے۔

والدین کے عہد کی ادائیگی

حضرت ابواسید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے والدین کی وفات کے بعد ان کے ساتھ صلہ رحمی کی دوسری صورت یہ بیان فرمائی کہ:

وَإِنْفَاذُ عَهْدِهِمَا مِنْ بَعْدِهِمَا (ابوداؤد) [1]

ترجمہ: اور والدین کی وفات کے بعد اس عہد کو پورا کرنا جس کو وہ انجام دینا چاہتے تھے (ابوداؤد)

''عہد'' کا مفہوم عام ہے، جس میں قرض ودَین بھی داخل ہے، جو اُن کے ذمہ ہو، خواہ وہ حقوقُ العباد سے متعلق ہو (جیسے کسی آدمی کا دَین دار ہونا) یا حقوقُ اللہ سے متعلق ہو (جیسے روزوں وغیرہ کا فدیہ، قسم کا کفارہ، کوئی جائز منت وغیرہ) اور جو جائز وصیت انہوں نے زندگی میں کی ہو، وہ بھی اس میں داخل ہے۔ [2]

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ بَرَّ قَسَمَهُمَا، وَقَضٰى دَيْنَهُمَا، وَلَمْ يَسْتَسِبَّ لَهُمَا كُتِبَ بَارًّا، وَإِنْ كَانَ عَاقًّا، وَمَنْ لَّمْ يَبَرَّ قَسَمَهُمَا، وَلَمْ يَقْضِ دَيْنَهُمَا، وَاسْتَسَبَّ لَهُمَا كُتِبَ عَاقًّا، وَإِنْ كَانَ

---

[1] رقم الحديث ۵۱۴۲، كتاب الادب، ابواب النوم، باب فى بر الوالدين.

[2] (العهد) الأمان واليمين والموثق والذمة والحفاظ والوصية (مختار الصحاح، ص ۲۲۰، مادة ع ه د)

وقد تكرر ذكر العهد فى الحديث. ويكون بمعنى اليمين، والأمان، والذمة، والحفاظ، ورعاية الحرمة، والوصية. ولا تخرج الأحاديث الواردة فيه عن أحد هذه المعانى (النهاية فى غريب الاثر، ج۳ص ۳۲۵، باب العين مع الهاء)

عهد: قال الله تعالى: وأوفوا بالعهد إن العهد كان مسؤلا؛ قال الزجاج: قال بعضهم: ما أدرى ما العهد، وقال غيره: العهد كل ما عوهد الله عليه، وكل ما بين العباد من المواثيق (لسان العرب، ج۳ص ۳۱۱، فصل العين المهملة، مادة عهد)

www.idaraghufran.org

بَارًّا فِیْ حَیَاتِہِمَا (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث ۵۸۱۹، ورقم الحدیث ۴۸۹۱)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اپنے والدین کی قسم کو پورا کیا، اوران کے دَین وقرض کو ادا کیا، اوراوران کو برا بھلا کہلوانے کا ذریعہ نہ بنا، تو وہ فرمانبرداروں میں لکھا جائے گا، اگرچہ وہ (زندگی میں) نافرمان ہو، اورجس نے ان کی قسم کو پورا نہیں کیا، اوران کا دَین وقرض ادا نہیں کیا، اوران کو برا بھلا کہلوانے کا ذریعہ بنا، تو وہ نافرمانوں میں لکھا جائے گا، اگرچہ وہ والدین کی زندگی میں فرمانبردار کیوں نہ ہو (طبرانی)

اس حدیث کی سند پر محدثین نے کلام کیا ہے اوراس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ [1]

اوراس طرح کی روایت ایک اورسند سے بھی مروی ہے، اوراس کی سند بھی ضعیف ہے۔ [2]

---

[1] قال الطبرانی:

لم یرو ہذا الحدیث عن عبد الرحمن بن سمرة إلا بهذا الإسناد، تفرد به حفص بن غیاث "(المعجم الاوسط للطبرانی)

و قال فی مقام آخر:

لا یروی ہذا الحدیث عن عبد الرحمن بن سمرة، إلا بهذا الإسناد، تفرد به :علی بن سعید الکندی "(المعجم الاوسط للطبرانی)

[2] أخبرنا أبو ذر محمد بن إبراهیم بن علی الواعظ الصالحانی ,قراء تی علیه، قال: أخبرنا أبو محمد عبد الله بن محمد بن جعفر بن حبان، قال :حدثنا أحمد بن محمد بن مصقلة، قال :حدثنا الفضل بن عیاض بن عمیر، قال :حدثنا ثابت بن محمد، قال: حدثنا معلی بن خالد الرازی، قال :حدثنا محمد بن نعیم بن عبد الله المحمر، عن أبیه، عن أبی هریرة، قال :قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم :من قضی دین والدیه بعد موتهما، أو وفی نذرهما ,لم یستسب لهما ,قد برهما، وإن کان عاقا لهما، ومن لم یقض دینهما، ولم یوف نذرهما ,استسب لهما ,قد عقهما ,إن کان بارا بهما فی حیاتهما(ترتیب الأمالی الخمیسیة للشجری، رقم الحدیث ۲۰۰۹، لابن إسماعیل بن زید الحسنی الشجری الجرجانی)

قال الالبانی:

(من قضی دین والدیه بعد موتهما أو وفی نذرهما ولم یستسب لهما، فقد برهما وإن

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اورامام اوزاعی سے بھی اس طرح کا مضمون مروی ہے۔ [1]

اس لئے مذکورہ حدیث کے مضمون پر عقیدہ رکھنا تو خلافِ احتیاط معلوم ہوتا ہے، تاہم والدین کی وفات کے بعدان کے قرض اور جائز وصیت کو پورا کرنے کی اہمیت وفضیلت پھر بھی اپنی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

كـان عـاقا لهما، ومن لم يقض دينهما ولم يوف نذرهما واستسب لهما، فقد عقهما وإن كان بهما بارا في حياتهما)

منكر . أخرجه الشجري في "أماليه(٢/١٢٣)"من طريق ثابت بن محمد قال :حدثنا معلى بن خالد الرازي :قال :حدثنا محمد بن نعيم بن عبد الله المجمر عن أبيه عن أبي هريرة ...مرفوعا. قلت وهذا إسناد ضعيف، فيه علل : الأولى :معلى بن خالد :أورده الذهبي في "الميزان "و"المغني"، وقال: "قال الأزدي :يتكلمون في حديثه." وساق له الأزدي الطرف الأول من هذا الحديث -كما في "اللسان"، وقد ترجم له ابن أبي حاتم (٤/١/٣٣٣ــ ٣٣٤)وأفاد أنه كان من الرواة عن سفيان وشعبة، ذكر أنه كان عنده عن سفيان نحو من عشرة آلاف حديث، وعن شعبة نحو ذلك .ثم قال:نا محمد بن مسلم :نا أبو نعيم عن المعلى -وكان ثقة -عن عمرو بن سعيد." قلت :وذكره ابن حبان في "الثقات(٩/١٨٢)"بروايته عن الثوري وعنه ابن مهدي، وقد فات ذلك على الحفاظ! والأخرى :محمد بن نعيم هذا :وهو مجهول -كما قال أبو حاتم، وتبعه الذهبي في "المغني.- " " وأما الحافظ فقال في "التقريب:" "مجهول الحال ." وكأن ذلك لأنه ذكر في "التهذيب "أنه روى عنه الواقدي، وإسماعيل بن داود بن مخراق، وإسماعيل بن أبي أويس .والواقدي وابن مخراق متروكان، فهل يخرج شيخهما بروايتهما مع ابن أبي أويس من جهالة العين؟ ذلك ما لا أظنه، ولا أعلم إن كان أحد تعرض لهذا البحث فيما أذكر .والغريب العجيب أن ابن حبان أورده في "الثقات (٩/٤٥)"قائلا":وروى عنه أبو عقيل " ووجه الغرابة ليس هو أنه وثقه برواية ثقة عنه، فهذا أمر معروف عنه، وإنما الوجه أن أبا عقيل هذا -واسمه :يحيى بن المتوكل - ضعيف باتفاقهم، بل قال ابن حبان نفسه في "الضعفاء(٣/١١٦) " "منكر الحديث، ينفرد بأشياء ليس لها أصول ." ... والخلاصة :أن محمد بن نعيم هذا لم يرو عنه ثقة إلا إسماعيل بن أبي أويس، فهو مجهول، وهو علة هذا الحديث وليس الراوي عنه .والله أعلم(سلسلة الأحاديث الضعيفة، تحت رقم الحديث ٦٣٥٣)

[1] أخبرنا أبو عبد الله الحافظ، نا أبو العباس الأصم، نا العباس بن الوليد، أخبرني أبي، نا الأوزاعي، قال " :بلغني أن من عق والديه في حياتهما، ثم قضى دينا إن كان عليهما، واستغفر لهما ولم يستسب لهما كتب بارا، ومن بر والديه في حياتهما، ثم لم يقض دينا إذا كان عليهما، ولم يستغفر لهما، واستسب لهما كتب عاقا "(شعب الايمان للبيهقي، رقم الحديث ٧٥٢٩،الجامع لابن وهب، رقم الحديث ١٠٨)

www.idaraghufran.org

جگہ برقرار ہے۔

والدین کو برا بھلا کہلوانے کا ذریعہ بننے کا مطلب بعض احادیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کوئی شخص دوسرے کے والد کو برا بھلا کہے، یا کسی کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرے، اوراس کے جواب میں دوسرا شخص اس کے والد کو برا بھلا کہے، تو یہ شخص خود اپنے والد کو برا بھلا کہنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ [1]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ امْرَأَةً مِنْ جُهَيْنَةَ، جَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: إِنَّ أُمِّي نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ فَلَمْ تَحُجَّ حَتّٰى مَاتَتْ، أَفَأَحُجُّ عَنْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ حُجِّي عَنْهَا، أَرَأَيْتِ لَوْ كَانَ عَلٰى أُمِّكِ دَيْنٌ أَكُنْتِ قَاضِيَةً؟ اِقْضُوا اللّٰهَ فَاللّٰهُ أَحَقُّ بِالْوَفَاءِ (بخاری) [2]

ترجمہ: قبیلۂ جہینہ کی ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اورعرض کیا کہ میری والدہ نے حج کی منت مانی تھی اوروہ اس کے پورا کرنے سے پہلے ہی وفات پاگئیں، تو کیا میرے لئے ان کی طرف سے حج کرنا درست ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جی ہاں تم ان کی طرف سے حج کرو (پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ) بتاؤ اگر تمہاری والدہ پر کچھ قرض ہوتا تو تم اس کو ادا

---

[1] عن عبد الله بن عمرو، رضی الله عنهما قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :إن من أكبر الكبائر أن يلعن الرجل والديه قيل :يا رسول الله، وكيف يلعن الرجل والديه؟ قال :يسب الرجل أبا الرجل، فيسب أباه، ويسب أمه (بخاری، رقم الحديث ۵۹۷۳)

عن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم "من الكبائر أن يسب الرجل والديه قيل وكيف يسب الرجل والديه قال يتعرض للناس فيسب والديه" (صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ۴۱۱)

قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح (حاشية ابنِ حبان)

[2] رقم الحديث ۱۸۵۲، كتاب جزاء الصيد، باب الحج والنذور عن الميت، والرجل يحج عن المرأة.

www.idaraghufran.org

Idara Ghufran

کرتیں یا نہیں؟ پس ایسے ہی اللہ کا جو حق ان پر تھا (یعنی حج) اس کو بھی ادا کرو، اللہ تو حقوق کی ادائیگی کا زیادہ مستحق ہے (بخاری)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ والدین کی وفات کے بعد ان کے ذمہ میں جو قرض ودَین ہو، خواہ حقوق العباد سے متعلق ہو، یا حقوق اللہ سے متعلق ہو، اس کو ادا کرنا باعثِ اجر وثواب ہے۔[1]

اور حقوق العباد یعنی لوگوں کے قرض اور دَین وغیرہ کا معاملہ بڑا سخت ہے، جس کی وجہ سے بندہ کا آخرت میں سخت مؤاخذہ ہوجاتا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُصَلِّيْ عَلٰى رَجُلٍ عَلَيْهِ دَيْنٌ (مسند احمد، رقم الحديث ١٤١٥٩) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس شخص پر قرض ودَین ہوتا (اور وہ قرض ودین اداء کئے بغیر فوت ہوجاتا، تو) اس کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھتے تھے (البتہ دوسرے صحابۂ کرام پڑھ لیا کرتے تھے) (مسند احمد)

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذْ أُتِيَ بِجَنَازَةٍ، فَقَالُوْا:

---

[1] قوله :(أتى رجل) قد تقدم فى أواخر كتاب الحج فى :باب الحج عن الميت :أن امرأة قالت: إن أمى نذرت ...إلى آخره، ولا منافاة لاحتمال وقوع الأمرين جميعا، وقد مضى الكلام فى الحج عن الغير بتفاصيله .قوله :(لو كان عليها دين) تمثيل منه صلى الله عليه وسلم وتعليم لأمته القياس والاستدلال .قوله :(فهو أحق بالقضاء) أى :فدين الله أحق بالأداء ، قيل إذا اجتمع حق الله وحق العباد يقدم حق العباد، فما معنى فهو أحق .أجيب :بأن معناه إذا كنت تراعى حق الناس فلأن تراعى حق الله كان أولى، ولا دخل فيه للتقديم والتأخير إذ ليس معناه أحق بالتقديم(عمدة القارى، ج٢٣ص ٢١١، كتاب القدر،باب من مات وعليه نذر)

[2] قال شعيب الارنؤوط:

إسناده صحيح على شرط الشيخين(حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

صَلِّ عَلَيْهَا، فَقَالَ: هَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ؟ قَالُوْا: لَا، قَالَ: فَهَلْ تَرَكَ شَيْئًا؟ قَالُوْا: لَا، فَصَلّٰى عَلَيْهِ، ثُمَّ أُتِيَ بِجَنَازَةٍ أُخْرٰى، فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، صَلِّ عَلَيْهَا، قَالَ: هَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ؟ قِيْلَ: نَعَمْ، قَالَ: فَهَلْ تَرَكَ شَيْئًا؟ قَالُوْا: ثَلَاثَةَ دَنَانِيْرَ، فَصَلّٰى عَلَيْهَا، ثُمَّ أُتِيَ بِالثَّالِثَةِ، فَقَالُوْا: صَلِّ عَلَيْهَا، قَالَ: هَلْ تَرَكَ شَيْئًا؟ قَالُوْا: لَا، قَالَ: فَهَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ؟ قَالُوْا: ثَلَاثَةُ دَنَانِيْرَ، قَالَ: صَلُّوْا عَلٰى صَاحِبِكُمْ، قَالَ أَبُوْ قَتَادَةَ صَلِّ عَلَيْهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَعَلَيَّ دَيْنُهٗ، فَصَلّٰى عَلَيْهِ (بخاری) [1]

ترجمہ: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اس اثناء میں ایک جنازہ لایا گیا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اس پر نمازِ جنازہ پڑھ لیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا اس پر کوئی قرض ہے؟ لوگوں نے کہا کہ نہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا اس نے کچھ چھوڑا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ نہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نمازِ جنازہ پڑھی، پھر ایک دوسرا جنازہ لایا گیا، لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اس پر نمازِ جنازہ پڑھ لیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا اس پر کوئی قرض ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ جی ہاں! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا اس نے کوئی چیز چھوڑی ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ تین دینار چھوڑے ہیں (جن کے ذریعہ اس کے قرض کی ادائیگی ممکن تھی) تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نمازِ جنازہ پڑھی، پھر ایک تیسرا جنازہ لایا گیا تو لوگوں نے عرض کیا کہ اس پر نمازِ جنازہ پڑھ لیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے کوئی چیز چھوڑی ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ نہیں آپ نے فرمایا کہ اس پر قرض ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ تین دینار قرض ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم

[1] رقم الحديث ٢٢٨٩، كتاب الحوالات، باب إن أحال دين الميت على رجل جاز.

www.idaraghufran.org

اپنے ساتھی پر نماز پڑھ لو، ابوقتادہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ اس پر نمازِ جنازہ پڑھیں، میں اس کے قرض کا ذمہ دار ہوں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نمازِ جنازہ پڑھی (بخاری)

اور ایک روایت کے آخر میں ہے کہ:

ثُمَّ قَالَ بَعْدَ ذٰلِکَ بِیَوْمٍ: مَا فَعَلَ الدِّیْنَارَانِ ؟فَقَالَ: إِنَّمَا مَاتَ أَمْسِ، قَالَ: فَعَادَ إِلَیْهِ مِنَ الْغَدِ، فَقَالَ: لَقَدْ قَضَیْتُهُمَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اَلْآنَ بَرَدَتْ عَلَیْهِ جِلْدُهٗ(مسند احمد) [1]

ترجمہ: پھر ایک دن کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت ابوقتادہ سے) فرمایا کہ ان دیناروں کا کیا ہوا؟ (جن کی مرحوم کی طرف سے ادائیگی کی تم نے ذمہ داری اٹھائی تھی) تو حضرت ابوقتادہ نے عرض کیا کہ کل ہی تو وہ شخص فوت ہوا ہے، راوی کہتے ہیں پھر اگلے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی بات دہرائی، تو ابوقتادہ نے عرض کیا کہ میں نے ان دیناروں کو ادا کر دیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب اس (فوت شدہ) کی جلد کو (قبر و برزخ کی گرمی سے) ٹھنڈک حاصل ہوئی (مسند احمد، مستدرک حاکم)

اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مقروض و مدیون کی بطورِ خود نمازِ جنازہ نہیں پڑھا کرتے تھے، جس کے قرض کی ادائیگی کا انتظام نہ ہوتا تھا، ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کی

---

[1] رقم الحدیث ۱۴۵۳۶، مستدرک حاکم ۲۳۴۶.

قال الحاکم: ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ.

وقال الذھبی فی التلخیص: صحیح.

وقال شعیب الارنؤوط: إسنادہ حسن من أجل عبد اللہ بن محمد بن عقیل، فإنہ یعتبر بہ فی المتابعات والشواھد فیحسن حدیثہ، وباقی رجال الإسناد ثقات رجال الصحیح (حاشیۃ مسند احمد)

وقال الھیثمی: رواہ احمد والبزار واسنادہ حسن (مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۶۶۲۵، باب ماجاء فی الدین)

www.idaraghufran.org

طرف سے آپ کو یہ حکم ہو۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مقروض آدمی کی جلد قرض کی ادائیگی سے پہلے ٹھنڈی نہیں ہوتی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَفْسُ الْمُؤْمِنِ مُعَلَّقَةٌ مَا كَانَ عَلَيْهِ دَيْنٌ (مسند احمد، رقم الحديث ٩٦٧٩) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کی جان اس وقت تک اٹکی رہتی ہے، جب تک کہ اس پر دَین وقرض ہوتا ہے (مسند احمد)

مطلب یہ ہے کہ جب تک قرض ودَین اداء نہ کیا جائے، اس وقت تک وہ مقروض یا مدیون جنت یا نیک لوگوں کے زمرہ میں داخل ہونے سے رُکا رہتا ہے۔ [2]

اس سے معلوم ہوا کہ فوت شدہ شخص کے ذمہ جو کسی کا قرض ودَین ہو، اس کی ادائیگی بہت اہم ہے، اور شرعی اعتبار سے اصل ادائیگی تو وارثوں کے ذمہ فوت ہونے والے کے ترکہ اور چھوڑے ہوئے مال سے ہوتی ہے۔

لیکن اگر کوئی اور اس کی طرف سے بطورِ خود اپنے مال میں سے تبرعاً ادا کردے، خاص طور پر اولاد اپنے مال سے ادا کرے، تو تب بھی ادا ہو جاتا ہے۔ [3]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، وهذا إسناد حسن (حاشية مسند احمد)

[2] عن أبى هريرة رضى الله عنه، قوله: (معلقة بدينه) أى لا يظفر بمقصوده من دخول الجنة أو فى زمرة عباد الله الصالحين، ويؤيد المعنى الثانى الحديث الآتى (يشكو إلى ربه الوحدة يوم القيامة) (شرح الطيبى على مشكاة المصابيح، ج٧ص٢١٧٨، كتاب البيوع، باب الإفلاس والإنظار)

[3] فقال -صلى الله عليه وسلم -الآن بردت عليه جلدته ولم يجبره على الأداء وبه يتبين أنه كان وعدا لا كفالة (المبسوط للسرخسى، ج٢٠ص١٠، كتاب الكفالة، باب الكفالة بمالايجوز)

وأجمع المسلمون على أن قضاء الدين يسقطه من ذمة الميت، ولو كان من أجنبى، ومن غير تركته . وقد دل على ذلك حديث أبى قتادة، حيث ضمن الدينارين عن الميت، فلما قضاهما قال النبى صلى الله عليه وسلم :الآن بردت عليه جلدته.

وكل ذلك جار على قواعد الشرع .وهو محض القياس، فإن الثواب حق العامل، فإذا وهبه لأخيه المسلم لم يمنع من ذلك، كما لم يمنع من هبة ماله له فى حياته، وإبرائه له منه بعد وفاته (شرح العقيدةالطحاوية ،ص٤٦١،قوله :وفى دعاء الأحياء وصدقاتهم منفعة للأموات)

www.idaraghufran.org

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰـهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ يُغْفَرُ لِلشَّهِيْدِ كُلُّ ذَنْبٍ إِلَّا الدَّيْنَ (مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شہید کا ہر گناہ معاف کردیا جاتا ہے، سوائے دَین (وقرض) کے (مسلم)

معلوم ہوا کہ قرض اور بندوں کا حق اتنا اہم ہے کہ وہ مقبول شہادت سے بھی معاف نہیں ہوتا۔ اس لئے اولاد کو اپنے فوت شدہ والدین کے ذمہ قرض ودین کو جلد از جلد اداء کرنا چاہئے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِسْتَفْتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنَّ أُمِّيْ مَاتَتْ وَعَلَيْهَا نَذْرٌ، فَقَالَ: اَقْضِهِ عَنْهَا (بخاری) [2]

ترجمہ: حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میری والدہ وفات پاگئی ہیں، اور ان کے ذمہ ایک نذر (ومنّت) تھی (جس کو وہ ادا نہیں کرسکیں تو کیا میں ان کی طرف سے اس کو ادا کرسکتا ہوں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ان کی طرف سے اس نذر (ومنّت) کو ادا کردو (بخاری)

معلوم ہوا کہ فوت شدہ والدین پر جو قرض ودَین اور منت وغیرہ ہو، اس کو ادا کرنا چاہئے، بطورِ خاص جبکہ فوت ہونے والے نے اس کی وصیت بھی کی ہو۔ [3]

---

[1] رقم الحديث ١٨٨٦ "١١٩" كتاب الامارة، باب من قتل فى سبيل الله كفرت خطاياه إلا الدين.

[2] رقم الحديث ٢٧٦١، باب مايستحب لمن توفى فجاءة ان يتصدقوا عنه وقضاء النذور.

[3] اختلف الفقهاء فى حكم من نذر صدقة ومات قبل أدائها، على اتجاهين: الاتجاه الأول: يرى أصحابه أن من نذر صدقة ومات قبل أدائها أداها وليه عنه من التركة، سواء أوصى بها أو لم يوص بها، إلى هذا ذهب الشافعية والحنابلة، وقالوا: إن أداء الولي هذا النذر مستحب على سبيل الصلة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

خلاصہ یہ کہ والدین کی وفات کے بعد ان کے عہد کو پورا کرنا بھی صلہ رحمی میں داخل ہے، اور عہد پورا کرنے کی مختلف شکلیں ہیں، جن میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی اور صحیح وصیت کو شرعی تقاضوں کے مطابق پورا کرنا وغیرہ جیسی چیزیں داخل ہیں۔

اس لئے فوت شدہ والدین کے حالات کو سامنے رکھ کر درجہ بدرجہ عہد کو پورا کرنا چاہئے، اور اس سلسلہ میں مستند و معتبر اہلِ علم حضرات کی طرف رجوع کر کے شرعی تقاضوں کو پورا کرنا چاہئے۔

کیونکہ ہر شخص کے حالات دوسرے سے جدا ہوا کرتے ہیں، ان کو سامنے رکھ کر ہی متعین حکم معلوم کیا جا سکتا ہے۔

اصولی اعتبار سے فقہائے کرام نے یہ تفصیل بیان فرمائی ہے کہ کسی بھی مسلمان کے فوت ہونے کے بعد اس کے ترکہ میں سے سب سے پہلے اس کے کفن دفن کے مسنون طریقہ پر اخراجات پورے کئے جائیں، پھر اس میت پر کوئی قرض ودَین ہو تو اس کی ادائیگی کی جائے، اور اس کے بعد اگر کوئی مالی وصیت کی ہو، تو شرعی تقاضوں کے مطابق باقی ماندہ ترکہ کے ایک تہائی تک اس کو پورا کیا جائے، اور اس کے بعد اگر کچھ مال بچ جائے، تو شرعی اصولوں کے مطابق میراث بنتا ہے، اور وارِثوں میں ان کے مقررہ حصوں کے مطابق تقسیم کیا جائے۔

اور اگر کوئی وارث یا دوسرا شخص خوشدلی کے ساتھ اپنے مال سے کفن دفن کے اخراجات اور قرض ودَین وغیرہ کی ادائیگی کردے، تب بھی جائز ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والمعروف، وتبرئة لذمة الميت عما وجب عليه من ذلک...........الاتجاه الثانی :یری من ذهب إليه أن من مات وعليه صدقة منذورة، فلا تؤدى عنه إلا إذا أوصى بذلک، وكانت له تركة تؤدى منها، فإن أوصى بإخراجها كانت وصية وأخرجت من ثلث تركته مقدمة على سائر الوصايا، وإن لم يوص بها سقطت عنه بموته، ولا يجب على الوارث أداؤها من ماله الخاص أو من تركة الميت، إلى هذا ذهب الحنفية والمالكية(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۴۰،ص ۲۲۳ ،مادة " نذر")

[1] يبدأ من تركة الميت بتجهيزه ودفنه على قدرها ثم تقضي ديونه، ثم تنفذ وصاياه من ثلث ماله، ثم يقسم الباقي بين ورثته(المختار)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

والدین کے ایصالِ ثواب کے لئے صدقہ

والدین کی وفات کے بعد صلہ رحمی کرنے کی صورتوں میں والدین کو صدقہ کر کے ایصالِ ثواب کرنا بھی داخل ہے۔[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال :(يبدأ من تركة الميت بتجهيزه ودفنه على قدرها، ثم تقضى ديونه، ثم تنفذ وصاياه من ثلث ماله، ثم يقسم الباقي بين ورثته) فهذه الحقوق الأربعة تتعلق بتركة الميت على هذا الترتيب .أما البداية بتجهيزه ودفنه فلأن اللباس وستر العورة من الحوائج اللازمة الضرورية وأنها مقدمة على الديون والنفقات وجميع الواجبات فى حالة الحياة، فكذا بعد الممات وبالإجماع إلا حقا تعلق بعين كالرهن والعبد الجانى، فإن المرتهن وولى الجناية أولى من تجهيزه ;لأنهما أحق بذلك فى حال الحياة من الحوائج الأصلية كستر العورة والطعام والشراب، فكذا بعد وفاته، ويكفن فى مثل ما كان يلبسه من الثياب الحلال حال حياته على قدر التركة من غير تقتير ولا تبذير اعتبارا لإحدى الحالتين بالأخرى، ويقدم على الوصية ;لأن الوصية تبرع واللازم أولى، وعلى الورثة لأن المال إنما ينتقل إليهم عند غنائه، ألا ترى أن حال حاجته وهى مدة حياته لا ينتقل إليهم، قال -عليه الصلاة والسلام :-ابدأ بنفسك ثم بمن تعول ، ثم تقضى ديونه من جميع ما بقى من ماله لقوله -تعالى :-(من بعد وصية يوصى بها أو دين)وأنه يقتضى تأخر القسمة عن الدين والوصية، ولا يقتضى تقدم أحدهما على الآخر، فإن من قال :أعط زيدا بعد عمرو أو بكر لا يقتضى تقدم أحدهما على الآخر لكن يقتضى تأخر زيد عنهما فى الإعطاء فكانت الآية مجملة، وقد بلغنا أن النبى -عليه الصلاة والسلام -قدم الدين على الوصية فكان بيانا لحكم الآية، رواه عنه على -رضى الله عنه -، ولأن الدين مستحق عليه، والوصية تستحق من جهته، والمستحق عليه أولى لأنه مطالب به ;لأن فراغ ذمته من أهم حوائجه، قال -عليه الصلاة والسلام :-الدين حائل بينه وبين الجنة ، ولأن أداء الفرائض أولى من التبرعات، ثم تنفذ وصاياه من ثلث ماله بعد قضاء الدين، فإن كانت الوصية بعين تعتبر من الثلث وتنفذ، وإن كانت بجزء شائع كالثلث والربع فالموصى له شريك الورثة يزداد نصيبه بزيادة التركة وينقص بنقصانها فيحسب المال ويخرج نصيب الوصية كما يخرج نصيب الوارث وتقدم على قسمة التركة بين الورثة لما تلونا، فإن اللفظ يقتضى تأخر القسمة عن الدين والوصية عملا بكلمة "بعد"، ثم يقسم الباقى بين ورثته على فرائض الله -تعالى -للآيات الثلاث (الاختيار لتعليل المختار ج٥ص٨٥،٨٦، كتاب الفرائض)

[1] (عهدهما) أى من وصية وصدقة وغير ذلك (من بعدهما) تنازعه المبتدآت قبله ويحتمل أن المتعلق كائنات فيشمل الجميع (دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين،ج٣ص١٩١، باب فضل بِر أصدقاء الأب والأم)

www.idaraghufran.org

اَنَّ رَجُلاً قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَبِيْ مَاتَ وَتَرَكَ مَالًا وَلَمْ يُوْصِ فَهَلْ يُكَفِّرُ عَنْهُ اَنْ اَتَصَدَّقَ عَنْهُ ؟ قَالَ نَعَمْ (مسلم) [1]

ترجمہ: ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میرے والد کا انتقال ہو گیا ہے اور (اپنے ترکہ میں) انہوں نے مال چھوڑا ہے اور کوئی وصیت نہیں کی تو (اگر) میں ان کی طرف سے (کسی وارث کی حق تلفی کئے بغیر خوشدلی کے ساتھ) کچھ صدقہ (خیرات) کردوں تو کیا میرا یہ صدقہ ان کے لئے (اُن کی خطاؤں کا) کفارہ بنے گا؟ (اس کے جواب میں) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جی ہاں (مسلم، مسند احمد)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی فوت ہو جائے اور اس نے صدقہ وغیرہ کرنے کی وصیت بھی نہ کی ہو، تو اس کی اولاد خوش دلی اور حلال مال سے صدقہ کر کے ایصال ثواب کر سکتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ:

فَقَالَ: أَمَّا أَبُوْكَ، فَلَوْ كَانَ أَقَرَّ بِالتَّوْحِيْدِ، فَصُمْتَ، وَتَصَدَّقْتَ عَنْهُ، نَفَعَهُ ذٰلِكَ (مسند احمد، رقم الحديث ٦٧٠٤) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک صحابی کو) فرمایا کہ تمہارے والد اگر توحید کا اقرار کرتے (یعنی مومن ہوتے اور ایمان کی حالت میں فوت ہو جاتے) پھر تم ان کی طرف سے روزے رکھتے اور صدقہ کرتے تو اس سے ان کو نفع ہوتا (مسند احمد)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی کا والد یا والدہ اسلام کی حالت میں فوت ہو جائے، تو اس

---

[1] رقم الحديث ١٦٣٠ "١١" كتاب الوصية، باب وصول ثواب الصدقات إلى الميت، نسائی، رقم الحديث ٣٦٥٢؛ مسند احمد رقم الحديث ٨٨٤١.

قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح، رجاله ثقات رجال الصحيح غير سليمان بن داود -وهو الهاشمي -فقد روى له أصحاب السنن، وهو ثقة (حاشية مسند احمد)

[2] قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

کو ثواب پہنچانے کی غرض سے صدقہ وغیرہ کرنے سے نفع ہوتا ہے۔ [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أُمِّيْ افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا، وَأَظُنُّهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ، فَهَلْ لَهَا أَجْرٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ (بخاری) [2]

ترجمہ: ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میری والدہ اچانک انتقال کر گئی ہیں اور انہوں نے کوئی وصیت بھی نہیں کی اور میرا گمان یہ ہے کہ اگر انہیں (فوت ہونے سے پہلے) بات کرنے کا موقع ملتا تو وہ کچھ صدقہ کر جاتیں، تو کیا اگر میں ان کی طرف سے کچھ صدقہ (خیرات) کروں تو ان کو اجروثواب حاصل ہوگا؟ (اس کے جواب میں) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جی ہاں! (بالکل حاصل ہوگا) (بخاری، مسلم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أُمِّيْ افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا، وَإِنِّيْ أَظُنُّهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ، فَلِيْ أَجْرٌ أَنْ أَتَصَدَّقَ عَنْهَا؟ قَالَ:

---

[1] ای لو کان المیت مسلما ففعلتم به ذالک وصل الیه ثوابه ونفعه واما الکافر فلا (فیض القدیر للمناوی تحت رقم الحدیث ۷۴۷۹)

(أو تصدقتم عنه، أو حججتم عنه، بلغه ذلک) أی: وحیث لم یسلم لم یبلغه ثوابه لفقد الشرط وهو الإسلام، لکن الإعتاق یرجع ثوابه إلی من أعتق عنه وهو مسلم، وهذه النکتة باعثة علی أنه لم یقل "لا" فی الجواب، والله تعالی أعلم بالصواب (مرقاة المفاتیح، ج۵ص ۲۰۴۰، کتاب البیوع، باب الوصایا)

فسأل رسول الله صلی الله علیه وسلم، فأخبره أن موت أبیه علی الکفر مانع من وصول نفع ذلک إلیه، وأنه لو أقر بالتوحید لأجزأ ذلک عنه ولحقه ثوابه (نیل الاوطار للشوکانی، ج۴ص ۱۱۲، أبواب الدفن وأحکام القبور، باب وصول ثواب القرب المهداة إلی الموتی)

[2] رقم الحدیث ۱۳۸۸، کتاب الجنائز، باب موت الفجأة البغتة، مسلم رقم الحدیث ۱۰۰۴ "۵۱"، باب وصول ثواب الصدقة عن المیت إلیه

www.idaraghufran.org

نَعَمْ (مسلم)[1]

ترجمہ: ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میری والدہ اچانک فوت ہوگئی ہیں، اور میرا گمان یہ ہے کہ اگر وہ کوئی بات کرتیں تو صدقہ کرتیں، تو کیا اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں، تو مجھے اجر وثواب حاصل ہوگا؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک حاصل ہوگا (مسلم)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ تُوُفِّيَتْ أُمِّيْ وَلَمْ تُوصِ أَفَيَنْفَعُهَا أَنْ أَتَصَدَّقَ عَنْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ (المعجم الكبير للطبرانی)[2]

ترجمہ: ایک آدمی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میری والدہ کی وفات ہوگئی ہے اور انہوں نے (صدقہ وخیرات کی) وصیت نہیں کی، اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کردوں تو کیا ان کو فائدہ ہوگا؟ (اس کے جواب میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جی ہاں (ان کو فائدہ ہوگا) (طبرانی، ابویعلیٰ، الادب المفرد)

اس سے معلوم ہوا کہ صدقہ کرنے سے فوت شدہ مسلمان والدین کو بھی اجر وثواب حاصل ہوتا ہے، اور صدقہ کرنے والی اولاد کو بھی اجر وثواب حاصل ہوتا ہے۔

حضرت عمرو بن شعیب کہ سند سے ایک حدیث میں یہ مضمون مروی ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص جب نفلی صدقہ کرے تو اس میں حرج نہیں کہ اُس کو اپنے والدین کے (ثواب پہنچانے) کے لیے کردے، تو والدین کو اس کا (پورا پورا) ثواب پہنچ جائے گا، اور صدقہ کرنے والے کے اجر

---

[1] رقم الحدیث ۱۰۰۴ "۱۲" کتاب الوصية، باب وصول ثواب الصدقات إلى الميت.

[2] رقم الحدیث ۱۱۶۳۰، الادب المفرد للبخاری، رقم الحدیث ۳۹؛ مسند ابی یعلیٰ الموصلی، رقم الحدیث ۲۵۱۵.

قال حسین سلیم أسد: إسناده صحيح (حاشية مسند ابی یعلیٰ)

www.idaraghufran.org

وثواب میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔

مگر یہ حدیث سند کے اعتبار سے ضعیف قرار دی گئی ہے، اگرچہ اس میں بیان کردہ مضمون درست ہے۔ [1]

تاہم والدین کو صدقہ کرنے سے ان کو اور صدقہ کرنے والی اولاد دونوں کو نفع وفائدہ اور ثواب پہنچنا صحیح احادیث سے ثابت ہے، جن کا پہلے ذکر گزرا۔

والدین کے ایصالِ ثواب کے لئے صدقۂ جاریہ

صدقہ کی ایک قسم صدقۂ جاریہ ہے، جس سے مراد ایسا صدقہ ہے، جس کا ثواب جاری رہنے والا اور دیرپا ہو، جس میں کسی چیز یا جگہ کو مفید اور ثواب کے کاموں کے لئے وقف کرنا یا ضرورت مند لوگوں کے لئے پانی وغیرہ کا انتظام کرنا اور درخت لگانا اور اس جیسی دوسری چیزیں بھی داخل ہیں۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

أَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَخَا بَنِي سَاعِدَةَ تُوُفِّيَتْ أُمُّهُ وَهُوَ غَائِبٌ عَنْهَا، فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ أُمِّي تُوُفِّيَتْ وَأَنَا غَائِبٌ عَنْهَا، فَهَلْ يَنْفَعُهَا شَيْءٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ بِهِ عَنْهَا؟

---

[1] حدثنا محمد بن عيسى بن السكن، ثنا موسى بن إسماعيل الجبلى، ثنا الوليد بن مسلم، عن خارجة بن مصعب، عن عثمان بن سعد الكاتب، عن عمرو بن شعيب، عن أبيه، عن جده قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :ما على أحدكم إذا تصدق بصدقة تطوعا أن يجعلها عن أبويه، فيكون لهما أجرها، ولا ينقص من أجره شىء .

لم يرو هذا الحديث عن عثمان بن سعد إلا خارجة بن مصعب (المعجم الاوسط للطبرانى، تحت رقم الحديث ٧٧٢٦)

قال الهيثمى:رواه الطبرانى فى الأوسط، وفيه خارجة بن مصعب الضبى، وهو ضعيف (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٤٧٦٩، ج٣ص ١٣٩ ،باب الصدقة على الميت)

و فيها ايضاً عثمان بن سعد الكاتب أبو بكر البصرى وهو ضعيف (تقريب التهذيب، ج ١، ص ٦٥٨)

www.idaraghufran.org

قَالَ: نَعَمُ، قَالَ: فَإِنِّي أُشُهِدُکَ أَنَّ حَائِطِيَ الْمِخْرَافَ صَدَقَةٌ عَلَيُهَا (بخاری) [1]

ترجمہ: حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی غیر موجودگی میں ان کی والدہ کی وفات ہوگئی، تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میری والدہ کی وفات ہوگئی ہے اور میں اس موقع پر موجود نہ تھا، تو کیا اگر میں ان کی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو یہ ان کے لئے فائدے کا باعث ہوگا (یعنی کیا میرے اس صدقہ کرنے سے اُن کو اجر وثواب حاصل ہوگا) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں! تو حضرت سعد نے عرض کیا کہ میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میرا ''مخراف'' (نامی) باغ میری ماں پر صدقہ (کے لئے وقف) ہے (جس سے غریب اور ضرورت مند لوگ فائدہ اٹھائیں گے) (بخاری)

حضرت سعید بن مسیَّب رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنُ سَعُدِ بُنِ عُبَادَةَ، قَالَ: قُلُتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّ أُمِّيُ مَاتَتُ، أَفَأَتَصَدَّقُ عَنُهَا قَالَ نَعَمُ قُلُتُ فَأَيُّ الصَّدَقَةِ أَفُضَلُ قَالَ سَقُيُ الُمَاءِ (سنن النسائی) [2]

ترجمہ: حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میری والدہ کا انتقال ہوگیا ہے، تو کیا میں ان کی طرف سے صدقہ کردوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جی ہاں، میں نے عرض کیا کہ کون سا صدقہ زیادہ افضل ہے؟ (اس کے جواب میں) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانی کا انتظام (نسائی)

---

[1] رقم الحدیث ۲۷۶۲، کتاب الوصایا، باب الاشہاد فی الوقف والصدقة.

www.idaraghufran.org

[2] رقم الحدیث ۳۶۶۴، کتاب الوصایا، باب ذکر الاختلاف علی سفیان.

بعض دوسری روایات میں بھی پانی کے انتظام کا ذکر آیا ہے۔ ۱؎

اور بعض روایات میں اس کا ذکر بھی ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی فوت شدہ والدہ کو ثواب پہنچانے کے لئے کنواں کھدوادیا تھا۔ ۲؎

کوئی جگہ ضرورت مندوں کے لئے وقف کرنے اور کنواں کھدوانے کے علاوہ کسی جگہ ضرورت مندوں کے لئے نل لگوادینا، بورنگ کرادینا، پانی کھینچنے والی موٹر لگوادینا، صاف پانی حاصل ہونے کی مشین (یعنی فلٹر) لگوادینا، بھی پانی کے انتظام اور صدقۂ جاریہ میں داخل ہے۔

صدقۂ جاریہ کی بعض ایسی صورتیں بھی ہیں، جن میں زیادہ مال خرچ کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی، چنانچہ کسی مناسب جگہ درخت لگادینا بھی صدقۂ جاریہ میں داخل ہے، کیونکہ درخت کے پھلوں، پھولوں، پتوں، لکڑی اور اس کے سائے سے مختلف شکلوں میں لوگ، بلکہ جانور

۱؎ عن قتادة قال :سمعت الحسن، يحدث، عن سعد بن عبادة، أن أمه ماتت فقال :يا رسول الله، إن أمي ماتت فأتصدق عنها؟ قال " :نعم ."قال :فأى الصدقة أفضل؟ قال : "سقي الماء "قال :فتلك سقاية آل سعد بالمدينة (مسند احمد، رقم الحديث ٢٢٤٥٩)

قال شعيب الارنؤوط:رجاله ثقات رجال الشيخين غير صحابيه سعد بن عبادة، فقد روى له أصحاب "السنن"، وهو منقطع، فإن الحسن -وهو البصرى -لم يدرك سعداً ولم يسمع منه (حاشية مسند احمد)

عن أنس، أن سعدا أتى النبى صلى الله عليه وسلم، فقال :يا رسول الله، إن أمي توفيت، ولم توص، أفينفعها أن أتصدق عنها؟ قال :نعم، وعليك بالماء قال موسى بن هارون وهم فيه مروان بمكة إنما هو عن حميد عن الحسن "(المعجم الاوسط، رقم الحديث ٨٠٦١)

قال المنذرى: رواه الطبرانى فى الأوسط ورواته محتج بهم فى الصحيح (الترغيب والترهيب، رقم الحديث ١٤٢٣)

وقال الهيثمى: رواه الطبرانى فى الاوسط ورجاله رجال الصحيح(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٤٧٦٧، بَابُ الصَّدَقَةِ عَلَى الْمَيِّتِ، ج٣ص١٣٨)

۲؎ عن أبى إسحاق، عن رجل، عن سعد بن عبادة، أنه قال :يا رسول الله، إن أم سعد ماتت، فأى الصدقة أفضل؟، قال :الماء، قال :فحفر بئرا، وقال :هذه لأم سعد(سنن ابى داؤد، رقم الحديث ١٦٨١)

www.idaraghufran.org

بھی فائدہ اٹھاتے ہیں، نیز درخت آلودہ فضا کی صفائی کا بھی ذریعہ ہوتا ہے، اس لئے احادیث میں درخت لگانے کو بھی صدقۂ جاریہ میں شمار کیا گیا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا، أَوْ يَزْرَعُ زَرْعًا، فَيَأْكُلُ مِنْهُ طَيْرٌ أَوْ إِنْسَانٌ أَوْ بَهِيمَةٌ، إِلَّا كَانَ لَهُ بِهِ صَدَقَةٌ (بخاری) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان بھی کوئی شجر کاری کرتا ہے یا کھیتی باڑی کرتا ہے، پھر اس سے کوئی پرندہ یا انسان یا جانور کھا لیتا ہے، تو وہ اس کے لئے صدقہ بن جاتا ہے (بخاری)

اس طرح کی اور بھی احادیث ہیں۔ [2]

لہٰذا کوئی درخت لگا کر اس کا اپنے والدین کو ایصالِ ثواب کرنا بھی صدقۂ جاریہ کی ایک صورت ہے۔

اسی طرح کوئی مسجد یا مدرسہ بنوا دینا یا اس میں شرکت کر لینا یا کسی کو دینی کتب فراہم کر دینا یا

---

[1] رقم الحديث ۲۳۲۰، كتاب المزارعة، باب فضل الزرع والغرس إذا أكل منه.

[2] عن جابر، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :ما من مسلم يغرس غرسا إلا كان ما أكل منه له صدقة، وما سرق منه له صدقة، وما أكل السبع منه فهو له صدقة، وما أكلت الطير فهو له صدقة، ولا يرزؤه أحد إلا كان له صدقة(مسلم، رقم الحديث ۱۵۵۲"۷")

حدثنا زكريا بن إسحاق، أخبرني عمرو بن دينار، أنه سمع جابر بن عبد الله، يقول : دخل النبي صلى الله عليه وسلم على أم معبد حائطا، فقال :يا أم معبد، من غرس هذا النخل؟ أمسلم أم كافر؟ فقالت :بل مسلم، قال :فلا يغرس المسلم غرسا، فيأكل منه إنسان، ولا دابة، ولا طير، إلا كان له صدقة إلى يوم القيامة(مسلم، رقم الحديث ۱۵۵۲"۱۰")

عن عبد الله بن عمرو بن العاص قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :لا يغرس مسلم غرسا، ولا يزرع زرعا فيأكل منه إنسان، ولا طائر، ولا شيء، إلا كان له أجر (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحديث ۲۹۸۷)

www.idaraghufran.org

کسی جامعہ، مدرسہ ومکتب وغیرہ کے طالبِ علم کو علم حاصل کرانے میں تعاون کرنا یا شفاخانہ وغیرہ بنوانا بھی صدقۂ جاریہ میں داخل ہے۔ [1]

صدقہ کے علاوہ دیگر عبادات سے ایصالِ ثواب

جس طرح والدین کو صدقہ اور صدقۂ جاریہ کے ذریعہ سے ایصالِ ثواب کرنا درست ہے، اسی طرح دوسرے نیک اعمال مثلاً نماز پڑھ کر، روزہ رکھ کر، حج وعمرہ کر کے اور ذکر وتلاوت وغیرہ کے ذریعہ سے بھی ایصالِ ثواب کر کے والدین کی وفات کے بعد صلہ رحمی کے تقاضے پر عمل کیا جاسکتا ہے، بشرطیکہ جو بھی نیک عمل کیا جائے، وہ اخلاص کے ساتھ اور شرعی اصولوں کے مطابق ہو۔

تفصیل اور دلائل کے لئے ہماری دوسری کتاب ''ایصالِ ثواب کے فضائل واحکام'' ملاحظہ فرمائیں۔ [2]

---

[1] عن أبی هريرة، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال " :إذا مات الإنسان انقطع عنه عمله إلا من ثلاثة :إلا من صدقة جارية، أو علم ينتفع به، أو ولد صالح يدعو له"(مسلم، رقم الحديث ١٦٣١ "١٤")

عن أنس، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :سبعة يجرى للعبد أجرهن وهو فى قبره بعد موته :من علم علما، أو كرى نهرا، أو حفر بئرا، أو غرس نخلا، أو بنى مسجدا، أو ورث مصحفا، أو ترك ولدا يستغفر له بعد موته "(شعب الايمان للبيهقى، رقم الحديث ٣١٧٥)

قال البيهقى:محمد بن عبيد الله العرزمى ضعيف غير أنه قد تقدمه ما يشهد لبعضه، والله أعلم، وهما لا يخالفان الحديث الصحيح، فقد قال فيه إلا من صدقة جارية(حواله بالا)

[2] حدثنا محمد بن المثنى، حدثنى إبراهيم بن صالح بن درهم، قال :سمعت أبى، يقول:، انطلقنا حاجين، فإذا رجل، فقال لنا :إلى جنبكم قرية يقال لها :الأبلة؟ قلنا :نعم، قال :من يضمن لى منكم أن يصلى لى فى مسجد العشار ركعتين، أو أربعا، ويقول هذه لأبى هريرة :سمعت خليلى رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول :إن الله يبعث من مسجد العشار يوم القيامة شهداء ، لا يقوم مع شهداء بدر غيرهم قال أبو داود :هذا المسجد مما يلى النهر(سنن ابى داوٗد، رقم الحديث ٤٣٠٨)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

والدین کے رشتہ داروں اور دوستوں سے نیک سلوک کرنا

حضرت مالک بن ربیعہ انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں والدین کی وفات کے بعد صلہ رحمی اور حسنِ سلوک کی ایک اور صورت بیان کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ان الفاظ میں مروی ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حدثنا هشيم، أخبرنا حجاج، حدثنا عمرو بن شعيب، عن أبيه، عن جده، أن العاص بن وائل نذر فى الجاهلية أن ينحر مائة بدنة وأن هشام بن العاصى نحر حصته خمسين بدنة وأن عمرا سأل النبى صلى الله عليه وسلم عن ذلک؟ فقال " :أما أبوک، فلو كان أقر بالتوحيد، فصمت، وتصدقت عنه، نفعه ذلک "(مسند احمد، رقم الحديث ٦٧٠٤)

إسناده حسن(حاشية مسند احمد)

وقول النبى -صلى الله عليه وسلم -لا يصوم أحد عن أحد ولا يصلى أحد عن أحد أى :فى حق الخروج عن العهدة لا فى حق الثواب، فإن من صام أو صلى أو تصدق وجعل ثوابه لغيره من الأموات أو الأحياء جاز ويصل ثوابها إليهم عند أهل السنة والجماعة وقد صح عن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -أنه ضحى بكبشين أملحين :أحدهما :عن نفسه، والآخر :عن أمته ممن آمن بوحدانية الله تعالى وبرسالته -صلى الله عليه وسلم -وروى أن سعد بن أبى وقاص -رضى الله عنه -سأل رسول الله -صلى الله عليه وسلم -فقال يا رسول الله :إن أمى كانت تحب الصدقة أفأتصدق عنها؟ فقال النبى - :صلى الله عليه وسلم -تصدق وعليه عمل المسلمين من لدن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -إلى يومنا هذا من زيارة القبور وقراء ة القرآن عليها والتكفين والصدقات والصوم والصلاة وجعل ثوابها للأموات، ولا امتناع فى العقل أيضا لأن إعطاء الثواب من الله تعالى إفضال منه لا استحقاق عليه، فله أن يتفضل على من عمل لأجله بجعل الثواب له كما له أن يتفضل بإعطاء الثواب من غير عمل رأسا (بدائع الصنائع ،ج٢ص ٢١٢،كتاب الحج، فصل نبات الحرم)

قلت قد يقال إن صدقة التطوع فى زماننا أفضل لما يلزم الحاج غالبا من ارتكاب المحظورات ومشاهدته لفواحش المنكرات وشح عامة الناس بالصدقات وتركهم الفقراء والأيتام فى حسرات ولا سيما فى أيام الغلاء وضيق الأوقات وبتعدى النفع تتضاعف الحسنات ثم رأيت فى متفرقات اللباب الجزم بأن الصدقة أفضل منه وقال شارحه القارى أى على ما هو المختار كما فى التجنيس ومنية المفتى وغيرهما ولعل تلك الصدقة محمولة على إعطاء الفقير الموصوف بغاية الفاقة أو فى حال المجاعة وإلا فالحج مشتمل على النفقة بل وزاد إن الدرهم الذى ينفق فى الحج بسبعمائة إلخ قلت قد يقال ما ورد محمول على الحج الفرض على أنه لا مانع من كون الصدقة للمحتاج أعظم

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

وَصِلَةُ الرَّحِمِ الَّتِیْ لَا تُوْصَلُ إِلَّا بِهِمَا، وَإِكْرَامُ صَدِيْقِهِمَا (ابو داؤد) [1]

ترجمہ: اور (والدین کی وفات کے بعد) صلہ رحمی کرنا جو صرف ماں باپ کے تعلق (ورشتہ داری کی وجہ) سے ہو، اور اُن کے (سچّے) دوستوں کا اکرام کرنا (ابوداؤد)

ماں باپ کے تعلق کی وجہ سے صلہ رحمی کرنا یہ ہے کہ جو ماں اور باپ کے درجہ بدرجہ رشتہ دار ہیں، مثلاً دادا، دادی، نانا، نانی، پھوپھی، تایا، چچا، ماموں، خالہ وغیرہ ان کے ساتھ حسنِ سلوک اور نیک برتاؤ کیا جائے۔

ان رشتہ داروں کے ساتھ والدین کی زندگی میں بھی صلہ رحمی کا حکم ہے، اور والدین کی وفات کے بعد خصوصیت کے ساتھ صلہ رحمی کا حکم اس وجہ سے ہے کہ والدین کی وفات کے بعد عام طور پر انسان ان رشتوں سے غفلت اختیار کرتا ہے، اور صرف ان رشتہ داروں کو ترجیح دیتا ہے، جن سے براہِ راست اپنا رشتہ وابستہ ہوتا ہے۔

یہی حال والدین کے دوست احباب اور ان کے گھر والوں کا بھی ہے، کہ والدین کی وفات کے بعد عام طور پر انسان ان کو اہمیت نہیں دیتا، اور براہِ راست اپنے دوست احباب کو ترجیح دیتا ہے۔

لہٰذا والدین کی وفات کے بعد ان کے رشتہ داروں اور دوست احباب اور ان کے اہلِ خانہ کے ساتھ نیک سلوک کرنا بھی اپنے والدین کے ساتھ صلہ رحمی کرنے میں داخل اور صلہ رحمی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أجرا من سبعمائة(منحة الخالق على البحر الرائق ، ج ٢ ص ٣٣٤، كتاب الحج، واجبات الحج)
والحج على الوجه المشروع أفضل من الصدقة التي ليست واجبة.وأما إن كان له أقارب محاويج فالصدقة عليهم أفضل، وكذلك إن كان هناك قوم مضطرون إلى نفقته، فأما إذا كان كلاهما تطوعا فالحج أفضل لأنه عبادة بدنية مالية وكذلك الأضحية والعقيقة أفضل من الصدقة بقيمة ذلك، لكن هذا بشرط أن يقيم الواجب في الطريق ويترك المحرمات ويصلي الصلوات الخمس، ويصدق الحديث ويؤدي الأمانة ولا يتعدى على أحد(الفتاوىٰ الكبرىٰ لابن تيمية ج٥ص ٣٨٢، كتاب الحج)

[1] رقم الحديث ٥١٤٢، كتاب الادب، باب في بر الوالدين.

www.idaraghufran.org

کرنے کا ایک اہم طریقہ وذریعہ ہے۔ ؎1

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِحْفَظْ وُدَّ أَبِيْكَ لَا تَقْطَعْهُ، فَيُطْفِءَ اللّٰهُ نُوْرَكَ (المعجم الاوسط) ؎2

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے والد کے دوستوں (کے حقوق) کی حفاظت کرو، ان کے ساتھ قطع تعلقی نہ کرو، ورنہ اللہ تمہارے نور کو بجھا دے گا (طبرانی، الادب المفرد)

؎1 (وصلة الرحم) أى :وإحسان الأقارب (التى لا توصل إلا بهما وإكرام صديقهما) أى :تتعلق بالأب والأم، فالموصول صفة كاشفة للرحم .قال الطيبى :الموصول ليس بصفة للمضاف إليه، بل للمضاف أى :الصلة الموصوفة، فإنها خالصة بحقهما وأضافهما لا لأمر آخر ونحوه .قلت :يرجع المعنى إلى الأول فتدبر وتأمل، وأما اعتبار خلوص النية وتصحيح الطوية فمعتبر فى كل قضية غير منحصر فى جزئية مع أن ما ذكره مضاف لما نقله عن الإمام فى الإحياء ، وأن العباد أمروا بأن لا يعبدوا إلا الله، ولا يريدوا بطاعتهم غيره، وكذلك من يخدم أبويه لا ينبغى أن يخدم لطلب منزلة عندهما إلا من حيث أن رضا الله فى رضا الوالدين، ولا يجوز له أن يرائى بطاعته لينال بها منزلة عند الوالدين، فإن ذلك معصية فى الحال، وسيكشف الله عن ريائه فتسقط منزلته من قلبهما أيضا .اهـ. فنقله كلام الحجة حجة عليه لا علينا(مرقاة المفاتيح، ج٧ص ٣٩٢، كتاب الآداب، باب البر والصلة)

(وصلة الرحم التى لا توصل إلا بهما) قال الطيبى؛ التى ليست بصفة للمضاف إليه بل المضاف الصلة الموصوفة بأنها خالصة لحقهما ورضاهما، لا لأمر آخر ولفظ البيهقى وصلة رحمهما التى لا رحم لك إلا من قبلهما، فقال :ما أكثر هذا وأطيبه يا رسول الله، قال :ما عمل به فإنه يصل إليهما قال العاقولى :وفى الحديث تنبيه على اغتنام فضيلة الصلة وأنها طاعة لا يكون إدراكها إلا من جهتهما، فإنه لو فرض أن إنساناً تولد من تراب مثلاً ولم يولد له لم يكن لذلك الإنسان سبيل إلى دخول الجنة من صلة الرحم، فإنه لا رحم له، فإذا كان الوالدان سبباً فى مثل هذه الطاعة وجب رعايتهما وحفظهما فيها(دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين، ج٣ص ١٩١،١٩٢، باب فضل بِر أصدقاء الأب والأم)

؎2 رقم الحديث ٨٦٣٣، الادب المفرد للبخارى، ٤٠.

قال الهيثمى: رواه الطبرانى فى الاوسط وإسناده حسن(مجمع الزوائد ، تحت رقم الحديث ١٣٤٢٧ ج٨ص١٤٧ ،باب صديق الاب)

وقال ابن حجر: هذا حديث صحيح.أخرجه البخارى فى الأدب المفرد عن عبد الله بن صالح .فوقع لنا موافقة عالية.وذكر فيه خبر ابن عمر مع الأعرابى بمعناه.قال الطبرانى :لم يروه عن عبد الله بن دينار إلا خالد بن يزيد . قلت :وهو من رجال الصحيح(نتائج الافكار، ج٤، ص٢٦٧ ،باب ما يقوله من أيس من حياته، المجلس:٣٦٠)

www.idaraghufran.org

محدثین نے فرمایا کہ اس حدیث میں نور سے ایمان کا نور مراد ہے، اور مطلب یہ ہے کہ والد کے دوستوں سے قطع تعلقی اور بدسلوکی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ دنیا یا آخرت میں ایمان کا مخصوص نور بجھا دیتا ہے، جس کی وجہ سے عبادت کی نورانیت کمزور پڑ جاتی ہے۔ [1]

حضرت عبداللہ بن دینار رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَعْرَابِ لَقِيَهُ بِطَرِيْقِ مَكَّةَ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ، وَحَمَلَهُ عَلٰى حِمَارٍ كَانَ يَرْكَبُهُ . وَأَعْطَاهُ عِمَامَةً، كَانَتْ عَلٰى رَأْسِهِ فَقَالَ ابْنُ دِيْنَارٍ : فَقُلْنَا لَهُ : أَصْلَحَكَ اللّٰهُ إِنَّهُمُ

---

[1] (احفظ ود أبيك) بضم الواو أى محبته وبكسرها أى صديقه وعلى الأول فيه كما فى النهاية حذف تقديره احفظ من كان ودا لأبيك أى صديقا له وعلى الكسر لا تقدير فإن الود بالكسر الصديق (لا تقطعه) بنحو صد وهجر (فيطفء الله نورك) بالنصب جواب النهى أن يخمد ضياء ك ويذهب بهاء ك ويمسكه وما يمسك الله فلا مرسل له والمراد احفظ محب أبيك أو صديق أبيك بالإحسان والمحبة سيما بعد موته ولا تهجره فيذهب الله نور إيمانك.

وهذا وعيد مهول وتقريع يذهب عقول الفحول عن قطع ود الأصول حيث آذن عليه بذهاب نور الإيمان وسخط الرحمن وما يذكر إلا أولوا الألباب ولم يقل ضوء ک بدل نورک لأن الضوء فيه دلالة على الزيادة فلو قيل يطفء الله ضوء ک لأوهم الذهاب بالزيادة وبقاء ما يسمى نورا والغرض الأبلغية والتوعد بانطماس النور بالكلية قال الحافظ العراقى وهل المراد به نوره فى الدنيا أو نوره فى الآخرة كل محتمل وقد ورد فى التنزيل ما يدل على كل منهما أما فى الدنيا ففى قوله (أومن كان ميتا فأحييناه وجعلنا له نورا يمشى به فى الناس) وقوله فى حديث الحاكم إن النور إذا دخل الصدر انفسح قيل يا رسول الله هل لذلك من علم قال نعم التجافى عن دار الغرور والإنابة إلى دار الخلود واستعداد للموت قبل نزوله وأما فى الآخرة ففى نحو (يوم ترى المؤمنين والمؤمنات يسعى نورهم بين أيديهم) قال ويؤيد أن المراد النور الأخروى إذ ترك الود لمن كان من أهل ود أبيه نوع من النفاق فإنه كان يجامل أباه فلما توفى أبوه ترك ذلك وترك النور فى الآخرة جزاء من فيه نفاق كما قال تعالى (يوم يقول المنافقون والمنافقات للذين آمنوا انظرونا نقتبس من نوركم) (مثلهم كمثل الذى استوقد نارا فلما أضاء ت ما حوله ذهب الله بنورهم) وقد أخرج ابن المبارك فى الزهد عن ابن سلام والذى بعث محمدا صلى الله عليه وسلم بالحق نبيا إنه لفى كتاب الله تعالى لا تقطع من كان يصل أباك فيطفء الله نورك وأخرج ابن عساكر عن أبى هريرة عن كعب الأحبار قال فى كتاب الله الذى أنزل على موسى عليه الصلاة والسلام احفظ ود أبيك لا تقطعه فيطفء الله نورك وكالأب الجد أبو الأب والأم ويظهر أن يلحق به جميع الأصول من الجهتين ومن البين أن الكلام فى أب محترم بحرم عقوقه ويطلب بره (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ٢٦٥)

www.idaraghufran.org

الْأَعْرَابُ وَإِنَّهُمْ يَرْضَوْنَ بِالْيَسِيرِ، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: إِنَّ أَبَا هٰذَا كَانَ وُدًّا لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، وَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ أَبَرَّ الْبِرِّ صِلَةُ الْوَلَدِ أَهْلَ وُدِّ أَبِيهِ (مسلم) [1]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ایک دیہاتی آدمی کی مکہ کے راستے میں ملاقات ہوئی، ان کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے سلام کیا، اور ان کو اپنی اُس سواری پر بٹھایا، جس پر آپ سوار تھے، اور ان کو اپنا وہ عمامہ دیا، جو آپ کے سر پر تھا، ابنِ دینار کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ اللہ آپ کا بھلا فرمائے، یہ لوگ تو دیہاتی ہیں، اور یہ تھوڑی سی چیز سے بھی راضی ہوجاتے ہیں (پھر آپ کو اس دیہاتی کا اتنا زیادہ اکرام کرنے کی کیا ضرورت تھی؟) تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس دیہاتی آدمی کے والد (دراصل میرے والد) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دوست تھے، اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا یہ ارشاد سنا ہے کہ نیک سلوک (اور اچھے برتاؤ) میں بڑا نیک سلوک (اور اچھا برتاؤ) یہ ہے کہ آدمی اپنے والد کے دوست کے گھر والوں سے صلہ (یعنی نیک سلوک اور اچھا برتاؤ) کرے (مسلم)

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ فَأَتَانِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ فقال أَتَدْرِي لِمَ أَتَيْتُكَ قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَصِلَ أَبَاهُ فِي قَبْرِهِ فَلْيَصِلْ إِخْوَانَ أَبِيهِ بَعْدَهُ" وَإِنَّهُ كَانَ بَيْنَ أَبِي عُمَرَ وَبَيْنَ أَبِيكَ إِخَاءٌ وَوُدٌّ فَأَحْبَبْتُ أَنْ أَصِلَ ذَاكَ (صحيح ابن

[1] رقم الحديث ٢٥٥٢ "١١" كتاب البر والصلة والآداب، باب صلة أصدقاء الأب والأم، ونحوهما.

www.idaraghufran.org

حبان،رقم الحدیث ۴۳۲، کتاب البر والاحسان، باب حق الوالدین) ل

ترجمہ: میں مدینہ منورہ میں آیا، تو میرے پاس حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے، تو انہوں نے فرمایا کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ میں آپ کے پاس کیوں آیا ہوں؟ میں نے کہا کہ نہیں، تو حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا یہ ارشاد سنا ہے کہ جو شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے والدین کے ساتھ (ان کے فوت ہونے کے بعد) ان کی قبر میں صلہ رحمی کرے، تو اسے چاہئے کہ وہ ان کے فوت ہونے کے بعد ان کے دوستوں کے ساتھ صلہ رحمی کرے، اور میرے والد حضرت عمر اور آپ کے والد کے درمیان بھائی چارگی اور محبت تھی، تو میں نے اس چیز کو پسند کیا کہ اس تعلق کو نبھاؤں (ابنِ حبان)

ان احادیث وروایات سے معلوم ہوا کہ والدین کی وفات کے بعد ان کے رشتہ داروں اور دوست احباب اور ان کے اہلِ خانہ کے ساتھ صلہ رحمی اور نیک سلوک اور اچھا برتاؤ کرنا بھی والدین کے ساتھ صلہ رحمی کرنے کی عظیم الشان شکل ہے۔

خلاصہ یہ کہ والدین کی وفات کے بعد ان کے ساتھ حسنِ سلوک، اچھا برتاؤ اور صلہ رحمی کرنے کی مختلف شکلیں ہیں، جن میں ان کے لئے دعاء واستغفار کرنا، اور ان کی نیک وصیت اور اچھی چاہت کو پورا کرنا ان کے قرض ودَین کو ادا کرنا اور ان کے ایصالِ ثواب کے لئے صدقہ اور دوسرے نیک اعمال کرنا، اور ان کے رشتہ داروں اور دوستوں اور ان کے اہلِ خانہ کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا داخل ہے۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَ عِلْمُہٗ اَتَمّ وَاَحْکَمُ.

ل قال شعب الارنؤوط:

إسناده صحيح على شرط البخارى، ونسبه ابن حجر فى "المطالب العالية(۲۵۱۸)" إلى أبى يعلى(حاشية ابن حبان)

www.idaraghufran.org

(فصل نمبر6)

والدین سے متعلق مسائل واحکام

والدین سے متعلق قرآن وسنت کی روشنی میں تفصیلات بیان کرنے کے بعد اب والدین کے ساتھ صلہ رحمی، والدین کے حقوق اور والدین سے متعلق متفرق مسائل واحکام ذکر کئے جاتے ہیں۔

مسئلہ نمبر1...... عربی زبان میں والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کو''بِر'' یا''بِرُّ الوالدین'' کہا جاتا ہے، جس میں والدین کے ساتھ نیکی واحسان اور ان کی اطاعت کرنا اور ان سے بول چال اور رویہ میں نرمی اور لطافت اور محبت وراحت رسانی کا معاملہ کرنا اور سختی اور ترشی اور زبان درازی وبدکلامی وغیرہ سے بچنا، اس طرح کی سب چیزیں داخل ہیں۔

اور اس کے برعکس والدین کے ساتھ بدسلوکی کرنے اور ان کی نافرمانی کرنے اور ان کو تکلیف پہنچانے کو عربی زبان میں''عقوق'' یا''عقوق الوالدین'' کہا جاتا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر2...... اسلام میں والدین کا بہت بڑا درجہ ہے، اس لئے ان کے ساتھ''بِر'' یعنی نیک سلوک واحسان اور ان کی اطاعت وخدمت، عظیم ثواب والے کاموں میں سے ہے۔

اور اس کے برعکس ان کے ساتھ بدسلوکی اور''عقوق'' سخت گناہ والے کاموں میں سے ہے۔ [2]

---

[1] من معانی البر فی اللغة :الخیر والفضل والصدق والطاعة والصلاح .
وفی الاصطلاح :یطلق فی الأغلب علی الإحسان بالقول اللین اللطیف الدال علی الرفق والمحبة، وتجنب غلیظ القول الموجب للنفرة، واقتران ذلک بالشفقة والعطف والتودد والإحسان بالمال وغیرہ من الأفعال الصالحات) والأبوان :هما الأب والأم(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۸ص ۶۳، مادة''بر'')

[2] اهتم الإسلام بالوالدین اهتماما بالغا .وجعل طاعتهما والبر بهما من أفضل القربات .ونهی عن عقوقهما وشدد فی ذلک غاية التشدید(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۸ص ۶۴،مادة''بر'')

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 3...... والدین کے ساتھ بدسلوکی وایذاء رسانی کا ارتکاب کرنا گناہ ہے، جو بعض حالات میں شدید ترین کبیرہ گناہ ہے، والدین سے اکتاہٹ کا اظہار کرنا، ان پر غصہ کرنا، ان کے سامنے منہ پھلانا، ان کے سامنے زبان درازی کرنا، یہ سب چیزیں گناہ میں داخل ہیں۔ ؎۱

مسئلہ نمبر 4...... والدین کے ساتھ بدسلوکی اور عقوق کی بناء پر قانوناً تعزیر کا حکم ہے، یعنی جس شخص کے بارے میں قانونی طور پر یہ بات ثابت ہوجائے کہ اس نے والدین کے ساتھ بدسلوکی کا ارتکاب کیا ہے، تو اسلامی حکومت کی طرف سے اس کو مناسب سزا جاری کی جاسکتی ہے۔ ؎۲

لیکن آج کل جو یہ سمجھا جاتا ہے کہ والدین کی نافرمانی کرنے کی وجہ سے یا والدین کے اولاد کو عاق کردینے کی وجہ سے یا والدین کی طرف سے عاق نامہ لکھ دینے کی وجہ سے اولاد ان کی

---

۱ عقوق الوالدين وجزاؤه فی الدنيا والآخرة:

بالإضافة إلى العقوق السلبی بترک برهما، فإن هناک صورا مختلفة للعقوق بعضها فعلی وبعضها قولی.

ومن العقوق ما يبديه الولد لأبويه من ملل وضجر وغضب وانتفاخ أوداجه، واستطالته عليهما بدالة البنوة وقلة الديانة خاصة فی حال كبرهما. وقد أمر أن يقابلهما بالحسنى واللين والمودة، والقول الموصوف بالكرامة، السالم من كل عيب، فقال تعالى :(إما يبلغن عندک الكبر أحدهما أو كلاهما فلا تقل لهما أف) فنهى عن أن يقول لهما ما يكون فيه أدنى تبرم.

وضابط عقوقهما -أو أحدهما -هو أن يؤذی الولد أحد والديه بما لو فعله مع غيرهما كان محرما من جملة الصغائر، فينتقل بالنسبة إلى أحد الوالدين إلى الكبائر(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۸،ص ۷۲،مادة"بر")

۲ جزاء عقوق الوالدين أخرويا سبق الكلام عنه، وأما جزاؤه فی الدنيا فهو من باب التعزير، ويختلف قدره باختلاف حاله وحال فاعله.

فإن تعدى على أبويه، أو أحدهما، بالشتم أو الضرب مثلا عزراه، أو عزره الإمام -بطلبهما -إن كانا مشتومين أو مضروبين معا، أو بطلب من كان منهما معتدى عليه بذلک .فإن عفا المشتوم أو المضروب كان ولی الأمر بعد عفوه على خياره فی فعل الأصلح من التعزير تقويما، والصفح عنه عفوا، فإن تعافوا عن الشتم والضرب قبل الترافع إلى الإمام سقط التعزير .ويكون تعزيره بالحبس على حسب الذنب والهفوة، أو بالضرب أو التأنيب بالكلام العنيف، أو بغير ذلک مما به ينزجر ويرتدع.(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۸،ص ۷۳،مادة"بر")

www.idaraghufran.org

میراث سے محروم ہو جاتی ہے، یہ غلط فہمی پر مبنی ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 5...... انسان کے والدین اس کے لئے محرَم شمار ہوتے ہیں، جن سے کسی حال میں نکاح جائز نہیں ہوتا۔ [2]

مسئلہ نمبر 6...... والدین کی عام حالات میں اطاعت اور فرمانبرداری فرض اور واجب ہے، بشرطیکہ وہ کام مباح وجائز ہو، ان کی اطاعت وفرمانبرداری سے کوئی گناہ لازم نہ آتا ہو، اس لئے والدین کی اطاعت وفرمانبرداری کے نتیجہ میں کسی گناہ کا ارتکاب، یا کسی فرض یا واجب کو ترک کرنا مثلاً ان کے کہنے یا ان کی رضامندی کی خاطر بیوی، بچوں کی حق تلفی کرنا جائز نہیں۔ [3]

مسئلہ نمبر 7...... والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنا، شریعت کی نظر میں اس صورت کے ساتھ خاص نہیں، جبکہ والدین مسلمان ہوں، بلکہ والدین یا ان میں سے کسی ایک کے غیر مسلم ہونے کی صورت میں بھی والدین کے ساتھ نیک سلوک اور ان کے ساتھ نرم کلام کرنے اور ان کو اچھی بات کہنے اور ان کے ادب کرنے کا حکم ہے، لیکن شرک یا کسی دوسرے گناہ کے کام

---

[1] چنانچہ آج کل بعض لوگ جب اپنی اولاد سے ناراض ہوتے ہیں، تو اخبار وغیرہ میں اس کے نام کا عاق نامہ جاری کر دیتے ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ اس کے بعد اس کی وہ اولاد اس کی میراث سے محروم اور بے دخل ہو جائے گی۔

حالانکہ یہ بات ذکر کی جا چکی ہے کہ اس طرح عاق کر دینے سے اولاد کا والدین کی میراث سے تعلق ختم نہیں ہو جاتا۔

[2] أجمعوا على تحريم نكاح الأم النسبية وإن علت على ابنها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٦، ص ٢٥٨، مادة"أم")

[3] اتفق الفقهاء على أنه يجب على الولد أن يطيع والديه فى غير معصية، وأن يبرهما (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٤٥، ص ١٩٩، مادة"ولد")

(وإن جاهداك على أن تشرك بى ما ليس لک به علم فلا تطعهما وصاحبهما فى الدنيا معروفا) ففيهما وجوب برهما وطاعتهما والإحسان إليهما، وحرمة عقوقهما ومخالفتهما، إلا فيما يأمرانه به من شرک أو ارتکاب معصية، فإنه فى هذه الحالة لا يطيعهما ولا يمتثل لأوامرهما؛ لوجوب مخالفتهما وحرمة طاعتهما فى ذلک، يؤكد هذا قوله صلى الله عليه وسلم :لا طاعة لمخلوق فى معصية الخالق وللحديث المتقدم فى سعد بن أبى وقاص مع أمه فقد عصى أمرها، حين طلبت إليه ترک دينه، وبقى على مصاحبتها بالمعروف برا بها .وعصيانه لها فيما أمرته به واجب، فلا تطاع فى أمرها له بترک الواجبات (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٨، ص ٦٧، مادة"بر")

www.idaraghufran.org

میں ان کی اطاعت کرنا جائز نہیں، جیسا کہ پہلے بھی گزرا۔ [1]

مسئلہ نمبر 8...... اولاد کی طرف سے والدین کے ساتھ ''بِر'' اور نیک سلوک مختلف طریقوں سے ہوتا ہے، مثلاً اولاد، والدین کے ساتھ احسان والا برتاؤ کرے، ان کے ساتھ نرمی ومحبت کا اظہار کرے، اور ایسی باتوں سے اجتناب کرے جواُن کی نفرت کا باعث ہوں، بشرطیکہ ان کی نفرت کسی نیک کام کے کرنے یا گناہ سے بچنے پر نہ ہو، اور ان کو ایسی باتیں بتلائے جواُن کے لئے دنیاوآخرت کے اعتبار سے مفید اور ان کی ضرورت کی ہوں، اور ان کو حسبِ قدرت وحسبِ حیثیت راحت پہنچائے، اور بے جا تکلیف وایذاء رسانی کے کاموں سے بچے، اور جو کام ان کے لئے نقصان دہ ہوں، ان سے آگاہ کرے، اور چلتے وقت بلاضرورت ان سے آگے اور ان کے ساتھ نہ چلے، اور جب کسی جگہ داخل ہو، تو ان کی اجازت کے بغیر نہ بیٹھے، اور جب بیٹھا ہوا ہو، تو ان کی اجازت کے بغیر کھڑا نہ ہو، اور والدین کے بڑھاپے یا بیماری وغیرہ میں ان کے پیشاب پاخانہ کی غلاظت سے نفرت کا اظہار نہ کرے، اور ان کے ساتھ سب وشتم اور گالم گلوچ اور بدکلامی کا برتاؤ نہ کرے، وغیرہ وغیرہ۔

اور والدین یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پہنچ جائے، تو اس وقت ان کی خدمت و اطاعت اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کی زیادہ تاکید ہے۔ [2]

---

[1] ومن الواجب على المسلم بر الوالدين وإن كانا فاسقين أو كافرين، ويجب طاعتهما فى غير معصية الله تعالى، فإن كانا كافرين فليصاحبهما فى الدنيا معروفا، ولا يطعهما فى كفر ولا فى معصية الله تعالى(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٦ ص٢٥٨، مادة''أم'')

[2] بم يكون البر: يكون بر الوالدين بالإحسان إليهما بالقول اللين الدال على الرفق بهما والمحبة لهما، وتجنب غليظ القول الموجب لنفرتهما، وبمناداتهما بأحب الألفاظ إليهما، كيا أمى ويا أبى، وليقل لهما ما ينفعهما فى أمر دينهما ودنياهما، ويعلمهما ما يحتاجان إليه من أمور دينهما، وليعاشرهما بالمعروف .أى بكل ما عرف من الشرع جوازه، فيطيعهما فى فعل جميع ما يأمرانه به، من واجب أو مندوب، وفى ترك ما لا ضرر عليه فى تركه، ولا يحاذيهما فى المشى، فضلا عن التقدم عليهما، إلا لضرورة نحو ظلام، وإذا دخل عليهما لا يجلس إلا بإذنهما، وإذا قعد لا يقوم إلا بإذنهما، ولا يستقبح منهما نحو البول عند كبرهما أو مرضهما لما فى ذلك من أذيتهما، قال

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 9...... اگر کسی کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک نعوذ باللہ غیر مسلم ہو، تو اس کے لئے استغفار کرنا جائز نہیں، البتہ ان کے فوت ہونے سے پہلے ان کے لئے ہدایت اور صحت وعافیت کی دعاء کرنا جائز ہے۔

یہی حکم والدین کے علاوہ دیگر رشتہ داروں اور اجنبی غیر مسلم لوگوں کا بھی ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 10...... اگر والدین یا ان میں سے کوئی ایک نان نفقہ کا محتاج ہو، اور ان کے معاش کا انتظام اور کسب کا ذریعہ نہ ہو، تو اولاد پر بقدرِ ضرورت ان کا نان نفقہ واجب ہے، چاہے والدین دیندار ہوں یا دیندار نہ ہوں، اور غیر مسلم والدین کا حکم آگے آتا ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

تعالى :(واعبدوا الله ولا تشركوا به شيئا وبالوالدين إحسانا).

قال ابن عباس :يريد البر بهما مع اللطف ولين الجانب، فلا يغلظ لهما فى الجواب، ولا يحد النظر إليهما، ولا يرفع صوته عليهما .

ومن البر بهما والإحسان إليها :ألا يسىء إليهما بسب أو شتم أو إيذاء بأى نوع من أنواعه، فإنه من الكبائر بلا خلاف(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٨،ص ٦٩، مادة"بر")

[1] صرح النووى فى كتابه الأذكار بأنه لا يجوز أن يدعى للذمى بالمغفرة وما أشبهها فى حال حياته مما لا يقال للكفار، لكن يجوز أن يدعى له بالهداية، وصحة البدن والعافية وشبه ذلك .لحديث أنس رضى الله عنه قال :استسقى النبى صلى الله عليه وسلم فسقاه يهودى، فقال له النبى صلى الله عليه وسلم :جملك الله فما رأى الشيب حتى مات.

وأما بعد وفاته فيحرم الدعاء للكافر بالمغفرة ونحوها؛ لقول الله تعالى :(ما كان للنبى والذين آمنوا أن يستغفروا للمشركين ولو كانوا أولى قربى من بعد ما تبين لهم أنهم أصحاب الجحيم) وقد جاء الحديث بمعناه، وأجمع المسلمون عليه(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١١ ص١٨٧،مادة "ترخيص")

[2] اور نان ونفقہ واجب ہونے کے بارے میں جو حکم والدین کا ہے، وہی حکم مالکیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک اجداد اور جدات (یعنی دادا، دادی وغیرہ) کا بھی ہے۔ واللہ اعلم۔ محمد رضوان۔

قال ابن المنذر :أجمع العلماء على وجوب النفقة للوالدين اللذين لا كسب لهما ولا مال، سواء أكان الوالدان مسلمين أو كافرين، وسواء كان الفرع ذكرا أم أنثى، لقوله تعالى :(وصاحبهما فى الدنيا معروفا) ولقوله عليه الصلاة والسلام :إن أطيب ما يأكل الرجل من كسبه، وولده من كسبه(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٦ ص ٢٦٩، مادة "أم")

أما الأجداد والجدات، فقد تقدم أن المالكية يرون أنه لا نفقة لأحد منهم، وقد خالفهم الجمهور فى

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن یاد رہے کہ اولاد پر والدین کا نان ونفقہ اسی صورت میں واجب ہوتا ہے، جبکہ اولاد کو مالی اعتبار سے اس کی قدرت وحیثیت ہو، وہ خود غریب نہ ہو، اور اگر اولاد صاحبِ حیثیت اور مالدار نہیں، بلکہ غریب ہے، لیکن وہ کمائی کرنے پر قادر ہے، تو بعض فقہائے کرام کے نزدیک اس صورت میں بھی اولاد پر واجب ہے کہ وہ کمائی کر کے والدین کے نان ونفقہ کا بندوبست وانتظام کرے، ورنہ وہ گناہ گار شمار ہوتا ہے۔

اور اگر والدین خود سے مالدار اور صاحبِ حیثیت ہیں، اور ان کو اپنے نان ونفقہ کی ضرورت پوری کرنے کے لئے اولاد کے تعاون کی ضرورت نہیں، تو بعض فقہائے کرام کے نزدیک اس صورت میں والدین کا نان ونفقہ اولاد پر واجب نہیں۔

اور بعض حضرات اس صورت میں بھی اولاد پر نان ونفقہ کو واجب قرار دیتے ہیں، بہر حال اگر والدین کی طرف سے مطالبہ ہو، تو اپنی حسبِ حیثیت اولاد کو اس میں کوتاہی نہ کرنی چاہئے۔

اور والدین کی ضروریات وسہولیات کا حسبِ حیثیت ممکنہ حد تک خیال رکھنا چاہئے، جس کا اجرو ثواب بہت زیادہ ہے، لیکن اسی کے ساتھ اپنے بیوی بچوں کے حقوق کی ادائیگی میں بھی کوتاہی نہیں کرنی چاہئے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ذلک حیث قالوا بوجوب النفقة لسائر الأصول وإن علوا.

وقد احتج المالكية بأن الأدلة قد قامت على وجوب نفقة الأبوين المباشرين دون سائر الأصول، فيقتصر عليهما، ومن ثم لا نفقة على الولد لجد أو جدة.

أما الجمهور فقالوا :إن الأجداد والجدات ملحقون بالأبوين المباشرين وإن لم يتناولهم إطلاق ما تقدم، كما ألحقوا بهما فی عدم القود ورد الشهادة، وغير ذلک.

ولأن الأجداد والجدات يقومان مقام الأبوين المباشرين فی الإرث وغيره.

ولأنهم تسببوا فی إحياء ولد الولد، فاستوجبوا عليه الإحياء كالأبوين (الموسوعة الفقهية الكويتية ، ج ۴۱، ص ۷۴، مادة "نفقة")

[1] يشترط لوجوب الإنفاق على الأصول ما يأتي:

أ -أن يكون الأصل فقيرا أو عاجزا عن الكسب، فلا يجب على الفرع نفقة أصله إن كان أصله غنيا أو قادرا على الكسب، لأنها تجب على سبيل المواساة والبر، والقادر على الكسب كالموسر مستغن عن المواساة.

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 11...... اگر کسی کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک مسلمان نہ ہو، تو اکثر فقہائے کرام کے نزدیک مذکورہ شرائط کے ساتھ ان کا نان ونفقہ بھی واجب ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 12...... اگر کسی کی ایک سے زیادہ اولاد ہوں، اور وہ سب صاحبِ حیثیت ہوں کہ اپنی ذات اور اپنے اہل وعیال کی ضروریات سے زیادہ کی مالک ہوں، تو پھر ضرورت مند والدین کا نان نفقہ ان سب پر تقسیم ہو کر برابر سرابر لازم ہوتا ہے، ہاں اگر کوئی ایک اپنی طرف سے بخوشی والدین کی ضروریات کا انتظام کردے، تو پھر دوسرے پر لازم نہیں رہتا، اور ایسی

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وبهذا قال المالكية والحنابلة والشافعية فى قول.

وقال الحنفية والشافعية فى الأظهر كما قال النووى وهو قول بعض المالكية :إن كان الأصل فقيرا قادرا على الكسب تجب نفقته على فرعه كذلك، لأن الله تعالى قد أمر بالإحسان إلى الوالدين، وفى إلزام الآباء التكسب مع غنى الأبناء ترك للإحسان إليهم وإيذاء لهم، وهو لا يجوز .

ب -أن يكون الفرع موسرا وهذا باتفاق الفقهاء ، أو قادرا على التكسب وهو ما ذهب إليه الحنابلة وهو الأصح عند الشافعية، والرواية التى جزم بها صاحب الهداية عند الحنفية، وأن يكون فى ماله أو كسبه فضل عن نفقة نفسه وولده وامرأته، فإن لم يفضل منه شىء لا تجب عليه النفقة.

وقال المالكية :لا يجب على الفرع المعسر التكسب لينفق على والديه، وهو مقابل الأصح عند الشافعية، وقال الحلوانى من الحنفية :إذا كان الابن فقيرا كسوبا وكان الأب كسوبا لا يجبر الابن على الإنفاق عليه لأنه كان غنيا باعتبار الكسب فلا ضرورة فى إيجاب النفقة على الغير (الموسوعة الفقهية الكويتية ، ج ۴۱، ص ۷۵، مادة "نفقة")

[1] ج -اتحاد الدين بين المنفق والمنفق عليه، وهو المذهب عند الحنابلة، لأن النفقة مواساة على سبيل البر والصلة، فلم تجب مع اختلاف الدين، كنفقة غير عمودى النسب، ولأنهما غير متوارثين فلم يجب لأحدهما على الآخر نفقة بالقرابة .

وقال الحنفية والمالكية والشافعية والحنابلة فى رواية :اتحاد الدين ليس شرطا لوجوب نفقة الأصل على الفرع، فتجب النفقة عليه وإن اختلف دينهما، لأن الله تعالى قال فى حق الأبوين الكافرين :(وإن جاهداك على أن تشرك بى ما ليس لك به علم فلا تطعهما وصاحبهما فى الدنيا معروفا)

ولأنه ليس من الإحسان ولا من المعروف أن يعيش الإنسان فى نعم الله تعالى ويترك أبويه يموتان جوعا لوجود الموجب وهو البعضية (الموسوعة الفقهية الكويتية ، ج ۴۱، ص ۷۵،۷۶، مادة "نفقة")

www.idaraghufran.org

صورت میں والدین کی کفالت کرنے والی اولاد عظیم اجروثواب کی مستحق شمار ہوتی ہے۔ ل

ل پھر حنفیہ کے نزدیک ایک سے زیادہ اولاد ہونے کی صورت میں نرینہ اور غیر نرینہ اولاد پر برابر کے اعتبار سے نان و نفقہ کی ذمہ داری ہوتی ہے، اور عورت و مرد کا فرق ملحوظ نہیں ہوتا، اور دوسرے فقہائے کرام کی آراء درجِ ذیل عبارت میں مذکور ہیں۔

واختلف الفقهاء فيمن تجب عليه نفقة الأصول إن تعددت الفروع.

فعند الحنفية :إن اتحدت درجة القرابة كابنين أو بنتين، كانت النفقة بينهم بالتساوى، للتساوى فى القرب والجزئية دون النظر إلى الميراث، حتى إنه لو كان له أخ شقيق وبنت بنت، كانت نفقته على بنت البنت، وإن كان ميراثه لأخيه وإن اختلفت درجة القرابة، كما لو كان له بنت وابن ابن وجبت النفقة على الأقرب، فتكون على البنت خاصة وإن كان الميراث بينهما لقرب البنت.

وعند المالكية فى المشهور أن النفقة تجب على الحر الموسر كبيرا كان أو صغيرا، ذكرا كان أو أنثى، واحدا أو متعددا، مسلما أو كافرا، صحيحا أو مريضا للوالدين أى الأم والأب المباشرين، والمشهور أن النفقة توزع على الأولاد الموسرين بقدر يسار كل منهم .

وعند الشافعية أن من استوى فرعاه فى قرب وإرث أو عدمهما أنفقا عليه، وإن اختلفا فى الذكورة وعدمها كابنين أو بنتين، أو ابن وبنت، وإن تفاوتا فى قدر اليسار، أو أيسر أحدهما بالمال والآخر بالكسب، لأن علة إيجاب النفقة تشملهما، فإن غاب أحدهما أخذ قسطه من ماله فإن لم يكن له مال اقترض عليه الحاكم إن أمكن، وإلا أمر الحاكم الحاضر بالإنفاق بقصد الرجوع على الغائب أو ماله إذا وجده وإن اختلفا فى القرب، فالأصح أقربهما تجب النفقة عليه، وارثا كان أو غيره، ذكرا كان أو أنثى، لأن القرب أولى بالاعتبار .

فإن استوى قربهما فبالإرث تعتبر النفقة فى الأصح لقوته.

وإن تساوى الفرعان فى أصل الإرث دون غيره كابن وبنت، فهل يستويان فى قدر الإنفاق أم يوزع الإنفاق عليهما بحسب الإرث؟ وجهان :وجه التوزيع :إشعار زيادة الإرث بزيادة قوة القرب، ووجه الاستواء فى قدر الإنفاق اشتراكهما فى الإرث .

وذهب الحنابلة إلى أنه إن اتحدت درجة القرابة كابن وبنت فالنفقة بينهما أثلاثا كالميراث لقوله تعالى :(وعلى الوارث مثل ذلك .

فإنه رتب النفقة على الإرث، فيجب أن تترتب فى المقدار عليه.

وإن اختلفت درجة القرابة كبنت وابن ابن فالنفقة بينهما كالميراث(الموسوعة الفقهية الكويتية ، ج ۴۱، ص ۷۶ الیٰ ۷۸، مادة "نفقة")

أن يكون الفرع موسرا بمال، أو قادرا على التكسب فى رأى الجمهور، وقال المالكية :لا يجب على الولد المعسر تكسب لينفق على والديه.

وعلى رأى الجمهور :يشترط أن يكون مال الفرع أو مردود كسبه فاضلا عن نفقة نفسه إما من ماله وإما من كسبه، فأما من لا يفضل عنه شىء ، فليس عليه شىء (الفقه الاسلامی وادلتۂ للزحيلی، ج۱۰ ص ۷۴۲۲، القسم السادس، الباب الثالث، الفصل الخامس، المبحث الثالث، المطلب الثانی)

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 13 ...... اگر کسی کے والدین دونوں ہی غریب ہونے کی وجہ سے نان نفقہ کے مستحق ہوں، اور اولاد کے پاس صرف ایک کے نان نفقہ کا انتظام ہو، تو اکثر فقہائے کرام کے نزدیک والدہ کے نان نفقہ کو والد کے نان ونفقہ پر مقدم رکھا جائے گا۔ [1]

مسئلہ نمبر 14 ...... اگر والدین کی طرف سے اولاد کو دو متعارض باتوں کا حکم ہو، مثلاً والدین میں سے ایک کسی کام کا حکم کرے، اور دوسرا منع کرے، تو اگر ان میں سے کسی ایک کی بات شریعت کے مطابق ہو، اور دوسرے کی بات شریعت کے خلاف ہو، تو اس کی بات کو ترجیح دی جائے گی، جس کی بات شریعت کے مطابق ہے۔

اور اگر والدین میں سے دونوں کی باتوں میں اس طرح کا ٹکراؤ نہ ہو، بلکہ دونوں کی باتیں مباح ہوں، تو اگر دونوں پر عمل ممکن ہو، تو دونوں پر عمل کرنا چاہئے، اور اگر دونوں پر ایک ساتھ عمل نہ ہوسکتا ہو، تو بہت سے فقہائے کرام کے نزدیک والدہ کی اطاعت کا درجہ مقدم ہے، اور بعض حضرات کے نزدیک دونوں میں سے کسی ایک کی اطاعت کا اختیار ہے۔ [2]

---

[1] أنه لو وجبت النفقة على الولد لأبويه، ولم يقدر إلا على نفقة أحدهما، فتقدم الأم على الأب في أصح الروايات عند الحنفية والمالكية والشافعية، وهو رأى عند الحنابلة، وذلك لما لها من مشقة الحمل والرضاع والتربية وزيادة الشفقة، وأنها أضعف وأعجز .هذا ما لم يتعارضا في برهما(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٨،ص٦٧،و٦٨ مادة"بر")

[2] فإن تعارضا فيه، بأن كان في طاعة أحدهما معصية الآخر، فإنه ينظر :إن كان أحدهما يأمر بطاعة والآخر يأمر بمعصية، فإن عليه أن يطيع الآمر بالطاعة منهما دون الآمر بالمعصية، فيما أمر به من معصية .لقوله صلى الله عليه وسلم :لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق وعليه أن يصاحبه بالمعروف للأمر بذلك في قوله تعالى :(وصاحبهما في الدنيا معروفا) وهي وإن كانت نزلت في الأبوين الكافرين، إلا أن العبرة بعموم اللفظ لا بخصوص السبب.

أما إن تعارض برهما في غير معصية، وحيث لا يمكن إيصال البر إليهما دفعة واحدة، فقد قال الجمهور :طاعة الأم مقدمة؛ لأنها تفضل الأب في البر.وقيل :هما في البر سواء ، فقد روى أن رجلا قال لمالك :والدي في السودان، كتب إلي أن أقدم عليه، وأمي تمنعني من ذلك، فقال له مالك: أطع أباك ولا تعص أمك .يعني أنه يبالغ في رضى أمه بسفره لوالده، ولو بأخذها معه، ليتمكن من طاعة أبيه وعدم عصيان أمه.

وروى أن الليث حين سئل عن المسألة بعينها قال :أطع أمك، فإن لها ثلثي البر .كما حكى الباجي

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جبکہ بعض حضرات نے فرمایا کہ رائے کی ترجیح اورادب کے بارے میں والد کا درجہ والدہ سے زیادہ ہے، کیونکہ مرد ہونے کی حیثیت سے عام حالات میں والد کی رائے والدہ کے مقابلہ میں زیادہ قوی اوردور بینی اورعقل پر مبنی ہوتی ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 15...... اگرکوئی شخص خودتو مسلمانوں کے ملک میں ہو،اوراس کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک غیر مسلموں کے ملک میں ہو،تو بھی والدین کے ساتھ نیک سلوک واحسان کا برتاؤ کرنے کا حکم ہے، بشرطیکہ اس کی وجہ سے غیر مسلموں کو مسلمانوں کے مقابلہ میں تقویت حاصل نہ ہو۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أن امرأة كان لها حق على زوجها، فأفتى بعض الفقهاء ابنها :بأن يتوكل لها على أبيه، فكان يحاكمه، ويخاصمه فى المجالس تغليبا لجانب الأم .ومنعه بعضهم من ذلك، قال :لأنه عقوق للأب، وحديث أبى هريرة إنما دل على أن بره أقل من بر الأم، لا أن الأب يعق .ونقل المحاسبى الإجماع على أن الأم مقدمة فى البر على الأب(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٨،ص٦٨، مادة"بر")

[1] قوله :(وعقوق الأمهات)، لم يخص الأمهات بالعقوق، لأن عقوق الاباء غير محرم، لكنه نبه بأحدهما على الآخر، إذ كان بر الأم مقدما على بر الأب فى نوع من أنواع حقوقهما، وهو فى باب التحفى بها، واللطف والإحسان إليها ,وحق الأب مقدم فى الطاعة، وحسن المتابعة لرأيه، والنفوذ لأمره، وقبول الأدب منه (اعلام الحديث لأبى سليمان حمد بن محمد الخطابى، ج٢، ص ١٢٠٣، كتاب الاستِقراض وأداء الديون والحَجْر والتفليس، باب ما ينهى عن إضاعة المال)

لم يخص الأمهات بالعقوق، فإن عقوق الآباء محرم أيضا، ولكن نبه بأحدهما على الآخر؛ فإن بر الأم مقدم على بر الأب؛ لأن لعقوق الأمهات مزية فى القبح .وحق الأب مقدم فى الطاعة وحسن المتابعة لرأيه والنفوذ لأمره وقبول الأدب منه (شرح المشكاة للطيبى، ج١٠، ص ٣١٥٧، كتاب الآداب، باب البر و الصلة)

وقال الخطابى :لم يخص الأمهات بالعقوق، فإن عقوق الآباء محرم أيضا، ولكن نبه بأحدهما عن الآخر، فإن بر الأم مقدم على بر الأب إلا أن لعقوق الأمهات مزية فى القبح، وحق الأب مقدم فى الطاعة وحسن المتابعة لرأيه والنفوذ لأمره، وقبول الأدب منه(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج٧، ٣٠٨١،باب البر والصلة)

[2] بر الوالدين والأقارب المقيمين بدار الحرب:

قال ابن جرير :إن بر المؤمن من أهل الحرب، ممن بينه وبينه قرابة نسب، أو من لا قرابة بينه وبينه ولا نسب، غير محرم ولا منهى عنه، إذا لم يكن فى ذلك تقوية للكفار

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 16...... والدین کے ساتھ ''بر'' اور نیک سلوک میں یہ بھی داخل ہے کہ والدین کے دوست احباب اور رشتہ داروں کے ساتھ بھی نیک سلوک کرے۔ [1]

مسئلہ نمبر 17...... حنفیہ کے نزدیک جس سفر میں ہلاکت کا خوف ہو، اور اس میں خطرات لاحق ہوں، تو والدین کی اجازت کے بغیر ایسا سفر کرنا جائز نہیں۔

اور جس سفر میں اس طرح کا خوف اور خطرہ لاحق نہ ہو، والدین کی اجازت کے بغیر ایسا سفر کرنا جائز ہے، بشرطیکہ والدین کی حق تلفی لازم نہ آتی ہو، اور ان کو ضرر لاحق نہ ہوتا ہو۔ [2]

مذکورہ اصول کی روشنی میں حنفیہ کے نزدیک اگر اولاد کو علم حاصل کرنے یا تجارت وغیرہ کے لئے سفر کرنے کی ضرورت پیش آئے، جس کا اپنے شہر میں معقول انتظام نہ ہو، اور سفر میں جانے سے والدین کا نان نفقہ متاثر ہو، تو والدین کی اجازت کے بغیر سفر کرنا جائز نہیں، البتہ اگر والدین کے نان نفقہ کا انتظام موجود ہو، تو والدین کی اجازت کے بغیر اس طرح کا سفر کرنا جائز ہے۔

لیکن اگر سفر پُر امن نہ ہو، جس کی وجہ سے ہلاکت کا خطرہ ہو، تو والدین کے منع کرنے کی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

على المسلمين، أو دلالة على عورة لأهل الإسلام، أو تقوية لهم بكراع أو سلاح .
وهو موافق لما نقل عن ابن الجوزى الحنبلى فى الآداب الشرعية، ولا يختلف عما ذكر، واستدل له بإهداء عمر الحلة الحريرية إلى أخيه المشرك . وبحديث أسماء وفيهما صلة أهل الحرب وبرهم وصلة القريب المشرك . ومن البر للوالدين الكافرين الوصية لهما؛ لأنهما لا يرثان ابنهما المسلم (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٨،ص ٦٩، مادة''بر'')

[1] ومن برهما صلة أهل ودهما(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٨،ص ٧٠، مادة''بر'')

[2] استئذان الوالدين للسفر:
نص الحنفية على أن كل سفر لا يؤمن فيه الهلاك، ويشتد فيه الخطر، فليس للولد أن يخرج إليه بغير إذن والديه؛ لأنهما يشفقان على ولدهما، فيتضرران بذلك، وكل سفر لا يشتد فيه الخطر يحل له أن يخرج إليه بغير إذنهما، إذا لم يضيعهما، لانعدام الضرر (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٤٥،ص ١٠١، مادة''ولد'')

www.idaraghufran.org

صورت میں ایسا سفر کرنا جائز نہیں، خواہ والدین کے نان نفقہ کا انتظام ہو یا نہ ہو۔ [1]

اور مالکیہ کے نزدیک فرضِ کفایہ درجہ کا علم کا اگر اپنے شہر میں انتظام نہ ہو، تو والدین کی اجازت کے بغیر اس طرح کا علم حاصل کرنے کے لئے سفر کرنا جائز ہے، بشرطیکہ سفر پُر امن ہو، اور اس میں خطرات لاحق نہ ہوں۔ [2]

---

[1] جو حکم علم حاصل کرنے کا ہے، بظاہر یہی حکم تبلیغ وغیرہ کے لئے سفر کرنے کا بھی معلوم ہوتا ہے۔ محمد رضوان۔

استئذانهما للسفر للتجارة أو لطلب العلم :وضع فقهاء الحنفية لذلک قاعدة حاصلها :أن كل سفر لا يؤمن فيه الهلاک، ويشتد فيه الخطر، فليس للولد أن يخرج إليه بغير إذن والديه؛ لأنهما يشفقان على ولدهما، فيتضرران بذلک .وكل سفر لا يشتد فيه الخطر يحل له أن يخرج إليه بغير إذنهما، إذا لم يضيعهما؛ لانعدام الضرر.

وبذا لا يلزمه إذنهما للسفر للتعلم، إذا لم يتيسر له ذلک فى بلده، وكان الطريق آمنا، ولم يخف عليهما الضياع؛ لأنهما لا يتضرران بذلک، بل ينتفعان به، فلا تلحقه سمة العقوق .أما إذا كان السفر للتجارة، وكانا مستغنيين عن خدمة ابنهما، ويؤمن عليهما الضياع، فإنه يخرج إليها بغير إذنهما .أما إذا كانا محتاجين إليه وإلى خدمته، فإنه لا يسافر بغير إذنهما(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٨،ص ٧٠، مادة"بر")

استئذان الأبوين لطلب العلم:أجاز الفقهاء الخروج لطلب العلم بغير إذن الوالدين من حيث الجملة. ولهم فى ذلک تفصيلات نذكرها فيما يلى:

فرق الحنفية فى الخروج لطلب العلم والتفقه بين خوف الهلاک بسبب هذا الخروج، وعدم خوف الهلاک.

فإن كان لا يخاف عليه الهلاک كان خروجه لطلب العلم بمنزلة السفر للتجارة، ويختلف حكم السفر للتجارة بين الخوف من الضيعة على الأبوين وعدمه، فإن كان يخاف الضيعة على أبويه بأن كانا معسرين، ونفقتهما عليه، وما له لا يفى بالزاد والراحلة ونفقتهما، فإنه لا يخرج بغير إذنهما، وإن كان لا يخاف الضيعة عليهما بأن كانا موسرين ولم تكن نفقتهما عليه كان له أن يخرج بغير إذنهما.

وإن كان يخاف عليه الهلاک بسبب خروجه لطلب العلم كان بمنزلة خروجه للجهاد، فلا يباح له الخروج إن كره الوالدان أو أحدهما خروجه، سواء كان يخاف عليهما الضيعة أو لا يخاف عليهما الضيعة.

ولو كان عنده أولاد فإن قدر على التعلم وحفظ العيال فالجمع بينهما أفضل(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٢٩،ص ٨٣، مادة"طلب العلم")

[2] وفصل المالكية فى السفر لطلب العلم، بأنه إذا كان لتحصيل درجة من العلم لا تتوفر فى بلده، كالتفقه فى الكتاب والسنة ومعرفة الإجماع ومواضع الخلاف ومراتب القياس، كان له ذلک بغير إذنهما إن كان فيه أهلية النظر، ولا طاعة لهما فى منعه؛ لأن تحصيل درجة المجتهدين

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور شافعیہ کے نزدیک جس چیز کا علم اپنے اوپر فرض یا واجب بالعین ہو، تو اس کے لئے والدین کی اجازت کے بغیر سفر کرنا جائز ہے، بشرطیکہ سفر پُرامن ہو، اور اپنے شہر میں اس کو حاصل کرنے کا انتظام نہ ہو۔

اور حنابلہ کا قول بھی شافعیہ کے قول کے قریب قریب ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 18...... والدین کے حکم سے فرض، واجب اور سنتِ مؤکدہ نمازوں کا ترک کرنا جائز نہیں، البتہ نوافل کا ترک کرنا جائز ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر 19...... اگر والدین فرض حج سے منع کریں، تو اس میں ان کی اطاعت کرنا جائز

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ فرض على الكفاية .قال تعالى :(ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر) ، أما إن كان للتفقه على طريق التقليد، وفى بلده ذلك، لم يجز له السفر إلا بإذنهما .وإذا أراد سفرا للتجارة يرجو به ما يحصل له فى الإقامة فلا يخرج إلا بإذنهما(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٨،ص ٧٠،و ٧١، مادة"بر")

وذهب المالكية إلى أن للأبوين منع ولدهما من الخروج لطلب العلم إن كان فى سفره خطر.

قال الدسوقى :فروض الكفاية كالعلم الزائد على الحاجة، كالتجارة، فلهما منعه من السفر لتحصيله إذا كان ليس فى بلدهما من يفيده حيث كان السفر فى البحر أو البر خطرا وإلا فلا منع.

وصرح العدوى :بأن للولد أن يخرج بغير إذن والديه لطلب العلم الكفائى إن لم يكن فى بلده من يفيده إياه بشرط أن يرجى أن يكون أهلا، فإن كان فى بلده من يفيده إياه فلا يخرج إلا بإذنهما(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٢٩،ص ٨٤، مادة"طلب العلم")

[1] وأجاز الشافعية السفر لتعلم الفرض وكل واجب عينى، ولو كان وقته متسعا وإن لم يأذن الأبوان، كما أجازوا السفر لطلب الفرض الكفائى، كدرجة الفتوى، وإن لم يأذن أبواه، على أن يكون السفر آمنا أو قليل الخطر، ولم يجد ببلده من يصلح لكمال ما يريده، أو رجا بغربته زيادة فراغ، أو إرشاد أستاذ، ويشترط لخروجه لفرض الكفاية أن يكون رشيدا، ولو لزمته كفاية أصله احتاج لإذنه، إن لم ينب من يمونه من مال حاضر، ومثله الفرع لو لزمت أصله مؤنته امتنع سفر الأصل إلا بإذن فرعه إن لم ينب.

ومذهب الحنابلة فى ذلك كمذهب الشافعية حيث صرحوا بأنه لا طاعة للوالدين فى ترك تعلم علم واجب يقوم به دينه من طهارة وصلاة وصيام، وإن لم يحصل ما وجب عليه من العلم ببلده فله السفر لطلبه بلا إذن أبويه(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٢٩،ص ٨٤، مادة"طلب العلم")

[2] حكم طاعتهما فى ترك النوافل أو قطعها :قال الشيخ أبو بكر الطرطوشى فى كتاب بر الوالدين :لا طاعة لهما فى ترك سنة راتبة، كحضور الجماعات، وترك ركعتى الفجر والوتر ونحو ذلك، إذا سألاه ترك ذلك على الدوام، بخلاف ما لو دعواه لأول وقت الصلاة وجبت طاعتهما، وإن فاتته فضيلة أول الوقت(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٨،ص ٧١، مادة"بر")

www.idaraghufran.org

نہیں، اور اگر نفل حج سے منع کریں، تو ان کی اطاعت کرنا ضروری ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 20...... والدین یا ان میں سے کسی ایک کے حکم سے فرض روزہ ترک کرنا یا فرض روزہ رکھ کر توڑنا جائز نہیں، البتہ والدین یا ان میں سے کسی ایک کے حکم سے نفلی روزہ کا ترک کرنا جائز ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر 21...... والدین کی اطاعت چونکہ فرضِ عین ہے، اس لئے ان کے حکم سے فرضِ کفایہ جہاد کو ترک کرنا جائز ہے۔ [3]

---

[1] اور زندگی میں ایک مرتبہ عمرہ کرنا بھی حنفیہ کے نزدیک واجب یا سنتِ موکدہ ہے، پس اگر کسی نے زندگی میں ایک مرتبہ بھی عمرہ نہیں کیا، نہ تو تنہا اور نہ ہی حج کے سفر میں، اور اس کو عمرہ کرنے کی مالی وبدنی استطاعت حاصل ہے، تو والدین کی اجازت کے بغیر عمرہ کا سفر کرنا جائز ہوگا۔

لیکن اگر ایک مرتبہ عمرہ کر چکا ہے، تو پھر ان کی اجازت کے بغیر جائز نہ ہوگا۔

تاہم اگر کسی نے نفل حج کا احرام باندھ لیا، اور پھر والدین نے منع کیا، تو اکثر فقہائے کرام کے نزدیک وہ احرام توڑنا جائز نہیں، اور شافعیہ کے نزدیک جائز ہے۔

فإن منعه أحد والديه من حج الإسلام لم يلتفت إلى منعه، وإن منعه من حج التطوع لم يجز له الإحرام، فإن أحرم فللوالد تحليله على الأصح عند الشافعية، خلافا للجمهور (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٧، ص٨٢، مادة"حج")

مذهب المالكية والشافعية والحنابلة أن للأبوين أو أحدهما منع ابنه عن حج التطوع لا الفرض. وفي رواية عند المالكية والفرض أيضا، لكن لا يصير عند المالكية والحنابلة محصرا بمنعهما، لما عرف من حصر المالكية أسباب الإحصار بما لا يدخل هذا فيه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢، ص٢٠٣، مادة"إحصار")

[2] لیکن حنفیہ کے نزدیک اگر والدین نفلی روزہ توڑنے کا حکم عصر کے بعد دیں، تو پھر ان کی اطاعت نہیں کی جائے گی، اور اس سے پہلے اطاعت کی جائے گی۔

إفساد صوم التطوع.....ومن الأعذار -أيضا :-أمر أحد أبويه له بالفطر .وقيد الحنفية جواز الإفطار بما إذا كان أمر الوالدين إلى العصر لا بعده، قال ابن عابدين :ولعل وجهها أن قرب وقت الإفطار يرفع ضرر الانتظار (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٨، ص٩٨، مادة"صوم التطوع")

[3] **حكم طاعتهما في ترك فروض الكفاية:**

سبق حديث صحيح مسلم فيمن أراد البيعة وأحد والديه حي، وفيه دلالة على تقديم صحبتهما على صحبة النبي صلى الله عليه وسلم .وتقديم خدمتهما -التي هي واجبة عليه وجوبا عينيا -على فروض الكفاية؛ وذلك لأن طاعتهما وبرهما فرض عين، والجهاد فرض كفاية، وفرض العين أقوى (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٨، ص٦٨، مادة"بر")

www.idaraghufran.org

اور عام حالات میں والدین کی اجازت کے بغیر جہاد کرنا جائز نہیں۔

لیکن اگر جہاد فرضِ عین ہوجائے، بایں طور کہ دشمن، مسلمانوں کے اوپر چڑھائی کردیں، تو پھر والدین کی اجازت کے بغیر فرضِ عین جہاد کرنا جائز ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 22...... اگر والدین پہلے تو فرضِ کفایہ جہاد کی اجازت دے دیں، اور پھر منع کردیں، تو بھی ان کے حکم سے جہاد سے لوٹ کر آنا واجب ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر 23...... اگر والدین غیر مسلم ہوں، اور جہاد فرضِ کفایہ ہو، اور جہاد میں جانے سے والدین کے نان نفقہ اور خدمت میں خلل واقع ہوتا ہو، تو حنفیہ کے نزدیک غیر مسلم والدین کی

---

[1] إذن الوالدين للولد فى الجهاد:

لا يجوز الجهاد إلا بإذن الأبوين المسلمين أو بإذن أحدهما إن كان الآخر كافرا، إلا إذا تعين الجهاد، كأن ينزل العدو بقوم من المسلمين (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۵،ص ۲۰۲،مادة"ولد")

وإنما يجب استئذان الأبوين فى الجهاد إذا لم يكن متعينا، ولكن إذا تعين عليه الجهاد فلا إذن لهما من غير خلاف بين الفقهاء ؛ لأنه صار فرض عين، وتركه معصية، ولا طاعة لأحد فى معصية الله.

قال الأوزاعى :لا طاعة للوالدين فى ترك الفرائض، والجمع، والحج، والقتال؛ لأنها عبادة تعينت عليه فلم يعتبر إذن الأبوين فيها كالصلاة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٦، ص ٢٣٣، مادة "جهاد")

[2] من خرج للجهاد بإذن الوالدين، ثم رجعا عن الإذن، أو كان الأبوان كافرين، فأسلما بعد الخروج ولم يأذنا، وعلم المجاهد الحال، يلزمه الانصراف إن لم يشرع فى القتال، ولم يحضر الوقعة عند الشافعية فى المشهور، والحنابلة، إلا أن يخاف على نفسه أو ماله، أو يخاف انكسار قلوب المسلمين، فلا يلزمه .فإن لم يمكنه الانصراف للخوف، وأمكنه أن يقيم فى قرية فى الطريق حتى يرجع الجيش، لزمه أن يقيم .وعند الشافعية قول آخر :وهو أنه لا يلزمه الانصراف.

وإن علم بعد الشروع فى القتال، قال الشافعية فى الأصح :يحرم الانصراف، وتجب المصابرة؛ لعموم الأمر بالثبات؛ ولانكسار القلوب بانصرافه، والثانى :لا يحرم، بل يجب الانصراف، والثالث :يخير بين الانصراف والمصابرة .وإن أحاط العدو بالمسلمين تعين فرض الجهاد، وسقط الإذن؛ لأن ترك الجهاد فى هذه الحالة يؤدى إلى الهلاك، فقدم على حق الأبوين .

وإن أذن له والداه فى الغزو وشرطا عليه أن لا يقاتل، فحضر القتال، تعين عليه القتال وسقط شرطهما .وبذلك قال الأوزاعى وابن المنذر، لأنه صار واجبا عليه، فلم يبق لهما فى تركه طاعة، ولو خرج بغير إذنهما فحضر القتال، ثم بدا له الرجوع لم يجز له ذلك (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٦،ص ٢٣٣و٢٣٤،مادة"جهاد")

www.idaraghufran.org

اجازت کے بغیر جہاد پر جانا جائز نہیں، اِلّا یہ کہ وہ جہاد سے نفرت کی بناء پر اس سے منع کریں، تو پھران کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔ [1]

مسئلہ نمبر 24...... اگر والدین اپنی اولاد کو اس کی بیوی کو طلاق دینے کا حکم دیں، تو بلا معقول عذر کے صرف ان کے کہنے پر بیوی کو طلاق دینا جائز نہیں، اِلّا یہ کہ ان کا حکم پورا کرنے میں شوہر کے دین یا دنیا کے نقصان سے حفاظت ہوتی ہو، تو پھران کے حکم سے طلاق دینا جائز ہے۔ [2]

---

[1] اور شافعیہ اور حنابلہ وغیرہ کے نزدیک غیر مسلم والدین کی اجازت کے بغیر فرضِ کفایہ جہاد کے لئے جانا جائز ہے۔

ولو منعه أبواه الكافران عن الخروج للجهاد الكفائى، مخافة عليه، ومشقة لهما بخروجه وتركهما، فعند الحنفية :لهما ذلك، ولا يخرج إلا بإذنهما برا بهما وطاعة لهما، إلا إذا كان منعهما له لكراهة قتال أهل دينهما، فإنه لا يطيعهما ويخرج له.

وعند المالكية والشافعية والحنابلة :يجوز له الخروج للجهاد بغير إذنهما؛ لأنهما متهمان فى الدين، إلا بقرينة تفيد الشفقة ونحوها عند المالكية .وقال الثورى :لا يغزو إلا بإذنهما إذا كان الجهاد من فروض الكفاية .أما إذا تعين الجهاد لحضور الصف، أو حصر العدو، أو استنفار الإمام له بإعلان النفير العام فإنه يسقط الإذن، ويجب عليه الجهاد بغير إذنهما؛ إذ أصبح واجبا عليه القيام به؛ لصيرورته فرض عين على الجميع(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٨ص٦٧، مادة"بر")

[2] حكم طاعتهما فى طلبهما تطليق زوجته:

روى الترمذى عن ابن عمر قال :كانت تحتى امرأة أحبها، وكان أبى يكرهها، فأمرنى أن أطلقها، فأبيت، فذكرت ذلك للنبى صلى الله عليه وسلم فقال :يا عبد الله بن عمر طلق امرأتك .

وسأل رجل الإمام أحمد فقال :إن أبى يأمرنى أن أطلق امرأتى .قال :لا تطلقها .قال :أليس عمر رضى الله عنه أمر ابنه عبد الله أن يطلق امرأته؟ قال :حتى يكون أبوك مثل عمر رضى الله عنه. يعنى لا تطلقها بأمره حتى يصير مثل عمر فى تحريه الحق والعدل، وعدم اتباع هواه فى مثل هذا الأمر.

واختار أبو بكر من الحنابلة أنه يجب؛ لأمر النبى صلى الله عليه وسلم لابن عمر .وقال الشيخ تقى الدين بن تيمية فيمن تأمره أمه بطلاق امرأته .قال :لا يحل له أن يطلقها .بل عليه أن يبرها .وليس تطليق امرأته من برها(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٨،ص ٧١، و٧٢،مادة"بر")

قال أبو جعفر :والذى يؤمر به الولد فى هذا غير مبيح له فيه طلاق زوجته فى الموضع الذى نهاه الله عز وجل عن طلاقها فيه ,وإنما هو طلاقه إياها فى الموضع الذى أباح الله الطلاق فيه لا فى ضده والله نسأله التوفيق(شرح مشكل الآثار، تحت رقم الحديث ١٣٨٨ ،باب طلاق الرجال نساء هم اللاتى يكرههن آباؤهم بذلك، هل ذلك مما عليهم فى بر آبائهم أم لا؟)

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 25...... اولاد کو بلاضرورت اپنے والدین کو اصل نام سے پکارنا کراہت و بے ادبی سے خالی نہیں، جس سے پرہیز کرنا چاہئے، اِلّا یہ کہ کوئی ضرورت پیش آ جائے۔ [1]

مسئلہ نمبر 26...... اولاد کی طرف سے والدین کا مالی تعاون کرتے وقت، اور اسی طرح گفتگو اور دوسرے معاملات میں عام حالات میں والد اور والدہ کے درمیان مساوات اور برابری کرنا سنت ہے، تاکہ کسی ایک کی دوسرے پر ترجیح ظاہر ہونے سے دوسرے کی دل شکنی لازم نہ آئے۔ [2]

مسئلہ نمبر 27...... اکرام کے طور پر شہوت کے بغیر اپنے والدین کے ہاتھوں اور سر اور چہرے وغیرہ کو چومنا جائز ہے۔ [3]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال ابن حجر :شرط للمبالغة باعتبار الأكمل أيضا أى :لا تخالف واحدا منهما، وإن غلا فى شىء أمرك به، وإن كان فراق زوجة أو هبة مال، أما باعتبار أصل الجواز فلا يلزمه طلاق زوجة أمراه بفراقها، وإن تأذيا ببقائها إيذاء شديدا؛ لأنه قد يحصل له ضرر بها، فلا يكلفه لأجلهما؛ إذ من شأن شفقتهما أنهما لو تحققا ذلك لم يأمراه به فإلزامهما له مع ذلك حمق منهما، ولا يلتفت إليه، وكذلك إخراج ماله (مرقاة المفاتيح ج ١ ص ١٣٣، كتاب الايمان، باب الكبائر وعلامات النفاق)

[1] نص الحنفية على أنه يكره أن يدعو الرجل أباه باسمه، بل لا بد من لفظ يفيد التعظيم كيا سيدى ونحوه لمزيد حقه على الولد، وليس هذا من التزكية، لأنها راجعة إلى المدعو بأن يصف نفسه بما يفيدها، لا إلى الداعى المطلوب منه التأدب مع من فوقه .

ونص الشافعية على أنه يسن لولد الشخص وتلميذه وغلامه أن لا يسميه باسمه ولو فى المكتوب (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٤٥، ص ١٩٩، مادة"ولد")

[2] يسن للولد أن يعدل فى العطية الشاملة للصدقة والوقف والهدية والكلام والتودد لوالديه، قال الدارمى :فإن فضل، فليفضل الأم (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٤٥، ص ٢٠١، مادة"ولد")

[3] يجوز تقبيل يد العالم الورع والسلطان العادل، وتقبيل يد الوالدين، والأستاذ، وكل من يستحق التعظيم والإكرام، كما يجوز تقبيل الرأس والجبهة وبين العينين، ولكن كل ذلك إذا كان على وجه المبرة والإكرام، أو الشفقة عند اللقاء والوداع، وتدينا واحتراما مع أمن الشهوة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٣ ص ١٣١، مادة "تقبيل")

مسئلہ نمبر 28...... والدین یا ان میں سے کسی ایک کی آمد پر ان کے اکرام کے لئے کھڑے ہونا مستحب ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 29...... انسان کی والدہ چونکہ اس کے لئے محرَم شمار کی جاتی ہے، جس سے نکاح کرنا حرام ہے۔

اور حنفیہ کے نزدیک اولاد کو اپنی والدہ کے سر اور چہرہ اور سینہ اور پنڈلی اور بازو کو دیکھنا جائز ہے، لیکن کمر اور پیٹ و ران کو دیکھنا جائز نہیں۔

اور شافعیہ کے نزدیک والدہ اور دوسری محرَم عورتوں کے ناف اور گھٹنوں کے درمیان کے حصہ کو دیکھنا تو جائز نہیں، اور اس کے علاوہ جسم کے باقی حصوں کو دیکھنا جائز ہے۔

لیکن محرَم عورت کے کسی عضو کو دیکھنے کے جائز ہونے کا حکم اس وقت ہے، جبکہ شہوت کی نظر سے نہ دیکھا جائے، اور شہوت کی نظر سے دیکھنا کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں، بلکہ حرام ہے۔

اور والدہ کے جن اعضاء کو دیکھنا جائز ہے، ان کو چھونا اور ہاتھ لگانا بھی جائز ہے، بشرطیکہ شہوت کا خوف نہ ہو۔ [2]

---

[1] وقد قال العلماء: يستحب القيام للوالدين والإمام العادل وفضلاء الناس، وقد صار هذا كالشعار بين الأفاضل، فإذا تركه الإنسان فى حق من يصلح أن يفعل فى حقه لم يأمن أن ينسبه إلى الإهانة والتقصير فى حقه فيوجب ذلک حقدا، واستحباب هذا فى حق القائم لا يمنع الذى يقام له أن يكره ذلک، ويرى أنه ليس بأهل لذلک(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۴ص ۱۶۹، مادة "كبر")

[2] اتفق الفقهاء على جواز النظر إلى الأم، ولكن اختلفوا فى محل جواز النظر، فذهب الحنفية إلى جواز النظر من الأم إلى الرأس والوجه والصدر والساق والعضدين، فلا يجوز النظر إلى الظهر والبطن والفخذ.

وذهب المالكية إلى أنه ينظر إلى الوجه والأطراف، فلا يجوز النظر إلى الصدر والظهر والثدى والساق، وإن لم يلتذ به.

والحنابلة فى المعتمد عندهم كالمالكية إلا أنهم أجازوا النظر إلى الساق من المحرم، وذهب الشافعية والقاضى من الحنابلة إلى تحريم النظر من المحرم إلى ما بين السرة والركبة ويحل ما عداه.

واتفق الفقهاء أيضا على أن هذا التحديد فى النظر على اختلاف المذاهب مشروط بعدم النظر بشهوة، فإن كان بشهوة حرم.

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 30...... چھوٹے بچے کی پرورش کا سب سے پہلا حق اس کی والدہ کو حاصل ہوتا ہے، اور والدہ نہ ہو، یا کوئی عذر ہو، تو اس کے بعد دوسرے رشتہ داروں کو حاصل ہوتا ہے، جن کا ذکر رشتہ داروں سے متعلق متفرق مسائل واحکام کے ذیل میں آتا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 31...... اگر کوئی فوت ہو جائے، اور وہ اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کو زندہ چھوڑے، تو اس کے والدین اس کی میراث کے مستحق شمار ہوتے ہیں، جو کہ کسی صورت میں بھی میراث سے محروم نہیں ہوتے۔

پھر اگر کوئی مرد یا عورت یا لڑکا یا لڑکی فوت ہو جائے، تو اس فوت ہونے والے کی میراث میں سے ماں کو جو حصہ ملتا ہے، اس کی مختلف حالتیں ہیں۔

اگر فوت ہونے والے نے اپنی کوئی اولاد چھوڑی ہو، یا دو سے زائد بھائی بہنیں چھوڑی ہوں، تو والدہ کو اس کی فوت ہونے والی اولاد کی میراث میں چھٹا حصہ ملتا ہے۔

اور اگر فوت ہونے والے نہ تو کوئی اپنی اولاد چھوڑی ہو، اور نہ دو یا زیادہ بہن بھائی چھوڑے ہوں، تو والدہ کو میراث میں تہائی حصہ ملتا ہے۔

اور فوت ہونے والی عورت نے اپنے وارثوں میں صرف اپنا شوہر، اور ماں اور باپ کو چھوڑا ہو، تو اس صورت میں فوت ہونے والی عورت کے شوہر کا حصہ نکال کر باقی مال کا تیسرا حصہ، اس فوت ہونے والی عورت کی والدہ کو ملتا ہے۔

اسی طرح فوت ہونے والے مرد نے اپنے وارثوں میں صرف اپنی بیوی، اور ماں اور باپ کو

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

ویجوز للأم أن تسافر مع ولدها لأنه من أقوى المحارم لها، لقول النبى صلى الله عليه وسلم :لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر أن تسافر مسيرة يوم وليلة ليس معها حرمة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٦،ص ٢٥٨،مادة"أم")

[1] تثبت الحضانة للأم المسلمة اتفاقا ما لم يكن مانع، بل هى أولى من غيرها، وكذا الأم الكتابية -على خلاف وتفصيل فيها -وتجب عليها الحضانة إذا تعينت بألا يكون غيرها(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٦،ص ٢٥٩،مادة"أم")

www.idaraghufran.org

چھوڑا ہو، تو اس صورت میں فوت ہونے والے شخص کی بیوی کا حصہ نکال کر، باقی مال کا تیسرا حصہ، اس فوت ہونے والے شخص کی والدہ کو ملتا ہے۔ [1]

اور فوت ہونے والے کے والد کو میراث حاصل ہونے کے اعتبار سے یہ تفصیل ہے کہ فوت ہونے والے نے اپنی نرینہ اولاد چھوڑی، تو اس کے والد کو چھٹا حصہ ملتا ہے، اور باقی حصہ اولاد کو ملتا ہے، اور اگر نرینہ اولاد نہ ہو، تو والد کو چھٹے حصہ کے ساتھ باقی وارثوں سے بچا ہوا تمام حصہ بھی ملتا ہے، اور فوت ہونے والے کی کسی قسم کی اولاد نہ ہو، تو دیگر وارثوں کے حصے نکالنے کے بعد سارا مال والد کو ملتا ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر 32...... حنفیہ کے نزدیک بچہ کے مال کی ولایت کا حق پہلے والد کو حاصل ہوتا ہے، پھر والد کے مقرر کردہ وصی (یعنی جس کے ولی ہونے کی والد نے فوت ہونے سے پہلے

---

[1] للأم فی المیراث ثلاثة أحوال:

الأول :استحقاق السدس فرضا، وذلک إذا کان للمیت فرع وارث، أو اثنان من الإخوة والأخوات من أی جهة کانوا.

الثانی :استحقاق ثلث الترکة کلها فرضا، وذلک عند عدم الفرع الوارث أصلا، وعدم اثنین فأکثر من الإخوة والأخوات.

الثالث :استحقاق ثلث الباقی من الترکة، وذلک فی مسألتین:

أ -أن یکون الورثة زوجا وأما وأبا، فللأم ثلث الباقی بعد فرض الزوج، وهو یساوی هنا السدس.

ب -أن یکون الورثة زوجة وأما وأبا، فللأم ثلث الباقی بعد فرض الزوجة، وهو یساوی هنا الربع.

وقد سمی الفقهاء هاتین المسألتین بالغراوین أو العمریتین، لقضاء عمر رضی الله عنه فیهما بذلک

(الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۶،ص ۲۵۹،مادة"أم")

[2] للأب فی المیراث ثلاث حالات:

الأولی :أن یرث بطریق الفرض فقط، وذلک إذا کان للمیت فرع وارث مذکر، وهو الابن وابن الابن وإن نزل، ومیراثه فی هذه الحالة السدس.

الثانیة :أن یرث بالفرض وبالتعصیب معا، وذلک إذا کان للمیت فرع وارث مؤنث وهو البنت وبنت الابن مهما نزل أبوها.

وإنما ورث الأب بطریق الفرض أولا، ثم بطریق التعصیب، لأنه لو ورث بطریق التعصیب فقط لم یبق له شیء فی بعض الصور، فکان لا بد من أن یرث أولا بطریق الفرض حتی یضمن السدس.

الثالثة :أن یرث بطریق التعصیب فقط، وذلک إذا لم یکن للمیت فرع وارث مطلقا، فیأخذ الترکة کلها، أو الباقی منها بعد أصحاب الفروض (الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۳ص ۳۰، مادة "ارث")

www.idaraghufran.org

وصیت کی ہو) کو حاصل ہوتا ہے، پھر دادا کو حاصل ہوتا ہے، پھر قاضی کو حاصل ہوتا ہے۔ [1]

اور اکثر فقہائے کرام کے نزدیک ماں کو اپنے چھوٹے بچہ کے مال کی ولایت کا اختیار حاصل نہیں ہوتا۔

اور اسی طرح ماں کو اولاد کے نکاح کی ولایت حاصل نہیں ہوتی۔

البتہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جب رشتہ داروں میں کوئی مرد ولی نہ ہو، تو ماں کو نکاح میں ولی ہونے کا درجہ حاصل ہوجاتا ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر 33...... اگر والد یا والدہ اپنی اولاد کے مال کی چوری کرلے، تو حد کے طور پر والدین کے ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے، اور اسی طریقہ سے اگر کسی کا والد یا والدہ اپنی اولاد کو تہمت لگادے، تو والدین پر حدِ قذف جاری نہیں کی جائے گی۔ [3]

مسئلہ نمبر 34...... اگر والدین میں سے کوئی اپنی اولاد کو قتل کردے، تو والدین کو اولاد کے قصاص کے طور پر قتل نہیں کیا جائے گا۔

---

[1] والولاية على المال :بالنسبة للصغير القاصر :تثبت عند الحنفية على الترتيب التالى :الأب، ثم وصى الأب، ثم الجد، ثم القاضى، ثم وصى القاضى :وهو من يعينه القاضى (الفقه الاسلامى و ادلته للزحيلى، ج٤، ص ٢٩٨٦، القسم الثانى، الفصل الرابع، المبحث الشانى، المطلب الثانى، العنصر الثانى)

[2] يرى جمهور الفقهاء أنه لا ولاية للأم على مال الصغير؛ لأن الولاية ثبتت بالشرع فلم تثبت للأم كولاية النكاح، لكن يجوز أن يوصى إليها فتصير وصية بالإيصاء .
وفى رأى للشافعية -خلاف الأصح -وهو قول ذكره القاضى والشيخ تقى الدين بن تيمية من الحنابلة :تكون لها الولاية بعد الأب والجد، لأنها أكثر شفقة على الابن.
وكذلك لا ولاية لها فى النكاح عند الجمهور لأن المرأة لا تملك تزويج نفسها ولا غيرها، لقول النبى صلى الله عليه وسلم :لا تزوج المرأة المرأة ولا تزوج المرأة نفسها.
وعند أبى حنيفة وزفر والحسن وهو ظاهر الرواية عن أبى يوسف أنه تجوز ولاية الأم فى النكاح عند عدم العصبة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٦،ص ٢٦٠،مادة"أم")

[3] لا يقام حد السرقة على الأم إذا سرقت من مال ولدها .ولا تحد حد القذف أيضا إذا قذفت ولدها، وخلاف الراجح عند المالكية تحد ، وكذا لا يعزر الوالدان لحقوق الأولاد(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٦،ص ٢٦٠،مادة"أم")

www.idaraghufran.org

البتہ مناسب سزادی جائے گی۔ ؎۱

مسئلہ نمبر35...... والدہ یا والد کو اپنے چھوٹے بچوں کی اصلاح وتنبیہ کی غرض سے مناسب سزا دینا، یا اعتدال کے اندر رہتے ہوئے مار پیٹ کرنا جائز ہے۔ ؎۲

مسئلہ نمبر36...... اولاد کا اپنے والدین کی طرف سے حجِ بدل کرنا یا والدین کے ایصالِ ثواب کے لئے حج یا عمرہ یا طواف کرنا جائز ہے۔

بلکہ اولاد کو اپنے والدین کے لئے مختلف نیک اعمال کے ذریعہ ایصالِ ثواب کرنا جائز ہے، جس کی تفصیل پہلے ذکر کی جاچکی ہے۔ ؎۳

مسئلہ نمبر37...... اولاد کی طرف سے مسلمان والدین کے لئے دعاء کرنے سے والدین کو ثواب حاصل ہوتا ہے، خواہ والدین زندہ ہوں یا فوت ہوچکے ہوں۔ ؎۴

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَ عِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

؎۱ لا يقتص للقتيل من قبل أصوله، ومنهم الأم لحديث رسول الله صلى الله عليه وسلم :لا يقاد الوالد بولده .
ومثله بقية الأصول، ولأن الأصل سبب لإحياء الفرع، فمن المحال أن يستحق له إفناؤه.
وذهب المالكية إلى ما ذهب إليه جمهور العلماء ، إلا إذا قصد الأصل إزهاق روح الفرع، كأن يرمى عنق الفرع بالسيف، أو يضجعه ويذبحه(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٦، ص٢٦٠، مادة"أم")

؎۲ يجوز للأب والأم ضرب الصغير والمجنون زجرا لهما عن سيء الأخلاق وإصلاحا لهما (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٦،ص٢٦٠،مادة"أم")

؎۳ يجوز عند جمهور الفقهاء حج الولد عن والديه لحديث ابن عباس رضى الله عنهما أن امرأة من خثعم قالت " :يا رسول الله إن فريضة الله على عباده فى الحج أدركت أبى شيخا كبيرا لا يستطيع أن يثبت على الراحلة أفأحج عنه؟ قال :نعم (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٤٥،ص ١٩٦،مادة"ولد")

؎۴ دعاء الولد لوالده حيا أو ميتا يحصل ثوابه للوالد، لأن عمل ولده من جملة عمله لتسببه فى وجوده لحديث :إذا مات الإنسان انقطع عنه عمله إلا من ثلاثة :إلا من صدقة جارية، أو علم ينتفع به، أو ولد صالح يدعو له، حيث جعل دعاء الولد من عمل الوالد .قال الشرواني :أو لأن ثواب الدعاء المترتب عليه شرعا للولد، والوالد يحصل له ثواب فى الجملة لأنه سبب لصدور هذا العمل فى الجملة .(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٤٥،ص ١٩٩،مادة"ولد")

www.idaraghufran.org

(فصل نمبر 7)

بہن بھائیوں سے صلہ رحمی وحسنِ سلوک کی فضیلت واہمیت

احادیث میں والدین کے بعد بہن کو اور بھائی کو اور پھر درجہ بدرجہ دوسرے رشتہ داروں کو صلہ رحمی کے رشتوں میں ذکر کیا گیا ہے، کیونکہ انسان پیدائش کے فوراً بعد زوجین اور اولاد کے رشتوں سے منسلک ہونے کے بجائے بہن بھائیوں کے رشتہ سے منسلک ہوتا ہے۔

حضرت ابورمثہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

اِنْتَهَيْتُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: بَرَّ أُمَّكَ وَأَبَاكَ وَأُخْتَكَ وَأَخَاكَ ثُمَّ أَدْنَاكَ أَدْنَاكَ (مستدرک حاکم، رقم الحديث ۷۲۴۵، کتاب البر والصلة، مسند احمد، رقم الحديث ۱۷۴۹۵) [1]

ترجمہ: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، تو میں نے آپ سے سنا، آپ فرمارہے تھے کہ اپنی والدہ کے ساتھ اور اپنے والد کے ساتھ اور اپنی بہن اور بھائی کے ساتھ صلہ رحمی کیجئے، پھر جو آپ سے قریب تر (رشتہ دار) ہو، جو آپ سے قریب تر (رشتہ دار) ہو (اس کے ساتھ کیجئے) (حاکم؛ مسند احمد)

مطلب یہ ہے کہ پہلے والدہ کے ساتھ اور پھر والد کے ساتھ اور اس کے بعد بہن اور بھائی کے ساتھ اور پھر درجہ بدرجہ دوسرے قریبی رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنی چاہئے۔

حضرت کلیب بن منفعہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ:

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح (حاشية مسند احمد)

وقال الالباني:

أخرجه الحاكم وأحمد (۲/۲۲۶) وسنده صحيح (ارواء الغليل، تحت رقم الحديث ۳۸۷، باب زكاة الفطر)

www.idaraghufran.org

أَنَّهُ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ أَبَرُّ؟ قَالَ: أُمَّكَ، وَأَبَاكَ، وَأُخْتَكَ، وَأَخَاكَ، وَمَوْلَاكَ الَّذِيْ يَلِيْ ذَاكَ حَقٌّ وَاجِبٌ، وَرَحِمٌ مَوْصُوْلَةٌ (ابوداؤد) [1]

ترجمہ: وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں کس کے ساتھ حسنِ سلوک کروں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی والدہ کے ساتھ، اور اپنے والد کے ساتھ، اور اپنی بہن کے ساتھ، اور اپنے بھائی کے ساتھ، اور اپنے آزاد کرنے والے (یعنی آقا و مالک) کے ساتھ یہ ایک واجب حق ہے اور جس سے (بھی آپ کی) رشتہ داری ہے (اس سے بھی حسنِ سلوک کیجئے) (ابوداؤد؛ الادب المفرد)

حضرت اُسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَهُوَ يَقُوْلُ: أُمَّكَ وَأَبَاكَ، وَأُخْتَكَ وَأَخَاكَ، ثُمَّ أَدْنَاكَ (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۴۸۴) [2]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حجۃ الوداع کے موقع پر آپ کو یہ

---

[1] رقم الحديث ۵۱۴۰، كتاب الادب، باب فی بر الوالدين، الادب المفرد للبخاری، رقم الحديث ۴۷، باب وجوب وصلة الرحم.

قال شعيب الارنؤوط: حسن لغيره (حاشية سنن ابی داؤد)

وقال الصنعانی: رواه أبو داود ورجال إسناده لا بأس بهم وذكره البخاری فی "تاريخه الكبير تعليقًا (فتح الغفار الجامع لأحكام سنة نبينا المختار، للصنعانی، تحت رقم الحديث ۴۶۹۷، ابواب النفقات، باب النفقة على الأقارب ومن يقدم منهم)

وقال الالبانی: أخرجه البخاری فی "الأدب المفرد (۴۷) "وأبو داود (۵۱۴۰) ورجاله ثقات غير كليب هذا ,فلم يوثقه غير ابن حبان ,وفی "التقريب "أنه مقبول (ارواء الغليل، تحت رقم الحديث ۸۳۷، باب زكاة الفطر)

[2] قال الهيثمی: رواه الطبرانی، ورجاله رجال الصحيح غير عبد الله بن أحمد بن حنبل وهو ثقة ثبت (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث [illegible]، كتاب البر والصلة، باب ما جاء فی البر وحق الوالدين)

www.idaraghufran.org

فرماتے ہوئے سنا کہ اپنی والدہ اور اپنے والد اور اپنی بہن، اور اپنے بھائی کے ساتھ، پھر جو آپ کے قریب تر (رشتہ دار) ہو، اُس کے ساتھ (صلہ رحمی اور نیک سلوک کیجئے) (طبرانی)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْيَدُ الْعُلْيَا أَفْضَلُ مِنَ الْيَدِ السُّفْلٰى، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ، أُمَّکَ وَأَبَاکَ، وَأُخْتَکَ وَأَخَاکَ، وَأَدْنَاکَ فَأَدْنَاکَ (المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ١٠٤٠٥) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اوپر (یعنی خرچ کرنے) والا ہاتھ افضل ہے، نیچے (یعنی لینے والے) ہاتھ سے، اور آپ (خرچ کرنے کی) ابتداء اُن لوگوں سے کریں، جن کی آپ کفالت کرتے ہوں، اپنی والدہ اور اپنے والد اور اپنی بہن اور اپنے بھائی کے ساتھ، اور پھر جو (رشتہ دار) آپ کے قریب تر ہوں، پھر جو آپ سے قریب تر ہوں (طبرانی)

اور حضرت طارق محاربی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ، فَإِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ يَخْطُبُ النَّاسَ وَهُوَ يَقُوْلُ: يَدُ الْمُعْطِي الْعُلْيَا، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ. أُمَّکَ وَأَبَاکَ، وَأُخْتَکَ وَأَخَاکَ، وَأَدْنَاکَ أَدْنَاکَ (صحيح ابن حبان) [2]

---

[1] قال الهيثمى: رواه الطبرانى فى الكبير، وإسناده حسن (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٤٦٦٤، باب فى نفقة الرجل على نفسه وأهله وغير ذلک)

[2] رقم الحديث ٣٣٤١، كتاب الزكاة، باب صدقة التطوع، ذكر البيان بأن على المرء إذا أراد الصدقة بأنه يبدأ بالأدنى فالأدنى منه دون الأبعد فالأبعد عنه، مستدرک حاکم، رقم الحديث ٤٢١٩.

قال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد و لم يخرجاه.

وقال الذهبى فى التلخيص: صحيح.

وقال شعيب الأرنؤوط: إسناده صحيح (ابن حبان بحوالہ بالا)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: میں مدینہ میں آیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوکر لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے، اور آپ فرما رہے تھے کہ دینے والے کا ہاتھ اوپر (یعنی بلند اور عزت وشرف اور فضیلت والا) ہے، اور آپ (خرچ کرنے کی) ابتداء اُن لوگوں سے کریں، جن کی آپ کفالت کرتے ہیں، اپنی والدہ اور اپنے والد اور اپنی بہن اور اپنے بھائی کے ساتھ، اور پھر جو (رشتہ دار) آپ کے قریب تر ہوں، پھر جو آپ سے قریب تر ہوں (ابنِ حبان، حاکم)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ والدین کے بعد صلہ رحمی میں بہن، بھائیوں کا درجہ ہے۔

ملحوظ رہے کہ بعض روایات میں بڑے بھائی کے درجہ کو والد کے مثل قرار دیا گیا ہے۔ [1]

مگر ان روایات کی سند کو بعض محدثین واہلِ علم حضرات نے ضعیف قرار دیا ہے۔ [2]

---

[1] عن سعيد بن عمرو بن سعيد بن العاص، عن أبيه، عن جده، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :حق كبير الإخوة على صغيرهم حق الوالد على ولده (شعب الايمان للبيهقى، رقم الحديث ٧٥٥٣، بر الوالدين؛ المراسيل لابى داوٗد، رقم الحديث ٤٨٧)

عن عطاء ، عن أبى هريرة، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :حق كبير الأخوة على صغيرهم، كحق الوالد على ولده(تاريخ اصبهان، ج ١، ص ١٥٨، تحت ترجمة أحمد بن محمد بن إبراهيم بن حكيم أبو عمرو الأبرش)

[2] قال العراقى:

حديث حق كبير الإخوة على صغيرهم كحق الوالد على ولده.

أخرجه أبو الشيخ ابن حبان فى كتاب الثواب من حديث أبى هريرة ورواه أبو داود فى المراسيل من رواية سعيد بن عمر وبن العاص مرسلا ووصله صاحب مسند الفردوس فقال عن سعيد بن عمرو بن سعيد بن العاص عن أبيه عن جده سعيد بن العاص وإسناده ضعيف (تخريج أحاديث الإحياء، ص ٦٨٣، كتاب آداب الصحبة، الباب الثالث :فى حقوق المسلم والرحم والجوار،الأخبار الواردة فى حقوق المسلم على المسلم)

وقال الالبانى:

حق كبير الإخوة على صغيرهم، كحق الوالد على ولده ."ضعيف.رواه أبو نعيم فى " أخبار أصبهان(١/١٢٢) "عن أحمد بن محمد بن إبراهيم :حدثنا محمد بن مشكان حدثنا عبد الرحمن بن أيوب حدثنا الوليد بن مسلم عن الأوزاعى عن عطاء عن أبى

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

www.idaraghufran.org

اورمرد کے مقابلہ میں عورت کیونکہ ''صنفِ نازک'' ہوتی ہے، اس لئے بھائی کے مقابلہ میں بہن کے ساتھ صلہ رحمی کی بطورِ خاص فضیلت واہمیت ہے۔

چنانچہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ كَانَتْ لَهُ أُخْتَانِ، فَأَحْسَنَ

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾هريرة مرفوعا . أورده في ترجمة أحمد هذا،ويكنى أبا عمرو الأبرش، وقال " :توفي في جمادى الآخرة سنة ثلاث وثلاثين وثلاثمائة، كان أديبا فاضلا حسن المعرفة بالحديث ."قلت :ومحمد بن مشكان لم أعرفه .وعبد الرحمن بن أيوب، لعله السكوني الذي يروي عن العطاف بن خالد،قال الذهبي في "الضعفاء :" "ضعيف ."وقد خالفه داود بن رشيد الثقة، فقال :حدثنا الوليد بن مسلم عن محمد بن السائب البكري قال :سمعت سعيد بن عمرو بن سعيد بن العاص عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :فذكره .قلت :وهذا مرسل ، ومحمد بن السائب البكري لم أعرفه، لكني أخشى أن يكون (البكري) محرفا من)الكلبي) ، فإن محمد بن السائب الكلبي من هذه الطبقة، فإن يكن هو، فهو كذاب.ثم رجعت إلى "مراسيل أبي داود " المخطوطة (ق ١/٢٥) فرأيت الحديث قد سقط طرف إسناده الأول، وبقي منه قوله ": حدثنا محمد بن السائب البكري عن أبيه عن سعيد بن عمرو ." ..فزاد في السند ": عن أبيه ."فانكشفت لي علته، وتحقق ما خشيته من التحريف، وتبين أن (البكري) مصحف من (النكري) ، فقد قال الذهبي في "الميزان " :"السائب النكري والد محمد، لا يعرف ."وأقره الحافظ في "التهذيب "، وصرح في "التقريب "بأنه ": مجهول ." وأشار فيهما إلى أنه من رجال أبي داود في "المراسيل ."ثم رجعت إلى ترجمة محمد بن السائب النكري في "الميزان "، فإذا به يقول " :شويخ للوليد بن مسلم، قال الأزدي :يتكلمون فيه، وقال الخطيب :هو الكلبي، وقد غلط من جعلهما اثنين ." قلت :كأنه يشير إلى ابن حبان، فإنه أورد هذا في "الثقات (٧/٤٣٥)"وأورد الكلبي في "الضعفاء "، انظر ما علقته عليه في كتابي الجديد "تيسير الانتفاع ." والحديث قال العراقي في "تخريج الإحياء(٢/١٩٥) """رواه أبو الشيخ في "كتاب الثواب "من حديث أبي هريرة، ورواه أبو داود في "المراسيل "من رواية سعيد بن عمرو بن العاص مرسلا، ووصله صاحب "مسند الفردوس "فقال :عن سعيد بن عمرو بن سعيد بن العاص عن أبيه عن جده سعيد بن العاص، وإسناده ضعيف ."قلت: ووصله البيهقي أيضا في "شعب الإيمان "كما في "المشكاة (٤٩٤٦)"ثم رأيت الحديث في "مسند الفردوس(٢/٨٧-٨٨) "فإذا هو من طريق البكري المذكور، والظاهر أن البيهقي رواه من طريقه (سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة وأثرها السيء في الأمة، تحت رقم الحديث ١٨٦٨)

www.idaraghufran.org

صُحْبَتَهُمَا مَا صَحِبَتَاهُ، دَخَلَ بِهِمَا الْجَنَّةَ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۱۰۴) ؎١

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس آدمی کی دو بہنیں ہوں اور وہ جب تک اس کے پاس رہیں، ان سے اچھا سلوک کرتا رہے تو وہ ان دونوں (بہنوں) کی برکت سے جنت میں داخل ہوجائے گا (مسنداحمد)

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كُنَّ لَهُ ثَلَاثُ بَنَاتٍ أَوْ ثَلَاثُ أَخَوَاتٍ، أَوْ بِنْتَانِ أَوْ أُخْتَانِ، اِتَّقَى اللّٰهَ فِيهِنَّ، وَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ حَتّٰى يَبِنَّ أَوْ يَمُتْنَ، كُنَّ لَهُ حِجَابًا مِّنَ النَّارِ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۳۹۹۱) ؎٢

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس آدمی کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں، یا دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہوں، وہ ان کے معاملے میں اللہ سے ڈرے اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے، یہاں تک کہ وہ (نکاح وغیرہ ہوجانے کی وجہ سے) (اس کی کفالت سے) بے نیاز ہوجائیں یا وہ فوت ہوجائیں تو وہ اس کے لئے جہنم کی آگ سے رکاوٹ بن جائیں گی (مسنداحمد)

حضرت انس یا کسی اور صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ عَالَ ابْنَتَيْنِ أَوْ ثَلَاثَ بَنَاتٍ، أَوْ أُخْتَيْنِ أَوْ ثَلَاثَ أَخَوَاتٍ، حَتّٰى يَبِنَّ أَوْ يَمُوتَ عَنْهُنَّ، كُنْتُ أَنَا وَهُوَ كَهَاتَيْنِ وَأَشَارَ بِأُصْبُعَيْهِ السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى (مسند احمد، رقم

؎١ قال شعيب الارنؤوط: حسن بشواهده (حاشية مسند احمد)

؎٢ قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

الحدیث ۱۲۴۹۸) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے دو بیٹیوں یا تین بیٹیوں کی کفالت کی یا دو بہنوں یا تین بہنوں کی کفالت کی، یہاں تک کہ وہ (اس کی کفالت سے) بے نیاز ہوگئیں (یعنی اُن کا نکاح ہوگیا یا وہ فوت ہوگئیں) یا وہ (کفالت کرنے والا) آدمی خود اُن کو چھوڑ کر فوت ہوگیا، تو میں (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم) اور وہ آدمی (جنت میں) اس طرح سے قریب قریب ہوں گے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شہادت کی انگلی اور اس کے ساتھ والی اُنگلی سے اشارہ کرکے بتلایا (مسند احمد)

اس قسم کی احادیث سے معلوم ہوا کہ بہنوں کی کفالت وغیرہ کے ذریعہ سے اُن کے ساتھ صلہ رحمی کرکے عظیم الشان فضائل حاصل کیے جاسکتے ہیں۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَتَى رَجُلٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ: إِنَّ أُخْتِيْ قَدْ نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ، وَإِنَّهَا مَاتَتْ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ كَانَ عَلَيْهَا دَيْنٌ أَكُنْتَ قَاضِيَهُ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَاقْضِ اللّٰهَ، فَهُوَ أَحَقُّ بِالْقَضَاءِ (بخاری) [2]

ترجمہ: ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے عرض کیا کہ میری بہن نے حج کرنے کی نذر (ومنت) مانی تھی، اور وہ فوت ہوگئی ہے (اب ان کی نذر ومنت کا کیا کروں؟) تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر آپ کی بہن پر قرض ہوتا تو کیا آپ اسے ادا کرتے، اُس آدمی نے عرض کیا کہ بے شک؛ تو نبی

---

[1] قال شعیب الارنؤوط:
إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية مسند احمد)

[2] رقم الحديث ٦٦٩٩ كتاب الأيمان والنذور، باب من مات وعليه نذر.

www.idaraghufran.org

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (یہ حج کی نذر ومنت اللہ کا حق ہے) آپ اللہ کے حق کو ادا کیجئے، کیونکہ اللہ تو (اپنے حق کی) ادائیگی کا زیادہ مستحق ہے (بخاری)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ رَجُلًا يَقُوْلُ: لَبَّيْكَ عَنْ شُبْرُمَةَ، قَالَ: مَنْ شُبْرُمَةُ؟ قَالَ: أَخٌ لِيْ - أَوْ قَرِيْبٌ لِيْ - قَالَ: حَجَجْتَ عَنْ نَفْسِكَ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: حُجَّ عَنْ نَفْسِكَ ثُمَّ حُجَّ عَنْ شُبْرُمَةَ (ابوداؤد) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے اللہ! شبرمہ کی طرف سے لبیک، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شبرمہ کون ہے؟

اُس نے عرض کیا کہ میرا بھائی ہے یا (یہ کہا کہ) کہ میرا عزیز ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا آپ نے اپنا حج کرلیا ہے؟ تو اُس نے عرض کیا کہ نہیں؛ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلے اپنا حج کیجئے، پھر آپ (اپنے بھائی) شبرمہ کی طرف سے حج کیجئے (ابوداؤد)

معلوم ہوا کہ بہن بھائی کے فوت ہونے کے بعد بھی ان کی عبادت کی نذر ومنت کو پورا کرنا اور اپنے فرائض پورے کرنے کے بعد اُن کے لئے حج وغیرہ کی شکل میں نیک اعمال کرکے ایصالِ ثواب کرنا چاہئے، لیکن ایسا نہیں کرنا چاہئے کہ اپنے ذمہ کے فرائض اور واجبات چھوڑ کر دوسروں کو ایصالِ ثواب کرنا شروع کردیا جائے۔

خلاصہ یہ کہ بہن بھائیوں کے ساتھ صلہ رحمی کرنے کی بھی اسلام میں بڑی فضیلت ہے۔

لہٰذا بہن بھائیوں کے ساتھ بھی ان کی زندگی میں صلہ رحمی کرکے اور ان کے فوت ہونے کے بعد ان کے لئے نیک عمل کرکے عظیم ثواب کو حاصل کرنا چاہئے، اور بطورِ خاص بہنوں کے ساتھ صلہ رحمی کرنی چاہئے۔

---

[1] رقم الحديث ١٨١١، كتاب المناسك، باب الرجل يحج عن غيره.
قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية سنن ابى داؤد)

www.idaraghufran.org

(فصل نمبر8)

بہن، بھائیوں سے متعلق مسائل واحکام

احادیث وروایات میں مذکور بہن بھائیوں کے ساتھ صلہ رحمی کی فضیلت واہمیت کے بعد بہن بھائیوں سے متعلق چند اہم مسائل ذیل میں ملاحظہ فرمائیے۔

مسئلہ نمبر1...... بہن بھائیوں کو ایک دوسرے کے ساتھ صلہ رحمی اور حسنِ سلوک کرنا چاہئے، اور ایک دوسرے کے ساتھ قطع رحمی اور بدسلوکی سے بچنا چاہئے، جس میں لڑائی، جھگڑا، قطع تعلقی اور ایذاء رسانی وغیرہ جیسی سب چیزیں داخل ہیں۔

مسئلہ نمبر2...... بھائی کا رشتہ یا تو والدین میں سے دونوں کی طرف سے ہوتا ہے، جس کو عربی زبان میں ''عینی بھائی'' یا ''شقیق'' کہا جاتا ہے، اور اردو زبان میں اس کو ''سگا بھائی'' کہا جاتا ہے۔

یا بھائی ہونے کا رشتہ صرف والد کی طرف سے ہوتا ہے، جس کو عربی زبان میں ''علاتی بھائی'' کہا جاتا ہے، اور اردو زبان میں اس کو ''باپ شریک بھائی'' کہا جاتا ہے۔

یا بھائی ہونے کا رشتہ صرف والدہ کی طرف سے ہوتا ہے، جس کو عربی زبان میں ''اخیافی بھائی'' کہا جاتا ہے، اور اردو زبان میں اس کو ''ماں شریک بھائی'' کہا جاتا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر3...... عینی اور علاتی اور اخیافی یعنی سگا بھائی، باپ شریک بھائی اور ماں شریک

---

[1] اور رضاعی بھائی کا حکم ''رضاعت کے بیان'' میں الگ سے ذکر کردیا گیا ہے۔

الأخ لغة من ولده أبوک وأمک، أو أحدهما .فإن كانت الولادة لأبوين فهو الشقيق، ويقال للأشقاء الإخوة الأعيان .وإن كانت الولادة من الأب فهو الأخ لأب، ويقال للإخوة والأخوات لأب أولاد علات .وإن كانت الولادة من الأم فهو الأخ لأم، ويقال للإخوة والأخوات لأم :الأخياف.

والأخ من الرضاع هو من أرضعتک أمه، أو أرضعته أمک، أو أرضعتک وإياه امرأة واحدة، أو أرضعت أنت وهو من لبن رجل واحد، كرجل له امرأتان لهما منه لبن، أرضعتک إحداهما وأرضعته الأخرى (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢، ص ٢٥١، مادة''أخ'')

www.idaraghufran.org

بھائی یہ سب بہن کے لئے محرَم شمار ہوتے ہیں۔

البتہ جو بھائی ان تینوں قسم سے خارج ہو، اور نہ ہی اس سے رضاعت کے بھائی ہونے کا تعلق ہو، وہ محرم شمار نہیں ہوتا، جس کا حکم آگے رضاعت کے بیان میں آتا ہے۔

چنانچہ اگر کسی کو منہ بولا بھائی بنالیا ہو، یا کسی کے والد نے کسی دوسری ایسی عورت سے نکاح کیا ہو کہ جس کے یہاں پہلے سے کسی دوسرے شوہر سے اولاد ہے، اور اس کے اس شوہر نے طلاق دے دی تھی، یا وہ فوت ہو گیا تھا، تو اس عورت کی سابق شوہر سے اولاد بعد والے شوہر کی کسی دوسری بیوی کی اولاد کے لئے محرم شمار نہیں ہوتی، اور اسی وجہ سے ان کا باہم نکاح بھی جائز ہوتا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 4...... بھائی خواہ کسی بھی قسم کا ہو، یعنی عینی یا علاتی یا اخیافی، بہر حال اس کی بہن اپنے مال کی زکاۃ اپنے بھائی کو دے سکتی ہے، جب کہ اس کا بھائی غریب اور زکاۃ کا مستحق ہو۔ [2]

مسئلہ نمبر 5...... اگر کوئی مرد یا عورت فوت ہوئی، اور اس نے وارثوں میں اپنا والد یا بیٹا چھوڑا، تو اس صورت میں فوت ہونے والے کا بھائی اس کی میراث کا مستحق شمار نہیں ہوگا، خواہ وہ سگا بھائی ہی کیوں نہ ہو۔ [3]

---

[1] چنانچہ اگر ایک شخص کا کسی عورت سے نکاح ہوا، اور اس مرد کی دوسری بیوی کے بطن سے پیدا شدہ بیٹے کا نکاح اس ہونے والی بیوی کی اس بیٹی کے ساتھ ہوا کہ جس کا باپ کوئی اور ہے، تو اس طرح کا نکاح جائز ہوگا۔

[2] المذاهب الأربعة على أنه يجوز دفع الزكاة إلى الأخ بأنواعه، غير أن الحنابلة جعلوا ذلك في حالة عدم إرثه .فإن كان وارثا فلا يجزء دفعها إليه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢، ص ٢٥١ ، مادة"أخ")

[3] وفي الميراث يحجب الأخ بأنواعه بالأب وبالفرع الوارث الذكر باتفاق، وكذلك يحجب الأخ لأم بالجد والفرع الوارث ولو أنثى .أما الأخ الشقيق أو لأب فإن كلا منهما يرث مع الجد عند أغلب الفقهاء، وكذلك مع الفرع الوارث المؤنث والأخ لأب مع الجد والأخ الشقيق يحسب على الجد أي يعد ليقل نصيب الجد، ونصيبه للأخ الشقيق ولا يشارك الأخ غير شقيقه من الإخوة إلا في المسألة الحجرية .(ر :الحجرية).

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

مسئلہ نمبر 6......جس طرح بھائی تین قسم کے ہوتے ہیں، اسی طریقہ سے بہنیں بھی تین قسم کی ہوتی ہیں۔

چنانچہ بہن ہونے کا رشتہ اگر والدین میں سے دونوں کی طرف سے ہو، اس کو عربی زبان میں ''عینی بہن'' یا ''شقیقہ'' کہا جاتا ہے، اور اردو زبان میں اس کو ''سگی بہن'' کہا جاتا ہے۔

اور اگر بہن ہونے کا رشتہ صرف والد کی طرف سے ہو، تو اس کو عربی زبان میں ''علاتی بہن'' کہا جاتا ہے، اور اردو زبان میں اس کو ''باپ شریک بہن'' کہا جاتا ہے۔

اور اگر بہن ہونے کا رشتہ صرف والدہ کی طرف سے ہو، تو اس کو عربی زبان میں ''اخیافی بہن'' کہا جاتا ہے، اور اردو زبان میں اس کو ''ماں شریک بہن'' کہا جاتا ہے۔

اور رضاعی بہن کا حکم ''رضاعت کے بیان'' میں الگ سے ذکر کردیا گیا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 7......بہن ذی رحم محرم میں شمار کی جاتی ہے، جس سے انسان کا پردہ نہیں ہوتا، اور

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وجهة الأخوة تتفاوت من حيث قوة القرابة، فالشقيق يقدم على غيره، لكن يسوى بين الأخ لأب والأخ لأم فى الوصية لأقرب الأقارب عند الشافعية والحنابلة .ويقدم الذى لأب على الأخ لأم عند المالكية ، وهو ما يفهم من قواعد الحنفية، إذ قاسوا الوصية على الإرث (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢، ص ٢٥٢، مادة"أخ")

[1] الأخت هى :من ولدها أبوك وأمك أو أحدهما .وقد يطلق أيضا على الأخت من الرضاع بقرينة قولية أو حالية .ولا يخرج الاستعمال الشرعى عن الاستعمال اللغوى .والأخت من الرضاع عند الفقهاء هى :من أرضعتك أمها، أو أرضعتها أمك، أو أرضعتك وإياها امرأة واحدة، أو أرضعت أنت وهى من لبن رجل واحد، كرجل له امرأتان لهما منه لبن، أرضعتك إحداهما وأرضعتها الأخرى .

والأخت إن كانت من الأب والأم يقال لها :الأخت الشقيقة، وإن كانت من الأب فقط يقال لها: الأخت لأب، وإن كانت من الأم فقط يقال لها :الأخت لأم .وأختك لأم من الرضاعة هى :من أرضعتها أمك بلبن من زوج غير أبيك، أو رضعت أنت من أمها بلبن غير أبيها، أو رضعت أنت وهى من امرأة أجنبية عنكما لكن بلبن من زوجين مختلفين.

ويعبر الفقهاء عن الإخوة والأخوات الشقيقات بأولاد الأبوين، والإخوة الأعيان، وعن الإخوة والأخوات لأب بأولاد الأب وأولاد العلات، وعن الإخوة والأخوات لأم بأولاد الأم، والإخوة الأخياف (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢، ص ٢٥٤ و ٢٥٥، مادة "أخت")

www.idaraghufran.org

اس سے نکاح کرنا حرام ہوتا ہے، جیسا کہ بھائی کے بیان میں بھی گزرا۔ [1]

مسئلہ نمبر 8...... حنفیہ کے نزدیک بہن اور دوسری محرم عورت کے سر، چہرہ، بال، سینہ، پنڈلی، بازو وغیرہ کو دیکھنا جائز ہے، جبکہ شہوت کا خوف نہ ہو۔

اور مذکورہ اعضاء کے علاوہ باقی اعضاء کا پردہ ہے۔

اور شافعیہ کے نزدیک بہن اور دوسری محرم عورت کی ناف سے گھٹنوں تک کے علاوہ باقی جسم کو دیکھنا جائز ہے۔

اور بعض فقہائے کرام کے نزدیک بہن اور دوسری مَحرم عورت کے چہرہ اور گردن اور ہاتھ اور پاؤں اور سر اور پنڈلی کو دیکھنا جائز ہے، اور شہوت سے نہ دیکھنے کی قید سب کے نزدیک ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر 9...... بہن اور دوسری محرم عورت کے جن اعضاء کا دیکھنا جائز ہے، ان کو چھونا بھی جائز ہے، بشرطیکہ شہوت کا خطرہ نہ ہو، اور جن اعضاء کو دیکھنا جائز نہیں، ان کو چھونا بھی جائز نہیں۔ [3]

---

[1] الأخت من ذوى الرحم المحرم .وتأخذ حكم ذى الرحم المحرم فى وجوب الصلة، وفى جواز النظر وما فى حكمه، وفى حرمة النكاح، والجمع بين المحارم بنكاح أو ملك يمين، وفى النفقة، وفى تغليظ الدية، واستحقاق العتق إذا ملكها أخوها أو أختها .غير أنها قد تختص ببعض الأحكام دون بعض الأقارب(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢،ص٢٥٥،مادة "أخت")

[2] الرحم غير المحرم كالأجنبى فى النظر واللمس والخلوة (ر :أجنبى).

أما المحارم من الأرحام فللفقهاء فى نظر الرجال إلى النساء -ما لم يكن بشهوة -ثلاثة آراء :

أ -جواز النظر إلى جميع بدن المرأة، عدا ما بين السرة والركبة، وهو قول الشافعية، وللحنابلة فيه قول ضعيف .

ب -جواز النظر إلى الذراعين والشعر وما فوق النحر، وأطراف القدمين وهو قول المالكية .

ج -جواز النظر إلى الوجه والرقبة واليد والقدم والرأس والساق، وهو رأى الحنابلة ، ويكره عندهم النظر إلى الساق والصدر للتوقى لا للتحريم.

د -جواز النظر إلى الرأس والوجه والصدر والساق والعضد وهو رأى الحنفية (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣ص ٨٩، مادة "ارحام")

[3] أما بالنسبة لما يحرم على المرأة من الرجل فهو ما بين السرة والركبة .ولكل من المالكية والحنابلة قول آخر، هو الصحيح عندهما، أنها لا يجوز أن تنظر منه إلا ما يجوز للرجل أن ينظر إليه

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 10...... اگر کسی کی بہن غریب ہو، اور زکاۃ کی مستحق ہو، تو اس کو بھائی کا اپنے مال کی زکاۃ دینا جائز ہوتا ہے۔ ؎۱

مسئلہ نمبر 11...... حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک ضرورت مند ہونے کی صورت میں بہن اور بھائی کا نفقہ بھی ذمہ میں واجب ہوتا ہے، جبکہ مالکیہ اور شوافع کے نزدیک بہن بھائی کا نفقہ واجب نہیں۔

مسئلہ نمبر 12...... جس طرح فوت ہونے والا اگر اپنا والد یا بیٹا چھوڑ کر فوت ہو، تو اس صورت میں فوت ہونے والے کا بھائی اس کے مال کا وارث شمار نہیں ہوتا، اسی طرح بہن بھی وارث شمار نہیں ہوتی۔ ؎۲

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

من ذوات المحارم، ويجوز النظر إلى ما دون ذلک .
وكل ما حرم نظره حرم مسه، لأنه أبلغ في اللذة .وتجوز الخلوة بالمحارم باتفاق (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣ص٩٠، مادة"ارحام")
مس ذوات المحارم:
ذهب الفقهاء إلى أن ما يجوز النظر إليه من المحرم يجوز مسه إذا أمنت الشهوة، لما روى أن رسول الله صلى الله عليه وسلم :كان إذا قدم من سفر قبل ابنته فاطمة رضى الله تعالى عنها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٦، ص٢٠٤، مادة "محرم")

؎۱ فالزكاة يجزء دفعها للأخت باتفاق -غير أن البعض اشترط لذلک عدم إرثها بالفعل -وقد لا يجزء دفعها لبعض المحارم كالبنت (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢،ص٢٥٥،مادة "أخت")

؎۲ وفى الإرث تحجب الأخت بما يحجب الأخ، فهى بأنواعها تحجب بالأب وبالفرع الوارث الذكر، وكذلک تحجب الأخت لأم بالجد .
والأخت لأبوين أو لأب ترث بالفرض، أو بالتعصيب، بخلاف الأخت لأم فإنها لا ترث إلا الفرض .
ولا تكون الأخت عصبة بنفسها، بل بالغير أو مع الغير، ولا تحجب غيرها ممن هو أضعف منها إن كانت ذات فرض.
.وفى الحضانة تقدم الأخت على الأخ، وتؤخر عن الأم باتفاق، وتؤخر كذلک عن الأب عند غير الحنفية .
والأخت لأم كسائر الأخوات النسبية فى الأحكام، إلا فى الميراث، فهى لا ترث إلا بالفرض، ولا ترث بالتعصيب، وهى مع أخيها الذكر من ولد الأم -على التساوى، تأخذ مثله .وتحجب بالفرع الوارث مطلقا والأصل الوارث المذكر كالأب والجد (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢، ص٢٥٥، مادة "أخت")

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 13...... بعض فقہاء کے نزدیک صلہ رحمی کے معاملات میں والد کی موت کے بعد بڑے بھائی کا درجہ ہے، اور اسی طریقہ سے والدین کے بعد دادا اور دادی کا درجہ ہے، اور صلہ رحمی کے معاملات میں بڑی بہن اور خالہ کا درجہ ماں کے قریب ہے۔ [1]

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

---

[1] ذهب الحنفية -فى قول لهم -إلى أن الأخ الأكبر كالأب بعد موته فى حكم الصلة، وكذا الجد، وإن علا، والأخت الكبيرة، والخالة كالأم فى الصلة .وقريب من الحنفية ما اختاره الزركشى من الشافعية بالنسبة للعم والخالة، إذ يجعل العم بمثابة الأب، والخالة بمثابة الأم، لما صح فى الحديث أن الخالة بمنزلة الأم، وأن عم الرجل صنو أبيه .

لكن كلام الزركشى مخالف لأئمة الشافعية، لأن الوالدين اختصا من الرعاية والاحترام والإحسان بأمر عظيم جدا وغاية رفيعة لم يصل إليها أحد من بقية الأرحام، وأجابوا عما صح فى الحديث بأنه يكفى التشابه فى أمر ما كالحضانة بالنسبة للخالة والأم، والإكرام بالنسبة للأب والعم(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣، ص ٨٣، مادة "أرحام")

www.idaraghufran.org

(فصل نمبر 9)

اولاد سے صلہ رحمی وحسنِ سلوک کی فضیلت واہمیت

اولاد انسان کے لئے بڑی نعمت ہے، اور اولاد کی شکل میں انسان کا مختلف صورتوں سے امتحان لیا جاتا اور آزمائش کی جاتی ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاعْلَمُوْا أَنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَّأَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ أَجْرٌ عَظِيْمٌ

(سورة الأنفال، رقم الآية ۲۸)

ترجمہ: اور جان لو! بس تمہارے مال اور تمہاری اولاد فتنہ (وآزمائش) ہے، اور بے شک اللہ کے پاس اجرِ عظیم ہے (سورہ انفال)

اور سورہ تغابن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ أَجْرٌ عَظِيْمٌ (سورة التغابن، رقم الآية ۱۵)

ترجمہ: بس تمہارے مال اور تمہاری اولاد فتنہ (وآزمائش) ہے، اور اللہ کے پاس اجرِ عظیم ہے (سورہ تغابن)

اور احادیث میں اولاد کے فتنہ وآزمائش ہونے کی تشریح اور مختلف صورتوں کا ذکر آیا ہے۔

چنانچہ حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَدِمْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ وَفْدِ كِنْدَةَ، فَقَالَ لِيْ: هَلْ لَكَ مِنْ وَلَدٍ؟ قُلْتُ: غُلَامٌ وُلِدَ لِيْ فِيْ مَخْرَجِيْ إِلَيْكَ مِنَ ابْنَةِ جَمْدٍ، وَلَوَدِدْتُ أَنَّ مَكَانَهٗ شَبِعَ الْقَوْمُ، قَالَ: لَا تَقُوْلَنَّ ذٰلِكَ،

www.idaraghufran.org

فَإِنَّ فِيهِمْ قُرَّةَ عَيْنٍ وَأَجْرًا إِذَا قُبِضُوا، ثُمَّ لَئِنْ قُلْتَ ذَاكَ، إِنَّهُمْ لَمَجْبَنَةٌ مَحْزَنَةٌ، إِنَّهُمْ لَمَجْبَنَةٌ مَحْزَنَةٌ (مسند احمد، رقم الحديث ٢١٨٤٠) ؎

ترجمہ: میں کندہ کے وفد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ کیا تمہاری کوئی اولاد ہے؟ میں نے عرض کیا کہ جب میں آپ کی طرف نکل رہا تھا، تو (میری بیوی) بنتِ جمد سے میرے یہاں ایک بیٹا پیدا ہوا، میری تو خواہش تھی کہ اس کے بجائے لوگ ہی سیراب ہو جاتے (یعنی بیٹے کے بجائے لوگوں کی ضرورت کی اشیاء مل جاتیں) تو بہت اچھا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسے ہرگز مت کہو، کیونکہ اولاد آنکھوں کی ٹھنڈک ہوتی ہے اور اگر فوت ہو جائے تو اجر وثواب کا ذریعہ ہوتی ہے، البتہ اگر کچھ کہنا ہی ہے، تو یوں کہو کہ اولاد بزدلی کا اور غم کا سبب بن جاتی ہے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ دو مرتبہ فرمایا) (مسند احمد)

اور حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

وُلِدَ لِيْ غُلَامٌ فَبُشِّرْتُ بِهِ وَأَنَا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: وَدِدْتُ لَكُمْ مَكَانَهُ قَصْعَةً مِنْ خُبْزٍ وَلَحْمٍ. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنْ قُلْتَ ذَاكَ إِنَّهُمْ لَمَبْخَلَةٌ مَجْبَنَةٌ مَحْزَنَةٌ وَإِنَّهُمْ لَثَمَرَةُ الْقُلُوبِ وَقُرَّةُ الْعَيْنِ (مستدرک حاکم، رقم الحديث ٧٥٩٦، كتاب الذبائح) ؎

ترجمہ: میرے یہاں ایک بیٹا پیدا ہوا، جس کی مجھے خوشخبری سنائی گئی، اور میں اس

؎ قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح (حاشية مسند احمد)

؎ قال الحاكم: هذا حديث صحى على شرط الشيخين ولم يخرجاه.

وقال الذهبي في التلخيص: على شرط البخاري ومسلم

www.idaraghufran.org

وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا، تو میں نے کہا کہ اس کے بجائے تمہارے لئے روٹی اور گوشت کی دیگ ہوتی، تو بہتر تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (ایسی بات نہ کہو اور) اگر آپ نے کچھ کہنا ہی ہے، تو یوں کہو کہ اولاد بخل کا، بزدلی کا اور غم کا سبب بن جاتی ہے اور بے شک اولاد، دلوں کا ثمرہ اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہوتی ہے (حاکم)

اشعث بن قیس نے اپنے اور اپنے ساتھیوں کے لئے کھانے کے ہونے کو اولاد سے بہتر سمجھا تھا، مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کی بات کہنے اور سمجھنے سے منع فرمایا، اور اولاد کو دلوں کا ثمرہ اور آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دیا۔ [1]

اولاد کے آنکھوں کی ٹھنڈک ہونے کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے۔

چنانچہ سورہ فرقان میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا

(سورة الفرقان، رقم الآية ۷۴)

ترجمہ: اے ہمارے رب! عطا فرما ہم کو ہماری بیویوں میں سے اور ہماری اولادوں میں سے آنکھوں کی ٹھنڈک، اور بنا ہم کو متقیوں کا امام (سورہ فرقان)

مفسرین نے فرمایا کہ اولاد کے آنکھوں کی ٹھنڈک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ نیک صالح اور مطیع وفرمانبردار ہو۔ [2]

---

[1] حدثنا أبو جناب، عن القاسم بن عبد الرحمن، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم للأشعث بن قيس :هل لك من ابنة جمد من ولد؟ قال :نعم، منها لي غلام، ووددت أن لي به جفنة من طعام، أطعمها من معي من بني جبلة قال :فقال النبي صلى الله عليه وسلم :لئن قلت ذلك، إنهم لثمرة القلوب، وقرة الأعين، وإنهم مع ذلك لمجبنة، مبخلة، محزنة(الزهد لوكيع بن الجراح، رقم الحديث ۱۷۸)

[2] يعني هب لنا قرة أعين كائنة من أزواجنا وذرياتنا يعني اجعلهم صالحين تقربهم أعيننا قال القرطبي ليس شيء أقر لعين المؤمن من ان يرى زوجته وأولاده مطيعين لله عز وجل قال الحسن

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جس سے معلوم ہوا کہ اولاد کے آنکھوں کی ٹھنڈک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نیک صالح اور فرمانبردار اولاد کو دیکھ کر انسان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں۔

اور اولاد کے دل کا ثمرہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اولاد کی وجہ سے انسان کے دل کو تقویت و ٹھنڈک حاصل ہوتی ہے، اور اولاد نہ ہونے کی صورت میں کڑھن ہوتی ہے۔

اور اولاد کے بخل کا ذریعہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ انسان، اولاد کی وجہ سے مال میں بخل کرتا ہے، اور اس کو نیک کاموں میں خرچ نہیں کرتا۔

اور اولاد کے بزدلی کا ذریعہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ انسان، اولاد کی وجہ سے جہاد اور ہجرت اور دوسرے کارِ خیر سے بزدلی کا مظاہرہ کرتا ہے۔

اور اولاد کے غم کا ذریعہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ انسان، اولاد کی وجہ سے کئی قسم کے رنج وغم میں مبتلا ہو جاتا ہے، مثلاً اولاد کی بیماری یا فقر وفاقہ یا کسی اور حادثہ کا شکار ہونے کی وجہ سے، رنج وغم اور کڑھن سے دوچار ہوتا ہے۔

اور اولاد کے جہالت کا ذریعہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ انسان، اولاد کے نان ونفقہ کے انتظام اور اس کے پاس رہنے سہنے وغیرہ کی وجہ سے علمِ دین کی طلب اور حصول سے اپنے آپ کو محروم کر لیتا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وحد القرة لانها مصدر وأصلها من البرد لان العرب تتاذى من الحر وتستريح من البرد وتذكر قرة العين عند السرور وسخنة الأعين عند الحزن ويقال دمع العين عند السرور بارد وعند الحزن حاد وقال الأزهرى معنى قرة الأعين ان يصادف قلبه من يرضاه وتقر عينه عن النظر الى غيره (التفسير المظهرى، ج۷ص ۵۴، ۵۵، سورة الفرقان)

(قرة أعين) لنا بأن نراهم مطيعين لك (واجعلنا للمتقين إماما) فى الخير (تفسير الجلالين، تحت آية ۷۴ من سورة الفرقان)

[1] (إن الولد مبخلة) بالمال عن إنفاقه فى وجوه القرب (مجبنة) عن الهجرة والجهاد (مجهلة) لكونه يحمل على ترك الرحلة فى طلب العلم والجد فى تحصيله لاهتمامه بتحصيل المال له (محزنة) يحمل أبويه على كثرة الحزن لكونه إن مرض حزنا وإن طلب شيئا لا قدرة لهما عليه حزنا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

حضرت یعلیٰ عامری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

جَاءَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ يَسْعَيَانِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَضَمَّهُمَا إِلَيْهِ، وَقَالَ: إِنَّ الْوَلَدَ مَبْخَلَةٌ مَجْبَنَةٌ(سنن ابن ماجه) [1]

ترجمہ: حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما دوڑتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو اپنے ساتھ چمٹا لیا اور فرمایا کہ اولاد بخل اور بزدلی کا ذریعہ بن جاتی ہے (ابن ماجہ)

حضرت اسود بن خلف رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ أَخَذَ حَسَنًا فَقَبَّلَهُ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْهِمْ فَقَالَ: إِنَّ الْوَلَدَ مَبْخَلَةٌ، مَجْهَلَةٌ، مَجْبَنَةٌ (كشف الأستار عن زوائد البزار، رقم الحديث ۱۸۹۱) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو پکڑا اور ان کو بوسہ دیا، پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اولاد بخل کا، جہالت کا اور بزدلی کا ذریعہ بن

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فأكثر ما يفوت أبويه من الفلاح والصلاح بسببه فإن شب وعق فذلك الحزن الدائم والهم السرمدى اللازم

(ك) في الفضائل (عن الأسود بن خلف) ابن عبد يغوث القرشى من مسلمة الفتح قال الحاكم على شرط مسلم وأقره الذهبى وقال الحافظ العراقى إسناده صحيح (طب عن خولة) بفتح المعجمة ويقال لها أيضا خويلة بالتصغير (بنت حكيم) ابن أمية السلمية يقال لها أم شريك صحابية مشهورة يقال لها الواهبة نفسها وقيل بل غيرها قالت أخذ النبى صلى الله عليه وسلم حسنا فقبله ثم ذكره قال الذهبى إسناده قوى(فيض القدير شرح الجامع الصغير، تحت رقم الحديث ۲۱۵۱)

[1] رقم الحديث ٣٦٦٦، كتاب الادب، باب بر الوالد، والإحسان إلى البنات.

قال شعيب الارنؤوط:

حسن لغيره (حاشية سنن ابن ماجه)

[2] قال الهيثمى:

رواه البزار، ورجاله ثقات(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٣٤٨٠)

www.idaraghufran.org

جاتی ہے (بزار)

معلوم ہوا کہ اولاد، انسان کے حق میں نعمت ہے، لیکن اسی کے ساتھ مختلف صورتوں میں آزمائش اور امتحان وابتلاء کا ذریعہ بھی ہے، مثلاً اولاد کی وجہ سے انسان، مال میں بخل اختیار کرتا ہے، اور دین وعلمِ دین سے محروم رہتا ہے، اور اولاد کی وجہ سے بزدلی کا مظاہرہ کرتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔

لیکن ان سب باتوں کے باوجود اولاد سے محبت وشفقت اور صلہ رحمی کا بھی حکم ہے۔

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

جَاءَ أَعْرَابِیٌّ إِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: تُقَبِّلُونَ الصِّبْيَانَ؟ فَمَا نُقَبِّلُهُمْ، فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوَأَمْلِکُ لَکَ أَنْ نَزَعَ اللّٰهُ مِنْ قَلْبِکَ الرَّحْمَةَ (صحیح البخاری) [1]

ترجمہ: ایک دیہاتی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اس نے عرض کیا کہ کیا تم بچوں کو پیار کرتے ہو؟ ہم تو بچوں کو پیار نہیں کرتے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے تمہارے دلوں سے رحمت (اور شفقت) نکال دی ہو تو مجھے کیا اختیار ہے (کہ تمہارے دلوں میں شفقت بھر دوں) (بخاری)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ:

قَدِمَ نَاسٌ مِنَ الْأَعْرَابِ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا: تُقَبِّلُونَ صِبْيَانَكُمْ؟ قَالُوا: نَعَمْ، فَقَالُوا: لٰكِنَّا وَاللّٰهِ مَا نُقَبِّلُ، فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَأَمْلِکُ أَنْ كَانَ اللّٰهُ قَدْ نَزَعَ مِنْكُمُ الرَّحْمَةَ؟ (سنن ابن ماجه) [2]

---

[1] رقم الحديث ۵۹۹۸، كتاب الادب، باب رحمة الولد وتقبيله ومعانقته.

[2] رقم الحديث ۳۶۶۵، كتاب الادب، باب بر الوالد، والإحسان إلى البنات.

قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية ابن ماجه)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: دیہات کے کچھ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور (انہوں نے وہاں پر موجود لوگوں سے) معلوم کیا کہ کیا تم اپنے بچوں کو پیار کرتے ہو؟ لوگوں نے جواب دیا کہ جی ہاں! انہوں نے کہا کہ اللہ کی قسم! ہم تو بچوں کو پیار نہیں کرتے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اللہ نے تمہارے دلوں سے رحمت (اور شفقت) نکال دی ہو، تو مجھے کیا اختیار ہے (کہ تمہارے دلوں میں شفقت بھردوں) (ابن ماجہ)

اس طرح کی حدیث اور سند سے بھی مروی ہے۔ [1]

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اپنے بچوں کے ساتھ پیار کرنا اور ان کے ساتھ شفقت کا برتاؤ کرنا رحم وشفقت میں داخل اور صلہ رحمی کی علامت ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ الْأَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ، أَبْصَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ الْحَسَنَ فَقَالَ: إِنَّ لِي عَشَرَةً مِنَ الْوَلَدِ مَا قَبَّلْتُ وَاحِدًا مِنْهُمْ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّهُ مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ (مسلم) [2]

---

[1] أخبرني أبو صخر، أن يزيد بن عبد الله بن قسيط أخبره، أن عروة بن الزبير أخبره، عن أبيه، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قبل حسنا وضمه إليه، وجعل يشمه وعنده رجل من الأنصار فقال الأنصاري :إن لي ابنا قد بلغ ما قبلته قط، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم :أرأيت إن كان الله نزع الرحمة من قلبك فما ذنبي؟(مستدرك حاكم، رقم الحديث ۴۷۹۳)

قال الحاكم:

هذا حديث صحيح الاسناد على شرط الشيخين ولم يخرجاه.

وقال الذهبي في التلخيص:

على شرط البخاري ومسلم.

[2] رقم الحديث ۲۳۱۸ "۶۵" كتاب الفضائل، باب رحمته صلى الله عليه وسلم الصبيان والعيال وتواضعه وفضل ذلك

www.idaraghufran.org

ترجمہ: حضرت اقرع بن حابس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو پیار کررہے ہیں، تو انہوں نے کہا کہ میرے دس بچے ہیں، میں نے ان میں سے کسی کو بھی آج تک پیار نہیں کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک جو رحم (وشفقت) نہیں کرتا، اس پر رحم نہیں کیا جاتا (مسلم)

اس سے معلوم ہوا کہ اپنے بچوں کے ساتھ رحم وشفقت والا برتاؤ کرنا، ثواب وعبادت اور صلہ رحمی میں داخل ہے اور اس عمل کے نتیجہ میں اللہ کی طرف سے رحم کی نعمت حاصل ہونے کی امید اور اس کے برعکس بچوں پر رحم نہ کرنے سے اندیشہ ہے کہ اللہ کے رحم سے محروم ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوقُ يَقُولُ: إِنَّ الرَّحْمَةَ لَا تُنْزَعُ إِلَّا مِنْ شَقِيٍّ (موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان، رقم الحديث ٢٥٦٥، كتاب البر والصلة، باب في الرحمة) [1]

ترجمہ: میں نے ابو القاسم (یعنی نبی) صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کہ سچ فرماتے ہیں، اور (اللہ کی طرف سے) ان کی تصدیق کی گئی ہے، یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رحمت، بد بخت سے ہی چھینی جاتی ہے (موارد)

یعنی رحمت وشفقت سے وہی آدمی محروم ہوتا ہے، جو بد بخت ہو۔

لہٰذا اپنے بچوں کے ساتھ رحم وشفقت کو اختیار کرنا، نیک بخت ہونے کی اور رحم وشفقت والے برتاؤ سے محروم ہونا بد بختی کی نشانی ہے۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے، آمین۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كُلُّكُمْ رَاعٍ فَمَسْئُولٌ عَنْ

---

[1] قال حسين سليم أسد الدّاراني: إسناده جيد (حاشية موارد الظمآن)

www.idaraghufran.org

رَّعِيَّتِهٖ، فَالْأَمِيْرُ الَّذِىْ عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْهُمْ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰى أَهْلِ بَيْتِهٖ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْهُمْ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلٰى بَيْتِ بَعْلِهَا وَوَلَدِهٖ وَهِيَ مَسْئُوْلَةٌ عَنْهُمْ (بخاری) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک فرد، نگران (وذمہ دار) ہے، پس اُس سے اُس کے ماتحتوں (اور زیرِ نگرانی افراد اور ذمہ داریوں) کے بارے میں (قیامت کے دن) سوال کیا جائے گا، پس لوگوں کا امیر (اپنے ماتحت یا زیرِ امارت افراد کا) نگران ہے، اور اُس سے لوگوں کے (حقوق) کے بارے میں سوال کیا جائے گا؛ اور آدمی اپنے گھر والوں کا نگران ہے، اور اُس سے گھر والوں کے (حقوق) کے بارے میں سوال کیا جائے گا؛ اور عورت اپنے شوہر کے گھر (اور اس میں موجود اشیاء کی) اور اس کی اولاد کی نگران ہے، اور اُس سے اُن (یعنی شوہر کے گھر اور اولاد) کے (حقوق) کے بارے میں (قیامت کے دن) سوال کیا جائے گا (بخاری)

قیامت کے دن ہر ایک نگران سے اس کے زیرِ نگران افراد اور کاموں کے بارے میں سوال کیا جائے گا کہ اُس نے اُن کے حقوق اور اپنی ذمہ داریوں کو پورا کیا یا ضائع کیا۔

بعض احادیث میں اس کی مزید وضاحت آئی ہے۔

چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ سَائِلٌ كُلَّ رَاعٍ عَمَّا اسْتَرْعَاهُ أَحَفِظَ أَمْ ضَيَّعَ؟ (صحيح ابن حبان) [2]

[1] رقم الحديث ٢٥٥٤، كتاب العتق، باب كراهية التطاول على الرقيق، وقوله: عبدى أو أمتى.

[2] رقم الحديث ٤٤٩٢، كتاب السير، باب فى الخلافة والإمارة.

قال شعيب الارنؤوط:

إسناده صحيح على شرطهما (حاشية ابن حبان)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ ہر نگران سے اُن چیزوں کے بارے میں سوال کرے گا، جن چیزوں کا وہ نگران بنا تھا کہ کیا اس نے ان کی حفاظت کی یا ضائع کیا؟ (ابنِ حبان)

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے مرسلاً روایت ہے کہ:

أَنَّ نَبِیَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ سَائِلٌ كُلَّ رَاعٍ عَمَّا اسْتَرْعَاهُ، أَحَفِظَ أَمْ ضَيَّعَ، حَتّٰى يَسْأَلَ الرَّجُلَ عَنْ أَهْلِ بَيْتِهٖ (صحیح ابنِ حبان، رقم الحدیث ۴۴۹۳، کتاب السیر، باب فی الخلافة والإمارة) [1]

ترجمہ: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ ہر نگران سے اُن چیزوں کے بارے میں سوال کرے گا، جن چیزوں کا وہ نگران تھا کہ کیا اس نے ان کی حفاظت کی یا ضائع کیا، یہاں تک کہ (اللہ) آدمی سے اپنے گھر والوں کے بارے میں سوال کرے گا (ابنِ حبان)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی بعض روایات میں یہ اضافہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے ماتحت لوگوں (اور کاموں) کے متعلق (آخرت میں ہونے والے) سوال کے جواب کی تیاری کرو، جس پر بعض صحابۂ کرام نے معلوم کیا کہ جواب کی تیاری کس طرح سے کریں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ اس کا جواب اعمالِ بر (یعنی نیک اعمال) ہیں۔ [2]

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: رجاله رجال الشیخین وهو مرسل (حاشیة ابنِ حبان)

[2] عن أنس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: كلكم راع وكلكم مسئول فالأمير راع ومسئول عن رعيته، والرجل راع ومسئول عن زوجته، وعن ما ملكت يمينه، والمرأة راعية لحق زوجها ومسئولة عن بيتها وولدها، والمملوك راع لحق مولاه ومسئول عن ماله، فكلكم راع وكلكم مسئول، فأعدوا لتلك المسائل جوابا فقال: يا رسول الله، وما جوابها؟ قال: أعمال البر (المعجم الأوسط للطبرانی، رقم الحدیث ۳۵۷۶؛ المعجم الصغیر للطبرانی، رقم الحدیث ۴۵۰)

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مطلب یہ تھا کہ تم ''بر'' والے اعمال کر کے آخرت میں کامیابی کی تیاری کرو۔

''بر'' دراصل نیک سلوک اور احسان کو کہا جاتا ہے، جس میں اچھا برتاؤ اور حُسنِ اخلاق اور دوسروں کے حقوق کی حفاظت وادائیگی بھی داخل ہے، اور نیک سلوک کے مقابلے میں بُرا سلوک آتا ہے، جس میں بداخلاقی اور دوسروں کے حقوق کو ضائع کرنا داخل ہے۔ ؎1

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

إِذَا كَـانَ أَحَـدُكُمْ فَقِيرًا، فَلْيَبْدَأْ بِنَفْسِهِ، وَإِنْ كَانَ فَضْلٌ،فَعَلٰى عِيَالِهِ، وَإِنْ كَانَ فَضْلٌ،فَعَلٰى ذِىْ قَرَابَتِهِ أَوْ قَالَ: عَلٰى ذِىْ رَحِمِهِ ، وَإِنْ كَانَ فَضْلٌ،فَهَاهُنَا، وَهَاهُنَا (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ١٤٢٧٣) ؎2

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی شخص فقیر (یعنی غریب) ہو، تو وہ اپنی ذات سے ابتداء

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال الطبرانی فی الاوسط:

لم يرو هذا الحديث عن قتادة، إلا سعيد، تفرد به :إسماعيل بن عباد .

وقال الطبرانی فی الصغير:

لم يروه عن قتادة بهذا التمام إلا سعيد بن أبي عروبة ,ولا عن سعيد إلا إسماعيل بن عباد تفرد به زكريا بن يحيى.

وقال الهيثمي:

رواه الطبرانی فی الصغير والأوسط بإسنادين، وأحد إسنادى الأوسط رجاله رجال الصحيح(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٩٠٤٧، باب كلكم راع ومسؤول)

؎1 فی النهاية :البر بالكسر الإحسان، وهو فی حق الأبوين والأقربين ضد العقوق، وهو الإساءة إليهم، والتضييع لحقهم، يقال :بر يبر فهو بار وجمعه بررة، وجمع البر أبرار (مرقاة المفاتيح، ج٧ ص ٣٠٧٩، كتاب الآداب، باب البر والصلة)

أى :هذا باب فی ذكر البر والصلة، والبر والإحسان ومنه البر فی حق الوالدين وهو فی حقهما وحق الأقربين من الأهل، ضد العقوق وهو الإساءة إليهم والتضييع لحقهم، يقال :بريبر فهو بار وجمعه بررة، وجمع البر أبرار (عمدة القارى للعينى، ج٢٢ ص ٨١، كتاب الأدب، باب البر والصلة)

؎2 قال شعيب الارنؤوط:

إسناده صحيح على شرط مسلم، رجاله ثقات رجال الشيخين غير أبى الزبير -وهو محمد بن مسلم بن تَدْرُس -فمن رجال مسلم، وقد صرح بالتحديث فی بعض المصادر التی خرَّجت الحديث (حاشية مسند أحمد)

www.idaraghufran.org

کرے (یعنی پہلے اپنی بنیادی ضرورت پوری کرے) پھر اگر کچھ بچے، تو اپنے اہل وعیال (یعنی بال بچّوں) پر خرچ کرے، پھر اگر کچھ بچے، تو اپنے قریبی رشتہ داروں پر یا رحم والے رشتہ داروں (مثلاً والدین وغیرہ) پر خرچ کرے، پھر اگر کچھ بچے، تو یہاں اور وہاں خرچ کرے (مسند احمد)

یہاں اور وہاں خرچ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنی ذاتی اور اپنے اہل وعیال اور غریب رشتہ داروں کی مدد کرنے کے بعد کچھ بچے، تو پھر دوسرے کارِ خیر میں خرچ کرے۔ [1]

مذکورہ احادیث سے گھر والوں اور بطورِ خاص بیوی بچوں کے حقوق کی ادائیگی اور اُن کے ساتھ نیک سلوک اور صلہ رحمی کی اہمیت معلوم ہوئی، کہ انسان سے ان کے حقوق کے بارے میں قیامت کے دن اہمیت کے ساتھ سوال کیا جائے گا۔ [2]

---

[1] (إذا كان أحدكم فقيرا) أى لا مال له ولا كسب يقع موقعا من كفايته (فليبدأ بنفسه) أى يقدمها بالإنفاق عليها مما أتاه الله كما مر (فإن كان فضل) أى بسكون الضاد :أى شىء زائد بأن فضل بعد كفايته زيادة (فعلى عياله) أى الذين يعولهم وتلزمه نفقتهم (فإن كان فضل فعلى ذى قرابته) من أصوله وفروعه وذى رحمه يقدم الأقرب فالأقرب والأحوج فالأحوج (فإن كان فضل فهاهنا وهاهنا) كناية عن الإنفاق فى وجوه الخير المعبر عنه فى رواية باليمين والشمال .قال النووى :إن الابتداء فى النفقة على هذا الترتيب وأن الحقوق إذا تزاحمت قدم الآكد فالآكد وأن الأفضل فى صدقة التطوع فى تنويعها فى جهات البر بالمصلحة(فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ٨١٤)

[2] (إن الله تعالى سائل) إشارة إلى تحقق وقوع ذلك (كل راع عما استرعاه) أى أدخله تحت رعايته (أحفظ ذلك أم ضيعه) بهمزة الاستفهام (حتى يسأل الرجل عن أهل بيته) أحفظهم أم ضيعهم فيعامل من قام بحق ما استرعاه عليه بفضله ويعامل من أهمله بعدله وما يعفو الله أكثر قال الطيبى :فيه أن الراعى ليس مطلوبا لذاته وإنما أقيم لحفظ ما استرعاه فعليه أن لا يتصرف إلا بمأذون الشارع فيه وهو تمثيل ليس ألطف ولا أجمع ولا أبلغ منه وزاد فى رواية فأعدوا للمسألة جوابا قالوا :وما جوابها قال :أعمال البر خرجه ابن عدى والطبرانى قال ابن حجر :بسند حسن واستدل به على أن المكلف يؤاخذ بالتقصير فى أمر من فى حكمه وفيه بيان كذب الحديث الذى افتراه بعض المتعصبين لبنى أمية ففى آداب القضاء للكرابيسى عن الشافعى رضى الله عنه بسنده دخل الزهرى على الوليد بن عبد الملك فسأله عن حديث إن الله إذا استرعى عبدا للخلافة كتب له الحسنات ولم يكتب عليه السيئات فقال له كذب ثم تلا (يا داود إنا جعلناك خليفة فى الأرض)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَصَدَّقُوْا فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عِنْدِىْ دِيْنَارٌ، قَالَ: تَصَدَّقْ بِهٖ عَلٰى نَفْسِكَ قَالَ: عِنْدِىْ آخَرُ، قَالَ: تَصَدَّقْ بِهٖ عَلٰى زَوْجَتِكَ قَالَ: عِنْدِىْ آخَرُ، قَالَ: تَصَدَّقْ بِهٖ عَلٰى وَلَدِكَ (سنن النسائی) [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

إلى (بما نسوا يوم الحساب) فقال الوليد :إن الناس ليغروننا.

(ن حب عن أنس) ورواه عنه أيضا البيهقى فى الشعب وفيه معاذ بن هشام حديثه فى الستة لكن أورده الذهبى فى الضعفاء وقال قال ابن معين صدوقا وليس بحجة وقال غيره له غرائب وتفردات (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ١٧٤٥)

(وعن ابن عمر رضى الله عنهما عن النبى قال :كلكم راع) أى حافظ مؤتمن ملتزم صلاح ما اؤتمن على حفظه فهو مطلوب بالعدل فيه والقيام بمصالحه (كلكم مسؤول عن رعيته) أى هل قام بما عليه من صلاحها وحفظها والقيام بمصلحتها أولاً (والأمير) أى ذو الأمر فيشمل سائر الحكام، وفى رواية الإمام، وعليها فخص بالذكر لأنه الأشرف الأكمل وباقى الولاة مثله كما أفادته رواية الباب، والأمير (راع) على من تحت ولايته فعليه النظر فى شأنهم وتسديد أمرهم ودفع المضرات عنهم (والرجل راع على أهل بيته) فيقوم بكفايتهم من سائر المؤن بحسب حاله يساراً وإعساراً، ويأمرهم بالمعروف وينهاهم عن المنكر ويبين لهم ما يحتاجون إليه من أمر الشرائع (والمرأة راعية على بيت زوجها) فتقوم بحفظه عن السارق والهرة وسائر المتلفات، ولا تخزن فيه ولا تتصدق بما تعلم أنه لا يرضى به (وولده) فتقوم بحضانته وخدمته .قال الخطابى :اشتركوا يعنى الأمير ومن بعده فى الوصف بالراعى، ومعناه مختلف، فرعاية الإمام الأعظم رعاية الشريعة بإقامة حدودها والعدل فى الحكم، ورعاية الرجل أهله سياسته لأمرهم وإيصال حقوقهم، ورعاية المرأة تدبيرها لأمر البيت والأولاد والخدم والنصيحة للزوج (فكلكم) حتى من لا أمر له ولا زوجة وهو الإنسان فى نفسه فإنه (راع) على جوارحه فيعمل المأمورات ويجتنب المنهيات فعلاً ونطقاً واعتقاداً، فجوارحه وقواه وحواسه رعاياه، ثم لا يلزم من كونه راعياً أن لا يكون مرعياً باعتبار آخر (وكلكم مسؤول عن رعيته) هل قام بما يجب لها عليه أولا؟ وجاء فى حديث أنس مثل حديث ابن عمر، وفى آخره فاعدد للمسألة جواباً، قال :وما جوابها؟ قال :أعمال البرّ أخرجه ابن عدىّ والطبرانى فى الأوسط وسنده حسن (دليل الفالحين، تحت رقم الحديث ٢٨٣٣، باب حق أى واجب الزواج على المرأة)

[1] رقم الحديث ٢٥٣٥، كتاب الزكاة، باب أيتهما اليد العليا، ابوداؤد رقم الحديث ١٦٩١، كتاب الزكاة، باب فى صلة الرحم؛ مسند احمد رقم الحديث ٧٤١٩.

قال شعيب الارنؤوط:

إسناده قوى كسابقه (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم صدقہ دو، تو ایک آدمی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میرے پاس دینار (یعنی سونے کا سکّہ ہے) ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُس کو اپنی جان پر صدقہ کیجئے (یعنی پہلے اپنی جان کا حق ادا کیجئے) اُس نے عرض کیا کہ میرے پاس ایک اور دینار (یعنی سونے کا سکّہ ہے) ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُسے اپنی بیوی پر صدقہ کیجئے (یعنی اپنی بیوی کا حق ادا کیجئے) اُس نے عرض کیا کہ میرے پاس ایک اور دینار (یعنی سونے کا سکّہ ہے) ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُسے اپنی اولاد پر صدقہ کیجئے (یعنی اپنی اولاد کا حق ادا کیجئے) (نسائی، مسند احمد)

مذکورہ روایات میں بیوی پر خرچ کرنے کو اولاد پر خرچ کرنے سے پہلے ذکر کیا گیا ہے، جبکہ دوسری بعض روایات میں اولاد کو بیوی سے پہلے ذکر کیا گیا ہے، لیکن کیونکہ اولاد سے پہلے انسان کا عموماً بیوی سے تعلق قائم ہوتا ہے، اور بیوی کے حقوق اولاد کے حقوق سے پہلے انسان پر لازم ہوا کرتے ہیں، اس لئے صدقہ اور خرچ کرنے کے اعتبار سے بیوی کا ذکر پہلے ہونا راجح ہے، اگرچہ بچوں کا نان نفقہ اور بنیادی ضروریات کا انتظام بھی والد پر واجب ہے، مگر کیونکہ بیوی سے انسان کا رشتہ نکاح کے ایجاب وقبول سے قائم ہوتا ہے، جو طلاق وغیرہ سے ختم ہوسکتا ہے، اور اولاد کے ساتھ پیدائش کی وجہ سے نسبی رشتہ قائم ہوتا ہے، جو کبھی ختم نہیں ہوتا، اس حیثیت سے اولاد کا رشتہ زیادہ قوی ہے، اس لئے بعض روایات میں بیوی کا پہلے ذکر کیا گیا، اور بعض روایات میں اولاد کا پہلے ذکر کیا گیا۔ [1]

---

[1] وروى النسائي أيضا من حديث ابن عجلان عن سعيد المقبرى عن أبى هريرة قال رجل :يا رسول الله عندى دينار .قال "تصدق به على نفسك "قال :عندى آخر .قال "تصدق به على زوجتك ."قال :عندى آخر .قال" :تصدق به على ولدك "قال :عندى آخر .قال" :تصدق به على خادمك "قال :عندى آخر .قال" :أنت أبصر به ."ورواه أبو داود والحاكم لكن بتقديم

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اورصدقہ سے مرادنان ونفقہ ہے، جس میں فضولیات کے بجائے کھانے پینے اوررہنے سہنے اور پہننے کی ضروریات داخل ہیں۔ [1]

اوراس بات کی دوسری احادیث میں وضاحت آئی ہے۔

چنانچہ حضرت ابومسعودانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَنۡفَقَ الۡمُسۡلِمُ نَفَقَةً عَلٰى أَهۡلِهٖ وَهُوَ يَحۡتَسِبُهَا كَانَتۡ لَهٗ صَدَقَةً (بخاری) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مسلمان اپنے گھر والوں کا ثواب کی نیت سے نفقہ ادا کرتا ہے، تو وہ اُس کے لیے صدقہ بن جاتا ہے (بخاری، مسلم)

گھر والوں میں بیوی اور بچے سب داخل ہیں۔ [3]

﴿گزشتہ صفحے کابقیہ حاشیہ﴾

الولد على الزوجة والذى أطبق عليه الأصحاب كما قاله فى الروضة تقديم الزوجة لأن نفقتها آكد لأنها لا تسقط بمضى الزمان ولا بالإعسار ولأنها وجبت عوضا عن التمكين .ومباحث ذلك تأتى إن شاء الله تعالى فى النفقات بعون الله (إرشاد السارى لشرح صحيح البخارى للقسطلانى، ج٣، ص ٣٠، كتاب الزكاة، باب لا صدقة إلا عن ظهر غنى)

[1] المراد من الصدقة فيه :النفقة (شرح ابى داوٗد للعينى، تحت رقم الحديث ١٨١١، باب :فى صلة الرحم)

[2] رقم الحديث ٥٣٥١، كتاب النفقات، باب فضل النفقة على الأهل، مسلم، رقم الحديث ٤٨"١٠٠٢"، باب فضل النفقة والصدقة على الأقربين والزوج والأولاد، والوالدين ولو كانوا مشركين.

[3] يعنى :مروهم بالخير وانهوهم عن الشر وعلّموهم وأدِّبوهم تَقُوهُمْ بذلك نارًا(تفسير البغوى، ج٥ص ١٢٢، تحت آية ٦ من سورة التحريم)

ووقاية النفس عن النار بترك المعاصى وفعل الطاعات ، ووقاية الأهل بحملهم على ذلك بالنصح والتأديب ....والمراد بالأهل على ما قيل :ما يشمل الزوجة والولد والعبد والأمة .واستدل بها على أنه يجب على الرجل تعلم ما يجب من الفرائض وتعليمه لهؤلاء ، وأدخل بعضهم الأولاد فى الأنفس لأن الولد بعض من أبيه (تفسير روح المعانى، ج١٤ ص ٣٥١، تحت آية ٦ من سورة التحريم)

أى :مروهم بالمعروف، وانهوهم عن المنكر، ولا تدعوهم مهملا فتأكلهم النار يوم القيامة (ابنِ كثير، ، ج٢ص ١٦، سورة البقرة)

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ :مَا أَطْعَمْتَ نَفْسَکَ، فَھُوَ لَکَ صَدَقَۃٌ، وَمَا أَطْعَمْتَ وَلَدَکَ، فَھُوَ لَکَ صَدَقَۃٌ، وَمَا أَطْعَمْتَ زَوْجَتَکَ ، فَھُوَ لَکَ صَدَقَۃٌ، وَمَا أَطْعَمْتَ خَادِمَکَ، فَھُوَ لَکَ صَدَقَۃٌ (مسند احمد) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آپ (جائز غرض سے) اپنے آپ کو کھلائیں، وہ آپ کے لیے صدقہ ہے، اور جو آپ اپنی اولاد کو کھلائیں، وہ بھی آپ کے لیے صدقہ ہے، اور جو آپ اپنی بیوی کو کھلائیں، وہ بھی آپ کے لیے صدقہ ہے، اور جو آپ اپنے خادم کو کھلائیں، وہ بھی آپ کے لیے صدقہ ہے (مسند احمد)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ بیوی بچوں پر بنیتِ ثواب خرچ کرنے میں صدقہ کا ثواب

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وھذا یدل علی أن علینا تعلیم أولادنا وأھلینا الدین والخیر وما لا یستغنی عنه من الآداب وھو مثل قوله تعالی وأمر أھلک بالصلاۃ واصطبر علیھا ونحو قوله تعالی للنبی صلی اللہ علیه وسلم وأنذر عشیرتک الأقربین ویدل علی أن للأقرب فالأقرب منا مزیة فی لزومنا تعلیمھم وأمرھم بطاعة اللہ تعالی(احکام القرآن للجصاص، ج۵ص ۳۶۴، ۳۶۵، سورۃ التحریم، رقم الآیة ۶)

[1] رقم الحدیث ۱۷۱۷۹؛ الادب المفرد للبخاری، رقم الحدیث ۸۲.

قال شعیب الارنؤوط:

حدیث حسن (حاشیة مسند احمد)

وقال الھیثمی:

رواہ أحمد ورجاله ثقات (مجمع الزوائد، ج۳ص ۱۱۹ ،رقم الحدیث ۴۶۶۰،باب فی نفقة الرجل علی نفسه وأھله وغیر ذلک)

وقال المنذری:

رواہ أحمد بإسناد جید (الترغیب والترھیب تحت رقم الحدیث ۳۰۰۲، کتاب النکاح)

www.idaraghufran.org

حاصل ہوتا ہے۔ [1]

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت بھی اسی طرح مروی ہے۔ [2]

لڑکیوں کے ساتھ صلہ رحمی کی خاص فضیلت واہمیت

اولاد میں لڑکیوں کے ساتھ حُسنِ سلوک اور صلہ رحمی کی زیادہ فضیلت ہے، کیونکہ لڑکوں کے مقابلہ میں لڑکیاں صنفِ نازک ہونے کی وجہ سے صلہ رحمی کی زیادہ مستحق ہوتی ہیں، نیز طبعی طور پر انسان کا بیٹوں کے مقابلہ میں بیٹیوں کی طرف رُجحان کم ہوتا ہے، اور اس وجہ سے وہ لڑکوں

---

[1] (ما أطعمت زوجتک فهو لک صدقة وما أطعمت ولدک فهو لک صدقة وما أطعمت خادمک فهو لک صدقة وما أطعمت نفسک فهو لک صدقة) إن نواه فی الكل كما دل عليه تقييده فی الخبر الصحيح بقوله وهو يحتسبها فيحمل المطلق على المقيد قال القرطبی :أفاد منطوقه أن الأجر فی الإنفاق إنما يحصل بقصد القربة سواء كانت واجبة أو مباحة وأفاد مفهومه أن من لم يقصد القربة لا يؤجر لكن تبرأ ذمته من النفقة الواجبة لأنها معقولة المعنى وأطلق الصدقة على النفقة مجازا والمراد بها الأجر والقرينة الصارفة عن الحقيقة الإجماع على جواز النفقة على الزوجة الهاشمية التی حرمت عليها الصدقة.

(حم طب عن المقدام بن معد يكرب) قال الهيثمی :رجاله ثقات وقال المنذری بعد ما عزاه لأحمد :إسناده جيد وبه يعرف أن رمز المؤلف لحسنه تقصير وأنه كان الأولى الرمز لصحته(فيض القدير للمناوی، تحت رقم الحديث ۷۸۲۴)

[2] عن بشر بن نمير، عن القاسم، عن أبی أمامة رضی الله عنه، عن النبی صلى الله عليه وسلم قال :من أنفق نفقة على نفسه فهی صدقة، وعلى امرأته وعلى ولده(المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۷۹۳۲)

قال الهيثمی:

رواه الطبرانی فی الاوسط والكبير باسنادين أحدهما حسن(مجمع الزوائد،رقم الحديث ۴۶۰۰،باب فی نفقة الرجل على نفسه وأهله وغير ذلک)

وقال المنذری:

رواه الطبرانی بإسنادين أحدهما حسن(الترغيب والترهيب للمنذری،رقم الحديث ۳۰۰۴)

وقال محمد بن طاهر المقدسی:

حديث :من أنفق على نفسه نفقة ؛ فهی له صدقة ، ومن أنفق على امرأة ، وأهله ، وولده، فهو له صدقة .رواه بشر بن نمير القشيری :عن القاسم ، عن أبی أمامة .وبشر هذا متروک الحديث (ذخيرة الحفاظ، تحت رقم الحديث ۵۱۸۰)

www.idaraghufran.org

کے مقابلہ لڑکیوں کی حق تلفی کا مرتکب ہوجاتا ہے۔

اور زمانۂ جاہلیت میں تو لڑکیوں پر انتہائی ظلم وستم ہوتا تھا، یہاں تک کہ اُن کو زندہ دفن تک بھی کردیا جاتا تھا؛ اسلام نے اس سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے، اور اس عمل پر سخت وعید بیان کی ہے، اور اس کے برعکس بیٹیوں کی پرورش پر عظیم الشان اجر وانعام بیان فرمائے ہیں۔

چنانچہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ وُلِدَتْ لَهُ أُنْثٰى فَلَمْ يَئِدْهَا وَلَمْ يَنْهَهَا وَلَمْ يُؤْثِرْ وَلَدَهُ يَعْنِي الذَّكَرَ عَلَيْهَا، أَدْخَلَهُ اللّٰهُ بِهَا الْجَنَّةَ

(مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۷۳۴۸، کتاب البر والصلة) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کی بیٹی پیدا ہوئی، پھر اس نے اُس کو (زمین میں) زندہ نہیں گاڑا، اور نہ ہی اس کی توہین وتذلیل کی، اور نہ ہی اُس پر بیٹے کو ترجیح دی، تو اللہ ایسے شخص کو اُس بیٹی کی وجہ سے جنت میں داخل فرمادے گا (حاکم)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَكْرَهُوا الْبَنَاتِ، فَإِنَّهُنَّ الْمُؤْنِسَاتُ الْغَالِيَاتُ (مسند احمد) [2]

---

[1] قال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه .
وقال الذهبي في التلخيص : صحيح

[2] رقم الحديث ۱۷۳۷۳؛ المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ۱۴۲۷۲ .

قال الهيثمي:
رواه أحمد والطبراني وفيه ابن لهيعة وحديثه حسن ، وبقية رجاله ثقات (مجمع الزوائد ج۸ص ۱۵۶ ، رقم الحديث ۱۳۴۸۵)

وقال الالباني:
وبعد كتابة هذا بنحو عشرين سنة؛ تبين لي أن رواية قتيبة بن سعيد عن ابن لهيعة ملحقة -من حيث الصحة -برواية العبادلة عنه كما بينه الحافظ الذهبي في "السير"،

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم بیٹیوں کو ناپسند نہ کرو، کیونکہ وہ اُنسیت پیدا (اور وحشت دُور) کرنے والی اور (اَجر وثواب وغیرہ کا ذریعہ ہونے کے اعتبار سے) قیمتی ہوتی ہیں (مسند احمد)

حضرت سعید بن ابی ھند سے مرسلاً روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تُكْرِهُوْا الْبَنَاتِ، فَإِنَّهُنَّ الْمُؤْنِسَاتُ الْمُجَمِّلَاتُ (شعب الايمان للبيهقي) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم بیٹیوں کو ناپسند نہ کرو، کیونکہ وہ اُنسیت کرنے (اور وحشت دُور کرنے) والی اور (گھر بلکہ مرد کے ایمان کو) زینت بخشنے والی ہوتی ہیں (بیہقی)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُكْرِهُوْا الْبَنَاتِ، فَإِنَّهُنَّ الْمُجَهِّزَاتُ الْمُؤْنِسَاتُ (شعب الايمان للبيهقي) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم بیٹیوں کو ناپسند نہ کرو، کیونکہ وہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ونقلته عنه في غير ما موضع من تخريجاتي وتعليقاتي ، ولما كان هذا ولما كان هذا الحديث من رواية قتيبة عن ابن لهيعة؛ فقد قررت نقله من "الضعيفة "إلى هنا، وبخاصة أنه يشهد له مرسل عروة بن الزبير (سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ٣٢٠٦)

[1] رقم الحديث ٨٣٢٨، باب فى حقوق الاولاد والاهلين .

[2] رقم الحديث ٨٣٢٩؛ باب فى حقوق الاولاد والاهلين ، البر والصلة للحسين بن حرب المروزى، رقم الحديث ١٤٦، عن سالم بن أبى الجعد.

قال الدكتور محمد سعيد بخارى:

حدثنا الحسين قال أخبرنا ابن المبارك عن نافع بن ثابت عن سالم بن أبى الجعد قال قال رسول الله لا تكرهوا البنات فإنهن المجهزات المؤنسات ،مرسل إسناده حسن (حاشية البر والصلة ،للمروزى ،رقم الحديث ١٤٦ ،ج ١، ص ٧٦)

www.idaraghufran.org

(نرم دل ہونے کی وجہ سے آخرت کی) تیاری کرانے والی اور اُنسیت پیدا (اور وحشت دُور) کرنے والی ہوتی ہیں (بیہقی)

مذکورہ روایات کی بعض سندیں اگرچہ الگ الگ تو ضعیف شمار کی گئی ہیں، لیکن ان سب روایات کے مجموعہ سے یہ مضمون حسن درجہ میں داخل ہوکر معتبر شمار ہوجاتا ہے۔ [1]

---

[1] قال ابو سليمان جاسم بن سليمان الدوسرى:

أخبرنا أبو القاسم خالد بن محمد :نا أحمد بن محمد بن يحيى (بن حمزة)نا عمرو بن هاشم :نا ابن لهيعة :نا أبو عشانة.عن عقبة بن عامر أنه قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم " :-لا تكرهوا البنات، فإنهن المؤنسات الغاليات."

أخرجه أحمد (۴/۱۵۱)والروياني (ق/۵۴أ) والطبراني فى "الكبير(۱۷/۳۱۰) "من طريق ابن لهيعة به.

وإسناده ضعيف :ابن لهيعة اختلط بعد احتراق كتبه.

وقال الهيثمى(۸/۱۵۶)"وفيه ابن لهيعة وحديثه حسن، وبقية رجاله ثقات."

وأخرجه البيهقى فى "الشعب(۶/۴۱۰)"من طريق ابن المبارك عن نافع بن ثابت عن عبد الله بن الزبير مرفوعا" :لا تكرهوا البنات، فإنهن المجهزات المؤنسات."

ونافع بن ثابت هو ابن عبد الله بن الزبير، وقد ذكره ابن حبان فى "ثقاته(۵/۴۷۱)" وقال ابن أبى حاتم فى "الجرح والتعديل(۸/۴۵۷)""مات بالمدينة سنة خمس وخمسين ومائة، وهو ابن ثلاث وسبعين ."أهـ .يعنى أنه ولد سنة (۸۲)أى بعد استشهاد جده بتسع سنين، وبالتالى فروايته عنه منقطعة.

وأخرجه ابن عدى فى "الكامل(۶/۲۲۸۱)"من طريق محمد بن معاوية النيسابورى عن أبى معاوية الضرير عن هشام بن عروة عن أبيه عن عائشة مرفوعا ... " :فإنهن المؤنسات المجهزات الغاليات الحاملات."

ومحمد بن معاوية كذبه ابن معين والدارقطنى وأبو طاهر.

وأخرجه البيهقى(۶/۴۱۰)من طريق جعفر بن عون عن عبد الله بن سعيد بن أبى هند عن أبيه مرفوعا ... " :فإنهن المؤنسات المجملات."

قال البيهقى :هكذا جاء مرسلا .أهـ .وإسناده حسن (الروض البسام بترتيب وتخريج فوائد تمام، ج۴ص۳۲ الىٰ ۳۴، تحت رقم الحديث ۱۲۶۱ ،باب :الإحسان إلى البنات ومحبتهن)

وقال الالبانى:

(لا تكرهوا البنات؛ فإنهن المؤنسات الغاليات).

أخرجه أحمد(۴/۱۵۱)ومن طريقه :ابن الجوزى فى "العلل "، وتمام(۲/۱۹۷/۱۱)

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

www.idaraghufran.org

مذکورہ احادیث وروایات سے معلوم ہوا کہ لڑکیوں کو مکروہ و ناپسند نہیں سمجھنا چاہئے، کیونکہ وہ والدین اور گھروں اور مہمانوں اور شوہروں کی وحشت اور غم دور کر کے انسیت پیدا کرنے والی ہوتی ہیں، اوران کی تربیت و پرورش قیمتی اجروثواب کا باعث ہوتی ہے، اوران کی وجہ سے گھروں کو زینت اور رونق حاصل ہوتی ہے۔ ۱؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والطبرانی فی "المعجم الكبير(۸۵۶/۳۱۰/۱۷) "عن ابن لهيعة عن أبی عشانة عن عقبة بن عامر مرفوعا.

قلت :وهذا إسناد ضعيف؛ لسوء حفظ ابن لهيعة، وبه أعله ابن الجوزی.

وقد جاء من طريق أخرى مرسلا وموصولا:

أما المرسل؛ فأخرجه علی بن حرب الطائی فی حديثه (ق ۱/۸۱) : نا أبو معاوية عن هشام بن عروة عن أبيه مرفوعا به؛ إلا أنه قال: "المحقرات "بدل " :الغاليات ."

وأما الموصول؛ فأخرجه ابن عدی(۲۷۸/۶) ومن طريقه :ابن الجوزی عن محمد بن معاوية قال :ثنا أبو معاوية الضرير عن هشام بن عروة عن أبيه عن عائشة مرفوعا.

ومحمد بن معاوية -وهو النيسا بوری :-متروک متهم.

وبعد كتابة هذا بنحو عشرين سنة؛ تبين لی أن رواية قتيبة بن سعيد عن ابن لهيعة ملحقة -من حيث الصحة -برواية العبادلة عنه كما بينه الحافظ الذهبی فی "السير"، ونقلته عنه فی غير ما موضع من تخريجاتی وتعليقاتی، ولما كان هذا ولما كان هذا الحديث من رواية قتيبة عن ابن لهيعة؛ فقد قررت نقله من "الضعيفة "إلی هنا، وبخاصة أنه يشهد له مرسل عروة بن الزبير(سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۳۲۰۶)

۱؎ (لا تكرهوا البنات فإنهن المؤنسات الغاليات) بقيته كما فی مسند الفردوس عن مخرجيه أحمد والطبرانی المجهزات اه قال عمرو بن العاص لمعاوية وقد دخل عليه وفی حجره صبية: انبذها فإنهن يلدن الأعداء ويقربن البعداء قال :لا تفعل فما ندب الموتی ولا تفقد المرضی ولا أعان علی الحزن مثلهن.

(حم طب عن عقبة بن عامر) قال الهيثمی :فيه ابن لهيعة وحديثه حسن وبقية رجاله ثقات(فيض القدير شرح الجامع الصغير للمناوی،تحت رقم الحديث ۹۸۵۹)

لا تكرهوا البنات، فإنهن المؤنسات الغاليات .(حم طب) عن عقبة بن عامر (ض)."

(لا تكرهوا البنات) إذا وهبن لكم كما كانت الجاهلية تكرههن وتفضی بهم الكراهة إلی وأدهن (فإنهن المؤنسات) للآباء وللينازل (الغاليات) فی المهور والأجور لمن كفلهن، وتمام الحديث "المجهزات"، ودخل عمرو بن العاص علی معاوية وفی حجره صبية فقال :انبذها فإنهن يلدن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

مَنِ ابْتُلِيَ مِنَ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ فَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِّنَ النَّارِ

(مسلم، رقم الحدیث ۲۶۲۹ "۱۴۷" کتاب البر والصلة والآداب، باب فضل الإحسان إلى البنات)

ترجمہ: جو شخص بیٹیوں کی طرف سے کسی آزمائش میں ڈالا گیا، پھر اس نے (صبر کیا، اور) اُن کے ساتھ اچھا سلوک کیا، تو وہ بیٹیاں اُس کے لیے جہنم سے آڑ بن جائیں گی (مسلم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَنَّ امْرَأَةً دَخَلَتْ عَلَيْهَا وَمَعَهَا ابْنَتَانِ لَهَا، فَأَعْطَيْتُهَا تَمْرَةً فَشَقَّتْهَا بَيْنَهُمَا، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَنِ ابْتُلِيَ بِشَيْءٍ مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ، فَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ، كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِّنَ النَّارِ (مسند احمد، رقم الحدیث ۲۴۰۵۵) [1]

ترجمہ: ان (یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) کے پاس ایک عورت آئی، جس کے ساتھ اس کی دو بیٹیاں تھیں، تو میں نے اس کو ایک کھجور دے دی، جس کو اس نے دو ٹکڑے کر کے، دونوں بچیوں کو دے دیا، پھر میں نے اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذکر کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو فرد

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الأعداء ويقربن البعداء ، فقال :لا تفعل فما ندب المولى ولا تفقد المرضى ولا أعان على الحزن مثلهن .(حم طب) عن عقبة بن عامر) رمز المصنف لضعفه، وقال الهيثمي :فيه ابن لهيعة وحديثه حسن وبقية رجاله ثقات(التَّنويرُ شَرْحُ الجَامِعِ الصَّغِيرِ،للصنعاني،تحت رقم الحديث ۹۸۴۰)

[1] قال شعيب الارنؤوط:

حديث صحيح (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

(خواہ مرد ہو یا عورت) ان بیٹیوں کی طرف سے کسی آزمائش میں ڈالا گیا، پھر اس نے (صبر کیا، اور) اُن کے ساتھ اچھا سلوک کیا، تو وہ بیٹیاں اُس کے لیے جہنم سے آڑ بن جائیں گی (مسند احمد)

آزمائش میں ڈالے جانے سے مراد یہ ہے کہ عام طور پر لڑکیوں کی پیدائش اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کو طبعی طور پر بُرا سمجھا جاتا ہے، جو کہ شریعت کی نظر میں غلط ہے۔

اور اسی طرح لڑکیوں کی طرف سے بعض دوسری باتیں بھی خلافِ طبیعت پیش آجاتی ہیں، مثلاً ان کے رشتے نہ ہونا، یا طلاق ہو کر یا بیوہ ہو کر ان کی ذمہ داریوں کا اپنے سَر پڑ جانا، وغیرہ وغیرہ۔

لہٰذا لڑکیوں کی پیدائش سے انسان کا امتحان ہوتا ہے، اگر وہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی اور خوش ہوتا ہے، اور صبر وہمت سے کام لے کر لڑکیوں کے ساتھ صلہ رحمی اور اچھا سلوک کرتا ہے، تو وہ جہنم سے آزادی کی کامیابی حاصل کرتا ہے۔ [1]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَكُوْنُ لِأَحَدِكُمْ ثَلَاثُ

---

[1] قوله صلى الله عليه وسلم(من ابتلى من البنات بشىء) إنما سماه ابتلاء لأن الناس يكرهونهن فى العادة قال الله تعالى وإذا بشر أحدهم بالأنثى ظل وجهه مسودا وهو كظيم(شرح النووى علىٰ مسلم، ج١٦ ص ١٧٩، كتاب البر والصلة والآداب،باب فضل الإحسان إلى البنات)

(من ابتلى) البلاء الامتحان يعنى من امتحن (من هذه) الإشارة إلى أمثال المذكورات فى السبب الآتى فى الفاقة أو جنس البنات مطلقا (البنات بشىء) من أحوالهن أو من أنفسهن لينظر هل يحسن أو يسىء ، وعد نفس وجودهن بلاء لما ينشأ عنهن من العار تارة والشر تارة والفتن بين الأصهار أخرى (فأحسن إليهن) بالقيام بهن على الوجه الزائد عن الواجب من نحو إنفاق وتجهيز وغير ذلك بما يليق بأمثالهن على الكمال المطلوب (كن له سترا) أى حجابا وأراد بالستر الجنس الشامل للقليل والكثير وإلا لقال أستارا (من النار) جزاءا وفاقا فمن سترهن بالإحسان جوزى بالستر من النيران ، وأفاد تأكيد حق البنات لضعفهن غالبا بخلاف الذكور لما لهم من القوة وجودة الرأى وإمكان التصرف غالبا.

(تنبيه) قال الزين العراقى :لم يقيد هذه الرواية بالاحتساب وقيده فى أخرى به والظاهر حمل المطلق على المقيد(فيض القدير للمناوى تحت حديث رقم ٨١٢٨)

www.idaraghufran.org

بَنَاتٍ أَوْ ثَلَاثُ أَخَوَاتٍ فَيُحْسِنُ إِلَيْهِنَّ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ (سنن الترمذی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جس کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں، پھر وہ اُن کے ساتھ اچھا سلوک کرے، تو وہ جنت میں داخل ہوگا (ترمذی)

تین بیٹیوں یا بہنوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی فضیلت دو اور ایک بیٹی و بہن کے ساتھ اچھا سلوک کرنے سے زیادہ ہے، اس لیے مذکورہ حدیث میں تین بیٹیوں و بہنوں کا ذکر کیا گیا۔

ورنہ دو بیٹیوں بلکہ ایک بیٹی کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی فضیلت بھی کچھ کم نہیں ہے۔

چنانچہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ رَجُلٍ تُدْرِكُ لَهُ ابْنَتَانِ، فَيُحْسِنُ إِلَيْهِمَا مَا صَحِبَتَاهُ أَوْ صَحِبَهُمَا إِلَّا أَدْخَلَتَاهُ الْجَنَّةَ (سنن ابنِ ماجه) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بھی دو بیٹیوں کو پائے، پھر وہ اُن کے ساتھ اچھا سلوک کرے، جب تک وہ دونوں اس کے ساتھ رہیں یا (یہ فرمایا کہ) جب تک یہ ان دونوں کے ساتھ رہے، تو وہ دونوں بیٹیاں اُس کے

---

[1] رقم الحديث ۱۹۱۲، ابواب البر والصلة، باب ما جاء فی النفقة على البنات والأخوات، الادب المفرد للبخاری، رقم الحديث ۸۰، موارد الظمآن، رقم الحديث ۲۰۴۴.

قال حسين سليم اسد الدرانی:

فالإِسناد جيد، ولا جهالة، ولا اضطراب كما ذهب إلى ذلك الشيخ محمد ناصر الدين الألبانی فی سلسلة الأحاديث الصحيحة (حاشية موارد الظمآن)

[2] رقم الحديث ۳۶۷۰، كتاب الادب، باب بر الوالد، والإحسان إلى البنات.

قال شعيب الارنؤوط:

حسن لغيره (حاشية سنن ابن ماجه)

www.idaraghufran.org

لیے جنت میں داخل ہونے کا ذریعہ بنیں گی (ابنِ ماجہ)

اس طرح کی حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ [1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ عَالَ جَارِیَتَیْنِ حَتّٰی تَبْلُغَا جَاءَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ أَنَا وَھُوَ وَضَمَّ أَصَابِعَہٗ (مسلم) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے دو بیٹیوں کی پرورش کی، یہاں تک کہ وہ بالغ ہوگئیں، تو وہ شخص قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ میں اور وہ ساتھ ساتھ ہوں گے، یہ فرماتے ہوئے (قریب اور ساتھ ہونے کی کیفیت کو سمجھانے کی غرض سے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں کو ملا دیا (مسلم)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] عن عکرمة، قال: كنت جالسا عند زيد بن علي بالمدينة، فمر شيخ يقال له: شرحبيل أبو سعد، فقال: يا أبا سعد من أين جئت؟ فقال: من عند أمير المؤمنين، حدثته بحديث، فقال: لأن يكون هذا الحديث حقا، أحب إلي من أن يكون لي حمر النعم، قال: حدث به القوم، قال: سمعت ابن عباس، يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ": ما من مسلم تدرك له ابنتان، فيحسن إليهما ما صحبتاه -أو صحبهما- إلا أدخلتاه الجنة (مسند احمد، رقم الحديث ٣٤٢٤)

قال شعيب الارنؤوط: حسن لغيره (حاشية مسند احمد)

حدثنا الحسين قال: أخبرنا ابن المبارك، قال: أخبرنا الأوزاعي، قال: أخبرني يزيد بن فلان -سماه عبد الله- عن الزهري، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من كانت له بنتان فصبر على لأوائهما ونفقته عليهما كانت له بنفقته عليهما الجنة (البر والصلة، للمروزي، رقم الحديث ١٤٧)

قال الدكتور محمد سعيد بخاري: مرسل رجال إسناده ثقات (حاشية البر والصلة)

[2] رقم الحديث ٢٦٣١ "١٤٩" "كتاب البر والصلة والآداب، باب فضل الإحسان إلى البنات، مستدرك حاكم، رقم الحديث ٧٣٥٠.

قال الحاكم: هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه.

وقال الذهبي في التلخيص: صحيح.

www.idaraghufran.org

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كُنَّ لَهُ ثَلَاثُ بَنَاتٍ يُؤْوِيهِنَّ ، وَيَرْحَمُهُنَّ، وَيَكْفُلُهُنَّ ، وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ الْبَتَّةَ قَالَ: قِيلَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ: فَإِنْ كَانَتْ اِثْنَتَيْنِ ؟ قَالَ: وَإِنْ كَانَتْ اِثْنَتَيْنِ: قَالَ: فَرَأَى بَعْضُ الْقَوْمِ، أَنْ لَوْ قَالُوْا لَهُ وَاحِدَةً، لَقَالَ وَاحِدَةً (مسند احمد، رقم الحديث ١٤٢٤٧) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کی تین بیٹیاں ہوں، اور وہ اُن کو ٹھکانہ (یعنی رہائش) دے، اور اُن پر رحم کرے، اور اُن کی کفالت (یعنی ضروریات کا انتظام) کرے، تو اُس کے لیے ضرور جنت ثابت ہوجاتی ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا اگر دو بیٹیاں ہوں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو کی وجہ سے بھی (یہی فضیلت حاصل ہوتی ہے) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اگر لوگ ایک کا سوال کرتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کے بارے میں بھی یہی جواب دیتے (مسند احمد)

اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ عَالَ ثَلَاثًا مِنْ بَنَاتٍ يَكْفِيهِنَّ وَيَرْحَمُهُنَّ وَيَرْفُقُ بِهِنَّ فَهُوَ فِي الْجَنَّةِ ، فَقَالَ رَجُلٌ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاثْنَتَيْنِ ؟ قَالَ: وَاثْنَتَيْنِ حَتّٰى قُلْنَا : إِنَّ إِنْسَانًا لَوْ قَالَ:

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:

حديث صحيح (حاشية مسند احمد)

وقال الهيثمي:

رواه أحمد والبزار والطبراني في الاوسط بنحوه وزاد ويزوجهن من طرق واسناد أحمد جيد (مجمع الزوائد ج٨ ص١٥٧، تحت رقم الحديث ١٣٤٩١)

www.idaraghufran.org

وَاحِدَةً ، لَقَالَ : وَاحِدَةً (مسند ابی یعلیٰ الموصلی، رقم الحدیث ۲۱۵۶) ؎۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے تین بیٹیوں کی پرورش کی، اُن کی ضروریات کو پورا کیا، اور اُن پر رحم (یعنی شفقت والا برتاؤ) کیا اور ان کے ساتھ نرمی کی، تو وہ جنت میں داخل ہوگا، ایک آدمی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اگر دو بیٹیاں ہوں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو کی وجہ سے بھی (حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ) ہم نے (اپنے دل میں) کہا کہ اگر کوئی انسان ایک کا سوال کرتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کے بارے میں بھی یہی جواب دیتے (ابویعلی)

بعض روایات میں ایک بیٹی کے بارے میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی صراحت ہے۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ:

مَنْ كَانَ لَهُ ثَلَاثُ بَنَاتٍ، فَصَبَرَ عَلٰى لَأْوَائِهِنَّ ، وَضَرَّائِهِنَّ ، وَسَرَّائِهِنَّ، أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ إِيَّاهُنَّ، فَقَالَ رَجُلٌ أَوْ ثِنْتَانِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ قَالَ أَوْ اِثْنَتَانِ فَقَالَ رَجُلٌ: أَوْ وَاحِدَةٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ قَالَ: أَوْ وَاحِدَةٌ (مسند احمد، رقم الحدیث ۸۴۲۵) ؎۲

ترجمہ: جس کی تین بیٹیاں ہوں، پھر وہ اُن کی سختیوں اور رنجوں اور خوشیوں (سب پر) صبر کرے، تو اللہ اُس کو اُن بچیوں پر رحم (یعنی شفقت وصبر) کرنے کی

؎۱ قال حسين سليم أسد الداراني:

إسناده صحيح(حاشيةمسند ابى يعلى)

وقال البوصيرى:

رواه مسدد مرسلا، وأحمد بن منيع و أبو يعلى بسند صحيح (اتحاف الخيرة المهرة، رقم الحديث ۵۰۶۱ "۱ "باب ما جاء فى الإحسان إلى البنات والأخوات)

؎۲ قال شعيب الارنؤوط:

حسن لغيره(حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

برکت سے جنت میں داخل فرمائے گا، ایک آدمی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا دو بیٹیوں کی وجہ سے بھی (یہی فضیلت حاصل ہوگی؟) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو کی وجہ سے بھی، پھر ایک آدمی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا ایک بیٹی کی وجہ سے بھی؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک بیٹی کی وجہ سے بھی (یہ فضیلت حاصل ہوگی) (مسند احمد)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بیٹیوں کی تربیت اور ان پر رحم کرنے کی تو بطورِ خود فضیلت بیان فرمائی، اور دو اور ایک بیٹی کی پرورش اور ان پر رحم اور صبر کرنے کی فضیلت کو سوال کے بعد جواب میں بیان فرمایا۔

جس سے معلوم ہوا کہ تین بیٹیوں کی فضیلت دو اور ایک سے زیادہ ہے۔

اسی کے ساتھ یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ اگر کسی کے ایک سے زیادہ بیٹیاں ہوں، تو اس کو منحوس ومعیوب سمجھنا درست نہیں۔

ان احادیث وروایات سے لڑکیوں کی پیدائش اور اُن کی اچھے طریقے پر محبت اور پیار کے ساتھ پرورش اور تربیت کرنے کی فضیلت اور اَجر وثواب واضح ہوا۔

لہٰذا لڑکیوں کی پیدائش کو حقیر ومکروہ سمجھنے کے بجائے باعثِ اعزاز واکرام سمجھنا چاہیے۔

آج کل بعض لوگ زمانۂ حمل میں جدید طبی ذرائع سے تشخیص کراتے ہیں، اور اگر حمل کے بارے میں لڑکی کا ہونا معلوم ہوتا ہے، تو اسے ناپسند ومکروہ سمجھتے ہوئے، کسی معقول عذر کے بغیر ضائع کرادیتے ہیں، یہ طرزِ عمل درست نہیں۔

حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ: يَا سُرَاقَةُ، أَلَا أَدُلُّكَ عَلٰى أَعْظَمِ الصَّدَقَةِ أَوْ مِنْ أَعْظَمِ الصَّدَقَةِ؟ قَالَ: بَلٰى يَا رَسُولَ اللّٰهِ: قَالَ: اِبْنَتُكَ مَرْدُوْدَةٌ إِلَيْكَ، لَيْسَ لَهَا كَاسِبٌ غَيْرُكَ (مسند أحمد،

www.idaraghufran.org

رقم الحدیث۱۷۵۸۶) ؎۱

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں آپ کو افضل صدقہ نہ بتلادوں، اور وہ یہ ہے کہ آپ کا اپنی اُس بیٹی (پر صدقہ کرنا) جو آپ کی طرف (اُس کے شوہر کے فوت ہونے یا طلاق دینے کی وجہ سے) لوٹ کر آئی ہے، اور اُس کا آپ کے علاوہ کوئی کمانے والا نہیں ہے (مسند احمد)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لڑکی کی شادی بیاہ کرنے کے بعد اگر اُس کا شوہر فوت ہوجائے، یا اُس کو اللہ نہ کرے طلاق ہوجائے، اور اُس لڑکی کا والد کے علاوہ کوئی کمانے والا نہ ہو، تو اُس کے اوپر خرچ کرنا، اور اس کی کفالت کرنا یہ افضل صدقہ میں داخل ہے۔ ؎۲

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

؎۱ قال شعیب الارنؤوط:
رجالہ ثقات رجال الصحیح، غیر أن عُلی بن رباحِ لم یسمعہ من سراقۃ فی روایۃ عبد اللہ بن یزید المقرء ہنا، ورواہ غیرہ عن موسی بن عُلَیٍّ، عن أبیہ، عن سراقۃ موصولاً.
وأخرجہ البخاری فی "الأدب المفرد(۸۰ و ۸۱) "وابن ماجہ(۳۶۶۷)والطبرانی فی "الکبیر(۶۵۹۱)"و(۶۵۹۲)والحاکم فی "المستدرک(۱۷۶/۴)"من طرق عن موسی بن عُلَیٍّ، بہذا الأسناد، إلا أن البخاری فی الروایۃ الأولی قال :عن موسی بن عُلَیٍّ، عن أبیہ أن النبی قال لسراقۃ .مرسلاً، وقال فی الثانیۃ :سمعت أبی عن سراقۃ .
وقال ابن ماجہ والطبرانی فی الأولی والحاکم:
سمعت أبی یذکر عن سراقۃ .وقال الطبرانی فی الثانیۃ :سمعت أبی یحدث عن سراقۃ.
وفی باب الإحسان إلی البنات والنفقۃ علیہن عن أبی سعید الخدری، سلف برقم(۱۱۳۸۴)وانظر تتمۃ شواہدہ ہناک (حاشیۃ مسند احمد)

؎۲ (وعن سراقۃ) : بضم السین (ابن مالک) أی :ابن جعشم المدلجی صحابی مشہور (أن النبی -صلی اللہ علیہ وسلم -قال :ألا أدلکم علی أفضل الصدقۃ؟ ابنتک) : بالرفع أی :ہو صدقتہا (مردودۃ) : بالنصب علی الحالیۃ أی :مطلقۃ راجعۃ (إلیک لیس لہا کاسب) أی :منفق علیہا (غیرک) : بالرفع علی الوصفیۃ، وفی نسخۃ بالنصب علی الاستثناء لکنہ ضعیف ;لأن الصحیح فی ذی الحال أن یکون معرفۃ ہذا .وفی النہایۃ المردودۃ ہی التی تطلق وترد إلی بیت أبیہا، وأراد ألا أدلک علی أفضل أہل الصدقۃ فحذف المضاف .قال الطیبی :ویمکن أن تقدر: صدقۃ تستحقہا ابنتک فی حال ردہا إلیک، ولیس لہا کاسب غیرک وہما حالان إما مترادفان أو متداخلتان واللہ أعلم(مرقاۃ المفاتیح، ج۸ ص۳۱۲۱، کتاب الآداب، باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق)

مَرَّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ، فَرَأٰى أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ جِلْدِهٖ وَنَشَاطِهٖ، فَقَالُوْا : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ: لَوْ كَانَ هٰذَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنْ كَانَ خَرَجَ يَسْعٰى عَلٰى وَلَدِهٖ صِغَارًا فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَإِنْ كَانَ خَرَجَ يَسْعٰى عَلٰى أَبَوَيْنِ شَيْخَيْنِ كَبِيْرَيْنِ فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَإِنْ كَانَ يَسْعٰى عَلٰى نَفْسِهٖ يُعِفُّهَا فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَإِنْ كَانَ خَرَجَ رِيَاءً وَمُفَاخَرَةً فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ الشَّيْطَانِ (المعجم الكبير للطبرانی) ۱؎

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک آدمی گزرا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام نے اس کی جلد کی خوبصورتی اور چستی کو دیکھ کر کہا، کہ اے اللہ کے رسول! کاش کہ یہ اللہ کے راستے میں ہوتا؟

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ اپنے چھوٹے بچوں کے لئے سعی کرنے (یعنی اُن کے نان نفقہ اور روزی روٹی کا بندوبست کرنے) کے لئے نکلا، تو یہ اللہ کے راستے میں ہے، اور اگر وہ اپنے بوڑھے اور بڑی عمر کے والدین کے لئے سعی کرنے (یعنی اُن کے نان نفقہ اور روزی روٹی کا بندوبست کرنے) کے لئے نکلا، تو یہ اللہ کے راستے میں ہے، اور اگر وہ اپنی ذات کے لئے سعی کرنے (یعنی اپنی ذات کے لئے کمانے اور روزی روٹی کا بندوبست کرنے) کے لئے

۱؎ رقم الحديث ۲۸۲، المعجم الاوسط، رقم الحديث ۶۸۳۵؛ المعجم الصغير للطبرانی، رقم الحديث ۹۴۰.

قال المنذری: رواه الطبرانی ورجاله رجال الصحيح (الترغيب والترهيب، تحت رقم الحديث ۲۶۱۰، كتاب البيوع وغيرها الترغيب فی الاكتساب بالبيع وغيره)

وقال الهيثمی: رواه الطبرانی فی الثلاثة، ورجال الكبير رجال الصحيح (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۷۷۰۹)

وقال الحوينی: حديث حسن. وقد ورد من حديث أنس و أبی هريرة وكعب بن عجرة رضی الله عنهم (الفتاویٰ الحديثية، ص ۲۰۰)

www.idaraghufran.org

نکلا، تاکہ وہ پاکدامنی اختیار کرے (یعنی لوگوں سے سوال نہ کرنا پڑے) تو یہ اللہ کے راستے میں ہے، اور اگر وہ ریا کاری (یعنی لوگوں کو دکھلانے) اور فخر وتفاخر (یعنی مال کما کر اس کے ذریعہ لوگوں میں اپنی بڑائی پیدا کرنے) کے لئے نکلا، تو وہ شیطان کے راستے میں ہے (طبرانی)

اس سے معلوم ہوا کہ اولاد کی ضروریات وحاجات پوری کرنے کی غرض سے جائز کمائی کے لئے نکلنے والے کو اللہ کے راستے میں ہونے کی فضیلت حاصل ہوتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں نبی ﷺ کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

يَا فَاطِمَةُ، أَنْقِذِى نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ، فَإِنِّى لَا أَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا، غَيْرَ أَنَّ لَكُمْ رَحِمًا سَأَبُلُّهَا بِبَلَالِهَا (مسلم) [1]

ترجمہ: اے (میری بیٹی) فاطمہ! اپنے آپ کو آگ (یعنی جہنم کے عذاب) سے بچائیے، کیونکہ میں اللہ کے مقابلہ میں آپ کے لئے کسی نفع کا مالک نہیں ہوں، سوائے اس کے کہ تمہارے لئے (میرے ساتھ) رحم (یعنی اولاد ہونے کی حیثیت سے قرابت داری) کا رشتہ ہے، جسے میں اس کی تَریوں (یعنی نیک سلوک اور احسان) کے ساتھ تَر کروں گا (مسلم، احمد)

اس سے معلوم ہوا کہ اولاد کے ساتھ صلہ رحمی اور نیک سلوک یعنی اچھا برتاؤ کرنا سنت وعبادت ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ٢٠٤ ”٣٤٨“، كتاب الايمان، باب فى قوله تعالى :وأنذر عشيرتک الأقربين، مسند احمد رقم الحديث ٨٤٠٢.

قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح على شرط الشيخين(حاشية مسند احمد)

[2] (غير أن لكم رحما ") أى :قرابة ("سأبلها ") بضم موحدة وتشديد لام، أى :سأصلها ("ببلالها") بكسر الموحدة ويفتح، أى :بصلتها وبالإحسان إليها،ومجمله أن سأصل تلك القرابة بالشىء الذى يتوصل به إلى الأقارب من الإحسان ودفع الظلم والضر عنهم وغير ذلک، ففى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

خلاصہ یہ کہ اولاد کے ساتھ صلہ رحمی اور حسنِ سلوک اور اچھا برتاؤ کرنے کی بڑی فضیلت ہے،اسی وجہ سے بنیتِ ثواب حلال مال خرچ کرنے سے انسان کوصدقہ کا ثواب حاصل ہوتا ہے،خواہ نابالغ اولاد پرخرچ کرے، یابالغ ضرورت منداولاد پر، بلکہ بچہ کی ولادت و پیدائش کے موقع پر جوکچھ جائز درجہ میں خرچ ہوتا ہے،اس میں بھی اگرثواب اوررضائے الٰہی کی نیت کی جائے،تووہ بھی ان شاءاللہ تعالیٰ صدقہ میں شمار ہوگا۔

مگر یادرہے کہ یہ حکم ضروری،مفیداور جائزاخراجات کا ہے،ناجائزاور گناہ کے کاموں میں خرچ کرنے میں ثواب نہیں، بلکہ گناہ ہے۔

نیز اولاد کےساتھ نیک سلوک اوراچھابرتاؤیاصلہ رحمی کرنا،بطورخاص لڑکیوں کےساتھ،عظیم اجروثواب کاباعث ہے۔

وَاللّٰهُ سُبۡحَانَهٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَ عِلۡمُهٗ اَتَمُّ وَاَحۡكَمُ.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

النهاية :البلال جمع بلل، والعرب يطلقون النداوة على الصلة، كما يطلق اليبس على القطعة ;لأنهم لما رأوا أن بعض الأشياء يتصل بالنداوة، ويحصل بينها التجافى والتفرق باليبس استعاروا البلل لمعنى الوصل، واليبس لمعنى القطعة، والمعنى :أصلكم فى الدنيا ولا أغنى عنكم من الله شيئا(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح،ج٨،ص ٣٣٧٢،كتاب الآداب،باب التحذير من الفتن)

www.idaraghufran.org

(فصل نمبر 10)

اولاد کے درمیان عدل ومساوات کا حکم

صلہ رحمی پر مبنی اسلام کی پاکیزہ تعلیمات میں سے اولاد کے بارے میں ایک اہم تعلیم یہ ہے کہ اگر کسی کی اولاد کی تعداد ایک سے زیادہ ہو تو زندگی میں اُن کے درمیان ممکنہ حد تک عدل ومساوات اور برابری کا معاملہ وبرتاؤ کرے، اور کسی اولاد کے ساتھ بھی ظلم وناانصافی نہ کرے، خاص طور پر اولاد کو (روپیہ، پیسہ، جائیداد وغیرہ) ہبہ وعطیہ کرتے وقت اس کا خاص خیال رکھے، عام حالات میں ایسا کرنا اگرچہ بہت سے فقہائے کرام کے نزدیک مستحب ہے، لیکن یہ طریقہ ہر طرح کے فتنوں اور بے اعتدالیوں سے حفاظت اور صلہ رحمی پر مبنی ہے جس کی خلاف ورزی کے نتیجہ میں اکثر وبیشتر اولاد کے درمیان بُغض وعداوت پیدا ہوجاتی ہے، اور بعض اوقات اس کا سلسلہ طویل ہو کر اگلی نسل تک قطع رحمی اور آپس کی خون ریزی وغیرہ کی شکل میں برآمد ہوا کرتا ہے۔

آگے قرآن وسنت کی روشنی میں اس کی کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْىِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (سورة النحل، رقم الآية ٩٠)

ترجمہ: بے شک اللہ حکم فرماتا ہے (ہر ایک کے ساتھ) عدل اور احسان کا اور دیتے رہنے کا قرابت داروں کو اور منع فرماتا ہے بے حیائی اور برے کاموں اور سرکشی ونافرمانی سے، وہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے تاکہ تم خوب یاد رکھو (سورہ نحل)

www.idaraghufran.org

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر ایک کے ساتھ عدل واحسان کا معاملہ کرنا چاہئے، اور کسی کے ساتھ بھی ظلم وناانصافی سے کام نہیں لینا چاہئے، خواہ کسی کی ایک سے زیادہ بیویاں ہوں، ان کے درمیان بھی، اور ایک سے زیادہ اولاد ہوں، تو ان کے درمیان بھی۔

کئی احادیث میں اولاد کے درمیان عدل وانصاف کرنے کا حکم آیا ہے۔

چنانچہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِعْدِلُوْا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ اِعْدِلُوْا بَيْنَ أَبْنَائِكُمْ (سنن ابی داؤد) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنی اولاد کے درمیان عدل (وبرابری) کرو، تم اپنے بیٹوں کے درمیان عدل کرو (ابوداؤد)

اور حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَعْطَانِیْ أَبِیْ عَطِيَّةً، فَقَالَتْ عَمْرَةُ بِنْتُ رَوَاحَةَ: لَا أَرْضٰى حَتّٰى تُشْهِدَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنِّیْ أَعْطَيْتُ ابْنِیْ مِنْ عَمْرَةَ بِنْتِ رَوَاحَةَ عَطِيَّةً، فَأَمَرَتْنِیْ أَنْ أُشْهِدَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: أَعْطَيْتَ سَائِرَ وَلَدِكَ مِثْلَ هٰذَا؟ قَالَ: لَا، قَالَ: فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْدِلُوْا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ، قَالَ: فَرَجَعَ فَرَدَّ عَطِيَّتَهُ (بخاری) [2]

ترجمہ: میرے والد نے مجھے عطیہ دیا (یعنی ہبہ کیا) تو حضرت عمرہ بنتِ رواحہ نے

---

[1] رقم الحدیث ۳۵۴۴، کتاب البیوع، باب فی الرجل یفضل بعض ولدہ علی بعض فی النحل.
قال شعیب الارنؤوط:
إسناده حسن من أجل المفضل بن المهلب -وهو ابن أبی صُفرة -حماد :هو ابن زيد
(حاشیۃ سنن ابی داؤد)

[2] رقم الحدیث ۲۵۸۷، کتاب الهبة وفضلها والتحريض عليها. باب الإشهاد فی الهبة، مسلم، رقم الحدیث ۱۶۲۳ "۱۸"

www.idaraghufran.org

فرمایا کہ میں تو اس وقت تک راضی نہیں ہوں گی، جب تک تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ نہ بنالو، تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، اور انہوں نے عرض کیا کہ میں نے عمرہ بنتِ رواحہ کے بطن سے (پیدا ہونے والے) اپنے بیٹے کو عطیہ دیا ہے (یعنی ہبہ کیا ہے)، اور انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ اے اللہ کے رسول! میں آپ کو اس پر گواہ بناؤں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ نے اپنی سب اولاد کو اسی طرح سے عطیہ (وہبہ) دیا ہے؟ تو انہوں نے جواب میں کہا کہ نہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اللہ سے ڈرو، اور اپنی اولاد کے درمیان عدل وبرابری کرو، حضرت نعمان بن بشیر کہتے ہیں کہ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم سن کر) وہ (یعنی میرے والد) لوٹ گئے، اور انہوں نے اپنے عطیہ (وہبہ) کو واپس لے لیا (بخاری)

اور صحیح مسلم میں ہے کہ:

أَيَسُرُّكَ أَنْ يَّكُونُوا إِلَيْكَ فِي الْبِرِّ سَوَاءً؟ قَالَ: بَلٰى، قَالَ: فَلَا إِذًا

(مسلم، رقم الحديث ١٦٢٣ "١٧" كتاب الهبات، باب كراهة تفضيل بعض الأولاد في الهبة)

ترجمہ: (پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ) کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ وہ سب تمہارے ساتھ برابر کا نیک سلوک کریں؟ تو انہوں نے عرض کہ بے شک، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر ایسا مت کرو (مسلم)

اس سے معلوم ہوا کہ عام حالات میں اولاد کے درمیان نیک سلوک اور ہبہ وغیرہ میں برابری کرنا مستحب اور پسندیدہ ہے۔ [1]

---

[1] (أنه قال :أيسرك) أى :أيعجبك ويجعلك مسرورا (أن يكونوا) أى :أولادك جميعا (إليك فى البر سواء) أى :مستوين فى الإحسان إليك وفى ترك العقوق عليك وفى الأدب والحرمة والتعظيم لديك، (قال :بلى، قال :فلا) أى :فلا تعط أى :الغلام له وحده أو فلا تعط

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور ابنِ حبان نے حضرت نعمان بن بشیر کی حدیث کو اس طرح روایت کیا ہے کہ:

فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ لَکَ مَعَهُ وَلَدٌ غَيْرُهُ؟ قَالَ: نَعَمْ قَالَ: فَهَلْ آتَيْتَ كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ مِثْلَ الَّذِيْ آتَيْتَ هٰذَا؟ قَالَ: لَا .قَالَ: فَإِنِّيْ لَا أَشْهَدُ عَلٰى هٰذَا، هٰذَا جَوْرٌ، أَشْهِدْ عَلٰى هٰذَا غَيْرِيْ، اِعْدِلُوْا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ فِي النَّحْلِ، كَمَا تُحِبُّوْنَ أَنْ يَّعْدِلُوْا بَيْنَكُمْ فِي الْبِرِّ وَاللُّطْفِ (صحیح ابنِ حبان) [1]

ترجمہ: تو ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا آپ کے ہاں اس کے علاوہ بھی بیٹا ہے، تو انہوں نے جواب میں کہا کہ جی ہاں! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا آپ نے اُن میں سے ہر ایک کو اسی طرح سے عطیہ (وہبہ) دیا ہے، انہوں نے جواب میں کہا کہ نہیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس پر گواہ نہیں بنتا، یہ ظلم ہے، اس پر میرے علاوہ کسی اور کو گواہ بنالو، تم اپنی اولاد کے درمیان عطیہ (وہبہ دینے) میں عدل وبرابری کرو، جس طرح سے تم اس چیز کو پسند کرتے ہو کہ تمہاری اولاد تمہارے درمیان نیک سلوک اور نرمی کرنے میں عدل وبرابری کرے (ابنِ حبان)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عام حالات میں حتی الامکان اولاد کو کوئی چیز (روپیہ پیسہ، جائیداد

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بعضهم أكثر من بعض (إذا) : بالتنوين أى :إذا كنت تريد ذلك(مرقاة المفاتيح، ج۵ص۲۰۰۸، ۲۰۰۹، كتاب البيوع، باب العطايا)

فإنه صلى الله عليه وسلم لما قال) :(أيسرك أن يكونوا إليك فى البر سواء .((أى :يكونوا بارين محسنين إليك لا عاقين، فقال :بلى .فأجابه) :(فلا إذن() أى إذا كان كذلك فلا تفعل إذن، ولفظ السرور صريح فى الاستحباب(شرح المشكاة للطيبى، ج۷ص۲۲۲۸، كتاب البيوع، باب العطايا)

[1] رقم الحديث ۵۱۰۴، كتاب الهبة،باب فى أحكام الهبة.

قال شعيب الارنؤوط:

إسناده صحيح على شرطهما(حاشية ابن حبان)

www.idaraghufran.org

وغیرہ کا) عطیہ وہبہ کرنے میں عدل وبرابری سے کام لینا چاہیے۔ [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَجَاءَ ابْنٌ لَهُ فَقَبَّلَهُ وَأَجْلَسَهُ عَلٰى فَخِذِهٖ ثُمَّ جَاءَتْ بِنْتٌ لَهُ فَأَجْلَسَهَا إِلٰى جَنْبِهٖ قَالَ: فَهَلَّا عَدَلْتَ بَيْنَهُمَا (شرح معانی الآثار للطحاوی) [2]

---

[1] (اعدلوا بين أولادكم فى النحل) أى سووا بينهم فى العطايا والمواهب .والنحل بضم النون وسكون المهملة :العطية بغير عوض مصدر نحلته من العطية أنحله كما فى الصحاح والاسم النحلة بتثليث النون (كما تحبون أن يعدلوا بينكم فى البر) لكم بالكسر الإحسان (واللطف) بضم فسكون الرفق بكم .فإن انتظام المعاش والمعاد إنما يدور مع العدل والتفاضل بينهم يجر إلى الشحناء والتباغض ومحبة بعضهم له وبغض بعضهم إياه وينشأ عن ذلك العقوق ومنع الحقوق.

(طب) وكذا ابن حبان (عن النعمان بن بشير) وإسناده حسن(فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ١١٤٦)

"اعدلوا بين أولادكم فى النحل، كما تحبون أن يعدلوا بينكم فى البر واللطف (طب) عن النعمان بن بشير (ض)"

(اعدلوا بين أولادكم فى النحل) بكسر النون وفتح الحاء المهملة جمع نحلة بالكسر وهى العطية (كما تحبون أن يعدلوا) بينكم أيها الآباء (فى اللطف بكم والبر) والمراد كما تحبون أن يتساووا فى البر بكم ولا يكونوا فيهم عاق ولا جاف وتقدم الكلام على ذلك وأنه دليل على وجوب التسوية بين الأولاد فى العطية وحققناه تحقيقا شافيا فى حواشى ضوء النهار (طب عن النعمان بن البشير)رمز المصنف لضعفه لكنه فى الصحيحين بألفاظ تفيد معناه(التنوير شرح الجامع الصغير للصنعانى، تحت رقم الحديث ١١٤١)

[2] رقم الحديث ٥٨٤٧، كتاب الهبة والصدقة، باب :الرجل ينحل بعض بنيه دون بعض،شعب الايمان للبيهقى، رقم الحديث ٨٣٢٧.

قال الالبانى:

(فهلا عدلت بينهما؟ !يعنى :الابن والبنت)

أخرجه الطحاوى فى "شرح المعانى(٢/٢٤٦) "وابن عساكر فى "التاريخ (٤/٢٠١- مصورة المدينة)"من طريقين عن يعقوب بن حميد بن كاسب قال :ثنا عبد الله بن معاذ عن معمر عن الزهرى عن أنس قال :كان مع رسول الله -صلى الله عليه وسلم -رجل، فجاء ابن له فقبله وأجلسه على فخذه، ثم جاء ت بنت له فأجلسها إلى جنبه، قال ... فذكره.قلت :وهذا إسناد حسن؛ معمر والزهرى ثقتان لا يسأل عنهما.

وعبد الله بن معاذ ويعقوب بن حميد صدوقان كما فى "التقريب"؛ إلا أنه قال فى الثانى

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک آدمی موجود تھا، اتنے میں اس کا ایک بیٹا آیا، جس کو اس نے بوسہ دیا، اور اس کو اپنی ران پر بٹھالیا، پھر اس کے پاس اس کی ایک بیٹی آئی، تو اس نے اس کو (اپنی گود کے بجائے) اپنے برابر میں بٹھالیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ نے ان دونوں کے درمیان (شفقت ومحبت میں) عدل وبرابری کیوں نہیں کی (طحاوی، بیہقی)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَنَّ رَجُلًا كَانَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ ابْنٌ لَهُ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

منهما ":ربما وهم :"وهذا لا يضر في حديثه، ولا ينزله عن مرتبة الحسن؛ كما لا يخفى على أهل العلم بهذا الفن الشريف(سلسلة الاحاديث الصحيحة ،تحت رقم الحديث ٣٠٩٨)

وقال ايضافي مقامٍ آخر:

فالإسناد حسن كما أشار إلى ذلك ابن عدي، بل هو صحيح فقد توبع كما تقدم(سلسلة الاحاديث الصحيحة ،تحت رقم الحديث ٢٩٩٤)

وقال ابو سليمان جاسم بن سليمان الدوسري:

أخبرنا أبو القاسم الحسن بن منصور الحمصي الإمام :نا أبو عمر بن أبي حماد :نا ابن كاسب :نا عبد الله بن معاذ عن معمر عن الزهري.

عن أنس بن مالك أن رجلا كان جالسا مع النبي -صلى الله عليه وسلم -، فجاء ابن له فأخذه فقبله وأجلسه في حجره، ثم جاء ت ابنة له فأخذها فأجلسها إلى جنبه، فقال رسول الله -صلى الله عليه وسلم " :-فهلا عدلت بينهما." !

أخرجه ابن عساكر في "التاريخ(ق ٣٠٣/٤ أ)"من طريق تمام.

وأخرجه الطحاوي في "شرح المعاني(٨٩/٤) "وابن عدي في "الكامل(١٥٥٣/٤) " ومن طريقه :البيهقي في "الشعب(٤١٠/٦)"من طريق ابن كاسب به .وأخرجه البزار (كشف ١٨٩٣)فقال :حدثنا بعض أصحابنا عن عبد الله بن معاذ (في الأصل :موسى. تحريف) به.

وإسناده حسن :ابن كاسب -واسمه :يعقوب بن حميد -اختلف في توثيقه، وهو حسن الحديث إن شاء الله .وشيخه وثقوه لكن عبد الرزاق كان يكذبه .وقال أبو زرعة :هو أوثق من عبد الرزاق(الروض البسام بترتيب وتخريج فوائد تمام، ج٤ص٣٤، تحت رقم الحديث ١٢٦٣ ،باب العدل بين الأولاد)

www.idaraghufran.org

فَقَبَّلَهُ وَأَقْعَدَهُ عَلٰى فَخِذِهٖ وَجَاءَ تْهُ بُنَيَّةٌ لَهُ فَأَجْلَسَهَا بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا سَوَّيْتَ بَيْنَهُمَا (مسند البزار، رقم الحديث ٦٣٦١) [1]

ترجمہ: ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا، اتنے میں اس کا ایک بیٹا آیا، جس کا اس نے بوسہ لیا، اور اس کو اپنی ران پر بٹھا لیا، پھر اس کے پاس اس کی چھوٹی سی بیٹی آئی، تو اس نے اس کو اپنے سامنے بٹھا لیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ نے ان دونوں کے درمیان (شفقت ومحبت میں) برابری کیوں نہیں کی (بزار)

اس حدیث کی تائید ایک مرسل حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ [2]

زمانۂ جاہلیت میں نرینہ اولاد یعنی بیٹوں کو، غیر نرینہ اولاد یعنی بیٹیوں پر فضیلت اور فوقیت دی جاتی تھی، اور لڑکوں کے مقابلہ میں لڑکیوں کی پیدائش کو معیوب اور حقیر سمجھا جاتا تھا، یہاں تک کہ بعض اوقات نوزائیدہ بچی کو زندہ حالت میں زمین کے اندر دفن کردیا جاتا تھا۔

---

[1] قال الهيثمي:
رواه البزار فقال: حدثنا بعض أصحابنا ولم يسمه، وبقية رجاله ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٣٤٨٩، باب ماجاء في الاولاد)
وقال الالباني:
قلت: وقع في "كشف الأستار" (عبد الله بن موسى)، وأنا أظن أن (موسى) محرف (معاذ)، وهذا هو الصواب، كما وقع في المصدرين الآخرين، وهو ثقة، ومن فوقه ثقات كذلك، فالسند صحيح. وقال الهيثمي في "المجمع (١٥٦/٨)" رواه البزار فقال: حدثنا بعض أصحابنا -ولم يسمه- وبقية رجاله ثقات."
قلت: هو متابع في المصدرين الآخرين من راويين اثنين: أحدهما: محمد بن عباد المكي، وهو صدوق يهم من رجال الشيخين، بل من شيوخهما والآخر: سويد بن سكين، ولم أعرفه (سلسلة الأحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ٢٨٨٣)

[2] أخبرنا المبارك بن فضالة، عن الحسن، قال: كان رجل عند النبي صلى الله عليه وسلم فجاء ابن له فأقعده على فخذه اليمنى، ثم جاء ابن له آخر أو ابنة له، فأقعده على الأرض، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: لو كنت سويت بينهما فأقعده على فخذه (البر والصلة للحسين بن حرب، رقم الحديث ١٤٨)

www.idaraghufran.org

اسلام نے اس طرزِ عمل سے منع کیا، اورلڑکیوں کی پیدائش کو باعثِ رحمت وفضیلت قرار دیا، اورلڑکیوں کی پرورش اور خیر خواہی کے عظیم فضائل بیان کئے۔

اس لئے بیٹی کے مقابلہ میں بیٹے سے محبت وہمدری اور خیر خواہی کا زیادہ اظہار کرنا اور بیٹی سے اعراض کرنا، اسلام میں پسند نہیں کیا گیا، اور اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ حدیث میں بیٹے کو گود میں بٹھانے اور بیٹی کو گود کے بجائے اپنے پہلو اور برابر میں بٹھانے کو برابری نہ کرنے سے تعبیر فرمایا۔ [1]

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : سَوُّوْا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ فِي الْعَطِيَّةِ فَلَوْ كُنْتُ مُفَضِّلًا أَحَدًا لَفَضَّلْتُ النِّسَاءَ (المعجم الكبير للطبرانی) [2]

---

[1] رسول الله صلى الله عليه وسلم قد أراد منه التعديل بين الابنة والابن وأن لا يفضل أحدهما على الآخر فذلك دليل على ما ذكرنا فى العطية أيضا(شرح معانى الآثار،للطحاوى، ج۴ص ۸۹، كتاب الهبة والصدقة،باب :الرجل ينحل بعض بنيه دون بعض)

يعتنى الإسلام بالأنثى فى كل أطوار حياتها فيرعاها وهى طفلة، ويجعل رعايتها سترا من النار وسبيلا إلى الجنة .فقد روى مسلم والترمذى عن أنس بن مالك رضى الله عنه أن النبى صلى الله عليه وسلم قال :من عال جارتين حتى تبلغا جاء يوم القيامة أنا وهو، وضم أصابعه.

ولا يجوز أن يفضل الذكر عليها فى التربية والعناية(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۷،ص۷۵،مادة "أنوثة")

[2] رقم الحديث ۱۱۹۹۷، سنن البيهقى، رقم الحديث ۱۲۰۰۰ ،مسند الحارث، رقم الحديث ۴۵۴.

قال الهيثمى:رواه الطبرانى فى الكبير، وفيه عبد الله بن صالح كاتب الليث قال عبد الملك بن شعيب :ثقة مأمون ورفع من شأنه، وضعفه أحمد، وغيره(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۶۷۵۹ ،باب الهبة للولد وغيره)

وقال ابن حجر:سووا بين أولادكم فى العطية فلو كنت مفضلا أحدا لفضلت النساء أخرجه سعيد بن منصور والبيهقى من طريقه وإسناده حسن (فتح البارى لابنِ حجر، ج۵ص ۲۱۴، باب الهبة للولد)

وقال البوصيرى:رواه البيهقى فى سننه من طريق أحمد بن نجدة، ثنا سعيد بن منصور، ثنا إسماعيل بن عياش ...فذكره.قلت :الجملة الأولى لها شاهد من حديث النعمان بن بشير، رواه أصحاب

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم عطیہ (وہبہ) کے معاملہ میں اپنی اولاد کے درمیان برابری کیا کرو، پس اگر میں کسی کو زیادہ دینے والا ہوتا، تو عورتوں کو زیادہ دیتا (طبرانی، بیہقی، مسند الحارث)

اس حدیث کی تائید ایک مرسل حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ [1]

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاد کے درمیان عطیہ وہبہ وغیرہ میں مساوات وبرابری کا حکم فرمایا، اور یہ فرمایا کہ میں کسی کو ترجیح دینے کو پسند کرتا، تو عورتوں کو مَردوں پر (یا لڑکیوں کو لڑکوں پر) ترجیح دیتا۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ الكتب الستة(اتحاف الخيرة المهرة، تحت رقم الحديث ٢٩٧١ ،باب التسوية بين الأولاد فى العطية)

وقال ابن الملقن:هذا الحديث رواه الطبرانى فى أكبر معاجمه والبيهقى فى سننه من حديث إسماعيل بن عياش عن (سعيد) بن يوسف، عن يحيى بن أبى (كثير) عن عكرمة، عن ابن عباس قال: قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم ... -فذكره به سواء ، إلا أنه (قال) : النساء بدل البنات وإسماعيل هذا حجة إذا روى عن الشاميين، وشيخه سعيد بن يوسف شامى، نعم الشأن فى شيخه؛ فإن أحمد وغيره تكلموا فيه، وقال أبو حاتم :ليس بالمشهور، وحديثه ليس بالمنكر .وقال ابن عدى :لا أعلم يروى عنه غير إسماعيل بن عياش، وهو قليل الحديث، ورواياته ثابتات الأسانيد لا بأس بها، ولا أعرف له شيئا أنكر مما ذكرت من حديث عكرمة -يعنى :هذا -وذكره ابن حبان فى ثقاته ولما ذكره ابن الجوزى فى ضعفائه ذكر فيه قول يحيى :ضعيف الحديث .وقول النسائى : ليس بالقوى .واقتصر على ذلک، وقال فى تحقيقه لما (ساق) الحديث (بالإسناد) السالف: إسماعيل وسعيد ضعيفان .وقد عرفت أن الضعف فى هذا الحديث لا من جهة إسماعيل؛ بل من جهة سعيد، وليس ضعفه متفقا عليه، كما علمت أيضا .ووقع فى الضعفاء له :أن (سعيدا) هذا يروى عن إسماعيل بن عياش .والمعروف فى ترجمته أن إسماعيل يروى عنه، فتنبه له .وزاد القاضى حسين فى روايته لهذا الحديث زيادة غريبة، لم أر من خرجها، وهى :سووا بين أولادكم فى العطية، حتى القبل(البدرالمنير، ج٧ص١٣٣، ١٣٤ ، كتاب الهبات،الحديث الحادى عشر)

[1] عن يحيى بن أبى كثير ، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : ساووا بين أولادكم فى العطية، ولو كنت مؤثرا أحدا لآثرت النساء على الرجال (سنن سعيد بن منصور، رقم الحديث ٢٩١)

قال صالح بن عبد العزيز بن محمد آل الشيخ: "ساووا بين أولادكم فى العطية ، ولو كنت مؤثراً أحداً لآثرت النساء على الرجال . "وهذا إسناد صحيح مرسل .والطريق المرفوعة ضعيفة ، فقوله فى "الشرح " "الصحيح أنه مرسل "ظاهر وصواب(التكميل لما فات تخريجه من ارواء الغليل، ج ١ ص٧٥)

www.idaraghufran.org

چند متعلقہ مسائل

اب چند متعلقہ مسائل ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ نمبر 1...... احادیث وروایات کی روشنی میں فقہائے کرام نے فرمایا کہ عام حالات میں اولاد کے درمیان روپیہ پیسہ اور جائیداد اور دیگر اشیاء کے ہبہ وعطیہ اور اظہارِ شفقت میں عدل ومساوات اور برابری کا معاملہ کرنا چاہئے۔

لیکن کیا عام حالات میں اولاد کے درمیان ہبہ وعطیہ میں برابری کا لحاظ کرنا مستحب ہے یا واجب ہے؟ اس میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے۔

اکثر فقہائے کرام یعنی حنفیہ، مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک عام حالات میں عطیہ وہبہ میں مساوات اور برابری مستحب ہے، واجب نہیں ہے، لہٰذا ان فقہائے کرام کے نزدیک اس کی خلاف ورزی پر گناہ تو لازم نہیں آتا، البتہ برابری کرنے پر ثواب حاصل ہوتا ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ترغیب تو دی اور خلاف ورزی کرنا ناپسند بھی فرمایا، لیکن کوئی وعید نہیں سنائی، نیز بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے اولاد کے درمیان عطیہ وہبہ میں برابری نہ کرنے کا ذکر پایا جاتا ہے، جو اس عمل کے عام حالات میں جائز ہونے کی دلیل ہے۔

جبکہ حنابلہ اور حنفیہ میں سے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک عام حالات میں اولاد کے درمیان لڑکے اور لڑکیوں کو ہبہ وعطیہ دیتے وقت مساوات اور برابری مستحب نہیں ہے، بلکہ واجب ہے، لہٰذا ان کے نزدیک اس کی خلاف ورزی پر گناہ لازم آتا ہے۔ [1]

---

[1] البتہ قاضی خان میں معلیٰ کی امام ابو یوسف سے یہ روایت ذکر کی گئی ہے کہ اگر دوسری اولاد کو ضرر پہنچانے کا قصد نہ ہو تو پھر ہبہ وعطیہ میں مساوات وبرابری کی خلاف ورزی میں کوئی حرج نہیں، ورنہ گناہ ہے، اور بعض مشائخِ حنفیہ کا اسی پر فتویٰ ہے۔ محمد رضوان۔

اختلف العلماء فی وجوب التسویة بین الأولاد فی العطیة.

فذهب الحنفیة والمالکیة والشافعیة إلی أن التسویة بینهم فی العطایا مستحبة، ولیست واجبة.

لأن الصدیق رضی الله عنه فضل عائشة رضی الله عنها علی غیرها من أولاده فی هبة، وفضل عمر رضی الله عنه ابنه عاصما بشیء من العطیة علی غیره من أولاده.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 2...... بعض فقہائے کرام کے نزدیک اولاد کے درمیان ہبہ وعطیہ کرنے میں مساوات اور برابری کا جو مذکورہ حکم ہے، وہ نرینہ اور غیر نرینہ اولاد کا فرق کئے بغیر ہے، یعنی لڑکوں اور لڑکیوں کے درمیان بھی برابری کرنی چاہئے، کیونکہ عام طور پر احادیث میں لڑکے اور لڑکیوں کے درمیان فرق کر کے یہ حکم نہیں بیان کیا گیا، لہٰذا احادیث میں اولاد کے الفاظ عام ہونے کی وجہ سے یہ حکم لڑکوں اور لڑکیوں، دونوں کو شامل ہے، پس ان حضرات کے نزدیک نرینہ اور غیر نرینہ دونوں طرح کی اولاد کے درمیان برابری کرنا چاہئے۔

جبکہ بعض فقہائے کرام کے نزدیک اولاد کے درمیان ہبہ وعطیہ کرنے میں مساوات اور برابری کا حکم میراث کے حصوں کے مطابق ہے، لہٰذا لڑکے اور لڑکیوں کے درمیان میراث کے مطابق فرق کر کے عطیہ وہبہ کرنا بھی مساوات اور برابری میں داخل ہے، چنانچہ لڑکے کو لڑکی کے مقابلہ میں دوگنا مقدار کے مطابق ہبہ وعطیہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ ولأن فی قوله صلى الله عليه وسلم فی بعض روايات حديث النعمان بن بشير رضى الله عنهما :فأشهد على هذا غيرى ما يدل على الجواز.

وذهب الحنابلة، وأبو يوسف من الحنفية، وهو قول ابن المبارک، وطاوس، وهو رواية عن الإمام مالک رحمه الله :إلى وجوب التسوية بين الأولاد فى الهبة .فإن خص بعضهم بعطية، أو فاضل بينهم فيها أثم، ووجبت عليه التسوية بأحد أمرين :إما رد ما فضل به البعض، وإما إتمام نصيب الآخر، لخبر الصحيحين عن النعمان بن بشير رضى الله عنهما قال :وهبنى أبى هبة .فقالت أمى عمرة بنت رواحة رضى الله عنها :لا أرضى حتى تشهد رسول الله صلى الله عليه وسلم فأتى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال :يا رسول الله :إن أم هذا أعجبها أن أشهدک على الذى وهبت لابنها، فقال صلى الله عليه وسلم يا بشير ألک ولد سوى هذا؟ قال :نعم .قال :كلهم وهبت له مثل هذا؟ قال :لا .قال :فأرجعه .وفى رواية قال :اتقوا الله، واعدلوا بين أولادكم وفى رواية أخرى لا تشهدنى على جور .إن لبنيک من الحق أن تعدل بينهم وفى رواية :فأشهد على هذا غيرى.

وروى عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال :سووا بين أولادكم فى العطية، ولو كنت مؤثرا أحدا لآثرت النساء على الرجال (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱۱، ص ۳۶۰، مادة " تسوية "التسوية بين الأولاد فى العطية)

وفى الخانية ولو وهب شيئا لأولاده فى الصحة، وأراد تفضيل البعض على البعض روى عن أبى حنيفة لا بأس به إذا كان التفضيل لزيادة فضل فى الدين وإن كانوا سواء يكره وروى المعلى عن أبى يوسف أنه لا بأس به إذا لم يقصد الإضرار وإلا سوى بينهم وعليه الفتوى (ردالمحتار، ج ۴، ص ۴۴۴، كتاب الوقف، مطلب متى ذكر الواقف شرطين متعارضين يعمل بالمتأخر)

www.idaraghufran.org

لہٰذا افضل تو یہی ہے کہ عام حالات میں لڑکوں اور لڑکیوں کے درمیان ہبہ وعطیہ کی تقسیم برابر سرابر طریقہ پر کی جائے، اور گنجائش اس کی بھی موجود ہے کہ بوقتِ مصلحت لڑکے کو لڑکی کے مقابلہ میں دوگنی مقدار ہبہ اور عطیہ کرے۔ [1]

مسئلہ نمبر 3...... اولاد کے درمیان مساوات اور برابری کے حکم میں کئی حکمتیں ہیں، جن میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اس کی وجہ سے اولاد کے درمیان بغض وعناد اور تحاسد وتباغض پیدا نہیں ہوتا، اور اس کے برعکس فرق کرنے میں باہم دوری اور وحشت اور تحاسد وتباغض پیدا ہوکر انتشار وقطع رحمی کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔

مسئلہ نمبر 4...... اولاد کے درمیان عطیہ وہبہ وغیرہ میں مساوات اور برابری کا مذکورہ حکم عام حالات میں ہے۔

اور اگر اولاد کے درمیان کمی بیشی کے ساتھ عطیہ وہبہ کرنے کی کوئی ضرورت موجود ہو، مثلاً کوئی اولاد بیمار ومریض یا تنگ دست ہونے یا عیال دار ہونے یا علمِ دین میں مشغول ہونے کی وجہ سے زیادہ مقدار میں عطیہ وہبہ کی محتاج ومستحق ہو، تو پھر حسبِ ضرورت کمی بیشی کے ساتھ ہبہ وعطیہ کرنے میں کوئی کراہت وخرابی نہیں ہے۔

---

[1] واختلفوا كذلك فى معنى التسوية بين الذكر والأنثى من الأولاد .فذهب جمهور الفقهاء إلى أن معنى التسوية بين الذكر والأنثى من الأولاد :العدل بينهم فى العطية بدون تفضيل؛ لأن الأحاديث الواردة فى ذلك لم تفرق بين الذكر والأنثى.

وذهب الحنابلة، والإمام محمد بن الحسن من الحنفية، وهو قول مرجوح عند الشافعية إلى أن المشروع فى عطية الأولاد القسمة بينهم على قدر ميراثهم :أى للذكر مثل حظ الأنثيين؛ لأن الله سبحانه وتعالى قسم لهم فى الإرث هكذا، وهو خير الحاكمين، وهو العدل المطلوب بين الأولاد فى الهبات والعطايا.

وإن سوى بين الذكر والأنثى، أو فضلها عليه، أو فضل بعض البنين أو بعض البنات على بعض، أو خص بعضهم بالوقف دون بعض، فقال أحمد فى رواية محمد بن الحكم :إن كان على طريق الأثرة فأكرهه، وإن كان على أن بعضهم له عيال وبه حاجة يعنى فلا بأس به.

وعلى قياس قول الإمام أحمد :لو خص المشتغلين بالعلم من أولاده بوقفه تحريضا لهم على طلب العلم، أو ذا الدين دون الفساق، أو المريض، أو من له فضل من أجل فضيلته فلا بأس (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١١، ص [illegible]، مادة "تسوية" التسوية بين الأولاد فى العطية)

www.idaraghufran.org

اسی طرح اگر ایک اولاد فاسق اور فضول خرچ ہے، جس سے اندیشہ ہے کہ وہ مال کو ضائع کردے گی، یا گناہ کے کام میں خرچ کرے گی، تو اس کے مقابلہ میں نیک، صالح اولاد کو زیادہ دینے یا فاسق وفضول خرچ اولاد کو دینے کے بجائے نیک کاموں میں خرچ کرنے میں بھی حرج نہیں۔

اور اگر بالفرض کوئی شخص بغیر کسی ضرورت کے عطیہ وہبہ وغیرہ میں برابری کا معاملہ نہ کرے، مگر ہبہ وعطیہ کی ہوئی چیز کا اولاد کو مالک بنا کر قبضہ بھی دے دے، تو اس کا یہ تصرف معتبر ہوجاتا ہے، اور وہ چیز اس کی ملکیت سے نکل کر اولاد کی ملکیت میں داخل ہوجاتی ہے، اور اس کی رضامندی کے بغیر کسی دوسری اولاد کو اس سے واپس لینا جائز نہیں ہوتا، وہ الگ بات ہے کہ عام حالات میں، جب تک کوئی معقول وجہ نہ ہو، والدین کو اس طرح کے عمل سے پرہیز کرنا مناسب ہے۔ [1]

---

[1] الأمر الأول :محاباة وتفضيل الوالد بعض أولاده بهبته

اتفق الفقهاء على أن الإنسان مطالب بالتسوية بين أولاده فى الهبة بدون محاباة وتفضيل لبعضهم على بعض لما روى النعمان بن بشير رضى الله عنهما أن أباه أتى به رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال :إنى نحلت -أى أعطيت بغير عوض -ابنى هذا غلاما كان لى، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم :أكل ولدك نحلته مثل هذا؟ فقال :لا فقال :فأرجعه وفى رواية :فلا تشهدنى إذا، فإنى لا أشهد على جور وفى ثالثة :اتقوا الله واعدلوا بين أولادكم .

ولأن فى التسوية بينهم تأليف قلوبهم، والتفضيل يزرع الكراهية والنفور بينهم فكانت التسوية أولى.

ولا يكره ذلك التفضيل -فى المذاهب الأربعة -إذا كانت هناك حاجة تدعو إليه مثل اختصاص أحد أولاده بمرض أو حاجة أو كثرة عائلته أو اشتغاله بالعلم ونحوه من الفضائل.

أو اختصاص أحدهم بما يقتضى منع الهبة عنه لفسقه أو يستعين بما يأخذه على معصية الله أو ينفقه فيها، فيمنع عنه الهبة ويعطيها لمن يستحقها.

ويكره عند غير الحنابلة إذا لم تكن هناك حاجة تدعو إلى ذلك.

وقال الحنابلة :يحرم التفضيل حينئذ وتجب عليه التسوية -إن فعل -إما برد ما فضل به البعض، وإما بإتمام نصيب الآخر.

وقال الحنفية والمالكية والشافعية :لا يجب عليه التسوية، ويجوز التفضيل قضاء، لأن الوالد تصرف فى خالص ملكه، لا حق لأحد فيه، إلا أنه يكون آثما فيما صنع بدون داع له، لأنه ليس بعدل، وهو مأمور به فى قوله تعالى:(إن الله يأمر بالعدل والإحسان) ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 5...... اگر کوئی شخص اپنی اولاد کے درمیان ظاہر میں عدل ومساوات اور برابری کا معاملہ کرے، لیکن دل میں کسی خاص اولاد کی محبت زیادہ ہو، تو اس میں کوئی حرج وگناہ نہیں، کیونکہ یہ دل کی کیفیت ہے، جس کا انسان مکلّف نہیں۔ [1]

مسئلہ نمبر 6...... اولاد کے درمیان مساوات وبرابری کا جو مذکورہ حکم بیان کیا گیا، وہ میراث سے الگ چیز ہے یعنی زندگی میں عطیہ وہبہ وغیرہ کرنے سے متعلق ہے، اور انسان کے فوت ہونے کے بعد وہ جو کچھ مال اپنی ملکیت میں چھوڑ کر فوت ہو، تو اس کے چھوڑے ہوئے مال یعنی ترکہ میں اولاد اور وارثوں کے لئے شریعت کی طرف سے میراث کے حصے متعین اور طے کردیے گئے ہیں، جن میں کسی کو کمی بیشی کا اختیار نہیں ہے، خواہ فوت ہونے والے نے اپنی زندگی میں وارثوں کو کچھ عطیہ وہبہ وغیرہ کیا ہو، یا نہ کیا ہو، اور کیا ہو، تو جس حیثیت سے بھی کیا ہو، اس کی وجہ سے میراث کے معاملات پر فرق واقع نہیں ہوگا۔

وَاللّٰهُ سُبۡحَانَهٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَ عِلۡمُهٗ اَتَمُّ وَاَحۡكَمُ.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ ولزوم ذلک مشروط عند المالکیة بأمرین:

أ -أن یهب کل ماله أو أکثره.

ب -ألا یطالب أولاده الآخرون بمنعه کل ذلک مخافة أن تعود نفقته علیهم بعد افتقاره، فلهم رد ذلک التصرف وإبطاله، وأما إذا وهب الشیء الیسیر فذلک جائز غیر مکروه.

وکیفیة التسویة المطلوبة -عند الحنفیة والشافعیة -أن یعطی الأنثی مثل ما یعطی الذکر تماما بناء علی ظاهر الحدیث.

وعند المالکیة والحنابلة :التسویة أن یقسم بین أولاده علی حسب قسمة المیراث، فیجعل للذکر مثل حظ الأنثیین، لأن ذلک نصیبه من المال لو مات عنه الواهب (الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۳۶،ص ۱۳۸ ،مادة ''محاباة'')

وفی الخلاصة المختار التسویة بین الذکر والأنثی فی الهبة ولو کان ولده فاسقا فأراد أن یصرف ماله إلی وجوه الخیر ویحرمه عن المیراث هذا خیر من ترکه لأن فیه إعانة علی المعصیة ولو کان ولده فاسقا لا یعطی له أکثر من قوته (البحر الرائق، ج۷، ص۲۸۸، کتاب الهبة، هبة الأب لطفلة)

[1] لا بأس بتفضیل بعض الأولاد علی البعض فی المحبة لأن المحبة عمل القلب وذلک غیر مقدور قال علیه الصلاة والسلام حین سوّی بین النساء فی القسم هذا قسمی فیما أملک فلا تؤاخذنی فیما لا أملک (فتاویٰ قاضی خان، ج۳، ص۱۵۵، فصل فی هبة الوالد لولده والهبة للصغیر)

www.idaraghufran.org

(فصل نمبر 11)

اولاد اور نسب سے متعلق مسائل واحکام

اولاد کو عربی زبان میں ''ولد'' کہا جاتا ہے۔

اور بیٹے کو عربی زبان میں ''ابن'' اور بیٹی کو ''بنت'' کہا جاتا ہے۔ [1]

انسان کی اولاد سے متعلق کئی قسم کے احکام ہیں، اور کسی بچہ کا دوسرے سے نسب ثابت ہونے کے متعلق بھی مختلف احکام ہیں، جن میں سے اہم مسائل واحکام کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر 1......نسب دو انسانوں کے درمیان ولادت کے اعتبار سے رشتہ قائم ہونے کو کہا

---

[1] الولد فی اللغة :بفتحتین :المولود .یقال للواحد والجمع والصغیر والکبیر والذکر والأنثی، وقد یجمع علی أولاد وولدة وإلدة وؤلد .

ولا یخرج المعنی الاصطلاحی عن المعنی اللغوی.

الألفاظ ذات الصلة:

أ -الابن:عرف الجرجانی الابن بأنه :حیوان ذکر یتولد من نطفة شخص آخر من نوعه.

وقال الراغب الأصفهانی :وسمی ابنا لکونه بناء للأب، فإن الأب هو الذی بناه وجعله الله بناء فی إیجاده، ویقال لکل ما یحصل من جهة شیء أو من تربیته أو بتفقده أو کثرة خدمته له أو قیامه بأمره هو ابنه، نحو فلان ابن حرب، وابن السبیل وابن اللیل وابن العلم .

والصلة بین الابن والولد هی العموم والخصوص، لأن الابن یطلق علی الذکر، أما الولد فیطلق علی الذکر والأنثی.

ب -البنت:البنت والابنة مؤنث ابن، وأرید به الفروع من الأنثی فی قوله تعالی :(حرمت علیکم أمهاتکم وبناتکم وأخواتکم وعماتکم وخالاتکم وبنات الأخ وبنات الأخت) بطریق عموم المجاز.

والصلة بین البنت والولد :أن البنت تطلق علی الأنثی، أما الولد فیطلق علی الذکر والأنثی(الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۴۵،ص۱۹۲،مادة"ولد")

[2] تنقسم الأحکام المتعلقة بالولد إلی قسمین :أحکام تتعلق بولد الآدمی، وأحکام تتعلق بولد الحیوان(الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۴۵،ص۱۹۳،مادة"ولد")

www.idaraghufran.org

جاتا ہے۔ ۱

مسئلہ نمبر 2......نسب کے معاملہ میں شریعت نے بہت احتیاط کا حکم دیا ہے، اوراسی وجہ سے اگرکوئی شخص یہ جانتا ہے کہ فلاں بچہ یا فلاں فرد اُس کی اولاد نہیں ہے، تو اس کے متعلق اپنی اولاد ہونے کا دعویٰ یا اقرار کرنا حرام ہے۔

اسی طریقہ سے اگر کسی کے بارے میں وہ جانتا ہے کہ اس کی اولاد ہے، تو اس کے نسب کی نفی کرنا بھی حرام ہے۔ ۲

مسئلہ نمبر 3......نسب ثابت ہونے پر کئی حقوق لازم ہوتے ہیں، مثلاً والدین پر اپنی اولاد کی نگرانی اوراس کا نان نفقہ واجب ہوتا ہے، اوراولاد پر بھی والدین کا حق ہوتا ہے۔ ۳

مسئلہ نمبر 4......نسب یا تو نکاح کے ذریعہ سے ثابت ہوتا ہے، یا اپنی شرعی باندی سے صحبت کرنے کے نتیجہ میں بچہ پیدا ہونے کے ذریعہ سے ثابت ہوتا ہے۔

جو نکاح مکمل طور پر صحیح ہوا ہو، اس کے نتیجہ میں جو اولاد پیدا ہو، عام حالات میں اس کا نسب

---

۱ اورنسب کی یہ نسبت بعض اوقات قریبی ہوتی ہے، اور بعض اوقات دور کی، اور ہمارے اکثر زیرِ بحث مسائل قریبی نسب کی نسبت سے متعلق ہیں۔

النسب فی اللغة :مصدر نسب، یقال :نسبته إلی أبیه نسبا :عزوته إلیه، وانتسب إلیه :اعتزی. والاسم :النسبة بالکسر، وقد تضم.

قال ابن السکیت :یکون النسب من قبل الأب ومن قبل الأم والنسب فی الاصطلاح هو :القرابة وهی الاتصال بین إنسانین بالاشتراک فی ولادة قریبة أو بعیدة وقال المالکیة :هو الانتساب لأب معین(الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۴۰،ص ۲۳۱،مادة " نسب ")

۲ النسب مبنی علی الاحتیاط فیحرم علی الإنسان أن یقر بنسب ولد وهو یعلم أنه لیس منه، کما یحرم علیه نفی ولد وهو یعلم أنه منه، لحدیث :أیما رجل جحد ولده وهو ینظر إلیه احتجب الله منه وفضحه علی رؤوس الأولین والآخرین یوم القیامة ، ولعظیم التغلیظ علی فاعل ذلک وقبیح ما یترتب علیهما من المفاسد کانا من الکبائر (الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۴۰،ص ۲۳۳،مادة "نسب ")

۳ فی النسب عدة حقوق، ففیه حق للولد حتی یجد أبا یرعاه وینفق علیه، وفیه حق للأم، لأنها تعیر بولد لا أب له کما أن فیه حق الأب أیضا، وکذلک فیه حق الله تعالی، لأن فی وصله حقا لله عز وجل والنسب لا یکون محلا للبیع، لأنه لیس بمال (الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۴۰،ص ۲۳۳،مادة "نسب ")

www.idaraghufran.org

ثابت ہوجاتا ہے۔

مگر یہ شرط ہے کہ نکاح کے وقت شوہر کی عمر اتنی ہو کہ اس کی صحبت سے حمل ٹھہرنا ممکن ہو، اور شوہر کے حق میں یہ عمر حنفیہ کے نزدیک چاند کے اعتبار سے کم از کم بارہ سال ہے، اور حنابلہ کے نزدیک کم از کم دس سال ہے، اور مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک کم از کم نو سال ہے۔

اور اگر نکاح کے وقت شوہر اس سے کم عمر کا بچہ ہو، تو اس سے حسبِ اختلافِ فقہاء اولاد کا نسب ثابت نہیں ہوتا۔ [1]

اسی طرح کسی شخص سے نسب ثابت ہونے کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ نکاح ہونے کی اتنی مدت بعد بچہ کی ولادت ہوئی ہو کہ اتنی مدت میں حمل ٹھہرنے کے بعد ولادت متوقع ہو، جس کا کم از کم عرصہ چھ ماہ ہے۔

اور حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت کے بارے میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے، حنفیہ کے نزدیک حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال ہے، اور شافعیہ وغیرہ کے نزدیک چار

---

[1] اور اگر کوئی شخص مقطوعُ الذَّکر ہو، تو حنفیہ کے علاوہ اکثر فقہائے کرام کے نزدیک اس سے بھی اولاد کا نسب ثابت نہیں ہوتا، جبکہ حنفیہ کے نزدیک اگر اس کو انزال ہوتا ہو، تو نسب ثابت ہوجاتا ہے، ورنہ اس سے نسب ثابت نہیں ہوتا۔
اگر کسی کا ذَکر موجود ہو، مگر خصیتین کمزور یا موجود نہ ہوں، تو شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک نسب ثابت ہوجاتا ہے۔

للنسب سببان هما :النكاح والاستيلاد.

السبب الأول : النكاح:ينقسم النكاح إلى صحيح وفاسد ويلحق بهما الوطء بشبهة.

فأما النكاح الصحيح، فقد اتفق الفقهاء على ثبوت نسب الولد الذى تأتى به المرأة المتزوجة زواجا صحيحا لقول الرسول -صلى الله عليه وسلم :الولد للفراش وللعاهر الحجر ، والمراد بالفراش : الزوجية وما فى حكمها، ويشترط لذلك ما يلى:

أ -أن يتصور الحمل من الزوج عادة، وذلك ببلوغ الذكر تسع سنين قمرية عند المالكية والشافعية، واثنتى عشر سنة عند الحنفية، وعشر سنين عند الحنابلة (ر :بلوغ ف ٢١)

وعلى ذلك لا يلحق الولد بالزوج إن كان طفلا دون التاسعة من عمره بالاتفاق، كما لا يلحق بالمجبوب وهو مقطوع الذكر عند الجمهور.

وذهب الحنفية إلى أنه يلحق به النسب إذا كان ينزل وإلا فلا .

أما مسلول الخصيتين إذا بقى ذكره فيلحق به الولد على المذهب عند الشافعية والحنابلة، وقال مالك :أرى أن يسأل أهل المعرفة بذلك، عن الخصى والمجبوب، فإن كان يولد لمثله يلحق به الولد وإلا فلا(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٤٠، ص٢٣٥،مادة" نسب")

www.idaraghufran.org

سال ہے۔ ل

اوراسی طرح سے نسب ثابت ہونے کی ایک شرط یہ ہے کہ عقدِ نکاح کے بعد زوجین کی ایک دوسرے سے ملاقات کا امکان ہو۔

پس اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو عقدِ نکاح کے بعد خلوت وتنہائی اختیار کرنے سے پہلے اسی مجلس میں طلاق دے دی، تو اس نکاح سے نسب ثابت نہیں ہوگا۔

اور اگر نکاح کے وقت زوجین ایک دوسرے سے غیر معمولی فاصلہ پر ہوں، اور بعد میں بھی آپس میں ملاقات نہ ہوئی ہو، مثلاً ایک مشرق میں ہو، اور دوسرا مغرب میں ہو، تو حنفیہ کے علاوہ دیگر اکثر فقہائے کرام کے نزدیک اس صورت میں بھی نسب ثابت نہیں ہوگا، کیونکہ اس طرح نکاح کے بعد زوجین کے ملاقات کئے بغیر صحبت کا کرنا عادتاً ممکن نہیں۔

اور حنفیہ کے نزدیک مذکورہ صورت میں نسب ثابت ہوجائے گا، کیونکہ یہ اولاد نکاح کے بعد پیدا ہوئی ہے، جس میں احادیث کے پیشِ نظر شوہر سے نسب ثابت ہونے کا حکم ہونا چاہیے، اور نسب ثابت ہونے کے لئے امکانِ عقلی کافی ہے، جس کا عقدِ نکاح کے بعد امکان پایا جاتا

ل پس اگر کسی شخص کے نکاح کے کم از کم چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہوا، تو اس کا نسب ثابت ہوجائے گا، اور اگر شوہر کے فوت ہونے کے زیادہ سے زیادہ دوسال بعد تک بچہ پیدا ہوا، تو حنفیہ کے نزدیک اور شافعیہ کے نزدیک زیادہ سے زیادہ چار سال بعد تک پیدا ہوا، تو اس کا نسب ثابت ہوجائے گا، اور وہ بچہ وفات شدہ شوہر کی اولاد ہی کہلائے گا، بشرطیکہ شوہر کی وفات کے بعد اس کی بیوہ نے عدت گزرنے کے بعد کسی اور جگہ نکاح نہ کیا ہو۔ محمد رضوان۔

ب -أن تلده الزوجة خلال مدة الحمل :وأقلها ستة أشهر وأقصاها خمس سنوات، على التفصيل في مصطلح :(حمل ف٧)(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٤٠، ص٢٣٥،مادة " نسب ")

يثبت النسب بالحبل الظاهر، وذلك إذا ولد الحمل خلال مدة معينة، وهذه المدة لها حد أدنى وحد أقصى، أما الحد الأدنى لمدة الحمل فهو ستة أشهر باتفاق الفقهاء.

أما أكثر مدة الحمل فقد اختلف الفقهاء فيها، فقال الشافعية وهو ظاهر المذهب عند الحنابلة وقول عند المالكية :إن أكثر مدة الحمل أربع سنين .

وذهب الحنفية وأحمد في رواية إلى أن أقصى مدة الحمل سنتان والمشهور عن مالك أن أكثر مدة الحمل خمس سنين، وقال محمد بن عبد الحكم :إن أقصى الحمل تسعة أشهر وهي المدة المعتادة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٤٠، ص٢٣٩، و٢٤٠، مادة " نسب ")

www.idaraghufran.org

ہے، نیز نسب کے بارے میں شریعت کا حکم احتیاط پر مبنی ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 5...... اگر نکاح میں کوئی ایسی خرابی پائی گئی تھی، جس کی وجہ سے نکاح صحیح نہیں ہوا

---

[1] ج -إمكان تلاقي الزوجين بعد العقد، فإن طلق الزوج زوجته في مجلس العقد، أو جرى عقد الزواج وكان الزوجان متباعدين أحدهما بالمشرق والآخر بالمغرب لم يلحقه الولد عند الجمهور.

جاء في جواهر الإكليل :إذا ادعت الولد زوجة مغربية مثلا على زوج لها مشرقي مثلا وكل منهما ببلده لم يغب عنها غيبة يمكنه الوصول فيها للآخر عادة فينتفي عنه بلا لعان لاستحالة كونه منه عادة

وجاء في حاشية الجمل :الولد لاحق في النكاح الصحيح بالزوج مطلقا متى أمكن كونه منه، فلا فائدة في العرض على القائف فيه.

وقال الشافعية أيضا :الزوجة تكون فراشا بمجرد الخلوة بها حتى إذا ولدت للإمكان من الخلوة بها، لحقه وإن لم يعترف بالوطء ، لأن مقصود النكاح الاستمتاع والولد فاكتفى فيه بالإمكان من الخلوة وقالوا كذلك :لو طلق الرجل زوجته ومضت ثلاثة أقراء ثم أتت بولد يمكن أن يكون منه فإنه يلحقه لقوة فراش النكاح.

وجاء في نيل المآرب :وإن لم يمكن كونه من الزوج مثل ما لو أتت به لدون نصف سنة منذ تزوجها وعاش، أو أتت به لأكثر من أربع سنين منذ أبانها، أو فارقها حاملا فوضعت ثم وضعت آخر بعد نصف سنة، أو علم أنه لم يجتمع بها زمن الزوجية كما لو تزوجها بحضرة جماعة، ولا فرق بين أن يكون مع الجماعة حاكم أو لا، ثم أبانها في المجلس أو مات الزوج بالمجلس أو كان بين الزوجين وقت العقد مسافة لا يقطعها في المدة التي ولدت فيها، كمشرقي تزوج مغربية ثم مضت ستة أشهر وأتت بولد لم يلحقه نسبه، لأن الولد إنما يلحقه بالعقد ومدة الحمل، أو كان الزوج لم يكمل له عشر من السنين، أو قطع ذكره من أنثييه لم يلحقه، أي لم يلحق الولد الزوج في هذه المسائل كلها وعند الحنفية يلحقه، لأن عقد الزواج الصحيح عندهم كاف في ثبوت النسب حتى لو لم يلتقيا.

جاء في حاشية ابن عابدين :اكتفى الحنفية بقيام الفراش بلا دخول كتزوج المغربي بمشرقية بينهما سنة فولدت لستة أشهر منذ تزوجها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٤٠، ص ٢٣٥، مادة "نسب")

واختلف الفقهاء فيما تصير به الزوجة فراشا .

فذهب جمهور الفقهاء من المالكية والشافعية والحنابلة إلى أن الزوجة تكون فراشا بعقد الزواج مع إمكان الدخول الحقيقي بها أي الوطء ، فإن لم يمكن بأن نكح المغربي المشرقية مثلا ولم يفارق واحد منهما وطنه، ثم أتت بولد لستة أشهر أو أكثر لم يلحقه الولد، لعدم إمكان كونه منه.

وذهب الحنفية إلى أن الفراش في الزوجة يثبت بمجرد العقد عليها، ولا يشترط إمكان الدخول مادام الدخول متصورا عقلا .ويقولون :إن النكاح قائم مقام الماء مادام التصور العقلي حاصلا، فمتى أتت الزوجة بولد لأدنى مدة الحمل من حين العقد يثبت نسبه من الزوج، كما لو تزوج المشرقي بمغربية فجاء ت بولد يثبت النسب وإن لم يوجد الدخول حقيقة، لقوله -صلى الله عليه وسلم :الولد للفراش أي لصاحب الفراش، ولم يذكر فيه اشتراط الوطء ولا ذكره، ولأن العقد في الزوجة كالوطء (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٤٠، ص ٢٣٧، و ٢٣٨، مادة " نسب ")

www.idaraghufran.org

تھا، بلکہ فاسد واقع ہوا تھا، مثلاً نکاح میں گواہی کا نصاب مکمل نہیں تھا، اور اس کے بعد مرد و عورت نے اپنے آپ کو میاں بیوی تصور کرتے ہوئے صحبت بھی کر لی تھی، تو بچہ پیدا ہونے پر نسب ثابت ہو جائے گا، بشرطیکہ دیگر شرائط پائی جائیں، جن کا ذکر پہلے گزرا۔ [1]

مسئلہ نمبر 6...... جس عورت سے کسی شخص نے شبہ کی بنیاد پر صحبت کی، مثلاً اندھیرے میں یا غلط فہمی سے کسی غیر شادی شدہ عورت کو اپنی بیوی سمجھتے ہوئے صحبت کر لی، تو اکثر فقہائے کرام کے نزدیک اس صحبت کے نتیجہ میں پیدا شدہ اولاد کا نسب بھی صحبت کرنے والے سے ثابت ہو جاتا ہے، بشرطیکہ دیگر شرائط پائی جائیں، جن کا ذکر پہلے گزرا۔ [2]

---

[1] پھر مندرجہ بالا صورت میں نسب کی مدت کی ابتداء حنفیہ میں سے امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک نکاح کے وقت سے معتبر ہوگی، اور امام محمد کے نزدیک دخول وصحبت کے وقت سے معتبر ہوگی، اور بعض حنفیہ کا اسی پر فتویٰ ہے۔

اتفق الفقهاء على أن النسب يثبت في النكاح الفاسد إذا اتصل به دخول حقيقي، لأن النسب يحتاط في إثباته إحياء للولد .

بدء اعتبار مدة النسب في النكاح الفاسد:

نص أبو حنيفة وأبو يوسف على أن مدة النسب تعتبر من وقت النكاح كما في النكاح الصحيح، لأن حكم النكاح الفاسد يؤخذ من الصحيح.

وذهب محمد بن الحسن إلى أنها تعتبر من وقت الدخول وعليه الفتوى، لأن النكاح الفاسد ليس بداع إليه والإقامة باعتباره، أي إقامة النكاح مقام الوطء باعتبار أن النكاح داع إلى الوطء ، والنكاح الفاسد ليس بداع إليه فلا يقام مقامه(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٤٠،ص ٢٣٦،مادة " نسب ")

[2] اور غیر شادی شدہ عورت کو غلط فہمی سے اپنی بیوی سمجھ کر صحبت کرنے کی یہ صورت ہو سکتی ہے کہ مثلاً اندھیرے میں بستر پر لیٹی ہوئی عورت کو اپنی بیوی تصور کیا، یا مثلاً دو اشخاص کا نکاح ہوا، اور غلطی سے ایک کی بیوی دوسرے شخص کے پاس پہنچا دی گئی، اور اس شخص نے اپنی بیوی سمجھتے ہوئے صحبت کر لی، اس کو عربی زبان میں ''وطی بالشبہ'' کہا جاتا ہے۔

ذهب جمهور الفقهاء إلى أن الوطء بشبهة يثبت النسب، لأن ثبوت النسب هنا إنما جاء من جهة ظن الواطء، بخلاف الزنا فلا ظن فيه.

فإذا وطء امرأة لا زوج لها بشبهة منه كأن ظنها زوجته، أو أمته فأتت بولد بعد مضي ستة أشهر فأكثر من وقت الوطء ثبت نسبه منه، سواء أوجد منها شبهة أيضا أم لا .

وقال القاضي أبو يعلى من الحنابلة -وعزاه إلى أبي بكر منهم -إنه لا يلحق به، لأن النسب لا يلحق إلا في نكاح صحيح، أو فاسد، أو ملك أو شبهة ملك، ولم يوجد شيء من ذلك، ولأنه وطء لا يستند إلى عقد، فلم يلحق الولد فيه كالزنا .وقال أحمد :كل من درأت عنه الحد في وطء ألحقت الولد به، ولأنه وطء اعتقد الواطء حله فلحق به النسب كالوطء في النكاح الفاسد، وفارق وطء

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 7...... اگر کسی عورت کے رحم میں جماع کے علاوہ کسی اور طریقہ سے اسی کے شوہر کی منی داخل کی گئی، تو متعدد فقہائے کرام کے نزدیک اس سے بھی نسب ثابت ہوجاتا ہے۔

چنانچہ آج کل ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے بعض طریقوں میں یہ صورت اختیار کی جاتی ہے، تو اس سے بھی نسب ثابت ہوجاتا ہے، جبکہ دیگر شرائط پائی جائیں۔ [1]

مسئلہ نمبر 8...... اگر کوئی عورت کسی شخص کی شرعی باندی ہے، تو اس سے پیدا شدہ اولاد کا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الزنا فإنه لا يعتقد الحل فيه، وإن وطء ذات زوج بشبهة فى طهر لم يصبها فيه زوجها، فاعتزلها بعد الوطء بالشبهة حتى أتت بولد لستة أشهر من حين الوطء بالشبهة، لحق الواطء وانتفى عن الزوج من غير لعان .وعلى قول أبى بكر يلحق الزوج، لأن الولد للفراش(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٤٠،ص ٢٣٦،مادة " نسب ")

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ہمارا رسالہ ''مصنوعی تولید اور ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا شرعی حکم''

قال المالكية :إذا حملت المرأة من منى دخل فرجها من غير جماع كحمام أو نحوه فيلحق الولد بزوجها إن كانت ذات زوج وأمكن إلحاقه به بأن مضى من يوم تزوجها ستة أشهر فأكثر، فإن لم تكن ذات زوج أو كانت ولكن لا يمكن إلحاقه به لم يلحقه .

وقال الشافعية :استدخال المرأة منى الرجل يقام مقام الوطء فى وجوب العدة وثبوت النسب (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٤٠،ص٢٣٧،ماده،نسب)

إذا عالج الرجل جاريته فيما دون الفرج فأنزل فأخذت الجارية ماء ه فى شيء فاستدخلته فى فرجها فى حدثان ذلك فعلقت الجارية وولدت فالولد ولده، والجارية أم ولد له اهـ (ردالمحتار، ج٣ص٥٢٨، كتاب الطلاق ، باب العدة)

وفى المنتقى عن أبى حنيفة رحمه الله :وإذا عالج الرجل جاريته فيما دون الفرج وأنزل، فأخذت الجارية ماء ه فى شيء واستدخلته فرجها فى جريان ذلك، فعلقت الجارية وولدت ولداً، فإن الولد ولد الرجل والجارية تصير أم ولده (المحيط البرهانى، ج٩ص ٢٧١،كتاب الدعوىٰ، الفصل الثامن والعشرون :فى دعوى النسب، النوع الأول :فى بيان مراتب النسب)

محمد بن (سماعة) عن أبى حنيفة :إذا عالج الرجل جاريته فيما دون الفرج، فأنزل فأخذت الجارية ماء ه فى شيء واستدخلته فرجها فى حرمان ذلك، فعلقت الجارية وولدت ولداً، فإن الولد ولد الرجل، وتصير الجارية أم ولد له (المحيط البرهانى، ج٩ص ٤٠٢، كتاب الدعوىٰ،الفصل الثامن والعشرون :فى دعوى النسب)

وأطلق فى الولادة من السيد فشمل ما إذا كان بجماع منه أو بغيره لما فى المحيط عن أبى حنيفة إذا عالج الرجل جاريته فيما دون الفرج فأنزل فأخذت الجارية ماء ه فى شيء فاستدخلته فرجها فى حدثان ذلك فعلقت الجارية وولدت فالولد ولده والجارية أم ولد له اهـ (البحر الرائق، ج٤ص ٢٩٢،كتاب العتق، باب الاستيلاد)

www.idaraghufran.org

نسب اس کے آقا سے ثابت ہوجاتا ہے، لیکن حنفیہ کے نزدیک اس باندی سے نسب اس وقت ثابت ہوتا ہے، جب آقا اس بچہ کے متعلق اپنی اولاد ہونے کا اقرار کرے، اور دیگر فقہائے کرام کے نزدیک صرف اس باندی سے وطی کا اقرار کرنے سے نسب ثابت ہوجاتا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 9...... جو بچہ زنا کے نتیجہ میں پیدا ہوا ہو، تو اس کا نسب والدہ سے ثابت ہوتا ہے، اور وہ والدہ کا وارث کہلاتا ہے، زنا کرنے والے شخص سے نہ تو اس کا نسب ثابت ہوتا، اور نہ وہ اس کا وارث شمار ہوتا۔ [2]

مسئلہ نمبر 10...... جو شخص اپنی بیوی سے کسی بچہ کے بارے میں لعان کرے، تو اس بچہ کا لعان کرنے والے شخص سے نسب ثابت نہیں ہوتا، اور ان دونوں کے درمیان میراث کا سلسلہ بھی جاری نہیں ہوتا، البتہ اس بچہ کا نسب اپنی والدہ سے ثابت ہوتا ہے، اور ان دونوں کے درمیان میراث کا سلسلہ جاری ہوتا ہے۔ [3]

مسئلہ نمبر 11...... اگر کسی کا نسب ثابت ہونے کی کوئی دوسری معتبر دلیل نہ ہو، تو اس کا نسب گواہوں کے ذریعہ سے ثابت ہوتا ہے، اور حنفیہ کے نزدیک اس سلسلہ میں کم از کم دو معتبر مرد حضرات یا ایک معتبر مرد اور دو معتبر عورتوں کی گواہی کا ہی اعتبار ہوتا ہے۔

---

[1] السبب الثانی :الاستیلاد:
الاستیلاد فی اللغة :طلب الولد، واصطلاحا :هو تصییر الجاریة أم ولد، یقال :فلان استولد جاریته إن صیرها أم ولده .ویترتب علی الاستیلاد ثبوت النسب إذا أقر السید بالوطء عند الجمهور، خلافا للحنفیة حیث اشترطوا إقراره بأن الولد منه(الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج٤٠، ص٢٣٧، مادة "نسب")

[2] ولد الزنی هو :الولد الذی تأتی به أمه من سفاح لا من نکاح، وهذا الولد ینسب إلی أمه ویرث بجهتها فقط (الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج٤٥، ص ٢٠٤ ،مادة"ولد")

[3] اتفق الفقهاء علی أن ولد اللعان لا توارث بینه وبین الملاعن، لانتفاء نسبه منه ولحوقه بأمه (الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج٤٥، ص ٢٠٥ ،مادة"ولد")
ذهب الفقهاء إلی أنه إذا تم اللعان بین الزوجین وکان القذف بنفی الولد ترتب علیه نفی نسب الولد عن الزوج وألحق بأمه .(الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج٤٠، ص٢٥٥، مادة"نسب")

www.idaraghufran.org

جبکہ حنفیہ کے علاوہ دیگر حضرات کے نزدیک اس سلسلہ میں عورت کی گواہی کا اعتبار نہیں ہوتا، بلکہ کم ازکم دو معتبر مرد حضرات کی گواہی ضروری ہوتی ہے۔

اور نسب کا ثبوت صرف قسم کھانے سے یا صرف عورتوں کی گواہی سے کسی کے نزدیک بھی ثابت نہیں ہوتا۔

مندرجہ بالا مسئلہ قضاءً ہے، اور دیانۃً جھوٹی گواہی یا جھوٹی قسم سے نسب کا ثبوت گناہ ہے۔ [1]

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ہمارا رسالہ "لے پالک اور منہ بولی اولاد کا شرعی حکم")

مسئلہ نمبر 12...... نسب کا ثبوت بعض شرائط کے ساتھ اقرار کرنے سے بھی ہو جاتا ہے، اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ نسب کا جھوٹا اقرار کرنا حرام ہے۔ [2]

---

[1] اتفق الفقهاء على أن النسب لا يثبت بشهادة عدل واحد ويمين، ولا بشهادة امرأتين ويمين واختلفوا فى ثبوت النسب بشهادة عدل وامرأتين.

فذهب جمهور الفقهاء من المالكية والشافعية والحنابلة إلى أن النسب لا يثبت بشهادة عدل وامرأتين، وإنما يثبت بشهادة رجلين عدلين ، لأن النسب ليس بمال ولا يقصد به المال ويطلع عليه الرجال، فلم يكن للنساء فى شهادته مدخل كالحدود والقصاص .

وذهب الحنفية إلى أن النسب يثبت بشهادة رجلين أو رجل وامرأتين (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٤٠، ص ٢٤٠، مادة " نسب ")

[2] الإقرار بالنسب واجب على الصادق، حرام على غيره، وقد اتفق الفقهاء على ثبوت النسب بالإقرار وإن اختلفوا فى بعض التفاصيل (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٤٠، ص ٢٤١، مادة "نسب")

وقد اشترط الفقهاء شروطا أربعة لصحة إقرار الإنسان بنسب على نفسه، أى باستلحاق النسب من نفسه .وهى :

١ ــ :أن يكون المقر به مجهول النسب :فإن كان معروف النسب من غيره، لم يصح استلحاقه بالإقرار؛ لأن النسب الثابت من شخص لا ينتقل إلى غيره ولا يحتمل ثبوته له، ولأن المقر يقطع نسب المقر به الثابت من غيره .وقد لعن النبى صلى الله عليه وسلم من انتسب إلى غير أبيه أو تولى غير مواليه.

٢ ــ :أن يكون المقر به محتمل الثبوت من نسب المقر، فلا يكذبه الحس ظاهرا أو لا ينازعه فيه منازع، بأن يكون فى سن يمكن أن يكون منه بحيث يولد مثله لمثله، فلو كان المقر به فى سن لا يتصور كونه منه، أو كان المقر مقطوع الذكر والانثيين من زمن يتقدم على زمن بدء الحمل بالمقر به، لم يصح الإقرار بثبوت نسبه؛ لأن الحس يكذبه .وكذلك إذا نازع المقر منازع آخر غيره لم

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 13...... جو بچہ کہیں سے پڑا ہوا ملا، اور اس کا کوئی نسب معلوم نہیں، اور اس کے نسب کے متعلق کوئی شخص دعویٰ کرے، یعنی اس کو اپنی اولاد قرار دے، تو اس کا دعویٰ ظاہراً قبول کرلیا جائے گا۔

لیکن اگر کوئی جھوٹا دعویٰ کرے گا، تو وہ عنداللہ سخت گناہ گار ہوگا، اور کسی کو اس طرح کا جھوٹا دعویٰ کرنا جائز نہیں، جیسا کہ پہلے گزرا۔ [1]

مسئلہ نمبر 14......نسب کا ثبوت دوسرے لوگوں سے سُن کر گواہی کے ذریعہ سے بھی ہوجاتا ہے، جبکہ نسب مشہور ہو، مثلاً اگر کسی بچہ کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ یہ فلاں کا بیٹا ہے،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يثبت نسبه؛ لأنه إذا نازعه فيه غيره تعارض الإقراران، فلم يكن إلحاقه بأحدهما أولى من الآخر.
٣ـ :أن يصدق المقر له في إقراره إن كان أهلا للتصديق بأن يكون مكلفا، أي بالغا عاقلا عند الجمهور، أو يستطيع أن يعبر عن نفسه، أي يكون مميزا عند الحنفية؛ لأن الولد له حق في نسبه، وهو أعرف به من غيره .فإن كان الولد صغيرا لا يعبر عن نفسه ـ بحسب رأي الحنفية ـ لم يعتبر تصديقه، لأنه بمنزلة المتاع.
وقال المالكية :ليس تصديق المقر به شرطا لثبوت النسب من المقر؛ لأن النسب حق للولد على الأب، فيثبت بإقراره بدون توقف على تصديق من الولد إذا لم يقم دليلا على تكذيب المقر.
٤ـ :ألا يكون فيه حمل النسب على الغير، سواء كذبه المقر له أم صدقه؛ لأن إقرار الإنسان حجة قاصرة على نفسه، لا على غيره؛ لأنه على غيره شهادة أودعوى، وشهادة الفرد فيما يطلع عليه الرجال غير مقبولة، والدعوى المفردة ليست بحجة.
وهذه الشروط تشترط أيضا في الإقرار بنسب على الغير ما عدا الشرط الأخير بالطبع، فإنه لا يشترط عند الحنفية.
وقال الشافعية والحنابلة :يثبت النسب بالإقرار على الغير بالشروط السابقة،وبشرط كون المقر جميع الورثة، وبشرط كون الملحق به النسب ميتا، فلا يلحق بالحي ولو مجنونا لاستحالة ثبوت نسب الشخص ـ مع وجوده حيا ـ بقول غيره(الفقه الاسلامي وادلتهٗ للزحيلي ،ج٨ص ٦١٢٢ الیٰ ٦١٢٤، القسم الخامس، الباب الخامس، الفصل الثالث، المبحث الثالث، المطلب السابع)

[1] ذهب الفقهاء في الجملة إلى أنه إذا ادعى اللقيط شخص واحد، سواء كان هو الملتقط أو غيره، فإن كان رجلا مسلما حرا لحق نسبه به إن أمكن أن يكون منه بأن تتحقق فيه شروط الاستلحاق؛ لأن الإقرار محض نفع للطفل لاتصال نسبه، ولا مضرة على غيره فيه، فقبل كما لو أقر له بمال .واختلفوا فيما وراء ذلك (الموسوعة الفقهية الكويتية،ج ٤٠،ص ٢٦٩، مادة"نسب")

www.idaraghufran.org

تو اس سنی ہوئی بات کی گواہی دینے سے بھی قضاءً نسب کا ثبوت ہو جاتا ہے۔ [1]
البتہ بعض فقہائے کرام اس میں استفاضہ کے ساتھ شہرت ہونے کو ہی معتبر مانتے ہیں۔ [2]

---

[1] ذهب جمهور الفقهاء إلى أن النسب يثبت بالشهادة بالسماع للضرورة .قال ابن المنذر :أما النسب فلا أعلم أحدا من أهل العلم منع منه، ولو منع ذلك لاستحالت معرفة الشهادة به؛ إذ لا سبيل إلى معرفته قطعا بغيره، ولا تمكن المشاهدة فيه، ولو اعتبرت المشاهدة لما عرف أحد أباه ولا أمه ولا أحدا من أقاربه .

واشترط الحنفية لقبول الشهادة بالتسامع أن يكون النسب مشهورا، جاء في الفتاوى الهندية : الشهادة بالشهرة في النسب وغيره بطريقتين :الحقيقة والحكمية .فالحقيقة :أن تشتهر وتسمع من قوم كثير لا يتصور تواطؤهم على الكذب، ولا تشترط في هذه العدالة، ولا لفظ الشهادة بل يشترط التواتر.

والحكمية أن يشهد عنده رجلان أو رجل وامرأتان عدول بلفظ الشهادة كذا في الخلاصة، هذا إذا شهدا عنده من غير استشهاد هذا الرجل، فإنه ذكر محمد في كتاب الشهادات أنه إذا لقي رجلين عدلين شهدا عنده على نسبه وعرفا حاله وسعه أن يشهد، ولو أقام هذا الرجل عنده شاهدين شهدا على نسبه لم يسعه أن يشهد.

ولو أن رجلا نزل بين ظهراني قوم وهم لا يعرفونه وقال :أنا فلان بن فلان، قال محمد :لا يسعهم أن يشهدوا على نسبه حتى يلقوا من أهل بلده رجلين عدلين فيشهدان عندهم على نسبه، قال الجصاص في شرح هذا الكتاب :وهو الصحيح كذا في شرح أدب القاضي للصدر الشهيد .

وقال الحنفية أيضا :ولا يشهد أحد بما لم يعاينه بالإجمال إلا في عشرة منها النسب، فله الشهادة به إذا أخبره به من يثق الشاهد به من خبر جماعة لا يتصور تواطؤهم على الكذب بلا شرط عدالة أو شهادة عدلين.

قال المالكية :الشهادة على السماع عند مالك وأصحابه جائزة في النسب المشهور.

وقال ابن القاسم :لا يثبت بذلك نسب، إنما يستحق به المال، إلا أن يكون أمرا مشتهرا مثل نافع مولى ابن عمر (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٤٠، ص ٢٤٩ و ٢٥٠، مادة"نسب")

[2] واشترط الشافعية الاستفاضة أيضا؛ لأن النسب أمر لا مدخل للرؤية فيه، وغاية الممكن رؤية الولادة على الفراش، لكن النسب إلى الأجداد المتوفين والقبائل القديمة لا تتحقق فيه الرؤية، فدعت الحاجة إلى اعتماد الاستفاضة، ولو من الأم قياسا على الأب.

وذكر النووي أن مما تجوز فيه الشهادة بالتسامع -وهو الاستفاضة -النسب، وقال :يجوز أن يشهد بالتسامع أن هذا الرجل ابن فلان، أو هذه المرأة -إذا عرفها بعينها -بنت فلان، أو أنهما من قبيلة كذا .ويثبت النسب من الأم بالتسامع أيضا على الأصح، وقيل :قطعا كالأب، ووجه المنع إمكان رؤية الولادة.

ثم ذكر الشافعي والأصحاب في صفة التسامع أنه ينبغي أن يسمع الشاهد المشهود بنسبه، فينسب

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 15...... جب کوئی شخص کسی مجہولُ النسب بچہ کے بارے میں یہ دعویٰ کرے کہ وہ اس کا بیٹا ہے، تو بہت سے فقہائے کرام کے نزدیک اس کا ظاہر میں دعویٰ قبول کرنے کے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

إلى ذلك الرجل أو القبيلة، والناس ينسبونه إليه، وهل يعتبر فى ذلك التكرار وامتداد مدة السماع؟ قال كثيرون :نعم، وبهذا أجاب الصيمرى، وقال آخرون :لا، بل لو سمع انتساب الشخص وحضر جماعة لا يرتاب فى صدقهم فأخبروه بنسبه دفعة واحدة، جاز له الشهادة، ورأى ابن كج القطع بهذا، وبه أجاب البغوى فى انتسابه.

ويعتبر مع انتساب الشخص ونسبة الناس ألا يعارضهما ما يورث تهمة وريبة، فلو كان المنسوب إليه حيا وأنكر لم تجز الشهادة، وإن كان مجنونا جازت على الصحيح كما لو كان ميتا .ولو طعن بعض الناس فى ذلك النسب، هل يمنع جواز الشهادة؟ وجهان :أصحهما :نعم، لاختلاف الظن.

والمعتبر فى الاستفاضة أوجه:

الأول :وهو أصحها أنه يشترط أن يسمعه من جمع كثير يقع العلم أو الظن القوى بخبرهم ويؤمن تواطؤهم على الكذب، وهذا هو الذى رجحه الماوردى وابن الصباغ والغزالى، وهو أشبه بكلام الشافعى.

والثانى :يكفى عدلان، اختاره أبو حامد وأبو حاتم، ومال إليه الإمام.

والثالث :يكفى خبر واحد إذا سكن القلب إليه، حكاه السرخسى وغيره .فعلى الأولى ينبغى ألا يشترط العدالة ولا الحرية ولا الذكورة.

ولو سمع رجلا لآخر :هذا ابنى وصدقه الآخر أو قال :أنا ابن فلان، وصدقه فلان، قال كثير من الأصحاب :يجوز أن يشهد به على النسب، وكذا لو استلحق صبيا أو بالغا وسكت؛ لأن السكوت فى النسب كالإقرار، وفى المهذب وجه أنه لا يشهد عند السكوت إلا إذا تكرر عنده الإقرار والسكوت، والذى أجاب به الغزالى :أنه لا تجوز الشهادة على النسب بذلك، بل يشهد والحالة هذه على الإقرار، وهذا قياس ظاهر.

ويوافق الحنابلة الشافعية كذلك فى اشتراط العدد أو الاستفاضة بالنسبة للنسب .جاء فى المغنى: وما تظاهرت به الأخبار واستقرت معرفته فى قلبه شهد به، وهو ما يعلمه بالاستفاضة، وأجمع أهل العلم على صحة الشهادة بها فى النسب والولادة.

وكلام أحمد والخرقى يقتضى ألا يشهد بالاستفاضة حتى تكثر به الأخبار ويسمعه من عدد كثير يحصل به العلم، يقول الخرقى :فيما تظاهرت به الأخبار واستقرت معرفته فى القلب، يعنى حصل العلم به، وذكر القاضى فى "المجرد "أنه يكفى أن يسمع من اثنين عدلين ويسكن قلبه إلى خبرهما؛ لأن الحقوق تثبت بقول اثنين، وهذا قول المتأخرين من أصحاب الشافعى، والقول الأول هو الذى يقتضيه لفظ الاستفاضة، فإنها مأخوذة من فيض الماء لكثرته، ولأنه لو اكتفى فيه بقول اثنين لا يشترط فيه ما يشترط فى الشهادة على الشهادة، وإنما اكتفى فيه بمجرد السماع، وإذا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

لئے اس سے قسم لینا ضروری نہیں، لیکن امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک قسم اٹھائے بغیر اس کا یہ دعویٰ معتبر نہیں ہوگا، اور حنفیہ کا اسی پر فتویٰ ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 16...... اگر کسی بچہ کے نسب ثابت ہونے میں مختلف افراد کا اختلاف وتنازع ہو، اور کسی کے پاس دوسرے سے قوی دلیل موجود نہ ہو، تو ایسی صورت میں کیا ''قیافہ'' کے ذریعہ سے نسب ثابت ہو جائے گا؟ اس بارے میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے، حنفیہ کے نزدیک مذکورہ صورت میں ''قیافہ'' سے نسب ثابت نہیں ہوگا، جبکہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک قیافہ کے ذریعہ سے نسب ثابت ہو جائے گا، بشرطیکہ قیافہ شناس تجربہ کار شخص ہو۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

سمع رجلا يقول لصبى :هذا ابنى، جاز له أن يشهد به؛ لأنه مقر بنسبه، وإن سمع الصبى يقول :هذا أبى، والرجل يسمعه فسكت جاز أن يشهد أيضا؛ لأن سكوت الأب إقرار له، والإقرار يثبت النسب فجازت الشهادة، وإنما أقيم السكوت ههنا مقام الإقرار؛ لأن الإقرار على الانتساب الباطل جائز بخلاف سائر الدعاوى، ولأن النسب يغلب فيه الإثبات، ألا ترى أنه يلحق بالإمكان فى النكاح؟ وذكر أبو الخطاب أنه يحتمل ألا يشهد مع السكوت حتى يتكرر؛ لأن السكوت ليس بإقرار حقيقى، وإنما أقيم مقامه، فاعتبرت تقويته بالتكرار، كما اعتبرت تقوية اليد فى العقار بالاستمرار (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۴۰،ص ۲۵۱ و ۲۵۲،مادة"نسب")

[1] يرى جمهور الفقهاء :أبو حنيفة والمالكية والحنابلة، أنه لا تحليف فى نسب، بأن ادعى على مجهول أنه ابنه وبالعكس .وقال أبو يوسف ومحمد :يستحلف فى النسب، وعليه الفتوى.
وقيل :ينبغى للقاضى أن ينظر فى حال المدعى عليه، فإن رآه متعنتا يحلفه ويأخذه بقولهما، وإن كان مظلوما لا يحلفه أخذا بقوله(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۴۰،ص ۲۵۴ ،مادة"نسب")

[2] قیافہ سے مراد مختلف قسم کے تجربات اور قرائن کی بنیاد پر مثلاً مخصوص شباہت سے کسی کے بیٹے ہونے کی نسبت کو پہچاننا ہے۔
اگر اس طرح کی صورتِ حال کسی بچہ کے بارے میں پیدا ہو جائے، اور کوئی قوی دلیل کسی کے پاس نسب کے ثبوت کی نہ ہو، تو کیا ڈی این اے (DNA) ٹیسٹ کو بھی قیافہ کا درجہ دیا جا سکتا ہے، تو جو فقہاء قیافہ کے ذریعہ سے ثبوتِ نسب کے قائل ہیں، ان کے نزدیک اس کو قیافہ کا حکم حاصل ہونا چاہئے، كالجمهور و غير الحنفية، اور جو قیافہ کے ذریعہ ثبوتِ نسب کے قائل نہیں، ان کے نزدیک نہیں ہونا چاہئے "كالحنفية"

اسلامک فقہ اکیڈمی ہند نے اس سلسلہ میں درج ذیل قرارداد منظور کی:

(۱)...... جس بچے کا نسب شرعی اصولوں کے مطابق ثابت ہو، اس کے بارے میں ڈی این اے ٹیسٹ کے ذریعہ اشتباہ پیدا کرنا شرعاً جائز نہیں ہے۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 17...... جب کسی بچہ کا کسی شخص سے نسب ثابت ہو، تو والد پر بچہ کا نان ونفقہ اور ضروریاتِ زندگی کا انتظام واجب ہوا کرتا ہے، بشرطیکہ اس بچہ کی ملکیت میں مال نہ ہو۔ [1] اور والد اس بچہ کا نکاح اور مالی معاملات میں ولی شمار ہوتا ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(۲)......اگر کسی بچے کے بارے میں چند دعوے دار ہوں، اور کسی کے پاس واضح شرعی ثبوت نہ ہوں، تو ایسے بچے کا نسب، ڈی این اے ٹیسٹ کے ذریعہ سے تعین کیا جاسکتا ہے (ڈین این اے ٹیسٹ اور جینیٹک سائنس سے متعلق شرعی مسائل، ص ۱۵، مطبوعہ: دارالاشاعت کراچی، طباعت مارچ 2008ء)

لیکن یہ تمام بحث اسی صورت میں ہے، جبکہ ثبوتِ نسب کی قوی دلیل نہ ہو، اور مختلف افراد کا باہم تناعہ ہو، عام حالات میں نسب کے ثبوت کے طریقے معروف طریقے ہی کہلائیں گے، اور وہاں اس طرح کے ٹیسٹوں کی بنیاد پر ثبوتِ نسب کے فیصلے نہیں کئے جائیں گے، ورنہ بے شمار فتنے رونما ہوسکتے ہیں۔ محمد رضوان۔

اختلف الفقهاء في إثبات النسب بالقيافة إلى رأيين :

الأول :ذهب المالكية والشافعية والحنابلة إلى إثبات النسب بالقيافة، وأجازوا الاعتماد عليها في إثباته عند التنازع وعدم توفر الدليل الأقوى منها، أو عند تعارض الأدلة الأقوى منها .

الثاني :ذهب الحنفية إلى أنه لا يثبت النسب بقول القائف(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۴۰،ص ۲۳۹ ،مادة "نسب")

يشترط في القائف -عند من يرى العمل بقوله في ثبوت النسب -أن يكون مجربا في الإصابة، لخبر :لا حكيم إلا ذو تجربة ولأن القيافة أمر علمي، فلا بد من العلم بمعرفة القائف له، وذلك لا يعرف بغير التجربة.

ومن طرق تجربة القائف لمعرفة كفاء ته :أن يعرض عليه ولد في نسوة، ليس فيهن أمه ثلاث مرات، ثم في نسوة هي فيهن، فإذا أصاب في الكل فهو مجرب.

وتجدر الإشارة إلى أن الحنفية لا يجيزون العمل بقول القائف مطلقا، ومن ثم لم يشترطوا شروطا لاعتبار قول القافة دليلا يعتمد عليه في الحكم (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱۰،ص ۱۶۰ ،مادة "تجربة")

[1] ذهب الفقهاء إلى أن النسب سبب من أسباب النفقة وذلك في الجملة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۴۰،ص ۲۵۴ ،مادة"نسب")

اتفق الفقهاء على أن نفقة الولد تجب في ماله إن كان له مال، وإلا وجبت على أبيه بشروط (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۵،ص ۱۹۸ ،مادة"ولد")

[2] ثبوت النسب سبب للولاية في أمور منها استيفاء القصاص والنكاح والولاية على المال وذلك في الجملة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۴۰،ص ۲۵۴ ،مادة"نسب")

www.idaraghufran.org

اور اس کی بنیاد پر اولاد اور والد کے درمیان میراث کا سلسلہ جاری ہوتا ہے۔ ۱؎

اور ایک دوسرے سے نکاح کرنا حرام ہوتا ہے۔ ۲؎

مسئلہ نمبر 18...... بچہ کی ولادت کے بعد اس کے دائیں کان میں اذان دینا اور بائیں کان میں اقامت کہنا سنت ہے، خواہ وہ لڑکا ہو یا لڑکی۔ ۳؎

مسئلہ نمبر 19...... والدین کو اگر حیثیت ہو، تو اولاد کی طرف سے عقیقہ کرنا سنت ومستحب ہے۔ ۴؎

مسئلہ نمبر 20...... اگر بچہ نرینہ یعنی لڑکا ہو، تو پیدائش کے بعد مناسب وقت پر اس کی ختنہ کرانا سنت ہے، اور بعض حضرات کے نزدیک ختنہ واجب ہے۔ ۵؎

مسئلہ نمبر 21...... بچہ کی پیدائش کے بعد والدین کو اس کا اچھا نام رکھنا مستحب ہے۔ ۶؎

مسئلہ نمبر 22...... بچہ کی پیدائش کے بعد والدین کے ذمہ اس کی پرورش کرنا واجب ہے۔ ۷؎

۱؎ اتفق الفقهاء على أن النسب سبب من أسباب الإرث فى الجملة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۰،ص ۲۵۵،مادة"نسب")

۲؎ اتفق الفقهاء على أن النسب فى الجملة سبب من أسباب تحريم النكاح .(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۰،ص ۲۵۵،مادة"نسب")

۳؎ يسن الأذان فى يمنى أذنى المولود ذكرا أو أنثى حين يولد، والإقامة بيسراهما(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۵،ص ۱۹۵،مادة"ولد")

۴؎ العقيقة :ما يذكى عن الولد شكرا لله تعالى بنية وشرائط مخصوصة.
وهى سنة عند الشافعية والحنابلة ومندوبة عند المالكية، ومباحة عند الحنفية(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۵،ص ۱۹۷،مادة"ولد")

۵؎ الختان :اسم من الختن :وهو قطع القلفة من الذكر، والنواة من الأنثى.
وقد اختلف الفقهاء فى حكمه، فمنهم من رأى وجوبه، ومنهم من رأى سنيته (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۵،ص ۱۹۷،مادة"ولد")

۶؎ بين الفقهاء حكم تسمية المولود وما يستحب من الأسماء وما يكره منها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۵،ص ۱۹۷،مادة"ولد")

۷؎ الحضانة هى حفظ من لا يستقل بأموره وتربيته بما يصلحه.
وبين الفقهاء حكمها والمستحقين لها من الرجال والنساء، وشروط استحقاقها، وحكم طلب الأجرة عليها، ووقت انتهائها(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۵،ص ۱۹۷،مادة"ولد")

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 23...... اولاد کی تعلیم وتربیت کی ذمہ داری بھی والدین پر واجب ہے۔ [1]

مذکورہ مسائل کی تفصیل کے لئے ہماری دوسری کتاب ''نومولود کے احکام'' ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ نمبر 24...... جب پیدائش کے بعد بچہ ماں کے دودھ کا محتاج ہو، اور کوئی عذر نہ ہو، تو ماں کے ذمہ اس بچہ کو دودھ پلانا واجب ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر 25...... نماز اور طہارت اور دوسرے فرائض کے ترک کرنے پر، والدین یا ولی کو حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ بچہ کو تادیب اور تنبیہ کرے، بلکہ والدین کو اپنی اولاد کی اصلاح وتربیت کے لئے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا حکم ہے، اور جب تک وہ ناسمجھ ہوں، ان کو گناہوں سے بچا کر رکھنے کا حکم ہے۔ [3]

مسئلہ نمبر 26...... انسان کی اولاد جب تک نابالغ ہو، وہ دین و مذہب کے اعتبار سے والدین میں سے ''خیر الابوین'' کے تابع ہوتی ہے، یعنی والدین میں سے جس کا دین و مذہب بہتر ہو، نابالغ اولاد کا دین ومذہب وہی شمار ہوتا ہے، مثلاً اگر والد مسلمان ہو، اور والدہ عیسائی یا یہودی ہو، تو اس کی نابالغ اولاد مسلمان شمار کی جائے گی، اور اگر کسی کے والدین غیر مسلم تھے، پھر ان میں سے کوئی ایک اسلام لے آیا، تو ان کی نابالغ اولاد بھی مسلمان شمار ہوگی، اور اگر والدین میں سے کوئی ایک اہلِ کتاب مثلاً عیسائی یا یہودی ہو، اور دوسرا ہندو، مشرک وغیرہ ہو، تو ان کی نابالغ اولاد اہلِ کتاب شمار کی جائے گی۔ [4]

---

[1] یلزم الوالدین تعلیم الولد فی صغره کل ما یلزمه بعد البلوغ، فیعلمه ما تصح به عقیدته من : إیمان بالله وملائکته وکتبه ورسله والیوم الآخر، وما تصح به عبادته، وغیر ذلک مما یحتاج إلیه.
(الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۴۵،ص ۱۹۸ ،مادة''ولد'')

[2] اتفق الفقهاء علی أنه یجب إرضاع المولود إذا کان فی سن الرضاع، وکان محتاجا إلیه
(الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۴۵،ص ۱۹۷ ،مادة''ولد'')

[3] اتفق الفقهاء علی أنه یجب علی الولی تأدیب الولد لترکه الصلاة والطهارة، وسائر الفرائض ونحو ذلک (الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۴۵،ص ۱۹۸ ،مادة''ولد'')

[4] پھر اگر والدین میں سے ایک یہودی ہو، اور دوسرا عیسائی ہو، تو حنفیہ کے نزدیک نابالغ اولاد مذہب کے اعتبار سے یہودی کے تابع شمار ہوگی۔ واللہ اعلم

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 27...... مسلمان کے نابالغ اور ناسمجھ بچہ کا مرتد ہونا معتبر نہیں کہلاتا۔

اور اگر کسی مسلمان کا کوئی نابالغ مگر سمجھدار بچہ نعوذ باللہ مرتد ہو جائے، تو امام ابو یوسف اور امام شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک، اور امام احمد رحمہ اللہ کے ایک قول کے مطابق نابالغ ہونے کی وجہ سے اس کا مرتد ہونا بھی معتبر نہیں ہوتا۔

اور امام محمد اور مالکیہ کے نزدیک اور امام احمد کے مشہور قول کے مطابق مسلمان کا نابالغ بچہ اگر سمجھدار ہو، اور وہ مرتد ہو جائے، تو اس کا ارتداد معتبر شمار کیا جائے گا، اور اس پر مرتد ہونے کے احکام جاری ہوں گے، البتہ نابالغ ہونے کی وجہ سے اس پر مرتد کی قتل والی سزا جاری نہیں کی جائے گی۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اتفق الفقهاء على أن الولد يتبع خير الأبوين دينا .
فلو كان أحد الزوجين مسلما، فالولد على دينه، وكذلك إن أسلم أحدهما وله ولد صغير صار ولده مسلما بإسلامه، لأن فى جعله تبعا له نظرا له.
ونص الحنفية على أنه لو كان أحدهما كتابيا، والآخر مجوسيا، فالولد كتابى، لأن فيه نوع نظر له، إذ المجوسية شر، كما اشترطوا لتبعية الولد لخير الأبوين دينا اتحاد الدار حقيقة أو حكما، بأن كان الصغير فى دارنا والأب فى دار الكفر، بخلاف العكس بأن كان الأب فى دار الإسلام والصغير فى دار الكفر فإنه لا يتبعه(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۵،ص ۱۹۳،و ۱۹۴، مادة"ولد")
فعلم أن النصرانى شر من اليهودى فى أحكام الدنيا أيضا .اهـ .كلام البحر(ردالمحتار، ج۳ص۱۹۸، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر)

[1] اور امام ابوحنیفہ کا قول امام محمد کے مطابق ہے، لیکن اسی کے ساتھ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا امام ابو یوسف کے قول کی طرف رجوع منقول ہے، اور مشائخِ حنفیہ کا رجحان امام ابو یوسف کے قول اور امام ابوحنیفہ کے رجوع کی طرف ہے، اور بظاہر یہی قول راجح معلوم ہوتا ہے، کیونکہ اس میں بچہ کی منفعت پائی جاتی ہے۔ محمد رضوان۔

وأما البلوغ فليس بشرط عند أبى حنيفة ومحمد والمالكية والحنابلة، فتصح ردة الصبى المميز، لكن عند أبى حنيفة ومحمد :لا يقتل ولا يضرب، وإنما يعرض عليه الإسلام جبرا عند البلوغ ويحبس ويضرب .وإذا حكم بصحة ردته بانت منه امرأته، ولا تطبق عليه العقوبات المقررة للمرتد؛ لأنه ليس أهلا لالتزام العقوبات فى الدنيا.
وقال الشافعى وأبو يوسف :البلوغ شرط، فلا تصح ردة الصبى المميز، ولا المجنون لعدم تكليفهما، فلا اعتداد بقولهما واعتقادهما، أى لا يصح أيضا عندهما إسلام الصبى، لحديث رفع

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 28...... اگر کسی غیر مسلم کا نابالغ مگر سمجھدار بچہ اسلام قبول کر لے، تو جمہور فقہائے کرام کے نزدیک اس کا اسلام قبول کرنا معتبر ہو جاتا ہے، مگر امام شافعی کے نزدیک معتبر نہیں ہوتا۔ [1]

مسئلہ نمبر 29...... جب کوئی شخص فوت ہو جائے، تو اس پر رشتہ دار ہونے کی حیثیت سے نمازِ جنازہ پڑھنے کا استحقاق پہلے اس کے باپ کو حاصل ہے، اور پھر اس کے بالغ بچہ کو، اور پھر بالغ پوتے کو، اور اس کے بعد دوسرے رشتہ داروں کا درجہ ہے، اور اس سلسلہ میں دوسرے رشتہ داروں کی تفصیل آگے ''صلہ رحمی و رشتہ داروں سے متعلق متفرق مسائل واحکام'' کے ذیل

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

القلم عن ثلاثة :عن الصبى حتى يبلغ ... وقد رجع أبو حنيفة إلى رأى أبى يوسف كما فى الفتح وغيره(الفقه الاسلامى وادلتهٔ للزحيلى، ج۷ص۵۵۷۸ ،۵۵۷۹، ملخصاً، القسم الخامس، الباب الاول، الفصل السادس)

والأولى الأخذ برأى الشافعى وأبى يوسف فى عدم صحة ردة المميز؛ إذ لا تكليف قبل البلوغ.

وأما الذكورة فليست بشرط اتفاقا، فتصح ردة المرأة(الفقه الاسلامى وادلتهٔ للزحيلى، ج۷ص، ۵۵۷۹، ۵۵۸۰، القسم الخامس، الباب الاول، الفصل السادس)

ردة الصبى لا تعتبر عند أبى يوسف والشافعى، وهو رواية عند أبى حنيفة على مقتضى القياس، وقول لأحمد .

وقال أبو حنيفة فى الرواية الأخرى ومحمد :يحكم بردة الصبى استحسانا، وهو مذهب المالكية والمشهور عن أحمد .

المرتد قبل البلوغ لا يقتل:

ذهب القائلون بوقوع ردة الصبى إلى أنه لا يقتل قبل بلوغه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۲،ص ۱۸۱،مادة"ردة")

[1] وقال الجمهور غير الشافعية :يصح إسلام الصبى المميز لحديث :كل مولود يولد على الفطرة .

ولقوله عليه الصلاة والسلام :من قال :لا إله إلا الله دخل الجنة .

والخلاصة :أنه يصح إسلام المميز وردته عند الجمهور، ولا يصح إسلامه ولا ردته عند الشافعية.

وأرجح رأى الجمهور فى قبول إسلام المميز بدليل إسلام سيدنا على رضى الله عنه وهو صغير(الفقه الاسلامى وادلتهٔ للزحيلى، ج۷ص، ۵۵۷۹،القسم الخامس، الباب الاول، الفصل السادس)

www.idaraghufran.org

میں آتی ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 30...... والدین کا اپنے مال کی زکاۃ اپنی اولاد کو دینا جائز نہیں، خواہ اولاد بالغ ہو یا نابالغ۔ [2]

مسئلہ نمبر 31...... جس شخص کو صدقۂ فطر کا حکم ہو، اسے صدقۂ فطر کے موقع پر اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے بھی صدقۂ فطر اداء کرنے کا حکم ہے۔ [3]

مسئلہ نمبر 32...... بالغ اولاد کی طرف سے مالدار والدین کو قربانی کرنا ضروری نہیں۔

اور اگر نابالغ اولاد ہو، تو حنفیہ کے نزدیک راجح یہ ہے کہ مالدار والدین کو نابالغ اولاد کی طرف سے قربانی کرنا ضروری نہیں، کیونکہ نابالغ قربانی کا مکلّف نہیں، نہ اس کے باپ کو اپنے مال میں سے نابالغ بچہ کی طرف سے قربانی کرنے کا حکم ہے، اور نہ ہی بچے کے مال میں سے ادا کرنے کا حکم ہے۔

البتہ اگر کوئی والد اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے بھی اپنے مال میں سے نفلی قربانی کردے تو کوئی حرج نہیں، بلکہ بعض حضرات کے بقول مستحب ہے۔ [4]

---

[1] يقدم فى الصلاة على الميت أبوه، ثم ابنه، ثم ابن ابنه وإن سفل(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۵،ص ۱۹۵ ،مادة"ولد")

[2] اتفق الفقهاء على أنه لا يجوز دفع الزكاة إلى ولده، لأن منافع الأملاك بينهم متصلة فلا يتحقق التمليك على الكمال(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۵،ص ۱۹۵ ،مادة"ولد")

[3] ذهب الفقهاء إلى أن زكاة الفطر يخرجها الشخص عن نفسه وعن كل من تلزمه نفقته، ومنهم أولاده(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۵،ص ۱۹۶ ،مادة"ولد")

[4] الولد إما أن يكون كبيرا وإما أن يكون صغيرا، فإذا كان الولد كبيرا فلا يجب على والده التضحية عنه، أما إن كان الولد صغيرا فإما أن يكون له مال وإما أن لا يكون له مال، فإن لم يكن له مال فقد روى الحسن عن أبى حنيفة أنه يجب على والده التضحية عنه، لأن ولد الرجل جزؤه، فإذا وجب عليه أن يضحى عن نفسه وجب عليه أن يضحى عن ولده بالقياس على صدقة الفطر .وعنه: لا تجب التضحية عنه، لأنها قربة محضة، والقربة لا تجب بسبب الغير؛ لقوله تعالى :(وأن ليس للإنسان إلا ما سعى) ، وقوله تعالى :(لها ما كسبت وعليها ما اكتسبت) بخلاف صدقة الفطر فإنها مؤونة، وسببها رأس يمونه ويلى عليه،وصاروا كالعبيد يؤدى عنهم صدقة الفطر ولا يضحى عنهم، ولهذا لم تجب على الوالد لولده الكبير

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 33...... اگر کسی نے اپنے بیٹے یا بیٹی کو قربان یا ذبح کرنے کی نذر ومنت مانی، تو حنفیہ کے نزدیک اس پر اس نذر ومنت کی وجہ سے (اولاد کے بجائے) قربانی کے دنوں میں ایک قربانی کے قابل جانور (بکری یا دنبے) کی قربانی واجب ہوجائے گی۔

جبکہ حنفیہ کے علاوہ بعض دیگر فقہائے کرام کے نزدیک اس طرح کی نذر ومنت ماننے سے کچھ واجب نہ ہوگا، اور حنفیہ میں سے امام ابو یوسف کا بھی یہی قول ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ثم على القول بعدم الوجوب يستحب للوالد أن يضحى عن ولده الصغير من مال نفسه.

أما إذا كان للصبى مال ضحى عنه أبوه أو وصيه، خلافا لمحمد وزفر، وهو نظير الاختلاف فى صدقة الفطر، وقيل :الأصح أنها لا تجب فى مال الصبى بإجماع الحنفية؛ لأنها قربة فلا يخاطب بها، بخلاف صدقة الفطر على ما بينا، ولأن الواجب الإراقة، والتصدق بها ليس بواجب ولا يجوز ذلك فى مال الصبى، لأنه لا يقدر على أكل جميعها عادة ولا يجوز بيعها فلا تجب، وذكر القدورى فى شرحه :الصحيح أنها تجب ولا يتصدق بها لأنه تطوع، ولكن يأكل منها الصغير وعياله، ويدخر له ما يمكنه، ويبتاع له بالباقى ما ينتفع بعينه، كما يجوز للبالغ ذلك فى الجلد، والجد مع الحفدة كالأب عند عدمه.

وذهب المالكية إلى أنه يسن للإنسان التضحية من ماله عن أبويه الفقيرين وولده الصغير حتى يبلغ الذكر، ويدخل بالأنثى زوجها، ويخاطب ولى اليتيم بفعلها عنه من مال اليتيم إن كان له مال، ويقبل قوله فى ذلك كما يقبل فى زكاة ماله، ويخاطب الأب بها عمن ولد فى أيام النحر أو فى أيام التشريق لا عمن فى البطن .

وقال الشافعية :لا يجوز لولى الطفل والمجنون والمحجور أن يضحى عنه من ماله، وإنما يجوز للأب والجد التضحية عنهم من مالهما، كما أن له إخراج فطرته من ماله عنه، لأن فعله قائم مقامه دون غيرهما، لأنه لا يستقل بتمليكه فتضعف ولايته عنه فى هذه التضحية(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۵،ص ۱۹۶ ،و۱۹۷ ،مادة"ولد")

[1] من قال :لله على أن أنحر ولدى ففى القياس عند الحنفية لا شىء عليه وهو قول أبى يوسف، وفى الاستحسان عندهم يلزمه شاة، ولو كان له أولاد لزمه مكان كل ولد شاة، وهو قول أبى حنيفة ومحمد والحنابلة فى إحدى الروايتين .

وقال المالكية :لا شىء على من نذر ذبح الولد .

وقال الشافعية :لو قال :لله على ذبح ولدى لم يصح نذره، لأن ذلك ليس بقربة .

وقال أحمد فى رواية عنه فى امرأة نذرت نحر ولدها ولها ثلاثة أولاد :تذبح عن كل واحد كبشا وتكفر عن يمينها .وهذا على القول بأن كفارة نذر ذبح الولد كبش، فجعل عن كل واحد، لأن لفظ الواحد إذا أضيف اقتضى التعميم فكان عن كل واحد كبش، فإن عينت بنذرها واحدا فإنما عليها

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 34...... والدین کو اپنی اولاد پر بددعاء کرنا ممنوع ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 35...... اولاد کو کسی چیز کا عطیہ وہبہ کرتے وقت، ان کے درمیان عام حالات میں مساوات کا لحاظ کرنا مستحب ہے، اور بعض حضرات کے نزدیک واجب ہے۔

البتہ ضرورت کے وقت کمی زیادتی کے ساتھ ہبہ وعطیہ کرنے کی اجازت ہے، جس کی تفصیل پہلے مستقل بیان میں ذکر کی جا چکی ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر 36...... اگر دل میں کسی اولاد کی دوسرے کے مقابلہ میں زیادہ محبت ہو، تو اس میں کوئی گناہ نہیں، کیونکہ یہ دل کا عمل ہے، جس پر انسان کو اختیار حاصل نہیں۔ [3]

مسئلہ نمبر 37...... اپنی اولاد کو کوئی چیز ہبہ وعطیہ کرکے، اس سے رجوع کرنا حنفیہ کے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

كبش واحد، بدليل أن إبراهيم عليه السلام لما أمر بذبح ابنه الواحد فدى بكبش واحد ولم يفد غير من أمر بذبحه من أولاده، كذا ههنا، وعبد المطلب لما نذر ذبح ابن من بنيه إن يبلغوا عشرة لم يفد منهم إلا واحدا.

وسواء نذرت معينا أو عينت واحدا غير معين (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۵، ص ۲۰۵، مادة"ولد")

[1] البتہ شافعیہ میں سے علامہ شروانی کا قول یہ ہے کہ اگر اولاد کو بددعاء دینے سے مقصد بددعاء کرنے کے بجائے اس کو تنبیہ کرنا ہو، اور غالب گمان یہ ہو کہ اس سے اس کی اصلاح ہوگی، تو پھر جائز ہے۔

نهي المكلف عن دعائه على ولده:

نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يدعو الإنسان على ولده، فقد قال صلى الله عليه وسلم :لا تدعوا على أنفسكم، ولا تدعوا على أولادكم، ولا تدعوا على أموالكم، لا توافقوا من الله ساعة يسأل فيها عطاء فيستجيب لكم .

وقال الشرواني من الشافعية :إنه إن قصد الوالد بالدعاء على الولد تأديبه وغلب على ظنه إفادته جاز كضربه، بل أولى (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۵، ص ۱۹۹، مادة"ولد")

[2] اختلف الفقهاء في تفضيل بعض الأولاد على بعض في العطية.

فذهب الحنفية والمالكية والشافعية إلى أنه يستحب للوالد أن يسوى بين أولاده في العطية.

وذهب الحنابلة وأبو يوسف وهو قول ابن المبارك وطاووس وهو رواية عن مالك إلى أنه تجب التسوية بين الأولاد في العطية (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۵، ص ۱۹۹ و ۲۰۰، مادة"ولد")

[3] نص الحنفية على أنه لا بأس بتفضيل بعض الأولاد على بعض في المحبة، لأنها عمل القلب (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۵، ص ۲۰۰، مادة"ولد")

www.idaraghufran.org

نزدیک جائز نہیں، اور مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک جائز ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 38...... اگر کوئی شخص اپنی نابالغ اولاد کو مکان ہبہ کردے، لیکن اس مکان میں وہ خود رہ رہا ہو، تب بھی حنفیہ کے نزدیک یہ ہبہ درست ہو جاتا ہے، اور اس صورت میں والد کا رہنا اور قبضہ کرنا ہی نابالغ اولاد کا قبضہ کرنا شمار ہوتا ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر 39...... والدین کو اپنی اولاد کے مال میں سے، اولاد کی اجازت کے بغیر لینا جائز نہیں، مگر جبکہ وہ ضرورت مند ہوں، تو بقدرِ ضرورت اجازت کے بغیر بلکہ نابالغ اولاد کے مال سے بقدرِ ضرورت لینا اور ان کی اشیاء کا استعمال کرنا جائز ہے۔

اسی طرح اگر والدین اپنی نابالغ اولاد کو کوئی چیز دیں اور اس میں سے خود استعمال کرنے کی بھی نیت کرلیں، تو خود استعمال کرنا جائز ہے۔ [3]

---

[1] اختلف الفقهاء فی جواز رجوع الأب عن هبته لولده.
فذهب المالكية والشافعية والحنابلة فی المذهب إلى أنه يجوز للأب الرجوع فی هبة ولده.
وذهب الحنفية وأحمد فی رواية إلى أنه لا يجوز الرجوع فی الهبة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۵،ص ۲۰۰،مادة"ولد")

[2] قال الحنفية :إن الأب لو وهب ابنه الصغير الدار التی يسكنها، وكانت مشغولة بمتاعه (أی الواهب) فإن هذا جائز له، ولا يمنع ذلک صحة الهبة .لكن لو أسكنها الأب لغيره بأجر فإن هذا لا يجوز .ولو أسكنها لغيره بدون أجر جاز ذلک عندهم .
واتفق المالكية والحنفية على أن المرأة لو وهبت دارها لزوجها وهی ساكنة فيها ولها أمتعة فيها، والزوج ساكن معها، فإن هذه الهبة صحيحة، ولا يجوز أن يهب الزوج دار سكناه لزوجته عند المالكية؛ لأن السكنى للرجل لا للمرأة، فإنها تبع لزوجها.
وذهب الشافعية إلى أنه لا بد من خلو الدار الموهوبة من أمتعة غير الموهوب له، فإن كانت مشغولة بها، واستمرت فيها فإن الهبة لا تصح .ولا فرق عندهم بين الهبة للأجنبی أو لولده الصغير، ويقولون بجواز أن يسكن الأب فی دار سكناه الموهوبة لولده المشمول بولايته، وعليه الأجرة بعد تمام الهبة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۵،ص ۱۲۲،مادة"السكنى")

[3] ذهب جمهور الفقهاء إلى أن الوالد لا يأخذ من مال ولده شيئا إلا إذا احتاج إليه .
قال الحنفية :إذا احتاج الأب إلى مال ولده، فإن كانا فی المصر واحتاج الوالد لفقره أكل بغير شیء ، وإن كانا فی المفازة واحتاج إليه لانعدام الطعام معه فله الأكل بالقيمة، نص على ذلک ابن عابدين .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 40...... اگر کوئی عورت فوت ہوجائے، اور اس کے پیٹ میں زندہ بچہ ہو، تو حنفیہ اور بعض دوسرے فقہائے کرام عورت کا پیٹ چاک کرکے، یا آپریشن کرکے، اس بچہ کو نکالنے کے جائز ہونے کے قائل ہیں، اور دلیل کے لحاظ سے یہی قول راجح معلوم ہوتا ہے۔

جبکہ بعض دیگر فقہاء اس عمل کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔ [1]

مسئلہ نمبر 41...... جو بچہ پیدائش کے وقت زندہ ہو، مثلاً اس نے آواز نکالی ہو، یا کوئی اور

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وذهب الحنابلة إلى أن للأب أن يأخذ من مال ولده ما شاء ويتملكه مع حاجة الأب إلى ما يأخذه ومع عدمها، صغيرا كان الولد أو كبيرا بشرطين.

أحدهما :أن لا يجحف بالابن ولا يضر به، ولا يأخذ شيئا تعلقت به حاجته.

الثانى :أن لا يأخذ من مال ولده فيعطيه ولده الآخر(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۵،ص ۲۰۲،مادة"ولد")

لا يصير الأب غاصبا بأخذ مال ولده، وله أخذه بلا شيء لو محتاجا، وإلا فلو أخذه لحفظه، فلا يضمن إلا إذا أتلفه بلا حاجة اهـ بل هو أولى من الوصى تأمل، والمراد بقوله :ولده :الولد الصغير كما قيده فى الفصول العمادية(ردالمحتار، ج۵ص ۶۶۹، كتاب الايداع)

وفى فتاوى سمرقند :إذا أهدى الفواكه للصغير يحل للأبوين الأكل منها إذا أريد بذلك الأبوان لكن الإهداء للصغير استصغارا للهدية اهـ.

قلت :وبه يحصل التوفيق، ويظهر ذلك بالقرائن، وعليه فلا فرق بين المأكول وغيره بل غيره أظهر فتأمل(ردالمحتار، ج۵ص ۶۹۶، كتاب الهبة)

[1] ذهب الحنفية وهو قول ابن سريج وبعض الشافعية، إلى أنه إن ماتت امرأة والولد يضطرب فى بطنها يشق بطنها ويخرج الولد، وقال محمد بن الحسن لا يسع إلا ذلك) ومذهب الشافعية وهو المتجه عند الحنابلة، أنه يشق للولد إن كان ترجى حياته .فإن كان لا ترجى حياته فالأصح أنه لا يشق .وعند أحمد حرم شق بطنها وأخرج نساء لا رجال من ترجى حياته، فإن تعذر لم تدفن حتى يموت، فإن لم يوجد نساء لم يسط عليه الرجال؛ لما فيه من هتك حرمة الميتة، ويترك حتى يتيقن موته .وعنه يسطو عليه الرجال والأولى بذلك المحارم .

وقال ابن القاسم من المالكية :لا يبقر بطن الميتة إذا كان جنينها يضطرب فى بطنها .وقال سحنون منهم :سمعت أن الجنين إذا استيقن بحياته وكان معروف الحياة، فلا بأس أن يبقر بطنها ويستخرج الولد .

وفى الشرح الصغير لا يشق بطن المرأة عن جنين ولو رجى حياته على المعتمد، ولكن لا تدفن حتى يتحقق موته ولو تغيرت .واتفقوا على أنه إن أمكن إخراجه بحيلة غير الشق وجبت(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۶،ص ۱۰،مادة"جنائز")

www.idaraghufran.org

زندگی کی علامت ظاہر ہوئی ہو، اور پھر وہ فوت ہو جائے، خواہ تھوڑی دیر بعد ہی کیوں نہ ہو، تو اس کو زندہ انسان کے احکام حاصل ہوتے ہیں، کہ اس کا نام بھی رکھا جاتا ہے، اور اس کا کفن دفن ونمازِ جنازہ بھی ہوتی ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 42...... والد کے لئے ضرورت کے وقت اپنے نابالغ بچہ کے مال کو فروخت کرنا جائز ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر 43...... والد کو اپنی نابالغ اولاد کا مال خریدنا اور اس کو اپنا مال فروخت کرنا جائز ہے، جبکہ ضرورت کی وجہ سے ایسا کیا جائے، اور اس کی وجہ سے بچہ کو ضرر لاحق نہ ہو۔ [3]

مسئلہ نمبر 44...... والدین کو اپنی اولاد کا قتل کرنا کسی حال میں جائز نہیں۔ [4]

---

[1] ذهب الفقهاء إلى أنه إذا استهل المولود أو صدر منه ما يعرف به حياته أخذ حكم الأحياء فى الأحكام الشرعية.
وأما إذا ولد ميتا، فإنه يكون ولدا فى حق غيره، فتنتهى به العدة، والدم بعده نفاس، ويقع به المعلق على ولادته من طلاق وغيره .
وأما فى حق نفسه من حيث تغسيله والصلاة عليه واستحقاقه الإرث والوصية وغير ذلك فينظر تفصيله فى مصطلحات(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۵،ص ۲۰۵ و ۲۰۶،مادة"ولد")

[2] اور حنفیہ وشافعیہ کے نزدیک والد کے ساتھ دادا کو بھی یہ اختیار حاصل ہے۔
اتفق الفقهاء فى الجملة على أنه يجوز للأب أن يبيع مال ولده القاصر لانتفاء التهمة فى حقه، ولأنه أشفق على ولده من غيره فجاز له ذلك، ويجوز هذا للجد (أب الأب وإن علا أيضا عند الحنفية والشافعية، لأن له الولاية على المال عندهم كالأب .ولا يجوز له ذلك عند المالكية والحنابلة؛ لأنه لا ولاية له على مال الولد، لأنه لا يدلى بنفسه وإنما يدلى بالأب، فهو كالأخ والأم وسائر العصبات لا ولاية لهم، لأن المال محل الخيانة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۵،ص ۲۰۶ ،مادة"ولد")

[3] ذهب الفقهاء إلى أنه يجوز للأب أن يشترى لنفسه من مال ابنه الذى فى حجره، وأن يبيع له من مال نفسه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۵،ص ۲۰۷ ،مادة"ولد")

[4] يحرم قتل الوالد ولده .قال الله عز وجل لنبيه صلى الله عليه وسلم :((قل تعالوا أتل ما حرم ربكم عليكم ألا تشركوا به شيئا وبالوالدين إحسانا ولا تقتلوا أولادكم من إملاق نحن نرزقكم وإياهم)) ، وقال تعالى :((وإذا الموء ودة سئلت) (بأى ذنب قتلت) ، وقال :((وكذلك زين لكثير من المشركين قتل أولادهم شركاؤهم ليردوهم).
قال الشافعى :كان بعض العرب تقتل الإناث من ولدها صغارا خوف العيلة عليهم والعار بهم، فلما

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 45...... اگر نعوذ باللہ کوئی والد اپنی اولاد کو قتل کر دے، تو والد سے قصاص تو نہیں لیا جائے گا، البتہ اس کو اس کی مناسب سزا دی جائے گی۔ [1]

مسئلہ نمبر 46...... اگر کوئی اولاد اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کو قتل کر دے، تو اکثر فقہائے کرام کے نزدیک اولاد سے قصاص لیا جائے گا۔ [2]

مسئلہ نمبر 47...... اولاد کا اپنے والدین کے حق میں یا والدین کا اپنی اولاد کے حق میں کسی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

نهى الله عز ذكره عن ذلك من أولاد المشركين، دل على تثبيت النهى عن قتل أطفال المشركين فى دار الحرب، وكذلك دلت عليه السنة مع ما دل عليه الكتاب من تحريم القتل بغير حق قال تعالى :((قد خسر الذين قتلوا أولادهم سفها بغير علم))

وعن ابن مسعود رضى الله عنه قال :سألت النبى صلى الله عليه وسلم أى الذنب عند الله أعظم؟ فقال " :أن تجعل لله ندا وهو خلقك "قلت :إن ذلك لعظيم .قلت :ثم أى؟ قال " :ثم أن تقتل ولدك تخاف أن يطعم معك (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۵،ص ۲۰۸ و ۲۰۹ ،مادة"ولد")

[1] فإذا قتل الوالد ولده فقد ذهب جمهور الفقهاء إلى أنه لا يقتص منه، فالوالد لا يقاد بولده ذكرا أو أنثى، والجد لا يقاد بولد ولده وإن نزلت درجته، وسواء فى ذلك ولد البنين وولد البنات .

وفصل المالكية فقالوا :لا يقاد الأب بالابن إلا أن يضجعه فيذبحه أو يبقر بطنه، فأما إذا حذفه بالسيف أو بالعصا فقتله لم يقتل به وكذلك الجد مع حفيده (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۵،ص ۲۰۹ ،مادة"ولد")

[2] ذهب جمهور الفقهاء (الحنفية والمالكية والشافعية والحنابلة فى المذهب) إلى أنه يقتل الولد بكل واحد من الوالدين لعموم الآيات والأحاديث الموجبة للقصاص من غير فصل، ثم خص منها الوالد بالنص الخاص فبقى الولد داخلا تحت العموم، ولأن القصاص شرع لتحقيق حكمة الحياة بالزجر والردع، والحاجة إلى الزجر فى جانب الولد لا فى جانب الوالد، لأن الوالد يحب ولده لولده لا لنفسه بوصول النفع إليه من جهته، أو يحبه لحياة الذكر لما يحيى به ذكره، وفيه أيضا زيادة شفقة تمنع الوالد عن قتله، فأما الولد فإنما يحب والده لا لوالده بل لنفسه، وهو وصول النفع إليه من جهته، فلم تكن محبته وشفقته مانعة من القتل، فلزم المنع بشرع القصاص كما فى الأجانب، وأن محبة الولد لوالده لما كانت من أجل منافع تصل إليه من جهته لا لعينه، فربما يقتل الوالد ليتعجل الوصول إلى أملاكه، لا سيما إذا كان لا يصل النفع إليه من جهته لعوارض، ولكن مثل هذا يندر فى جانب الأب، وأن الأب أعظم حرمة وحقا من الأجنبى، فإذا قتل بالأجنبى فبالأب أولى، وأنه يحد بقذفه فيقتل به كالأجنبى، كما أنه قطع الرحم التى أمر الله بصلتها ووضع الإساءة موضع الإحسان فهو أولى بإيجاب العقوبة والزجر عنه.

وذهب أحمد فى رواية إلى أن الابن لا يقتل بأبيه، لأن الأب لا تقبل شهادته له بحق النسب، فلا يقتل به كالأب مع ابنه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۵،ص ۲۰۹و ۲۱۰ ،مادة"ولد")

www.idaraghufran.org

معاملہ کی شہادت و گواہی دینا جائز نہیں، البتہ ایک دوسرے کے خلاف گواہی دینا جائز ہے۔ ۱

مسئلہ نمبر 48...... اگر والدین یا ان میں سے کوئی ایک اپنے بیٹے کے مال کو چوری کرے، تو اس کی وجہ سے حد کے طور پر والدین کے ہاتھ کو نہیں کاٹا جائے گا۔ ۲

اور اگر اولاد اپنے والد کے مال میں سے چوری کرے، تو اکثر فقہائے کرام کے نزدیک اولاد کا بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ ۳

مسئلہ نمبر 49...... اگر والدین اپنی اولاد کو کوئی ایسی تہمت لگائیں، جس پر شرعی اعتبار سے حدِ قذف جاری کی جاتی ہو، تو والدین پر حدِ قذف جاری نہیں کی جائے گی۔ ۴

---

۱ ذهب الفقهاء إلى أنه لا تجوز شهادة الولد لوالده ولا شهادة الوالد لولده، وتجوز شهادة أحدهما على الآخر (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۵،ص ۲۱۰،مادة"ولد")

۲ ذهب جمهور الفقهاء (الحنفية والمالكية والشافعية والحنابلة) إلى أنه لا قطع فى سرقة الوالد من مال ولده وإن سفل، لقول النبى صلى الله عليه وسلم :أنت ومالك لأبيك ، وقوله صلى الله عليه وسلم :إن أطيب ما أكلتم من كسبكم، وإن أولادكم من كسبكم وفى لفظ فكلوا من كسب أولادكم ولا يجوز قطع الإنسان بأخذ ما أمر النبى صلى الله عليه وسلم بأخذه، ولا أخذ ما جعله النبى صلى الله عليه وسلم مالا له مضافا إليه، ولأن الحدود تدرأ بالشبهات، وأعظم الشبهات أخذ الرجل من مال جعله الشرع له، وأمره بأخذه وأكله.

وقال أبو ثور وابن المنذر :يقطع الأب بسرقة مال ابنه لظاهر قوله تعالى :(والسارق والسارقة فاقطعوا أيديهما) (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۵،ص ۲۱۱،مادة"ولد")

۳ واختلف الفقهاء فى قطع يد الولد إذا سرق من مال والده.

فذهب الجمهور إلى أنه لا قطع فى سرقة الولد من مال والده وإن علا، وبه قال الحسن وإسحاق والثورى، لأن بينهما قرابة تمنع قبول شهادة أحدهما لصاحبه، فلم يقطع بسرقة ماله كالأب، ولأن النفقة تجب فى مال الأب لابنه حفظا له، فلا يجوز إتلافه حفظا للمال، ولأنه يرث ماله، وله حق دخول بيته، وهذه كلها شبهات تدرأ عنه الحد.

وذهب المالكية وأحمد فى رواية عنه وهو ظاهر ما قطع به الخرقى وبه قال أبو ثور وابن المنذر إلى أنه يقطع لظاهر الآية، ولأنه يحد بالزنى من جاريته، ويقاد بقتله فيقطع بسرقة ماله، ولأنه لا توجد شبهة فى علاقة الابن بأبيه تدرأ عنه الحد (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۵،ص ۲۱۱،مادة"ولد")

۴ إذا قذف الوالد ولده وإن سفل، فقد اختلف الفقهاء فى وجوب حد القذف عليه.

فذهب الحنفية والمذهب عند المالكية والشافعية والحنابلة وهو قول عطاء والحسن، إلى أنه لا

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 50...... والدین یا ان میں سے کسی ایک کے فوت ہونے کے بعد اولاد، والدین کے مال کی میراث کی مستحق ہوتی ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 51...... نسبی بیٹا انسان کے فوت ہونے کے بعد اس کا عصبہ شمار ہوتا ہے، اور دوسرے عصبات پر مقدم ہوتا ہے، یعنی اگر کوئی شخص فوت ہو، اور وہ اپنے مختلف وارث چھوڑے، تو دوسرے وارثوں کے متعین حصے دینے کے بعد جو مال بچتا ہے، وہ سارا بیٹے یا بیٹوں کو حاصل ہوتا ہے۔

البتہ اگر فوت ہونے والے کے بیٹے یا بیٹوں کے ساتھ بیٹی یا بیٹیاں بھی ہوں، تو بیٹی کو بیٹے کے مقابلہ میں آدھا حصہ ملتا ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر 52...... فقہائے کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ اگر کوئی شخص فوت ہو، اور اس کے فوت ہونے کے وقت، اس کا کوئی بیٹا حیات ہو، تو فوت ہونے والے کے پوتے کو اپنے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يحد الوالد بقذفه لولده وإن نزل، وذلك بالقياس على عدم قتله به، فإهدار جنايته على نفس الولد يوجب إهدارها فى عرضه بطريق أولى .

غير أن الشافعية قالوا :إن الاقتصار على نفي الحد يقتضي أنه يعزر وهو المنصوص للإيذاء ، وكذلك يعزر عند الحنفية بل بشتم ولده يعزر عندهم (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٤٥،ص ٢١٢،مادة"ولد")

[1] اتفق الفقهاء على توريث الولد من والديه، والوالدين من ولدهما بشروط خاصة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٤٥،ص ٢٠٤،مادة"ولد")

[2] الابن عاصب بنفسه، وهو أولى العصبة، ولذلك يقدم على من عداه من العصبات .ويترتب على ذلك ما يأتي:

أنه يرث تعصيبا :يأخذ جميع المال إذا انفرد، ويأخذ الباقى بعد أخذ أصحاب الفروض، ويعصب أخته، وله معها مثل حظ الأنثيين.

ولا يحجب من الميراث أصلا، وإنما يحجب غيره حجب حرمان أو حجب نقصان وهذا محل اتفاق بين الفقهاء .كما أنه هو الذى يرث الولاء دون البنت ، عند جميع الفقهاء .

والابن دون البنت ممن يتحمل نصيبه من القسامة والدية عند المالكية والحنفية، وعند الحنابلة على رواية، بدخوله فى العاقلة .وعلى رأى أبى على الطبرى من الشافعية (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١،ص ١٨٤،مادة"ابن")

www.idaraghufran.org

دادا کی میراث میں سے حصہ نہیں ملتا ہے۔ ؎۱

مسئلہ نمبر 53...... اگر کوئی بچہ زنا سے پیدا ہوا، پھر وہ بالغ ہوگیا، تو اس کا نماز میں امامت کرنا مکروہ ہے، لیکن اگر وہ عالم اور متقی ہو، تو حنفیہ کے نزدیک اس کی امامت مکروہ نہیں۔ ؎۲

مسئلہ نمبر 54...... اگر کسی بچہ کی وجہ سے اس کے والدین نے لعان کیا ہو، اور وہ بڑا ہو کر امامت کے قابل ہوگیا ہو، تو اس کی امامت میں حرج نہیں۔ ؎۳

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَ عِلْمُهٗ اَتَمّ وَاَحْكَمُ.

؎۱ أجمع الفقهاء على أن ابن الابن من العصبات، وأنه يحجبه الابن الأعلى، ويحجب هو من دونه، وأنه يعصب من يحاذيه من أخواته وبنات أعمامه، كما أنه يعصب من فوقه من عماته إن لم يكن لهن من فرض البنات شيء (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱، ص ۱۸۵، مادة"ابن")

؎۲ تكره الصلاة عند غير الحنابلة خلف ولد الزنا إن وجد غيره يؤم الناس؛ إذ ليس له أب يربيه ويؤدبه ويعلمه، فيغلب عليه الجهل، ولنفرة الناس عنه .وقيد الحنفية كراهة إمامته بحالة كونه جاهلا، إذ لو كان عالما تقيا لا تكره إمامته؛ لأن الكراهة للنقائص لا لذاته، كما قيد المالكية كراهة إمامته فيما إذا جعل إماما راتبا، وأجاز الشافعية إمامته لمثله(الفِقْهُ الإسلاميُّ وأدلَّتُهُ للزحيلى، ج۲، ص ۱۲۱۰، الباب الثانى، الفصل العاشر، المطلب الثانى۔ الإمامة)

؎۳ نص الحنابلة :على أنه لا بأس بإمامة الولد المنفى باللعان إذا سلم دينه وكان صالحا للإمامة، لعموم قوله صلى الله عليه وسلم :يؤم القوم أقرؤهم لكتاب الله وصلى التابعون خلف ابن زياد وهو ممن فى نسبه نظر، وقالت عائشة رضى الله عنها لما سئلت عن ولد الزنا " :ليس عليه من خطيئة أبويه شيء "وقرأت :((ولا تزر وازرة وزر أخرى)) ولأنه حر مرضى فى دينه يصلح للإمامة كغيره(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج[illegible]، ص[illegible]، مادة"ولد")

www.idaraghufran.org

(فصل نمبر 12)

دیگر مختلف نسبی رشتہ داروں سے حسنِ سلوک

صلہ رحمی میں والدین کے بعد اولاد اور پھر والدین کے والدین مثلاً دادا، دادی، نانا، نانی، اور پھر بہن بھائی، پھر دیگر رشتہ دار مثلاً تایا چچا، پھوپھیاں، ماموں اور خالاؤں کا درجہ ہے۔ [1]

والدین، اولاد اور بہن بھائیوں کے علاوہ جو رشتہ دار محرم ہوں، مثلاً خالہ، پھوپھی، ماموں، تایا، چچا وغیرہ، اُن کے ساتھ شریعت کی طرف سے صلہ رحمی کی خصوصی تاکید بیان کی گئی ہے۔

اور جو رشتہ دار محرَم نہ ہوں، ان کے ساتھ بھی صلہ رحمی و حسنِ سلوک کا حکم ہے۔ [2]

---

[1] وقد اختلف العلماء فيما بين الاب والام ، فقيل :يجب أن يكون برهما سواء ، وتأول أن هذا اختيار مالک ، ومذهبه ، وروى الليث أن حق الاسم اكد ، وأن لها ثلثى البر .وذكر المحاسبى أن تفضيل الام على الاب فى البر إجماع العلماء .ولا خلاف أن الاباء والامهات اكد حرمة فى البر ممن عداهما .وتردد بعضهم بين الا "جداد والا" خوة لقوله " :ثم أدناک فأدناک لما .قال الإمام أبو بكر الطرطوشى :ولم أجد نصا للعلماء فى الأجداد ، والذى عندى أنهم لا يبلغون مبلغ الاباء ، واستدل سلف اسم الابوة عنهم فى الحقيقة ، ولقوله تحالى :(أحدصما أو كلاهما) (إكمال المعلم شرح صحيح مسلم -للقاضى عياض، ج٨، ص٣، كتاب البر والصلة والآداب، باب بر الوالدين وأنهما أحق به)

ذهب الحنفية -فى قول لهم -إلى أن الأخ الأكبر كالأب بعد موته فى حكم الصلة، وكذا الجد، وإن علا، والأخت الكبيرة، والخالة كالأم فى الصلة .وقريب من الحنفية ما اختاره الزركشى من الشافعية بالنسبة للعم والخالة، إذ يجعل العم بمثابة الأب، والخالة بمثابة الأم، لما صح فى الحديث أن الخالة بمنزلة الأم، وأن عم الرجل صنو أبيه.

لكن كلام الزركشى مخالف لأئمة الشافعية، لأن الوالدين اختصا من الرعاية والاحترام والإحسان بأمر عظيم جدا وغاية رفيعة لم يصل إليها أحد من بقية الأرحام، وأجابوا عما صح فى الحديث بأنه يكفى التشابه فى أمر ما كالحضانة بالنسبة للخالة والأم، والإكرام بالنسبة للأب والعم (الموسوعة الفقهية الكويتية، ٣ص٨٣، مادة"ارحام")

[2] وضابط المحرم عند العلماء من حرم عليه نكاحها على التأبيد بسبب مباح لحرمتها فخرج بالتأبيد أخت الزوجة وعمتها وبالمباح أم الموطوء ة بشبهة وبنتها وبحرمتها الملاعنة واستثنى أحمد من حرمت على التأبيد مسلمة لها أب كتابى فقال لا يكون محرما لها لأنه لا يؤمن أن يفتنها عن دينها إذا خلا بها ومن قال إن عبد المرأة محرم لها يحتاج أن يزيد فى هذا الضابط ما يدخله (فتح البارى لابن حجر، ج٤، ص٧٧، باب حج النساء)

www.idaraghufran.org

امام نووی رحمہ اللہ صحیح مسلم کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

وَأَجْمَعُوا عَلٰى أَنَّ الْأُمَّ وَالْأَبَ آكَدُ حُرْمَةً فِي الْبِرِّ مِمَّنْ سِوَاهُمَا قَالَ وَتَرَدَّدَ بَعْضُهُمْ بَيْنَ الْأَجْدَادِ وَالْإِخْوَةِ لِقَوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ أَدْنَاكَ أَدْنَاكَ قَالَ أَصْحَابُنَا يُسْتَحَبُّ أَنْ تُقَدَّمَ فِي الْبِرِّ الْأُمُّ ثُمَّ الْأَبُ ثُمَّ الْأَوْلَادُ ثُمَّ الْأَجْدَادُ وَالْجَدَّاتُ ثُمَّ الْإِخْوَةُ وَالْأَخَوَاتُ ثُمَّ سَائِرُ الْمَحَارِمِ مِنْ ذَوِي الْأَرْحَامِ كَالْأَعْمَامِ وَالْعَمَّاتِ وَالْأَخْوَالِ وَالْخَالَاتِ وَيُقَدَّمُ الْأَقْرَبُ فَالْأَقْرَبُ وَيُقَدَّمُ مَنْ أَدْلٰى بِأَبَوَيْنِ عَلٰى مَنْ أَدْلٰى بِأَحَدِهِمَا ثُمَّ بِذِي الرَّحِمِ غَيْرِ الْمَحْرَمِ كَابْنِ الْعَمِّ وَبِنْتِهِ وَأَوْلَادِ الْأَخْوَالِ وَالْخَالَاتِ وَغَيْرِهِمْ.

ثُمَّ بِالْمُصَاهَرَةِ ثُمَّ بِالْمَوْلٰى مِنْ أَعْلٰى وَأَسْفَلِ ثُمَّ الْجَارِ وَيُقَدَّمُ الْقَرِيْبُ الْبَعِيْدُ الدَّارِ عَلَى الْجَارِ وَكَذَا لَوْ كَانَ الْقَرِيْبُ فِيْ بَلَدٍ آخَرَ قُدِّمَ عَلَى الْجَارِ الْأَجْنَبِيِّ.

وَأَلْحَقُوا الزَّوْجَ وَالزَّوْجَةَ بِالْمَحَارِمِ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ (شرح النووی علی مسلم، ج١٦، ص١٠٢، و١٠٣، کتاب البر والصلة والآداب، باب بر الوالدين وأنهما أحق به)

ترجمہ: اور اہلِ علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ دوسرے رشتہ داروں کے مقابلہ میں والدین کے ساتھ صلہ رحمی وحسنِ سلوک کی زیادہ تاکید ہے، اور بعض اہلِ علم حضرات نے دادا و نانا اور بھائیوں کے مسئلہ میں تردد اختیار کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی وجہ سے کہ جو تمہارے قریب تر ہو، پھر جو قریب تر ہو (اس کے ساتھ حسنِ سلوک کرو) مگر ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ مستحب یہ ہے کہ صلہ رحمی وحسنِ سلوک میں والدہ کو مقدم رکھا جائے، پھر اس کے بعد والد کا درجہ

www.idaraghufran.org

ہے، پھر اولاد کا درجہ ہے، پھر دادوں اور دادیوں کا درجہ ہے (جس میں نانا اور نانی بھی شامل ہیں) پھر بہن اور بھائیوں کا درجہ ہے، پھر تمام رحم سے تعلق رکھنے والے محرَم رشتہ داروں کا درجہ ہے، جیسا کہ چچا، تایا اور پھوپھیاں اور ماموں اور خالائیں، اور جو قریبی رشتہ دار ہیں، تو ان کو مقدم رکھا جائے گا، اور جس رشتہ دار کا تعلق والدین (یعنی والد اور والدہ دونوں) سے ہو، وہ اس رشتہ دار پر مقدم ہوگا، جس کا تعلق والدین میں سے کسی ایک کے ساتھ ہو، پھر رحم سے تعلق رکھنے والے نامحرم رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کا درجہ ہے، جیسا کہ چچا کی اولاد اور تایا کا بیٹا اور بیٹی، اور ماموں اور خالاؤں کی اولاد اور ان کے علاوہ دوسرے رشتہ دار۔

پھر اس کے بعد سسرالی رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کا درجہ ہے، پھر اپنے آزاد کردہ غلام کا درجہ ہے اوپر سے نیچے تک، پھر پڑوسی کا درجہ ہے، اور قریب والے پڑوسی کا درجہ دور والے پڑوسی سے زیادہ ہے، اور اسی طریقہ سے اگر کوئی قریبی رشتہ دار دوسرے شہر میں ہو، تو وہ اجنبی پڑوسی پر مقدم ہے۔

اور اہلِ علم حضرات نے میاں بیوی کو بھی ایک دوسرے کے لئے محرموں میں شامل کیا ہے (اور ان کو بھی ایک دوسرے کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دیا ہے) واللہ اعلم

(نووی)

چند قریبی محرم رشتہ داروں کا قرآن مجید میں بھی مختلف موقعوں پر ذکر آیا ہے۔

اور احادیث میں بھی ان کا ذکر آیا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں چند قریبی رشتہ داروں کے گھروں کے ساتھ خصوصی تعلق اور نسبت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ آبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ

www.idaraghufran.org

أَوْ بُيُوتِ عَمَّاتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ أَخْوَالِكُمْ أَوْ بُيُوتِ خَالَاتِكُمْ (سورة النور، رقم الآية ٦١)

ترجمہ: اور نہیں حرج ہے تمہارے اوپر اس بات میں کہ کھاؤ تم اپنے گھروں سے یا اپنے باپوں کے گھروں سے یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے (سورہ نور)

مطلب یہ ہے کہ یہ سب رشتے ایک دوسرے کے قریب ہیں، اور ان میں آپس میں بے تکلفی اور قریبی تعلق ہوتا ہے، اس لئے ایک دوسرے کو ان کے گھروں کی چیز کو کھانا جائز ہے، جبکہ ان کی طرف سے ممانعت نہ ہو۔

جس سے معلوم ہوا کہ اس قسم کے رشتہ داروں کا باہم صلہ رحمی اور حسنِ سلوک کے حکم سے بھی تعلق ہے۔ [1]

قرآن مجید کی سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ (سورة النساء، رقم الآية ٢٣)

ترجمہ: حرام کردی گئیں تمہارے اوپر تمہاری مائیں، اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بھائی کی بیٹیاں اور بہن کی

---

[1] (أو بيوت آبائكم أو بيوت أمهاتكم أو بيوت إخوانكم أو بيوت أخواتكم أو بيوت أعمامكم أو بيوت عماتكم أو بيوت أخوالكم أو بيوت خالاتكم) قال بعض العلماء :هذا إذا أذنوا له فى ذلك. وقال آخرون :أذنوا له أو لم يأذنوا فله أن يأكل، لأن القرابة التى بينهم هى إذن منهم .وذلك لأن فى تلك القرابة عطفا تسمح النفوس منهم بذلك العطف أن يأكل هذا من شيئهم ويسروا بذلك إذا علموا .ابن العربى :أباح لنا الأكل من جهة النسب من غير استئذان إذا كان الطعام مبذولا، فإذا كان محوزا دونهم لم يكن لهم أخذه، ولا يجوز أن يجاوزوا إلى الادخار، ولا إلى ما ليس بمأكول وإن غير محوز عنهم إلا بإذن منهم(تفسير القرطبى، ج١٢ ص٣١٥، سورة النور)

www.idaraghufran.org

بیٹیاں (سورہ نساء)

ان آیات سے چچا، تایا، پھوپھی، ماموں، خالہ، بھانجی اور بھتیجی کے ساتھ خصوصی رشتہ اور تعلق کا ہونا معلوم ہوا، یہ رشتہ دار انسان کے محرم رشتہ دار بھی کہلاتے ہیں، لہٰذا ان رشتہ داروں کے ساتھ بھی صلہ رحمی وحسنِ سلوک کرنے کا حکم ہے۔

حضرت ابورمثہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

اِنْتَهَيْتُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: بَرَّ أُمَّکَ وَأَبَاکَ وَأُخْتَکَ وَأَخَاکَ ثُمَّ أَدْنَاکَ أَدْنَاکَ (مستدرک حاكم، رقم الحديث ۷۲۴۵، کتاب البر والصلة،مسند احمد، رقم الحديث ۱۷۴۹۵)[1]

ترجمہ: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، تو میں نے آپ سے سنا، آپ فرمارہے تھے کہ اپنی والدہ کے ساتھ اور اپنے والد کے ساتھ اور اپنی بہن اور بھائی کے ساتھ صلہ رحمی کیجئے، پھر جو آپ سے قریب تر ہو، جو آپ سے قریب تر ہو (حاکم؛مسند احمد)

مطلب یہ ہے کہ پہلے والدہ کے ساتھ اور پھر والد کے ساتھ اور اس کے بعد بہن اور بھائی کے ساتھ اور پھر درجہ بدرجہ دوسرے رشتہ داروں مثلاً چچا، تایا، ماموں، خالہ، پھوپھی اور پھر ان سب کی اولاد کے ساتھ صلہ رحمی اور حسنِ سلوک کرنا چاہئے۔

حضرت کلیب بن منفعہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ:

أَنَّهُ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ أَبَرُّ؟

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
حديث صحيح (حاشية مسند احمد)
وقال الالباني:
أخرجه الحاكم وأحمد(۲/۲۲۶)وسنده صحيح (ارواء الغليل، تحت رقم الحديث ۳۸۷، باب زكاة الفطر)

www.idaraghufran.org

قَالَ : أُمَّکَ، وَأَبَاکَ، وَأُخْتَکَ، وَأَخَاکَ، وَمَوْلَاکَ الَّذِیْ یَلِیْ ذَاکَ حَقٌّ وَاجِبٌ، وَرَحِمٌ مَوْصُوْلَۃٌ (ابوداؤد) [1]

ترجمہ: وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں کس کے ساتھ حسن سلوک کروں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی والدہ کے ساتھ، اور اپنے والد کے ساتھ، اور اپنی بہن کے ساتھ، اور اپنے بھائی کے ساتھ، اور اپنے آزاد کرنے والے (یعنی آقا و مالک) کے ساتھ، جس کا حق واجب ہے اور جس سے (بھی آپ کی) رشتہ داری ہے (ابوداؤد؛ الادب المفرد)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ والدین اور بہن بھائیوں اور اولاد کے علاوہ، جو رحم سے تعلق رکھنے والے رشتہ دار ہوں، ان سب سے حسنِ سلوک کا حکم ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحدیث ۵۱۴۰، کتاب الادب، باب فی بر الوالدین، الادب المفرد للبخاری، رقم الحدیث ۴۷، باب وجوب وصلۃ الرحم.

قال شعیب الارنؤوط:

حسن لغیرہ (حاشیۃ سنن ابی داوٗد)

وقال الصنعانی:

رواہ أبو داود ورجال إسنادہ لا بأس بھم وذکرہ البخاری فی "تاریخہ الکبیر تعلیقًا (فتح الغفار الجامع لأحکام سنۃ نبینا المختار، للصنعانی، تحت رقم الحدیث ۴۶۹۷، ابواب النفقات، باب النفقۃ علی الأقارب ومن یقدم منھم)

وقال الالبانی:

أخرجہ البخاری فی "الأدب المفرد (۴۷)" وأبو داود (۵۱۴۰) ورجالہ ثقات غیر کلیب ھذا، فلم یوثقہ غیر ابن حبان، وفی "التقریب" أنہ مقبول (ارواء الغلیل، تحت رقم الحدیث ۸۷۳، باب زکاۃ الفطر)

[2] قولہ: ((حق واجب، ورحم موصولۃ). یعنی: أن الإنسان یؤدی الحق الذی علیہ، ویصل الرحم التی بینہ وبین ذوی رحمہ (شرح سنن أبی داود، لعبد المحسن العباد البدر، ما جاء فی بر الوالدین، شرح حدیث .یا رسول اللہ من أبر؟ قال أمک وأباک وأختک وأخاک)

قولہ: (ثم أدناک أدناک) ھو مثل قولہ " :ثم الأقرب فالأقرب "وفی ذلک دلیل علی أن القریب الأقرب أحق بالبر والإنفاق من القریب الأبعد وإن کانا جمیعا فقیرین حیث لم یکن فی مال المنفق إلا مقدار ما یکفی أحدھما فقط بعد کفایتہ قولہ: (ومولاک الذی یلی ذاک) قیل: أراد بالمولی

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

www.idaraghufran.org

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ فَقِيرًا، فَلْيَبْدَأْ بِنَفْسِهِ، وَإِنْ كَانَ فَضْلٌ، فَعَلٰى عِيَالِهِ، وَإِنْ كَانَ فَضْلٌ،فَعَلٰى ذِىْ قَرَابَتِهِ أَوْ قَالَ: عَلٰى ذِىْ رَحِمِهِ ، وَإِنْ كَانَ فَضْلٌ، فَهَاهُنَا، وَهَاهُنَا (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ١٤٢٧٣) [1]

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی فقیر (یعنی غریب) ہو، تو وہ اپنی ذات سے ابتداء کرے (یعنی پہلے مال سے اپنی بنیادی ضرورت پوری کرے) پھر اگر کچھ بچے، تو اپنے اہل وعیال (یعنی بیوی بچّوں) پر خرچ کرے، پھر اگر کچھ بچے، تو اپنے قریبی رشتہ داروں پر یا رحم والے رشتہ داروں پر خرچ کرے، پھر اگر کچھ بچے، تو یہاں اور وہاں خرچ کرے (مسند احمد)

یہاں اور وہاں خرچ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بعد میں دوسرے کارِخیر میں خرچ کرے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

هنا القريب ولعل وجه ذلك أنه جعله واليا للأم والأب والأخت والأخ، ولا بد أن يكون الوالى لهم من جنسهم فى قرابة النسب والظاهر أن المراد بالمولى هو المولى لغة وشرعا وجعله واليا لمن ذكر لا يستلزم أن يكون من جنسهم فى القرابة بل المراد أنه يليهم فى استحقاق النفقة حيث لم يوجد معهم من هو مقدم عليه، ولا يلزم من قوله بعد ذلك " :ورحم موصولة "أن تكون الرحامة موجودة فى جميع المذكورين، بل يكفى وجودها فى البعض كالأم والأب والأخت والأخ(نيل الأوطار،للشوكانى، ج٦ ص ٣٨٨، ٣٨٧، كتاب النفقات،باب النفقة على الأقارب ومن يقدم منهم)

[1] قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح على شرط مسلم، رجاله ثقات رجال الشيخين غير أبى الزبير -وهو محمد بن مسلم بن تَدْرُس -فمن رجال مسلم، وقد صرح بالتحديث فى بعض المصادر التى خرَّجت الحديث(حاشية مسند احمد)

[2] (إذا كان أحدكم فقيرا) أى لا مال له ولا كسب يقع موقعا من كفايته (فليبدأ بنفسه) أى يقدمها بالإنفاق عليها مما أتاه الله كما مر (فإن كان فضل) أى بسكون الضاد :أى شىء زائد بأن فضل بعد كفايته زيادة (فعلى عياله) أى الذين يعولهم وتلزمه نفقتهم (فإن كان فضل فعلى ذى قرابته) من أصوله وفروعه وذى رحمه يقدم الأقرب فالأقرب والأحوج فالأحوج (فإن كان فضل فهاهنا وهاهنا) كناية عن الإنفاق فى وجوه الخير المعبر عنه فى رواية باليمين والشمال .قال النووى :إن الابتداء فى النفقة على هذا الترتيب وأن الحقوق إذا تزاحمت قدم الآكد فالآكد وأن الأفضل فى صدقة التطوع فى تنويعها فى جهات البر بالمصلحة(فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ٨١٤)

www.idaraghufran.org

اس طرح کی اور بھی کئی احادیث ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ والدین، بہن بھائیوں اور اولاد کے علاوہ دوسرے رشتہ داروں سے بھی درجہ بدرجہ صلہ رحمی کا حکم ہے۔ [1]

حضرت ابواسید مالک بن ربیعہ انصاری ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

بَيْـنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ مِنْ بَنِىْ سَلَمَةَ، فَقَالَ : يَـا رَسُوْلَ اللّٰهِ، هَلْ بَقِىَ مِنْ بِرِّ أَبَوَىَّ شَىْءٌ أَبَرُّهُمَا بِهٖ بَعْدَ مَوْتِهِمَا؟ قَالَ : نَعَمْ اَلصَّلَاةُ عَلَيْهِمَا، وَالْإِسْتِغْفَارُ لَهُمَا، وَإِنْفَاذُ عَهْدِهِمَا مِنْ بَعْدِهِمَا، وَصِلَةُ الرَّحِمِ الَّتِىْ لَا تُوْصَلُ إِلَّا بِهِمَا، وَإِكْرَامُ صَدِيْقِهِمَا (ابوداؤد) [2]

---

[1] قوله:(حق واجب، ورحم موصولة)يعنى :أن الإنسان يؤدى الحق الذى عليه، ويصل الرحم التى بينه وبين ذوى رحمه(شرح سنن ابى داوٗد للعباد، باب ماجاء فى بر الوالدين، شرح حديث يا رسول الله من أبر؟ قال أمك وأباك وأختك وأخاك)

قال أصحابنا يستحب أن تقدم فى البر الأم ثم الأب ثم الأولاد ثم الأجداد والجدات ثم الإخوة والأخوات ثم سائر المحارم من ذوى الأرحام كالأعمام والعمات والأخوال والخالات ويقدم الأقرب فالأقرب ويقدم من أدلى بأبوين على من أدلى بأحدهما ثم بذى الرحم غير المحرم كابن العم وبنته وأولاد الأخوال والخالات وغيرهم ثم بالمصاهرة ثم بالمولى من أعلى وأسفل ثم الجار ويقدم القريب البعيد الدار على الجار وكذا لو كان القريب فى بلد آخر قدم على الجار الأجنبى وألحقوا الزوج والزوجة بالمحارم والله أعلم (شرح النووى علىٰ مسلم، ج٦ ا ص١٠٣، كتاب البر والصلة والآداب،باب بر الوالدين وأنهما أحق به)

[2] رقم الحديث ٥١٤٢، كتاب الادب، باب فى بر الوالدين، مستدرک حاکم، رقم الحديث ٧٢٦٠، كتاب البر و الصلة، الادب المفرد للبخارى، رقم الحديث ٣٦،باب بر الوالدين بعد موتهما، موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان،رقم الحديث ٢٠٣٠،كتاب البر والصلة، باب بر الوالدين.

قال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه.

وقال الذهبى فى التلخيص: صحيح.

وقال شعيب الارنؤوط:

على بن عُبيد .مجهول لم يرو عنه سوى ابنه أسيد، وذكره ابن حبان فى "الثقات "وباقى رجاله ثقات.

وأخرجه ابن ماجه(٣٦٦٤)من طريق عبد الله بن إدريس، بهذا الإسناد.

www.idaraghufran.org

❁بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں❁

ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے کہ قبیلہ بنی سلمہ کا ایک آدمی آیا اور اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا میرے والدین کی وفات کے بعد (بھی) کوئی ایسی چیز باقی ہے، جس کے ذریعہ سے میں ان کے ساتھ حسنِ سلوک (یعنی صلہ رحمی اور نیکی والا برتاؤ) کرسکوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جی ہاں! (یہ چیزیں باقی ہیں) انؐ کے لئے (اللہ کی طرف سے) رحم (یعنی رحمت) کی دعاء کرنا، اور انؐ کے لئے استغفار (یعنی اُن کی مغفرت کے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وهو فی "مسند أحمد(١٦٠٥٩)" و "صحيح ابن حبان(٤١٨)" وفی الباب عن ابن عمر سيأتی بعده(حاشية سنن ابی داؤد)

وقال حسين سليم أسد الدّارانی:

إسناده جيد، علی بن عبيد ترجمه البخاری فی الكبير(٦/ ٢٨٦ ـ ٢٨٧)ولم يورد فيه جرحاً ولا تعديلاً، وذكره ابن حبان فی ثقاته (٥/٦٦)وقال الذهبی فی كاشفه" :وثق." وصحح حديثه الحاكم ووافقه الذهبی.وقال ابن حجر فی تقريبه" :مقبول ."وباقی رجاله ثقات .وعبد الرحمن بن سليمان هو ابن الغسيل.

والحديث فی صحيح ابن حبان برقم (٤١٨)بتحقيقنا.

وأخرجه أحمد (٣/٤٩٧ـ ٤٩٨)من طريق يونس بن محمد، وأخرجه أبو داود فی الأدب(٥١٤٢)باب :فی بر الوالدين، وابن ماجة فی الأدب!(٣٦٦٤)باب :صل من كان أبوك يصل، من طريق عبد الله بن إدريس، وأخرجه البخاری فی الأدب المفرد (١/١٠١ برقم ٣٥)والطبرانی فی الكبير(١٩/٢٦٧ ـ ٢٦٨ برقم ٥٩٢)من طريق أبی نعيم، وأخرجه الطبرانی فی الكبير(١٩/٢٦٧ ـ ٢٦٨ برقم ٥٩٢)من طريق محمد بن عبد الواهب الحارثی، ويحيی الحمانی، وأخرجه الحاكم(٤/١٥٤ ـ ١٥٥)من طريق ...أبی الموجه، أخبرنا عبادان، وأخرجه البيهقی فی الجنائز(٤/٢٨)باب :الولی يبر قريبه بعد موته بالصلاة عليه، من طريق ...شبابة بن سوار، جميعهم حدثنی عبد الرحمن بن سليمان، بهذا الإسناد.

وأخرجه البخاری فی الكبير(٦/٢٨٦)من طريق إبراهيم بن المنذر، حدثنا عباس ابن أبی شملة، حدثنا موسی بن يعقوب، عن أسيد بن علی، بهذا الإسناد.

وقال الحاكم" :هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه ."ووافقه الذهبی .وقد تحرفت فی المستدرك "علی بن عبيد "إلی "علی، عن عبيد ."وانظر "جامع الأصول(١/٤٠٧)"(حاشيةموارد الظمآن إلی زوائد ابن حبان)

www.idaraghufran.org

لئے دعاء) کرنا، اوراُن کے (فوت ہونے کے) بعد اس عہد (یعنی وصیت و نیک چاہت) کو پورا کرنا کہ جس کو وہ انجام دینا چاہتے تھے، اور وہ صلہ رحمی کرنا جو صرف ماں باپ کے تعلق (ورشتہ داری کی وجہ) سے ہو، اوراُن کے سچّے دوستوں کا اکرام کرنا (ابوداؤد، مسند احمد)

اس حدیث کو بعض محدثین نے صحیح یا حسن اور بعض نے ضعیف قرار دیا ہے۔

لیکن ہمارے نزدیک اس حدیث کا صحیح یا کم از کم حسن درجہ میں معتبر ہونا راجح ہے، جس کی تفصیل پہلے ''والدین کے ساتھ صلہ رحمی'' کے بیان میں گزر چکی ہے۔

ماں باپ کے تعلق کی وجہ سے صلہ رحمی کرنا یہ ہے کہ جو افراد ماں اور باپ کے درجہ بدرجہ رشتہ دار ہیں، مثلاً دادا، دادی، نانا، نانی، پھوپھی، تایا، چچا، ماموں، خالہ وغیرہ ان کے ساتھ حسنِ سلوک اور نیک برتاؤ کیا جائے۔

ان رشتہ داروں کے ساتھ والدین کی زندگی میں بھی صلہ رحمی کا حکم ہے، اور والدین کی وفات کے بعد خصوصیت کے ساتھ صلہ رحمی کا حکم اس وجہ سے ہے کہ والدین کی وفات کے بعد عام طور پر انسان ان رشتوں سے غفلت اختیار کرتا ہے، اور صرف ان رشتہ داروں کو ترجیح دیتا ہے، جن سے براہِ راست اپنا رشتہ وابستہ ہوتا ہے۔

بہرحال مذکورہ حدیث سے والدین کے رشتہ داروں سے صلہ رحمی اور حسنِ سلوک کا حکم معلوم ہوا۔ [1]

---

[1] (وصلة الرحم) أى :وإحسان الأقارب (التى لا توصل إلا بهما وإكرام صديقهما) أى :تتعلق بالأب والأم، فالموصول صفة كاشفة للرحم .قال الطيبى :الموصول ليس بصفة للمضاف إليه، بل للمضاف أى :الصلة الموصوفة، فإنها خالصة بحقهما وأضافهما لا لأمر آخر ونحوه .قلت :يرجع المعنى إلى الأول فتدبر وتأمل، وأما اعتبار خلوص النية وتصحيح الطوية فمعتبر فى كل قضية غير منحصر فى جزئية مع أن ما ذكره مضاف لما نقله عن الإمام فى الإحياء ، وأن العباد أمروا بأن لا يعبدوا إلا الله، ولا يريدوا بطاعتهم غيره، وكذلک من يخدم أبويه لا ينبغى أن يخدم لطلب منزلة عندهما إلا من حيث أن رضا الله فى رضا الوالدين، ولا يجوز له أن يرائى بطاعته لينال بها منزلة عند

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بعض احادیث میں والدین سے محبت رکھنے والے اور والدین کے تعلق دار افراد اور ان کے اہلِ خانہ سے صلہ رحمی کو افضل ترین صلہ رحمی قرار دیا گیا ہے۔ [1]

اور اس حکم میں والد کی دوسری بیوی یعنی سوتیلی ماں بھی داخل ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

أَنَّ عَمَّ الرَّجُلِ صِنْوُ أَبِيْهِ (مسلم) [2]

ترجمہ: بے شک آدمی کا چچا اُس کے باپ کے مثل ہوتا ہے (مسلم)

اس قسم کی حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [3]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الوالدين، فإن ذلك معصية فى الحال، وسيكشف الله عن ريائه فتسقط منزلته من قلبهما أيضا .اهـ. فنقله كلام الحجة حجة عليه لا علينا(مرقاة المفاتيح، ج٧ص ٣٠٩٢، كتاب الآداب، باب البر والصلة)

(وصلة الرحم التى لا توصل إلا بهما) قال الطيبى؛ التى ليست بصفة للمضاف إليه بل المضاف الصلة الموصوفة بأنها خالصة لحقهما ورضاهما، لا لأمر آخر ولفظ البيهقى وصلة رحمهما التى لا رحم لك إلا من قبلهما، فقال :ما أكثر هذا وأطيبه يا رسولالله، قال :ما عمل به فإنه يصل إليهما قال العاقولى :وفى الحديث تنبيه على اغتنام فضيلة الصلة وأنها طاعة لا يكون إدراكها إلا من جهتهما، فإنه لو فرض أن إنساناً تولد من تراب مثلاً ولم يولد له لم يكن لذلك الإنسان سبيل إلى دخول الجنة من صلة الرحم، فإنه لا رحم له، فإذا كان الوالدان سبباً فى مثل هذه الطاعة وجب رعايتهما وحفظهما فيها(دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين، ج٣ص ١٩١، ١٩٢، باب فضل بِر أصدقاء الأب والأم)

[1] عن عبد الله بن عمر، أن النبى صلى الله عليه وسلم، قال :أبر البر أن يصل الرجل ود أبيه(مسلم، رقم الحديث ٢٥٥٢"١٢")

عن ابن عمر، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال " :إن أبر البر أن يصل الرجل أهل ود أبيه "(مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ٥٧٢١)

قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح على شرط مسلم(حاشية مسند احمد)

[2] رقم الحديث ٩٨٣"١١"كتاب الزكاة، باب فى تقديم الزكاة ومنعها.

[3] عن على، أن النبى صلى الله عليه وسلم قال لعمر فى العباس :إن عم الرجل صنو أبيه، وكان عمر كلمه فى صدقته هذا حديث حسن(سنن الترمذى، رقم الحديث ٣٧٦٠)

www.idaraghufran.org

مطلب یہ ہے کہ چچا، تایا اور والد ایک ہی باپ کی اولاد ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کے مثل ہیں، اس لئے چچا اور تایا کی تعظیم واحترام اور اُن کے ساتھ نیک سلوک وصلہ رحمی کا حکم ہے۔ [1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ أَذْنَبْتُ ذَنْبًا كَثِيْرًا فَهَلْ لِّيْ مِنْ تَوْبَةٍ؟ قَالَ: أَلَكَ وَالِدَانِ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: فَلَكَ خَالَةٌ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَبِرَّهَا إِذًا (مستدرک حاکم) [2]

---

[1] (عم الرجل صنو أبيه ") . بكسر الصاد وسكون نون أى مثله، وأصله أن يطلع نخلتان أو ثلاث من أصل عرق واحد، فكل واحد منهن صنو يعنى ما عم الرجل وأبوه إلا كصنوين من أصل واحد، فهو مثل أبى أو مثلى (مرقاة المفاتيح، ج۹ص۳۹۷۷، كتاب المناقب والفضائل، باب مناقب أهل بيت النبى صلى الله عليه وسلم رضى الله عنهم)

وأصل الصنو المثل والمراد به هنا فرع يجمعه وفرعا آخر أو أكثر أصل واحد ومنه عم الرجل صنو أبيه لأنهما يجمعهما أصل واحد (فتح البارى لابن حجر، ج۸، ص۳۷۴، قوله سورة الرعد)

قوله :إن عم الرجل صنو أبيه أى مثله ففى هذه اللفظة إشعار بما ذكرنا فإن كون صنو الأب يناسب أن يحمل عنه أى هى على إحسانا إليه وبرا به (ارشاد السارى، ج۳، ص۵۹، كتاب الزكاة، باب قول الله تعالى: وفى الرقاب والغارمين وفى سبيل الله)

قوله" :صنو أبيه "معناه :أن العم شقيق الأب، وأصل ذلك فى النخلتين يخرجان من أصل واحد، يقال :صنو، وصنوان، وقنا، وقنوان، وقَل ما جاء من الجمع على هذا البناء ، ويقال :أراد أن أصله، وأصل أبيه واحد، وقيل :الصنو :المثل، أراد أنه مثل أبيه، وفيه تعظيم له للعم.

وقال الجوهرى :إذا خرج نخلتان/ (أو ثلاث من أصل واحد، فكل واحد منهن صُنو، والاثنتان صنوانِ، والجمع صنوانُ برفع النون " (شرح ابى داؤد للعينى، ج٦، ص۳۵۵، كتاب الزكاة، باب: فى تعجيل الزكاة)

(عم الرجل صنو أبيه) بكسر المهملة أى مثله يعنى أصلهما واحد فتعظيمه كتعظيمه وإيذاؤه كإيذائه وفيه حث على القيام بحق العم وتنزيله منزلة الأب فى الطاعة وعدم العقوق (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۵۶۰۲)

[2] رقم الحديث ۷۲۶۱، كتاب البر والصلة، صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ۴۳۵.

قال الحاكم:هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه.

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی آیا، اور اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں نے بہت زیادہ گناہ کئے ہیں، کیا میرے لئے توبہ ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا آپ کے والدین (حیات) ہیں؟ اس نے عرض کیا کہ نہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا آپ کی خالہ (حیات) ہیں؟ اس نے عرض کیا کہ جی ہاں! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس صورت میں آپ ان (یعنی اپنی خالہ) کے ساتھ نیک سلوک (وصلہ رحمی) کیجئے (حاکم، ابنِ حبان)

اس سے معلوم ہوا کہ خالہ کے ساتھ صلہ رحمی اور نیک سلوک کی عظیم فضیلت ہے کہ اس کی وجہ سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْأُمِّ (سنن الترمذی) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خالہ ماں کے قائم مقام ہے (ترمذی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

اَلْخَالَةُ وَالِدَةٌ (مسند احمد) [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال الذهبی فی التلخیص: علی شرط البخاری ومسلم.

وقال شعیب الارنؤوط: إسناده صحیح علی شرط الشیخین. أبو معاویة: هو محمد بن خازم (حاشیة ابنِ حبان)

[1] رقم الحدیث ۱۹۰۴، ابواب البر والصلة، باب ما جاء فی بر الخالة، بخاری، رقم الحدیث ۲۶۹۹.

قال الترمذی: وفی الحدیث قصة طویلة وهذا حدیث صحیح.

[2] رقم الحدیث ۷۷۰، مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۸۰۰۳.

قال الحاکم: هذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاه.

وقال الذهبی: علی شرط البخاری ومسلم.

وقال شعیب الارنؤوط: إسناده حسن (حاشیة مسند احمد)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: خالہ والدہ ہوتی ہے (مسند احمد)

اس قسم کی حدیث حضرت عائشہ اور حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہما کی سندوں سے بھی مروی ہے۔ [1]

ان احادیث سے خالہ کے رشتہ کی اہمیت معلوم ہوئی اور خالہ کیونکہ والدہ کی بہن ہوتی ہے، لہٰذا والدہ کے بھائی یعنی ماموں سے بھی اس رشتہ کی نسبت سے صلہ رحمی کا حکم ہوگا۔

لیکن مرد کے مقابلہ میں کیونکہ عورت صلہ رحمی کی زیادہ محتاج ہوتی ہے، اس لئے احادیث میں عورت کا ذکر کیا گیا۔

قطع رحمی سے بچنے کے لئے بعض قریبی رشتہ والی عورتوں کو ایک آدمی کے نکاح میں جمع کرنے سے بھی احادیث میں منع کیا گیا ہے۔

چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُنْكَحَ الْمَرْأَةُ عَلٰى عَمَّتِهَا أَوْ خَالَتِهَا (بخاری) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ عورت اور اُس کی پھوپھی یا خالہ کے ساتھ نکاح کیا جائے (یعنی ان کو ایک ساتھ نکاح میں جمع کیا جائے) (بخاری)

---

[1] عن عائشة ، أن النبی صلی الله علیه وسلم :كناها أم عبد الله قال أبو عبد الله : وفی سائر الأخبار ، لما ولدت أسماء عبد الله بن الزبیر ، قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لعائشة : اكتنی بابنک عبد الله ، فإن الخالة والدة (معرفة الحدیث للحاكم، رقم الحدیث ۴۰۸)

عن أبی مسعود قال :قال النبی صلی الله علیه وسلم :الخالة والدة (المعجم الكبیر للطبرانی،رقم الحدیث ۶۷۷ ،شرح معانی الآثار، رقم الحدیث ۴۴۴۱)

قال الهیثمی: رواه الطبرانی، وفیه قیس بن الربیع وثقه شعبة والثوری، وضعفه جماعة، وبقیة رجاله ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۷۷۰۰، باب الحضانة)

[2] رقم الحدیث ۵۱۰۸، كتاب النكاح، باب لا تنكح المرأة علی عمتها.

www.idaraghufran.org

اس قسم کی حدیث حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابنِ عباس اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم کی سندوں سے بھی مروی ہے۔ [1]

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُزَوَّجَ الْمَرْأَةُ عَلَى الْعَمَّةِ وَالْخَالَةِ قَالَ: إِنَّكُنَّ إِذَا فَعَلْتُنَّ ذٰلِكَ قَطَعْتُنَّ أَرْحَامَكُنَّ (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ٤١١٦، كتاب النكاح، باب حرمة المناكحة) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ عورت اور اُس کی پھوپھی یا خالہ کے ساتھ زوجیت کا رشتہ قائم کیا جائے (یعنی ان کو ایک ساتھ زوجیت کے رشتہ میں جمع کیا جائے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ جب تم یہ عمل کروگی تو تم قطع رحمی کرنے والی شمار ہوگی (ابنِ حبان)

اس سے معلوم ہوا کہ پھوپھی اور بھتیجی، خالہ اور بھانجی کو ایک آدمی کے نکاح میں ایک وقت میں جمع کرنا یعنی ایسی دو عورتوں سے کسی آدمی کا ایک وقت میں نکاح کرنا قطع رحمی کی وجہ سے منع ہے۔

---

[1] عن الزهرى، قال :حدثنى قبيصة بن ذؤيب :أنه سمع أبا هريرة، يقول :نهى النبى صلى الله عليه وسلم أن تنكح المرأة على عمتها، والمرأة وخالتها(بخارى، رقم الحديث ٥١١٠)

عن ابن عباس، أن النبى صلى الله عليه وسلم نهى أن تزوج المرأة على عمتها، أو على خالتها(سنن الترمذى، رقم الحديث ١١٢٥)

عن عمرو بن شعيب، عن أبيه، عن جده، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لما افتتح مكة، قال " :لا تنكح المرأة على عمتها، ولا على خالتها "(مسند احمد، رقم الحديث ٦٧٧٠)

قال شعيب الارنؤوط:صحيح، وهذا إسناد حسن(حاشية مسند احمد)

[2] قال شعيب الارنؤوط:

حديث حسن، أبو حريز حديثه حسن فى الشواهد وقد توبع، وباقى رجاله ثقات رجال البخارى غير الفضيل -وهو ابن ميسرة -وهو صدوق(حاشية ابن حبان)

www.idaraghufran.org

بعض دیگر روایات اور آثار میں بھی اس چیز کا ذکر پایا جاتا ہے۔ [1]

جب اس طرح کی دوعورتوں کو ایک آدمی کے نکاح میں جمع کیا جاتا ہے، تو اس سے اُن کے درمیان عداوت اور قطع رحمی پیدا ہوتی ہے۔ [2]

فقہائے کرام نے یہی حکم ایسی دوعورتوں کو ایک آدمی کے نکاح میں جمع کرنے کا بھی بیان فرمایا ہے کہ ان دوعورتوں میں ایسی قرابت اور رشتہ داری کا تعلق ہو کہ اگر ان میں سے کسی بھی

---

[1] عن عيسى بن طلحة، قال :نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن تنكح المرأة على قرابتها مخافة القطيعة(المراسيل لابى داوٗد، رقم الحديث ٢٠٨، باب فى النكاح)

عن عيسى بن طلحة قال :نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن تنكح المرأة على قرابتها مخافة القطيعة(مُصنف ابن أبى شيبة، رقم الحديث ١٧٠٤٤، فى الجمع بين ابنتى العم)

عن جابر بن زيد قال :سئل :هل يصلح للمرأة أن تزوج على ابنة عمها ؟ قال :تلك القطيعة ولا تصلح القطيعة (مُصنف ابن أبى شيبة، رقم الحديث١٧٠٤٣، فى الجمع بين ابنتى العم)

عن عطاء قال :يكره الجمع بين ابنتى العم لفساد بينهما (مُصنف ابن أبى شيبة، رقم الحديث١٧٠٤٠، فى الجمع بين ابنتى العم)

عن الحسن أنه كان يكره أن يجمع بين القرابة من أجل القطيعة (مُصنف ابن أبى شيبة، رقم الحديث١٧٠٤٢، فى الجمع بين ابنتى العم)

[2] قيل :وعلة تحريم الجمع بينهن وبين الأختين أنهن من ذوات الرحم فلو جمع بينهما فى النكاح لظهرت بينهما عداوة وقطيعة رحم وفى تعديته بعلى إيماء إلى الأضرار (مرقاة المفاتيح ، ج٥ص ٢٠٨١، كتاب النكاح، باب المحرمات، الفصل الثانى)

قوله (نهى أن تزوج) بصيغة المجهول أى تنكح (المرأة على عمتها أو خالتها) روى بن حبان فى صحيحه وبن عدى هذا الحديث من طريق أبى حريز عن عكرمة عن بن عباس وزاد فى آخره إنكم إذا فعلتم ذلك قطعتم أرحامكم.

ذكره الحافظ فى التلخيص قال وفى الباب ما أخرجه أبو داود فى المراسيل عن عيسى بن طلحة قال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن أن تنكح المرأة على قرابتها مخافة القطيعة انتهى.

وقد ظهر بهذه الزيادة حكمة النهى عن الجمع بين المرأة وعمتها أو خالتها وهى الاحتراز عن قطع الرحم (تحفة الاحوذى، ج٤، ص ٢٢٩، ابواب النكاح، باب ما جاء لا تنكح المرأة على عمتها)

www.idaraghufran.org

ایک عورت کو مرد تصور کرلیا جائے، تو ان میں باہم نکاح جائز نہ ہو، اوراس کی وجہ بھی وہی قطع رحمی ہے، جس سے معلوم ہوا کہ کئی رشتہ داروں سے صلہ رحمی کا حکم ہے۔ [1]

خلاصہ یہ کہ والدین کے بہن بھائیوں اور دیگر نسبی رشتے داروں مثلاً مذکورہ افراد کی اولاد کے ساتھ بھی درجہ بدرجہ صلہ رحمی کا حکم ہے، اگرچہ ان کے درجات میں قریبی اور دور ہونے کی وجہ سے کچھ فرق ضرور ہے۔

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالیٰ اَعْلَمُ وَ عِلْمُهٗ اَتَمّ وَاَحْكَمُ.

---

[1] اتفق الفقهاء على حرمة الجمع بين المحارم فى النكاح سواء كان ذلک بالعقد أو بملک اليمين، فلا يجوز للرجل أن يجمع بين امرأتين فى عقد، أو أمتين فى وطء لو فرضت كل منهما ذكرا لم تحل للأخرى، كالمرأة وعمتها، والمرأة وخالتها، والمرأة وأختها، لقوله تعالى :(وأن تجمعوا بين الأختين إلا ما قد سلف وقول النبى صلى الله عليه وسلم :لا تنكح المرأة على عمتها ولا على خالتها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٦، ص٢٠٨، الجمع بين المحارم فى النكاح، مادة "محرم")

يحرم على المسلم أن يجمع بين امرأتين بينهما قرابة محرمة، بحيث لو فرضت أيتهما ذكرا حرمت عليه الأخرى، وذلک كالأختين، فإننا لو فرضنا إحداهما ذكرا لا تحل للأخرى، وكذلک يحرم الجمع بين المرأة وعمتها، أو بين المرأة وخالتها، لقوله تعالى :(حرمت عليكم أمهاتكم) إلى قوله: (وأن تجمعوا بين الأختين إلا ما قد سلف) ولحديث أبى هريرة :أن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى أن تنكح المرأة على عمتها، أو العمة على ابنة أخيها، أو المرأة على خالتها، أو الخالة على بنت أختها وعليه الأئمة الأربعة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٦، ص٢٢٣، الجمع بين الأختين ومن فى حكمهما، مادة "محرم")

www.idaraghufran.org

(فصل نمبر 13)

ازدواجی اور سسرالی رشتہ داروں سے حسنِ سلوک

بیوی کے نان نفقہ کی ادائیگی اس کے شوہر پر اور اولاد کے نان نفقہ کی ادائیگی اُس کے والد پر واجب ہے، جبکہ اولاد کمانے کے قابل نہ ہو، اور ضرورت مند ہو۔ [1]

اور کئی اہلِ علم حضرات نے ازدواجی اور سسرالی رشتہ داروں کے ساتھ بھی صلہ رحمی اور حسنِ سلوک کا حکم وابستہ کیا ہے، جیسا کہ امام نووی کے حوالہ سے پہلے گزرا۔ [2]

---

[1] (الأقرب) منك (فالأقرب) فتقدم الأب فالأولاد فالأخوة والأخوات فالمحارم من ذوى الأرحام كالأعمام والعمات قال الزين العراقى :وجاء فى حديث بعد الأب ثم أختك وأخاك وهل يؤخذ من تقديمه الأخت رجحان حقها فى الصلة على الأخ كما ذكر فى الأم أو هما سواء وإنما قدمها لمناسبة قوله أمك ثم أباك كل محتمل والأول أقرب وأراد بالبر ترك العقوق وكما أن العقوق له مراتب فالبر كذلك انتهى .ويؤخذ مما تقرر أن الكلام فى غير النفقة أما هى فيقدم نفسه ثم زوجته ثم ولده الصغير ثم الأم ثم الأب (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ١٦٥٠)

[2] قال القاضى وأجمعوا على أن الأم والأب آكد حرمة فى البر ممن سواهما قال وتردد بعضهم بين الأجداد والإخوة لقوله صلى الله عليه وسلم ثم أدناك أدناك قال أصحابنا يستحب أن تقدم فى البر الأم ثم الأب ثم الأولاد ثم الأجداد والجدات ثم الإخوة والأخوات ثم سائر المحارم من ذوى الأرحام كالأعمام والعمات والأخوال والخالات ويقدم الأقرب فالأقرب ويقدم من أدلى بأبوين على من أدلى بأحدهما ثم بذى الرحم غير المحرم كابن العم وبنته وأولاد الأخوال والخالات وغيرهم .

ثم بالمصاهرة ثم بالمولى من أعلى وأسفل ثم الجار ويقدم القريب البعيد الدار على الجار وكذا لو كان القريب فى بلد آخر قدم على الجار الأجنبى.

وألحقوا الزوج والزوجة بالمحارم والله أعلم(شرح النووى على مسلم، ج١٦، ص١٠٢، و١٠٣، كتاب البر والصلة والآداب، باب بر الوالدين وأنهما أحق به)

وإن وهب هبة لذى رحم محرم منه فلا رجوع فيها "لقوله عليه الصلاة والسلام" :إذا كانت الهبة لذى رحم محرم منه لم يرجع فيها"؛ ولأن المقصود فيها صلة الرحم وقد حصل "وكذلك ما وهب أحد الزوجين للآخر "؛ لأن المقصود فيها الصلة كما فى القرابة، وإنما ينظر إلى هذا المقصود وقت العقد، حتى لو تزوجها بعدما وهب لها فله الرجوع، ولو أبانها بعدما وهب فلا

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اورقرآن وسنت کے دلائل سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ ازدواجی اورسسرالی رشتہ داروں سے بھی صلہ رحمی اور حسنِ سلوک کا حکم ہے۔

جس کی کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا (سورة الفرقان، رقم الآية ۵۴)

ترجمہ: اور وہی (اللہ) ہے جس نے پیدا کیا پانی سے انسان کو، پھر بنادیا اس کو نسب اور سسرال والا، اور ہے آپ کا رب پوری قدرت والا (سورہ فرقان)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نسبی اور سسرالی رشتوں کو بطور نعمت کے ذکر فرمایا ہے۔

اور سسرالی رشتہ داروں میں میاں بیوی کے واسطہ سے ایک دوسرے کے قرابت دار داخل ہیں، مثلاً ساس، سسر، دیور، جیٹھ اور نند، وغیرہ۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

رجوع (الهداية فى شرح بداية المبتدى، ج۳، ص ۲۲۶، كتاب الهبة)

قوله (وكذلك ما وهبه أحد الزوجين للآخر) ؛ لأن المقصود بها صلة الرحم؛ لأن الزوجية أجريت مجرى القرابة بدليل أنه يحصل بها الإرث فى جميع الأحوال، وإنما ينظر إلى هذا وقت الهبة حتى لو تزوجها بعدما وهب لها فله الرجوع؛ لأن العقد أوجب له الرجوع قبل التزويج فكذا بعده، وإن أبانها بعدما وهب لها والعين باقية فى يدها فلا رجوع له؛ لأن العقد وقع غير موجب للرجوع، وإن وهب لذى رحم غير محرم أو محرم غير رحم جاز له الرجوع فيما وهب له (الجوهرة النيرة، ج۱، ص ۳۳۰، كتاب الهبة)

[1] واشتقاق الصهر من صهرت الشىء إذا خلطته، فكل واحد من الصهرين قد خالط صاحبه، فسميت المناكح صهرا لاختلاط الناس بها .وقيل :الصهر قرابة النكاح، فقرابة الزوجة هم الأختان، وقرابة الزوج هم الأحماء .والأصهار يقع عاما لذلك كله، قاله الأصمعى .وقال ابن الأعرابى :الأختان أبو المرأة وأخوهما وعمها -كما قال الأصمعى -والصهر زوج ابنة الرجل وأخوه وأبوه وعمه .وقال محمد بن الحسن فى رواية أبى سليمان الجوزجانى :أختان الرجل أزواج بناته وأخواته وعماته وخالاته، وكل ذات محرم منه، وأصهاره كل ذى رحم محرم من زوجته .قال النحاس :الأولى فى هذا أن يكون القول فى الأصهار ما قال الأصمعى، وأن يكون من قبلهما جميعا .

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا وَسَاءَ سَبِيلًا . حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِّنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَّمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ (سورة النساء ،رقم الآيات ۲۲، ۲۳)

ترجمہ: اور نکاح میں نہ لاؤ جن عورتوں کو نکاح میں لا چکے تمہارے باپ، مگر جو پہلے (یعنی زمانۂ جاہلیت میں) ہو چکا، یہ بے حیائی ہے اور غضب والا (یعنی اللہ کی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يقال صهرت الشيء أي خلطته، فكل واحد منهما قد خلط صاحبه (تفسير القرطبي، ج۱۳،ص۶۰،سورة الفرقان)

المصاهرة في اللغة مصدر صاهر، يقال :صاهرت القوم إذا تزوجت منهم.

وقال الخليل :الصهر أهل بيت المرأة، قال :ومن العرب من يجعل الأحماء والأختان جميعا أصهارا، وقال الأزهري :الصهر يشتمل على قرابات النساء ذوي المحارم وذوات المحارم، كالأبوين، والإخوة وأولادهم، والأعمام، والأخوال، والخالات، فهؤلاء أصهار زوج المرأة ومن كان من قبل الزوج من ذوي قرابته المحارم فهم أصهار المرأة أيضا.

وقال ابن السكيت :كل من كان من قبل الزوج من أبيه أو أخيه أو عمه .فهم الأحماء، ومن كان من قبل المرأة فهم الأختان، ويجمع الصنفين الأصهار.

وفي الاصطلاح :هي حرمة الختونة .

وقال الحصكفي في تعريف الصهر والصهر كل ذي رحم محرم من عرسه كآبائها

وفي الاصطلاح :هي حرمة الختونة .

وقال الحصكفي في تعريف الصهر والصهر كل ذي رحم محرم من عرسه كآبائها وأعمامها وأخوالها وأخواتها وغيرهم (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷ص۳۶۸، مادة"مصاهرة")

www.idaraghufran.org

ناراضگی والا کام) ہے، اور بُرا راستہ ہے، حرام کردی گئی ہیں تم پر تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں، اور تمہاری بہنیں، اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بھائی کی بیٹیاں اور بہن کی بیٹیاں، اور (حرام کردی گئی ہیں تم پر) جن ماؤں نے تم کو دودھ پلایا، اور بہنیں دودھ کی، اور تمہاری عورتوں (یعنی بیویوں) کی مائیں اور (تمہاری بیوی کی دوسرے خاوند سے) بیٹیاں جو تمہاری پرورش میں ہیں، جن بیویوں سے تم نے صحبت کی، پھر اگر تم نے صحبت نہیں کی، تو تم پر نہیں گناہ (ان کی بیٹی سے نکاح کرنے میں) اور (حرام ہوئی ہیں تم پر) بیویاں تمہارے بیٹوں کی جو تمہاری پشت (صُلب) سے ہیں، اور یہ کہ تم دو بہنوں کو اکٹھا کرو (سورہ نساء)

مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے بیوی کی ماؤں کو بھی محرّمات یعنی محرم عورتوں میں شمار فرمایا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ سسرالی رشتے کا بھی صلہ رحمی وحسنِ سلوک سے تعلق ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا تُنْکَحُ الْمَرْأَۃُ عَلٰی عَمَّتِھَا وَلَا عَلٰی خَالَتِھَا (مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت کے نکاح میں ہوتے ہوئے اس کی پھوپھی سے اور اس کی خالہ سے نکاح نہ کیا جائے (مسلم)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا تُنْکَحُ الْمَرْأَۃُ عَلٰی عَمَّتِھَا، وَلَا الْعَمَّۃُ عَلٰی بِنْتِ أَخِیْھَا، وَلَا الْمَرْأَۃُ عَلٰی خَالَتِھَا، وَلَا الْخَالَۃُ عَلٰی بِنْتِ أُخْتِھَا (سنن أبی داود) [2]

---

[1] رقم الحديث ۱۴۰۸ ”۳۷“ كتاب النكاح، باب تحريم الجمع بين المرأة وعمتها أو خالتها فى النكاح.

[2] رقم الحديث ۲۰۶۵، كتاب النكاح، باب ما يكره أن يجمع بينهن من النساء.

قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية سنن ابی داود)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت کے نکاح میں ہوتے ہوئے اس کی پھوپھی سے، اور پھوپھی کے نکاح میں ہوتے ہوئے اس کی بھتیجی سے نکاح نہ کیا جائے، اور عورت کے نکاح میں ہوتے ہوئے اس کی خالہ سے، اور خالہ کے نکاح میں ہوتے ہوئے اس کی بھانجی سے نکاح نہ کیا جائے (ابوداؤد)

اس طرح کی احادیث حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم کی سندوں سے بھی مروی ہیں۔ [1]

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُزَوَّجَ الْمَرْأَةُ عَلَى الْعَمَّةِ وَالْخَالَةِ قَالَ: إِنَّكُنَّ إِذَا فَعَلْتُنَّ ذٰلِكَ قَطَعْتُنَّ أَرْحَامَكُنَّ (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ۴۱۱۶، كتاب النكاح، باب حرمة المناكحة) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ عورت اور اُس کی پھوپھی یا خالہ کے ساتھ زوجیت کا رشتہ قائم کیا جائے (یعنی ان کو ایک ساتھ

---

[1] عن علي، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :لا تنكح المرأة على عمتها، ولا على خالتها "(مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ۵۷۷)

قال شعيب الارنؤوط:حديث حسن لغيره(حاشية مسند احمد)

عن عمرو بن شعيب، عن أبيه، عن جده، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لما افتتح مكة، قال " :لا تنكح المرأة على عمتها، ولا على خالتها "(مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ۶۷۷۰)

قال شعيب الارنؤوط:صحيح، وهذا إسناد حسن)حاشية مسند احمد)

عن جابر، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :لا تنكح المرأة على عمتها، ولا على خالتها، ولا المرأة على ابنة أخيها، ولا على ابنة أختها "(مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ۱۴۶۳۳)

قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الشيخين(حاشية مسند احمد)

[2] قال شعيب الارنؤوط:

حديث حسن، أبو حريز حديثه حسن في الشواهد وقد توبع، وباقي رجاله ثقات رجال البخاري غير الفضيل -وهو ابن ميسرة- وهو صدوق(حاشية ابن حبان)

www.idaraghufran.org

زوجیت کے رشتہ میں جمع کیا جائے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ جب تم یہ عمل کروگے تو تم قطع رحمی کرنے والے شمار ہوگے (ابنِ حبان)

حضرت عیسیٰ بن طلحہ سے مرسلاً روایت ہے کہ:

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُنْكَحَ الْمَرْأَةُ عَلٰى قَرَابَتِهَا مَخَافَةَ الْقَطِيْعَةِ (المراسيل،لابی داود، رقم الحديث ۲۰۸، باب فی النكاح)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیوی کی (مخصوص) قرابت دار عورت کو نکاح میں جمع کرنے سے قطع رحمی کے خوف کی بناء پر منع فرمایا (مراسیل ابوداؤد)

اس سے معلوم ہوا کہ بیوی کے رشتہ داروں کے ساتھ قطع رحمی کا سبب بننا منع ہے، جس سے ان رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی وحسنِ سلوک کا حکم معلوم ہوا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

وَأَحَقُّ مَا يُكْرَمُ عَلَيْهِ الرَّجُلُ اِبْنَتُهٗ أَوْ أُخْتُهٗ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ۶۷۰۹، سنن أبی داود، رقم الحديث ۲۱۲۹) [1]

ترجمہ: اور کسی آدمی کا اکرام اس وجہ سے کرنا زیادہ استحقاق کا باعث ہے کہ اس کی بیٹی یا بہن کی وجہ سے اس کا اکرام کیا جائے (مسند احمد، ابوداود)

کسی شخص کی بیٹی یا بہن کی وجہ سے اس کا ہدیہ وتحفہ وغیرہ سے اکرام کیا جانا، سب سے زیادہ استحقاق رکھتا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ شوہر وغیرہ کی طرف سے اپنے سسر یا اپنے سالے وغیرہ کا اس کی بیٹی یا بہن کی خاطر تحفہ وہدیہ وغیرہ سے تعاون کیا جانا، بڑی فضیلت کی بات ہے۔ [2]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث حسن(حاشية مسند احمد)

و قال ايضاً: إسناده حسن (حاشية سنن ابی داود و حاشية سنن ابن ماجه)

[2] (أيما امرأة نكحت) أى تزوجت (على صداق أو حباء) بكسر الحاء المهملة وتخفيف الباء الموحدة والمد :أصله العطية وهی المسمى بالحلوان وقيل هو عطية خاصة (أو عدة) ظاهره أنه

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس حدیث سے بیوی کے رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی فضیلت ثابت ہوئی۔ ۱

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

مَا غِرْتُ عَلٰى اِمْرَأَةٍ مَا غِرْتُ عَلٰى خَدِيْجَةَ وَلَقَدْ هَلَكَتْ قَبْلَ أَنْ يَتَزَوَّجَنِى بِثَلَاثِ سِنِيْنَ، لِمَا كُنْتُ أَسْمَعُهُ يَذْكُرُهَا وَلَقَدْ أَمَرَهُ رَبُّهُ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يلزمه الوفاء وعند ابن ماجه أو هبة بدل عدة (قبل عصمة النكاح) أى قبل عقد النكاح (فهو لها) أى مختص بها دون أبيها لأنه وهب لها قبل العقد الذى شرط فيه لأبيها ما شرط فليس لأبيها حق فيه إلا برضاها (وما كان بعد عصمة النكاح فهو لمن أعطيه) أى وما شرط من نحو هبة أو عدة مع عقد النكاح فهو ثابت لمن أعطيه ولا فرق بين الأب وغيره قال الخطابى :هذا موكول على ما شرطه الولى لنفسه غير المهر (وأحق ما أكرم) بضم فسكون فكسر (عليه الرجل) أى لأجله فعلى للتعليل (ابنته بالرفع خبر أحق وقد ينصب على حذف كان تقديره أحق ما أكرم لأجله الرجل إذا كانت ابنته (أو أخته) قال ابن رسلان :ظاهر العطف أن الحكم المذكور لا يختص بالأب بل فى معناه كل ولى ولم أر من قال به(فيض القدير شرح الجامع الصغير، تحت رقم الحديث ٢٩٩٣)

(أيما امرأة نكحت على صداق أو حباء ، أو عدة ، قبل عصمة النكاح فهو لمن أعطيه ، وأحق ما أكرم عليه الرجل ابنته أو أخته) يعنى :لمن يعطيه المرأة ؛ بدليل قوله (على صداق) فإن الصداق لا يكون إلا للمرأة ، وكذلك ما ذكر معه من الحباء والعدة .

وقوله(أحق ما أكرم عليه الرجل ابنته)استئناف كلام يقتضى الحض على إكرام الولى تطييبا لنفسه ، والله أعلم (المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم، كتاب النكاح،ومن باب النهى عن خطبة الرجل على خطبة أخيه)

۱ قوله :(وأحق ما يكرم عليه . . .إلخ) فيه دليل على مشروعية صلة أقارب الزوجة وإكرامهم والإحسان إليهم وأن ذلك حلال لهم وليس من قبيل الرسوم المحرمة إلا أن يمتنعوا من التزويج إلا به(نيل الأوطار للشوكانى،ج٦ص٢٠٧،كتاب الصداق،باب حكم هدايا الزوج للمرأة وأوليائها)

(وأحق ما أكرم عليه الرجل ابنته، أو أخته) فيه دليل على مشروعية صلة أقارب الزوجة، وإكرامهم، والإحسان إليهم، وأن ذلك حلال لهم، وليس من قبيل الرسوم المحرمة، إلا أن يمتنعوا من التزويج إلا به، فيكون من العضل المحرم.

والحاصل أن إكرام الشخص بسبب بنته، أو أخته بدفع مال إليه جائز(شرح سنن النسائى المسمى ذخيرة العقبى فى شرح المجتبى، لمحمد بن على بن آدم بن موسى،كتاب النكاح،التزويج على نواة من ذهب)

www.idaraghufran.org

عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يُبَشِّرَهَا بِبَيْتٍ مِنْ قَصَبٍ فِي الْجَنَّةِ، وَإِنْ كَانَ لَيَذْبَحُ الشَّاةَ، ثُمَّ يُهْدِيهَا إِلٰى خَلَائِلِهَا (مسلم) [1]

ترجمہ: مجھے کسی عورت پر ایسی غیرت نہیں آئی، جیسی غیرت حضرت خدیجہ پر آئی، حالانکہ حضرت خدیجہ میرے نکاح سے تین سال پہلے فوت ہوگئی تھیں، اور اس غیرت کی وجہ یہ تھی کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا ذکر کرتے ہوئے سنتی تھی، اور اللہ ربُّ العزت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم فرمایا تھا کہ حضرت خدیجہ کو جنت میں موتی کے محل کی بشارت سنا دیں، اور اگر (کبھی) نبی صلی اللہ علیہ وسلم بکری ذبح کرتے تھے، تو اس میں سے حضرت خدیجہ کی سہیلیوں کو ہدیہ بھیجا کرتے تھے (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُتِيَ بِشَيْءٍ يَقُوْلُ: اِذْهَبُوْا بِهٖ إِلٰى فُلَانَةَ فَإِنَّهَا كَانَتْ صَدِيْقَةَ خَدِيْجَةَ، اِذْهَبُوْا بِهٖ إِلٰى فُلَانَةَ فَإِنَّهَا كَانَتْ تُحِبُّ خَدِيْجَةَ (مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۷۳۳۹، کتاب البر والصلة) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی چیز آتی تھی، تو فرماتے تھے کہ یہ فلاں عورت کے پاس لے جاؤ، کیونکہ وہ خدیجہ کی دوست تھی، یہ فلاں عورت کے پاس لے جاؤ، کیونکہ وہ خدیجہ سے محبت کرتی تھی (حاکم)

اس طرح کی حدیث کو اور محدثین نے بھی روایت کیا ہے۔ [3]

---

[1] رقم الحديث ٢٤٣٥ "٧٤" كتاب فضائل الصحابة رضى الله عنهم، باب فضائل خديجة أم المؤمنين رضى الله تعالى عنها.

[2] قال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه "
وقال الذهبي في التلخيص: صحيح.

[3] عن أنس بن مالك، قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا أتي بشيء، قال: "اذهبوا به إلى فلانة، فإنها كانت صديقة خديجة" (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ٧٠٠٧)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اس سے معلوم ہوا کہ بیوی کے رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک بھی عبادت اور تعلق کی نشانی ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال شعیب الارنؤوط:حسن لغیرہ(حاشیة صحیح ابنِ حبان)

عن عائشة قالت :ما غرت على أحد من أزواج النبی صلى الله علیه وسلم ما غرت على خدیجة، وما بی أن أكون أدركتها وما ذاك إلا لكثرة ذكر رسول الله صلى الله علیه وسلم لها، وإن كان لیذبح الشاة فیتتبع بها صدائق خدیجة فیهدیها لهن(سنن الترمذی، رقم الحدیث۲۰۱۷)

قال الترمذی:هذا حدیث حسن صحیح غریب.

عن عائشة، قالت :ما غرت على نساء النبی صلى الله علیه وسلم، إلا على خدیجة وإنی لم أدركها، قالت :وكان رسول الله صلى الله علیه وسلم إذا ذبح الشاة، فیقول :أرسلوا بها إلى أصدقاء خدیجة قالت :فأغضبته یوما، فقلت :خدیجة فقال :رسول الله صلى الله علیه وسلم إنی قد رزقت حبها(مسلم، رقم الحدیث ۲۴۳۵"۷۵")

عن عائشة رضی الله عنها :أن النبی صلى الله علیه وسلم كان یذبح الشاة فیتتبع بها صدائق خدیجة بنت خویلد رضی الله عنها"(مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۷۳۴۰)

قال الحاکم: هذا حدیث صحیح على شرط مسلم ولم یخرجاه

وقال الذهبی فی التلخیص:على شرط مسلم.

[1] (كان إذا ذبح الشاة یقول أرسلوا بها) لعل المراد ببعضها فأطلق الكل وأراد البعض بقرینة المقام (إلى أصدقاء خدیجة) زوجته الدارجة صلة منه لها وبرا وإذا كان فعل الخیر عن المیت برا فالسوء ضد ذلك وإن كنا لا نعرف كیفیته ولا یضرنا جهلنا بكیفیة ذلك بل علینا التسلیم والتصدیق وفیه حفظ العهد والصدق وحسن الود ورعایة حرمة الصاحب والعشیر ولو میتا وإكرام أهل ذلك الصاحب وأصدقائه.

(م عن عائشة) تمامه قالت عائشة :فأغضبته یوما فقلت :خدیجة فقال :إنی رزقت حبها(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، تحت رقم الحدیث ٦٦٨٨)

قوله :(ما غرت) كلمة :ما فیه نافیة، وفی :ماغرت ثانیا موصولة أی :الذی غرت على خدیجة. قوله :(لما كنت) یتعلق به أی :لأجل ما كنت أسمع النبی صلى الله علیه وسلم، یذكرها أی خدیجة .قوله :(من قصب) أی :قصب الدر، وإصطلاح الجوهریین أن یقولوا :قصب من اللؤلؤ كذا وقصب من الجوهر كذا ومن الدر كذا للخیط منه، وقیل :كان البیت من القصب تفاؤلا بقصب سبقها إلى الإسلام .قوله :(وإن كان) كلمة :إن هذه مخففة من المثقلة وأصله :وإنه كان لیذبح الشاة، اللام فیه للتأكید .قوله :(فی خلتها) أی :فی أهل بیتها، یعنی أخلاء ها وأحبابها .وقال الخطابی :الخلة ههنا بمعنى الأخلاء موضع المصدر وضع الإسم، وأراد بالقصب قصب اللؤلؤ وهو

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

زوجین کو ایک دوسرے سے حسنِ سلوک کا حکم

سُسرالی رشتہ یا سُسرالی رشتہ داروں کو وجود نکاح سے ملتا ہے، اور اصل رشتہ زوجین کا ایک دوسرے سے قائم ہوتا ہے، اور زوجین کا ایک دوسرے سے انتہائی قریبی تعلق ہوتا ہے، اس لئے شریعت کی طرف سے ازدواجی رشتہ کے حقوق اور ان کی اہمیت بہت زیادہ ہے، جس کی قرآن وسنت کی روشنی میں کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (سورة البقرة، آية ٢٢٨)

ترجمہ: اور عورتوں کے لیے مردوں کے اوپر ویسے ہی حقوق ہیں، جیسا کہ ان (عورتوں) کے اوپر مردوں کے حقوق ہیں، اچھے طریقہ پر، اور مرد حضرات کو عورتوں پر ایک خاص درجہ (کی فوقیت حاصل) ہے، اور اللہ بڑا ہی زبردست نہایت حکمت والا ہے (سورہ بقرہ)

مذکورہ آیت سے معلوم ہوا کہ زوجین پر ایک دوسرے کے حقوق ہیں، وہ الگ بات ہے کہ شوہر کو مرد ہونے کی وجہ سے عورت پر کسی درجہ کی فضیلت حاصل ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

المجوف منه، ووقع فی رواية مسلم :ثم يهديها إلى خلائلها، وتقدم فی المناقب :إلى أصدقائها(عمدة القاری شرح صحيح البخاری، ج۲۲،ص ۱۰۴، كتاب الأدب،باب حسن العهد من الإيمان)

وقال النووی فی هذه الأحاديث دلالة لحسن العهد وحفظ الود ورعاية حرمة الصاحب والمعاشر حيا وميتا وإكرام معارف ذلک(فتح البارى شرح صحيح البخارى،لابن حجر العسقلانی،ج۷،ص ۱۳۷،قوله باب تزويج النبی صلى الله عليه وسلم خديجة وفضلها)

[1] (ولهن) على الأزواج (مثل الذی) لهم (عليهن) من الحقوق (بالمعروف) شرعا من حسن العشرة وترک الإضرار ونحو ذلک (وللرجال عليهن درجة) فضيلة فی الحق من وجوب طاعتهن

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

إِنِّی أُحِبُّ أَنْ أَتَزَيَّنَ لِلْمَرْأَةِ ، كَمَا أُحِبُّ أَنْ تَتَزَيَّنَ لِی الْمَرْأَةُ ، لَأَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ (وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِی عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ) وَمَا أُحِبُّ أَنْ أَسْتَنْطِفَ حَقِّی عَلَيْهَا ، لَأَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ (وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ) (مُصنف ابن أبی شيبة) [1]

ترجمہ: میں اس چیز کو پسند کرتا ہوں کہ بیوی کے لئے زینت اختیار کروں، جس طرح میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ میری بیوی میرے لئے زینت اختیار کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

”وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِی عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ“

یعنی ”اور عورتوں کے لیے مردوں کے اوپر ویسے ہی حقوق ہیں، جیسا کہ ان (عورتوں) کے اوپر مردوں کے حقوق ہیں، اچھے طریقہ پر“

لیکن میں اس چیز کو پسند نہیں کرتا کہ وہ میرے حق میں کوتاہی کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

” وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ “

یعنی ”اور مرد حضرات کو عورتوں پر ایک خاص درجہ (کی فوقیت حاصل) ہے“ (ابنِ ابی شیبہ)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

لهم لما ساقوه من المهر والإنفاق (والله عزيز) فی ملكه (حكيم) فيما دبره لخلقه(تفسير الجلالين، سورة البقرة)

وقوله :(ولهن مثل الذی عليهن بالمعروف) أی :ولهن على الرجال من الحق مثل ما للرجال عليهن، فليؤد كل واحد منهما إلى الآخر ما يجب عليه بالمعروف(تفسير ابنِ كثير، ج ا ص ۶۰۹،سورة البقرة، تحت رقم الآية ۲۲۸)

[1] رقم الحديث ۱۹۲۶۳ ، كتاب الطلاق،باب ما قالوا فی قوله تعالی وللرجال عليهن درجة.

www.idaraghufran.org

اس طرح کی حدیث سنن بیہقی میں بھی ہے۔ [1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

فَاتَّقُوا اللّٰهَ فِي النِّسَاءِ، فَإِنَّكُمْ أَخَذْتُمُوْهُنَّ بِأَمَانِ اللّٰهِ، وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوْجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللّٰهِ ، وَلَكُمْ عَلَيْهِنَّ أَنْ لَا يُوْطِئْنَ فُرُشَكُمْ أَحَدًا تَكْرَهُوْنَهُ، فَإِنْ فَعَلْنَ ذٰلِكَ فَاضْرِبُوْهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ، وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (مسلم) [2]

ترجمہ: تم عورتوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو، کیونکہ تم نے ان عورتوں کو اللہ کی امان کی وجہ سے حاصل کیا ہے، اور اللہ کے کلمہ (یعنی اللہ کے حکم کے مطابق نکاح کا ایجاب وقبول کرنے) کی وجہ سے ان کی شرمگاہیں تمہارے لئے حلال ہوئی ہیں، اور ان عورتوں پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستروں پر ان لوگوں کو نہ بٹھائیں، جو تمہیں ناپسند ہوں، اور اگر وہ ایسا کریں، تو ان کو ضرب لگاؤ، بغیر نشان والی (یعنی ہلکی پھلکی) اور ان عورتوں کا تمہارے اوپر حق یہ ہے کہ تم ان کی خوراک اور لباس ان کو معروف طریقہ پر دو (مسلم)

حضرت احوص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّهُ شَهِدَ حَجَّةَ الْوَدَاعِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ، وَذَكَّرَ وَوَعَظَ، ثُمَّ قَالَ: اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا، فَإِنَّهُنَّ عِنْدَكُمْ عَوَانٍ، لَيْسَ تَمْلِكُوْنَ مِنْهُنَّ شَيْئًا غَيْرَ ذٰلِكَ، إِلَّا أَنْ يَّأْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ، فَإِنْ فَعَلْنَ فَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ

---

[1] عن ابن عباس رضى الله عنهما قال " :إنى لأحب أن أتزين للمرأة كما أحب أن تزين لى؛ لأن الله عز وجل يقول :(ولهن مثل الذى عليهن بالمعروف)وما أحب أن تستطف جميع حق لى عليها؛ لأن الله عز وجل يقول :(وللرجال عليهن درجة)(السنن الكبرىٰ للبيهقى، رقم الحديث ١٤٧٢٨)

[2] رقم الحديث ١٢١٨ ؍ ١٤٧، كتاب الحج، باب حجة النبى صلى الله عليه وسلم.

www.idaraghufran.org

وَاضْرِبُوْهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ، فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا، إِنَّ لَكُمْ مِنْ نِّسَائِكُمْ حَقًّا، وَلِنِسَائِكُمْ عَلَيْكُمْ حَقًّا، فَأَمَّا حَقُّكُمْ عَلٰى نِسَائِكُمْ: فَلَا يُوَطِّئَنَّ فُرُشَكُمْ مَنْ تَكْرَهُوْنَ، وَلَا يَأْذَنَّ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لِمَنْ تَكْرَهُوْنَ، أَلَا وَحَقُّهُنَّ عَلَيْكُمْ أَنْ تُحْسِنُوْا إِلَيْهِنَّ فِيْ كِسْوَتِهِنَّ وَطَعَامِهِنَّ(سنن ابن ماجه) [1]

ترجمہ: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع کے موقع پر موجود تھا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی حمد پڑھی اور ثناء پڑھی، اور تذکیر ونصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ میں تمہیں عورتوں کے معاملہ میں خیر کی وصیت کرتا ہوں، کیونکہ یہ تمہاری معاون (اور مددگار) ہیں، اور تم اس کے علاوہ ان کے حق میں کسی اور چیز کے مالک نہیں ہو، مگر یہ کہ وہ واضح برائی کا ارتکاب کریں، پس اگر وہ ایسا کریں، تو ان کے بستر علیٰحدہ کردو، اور ان کو ضرب لگاؤ بغیر نشان کی، پھر اگر وہ (توبہ کرکے) تمہاری اطاعت کریں، تو ان کے خلاف راستہ نہ تلاش کرو، تمہارا اپنی عورتوں پر حق ہے، اور تمہاری عورتوں کا تم پر حق ہے، پس تمہارا حق عورتوں پر یہ ہے کہ وہ تمہارے بستر پر ایسے لوگوں کو نہ بٹھائیں، جو تمہیں ناپسند ہوں، اور تمہارے گھر میں ان لوگوں کو داخلہ کی اجازت نہ دیں، جو تمہیں ناپسند ہوں، خبردار ان کا حق تمہارے اوپر یہ ہے کہ ان کے ساتھ ان کے لباس اور خوراک میں حسنِ سلوک کرو (ابنِ ماجہ)

اس سے معلوم ہوا کہ شریعت نے میاں بیوی کے ایک دوسرے پر حقوق عائد کیے ہیں۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ١٨٥١، كتاب النكاح، باب حق المرأة على الزوج.
قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن(حاشية سنن ابنِ ماجه)

[2] (إن لكم على نسائكم حقاً) أمراً واجباً (ولنسائكم عليكم حقاً) هذا من عطف معمولين على معمولى عامل واحد، وهو جائز اتفاقاً (دليل الفالحين لطرق رياض الصاحين، ج٣ص ١٠٢، تحت رقم الحديث ٢٧٦٤، باب الوصية بالنساء)

www.idaraghufran.org

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كُلُّكُمْ رَاعٍ فَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ، فَالْأَمِيْرُ الَّذِىْ عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْهُمْ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰى أَهْلِ بَيْتِهٖ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْهُمْ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلٰى بَيْتِ بَعْلِهَا وَوَلَدِهٖ وَهِيَ مَسْئُوْلَةٌ عَنْهُمْ، وَالْعَبْدُ رَاعٍ عَلٰى مَالِ سَيِّدِهٖ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْهُ، أَلَا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ (بخاری) ؎1

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے ہر فرد نگراں ہے اور اس سے اس کی زیرِ نگرانی (افراد اور کاموں) کے متعلق باز پرس ہوگی، وہ شخص جو لوگوں کا امیر ہے، اس سے ان لوگوں کے (حقوق کے) متعلق سوال ہوگا (جو اس کے ماتحت ہیں) اور مرد اپنے گھر والوں (یعنی بیوی، بچوں) کا نگراں ہے، اس سے ان (یعنی بیوی بچوں) کے متعلق باز پرس ہوگی، اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں کی نگراں ہے اس سے ان کے متعلق باز پرس ہوگی، اور غلام اپنے آقا کے مال کا نگراں ہے، اس سے اس کے متعلق باز پُرس ہوگی، سن لو! کہ تم میں سے ہر ایک نگراں ہے اور اس سے اس کی رعیت (اور زیرِ نگرانی افراد اور کاموں) کے متعلق باز پرس ہوگی (بخاری)

اس قسم کی حدیث حضرت ابولبابہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہما کی سندوں سے بھی مروی ہے۔ ؎2

؎1 رقم الحدیث ۲۵۵۴، کتاب العتق، باب کراهية التطاول على الرقيق، وقوله: عبدی أو أمتی.

؎2 عن ابن عمر، أن أبا لبابة، أخبره أن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن قتل الجنان التى فى البيوت وقال: كلكم مسؤول عن رعيته، ألا فالأمير الذى على الناس راع، وهو مسؤول عن رعيته، والرجل راع على أهله، وهو مسؤول عنهم، وامرأة الرجل راعية على بيت زوجها، وهى مسؤولة عنه، وعبد الرجل على مال سيده، وهو مسؤول عنه (المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ۴۵۰۶)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ شوہروں پر بھی کچھ ذمہ داریاں عائد ہیں، اور بیویوں پر بھی، جن کو پورا کرنے یا کوتاہی کرنے پر آخرت میں سوال اور حساب ہوگا۔ [1]

چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ سَائِلٌ كُلَّ رَاعٍ عَمَّا اِسْتَرْعَاهُ: أَحَفِظَ أَمْ ضَيَّعَ (صحيح ابنِ حبان) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ اللہ ہر نگران سے ان چیزوں کے بارے میں سوال فرمائے گا، جو اس کی نگرانی (وذمہ داری) میں داخل تھیں، کہ کیا اس نے (اُن ذمہ داریوں کی) حفاظت کی یا ضائع کیا (ابن حبان)

اس طرح کی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [3]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال الهيثمي: رواه الطبراني في الأوسط والكبير، ورجال الكبير رجال الصحيح (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٩٠٥٠، باب كلكم راع ومسؤول)

عن أنس قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :كلكم راع وكلكم مسئول فالأمير راع ومسئول عن رعيته، والرجل راع ومسئول عن زوجته، وعن ما ملكت يمينه، والمرأة راعية لحق زوجها ومسئولة عن بيتها وولدها، والمملوك راع لحق مولاه ومسئول عن ماله، فكلكم راع وكلكم مسئول، فأعدوا لتلك المسائل جوابا فقال :يا رسول الله، وما جوابها؟ قال :أعمال البر.

لم يرو هذا الحديث عن قتادة، إلا سعيد، تفرد به :إسماعيل بن عباد "(المعجم الاوسط للطبراني، رقم الحديث ٣٥٧٦)

[1] (والرجل راع على أهل بيته) زوجته وغيرها يقوم عليهم بالحق في النفقة وحسن المعاشرة (وهو مسؤول عنهم والمرأة راعية على بيت بعلها وولده) أي وغيرهم كخدمه وأضيافه بحسن التدبير في أمرهم والقيام بمصالحهم (ارشاد السارى لشرح صحيح البخارى للقسطلانى، ج٤ص ٣٢٥، كتاب العتق، باب إذا أتاه خادمه بطعامه)

[2] رقم الحديث ٤٤٩٢، كتاب السير، باب في الخلافة والإمارة.

قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرطهما (حاشية ابنِ حبان)

[3] عن أبي هريرة قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :ما من راع يسترعى رعية إلا سئل يوم القيامة :أقام فيها أمر الله، أم أضاعه؟

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت معقل بن یسار مُزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

إِنِّی سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: مَا مِنْ عَبْدٍ یَسْتَرْعِیہِ اللّٰہُ رَعِیَّةً، یَمُوْتُ یَوْمَ یَمُوْتُ وَھُوَ غَاشٌّ لِرَعِیَّتِہٖ، إِلَّا حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ الْجَنَّةَ (مسلم) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو آدمی بھی ایسا ہو کہ اللہ اسے کسی رعیّت کا نگران بنائے، وہ فوت ہوگا جس دن بھی فوت ہوگا، اس حال میں کہ اپنی رعیّت (کے حقوق) کے سلسلے میں خیانت کرنے والا ہو، تو اللہ اس پر جنت حرام کردے گا (مسلم، ابن حبان)

مذکورہ احادیث سے ہر نگران کو اور بطورِ خاص میاں بیوی کو اپنی نگرانی اور ذمہ داری کے حقوق کی اہمیت معلوم ہوئی۔

لہٰذا شریعت نے میاں بیوی کے ایک دوسرے پر جو حقوق عائد کیے ہیں، خواہ وہ ضروری درجہ کے ہوں، یا سنت و مستحب درجہ کے ہوں، اُن سب کو درجہ بدرجہ ادا کرنا چاہیے۔

اور ان حقوق میں بنیادی چیز ایک دوسرے کے ساتھ حسنِ معاشرت اور حسنِ اخلاق کی تعلیم ہے۔

اسی کے ساتھ زوجین کو باہم ایک دوسرے کے ساتھ کئی کام نہ صرف یہ کہ جائز ہیں، بلکہ عبادت بھی ہیں۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

لم یرو ھذین الحدیثین عن یحیی بن سعید إلا اللیث "(المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث ۹۱۶ ۴)

قال الھیثمی: رواہ الطبرانی فی الأوسط، وفیہ أبو عیاش المصری، وھو مستور، وبقیة رجالہ ثقات وفی بعضھم کلام (مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۹۰۴۹، باب کلکم راع ومسؤول)

[1] رقم الحدیث ۱۴۲ ''۲۲۷''کتاب الایمان،باب استحقاق الوالی الغاش لرعیتہ النار، ابنِ حبان، رقم الحدیث ۴۴۹۵.

www.idaraghufran.org

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

كُلُّ شَيْءٍ يَلْهُوْ بِهِ الرَّجُلُ بَاطِلٌ، إِلَّا رَمْيَةَ الرَّجُلِ بِقَوْسِهِ، وَتَأْدِيبَهُ فَرَسَهُ، وَمُلَاعَبَتَهُ امْرَأَتَهُ، فَإِنَّهُنَّ مِنَ الْحَقِّ (مسند أحمد، رقم الحديث ۱۷۳۰۰) [1]

ترجمہ: آدمی کا ہر کھیل باطل ہے، مگر آدمی کا اپنے تیر سے نشانہ بازی کرنا، اور آدمی کا اپنے گھوڑے کو مؤدب بنانا (اور اس کو تربیت دینا) اور آدمی کا اپنی بیوی کے ساتھ ملاعبت (یعنی تفریح وغیرہ) کرنا، کیونکہ یہ سب حق ہیں (مسند احمد)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: كُلُّ شَيْءٍ لَيْسَ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ فَهُوَ لَغْوٌ وَلَهْوٌ إِلَّا أَرْبَعَةَ خِصَالٍ: مَشْيٌ بَيْنَ الْغَرَضَيْنِ، وَتَأْدِيبُهُ فَرَسَهُ، وَمُلَاعَبَتُهُ أَهْلَهُ، وَتَعْلِيمُ السِّبَاحَةِ (السنن الكبرىٰ للنسائی) [2]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا کہ ہر وہ چیز جس کا تعلق اللہ کے ذکر اور یاد سے نہ ہو تو وہ لغو اور لہو ہے، سوائے چار خصلتوں کے۔ ایک تو تیر اندازی کے درمیان چلنا، دوسرے اپنے گھوڑے کو تربیت دینا،

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
حديث حسن بمجموع طرقه وشواهده (حاشية مسند احمد)

[2] رقم الحديث ۸۸۹۱، كتاب عشرة النساء، باب ملاعبة الرجل زوجته، المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۱۷۸۵.

قال المنذری:
رواه الطبرانی فی الكبير بإسناد جيد. الغرض بفتح الغين المعجمة والراء بعدهما ضاد معجمة هو ما يقصده الرماة بالإصابة (الترغيب و الترهيب، ج۲، ص ۱۸۰، كتاب الجهاد الترغيب فی الرباط فی سبيل الله عز وجل)

www.idaraghufran.org

تیسرے اپنے گھر والوں کے ساتھ ملاعبت وکھیل کرنا، اور چوتھے تیراکی کی تعلیم (نسائی)

معلوم ہوا کہ زوجین کو ایک دوسرے سے ملاعبت اور تفریح کرنا، تاکہ ایک دوسرے سے شہوت کی تسکین حاصل ہو، وہ جائز بلکہ ثواب ہے۔ [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

خَرَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ أَسْفَارِهِ وَأَنَا جَارِيَةٌ لَمْ أَحْمِلِ اللَّحْمَ وَلَمْ أَبْدُنْ، فَقَالَ لِلنَّاسِ: تَقَدَّمُوْا، فَتَقَدَّمُوْا، ثُمَّ قَالَ لِيْ: تَعَالَيْ حَتّٰى أُسَابِقَكِ، فَسَابَقْتُهُ فَسَبَقْتُهُ، فَسَكَتَ عَنِّيْ، حَتّٰى إِذَا حَمَلْتُ اللَّحْمَ وَبَدُنْتُ وَنَسِيْتُ، خَرَجْتُ مَعَهُ فِيْ بَعْضِ أَسْفَارِهِ، فَقَالَ لِلنَّاسِ: تَقَدَّمُوْا، فَتَقَدَّمُوْا، ثُمَّ قَالَ: تَعَالَيْ حَتّٰى أُسَابِقَكِ، فَسَابَقْتُهُ، فَسَبَقَنِيْ، فَجَعَلَ يَضْحَكُ، وَهُوَ يَقُوْلُ: هٰذِهِ بِتِلْكَ (مسند احمد، رقم الحديث ٢٦٢٧٧، سنن ابى داود، رقم الحديث ٢٥٧٨) [2]

ترجمہ: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھی، اور میں کم عمر لڑکی تھی، اور میرے اوپر زیادہ گوشت نہیں تھا، اور نہ میرا بدن بھاری تھا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا کہ تم آگے چلے جاؤ، تو وہ آگے چلے گئے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ آ جاؤ، میں آپ سے دوڑ میں مقابلہ کرتا ہوں، تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوڑ میں مقابلہ کیا، تو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] وملاعبته أهله ليسكن ما به وبها وهذا كله وإن كان ملهيا فهو فى الأصل حق وإنما رخص للمؤمن فى التلهى بهذا لأن قلبه فى أثقال العظمة فإذا دام عليه ضاق به والتمس تفرجا وتخفيفا فيلجأ إلى هذه الأشياء التى هى فى الأصل حق حتى يكون مزاجا للمؤمن(نوادر الاصول للحكيم الترمذى، ج۴ص ۱۶۹، الأصل الحادى والتسعون والمائتان فى أن القلب الحقيقى فى أثقال العظمة يتحمل بالمزاج)

[2] قال شعيب الارنؤوط: إسناده جيد(حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

سے آگے نکل گئی، اور آپ خاموش ہوگئے، پھر جب میرے اوپر گوشت کا وزن ہوگیا، اور میرا جسم بھاری ہوگیا، اور میں اس واقعہ کو بھول گئی تو پھر بعد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں گئی تو آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ تم آگے چلے جاؤ، وہ آگے چلے گئے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ آ جاؤ میں آپ سے دوڑ میں مقابلہ کرتا ہوں، تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوڑ میں مقابلہ کیا، تو آپ مجھ سے آگے نکل گئے، پھر آپ ہنسنے لگے اور یہ فرمانے لگے کہ یہ پہلی جیت کا جواب ہوگیا (مسند احمد، ابوداؤد)

معلوم ہوا کہ زوجین ایک دوسرے کے ساتھ جائز تفریح اختیار کر سکتے ہیں۔ [1]

(1)......زوجہ کے ساتھ حسنِ سلوک

قرآن وسنت میں زوجہ کے حقوق اور حسنِ سلوک کی تفصیل آئی ہے، جس کا کچھ ذکر کیا جاتا ہے۔

چنانچہ سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ. فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا (سورة النساء، رقم الآية ۱۹)

ترجمہ: اور اِن (عورتوں) کے ساتھ معروف (یعنی اچھے) طریقہ پر معاشرت (اور رہن سہن) اختیار کرو، پھر اگر تم ان کو (یا ان کی کسی بات کو) ناپسند کرو، تو ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ نے اس میں خیرِ کثیر رکھ دی ہو (سورہ نساء)

مطلب یہ ہے کہ انسانوں کو اگرچہ بظاہر عورتوں میں کوئی ناپسندیدگی اور کراہیت والی بات نظر

---

[1] (سابقته) : أى :مرة أخرى (فسبقني قال :هذه) : أى :السبقة (بتلك السبقة) : بفتح الكاف وكسرها أى تقدمى عليك فى هذه النوبة فى مقابلة تقدمك فى النوبة الأولى والمراد حسن المعاشرة (مرقاة المفاتيح ج۵، ص۲۱۲۴، كتاب النكاح، باب عشرة النساء وما لكل واحدة من الحقوق)

www.idaraghufran.org

آئے، لیکن ایسے وقت میں یہ سوچنا چاہئے کہ ہوسکتا ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے خیرِ کثیر رکھی ہو، جو ہم پر ظاہر نہ کی گئی ہو، اس لئے اس کو برداشت کرنا چاہئے۔

معلوم ہوا کہ شریعت نے بیوی کے ساتھ حسنِ معاشرت وحسنِ اخلاق کے برتاؤ اور ایک دوسرے کے حقوق کے ادا کرنے کی تعلیم دی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً، إِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِيَ مِنْهَا آخَرَ (مسلم) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی مؤمن، کسی مؤمنہ عورت سے بُغض (وعداوت اور عناد) نہ رکھے، اگر وہ اس عورت کے کسی عادت کو ناپسند کرتا ہے، تو وہ اس کی کسی دوسری عادت سے راضی اور خوش بھی ہوتا ہے (مسلم)

مطلب یہ ہے کہ ہر انسان میں کوئی نہ کوئی عیب ہوتا ہے، اور اس کے مقابلہ میں کوئی نہ کوئی خوبی اور اچھائی بھی ہوتی ہے، اس لئے اگر کبھی کسی عیب کی وجہ سے بُغض وعناد اور عداوت یا اختلاف پیدا ہونے کا ڈر ہو، تو اُس کو چاہئے کہ دوسرے کی خوبی اور اچھائی پر نظر کرے۔ ۲

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

۱ رقم الحديث ۱۴۶۹ "۶۱" كتاب الرضاع، باب الوصية بالنساء.

۲ (وعنه) : أى :عن أبى هريرة (قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم -لا يفرک) : بفتح الراء مجزوما أو مرفوعا من الفرک بالكسر :بغض أحد الزوجين الآخر من باب علم، وكنصر شاذ، قال القاضى عياض :هو خبر لا نهى، وقال النووى :المعروف فى الروايات بإسكان الكاف، ولو روى مرفوعا لكان نهيا بلفظ الخبر، أى لا يبغض (مؤمن مؤمنة) : أى :من جميع الوجوه (إن كره منها خلقا) : بضمتين ويسكن الثانى (رضى منها آخر) : أى :خلقا آخر قال القاضى :قوله لا يفرک نفى فى معنى النهى أى لا ينبغى للرجل أن يبغضها لما يرى منها فيكرهه؛ لأنه إن كره شيئا رضى شيئا آخر، فليقابل هذا بذاک، اهـ .وفيه إشارة إلى أن الصاحب لا يوجد بدون عيب فإن أراد الشخص بريئا من العيب يبقى بلا صاحب ولا يخلو الإنسان سيما المؤمن عن بعض خصال حميدة فينبغى أن يراعيها ويستر ما بقيها (رواه مسلم)(مرقاة المفاتيح، ج۵ص۲۱۱۸، كتاب النكاح، باب عشرة النساء وما لكل واحدة من الحقوق)

www.idaraghufran.org

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ إِيْمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا، وَخَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِنِسَائِهِمْ (سنن الترمذی) ؎۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومنوں میں سب سے زیادہ کامل ایمان والے وہ لوگ ہیں؛ جن کے اخلاق سب سے اچھے ہوں، اور تم میں سب سے بہتر لوگ وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے ساتھ اخلاق کے اعتبار سے سب سے بہتر ہوں (ترمذی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ مِنْ أَكْمَلِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِيْمَانًا، أَحْسَنَهُمْ خُلُقًا، وَأَلْطَفَهُمْ بِأَهْلِهِ (مسند احمد) ؎۲

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومنین میں سب سے کامل ایمان والے لوگ وہ ہیں، جن کے اخلاق سب سے بہتر ہوں، اور وہ اپنے گھر والوں کے ساتھ زیادہ نرمی کا برتاؤ کرنے والے ہوں (مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَائِهِمْ

(سنن ابن ماجه، رقم الحديث ١٩٧٨، كتاب النكاح، باب حسن معاشرة النساء) ؎۳

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سب سے بہتر لوگ وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے ساتھ سب سے بہتر ہوں (ابنِ ماجہ)

؎۱ رقم الحديث ١١٦٢، ابواب الرضاع، باب ما جاء فی حق المرأة على زوجها.
قال الترمذی:
وفی الباب عن عائشة، وابن عباس: حديث أبى هريرة هذا حديث حسن صحيح.
؎۲ رقم الحديث ٢٤٢٠٤، مصنف ابنِ ابی شيبه، رقم الحديث ٢٥٨٢٨.
قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح لغيره (حاشية مسند احمد)
؎۳ قال شعيب الارنؤوط:
رجاله ثقات رجال الصحيح (حاشية سنن ابنِ ماجه)

www.idaraghufran.org

اور حضرت ابو کبشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: خِيَارُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ (المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ۹۵۴، مسند الشاميين للطبراني، رقم الحديث ۱۹۷۷) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سب سے بہتر لوگ وہ ہیں، جو اپنے گھر والوں کے ساتھ سب سے بہتر (برتاؤ کرنے والے) ہوں (طبرانی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِيْ وَإِذَا مَاتَ صَاحِبُكُمْ فَدَعُوْهُ (سنن الترمذی) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سب سے بہتر لوگ وہ ہیں، جو اپنے گھر والوں (یعنی بیویوں، بچوں) کے ساتھ سب سے بہتر ہوں، اور میں اپنے گھر والوں کے ساتھ تم سب سے بہتر (برتاؤ کرنے والا) ہوں، اور جب تمہارا کوئی ساتھی فوت ہوجائے تو تم اُس (کا بُرائی کے ساتھ تذکرہ کرنے) کو چھوڑ دو (ترمذی)

گھر والوں کے مفہوم میں بطورِ خاص بیوی اور اس کے علاوہ دوسرے اہلِ خانہ بچے وغیرہ

---

[1] قال الالبانی:

قلت :وهذا إسناد جيد، وفي عمر هذا ضعف .وله شواهد كثيرة من حديث أبي هريرة وغيره، فانظره فيما تقدم(سلسلة الأحاديث الصحيحة ،تحت رقم الحديث ۱۸۳۵)

[2] رقم الحديث ۳۸۹۵، ابواب المناقب، باب فی فضل أزواج النبی صلی الله عليه وسلم.

قال الترمذی:

هذا حديث حسن صحيح وروى هذا عن هشام بن عروة، عن أبيه، عن النبی صلی الله عليه وسلم مرسلا.

www.idaraghufran.org

داخل ہیں۔ [1]

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ، وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي (سنن ابن ماجه) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سب سے بہتر لوگ وہ ہیں، جو اپنے

---

[1] (خيركم) أى من خيركم (خيركم لأهله) أى لعياله وأقاربه قال ابن الأثير :هو إشارة إلى صلة الرحم والحث عليها بل قال القفال :يقال خير الأشياء كذا ولا يراد به أنه خير من جميع الوجوه فى جميع الأحوال والأشخاص بل فى حال دون حال أو نحوه (وأنا خيركم لأهلى) فأنا خيركم مطلقا وكان أحسن الناس عشرة لهم حتى أنه كان يرسل بنات الأنصار لعائشة يلعبن معها وكانت إذا وهبت شيئا لا محذور فيه تابعها عليه وإذا شربت شرب من موضع فمها ويقبلها وهو صائم وأراها الحبشة وهم يلعبون فى المسجد وهى متكئة على منكبه وسابقها فى السفر مرتين فسبقها وسبقته ثم قال هذه بتلك وتدافعا فى خروجهما من المنزل مرة وفى الصحيح أن نساءه كن يراجعنه الحديث وتهجره الواحدة منهن يوما إلى الليل ودفعته إحداهن فى صدره فزجرتها أمها فقال لها : دعيها فإنهن يصنعن أكثر من ذلك كذا فى الإحياء وجرى بينه وبين عائشة كلام حتى أدخل بينهما أبا بكر حكما كما فى خبر الطبرانى وقالت له عائشة مرة فى كلام غضبت عنده وأنت الذى تزعم أنك نبى الله؟ فتبسم كما فى خبر أبى يعلى وأبى الشيخ عنها (فيض القدير، تحت رقم الحديث ۴۱۰۰)

(وعنها) : أى :عن عائشة (قالت :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم -خيركم خيركم لأهله) :لدلالته على حسن الخلق، والأهل يشمل الزوجات والأقارب بل الأجانب أيضا، فإنهم من أهل زمانه (وأنا خيركم لأهلى) : فإنه على خلق عظيم (وإذا مات صاحبكم) : أى :واحد منكم ومن جملة أهاليكم (فدعوه) : أى :اتركوا ذكر مساويه فإن تركه من محاسن الأخلاق، دلهم -صلى الله عليه وسلم -على المجاملة وحسن المعاملة مع الأحياء والأموات ويؤيده حديث "اذكروا موتاكم بالخير "، وقيل :إذا مات فاتركوا محبته والبكاء عليه والتعلق به، والأحسن أن يقال : فاتركوه إلى رحمة الله تعالى، فإن ما عند الله خير للأبرار، والخير أجمع فيما اختار خالقه، وقيل : أراد به نفسه أى دعوا التحسر والتلهف على فإن فى الله خلفا عن كل فائت وقيل :معناه إذا مت فدعونى ولا تؤذونى بإيذاء عترتى وأهل بيتى وصحابتى وأتباع ملتى (مرقاة المفاتيح، ج۵ص ۲۱۲۵،کتاب النكاح، باب عشرة النساء وما لكل واحدة من الحقوق)

[2] رقم الحديث ۱۹۷۷،كتاب النكاح، باب حسن معاشرة النساء .

قال شعيب الارنؤوط:

صحيح لغيره، وهذا إسناد ضعيف، جعفر بن يحيى بن ثوبان وعمه عمارة ابن ثوبان مجهولان، لكن للحديث شواهد يصح بها(حاشية سنن ابنِ ماجه)

www.idaraghufran.org

گھر والوں کے ساتھ سب سے بہتر (اخلاق ومعاشرت والے) ہوں، اور میں اپنے گھر والوں کے ساتھ تم سب سے بہتر (برتاؤ کرنے والا) ہوں (ابنِ ماجہ)

حضرت عمرو بن احوص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّهُ شَهِدَ حَجَّةَ الْوَدَاعِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَحَمِدَ اللّٰهَ، وَأَثْنٰى عَلَيْهِ، وَذَكَّرَ، وَوَعَظَ، فَذَكَرَ فِي الْحَدِيْثِ قِصَّةً، فَقَالَ: أَلَا وَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا (سنن الترمذی) [1]

ترجمہ: وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں شریک ہوئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی حمد وثناء بیان کی، اور وعظ ونصیحت فرمائی، پھر حدیث میں لمبا قصہ ذکر کیا، پھر فرمایا کہ خبردار ہو جاؤ! تم عورتوں کے بارے میں خیر (یعنی حسنِ سلوک وحسنِ معاشرت) کی وصیت حاصل کرو (ترمذی)

گھر والوں اور خاص کر بیویوں کے ساتھ کیونکہ انسان کا زیادہ واسطہ رہتا ہے، اور عموماً ان کے ساتھ بے تکلفی بھی زیادہ ہوتی ہے، اس لئے گھر والوں اور خاص کر بیویوں کے ساتھ انسان کے حقیقی حسنِ خلق یعنی اچھے اخلاق کا امتحان ہوتا ہے، اور جو اس میں پورا اترتا اور کامیاب شمار ہوتا ہے، تو وہ گویا کہ کامل حسنِ اخلاق والا انسان کہلائے جانے کا مستحق ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ١١٦٣، ابواب الرضاع، باب ما جاء فى حق المرأة على زوجها.
قال الترمذى: "هذا حديث حسن صحيح، ومعنى قوله :عوان عندكم، يعنى :أسرى فى أيديكم"

[2] (وعن أبى هريرة قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم -أكمل المؤمنين إيمانا) : أى: من خياركم (أحسنهم خلقا) : أى :من أكملهم (وخياركم) : أى :مع عموم الخلق (خياركم لنسائهم) : لأنهن محل الرحمة لضعفهن(مرقاة المفاتيح، ج٥ ص٢١٢٨، كتاب النكاح، باب عشرة النساء وما لكل واحدة من الحقوق)
(وخياركم خياركم لنسائهم) أى من يعاملهن بالصبر على أخلاقهن ونقصان عقلهن ، وطلاقة الوجه، والإحسان.وكف الأذى ، وبذل الندى ، وحفظهن من مواقع الريب(فيض القدير للمناوى تحت رقم الحديث ١٤٤١)

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْمَرْأَةُ كَالضِّلَعِ، إِنْ أَقَمْتَهَا كَسَرْتَهَا، وَإِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَفِيْهَا عِوَجٌ (بخاری) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت پسلی کی طرح ہے، اگر اسے سیدھا کرو گے، تو وہ ٹوٹ جائے گی، اور اگر آپ اس سے فائدہ اٹھاؤ گے، تو اس حال میں اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہو کہ اس میں ٹیڑھ موجود رہے گی (بخاری)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، فَإِذَا شَهِدَ أَمْرًا فَلْيَتَكَلَّمْ بِخَيْرٍ أَوْ لِيَسْكُتْ، وَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ، فَإِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ، وَإِنَّ أَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضِّلَعِ أَعْلَاهُ، إِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُهُ كَسَرْتَهُ، وَإِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ، اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا (مسلم) [2]

ترجمہ: جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، تو جب وہ کسی کام پر

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

(وعنه قال :قال رسول الله :أكمل المؤمنين إيماناً أحسنهم خلقاً) وقد تقدم حديث البرّ حسن الخلق فكلما كان العبد أحسن أخلاقاً كان أكمل إيماناً .وفيه دليل زيادة الإيمان ونقصانه (وخياركم) أى عند الله سبحانه (خياركم) أى فى الظاهر (لنسائهم) وذلک بالبشاشة وطلاقة الوجه وكفّ الأذى وبذل الندى والصبر على إيذائها، فالتغاير بين المسند إليه والمسند حاصل (رواه الترمذى وقال :حديث حسن صحيح) وأورده فى الجامع الصغير بلفظ إن أكمل المؤمنين إيماناً أحسنهم خلقاً وألطفهم بأهله وقال :رواه الترمذى والحاكم فى مستدركه عن عائشة، وقد تقدم الحديث مع شرحه فى باب الوصية بالنساء (دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين، ج۵ص ۸۲، تحت رقم الحديث ۲۸ ۶ ۸، باب حسن الخلق)

[1] رقم الحديث ۵۱۸۴، كتاب النكاح، باب المداراة مع النساء ، وقول النبى صلى الله عليه وسلم :إنما المرأة كالضلع.

[2] رقم الحديث ۱۴۶۸ "۶۰" كتاب الرضاع، باب الوصية بالنساء .

www.idaraghufran.org

حاضر ہو، تو وہ خیر والی بات کرے، یا خاموش رہے، اور تم عورتوں کے بارے میں نصیحت حاصل کرو، کیونکہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے، اور پسلی میں اوپر کا حصہ زیادہ ٹیڑھا ہے اگر آپ اسے سیدھا کرنا چاہیں گے، تو آپ اسے توڑ دیں گے، اور اگر آپ اسے چھوڑ دیں گے، تو وہ ٹیڑھی ہی رہے گی، تم عورتوں کے معاملہ میں خیر کی وصیت حاصل کرو (مسلم)

مطلب یہ ہے کہ حضرت حواء دراصل حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی پسلی سے پیدا کی گئی ہیں، اس لئے عورت کے پسلی سے پیدا ہونے کی وجہ سے اس میں فطری و پیدائشی طور پر ٹیڑھ پن اور نقص موجود ہے، جس کو سیدھا کرنے کی کوشش کرنے سے وہ ٹوٹ جاتی ہے، یعنی طلاق وغیرہ کی نوبت آجاتی ہے۔

معلوم ہوا کہ شوہر کو بیوی کی طرف سے ٹیڑھ پن والی باتیں سرزد ہونے پر اس کو فطرت کے مطابق سمجھ کر صبر کرنا چاہئے، اور مایوس نہیں ہونا چاہئے کہ اتنی مدت کوشش کرنے کے باوجود بھی عورت کی کجی اور عقل کی کمی دور نہ ہوئی۔ [1]

---

[1] (استوصوا بالنساء خيرا) أى اطلبوا الوصية والنصيحة لهم من أنفسكم أو اطلبوا الوصية من غيركم بهن (أو اقبلوا) وصيتى فيهن واعملوا بها وارفقوا بهن وأحسنوا عشرتهن والأول للطيبى والأخير للقاضى قال ابن حجر :وهو أوجه الأوجه والخير الموصى به لها أن يداريها ويلاطفها ويوفيها حقوقها المشار إليها بنحو خبر الحاكم وغيره :حق المرأة على الزوج أن يطعمها إذا طعم ويكسوها إذا اكتسى ولا يضرب الوجه ولا يقبح ولا يهجرها (فإن المرأة خلقت) أى أخرجت كما تخرج النخلة من النواة (من ضلع) بكسر ففتح أو فسكون .قال القاضى :والضلع بكسر فسكون واحد الأضلاع استعير للمعوج صورة ومعنى وقيل أراد به أن أول النساء خلقت من ضلع فإن حواء خرجت من ضلع آدم قيل الأيسر وقيل القصرى كما تخرج النخلة من النواة ثم جعل محلها لحم (فإن ذهبت نفيمه كسرته) أى إن أرادت منها تسوية اعوجاجها أدى إلى فراقها فهو ضرب مثل للطلاق (وإن تركته) أى لم تقمه (لم يزل أعوج) فلا يطمع فى استقامتهن البتة (وإن أعوج شىء فى الضلع أعلاه) ذكر تأكيد لمعنى الكسر وإشارة إلى أنها خلقت من أعوج آخر الضلع مبالغة فى إثبات هذه الصفة لهن أوضربه مثلا لأعلى المرأة لأن أعلاها رأسها وفيه لسانها وهو الذى يحصل به الأذى وأعاد الضمير مذكرا على تأويله بالعضو وإلا فالضلع مؤنثة وقول الزركشى تأنيثه غير

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَجِبْتُ لِلْمُؤْمِنِ، إِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ حَمِدَ اللّٰهَ وَشَكَرَ، وَإِنْ أَصَابَتْهُ مُصِيْبَةٌ حَمِدَ اللّٰهَ وَصَبَرَ، فَالْمُؤْمِنُ يُؤْجَرُ فِيْ كُلِّ أَمْرِهِ، حَتّٰى يُؤْجَرَ فِي اللُّقْمَةِ يَرْفَعُهَا إِلٰى فِيْ امْرَأَتِهِ (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۴۹۲) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے مومن کی حالت پر خوشی ہوئی، اگر اسے کوئی خیر کی بات پہنچتی ہے، تو وہ اللہ کی حمد وتعریف اور شکر کرتا ہے، اور اگر اسے کوئی مصیبت وتکلیف پہنچتی ہے، تو وہ اللہ کی حمد وتعریف اور صبر کرتا ہے، تو مومن کے ہر کام میں اُسے اجر وثواب عطا کیا جاتا ہے، یہاں تک کہ اس کو اس لقمہ پر بھی اجر وثواب عطا کیا جاتا ہے، جو وہ اپنی بیوی کے منہ میں اٹھا کر لے جاتا ہے (مسند احمد)

اس حدیث سے سے بیوی کے ساتھ حسنِ خلق وحسنِ معاشرت اور نرمی پر اجر وثواب کا حاصل ہونا معلوم ہوا۔ [2]

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

حقيقى فلذلک ذكر رده الدماميني بأن معاملة المؤنث غير الحقيقى معاملة المذكر إنما هو بالنسبة إلى ظاهره إذا أسند إليه مثل طلع الشمس وأما مضمره فكالمؤنث الحقيقى فى وجوب التأنيث (فاستوصوا) أيها الرجال (بالنساء خيرا) ختم بما به بدأ إشعارا بكمال طلب الوصية بهن وزاد التأكيد بالإظهار فى محل الإضمار وفيه رمز إلى أن التقويم برفق بحيث لا يبالغ فيه ولا يترک فيستمر أعوج فالمبالغة ممنوعة وتركها على العوج ممنوع وخير الأمور أوسطه (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۱۰۱۲)

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن. وهو فى "مصنف عبد الرزاق (۲۰۳۱۰) ومن طريق عبد الرزاق أخرجه عبد بن حميد (۱۳۹)، والبغوى (۱۵۴۰)، وانظر ما تقدم برقم (۱۴۸۷) (حاشية مسند احمد)

[2] حتى اللقمة يرفعها إلى فم امرأته - إذا كانت مريضة مثلا. أو كان يداعبها بذلک. أو الغرض من رفعها إعدادها للأكل (الادب النبوى لمحمد بن عبدالعزيز بن على شاذلى، ص ۸۴، باب الوصية بالمال)

www.idaraghufran.org

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كَانَتِ الْحَبَشَةُ يَلْعَبُونَ يَوْمَ عِيدٍ، فَدَعَانِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكُنْتُ أَطَّلِعُ مِنْ عَاتِقِهِ فَأَنْظُرُ إِلَيْهِمْ، فَجَاءَ أَبُوْ بَكْرٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْهَا فَإِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيدًا وَهٰذَا عِيدُنَا (مسند أحمد، رقم الحديث ٢٥٥٣٤، مؤسسة الرسالة، بيروت) [1]

ترجمہ: حبشہ کے لوگ عید کے دن (جنگی مشق کا) کھیل کود کیا کرتے تھے، پس مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا، تو میں آپ کے کندھے کے پیچھے سے جھانک کر ان کو دیکھنے لگی، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے (جنہوں نے اس پر ناگواری کا اظہار فرمایا) تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جانے دیجئے، ہر قوم کی عید (یعنی خوشی) کا دن ہوتا ہے، اور یہ ہماری عید (یعنی خوشی) کا دن ہے (مسند احمد)

اس حدیث سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زوجہ کے ساتھ نرمی والے برتاؤ کا کرنا ثابت ہوا۔

اور اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَارُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ (سورة الطلاق، رقم الآية ٦)

ترجمہ: تم اپنی طاقت کے مطابق جہاں تم رہتے ہو وہاں ان (اپنی بیویوں) کو رکھو اور انہیں تنگ کرنے کے لئے تکلیف نہ پہنچاؤ (سورہ طلاق)

اس سے معلوم ہوا کہ شوہروں کو یہ حکم ہے کہ وہ اپنی بیویوں کی رہائش اپنے ساتھ رکھیں۔

اور یہ حکم اگرچہ مطلقہ عورتوں کی عدت کے ضمن میں بیان ہوا ہے، لیکن طلاق سے پہلے نکاح قائم ہونے کی حالت کو بدرجۂ اولیٰ یہ حکم شامل ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
رجاله ثقات رجال الشيخين (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

ارشاد مروی ہے کہ:

وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ (مسلم) [1]

ترجمہ: اور ان (بیویوں) کا تمہارے (یعنی شوہروں کے) ذمہ رزق اور لباس ہے، قاعدہ کے مطابق (مسلم)

حضرت احوص رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

أَلَا وَحَقُّهُنَّ عَلَيْكُمْ أَنْ تُحْسِنُوْا إِلَيْهِنَّ فِيْ كِسْوَتِهِنَّ وَطَعَامِهِنَّ (سنن الترمذی) [2]

ترجمہ: اور ان (بیویوں) کا حق تمہارے (یعنی شوہروں کے) اوپر یہ ہے کہ ان کے لباس اور کھانے میں اچھا برتاؤ کرو (ترمذی)

معلوم ہوا کہ شوہر کے ذمہ بیوی کے کھانے پینے اور لباس وغیرہ کی ذمہ داری عائد ہے، اسی کو ''بیوی کا نان نفقہ'' کہا جاتا ہے۔ [3]

قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاللَّاتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا (سورة النساء، رقم الآية ٣٤)

---

[1] رقم الحديث ١٢١٨ "١٤٧" كتاب الحج، باب حجة النبى صلى الله عليه وسلم.

[2] رقم الحديث ١١٦٣، ابواب الرضاع، باب ما جاء فى حق المرأة على زوجها.

قال الترمذى:

"هذا حديث حسن صحيح، ومعنى قوله :عوان عندكم، يعنى :أسرى فى أيديكم"

[3] (ألا وحقهن عليكم أن تحسنوا إليهن فى كسوتهن وطعامهن) بإعطائهن ذلك بحسب اللائق بأحوالكم يساراً وإعساراً .وفى الحديث وجوب نفقة الزوجة وكسوتها عند عدم نحو النشوز وهو واجب إجماعاً(دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين، ج٣ص١٠٣، تحت رقم الحديث ٢٧٦، باب الوصية بالنساء)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: اور جن عورتوں کے بارے میں تمہیں سرکشی کا خوف ہو، تو اُن کو نصیحت کرو، اور اُن کو بستروں میں الگ چھوڑ دو، اور (ہلکی پھلکی) ضرب لگاؤ اُن کو، پھر اگر وہ تمہارا کہنا مان لیں، تو اُن پر کوئی زیادتی کا راستہ نہ ڈھونڈو، بے شک اللہ بہت بلند، بہت بڑا ہے (سورہ نساء)

مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے نافرمان اور سرکش بیویوں کی اصلاح کے بالترتیب تین طریقے بیان فرمائے ہیں، ایک ان کو زبان سے وعظ ونصیحت کرنا کہ اگر ان کی اس طریقہ سے اصلاح ہو جائے، تو ٹھیک ہے، ورنہ پھر دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اُن کو اپنے بستروں سے جدا رکھو، اگر اس طریقہ سے اصلاح نہ ہو، تو پھر تیسرا طریقہ یہ بیان فرمایا کہ اُن کو مارو، جس کی احادیث میں یہ تفصیل آئی ہے کہ یہ مجبوری میں آخری درجہ ہے، اور اس میں یہ شرط ہے کہ مار پیٹ کی وجہ سے کوئی زخم نہ آئے، اور جلد پر نشان نہ پڑے، اور نازک عضو پر بھی نہ مارا جائے۔ [1]

حضرت معاویہ بن حیدہ قشیری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَا حَقُّ زَوْجَةِ أَحَدِنَا عَلَيْهِ؟ قَالَ: أَنْ تُطْعِمَهَا إِذَا طَعِمْتَ، وَتَكْسُوَهَا إِذَا اكْتَسَيْتَ، أَوِ اكْتَسَبْتَ، وَلَا تَضْرِبِ الْوَجْهَ، وَلَا تُقَبِّحْ، وَلَا تَهْجُرْ إِلَّا فِي الْبَيْتِ (ابوداؤد) [2]

ترجمہ: میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہماری بیوی کا ہم پر کیا حق ہے؟

---

[1] (واللاتی تخافون نشوزهن) عصيانهن لكم بأن ظهرت أمارته (فعظوهن) فخوفوهن الله (واهجروهن فی المضاجع) اعتزلوا إلى فراش آخر إن أظهرن النشوز (واضربوهن) ضربا غير مبرح إن لم يرجعن بالهجران (فإن أطعنكم) فيما يراد منهن (فلا تبغوا) تطلبوا (عليهن سبيلا) طريقا إلى ضربهن ظلما (إن الله كان عليا كبيرا) فاحذروه أن يعاقبكم إن ظلمتموهن (تفسير الجلالين، سورة النساء، تحت رقم الآية ۳۴)

[2] رقم الحديث ۲۱۴۲، كتاب النكاح، باب فی حق المرأة على زوجها.

قال شعيب الارنؤوط:

إسناده حسن من أجل حكيم بن معاوية -وهو ابن حيدة القشيری -فهو صدوق حسن الحديث (حاشية سنن ابی داؤد)

www.idaraghufran.org

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آپ کھانا کھاؤ تو اس کو بھی کھلاؤ اور جب کپڑا پہنو یا کماؤ تو اس کو بھی پہناؤ اور اس کے منہ پر مت مارو اور بُرا بھلا مت کہو، اور گھر کے سوا اس سے جدا مت رہو (ابوداؤد)

گھر کے سِوا اُس سے جدا نہ رہنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر ناراضگی کی بھی نوبت آ جائے، تو بستر سے تو جدائیگی اختیار کرنا ٹھیک ہے، لیکن گھر سے جدائیگی اختیار کرنا ٹھیک نہیں ہے، اور جب ناراضگی میں بھی بستر سے تو الگ رہنے کی اجازت دی گئی، اور گھر سے الگ رہنے کی اجازت نہیں دی گئی، تو رضا وخوشی میں بدرجۂ اولیٰ یہ حکم ہوگا، جیسا کہ قرآن مجید کی مذکورہ آیت کے ضمن میں بھی اسی طرح کا حکم گزرا۔ [1]

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

آخَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ سَلْمَانَ، وَأَبِي الدَّرْدَاءِ، فَزَارَ سَلْمَانُ أَبَا الدَّرْدَاءِ، فَرَأَى أُمَّ الدَّرْدَاءِ مُتَبَذِّلَةً، فَقَالَ لَهَا : مَا شَأْنُكِ؟ قَالَتْ: أَخُوكَ أَبُو الدَّرْدَاءِ لَيْسَ لَهُ حَاجَةٌ فِي الدُّنْيَا، فَجَاءَ أَبُو الدَّرْدَاءِ فَصَنَعَ لَهُ طَعَامًا، فَقَالَ : كُلْ؟ قَالَ : فَإِنِّي صَائِمٌ، قَالَ: مَا أَنَا بِآكِلٍ حَتّٰى تَأْكُلَ، قَالَ: فَأَكَلَ، فَلَمَّا كَانَ اللَّيْلُ ذَهَبَ أَبُو الدَّرْدَاءِ

---

[1] (ولا تهجر إلا في البيت) : أى :لا تتحول عنها أو لا تحولها إلى دار أخرى لقوله تعالى: (واهجروهن في المضاجع (مرقاة، كتاب النكاح، باب عشرة النساء وما لكل واحدة من الحقوق)

(ولا تهجر) عند النشوز (إلا في البيت) فاترك مضاجعتها ولا تترك كلامها عند حاجتها (دليل الفالحين، تحت رقم الحديث ٢٧٧٥)

قال أبو داود :حدثنا يزيد بن خالد الهمداني حدثنا ابن وهب، عَن أبي هانيء ، عَن أبي عبد الرحمن الحبلي عن جابر بن عبد الله قال ذكر رسول الله صلى الله عليه وسلم الفرش فقال فراش للرجل وفراش للمرأة وفراش للضيف والرابع للشيطان.

قال الشيخ :فيه دليل على أن المستحب في أدب السنة أن يبيت الرجل وحده على فراش وزوجته على فراش آخر ولو كان المستحب لهما أن يبيتا معاً على فراش واحد لكان لا يرخص له في اتخاذه فراشين لنفسه ولزوجته وهو إنما يحسن له مذهب الاقتصاد والاقتصار على أقل ما تدعو إليه الحاجة والله أعلم(معالم السنن [illegible] كتاب اللباس باب في الفرش)

www.idaraghufran.org

يَقُوْمُ، قَالَ : نَمْ، فَنَامَ، ثُمَّ ذَهَبَ يَقُوْمُ فَقَالَ: نَمْ، فَلَمَّا كَانَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ قَالَ: سَلْمَانُ قُمِ الْآنَ، فَصَلَّيَا فَقَالَ لَهُ سَلْمَانُ : إِنَّ لِرَبِّكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَلِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَلِأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، فَأَعْطِ كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ، فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ.

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَدَقَ سَلْمَانُ (بخاری) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان اور ابودرداء رضی اللہ عنہما کے درمیان بھائی چارہ کرایا تھا، تو سلمان رضی اللہ عنہ، ابودرداء رضی اللہ عنہ کی زیارت کے لئے گئے، تو (حضرت ابودرداء کی بیوی) اُمِّ درداء رضی اللہ عنہا کو بہت ہی خستہ حال میں دیکھا، سلمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ آپ کو کیا ہوگیا ہے؟ اُمِّ درداء رضی اللہ عنہا نے کہا کہ آپ کے بھائی ابودرداء کو دنیا (اور بیوی) کی کوئی حاجت نہیں، ابودرداء رضی اللہ عنہ آئے، تو حضرت سلمان نے اُن کے لئے کھانا تیار کیا، اور فرمایا کہ کھایئے؟ ابودرداء رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تو روزے سے ہوں، سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اس وقت تک نہیں کھاؤں گا، جب تک آپ نہیں کھاؤ گے، تو ابودرداء رضی اللہ عنہ نے (نفلی روزہ توڑ کر کھانا) کھالیا، پھر جب رات ہوگئی، تو ابودرداء (نماز کے لئے) کھڑے ہوگئے، سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سوجایئے، چنانچہ ابودرداء سوگئے، پھر ابودرداء (نماز کے لئے) کھڑے ہوگئے، سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سوجایئے، پھر جب رات کا آخری حصہ آیا تو سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اب کھڑے ہوجایئے، چنانچہ دونوں نے (اُٹھ کر) نماز پڑھی، پھر سلمان رضی اللہ عنہ نے ابودرداء رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ کے

---

[1] رقم الحديث ١٩٦٨، كتاب الصوم، باب من أقسم على أخيه ليفطر فى التطوع، ولم ير عليه قضاء إذا كان أوفق له.

www.idaraghufran.org

رب کا بھی آپ پر حق ہے، اور آپ کی جان کا بھی آپ پر حق ہے، اور آپ کے گھر والوں (یعنی بیوی) کا بھی آپ پر حق ہے، اس لئے ہر حق والے کو اس کا حق دیجئے، حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ بیان کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت سلمان نے سچ کہا (بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ بیوی کا شوہر پر حق ہوتا ہے، جس میں بیوی کے ساتھ رہنا سہنا اور صحبت وغیرہ کرنا داخل ہے۔ [1]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ مِنْ أَشَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ، اَلرَّجُلَ يُفْضِىْ إِلٰى اِمْرَأَتِهٖ، وَتُفْضِىْ إِلَيْهِ، ثُمَّ يَنْشُرُ سِرَّهَا (مسلم) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں میں سب سے برا اللہ کے نزدیک مرتبہ کے اعتبار سے قیامت کے دن وہ آدمی ہوگا جو اپنی عورت کے پاس جائے اور اس سے جماع کرے پھر اس عورت کے راز کو پھیلائے (مسلم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ مِنْ أَعْظَمِ الْأَمَانَةِ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، اَلرَّجُلَ يُفْضِىْ إِلٰى اِمْرَأَتِهٖ، وَتُفْضِىْ إِلَيْهِ، ثُمَّ يَنْشُرُ سِرَّهَا (مسلم) [3]

---

[1] (ولأهلک) أی :زوجک (عليک حقاً) هو إتيانها وقضاء وطرها(دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين، ج۲ ص۳۹۵، تحت رقم الحديث ۱۴۹۷، باب فی الاقتصاد)

[2] رقم الحديث ۱۴۳۷ "۱۲۳" كتاب النكاح، باب تحريم إفشاء سر المرأة.

[3] رقم الحديث ۱۴۳۷ "۱۲۴" كتاب النكاح، باب تحريم إفشاء سر المرأة.

www.idaraghufran.org

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک سب سے بڑی امانت جو ہوگی وہ یہ ہے کہ مرد اپنی عورت کے پاس جائے اور اس سے جماع کرے اور پھر اس کے راز کو ظاہر کردے (مسلم)

اس سے معلوم ہوا کہ مرد کو یہ بات جائز نہیں کہ وہ بیوی کے ساتھ صحبت اور خصوصی راز داری والے تعلقات کا کسی کے سامنے راز فاش کرے۔ [1]

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً (سورة النساء، رقم الآية ۳)

ترجمہ: پس تم اُن عورتوں سے نکاح کرلو، جو تمہیں پسند آئیں، دو دو سے، اور تین تین سے، اور چار چار سے، پھر اگر تمہیں خوف ہو کہ تم عدل (وانصاف) قائم نہ کرسکو گے تو پھر ایک ہی سے نکاح کرو (سورہ نساء)

اور قرآن مجید ہی میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْا أَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ وَإِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَإِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (سورة النساء، رقم الآية ۱۲۹)

ترجمہ: اور تم ہرگز بیویوں کے درمیان ہر طرح کا عدل کرنے کی استطاعت نہیں

---

[1] (يفضى) أى :يصل (إلى امرأته) ويباشرها (وتفضى) أى :تصل هى أيضا (إليه) قال تعالى (وقد أفضى بعضكم إلى بعض) (ثم ينشر) بفتح الياء وضم الشين أى يظهر (سرها) بأن يتكلم للناس ما جرى بينه وبينها قولا وفعلا أو يفشى عيبا من عيوبها أو يذكر من محاسنها ما يجب شرعا أو عرفا سترها .قال ابن الملك :أى أفعال كل من الزوجين وأقوالهما أمانة مودعة عند الآخر فمن أفشى منهما ما كرهه الآخر وأشاعه فقد خانه، قال بعض الأدباء :أريد طلاق امرأتى فقيل له لم؟ فقال :كيف أذكر عيب زوجتى؟ !فلما طلقها قيل له :لم طلقتها؟ قال كيف أذكر عيب امرأة أجنبية .ثم قيل :يكره هذا إذ لم يترتب عليه فائدة، أما إذا ترتب بأن تدعى عليه العجز عن الجماع أو إعراضه عنها أو نحو ذلك فلا كراهة فى ذكره(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج۵، ص۲۰۹۳، كتاب النكاح، باب المباشرة)

www.idaraghufran.org

رکھتے، اگرچہ تم اس کی حرص کرو، پس تم پوری طرح سے (کسی ایک کی طرف) مائل نہ ہو جاؤ، کہ تم دوسری کو معلق چھوڑ دو، اور اگر تم اصلاح کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو بے شک اللہ غفور ہے، رحیم ہے (سورہ نساء)

مطلب یہ ہے کہ بعض چیزوں میں ایک سے زیادہ بیویوں کے درمیان عدل وانصاف کی انسان کو استطاعت نہیں، مثلاً دل کی محبت اور میلان میں، لیکن جن چیزوں کا انسان کو اختیار ہے، اُن میں اسے بیویوں کے درمیان عدل وانصاف کا حکم ہے، جس کی تفصیل احادیث میں آئی ہے۔ [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِسْعُ نِسْوَةٍ، فَكَانَ إِذَا قَسَمَ بَيْنَهُنَّ، لَا يَنْتَهِي إِلَى الْمَرْأَةِ الْأُولٰى إِلَّا فِي تِسْعٍ (مسلم) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی (ایک وقت میں) نو بیویاں تھیں پس جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان باری مقرر فرماتے تو ہر بیوی کے پاس نویں دن ہی تشریف لاتے (مسلم)

مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نو بیویوں میں سے ہر بیوی کے پاس ایک رات گزارا کرتے تھے، اور اس طرح ہر بیوی کی باری کا نمبر نویں دن آتا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ سَفَرًا أَقْرَعَ بَيْنَ

---

[1] (ولن تستطيعوا أن تعدلوا) تسووا (بين النساء) فى المحبة (ولو حرصتم) على ذلك (فلا تميلوا كل الميل) إلى التى تحبونها فى القسم والنفقة (فتذروها) أى تتركوا الممال عنها (كالمعلقة) التى لا هى أيم ولا ذات بعل (وإن تصلحوا) بالعدل بالقسم (وتتقوا) الجور (فإن الله كان غفورا) لما فى قلبكم من الميل (رحيما) بكم فى ذلك (تفسير الجلالين، سورة النساء، تحت رقم الآية ١٢٩)

[2] رقم الحديث ٢٦٢ ١ "٤٦" "كتاب الرضاع، باب القسم بين الزوجات، وبيان أن السنة أن تكون لكل واحدة ليلة مع يومها.

www.idaraghufran.org

نِسَائِهِ، فَأَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا مَعَهُ، وَكَانَ يَقْسِمُ لِكُلِّ امْرَأَةٍ مِنْهُنَّ يَوْمَهَا وَلَيْلَتَهَا، غَيْرَ أَنَّ سَوْدَةَ بِنْتَ زَمْعَةَ وَهَبَتْ يَوْمَهَا وَلَيْلَتَهَا لِعَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، تَبْتَغِي بِذٰلِكَ رِضَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (بخاری) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ کرتے تھے، تو اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ اندازی کرتے تھے، پھر ان میں سے جس کا بھی قرعہ میں حصہ نکل آتا تھا، اس کو اپنے ساتھ لے جاتے تھے، اور سب بیویوں میں سے ہر ایک بیوی کے لئے ایک دن اور ایک رات تقسیم کرتے تھے، البتہ حضرت سودہ بنتِ زمعہ نے اپنے دن اور رات کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے ہبہ کردیا تھا، وہ اس کے ذریعہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنا چاہتی تھیں (بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ ایک سے زیادہ بیویوں میں سے اگر کوئی بیوی اپنی دلی رضا وخوشی سے اپنی باری میں دوسری بیوی کے پاس رہنے کی اجازت دے دے، تو اسے یہ حق حاصل ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْسِمُ بَيْنَ نِسَائِهِ فَيَعْدِلُ ثُمَّ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ هٰذَا فِعْلِي فِيْمَا أَمْلِكُ، فَلَا تَلُمْنِي فِيْمَا لَا أَمْلِكُ (ابن حبان) [2]

---

[1] رقم الحديث ۲۵۹۳، كتاب الهبة وفضلها والتحريض عليها، باب هبة المرأة لغير زوجها وعتقها، إذا كان لها زوج فهو جائز، إذا لم تكن سفيهة، فإذا كانت سفيهة لم يجز.

[2] رقم الحديث ۴۲۰۵، كتاب النكاح، باب القسم، مسند احمد، رقم الحديث ۲۵۱۱۱.

قال شعيب الارنؤوط: رجاله ثقات على شرط مسلم إلا أنه اختلف في وصله وإرساله، والمرسل هو الصواب (حاشية ابن حبان)

وقال ايضاً: هذا إسناد رجاله ثقات رجال الشيخين غير حماد بن سلمة -وعبد الله ابن يزيد -وهو رضيع عائشة -فمن رجال مسلم، وأخرج البخاری لحماد تعليقاً، وقد أخطأ حماد بن سلمة في وصله، والصواب أنه مرسل (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کے درمیان باری مقرر فرماتے، اور عدل سے کام لیتے تھے، پھر فرمایا کرتے تھے کہ یا اللہ! یہ میرا فعل ہے، اُن چیزوں میں جن کا مجھے اختیار ہے، تو آپ مجھے اُن چیزوں میں باعثِ ملامت قرار مت دینا، جن کا مجھے اختیار نہیں (مثلاً دِلی وقلبی محبت کا کسی ایک سے زیادہ ہونا) (ابنِ حبان، مسند احمد)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُفَضِّلُ بَعْضَنَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْقَسْمِ، مِنْ مُكْثِهِ عِنْدَنَا (سنن أبي داؤد) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان بعض کو بعض پر باری میں اور ہمارے پاس ٹھہرنے میں فضیلت نہیں دیتے تھے (ابوداؤد)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ كَانَتْ لَهُ امْرَأَتَانِ يَمِيْلُ لِإِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرٰى، جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَجُرُّ أَحَدَ شِقَّيْهِ سَاقِطًا أَوْ مَائِلًا (مسند احمد، رقم الحديث ٧٩٣٦) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کی (مثلاً) دو بیویاں ہوں، جن میں سے وہ دوسری کے مقابلہ میں ایک کی طرف مائل ہو، تو وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ وہ اپنے بدن کے آدھے دھڑ کو مفلوج یا جھکا ہوا ہونے کی حالت میں کھینچ رہا ہوگا (مسند احمد)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

---

[1] رقم الحديث ٢١٣٥، كتاب النكاح، باب فى القسم بين النساء .

[2] قال شعيب الارنؤوط:

إسناده صحيح على شرط الشيخين [illegible]

www.idaraghufran.org

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :إِذَا كَانَ عِنْدَ الرَّجُلِ امْرَأَتَانِ فَلَمْ يَعْدِلُ بَيْنَهُمَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَشِقُّهُ سَاقِطٌ(سنن الترمذی) ۱

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کی (مثلاً) دو بیویاں ہوں، اور ان کے درمیان عدل وانصاف نہ کرے، تو وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا ایک دھڑ مفلوج ہوگا (ترمذی)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی کے نکاح میں ایک سے زیادہ بیویاں ہوں، تو ان کے درمیان اپنے عمل کے ذریعہ عدل ومساوات کا برتاؤ کرنا ضروری ہے۔ ۲

خلاصہ یہ کہ شوہر کے ذمہ بیوی کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا، اس کے نان ونفقہ کی ذمہ داری پوری کرنا ضروری ہے، اور ظلم وناانصافی جائز نہیں۔

(2)......زوج کے ساتھ حسنِ سلوک

جس طرح شوہر کے ذمہ بیوی کے حقوق لازم ہیں، اسی طرح بیوی کے ذمہ بھی شوہر کے حقوق لازم ہیں۔

جس کی کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَاللَّهُ

---

۱ رقم الحديث ۱۱۴۱، ابواب النكاح، باب ما جاء في التسوية بين الضرائر.
قال الترمذي:
وإنما أسند هذا الحديث همام بن يحيى، عن قتادة، ورواه هشام الدستوائي، عن قتادة قال : كان يقال :ولا نعرف هذا الحديث مرفوعا إلا من حديث همام، وهمام ثقة حافظ.

۲ والمراد بالميل الميل بالفعل، فلا يؤاخذ بميل القلب إذا سوى بينهن في فعل القسم، قال الله تعالى :(ولن تستطيعوا أن تعدلوا بين النساء ولو حرصتم فلا تميلوا كل الميل) معناه لن تستطيعوا أن تعدلوا بما في القلوب، فلا تميلوا كل الميل، أي لا تتبعوا أهواء كم وأفعالكم(شرح المشكاة للطيبي، ج۸ص ۲۳۲۴، كتاب النكاح، باب القسم)

www.idaraghufran.org

عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (سورة البقرة، رقم الآية ۲۲۸)

ترجمہ: اور عورتوں کے لیے ویسے ہی حقوق ہیں، جیسا کہ ان (عورتوں) کے اوپر حقوق ہیں، اچھے طریقہ پر، اور مرد حضرات کو عورتوں پر ایک خاص درجہ (کی فوقیت حاصل) ہے، اور اللہ بڑا ہی زبردست، نہایت حکمت والا ہے (سورہ بقرہ)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ عورتوں کی طرح مَردوں پر بھی حقوق لازم ہیں، البتہ میاں بیوی کے حقوق میں یہ فرق رکھا گیا ہے کہ مَردوں کی فضیلت اور درجہ عورتوں سے زیادہ ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔ [1]

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ خَمْسَهَا، وَصَامَتْ شَهْرَهَا، وَحَفِظَتْ فَرْجَهَا، وَأَطَاعَتْ زَوْجَهَا قِيْلَ لَهَا: اُدْخُلِي الْجَنَّةَ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ شِئْتِ (مسند احمد) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب عورت پانچ وقت کی نماز پڑھے، اور رمضان کے مہینے کے روزے رکھے، اور اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرے، اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے، تو اسے (قیامت کے دن) کہا جائے گا کہ جنت

---

[1] (ولهن) على الأزواج (مثل الذى) لهم (عليهن) من الحقوق (بالمعروف) شرعا من حسن العشرة وترک لإضرار ونحو ذلک (وللرجال عليهن درجة) فضيلة فى الحق من وجوب طاعتهن لهم لما ساقوه من المهر والإنفاق (والله عزيز) فى ملكه (حكيم) فيما دبره لخلقه (تفسير الجلالين، سورة البقرة، تحت رقم الآية ۲۲۸)

حقوق الزوج على زوجته أعظم من حقوقها عليه، لقول الله تعالى (ولهن مثل الذى عليهن بالمعروف وللرجال عليهن درجة) ، قال الجصاص :أخبر الله تعالى فى هذه الآية أن لكل واحد من الزوجين على صاحبه حقا، وأن الزوج مختص بحق له عليها ليس لها عليه مثله (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۴۱، ص ۳۱۳، مادة "نكاح")

[2] رقم الحديث ۱۶۶۱ ؛ المعجم الاوسط للطبرانى، رقم الحديث ۸۸۰۵.

قال شعيب الارنؤوط:

حسن لغيره (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

کے دروازوں میں سے جس دروازے میں سے آپ چاہو، داخل ہوجاؤ (مسند احمد)

مطلب یہ ہے کہ ان اعمال کے ساتھ اگر عورت گناہوں سے بچے، اور اُن سے توبہ کرے، تو اس کا جنت میں داخلہ یقینی ہے۔

اوراس حدیث میں زکاۃ اور حج کا ذکر اس وجہ سے نہیں کیا گیا کہ عموماً عورتیں مال نہیں کماتیں، اس لئے مال عام طور سے ان کی ملکیت کے بجائے اُن کے شوہروں کی ملکیت ہوتا ہے، جس کے نتیجے میں بسا اوقات اُن پر زکاۃ اور حج فرض نہیں ہوتا۔

اوراگر اُن کی ملکیت میں زکاۃ یا حج وغیرہ فرض ہونے کے بقدر مال ہو، تو پھر اُن پر زکاۃ اور حج بھی فرض ہوگا۔ [1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِثْنَانِ لَا تُجَاوِزُ صَلَاتُهُمَا رُءُ وْسَهُمَا:

---

[1] (إذا صلت المرأة خمسها) المكتوبات الخمس (وصامت شهرها) رمضان غير أيام الحيض إن كان (وحفظت) وفى رواية أحصنت (فرجها) عن الجماع المحرم والسحاق (وأطاعت زوجها) فى غير معصية (دخلت) لم يقل تدخل إشارة إلى تحقق الدخول (الجنة) إن اجتنبت مع ذلك بقية الكبائر أو تابت توبة نصوحا أو عفى عنها والمراد مع السابقين الأولين وإلا فكل مسلم لا بد أن يدخل الجنة وإن دخل النار (فإن قلت) فما وجه اقتصاره على الصوم والصلاة ولم يذكر بقية الأركان الخمسة التى بنى الإسلام عليها (قلت) لغلبة تفريط النساء فى الصلاة والصوم وغلبة الفساد فيهن وعصيان الحليل ولأن الغالب أن المرأة لا مال لها تجب زكاته ويتحتم فيه الحج فأناط الحكم بالغالب وحثها على مواظبة فعل ما هو لازم لها بكل حال والحفظ والصون والحراسة والفرج يطلق على القبل والدبر لأن كل واحد منفرج أى منفتح .وأكثر استعماله عرفا فى القبل.

(البزار) فى مسنده (عن أنس) باللفظ المذكور .قال الهيتمى :وفيه رواد بن الجراح وثقه أحمد وجمع وضعفه آخرون وقال ابن معين :وهم فى هذا الحديث وبقية رجاله رجال الصحيح (حم عن عبد الرحمن بن عوف) لكنه قال بدل :دخلت الجنة .قيل لها :ادخلى من أى أبواب الجنة شئت. قال الهيتمى فيه ابن لهيعة وبقية رجاله رجال الصحيح وقال المنذرى :رواة أحمد رواة الصحيح خلا ابن لهيعة وحديثه حسن فى المتابعات (طب عن عبد الرحمن بن حسنة) أخو شرحبيل وحسنة أمهما لكنه قال بدل وأطاعت زوجها :وأطاعت بعلها وحفظت فرجها فلتدخل من أى أبواب الجنة شاء ت .قال الهيتمى :وفيه أيضا ابن لهيعة وبقية رجاله رجال الصحيح (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ٧٢٥)

www.idaraghufran.org

عَبۡدٌ آبِقٌ مِنۡ مَوَالِيهِ حَتّٰى يَرۡجِعَ إِلَيۡهِمۡ، وَامۡرَأَةٌ عَصَتۡ زَوۡجَهَا حَتّٰى تَرۡجِعَ (المعجم الاوسط للطبرانی) ل

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو آدمیوں کی نماز ان کے سر کے اوپر سے آگے نہیں جاتی (یعنی قبول نہیں کی جاتی) ایک وہ غلام جو اپنے مالکوں سے بھاگ جائے، یہاں تک کہ ان کی طرف لوٹ کر نہ آجائے، اور ایک وہ عورت جو اپنے شوہر کی نافرمانی کرے، یہاں تک کہ باز نہ آجائے (طبرانی)

اور بعض روایات میں ہے کہ شوہر کی نافرمانی کرنے والی عورت کو شدید عذب دیا جائے گا۔ ۲

حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

وَالِدَاتٌ حَامِلَاتٌ رَحِيمَاتٌ لَوۡلَا مَا يَأۡتِينَ إِلٰى أَزۡوَاجِهِنَّ لَدَخَلَ مُصَلِّيَاتُهُنَّ الۡجَنَّةَ (مستدرک حاکم) ۳

ل رقم الحديث ٣٦٢٨، المعجم الصغير للطبرانی، رقم الحديث٤٧٨، مستدرک حاکم، رقم الحديث ٧٣٣٠.

قال الهيثمي: رواه الطبرانی فی الصغير والاوسط ورجاله ثقات (مجمع الزوائد ،تحت رقم الحديث ٧٦٦٨، ج٤ص ٣١٣، باب حق الزوج على المرأة)

وقال المنذری: رواه الطبرانی فی الأوسط والصغير بإسناد جيد والحاكم (الترغيب والترهيب ، تحت رقم الحديث ٢٩٠٨، كتاب البيوع)

٢ عن عمرو بن الحارث بن المصطلق، قال :كان يقال " :أشد الناس عذابا اثنان : امرأة عصت زوجها، وإمام قوم وهم له كارهون "، قال جرير :قال منصور :فسألنا عن أمر الإمام؟ فقيل لنا :إنما عنى بهذا الأئمة الظلمة، فأما من أقام السنة فإنما الإثم على من كرهه (سنن الترمذی، رقم الحديث ٣٥٩)

٣ رقم الحديث ٧٣٣١، ج٤ص ١٩١، كتاب البر والصلة،سنن ابن ماجه رقم الحديث ٢٠١٣، المعجم الكبير للطبرانی رقم الحديث ٧٩٨٥،ورقم الحديث ٧٩٨٦، المعجم الاوسط للطبرانی رقم الحديث ٧٢١١، المعجم الصغير للطبرانی رقم الحديث ٨٩٨ ، شعب الايمان للبيهقی رقم الحديث ٨٣٢٤،مسند الطيالسی رقم الحديث ١٢٢٢ ، مسند احمد رقم الحديث ٢٢١٧٣، مسند احمد رقم الحديث ٢٢٢١٩.

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: اولاد والی، حاملہ اور (اپنے بچوں پر) رحم کرنے والی عورتیں اگر اپنے شوہروں کے ساتھ وہ طرزِ عمل اختیار نہ کریں (جو عام طور سے ان کی عادت ہے، یعنی ناشکری، زبان درازی وغیرہ) تو ان میں نماز پڑھنے والی عورتیں جنت میں ضرور داخل ہوجائیں (حاکم)

اس طرح کی حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال الحاکم:

هذا حديث صحيح الإسناد على شرط الشيخين ولم يخرجاه "وقد أعضله شعبة، عن الأعمش.

وقال الذهبی فی التلخيص:

على شرط البخاری ومسلم.

وفی الزوائد رجال إسناده ثقات إلا أنه منقطع حكى الترمذی فی العلل عن البخاری أنه قال سالم بن أبی الجعد لم يسمع من أبی أمامة اهـ وقال ابن حبان أدرک أبا أمامة (حاشية السندی على سنن ابن ماجة، تحت رقم الحديث ٢٠١٣، باب فی المرأة تؤذی زوجها)

[1] چنانچہ حضرت ابوقلابہ، حضرت مجاہد اور حضرت مکحول سے اسی طرح کی حدیث مرسلاً مروی ہے، جس سے مذکورہ حدیث کی سند پر بعض حضرات کی طرف سے کیے گئے کلام کا جبر ہوجاتا ہے۔

عن معمر عن أيوب عن أبی قلابة قال جاء ت امرأة بابن لها إلى النبی صلى الله عليه و سلم ليدعو له فقال النبی صلى الله عليه و سلم إنه أجل قد حضر قالت يا رسول الله إنه لآخر ثلاثة دفنتهم فقال النبی صلى الله عليه و سلم حاملات والدات رحيمات بأولادهن لولا ما يأتين إلى أزواجهن دخلت مصلياتهن الجنة (مصنف عبدالرزاق رقم الحديث ٢٠٦٠٢)

حدثنا يوسف عن أبيه عن أبی حنيفة، عن أيوب الطائی، قال :أراه عن مجاهد، أن امرأة أتت النبی صلى الله عليه وسلم وهی حبلى، تحمل معها صبيا رضيعا، ومعها صبی فطيم تمسک بيدها يمشی معها، قال :فما سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم يومئذ شيئا إلا أعطاها، ثم قال :حاملات والدات رحيمات بأولادهن، ولولا ما يصنعن بأزواجهن دخل مصلياتهن الجنة (الآثار لابی يوسف، رقم الحديث ٩٠٩)

عن مكحول ، قال :وقفت امرأة على رسول الله صلى الله عليه وسلم تقود ابنا وتحمل آخر ، فأمر لها بثلاثة تمرات ، فأعطت صبييها ثنتين ، وأمسكت واحدة ، فأكل صبياها التمرتين ، ثم نظرن إلى تمرتها ، فشقتها بينهما نصفين ، فالتفت رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال : حاملات والدات رحيمات بأولادهن ، لولا ما يفعلن بأزواجهن دخل مصلياتهن الجنة (البر والصلة للحسين بن حرب، رقم الحديث ١٦٢)

www.idaraghufran.org

اس سے معلوم ہوا کہ شوہر کے ساتھ بدسلوکی اور ناشکری کرنا عورتوں کے لئے جنت میں جانے میں رکاوٹ ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُ بِالْبَاءَةِ ، وَيَنْهٰى عَنِ التَّبَتُّلِ نَهْيًا شَدِيْدًا، وَيَقُولُ: تَزَوَّجُوا الْوَدُوْدَ الْوَلُوْدَ ، إِنِّيْ مُكَاثِرٌ الْأَنْبِيَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (مسند احمد، رقم الحديث ١٢٦١٣) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکاح کرنے کا حکم دیتے تھے، اور اس سے رُوگردانی کرنے کی شدید ممانعت فرماتے تھے، اور فرماتے کہ تم محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جننے والی عورت سے نکاح کیا کرو، بے شک میں قیامت کے دن نبیوں پر تمہاری کثرت سے فخر کروں گا (مسند احمد)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

وَنِسَاؤُكُمْ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ الْوَدُوْدُ الْعَؤُوْدُ عَلٰى زَوْجِهَا، الَّتِيْ إِذَا غَضِبَ جَاءَتْ حَتّٰى تَضَعَ يَدَهَا فِيْ يَدِهِ، ثُمَّ تَقُوْلُ: لَا أَذُوْقُ غَمْضًا حَتّٰى تَرْضٰى (شعب الايمان للبيهقي) [2]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره، وهذا إسناد قوى (حاشية مسند احمد)

[2] رقم الحديث ٨٣٥٨، باب حقوق الوالدين والاهلين، فوائد تمام، رقم الحديث ١٣١١.

قال الالبانى:

أخرجه تمام الرازى فى "الفوائد" (ق ١/٢٠٢) وعنه ابن عساكر (٢/٨٧/٢) بتمامه، وأبو بكر الشافعى فى "الفوائد" (ق ١١٥ـ ١١٦) وأبو نعيم فى "الحلية (٣٠٣/٤) "نصفه الأول، والنسائى فى "عشرة النساء (١/٨٥/١) "النصف الآخر من طريق خلف بن خليفة عن أبى هاشم يعنى الرمانى عن سعيد ابن جبير عن ابن عباس مرفوعا. قلت: وهذا إسناد، رجاله ثقات رجال مسلم غير أن خلفا -وهو من شيوخ أحمد - كان اختلط فى الآخر، ولا ندرى أحدث به قبل الاختلاط فيكون صحيحا، أو بعده فيكون ضعيفا، لكن للحديث شواهد يتقوى بها كما يأتى بيانه (سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ٢٨٧)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: اور تمہاری جنتی عورتیں وہ ہیں، جو کہ (شوہروں سے) محبت کرنے والی ہوں، جو کہ شوہروں کی طرف لوٹ کر آنے والی (اور رجوع کرنے والی) ہوں، جب شوہر غصہ ہو، تو وہ (شوہر کے پاس) حاضر ہو جائیں، یہاں تک کہ اپنے ہاتھ کو شوہر کے ہاتھ پر رکھ دیں، پھر وہ یہ کہیں کہ میں اس وقت تک نیند کا ذائقہ نہیں چکھوں گی، جب تک آپ راضی نہ ہو جائیں (بیہقی)

اور حضرت ابواذینہ صدفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

خَيْرُ نِسَائِكُمُ الْوَدُوْدُ الْوَلُوْدُ الْمُوَاتِيَةُ الْمُوَاسِيَةُ إِذَا اتَّقَيْنَ اللّٰهَ وَشَرُّ نِسَائِكُمُ الْمُتَبَرِّجَاتُ الْمُتَخَيِّلَاتُ وَهُنَّ الْمُنَافِقَاتُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْهُنَّ إِلَّا مِثْلُ الْغُرَابِ الْأَعْصَمِ (سنن البيهقى) [1]

ترجمہ: تم میں سے بہترین عورتیں وہ ہیں، جو کہ (شوہروں سے) محبت کرنے والی ہوں، اور زیادہ بچے جننے والی ہوں، اور شوہر کی اطاعت وموافقت کرنے والی ہوں، جبکہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں؛ اور تم میں سے شریر ترین وہ عورتیں ہیں جو کہ اپنی زینت کو اجنبیوں کے لئے ظاہر کرنے والی ہوں، اور تکبر اختیار کرنے والی ہوں، اور وہ منافق ہیں (یعنی نفاقِ عملی میں مبتلا ہیں) ایسی عورتوں میں سے جنت میں صرف اعصم کووں کی مقدار کے برابر ہی داخل ہوں گی (بیہقی)

اعصَم سے مراد ایسے کوے ہیں، جن کی چونچ اور پاؤں سرخ ہوتے ہیں، اور وہ مقدار میں

---

[1] رقم الحديث ١٣٤٧٨، كتاب النكاح، باب استحباب التزوج بالودود الولود.

قال شعيب الارنؤوط:

وفي إسناده عبد الله بن صالح كاتب الليث، وهو ضعيف (حاشية مسند احمد ،تحت رقم الحديث ١٧٧٧٠)

قال الالبانى:

قلت :و هذا إسناد رجاله ثقات على ضعف في عبد الله بن صالح لكنه قد توبع (سلسلة الاحاديث الصحيحة ،تحت رقم الحديث ١٨٤٩)

www.idaraghufran.org

بہت کم ہوتے ہیں، اسی حیثیت سے کم مقدار کے ساتھ عورتیں جنت میں داخل ہونگیں، اور زیادہ مقدار میں جہنم میں داخل ہوں گی۔ [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: أَیُّمَا امْرَأَۃٍ وَضَعَتْ ثِیَابَھَا فِیْ غَیْرِ بَیْتِ زَوْجِھَا، فَقَدْ ھَتَکَتْ سِتْرَ مَا بَیْنَھَا وَبَیْنَ اللّٰہِ (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ۳۷۵۰، كتاب الادب، باب دخول الحمام) [2]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو عورت اپنے شوہر کے گھر کے علاوہ اپنے کپڑے اتارے، تو اس نے (عصمت وحیاء کا) پردہ پھاڑ دیا جو اللہ اور اس کے درمیان تھا (ابنِ ماجہ)

مطلب یہ ہے کہ عورت کے لئے یہ بے حیائی کا کام ہے کہ شوہر کے علاوہ کسی اور کے گھر میں یا کسی اجنبی کے سامنے ستر کھولے اور فحاشی کا مظاہرہ کرے۔ [3]

حضرت حصین بن محصن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] (خير نسائكم الولود الودود) ألمتحببة إلى زوجها (المواسية المواتية) أى الموافقة للزوج (إذا اتقين الله أى خفنه وأطعنه فى فعل المأمور وتجنب المنهى (وشر نسائكم المتبرجات) أى المظهرات زينتهن للأجانب وهو مذموم لغير الزوج (المتخيلات) أى المعجبات المتكبرات والخيلاء بالضم العجب والتكبر (وهن المنافقات) أى يشبههن (لا يدخل الجنة منهن إلا مثل الغراب الأعصم) الأبيض الجناحين أو الرجلين أراد قلة من يدخل الجنة منهن لأن هذا الوصف فى الغراب عزيز (فيض القدير للمناوى ،تحت رقم الحديث ۴۰۹۲)

[2] قال شعيب الارنؤوط:

إسناده صحيح(حاشية سنن ابنِ ماجه)

[3] (أيما امرأة) قال فى التنقيح :أى مبتدأ فى معنى الشرط وما زائدة لتوكيد الشرط وقوله الآتى فقد إلخ جواب الشرط (وضعت ثيابها فى غير بيت زوجها) كناية عن تكشفها للأجانب وعدم تسترها منهم (فقد هتكت ستر ما بينها وبين الله عز وجل) لأنه تعالى أنزل لباسا ليوارين به سوء اتهن وهو لباس التقوى وإذا لم تتقين الله و كشفن سوء اتهن هتكن الستر بينهن وبين الله تعالى وكما هتكت نفسها ولم تصن وجهها وخانت زوجها يهتك الله سترها والجزاء من جنس العمل والهتك خرق الستر عما وراء ه والهتيكة الفضيحة(فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۲۹۴۰)

www.idaraghufran.org

أَنَّ عَـمَّةً لَـهُ أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَاجَةٍ، فَفَرَغَتْ مِنْ حَـاجَتِهَـا، فَـقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَذَاتُ زَوْجٍ أَنْتِ ؟ قَـالَتْ: نَعَمْ، قَالَ: كَيْفَ أَنْتِ لَهُ ؟ قَالَتْ: مَا آلُوْهُ إِلَّا مَا عَجَزْتُ عَنْهُ، قَالَ: فَانْظُرِىْ أَيْنَ أَنْتِ مِنْهُ، فَإِنَّمَا هُوَ جَنَّتُكِ وَنَارُكِ (مسند احمد) [1]

ترجمہ: ان کی ایک پھوپھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کسی کام کی غرض سے آئیں، جب کام مکمل ہوگیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معلوم کیا کہ کیا تم شوہر والی ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے شوہر کی خدمت کرتی ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں اس میں کوئی کوتاہی نہیں کرتی، اِلَّا یہ کہ کسی کام سے عاجز آ جاؤں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ اپنے شوہر کی طرف سے اپنے آپ کو اچھی طرح دیکھ لینا، کیونکہ وہ آپ کی جنت بھی ہے اور جہنم بھی (مسند احمد، طبرانی، حاکم)

مطلب یہ ہے کہ عورت کو اپنے شوہر کے ساتھ نیک سلوک کرنے سے جنت اور بدسلوکی کرنے سے جہنم حاصل ہوگی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَصُوْمُ الْمَرْأَةُ وَبَعْلُهَا شَاهِدٌ إِلَّا

---

[1] رقم الحديث ١٩٠٠٣؛ المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ٤٤٨،مستدرک حاکم، رقم الحديث ٢٧٦٩.

قال الحاكم:

هكذا رواه مالک بن أنس، وحماد بن زيد، والدراوردى، عن يحيى بن سعيد، وهو صحيح، ولم يخرجاه.

وقال الذهبى فى التلخيص:

صحيح.

وقال شعيب الارنؤوط:

إسناده محتمل للتحسين(حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

بِإِذْنِهِ (بخاری) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت اپنے شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر (نفلی) روزہ نہ رکھے (بخاری)

معلوم ہوا کہ شوہر کی موجودگی میں بیوی کو نفلی روزہ، اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر نہیں رکھنا چاہئے۔

حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: إِذَا دَعَا الرَّجُلُ زَوْجَتَهُ لِحَاجَتِهِ، فَلْتُجِبْهُ وَإِنْ كَانَتْ عَلَى التَّنُّوْرِ (صحیح ابنِ حبان) [2]

ترجمہ: میں نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب مرد اپنی بیوی کو اپنی حاجت پوری کے لئے بلائے، تو عورت کو چاہئے کہ وہ اس کے پاس آ جائے، اگرچہ وہ تنور (یعنی روٹی پکانے والے چولہے) پر کیوں نہ ہو (ابنِ حبان)

یعنی شوہر کے بلانے پر عورت کو فوراً چلے جانا چاہئے، اگرچہ وہ چولہے پر کھانا وغیرہ پکانے میں ہی کیوں نہ مشغول ہو۔ [3]

---

[1] رقم الحدیث ۵۱۹۲، کتاب النکاح، باب صوم المرأة بإذن زوجها تطوعا.

[2] رقم الحدیث ۴۱۶۵، کتاب النکاح، باب معاشرة الزوجین.

قال شعیب الارنؤوط:

إسناده صحیح (حاشیة ابنِ حبان)

[3] (وعن طلق بن علی قال: قال رسول الله - صلی الله علیه وسلم - إذا الرجل دعا زوجه) : هنا الترکیب من قبیل "(إذا الشمس کورت)" (لحاجته) : أی: المختصة به کنایة عن الجماع (فلتأته) : أی: لتجب دعوته (وإن کانت علی التنور) : أی: وإن کانت تخبز علی التنور مع أنه شغل شاغل لا یتفرغ منه إلی غیره إلا بعد انقضائه، قال ابن الملک: وهنا بشرط أن یکون الخبز للزوج لأنه دعاها فی هذه الحالة فقد رضی بإتلاف مال نفسه، وتلف المال أسهل من وقوع الزوج فی الزنا (مرقاة المفاتیح، ج۵ص ۲۱۲۶، کتاب النکاح، باب عشرة النساء وما لکل واحدة من الحقوق)

www.idaraghufran.org

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: إِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَأَتَہٗ إِلٰی فِرَاشِہٖ فَأَبَتْ فَبَاتَ غَضْبَانَ عَلَیْھَا لَعَنَتْھَا الْمَلَائِکَۃُ حَتّٰی تُصْبِحَ (بخاری) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مرد اپنی بیوی کو اپنے بستر کی طرف بلائے، پھر وہ انکار کرے، پھر شوہر اس سے ناراض ہو کر رات گزارے، تو اس عورت پر صبح ہونے تک فرشتے لعنت کرتے رہتے ہیں (بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ شوہر کی طرف سے اپنی زوجہ کو صحبت وغیرہ کی غرض سے بلانے پر اس کا نہ آنا، اور اسی حال میں عورت کا رات گزارنا سخت گناہ والی بات ہے۔ [2]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لَوْ کُنْتُ آمِرًا أَحَدًا أَنْ یَّسْجُدَ لِغَیْرِ اللّٰہِ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَۃَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِھَا وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَا تُؤَدِّی الْمَرْأَۃُ حَقَّ رَبِّھَا حَتّٰی تُؤَدِّیَ حَقَّ زَوْجِھَا وَلَوْ سَأَلَھَا نَفْسَھَا وَھِیَ عَلٰی قَتَبٍ لَمْ تَمْنَعْہُ (سنن ابنِ ماجہ) [3]

---

[1] رقم الحديث ٣٢٣٧، كتاب بدء الخلق، باب إذا قال أحدكم :آمين والملائكة فى السماء ، آمين فوافقت إحداهما الأخرى، غفر له ما تقدم من ذنبه.

[2] (إذا دعا الرجل امرأته إلى فراشه) كناية عن الجماع (فأبت) زاد فى النكاح من طريق شعبة أن تجىء (فبات غضبان عليها لعنتها الملائكة حتى تصبح)ظاهره كما قاله سيدى عبد الله بن أبى جمرة اختصاص اللعن بما إذا وقع ذلك ليلا لقوله :حتى تصبح .وكأن السر فيه تأكد ذلك الشأن فى الليل وقوة الباعث إليه ولا يلزم من ذلك أنه يجوز لها الامتناع فى النهار وإنما خص الليل بالذكر لأنه المظنة لذلك (ارشاد السارى،ج۵ص٢٧٧، كتاب بدأ الخلق، باب إذا قال أحدكم "آمين "والملائكة فى السماء آمين فوافقت إحداهما الأخرى غفر له ما تقدم من ذنبه)

[3] رقم الحديث ١٨٥٣ ، كتاب النكاح،باب حق الزوج على المرأة،مسند أحمد، رقم الحديث ١٩٤٠٣.

قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره (حاشية سنن ابن ماجه)

وقال ايضاً: حديث جيد(حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: اگر میں کسی کو اس بات کا حکم دیتا کہ وہ غیر اللہ کے لئے سجدہ کرے، تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے، اور قسم ہے اس ذات کی، جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے کہ عورت اللہ تعالیٰ کے اپنے ذمہ میں حق کو اس وقت تک ادا نہیں کرسکتی، جب تک کہ اپنے شوہر کے حق کو ادا نہ کردے، یہاں تک کہ اگر شوہر اس کو طلب کرے، اور وہ اونٹ کی پیٹھ کے اوپر رکھے ہوئے کجاوے میں ہو، تب بھی شوہر کو منع نہ کرے (ابنِ ماجہ، مسند احمد)

اس طرح کا مضمون اور احادیث میں بھی مروی ہے۔ [1]

---

[1] عن زید بن أرقم، قال، :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :المرأة لا تؤدى حق الله عليها حتى تؤدى حق زوجها حتى لو سألها وهى على ظهر قتب لم تمنعه نفسها(المعجم الكبير.للطبرانى ، رقم الحديث ۵۰۸۴)

قال الهيثمي:

رواه الطبرانى فى الكبير، والأوسط بنحوه، ورجاله رجال الصحيح خلا المغيرة بن مسلم، وهو ثقة(مجمع الزوائد ، تحت رقم الحديث ۷۶۴۳)

عن قيس بن طلق، عن أبيه، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :لا تمنع المرأة زوجها -وقال يزيد مرة :حاجته -وإن كان على ظهر قتب "(زوائد مسند الإمام أحمد)

قال شعيب الارنؤوط:

صحيح لغيره، وهذا إسناد ضعيف لضعف أيوب بن عتبة اليَمَامى القاضى،لكنه قد توبع .

يزيد :هو ابن هارون السلمي الواسطي.

وأخرجه ابن عدى فى "الكامل(۱/۳۴۵)"من طريق سعيد بن سليمان، عن أيوب بن عتبة، بهذا الإسناد .وقد ذكرنا تتمة تخريجه من هذا الوجه عند الرواية السالفة برقم (۱۶۲۸۸)

وسيأتى عن أبى النضر هاشم بن القاسم، عن أيوب بن عتبة برقم (۲۰)

وسلف من طريق محمد بن جابر بن سيار الحنفى، عن قيس بن طلق، به مرفوعا بلفظ: "إذا أراد أحدكم من امرأته حاجة، فليأتها ولو كانت على تنور."

ومحمد بن جابر ضعيف الحديث.

قلنا :لكن رواه ملازم بن عمرو، عن جده عبد الله بن بدر، عن قيس بن طلق، به مرفوعا بلفظ" :إذا الرجل دعا زوجته لحاجته، فلتأته وإن كانت على التنور "وإسناده حسن، وقد ذكرنا تخريجه من هذا الطريق عند الرواية السالفة برقم (۱۶۲۸۸)

ويشهد له حديث عبد الله بن أبى أوفى السالف برقم (۱۹۴۰۳) وفيه" :ولا تؤدى

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس سے معلوم ہوا کہ شوہر کا بہت بڑا درجہ ہے، اس لئے بیوی کو شوہر کے درجہ کا احترام کرنا چاہئے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

حَقُّ الزَّوْجِ عَلٰى زَوْجَتِهٖ أَنْ لَوْ كَانَتْ بِهٖ قَرْحَةٌ فَلَحَسَتْهَا مَا أَدَّتْ حَقَّهٗ(مواردُ الظمآن الیٰ زوائد ابنِ حبان) [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

المرأة حق الله عليها كله حتى تؤدى حق زوجها عليها كله، حتى لو سألها نفسها وهى على ظهر قتب لأعطته إياه "وهو حديث جيد على اضطراب فى إسناده.

وفى الباب عن ابن عمر عند الطيالسى (١٦٥١)وابن أبى شيبة فى "مصنفه (٣٠٣/٤-٣٠٤)"وفى "مسنده "كما فى "إتحاف الخيرة(٤٣٠٢) "ومسدد فى "مسنده "كما فى "إتحاف الخيرة(٤٣٠١)"وعبد بن حميد(٨١٣) والبيهقى(٢٩٢/٧)وابن عبد البر فى "التمهيد(٢٣١/١)"وفيه :أن امراة أتت النبى صلى الله عليه وسلم فقالت :ما حق الزوج على امرأته؟ فقال " :لا تمنعه نفسها وإن كانت على ظهر قتب ."وفيه ليث بن أبى سليم، وهو سيىء الحفظ.

وعن ابن عباس عند مسدد فى "مسنده "كما فى "إتحاف الخيرة(٤٣٠٦) "و (٤٣٠٨)والبزار(١٤٦٤-كشف الأستار) ، وأبى يعلى(٢٤٥٥)وفيه " :أن امرأة من خثعم أتت النبى صلى الله عليه وسلم، فقالت :يا رسول الله، إنى امرأة أيم، فأخبرنى ما حق الزوج على زوجته، فقال " :إن حق الزوج على زوجته إن سألها نفسها وهى على ظهر بعير أن لا تمنعه "وهو ضعيف، فى بعض طرقه ليث بن أبى سليم، وهو ضعيف، وفى بعضها الآخر حسين بن قيس الواسطى الملقب بحنش، وهو متروك الحديث.

وقوله " :على ظهر قتب :"القتب :هو الرحل الصغير على قدر سنام البعير، والجمع أقتاب(حاشية مسند احمد)

[1] رقم الحديث ١٢٨٩، كتاب النكاح،باب فى حق الزوج على المرأة، صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ٤١٦٤.

قال حسين سليم اسد الدارانى:

إسناده صحيح، ربيعة بن عثمان بسطنا القول فيه عند الحديث(١٢٥١)فى مسند الموصلى، ونهار بن عبد الله العبدى ترجمه البخارى فى الكبير(١٢٢/٨)ولم يورد فيه جرحاً ولا تعديلاً، وتبعه على ذلك ابن أبى حاتم فى "الجرح والتعديل(٥٠١/٨)"

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: بیوی پر شوہر کا حق یہ ہے کہ اگر شوہر کے زخم ہو، پھر وہ عورت اس کو چاٹے، تو وہ عورت اپنے شوہر کا حق ادا نہیں کرسکتی (ابنِ حبان)

معلوم ہوا کہ شوہر کا بہت بڑا درجہ اور حق ہے۔ [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

يَا مَعَاشِرَ النِّسَاءِ ، لَوْ تَعْلَمْنَ حَقَّ أَزْوَاجِكُنَّ عَلَيْكُنَّ لَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ مِنْكُنَّ تَمْسَحُ الْغُبَارَ عَنْ وَجْهِ زَوْجِهَا بِحُرِ وَجْهِهَا (مصنف ابنِ ابی شیبة) [2]

ترجمہ: اے عورتوں کی جماعت! اگر تم اپنے شوہروں کا وہ حق جان لو، جو تمہارے ذمہ ہے، تو تم میں سے عورت اپنے شوہر کے چہرے کے غبار کو اپنے چہرے کے ظاہری حصے سے صاف کرے (ابنِ ابی شیبہ)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال ابن خراش " :مدنی صدوق "، ووثقه ابن حبان، وقال الذهبی فی کاشفه" :ثقة." ووثقه الهیثمی أیضاً .والحدیث فی الإحسان(١٨٣/٦)برقم(٤١٥٢)(حاشیة موارد الظمآن)

وقال شعیب الأرنؤوط :

إسناده حسن.نهار العبدی :روی له ابن ماجه، وهو صدوق، وباقی السند ثقات رجاله رجال الصحیح غیر ربیعة بن عثمان فقد أخرج له مسلم، وهو مختلف فیه، وثقه ابن معین، وابن نمیر، والحاکم وغیرهم، وقال النسائی :لیس به بأس، وذکره المؤلف فی "الثقات"، هو إلی الصدوق ما هو، ولیس بذلک القویّ، وقال ابو حاتم :منکر الحدیث یکتب حدیثه(حاشیة ابنِ حبان)

[1] "حق الزوج علی زوجته أن لو کانت به قرحة فلحستها ما أن حقه ."(ک) عن أبی سعید.
(حق الزوج علی زوجته أن لو کانت به قرحة فلحستها ما أدت حقه) سببه عن راویه :أنه جاء رجل إلی النبی -صلی الله علیه وسلم -بابنته فقال :هذه ابنتی أبت أن تتزوج فقال -صلی الله علیه وسلم " :-أطیعی أباک "فقالت :والذی بعثک بالحق لا أتزوج حتی تخبرنی ما حق الزوج علی زوجته؟ فذکره، والقرحة بالقاف مفتوحة ومضمومة والحاء مهملة :الجرح وقیل بالضم الاسم وبالفتح المصدر ولا یخفی ما فی هذا التمثیل من بیان تأکد حق الزوج(التنویر شرح الجامع الصغیر للصنعانی، تحت رقم الحدیث ٣٧٢٣)

www.idaraghufran.org

[2] رقم الحدیث ١٧٤١٤، کتاب النکاح،باب ما حق الزوج علی امرأته ؟

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا تُؤْذِیْ اِمْرَأَۃٌ زَوْجَھَا إِلَّا قَالَتْ زَوْجَتُہٗ مِنَ الْحُوْرِ الْعِیْنِ: لَا تُؤْذِیْہِ قَاتَلَکِ اللّٰہُ، فَإِنَّمَا ھُوَ عِنْدَکِ دَخِیْلٌ أَوْشَکَ أَنْ یُّفَارِقَکِ إِلَیْنَا(سنن ابن ماجہ) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورت اپنے شوہر کو ایذاء پہنچاتی ہے، تو جنت کی موٹی آنکھوں والی حوروں میں سے اس کی بیوی (اُس عورت کے متعلق) کہتی ہیں کہ اللہ تجھے برباد کرے اس کو تکلیف نہ پہنچاؤ، وہ تیرے پاس چند روز کے لئے ہے، اور قریب ہے کہ تجھ کو چھوڑ کر ہمارے پاس آجائے (ابنِ ماجہ)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

أُرِیْتُ النَّارَ فَإِذَا أَکْثَرُ أَھْلِھَا النِّسَاءُ یَکْفُرْنَ قِیْلَ أَیَکْفُرْنَ بِاللّٰہِ قَالَ یَکْفُرْنَ الْعَشِیْرَ وَیَکْفُرْنَ الْإِحْسَانَ لَوْ أَحْسَنْتَ إِلٰی إِحْدَاھُنَّ الدَّھْرَ ثُمَّ رَأَتْ مِنْکَ شَیْئًا قَالَتْ مَا رَأَیْتُ مِنْکَ خَیْرًا قَطُّ(بخاری) [2]

ترجمہ: مجھے جہنم دکھلائی گئی، تو جہنمیوں میں اکثر عورتیں تھیں، جو کہ ناشکری کرتی ہیں، عرض کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ کی ناشکری کرتی ہیں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ساتھ زندگی گزارنے والے (شوہر) کی ناشکری کرتی ہیں، اور احسان کو فراموش کرتی ہیں، اگر آپ ان میں سے کسی عورت کے ساتھ ایک مدت تک اچھا سلوک کرتے رہو (اور کسی وقت ذرا سی کوئی بات اس کی طبیعت کے خلاف ہوجائے) تو اس (لمبی مدت کے اچھے سلوک) کے باوجود عورت کہتی ہے کہ میں

---

[1] رقم الحدیث ۲۰۱۴، کتاب النکاح، باب فی المرأۃ تؤذی زوجھا.
قال شعیب الارنؤوط:
حدیث حسن(حاشیۃ سنن ابنِ ماجہ)

[2] رقم الحدیث ۲۹، کتاب الایمان،باب کفران العشیر،مسلم، رقم الحدیث ۹۰۷"۱۷" کتاب الکسوف،باب ماعرض علی للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فی صلاۃ الکسوف من امر الجنۃ والنار.

www.idaraghufran.org

نے تیری طرف سے کبھی کوئی بھلائی نہیں دیکھی (بخاری، مسلم)

معلوم ہوا کہ عورتوں کو اپنے شوہروں کے ساتھ ناشکری کا برتاؤ نہیں کرنا چاہئے، ورنہ سخت عذاب کا اندیشہ ہے۔ [1]

حضرت اسماء بنتِ یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ، إِنَّكُنَّ أَكْثَرُ حَطَبِ جَهَنَّمَ فَنَادَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُنْتُ جَرِيْئَةً عَلٰى كَلَامِهِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لِمَ؟ قَالَ: لِأَنَّكُنَّ إِذَا أُعْطِيْتُنَّ لَمْ تَشْكُرْنَ، وَإِذَا ابْتُلِيْتُنَّ لَمْ تَصْبِرْنَ، فَإِذَا أُمْسِكَ عَنْكُنَّ شَكَوْتُنَّ، وَإِيَّاكُنَّ وَكُفْرَانَ الْمُنْعِمِيْنَ فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا كُفْرَانُ الْمُنْعِمِيْنَ؟ قَالَ: اَلْمَرْأَةُ تَكُوْنُ عِنْدَ الرَّجُلِ وَقَدْ وَلَدَتْ لَهُ الْوَلَدَيْنِ وَالثَّلَاثَةِ فَتَقُوْلُ: مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا

---

[1] (ورأيت النار) أى :حين رأيتمونى تأخرت عرضت على النار ;فتأخرت خشية أن يصيبنى من حرارتها .(فلم أر كاليوم) أى :مثل اليوم .(منظرا قط) أى :لم أر منظرا مثل منظر اليوم فهو منظرا، فلما قدم نصب على الحال .(أفظع) أى :أشد، وأكره، وأخوف .قال الطيبى أى :لم أر منظرا مثل المنظر الذى رأيته اليوم أى :رأيت منظرا مهولا فظيعا، والفظيع :الشنيع .(ورأيت أكثر أهلها) أى: من المسلمين أو مطلقا .(النساء) : قد يشكل عليه ما جاء فى حديث الطبرانى :أن أدنى أهل الجنة يمسى على زوجتين من نساء الدنيا ، فكيف يكن مع ذلك أكثر أهل النار، وهن أكثر أهل الجنة، وجوابه أنهن أكثر أهلها ابتداء ، ثم يخرجن ويدخلن الجنة فيصيرن أكثر أهلها انتهاء ، أو المراد أنهن أكثر أهلها بالقوة ثم يعفو الله عنهن، هذا ولا بدع أنهن يكن أكثر أهلهما لكثرتهن، والله أعلم. (قالوا) : وفى نسخة صحيحة :فقالوا .(بم) أى :بسبب أى شىء من الأعمال .(يا رسول الله؟ قال: بكفرهن قيل :يكفرن بالله؟ قال :يكفرن العشير) أى :الزوج المعاشر .(ويكفرن الإحسان) : قال الطيبى :جملة معطوفة على الجملة السابقة على طريق أعجبنى زيد وكرمه اهـ .والمراد بالكفر هنا ضد الشكر، وهو الكفران، وبيانه قوله :(لو أحسنت) : الخطاب عام لكل من يتأتى منه الإحسان. (إلى إحداهن الدهر) أى :جميع الزمان أو الزمن الطويل .(ثم رأت منك شيئا) أى :يسيرا من المكاره، وأمرا حقيرا من الإساءة والشر .(قالت :ما رأيت منك خيرا قط) أى :فى جميع ما مضى من العمر (مرقاة المفاتيح، ج٣ص٩٤،١٠١، كتاب الصلاة، باب صلاة الخسوف)

www.idaraghufran.org

قَطُّ (المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۴۲۶، ج ۲۴ ص ۱۶۸) [1]

ترجمہ: اے عورتوں کی جماعت! تم بکثرت جہنم کا ایندھن بنوگی (حضرت اسماء کہتی ہیں کہ) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، اور مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فرمانے پر کچھ (بولنے، پوچھنے کی) ہمت ہوجاتی تھی، کہ اے اللہ کے رسول! ایسا کس وجہ سے؟ تو رسول اللہ نے فرمایا، اس لئے کہ تمہیں جب کچھ دیا جاتا ہے تو تم شکر نہیں کرتیں، اور جب تم آزمائش میں مبتلا کی جاتی ہو (یعنی کچھ کم ملتا ہے، یا نہیں ملتا) تو صبر نہیں کرتیں، پس جب تم سے کوئی چیز روک لی جاتی ہے، تو شکایت کرتی ہو، تم اپنے آپ کو نعمت دینے والوں کی ناشکری سے بچاؤ، میں نے عرض کیا کہ نعمت دینے والوں کی ناشکری کیا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت اپنے شوہر کے پاس ہوتی ہے، اور اس کے دو بلکہ تین بچے بھی ہوجاتے ہیں، پھر (اس کے باوجود) وہ شوہر کو کہتی ہے کہ میں نے تجھ سے کبھی خیر کو نہیں دیکھا (طبرانی)

حضرت عبدالرحمٰن بن شبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْفُسَّاقَ هُمْ أَهْلُ النَّارِ قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَمَنِ الْفُسَّاقُ؟ قَالَ: اَلنِّسَاءُ قَالَ: رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَوَلَسْنَ أُمَّهَاتِنَا، وَأَخَوَاتِنَا، وَأَزْوَاجَنَا؟ قَالَ: بَلٰى، وَلٰكِنَّهُمْ إِذَا أُعْطِيْنَ لَمْ يَشْكُرْنَ، وَإِذَا ابْتُلِيْنَ لَمْ يَصْبِرْنَ (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۵۵۳۱) [2]

---

[1] قال الهيثمي:
رواه الطبراني وفيه شهر وهو ضعيف وقد وثق، وبقية رجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد ج۴ ص ۳۱۱، تحت رقم الحديث ۷۶۵۸)

[2] قال شعيب الارنؤوط:
حديث صحيح (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فساق ہی دراصل اہلِ نار (یعنی جہنمی) ہیں، صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! فساق سے کون لوگ مراد ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتیں، ایک آدمی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا عورتیں ہی ہماری مائیں بہنیں اور بیویاں نہیں ہوتیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیوں نہیں! لیکن بات یہ ہے کہ انہیں جب کچھ ملتا ہے تو یہ شکر نہیں کرتیں اور جب مصیبت آتی ہے تو صبر نہیں کرتیں (مسند احمد)

معلوم ہوا کہ عورتوں میں اپنے شوہر کی ناشکری کرنے کا مرض بہت زیادہ پایا جاتا ہے، جو کہ عورتوں کے لئے آخرت کے اعتبار سے سخت نقصان دہ ہے، اس لئے عورتوں کو اس مرض سے اپنے آپ کو بچانا چاہئے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ إِلٰى امْرَأَةٍ لَا تَشْكُرُ لِزَوْجِهَا وَهِيَ لَا تَسْتَغْنِيْ عَنْهُ (السنن الکبریٰ للنسائی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ ایسی عورت کی طرف نظرِ رحمت

---

[1] رقم الحديث ٩٠٨٦، كتاب عشرة النساء، باب شكر المرأة لزوجها، سنن البيهقى رقم الحديث ١٤٧٢٠، مستدرك حاكم رقم الحديث ٢٧٧١، مسند البزار رقم الحديث ٢٣٤٩.

قال الحاكم:

هذا حديث صحيح الإسناد، ولم يخرجاه (حواله بالا)

وقال الذهبى فى التلخيص:

صحيح.

وقال الهيثمى:

رواه البزار باسنادين والطبرانى وأحد إسنادى البزار رجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد ج٤ص ٣٠٩، تحت رقم الحديث ٧٦٤٨)

وقال المنذرى:

رواه النسائى والبزار بإسنادين رواة أحدهما رواة الصحيح والحاكم وقال صحيح الإسناد (الترغيب والترهيب، تحت رقم الحديث ٢٩٨٧، كتاب النكاح)

www.idaraghufran.org

نہیں فرمائیں گے، جو اپنے شوہر کی شکر گزار (وقدردان) نہ بنے، دراں حالیکہ وہ عورت اپنے شوہر سے مستغنی (وبے نیاز) نہیں ہے (نسائی)

اس سے معلوم ہوا کہ جو عورت اپنے شوہر کی ناشکری کرے گی، وہ اللہ تعالیٰ کی نظرِ رحمت سے محروم ہوگی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا أَطْعَمَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ بَیْتِ زَوْجِهَا غَیْرَ مُفْسِدَةٍ، کَانَ لَهَا أَجْرُهَا وَلَهٗ مِثْلُهٗ، وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذٰلِکَ، لَهٗ بِمَا اکْتَسَبَ وَلَهَا بِمَا أَنْفَقَتْ (صحیح البخاری) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی عورت اپنے شوہر کے گھر سے خرچ کرے، بشرطیکہ شر وفساد کی نیت نہ ہو، تو اس عورت کو اس کا اجر ملے گا، اور اس کے شوہر کو بھی اجر ملے گا، شوہر کے لئے اس سبب سے کہ اس نے کمائی کی اور عورت کے لئے اس سبب سے کہ اس نے خرچ کیا (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ کَسْبِ زَوْجِهَا عَنْ غَیْرِ أَمْرِهٖ، فَلَهَا نِصْفُ أَجْرِهٖ (سنن أبی داود) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی کمائی میں سے اس کی اجازت کے بغیر خرچ کرے گی تو اس کو آدھا ثواب ملے گا (ابوداؤد)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] رقم الحدیث ۱۴۴۰، کتاب الزکاة، باب أجر المرأة إذا تصدقت، أو أطعمت، من بیت زوجها، غیر مفسدة.

[2] رقم الحدیث ۱۶۸۷، کتاب الزکاة، باب المرأة تتصدق من بیت زوجها.
قال شعیب الارنؤوط:
إسناده صحیح (حاشیة سنن أبی داود)

www.idaraghufran.org

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: لَا تُنْفِقُ الْمَرْأَةُ مِنْ بَيْتِهَا شَيْئًا إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَلَا الطَّعَامَ؟ قَالَ: ذٰلِكَ أَفْضَلُ أَمْوَالِنَا (سنن ابن ماجه) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بیوی اپنے گھر سے کوئی چیز بھی خاوند کی اجازت کے بغیر خرچ نہ کرے، صحابہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کھانے کی چیز بھی خرچ نہ کرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تو ہمارے افضل ترین اور قیمتی ومرغوب اموال میں سے ہے (ابنِ ماجہ)

ملحوظ رہے کہ عورت کے شوہر کے مال میں سے خرچ کرنے کے متعلق احادیث وروایات میں تھوڑا بہت اختلاف پایا جاتا ہے، جس کے پیشِ نظر فقہائے کرام نے فرمایا کہ عورت کو شوہر کے گھر کی چیزوں میں سے خرچ کرنے کے جائز ہونے کا دارومدار شوہر کی طرف سے صاف طور پر یا عرف ورواج میں اجازت ہونے نہ ہونے پر ہے۔

اگر شوہر کی طرف سے ممانعت نہ ہو، یا اجازت ہو، تو خرچ کرنا جائز ہے، اور اگر اجازت ہو، تو جس حد تک اجازت ہو اس حد تک خرچ کرنا جائز ہے، اور کیونکہ اس سلسلہ میں ہر علاقہ کا عرف ورواج مختلف ہوا کرتا ہے، اس لئے بعض چیزیں عرف ورواج کی وجہ سے بھی مختلف ہو جاتی ہیں۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ٢٢٩٥، كتاب التجارات، باب ما للمرأة من مال زوجها.
قال شعيب الارنؤوط:
صحيح لغيره (حاشية سنن ابنِ ماجه)

[2] أجاز الفقهاء للزوجة التصدق بالشيء اليسير من بيت زوجها من غير إذنه، لحديث السيدة عائشة رضى الله عنها مرفوعا إذا أنفقت المرأة من طعام بيتها غير مفسدة كان لها أجرها بما أنفقت ولزوجها أجره بما كسب ولأن العادة السماح وطيب النفس به إلا أن يمنع رب البيت فليس لها ذلك (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٥ص ١٢٢، مادة "اطعام")

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

اللہ تعالیٰ عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالیٰ اَعْلَمُ وَ عِلْمُہٗ اَتَمّ وَاَحْکَمُ.

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وقال النووى :إعلم أنه لا بد فى العامل، وهو الخازن، وفى الزوجة والمملوک من إذن المالک فى ذلک، فإن لم يکن له إذن أصلا فلا يجوز لأحد من هؤلاء الثلاثة، بل عليهم وزر تصرفهم فى مال غيرهم بغير إذنه، والإذن ضربان .أحدهما :الإذن الصريح فى النفقة والصدقة .والثانى :الإذن المفهوم من اطراد العرف :کإعطاء السائل کسرة ونحوها مما جرت به العادة، واطراد العرف فيه، وعلم بالعرف رضى الزوج والمالک به، فإذنه فى ذلک حاصل وإن لم يتکلم، وهذا إذا علم رضاه لاطراد العرف، وعلم أن نفسه کنفوس غالب الناس فى السماحة بذلک والرضى به، فأن اضطرب العرف وشک فى رضاه أو کان شحيح النفس يشح بذلک، وعلم من حاله ذلک أو شک فيه، لم يجز للمرأة وغيرها التصدق من ماله إلا بصريح إذنه، وأما قوله صلى الله عليه وسلم، وأشار به إلى ما ذکرناه من حديث أبى هريرة آنفا فمعناه :من غير أمره الصريح فى ذلک القدر المهين، ويکون معها إذن سابق يتناول لهذا القدرلا وغيره، وذلک هو الإذن الذى قدمناه سابقا إما بالصريح وإما بالعرف، ولا بد من هذا التأويل لأنه صلى الله عليه وسلم جعل الأجر مناصفة فى رواية أبى داود، رحمه الله، فلها نصف أجره ومعلوم أنها إذا أنفقت من غير إذن صريح ولا معروف من العرف فلا أجر لها، بل عليها وزر، فتعين تأويله(عمدة القارى للعينى، ج٨ص٣٠٥، کتاب الزکاة، باب أجر المرأة إذا تصدقت أو أطعمت من بيت زوجها غير مفسدة)

www.idaraghufran.org

(فصل نمبر 14)

زوجین وسسرالی رشتوں سے متعلق مسائل واحکام

اب زوجین اور سسرالی رشتہ داروں سے متعلق چند اہم مسائل ذکر کئے جاتے ہیں۔

مسئلہ نمبر 1...... جب کسی مرد وعورت کا ایک دوسرے کے ساتھ زوجیت کا رشتہ قائم ہوجائے، تو اس کے نتیجے میں بنیادی طور پر تین قسم کے حقوق عائد ہوتے ہیں۔

ایک وہ جو کہ دونوں کے درمیان مشترک ہیں۔

دوسرے شوہر پر بیوی کے حقوق۔

تیسرے بیوی پر شوہر کے حقوق۔ [1]

زوجین پر ایک دوسرے کے مشترکہ حقوق درج ذیل ہیں:

ایک یہ کہ ایک دوسرے کے ساتھ حسنِ معاشرت اختیار کرنا۔

دوسرے یہ کہ دونوں کو ایک دوسرے سے شرعی حدود میں رہتے ہوئے لذت اور فائدہ حاصل کرنا۔

تیسرے یہ کہ دونوں کے درمیان مصاہرت کا رشتہ قائم ہوجانا، اور اس کے نتیجہ میں ہر ایک کے اصول وفروع کا دوسرے پر حرام ہوجانا۔

چوتھے یہ کہ اولاد کے نسب کا ثابت ہونا۔

---

[1] حقوق الزوجة:

إذا وقع العقد صحيحا نافذا ترتب عليه آثاره، وتنشأ به حقوق وهى ثلاثة أقسام:

حقوق واجبة للزوجة على زوجها.

حقوق مشتركة بينهما.

وحقوق واجبة للزوج على زوجته (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲۴،ص ۶۳، مادة "زوجة")

www.idaraghufran.org

پانچویں یہ کہ دونوں کے درمیان میراث کا سلسلہ قائم ہونا۔ [1]

مسئلہ نمبر 2...... زوجین کو ایک دوسرے کے ساتھ حسنِ معاشرت اور حسنِ اخلاق یا حسنِ سلوک کا برتاؤ کرنے کا حکم ہے، جس کا کم از کم درجہ یہ ہے کہ ہر ایک دوسرے کو تکلیف پہنچانے سے بچے، اور بدسلوکی اور بدزبانی وغیرہ سے اجتناب کرے، اور ہر ایک دوسرے کی ناپسندیدہ چیزوں پر صبر اور تحمل کا مظاہرہ کرے، اور ہر ایک دوسرے کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرے۔ [2]

---

[1] الحقوق المشتركة بين الزوجين هي:
حل العشرة الزوجية، واستمتاع كل منهما بالآخر فيحل للزوجة من زوجها ما يحل له منها، وتفصيل هذا الحق وحدوده ينظر في مصطلح :(عشرة).
حرمة المصاهرة، فالزوجة تحرم على آباء الزوج وأجداده وأبنائه، وفروع أبنائه وبناته، ويحرم على الزوج أمهات الزوجة وجداتها وبناتها، وبنات آبائها وبناتها، وأن يجمع بينها وبين أختها أو عمتها أو خالتها وانظر التفصيل في مصطلح :(نكاح، ومحرمات).
ثبوت التوارث بينهما بمجرد إتمام العقد وإن لم يدخل بالزوجة، والتفصيل في :(إرث).
ثبوت نسب الولد من صاحب الفراش.
حسن المعاشرة، فيجب على الرجل أن يعاشر زوجته بالمعروف، كما يجب عليها مثل ذلك لقوله تعالى :(وعاشروهن بالمعروف)(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۴، ص ۶۳، ماده زوجة)
الحقوق المشتركة بين الزوجين:
أ -المعاشرة بالمعروف:المعاشرة بالمعروف من الحقوق المشتركة بين الزوجين، فيجب على كل واحد منهما أن يعاشر صاحبه بالمعروف .وقد سبق تفصيل ذلك.
ب -الاستمتاع:من الحقوق المشتركة بين الزوجين استمتاع كل منهما بالآخر، وهذا الحق وإن كان مشتركا لكنه في جانب الرجل أقوى منه في جانب المرأة .وقد سبق تفصيل ذلك.
ج -الإرث:من الحقوق المشتركة بين الزوجين الإرث، فيرث الزوج زوجته عند وفاتها، كما ترث الزوجة زوجها عند وفاته لقوله عز وجل :(ولكم نصف ما ترك أزواجكم إن لم يكن لهن ولد فإن كان لهن ولد فلكم الربع مما تركن من بعد وصية يوصين بها أو دين ولهن الربع مما تركتم إن لم يكن لكم ولد فإن كان لكم ولد فلهن الثمن مما تركتم من بعد وصية توصون بها أو دين)(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۰، ص ۱۲۹ وص ۱۳۰، مادة "عشرة")

[2] المعاشرة بالمعروف:
ذهب المالكية والشافعية والحنابلة إلى أن المعاشرة بالمعروف واجبة على كل واحد من الزوجين، فيلزم على كل واحد من الزوجين معاشرة الآخر بالمعروف من الصحبة الجميلة، وكف الأذى، وأن

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 3...... زوجین کو ایک دوسرے کے لئے جائز زیب و زینت کا اختیار کرنا مستحب اور ثواب ہے۔

اور اگر شوہر اپنی بیوی کو جائز زینت اختیار کرنے کا حکم کرے، تو پھر بیوی پر شوہر کی خاطر جائز زینت کا اختیار کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

لا يماطل بحقه مع قدرته، ولا يظهر الكراهة لبذله، بل يبذله ببشر وطلاقة، ولا يتبعه منة ولا أذى، لأن هذا من المعروف المأمور به، لقوله تعالى (وعاشروهن بالمعروف) وقوله (ولهن مثل الذى عليهن بالمعروف) قال أبو زيد :تتقون الله فيهن كما عليهن أن يتقين الله فيكم، وقال ابن عباس رضى الله عنهما :إنى لأحب أن أتزين للمرأة كما أحب أن تتزين لى لأن الله تعالى يقول (ولهن مثل الذى عليهن بالمعروف) ، وحق الزوج عليها أعظم من حقها عليه لقوله تعالى (وللرجال عليهن درجة .

ويسن لكل واحد منهما تحسين الخلق لصاحبه، والرفق له، واحتمال أذاه لقوله تعالى (واعبدوا الله ولا تشركوا به شيئا وبالوالدين إحسانا وبذى القربى واليتامى والمساكين والجار ذى القربى والجار الجنب والصاحب بالجنب) قيل :الصاحب بالجنب هو كل واحد من الزوجين، قال ابن الجوزى :معاشرة المرأة بالتلطف لئلا تقع النفرة بين الزوجين مع إقامة هيبة الزوج لئلا تسقط حرمته عندها .

وقال الحنفية :هى أمر مندوب إليه ومستحب، قال الله تعالى (وعاشروهن بالمعروف) قيل: المعاشرة بالفضل والإحسان قولا وفعلا وخلقا، قال النبى صلى الله عليه وسلم " :خيركم خيركم لأهله، وأنا خيركم لأهلى "(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۴۱،ص ۳۱۱،مادة "نكاح")

[1] يستحب لكل من الزوجين أن يتزين للآخر؛ لقوله تعالى :(وعاشروهن بالمعروف)وقوله تعالى :(ولهن مثل الذى عليهن بالمعروف)فالمعاشرة بالمعروف حق لكل منهما على الآخر، ومن المعروف أن يتزين كل منهما للآخر، فكما يحب الزوج أن تتزين له زوجته، كذلك الحال بالنسبة لها تحب أن يتزين لها.

قال أبو زيد :تتقون الله فيهن، كما عليهن أن يتقين الله فيكم .وقال ابن عباس رضى الله عنهما :إنى لأحب أن أتزين للمرأة، كما أحب أن تتزين لى، لأن الله تعالى يقول :(ولهن مثل الذى عليهن بالمعروف) ، وحق الزوج عليها أعظم درجة من حقها؛ لقوله تعالى :(وللرجال عليهن درجة)

وكان محمد بن الحسن يلبس الثياب النفيسة، ويقول :إن لى نساء وجوارى، فأزين نفسى كى لا ينظرن إلى غيرى.

وقال أبو يوسف :يعجبنى أن تتزين لى امرأتى، كما يعجبها أن أتزين لها.

ومن الزينة فى هذا المقام :أنه إن نبت شعر غليظ للمرأة فى وجهها، كشعر الشارب واللحية،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 4...... زوجین کو ایک دوسرے سے استمتاع یعنی اپنی شہوت کو پوری کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے۔

زوجین کو ایک دوسرے کے تمام بدن کو دیکھنا اور چھونا اور آپس میں خلوت اختیار کرنا اور ایک دوسرے کے ساتھ سفر کرنا سب جائز ہے۔

اور نکاح کے بعد زوجین کو صحبت وجماع کرنا جائز ہے، بشرطیکہ حیض ونفاس اور احرام کی حالت نہ ہو، اور نہ کسی کا روزہ ہو، اور اگر کسی نے بیوی سے ''ظہار'' کیا ہو، تو کفارہ دینے سے پہلے کی حالت نہ ہو۔

اور زوجین کو ایک دوسرے سے صحبت کرنے کا مطالبہ کرنا بھی جائز ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فيجب عليها نتفه لئلا تتشبه بالرجال، فقد روت امرأة ابن أبى الصقر -وهى العالية بنت أيفع - رضى الله عنها، أنها كانت عند عائشة رضى الله عنها فسألتها امرأة فقالت :يا أم المؤمنين إن فى وجهى شعرات أفأنتفهن :أتزين بذلك لزوجي؟ فقالت عائشة :أميطى عنك الأذى، وتصنعى لزوجك كما تصنعين للزيارة، وإن أمرك فأطيعيه، وإن أقسم عليك فأبريه، ولا تأذنى فى بيته لمن يكره.

وإن نبت فى غير أماكنه فى وجه الرجل فله إزالته، حتى أجاز الحنفية للرجل الأخذ من الحاجبين إذا فحشا .

فإذا أمر الزوج زوجته بالتزين له كان التزين واجبا عليها؛ لأنه حقه؛ ولأن طاعة الزوج فى المعروف واجبة على الزوجة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١١ ص ٢٧٠، ٢٧١،مادة ''تزين'')

[1] اور میاں بیوی کو شہوت ابھارنے کے لیے ایک دوسرے کی شرم گاہ کو چھونے میں بھی حرج نہیں۔

ذهب الفقهاء إلى أنه يحل لكل من الزوجين الاستمتاع بالآخر، ولهم فى ذلك تفصيل:

نص الشافعية والحنابلة على أنه يحل لكل من الزوجين الاستمتاع بالآخر، كما يحل له النظر إلى جميع بدن صاحبه وكذا لمسه لحديث " :احفظ عورتك إلا من زوجتك أو ما ملكت يمينك "

وقال الحنفية :إن من أحكام النكاح الأصلية حل وطء الزوج لزوجه إلا فى حالة الحيض والنفاس والإحرام وفى الظهار قبل التكفير، قال تعالى (والذين هم لفروجهم حافظون) (إلا على أزواجهم أو ما ملكت أيمانهم فإنهم غير ملومين) ، وقال صلى الله عليه وسلم " :اتقوا الله فى النساء ، فإنكم أخذتموهن بأمان الله، واستحللتم فروجهن بكلمة الله وكلمة الله هى الإنكاح والتزويج، ولأن النكاح ضم وتزويج لغة فيقتضى الانضمام والازدواج، ولا يتحقق ذلك إلا بحل الوطء والاستمتاع، وحل الاستمتاع مشترك بين الزوجين، فإن المرأة كما تحل لزوجها فزوجها يحل

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر5...... مرد وعورت کا ایک دوسرے سے نکاح ہوجانے کے بعد ''حرمت مصاہرت'' کا رشتہ بھی قائم ہوجاتا ہے، اور ایک دوسرے کے بعض مخصوص رشتہ دار ایک دوسرے پر حرام ہوجاتے ہیں، اور کچھ رشتے زوجین کو ایک دوسرے سے صحبت کرنے کے بعد حرام ہوتے ہیں، جس کی تفصیل آگے مستقل عنوان کے تحت آتی ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر6...... میاں بیوی کے نکاح کے بعد جو بچہ پیدا ہوتا ہے، وہ ان میاں بیوی کی اولاد کہلاتا ہے، اور اس کا نسب والدین کی طرف منسوب ہوتا ہے، جس کے لئے بعض شرائط

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

لها، قال الله عز وجل (لا هن حل لهم ولا هم يحلون لهن)

وللزوج أن يطالبها بالوطء متى شاء إلا عند اعتراض أسباب مانعة من الوطء كالحيض والنفاس والظهار والإحرام وغير ذلک.

وللزوجة أن تطالب زوجها بالوطء ، لأن حله لها حقها، كما أن حلها له حقه، وإذا طالبته يجب على الزوج ويجبر عليه فى الحكم مرة واحدة، والزيادة على ذلک تجب فيما بينه وبين الله تعالى من باب حسن المعاشرة واستدامة النكاح فلا يجب عليه عند بعض الحنفية، وعند بعضهم يجب عليه فى الحكم.

وأضاف الكاسانى :ومن الأحكام الأصلية للنكاح الصحيح حل النظر والمس من رأسها -أى الزوجة -إلى قدميها فى حال الحياة، لأن الوطء فوق النظر والمس فكان إحلاله إحلالا للمس والنظر من طريق الأولى .

وقال المالكية :يحل لكل من الزوجين بالعقد الصحيح النظر لسائر أجزاء البدن حتى نظر الفرج، ويحل بالنكاح والملک للأنثى تمتع بغير وطء دبر (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۴۱، ص ۳۱۲، مادة '' نكاح'')

قال ابن عابدين :سأل أبو يوسف أبا حنيفة عن الرجل يمس فرج امرأته وهى تمس فرجه ليتحرک عليها هل ترى بذلک بأسا؟ قال :لا، وأرجو أن يعظم الأجر(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۳۰،ص ۱۲۴ ،مادة '' عشرة'')

[1] حرمة المصاهرة:

تحرم الزوجة على آباء الزوج وأجداده وأبنائه وفروع أبنائه وبناته، ويحرم على الزوج أمهات الزوجة وجداتها وبناتها وبنات أبنائها وإن نزلن، لأنهن من بناتها، ويحرم عليه أن يجمع بين الزوجة وأختها أو عمتها أو خالتها، كما تحرم على الرجل زوجة الأب والجد وإن علا من العصابات أو من ذوى الأرحام، وكذلک تحرم زوجة الفرع وإن سفل "(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۴۱، ص ۳۱۲،مادة ''نكاح'')

www.idaraghufran.org

بھی ہیں، ان شرائط کی تفصیل اولاد کے احکام میں ذکر کردی گئی ہے، وہاں ملاحظہ کرلی جائے۔ [1]

مسئلہ نمبر 7...... مرد وعورت کا ایک دوسرے کے ساتھ نکاح کا رشتہ قائم ہونے کے بعد اگر زوجین میں سے کوئی فوت ہوجائے، تو وہ دوسرے کا وارث شمار ہوتا ہے، بشرطیکہ وراثت سے محروم ہونے کا کوئی سبب نہ پایا جائے۔

پھر اگر کسی عورت کا شوہر فوت ہو، اور اس نے اپنی کوئی اولاد بھی چھوڑی ہو، تو بیوی کو شوہر کی میراث میں سے آٹھواں حصہ ملتا ہے، اور اگر شوہر نے اولاد نہ چھوڑی ہو، تو بیوی کو شوہر کے مال کی میراث میں سے چوتھا حصہ ملتا ہے۔

اور اگر مرد کی بیوی فوت ہو، اور اس نے اپنی کوئی اولاد چھوڑی ہو، تو شوہر کو بیوی کی میراث میں سے چوتھائی حصہ ملتا ہے، اور اگر بیوی نے اولاد نہ چھوڑی ہو، تو شوہر کو بیوی کی میراث میں سے آدھا حصہ ملتا ہے۔ [2]

آگے میاں بیوی کے ایک دوسرے سے متعلق حقوق اور احکام کا الگ الگ ذکر کیا جاتا ہے۔

(1)...... بیوی سے متعلق مسائل واحکام

زوجین سے متعلق شریعت کی طرف سے کچھ مسائل ایسے ہیں، جو شوہر سے متعلق ہیں، اور کچھ

---

[1] ثبوت نسب الولد:

يثبت نسب الولد من صاحب الفراش فى الزوجية الصحيحة بعقد النكاح متى توافرت سائر شروط ثبوت النسب، لقوله صلى الله عليه وسلم " :الولد للفراش (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۴۱، ص ۲ ۱ ۳، مادة "نكاح")

[2] الإرث:

من الحقوق المشتركة بين الزوجين التوارث، فيرث الزوج زوجته كما ترث الزوجة زوجها متى توافرت الشروط، وقد بين الله تعالى ميراث كل من الزوجين فى قوله عز وجل (ولكم نصف ما ترك أزواجكم إن لم يكن لهن ولد فإن كان لهن ولد فلكم الربع مما تركن من بعد وصية يوصين بها أو دين ولهن الربع مما تركتم إن لم يكن لكم ولد فإن كان لكم ولد فلهن الثمن مما تركتم من بعد وصية توصون بها أو دين) (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۴۱، ص ۲ ۱ ۳، مادة "نكاح")

www.idaraghufran.org

مسائل ایسے ہیں، جو بیوی سے متعلق ہیں۔

جو مسائل بیوی سے متعلق ہیں، پہلے ان کی کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے، اس کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ شوہر سے متعلق مسائل کی کچھ تفصیل ذکر کی جائے گی۔

مسئلہ نمبر 1......شوہر کے ذمہ بیوی کے کچھ حقوق تو مالی ہیں، یعنی ان کا مال سے تعلق ہے، جیسا کہ مہر اور نان ونفقہ۔

اور کچھ حقوق غیر مالی ہیں، جیسا کہ بیوی کے ساتھ حسنِ معاشرت اختیار کرنا، اور اس کو تکلیف وایذاء نہ پہنچانا، اور عدل وانصاف کا برتاؤ کرنا، خاص طور پر جبکہ کسی کی ایک سے زیادہ بیویاں ہوں، اس وقت اس چیز کا زیادہ اہتمام کرنا۔ [1]

مسئلہ نمبر 2......شوہر پر بیوی کا ایک حق یہ ہے کہ وہ بیوی کے ساتھ حسنِ معاشرت اور اچھے اخلاق کا برتاؤ کرے۔

یعنی بیوی کو ناحق تکلیف وایذاء پہنچانے اور حق تلفی کرنے سے بچے، اور اس کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرے۔ [2]

مسئلہ نمبر 3...... نکاح کے بعد شوہر پر بیوی کا مہر لازم ہوجاتا ہے، جو خوشدلی کے ساتھ

---

[1] حقوق الزوجة الخاصة بها:

للزوجة على زوجها حقوق مالية وهي :المهر، والنفقة، والسكنى، وحقوق غير مالية : كالعدل في القسم بين الزوجات، وعدم الإضرار بالزوجة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲۴، ص ۶۳ ،مادة "زوجة")

[2] يستحب للزوج تحسين خلقه مع زوجته والرفق بها، وتقديم ما يمكن تقديمه إليها مما يؤلف قلبها، لقوله تعالى :(وعاشروهن بالمعروف) وقوله :(ولهن مثل الذى عليهن بالمعروف) وفي الخبر :استوصوا بالنساء خيرا فإنما هن عوان عندكم.وقال عليه الصلاة والسلام :خياركم خياركم لنسائهم خلقا.

ومن حسن الخلق في معاملة الزوجة التلطف بها ومداعبتها.فقد جاء في الأثر :كل ما يلهو به الرجل المسلم باطل إلا رميه بقوسه، وتأديبه فرسه، وملاعبته أهله، فإنهن من الحق(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲۴، ص ۶۵، ۶۶، مادة "زوجة")

www.idaraghufran.org

عورت کو حوالہ کرنا ضروری ہوتا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 4......شوہر کے ذمہ بیوی کا نان نفقہ بھی واجب ہوتا ہے۔ [2]

اور نان نفقہ سے مراد وہ چیزیں ہیں، جن کی بیوی کو زندگی میں ضرورت ہوتی ہے، اور ظاہری اسباب کے درجہ میں انسان کی زندگی قائم رہتی ہے، مثلاً کھانا، لباس اور رہائش وغیرہ۔

اور بیوی کا نان نفقہ شوہر کے ذمہ اس صورت میں بھی واجب ہے، جبکہ عورت غریب ہو اور مالدار نہ ہو، اور اس صورت میں بھی واجب ہے، جبکہ عورت غنی و مالدار ہو۔ [3]

مسئلہ نمبر 5...... بیوی کی رہائش کا انتظام کرنا شوہر پر واجب ہے، جس میں اس کی بیوی اپنی

---

[1] من حقوق المرأة على زوجها المهر ، لقول الله تعالى :(وآتوا النساء صدقاتهن نحلة) قال إلكيا الهراسى :والنحلة هاهنا الفريضة، وهو مثل ما ذكره الله تعالى عقب ذكر المواريث :(فريضة من الله).

كما أنه لا يحل للزوج أن يأخذ من مهر زوجته شيئا إلا برضاها وطيب نفسها . لقوله تعالى :(ولا يحل لكم أن تأخذوا مما آتيتموهن شيئا)(الموسوعة الفقهية الكويتية،ج ٣٠،ص ١٢٦ و ١٢٧ ،ماده عشرة)

[2] من حقوق المرأة على زوجها النفقة .لقوله تعالى :(لينفق ذو سعة من سعته ومن قدر عليه رزقه فلينفق مما آتاه الله)ولقول النبى صلى الله عليه وسلم فاتقوا الله فى النساء ، فإنكم أخذتموهن بأمان الله، واستحللتم فروجهن بكلمة الله . . .، ولهن عليكم رزقهن وكسوتهن بالمعروف .قال ابن هبيرة :اتفقوا على وجوب نفقة الرجل على من تلزمه نفقته كالزوجة والولد الصغير والأب (الموسوعة الفقهية الكويتية،ج ٣٠،ص ١٢٧ ،مادة "عشرة")

[3] من حقوق الزوجة على زوجها :النفقة، وقد أجمع علماء الإسلام على وجوب نفقات الزوجات على أزواجهن بشروط يذكرونها فى باب النفقة .والحكمة فى وجوب النفقة لها أن المرأة محبوسة على الزوج بمقتضى عقد الزواج، ممنوعة من الخروج من بيت الزوجية إلا بإذن منه للاكتساب، فكان عليه أن ينفق عليها، وعليه كفايتها، فالنفقة مقابل الاحتباس، فمن احتبس لمنفعة غيره كالقاضى وغيره من العاملين فى المصالح العامة وجبت نفقته.

والمقصود بالنفقة توفير ما تحتاج إليه الزوجة من طعام، ومسكن، وخدمة، فتجب لها هذه الأشياء وإن كانت غنية (الموسوعة الفقهية الكويتية،ج ٢٤،ص ٦٤،وص ٦٥ مادة "زوجة")

يجب للزوجة على زوجها كل ما تقوم به حياة الإنسان :من نفقة، وكسوة، وسائر ما يحتاج إليه الإنسان فى حياته من المتاع :كالفراش، والغطاء ، وسائر الأدوات التى تحتاج إليها :كآلة الطحن، والطبخ كالقدر، وآنية الشرب، وغير ذلك مما لا يستغنى عنه الإنسان، وهو ما عبر عنه المالكية بالشورة .وهذا محل اتفاق بين الفقهاء (الموسوعة الفقهية الكويتية،ج ٢٦،ص ٢٨٦،مادة "شورة")

www.idaraghufran.org

جان مال کی حفاظت کر سکے، اور دوسرے کے عمل دخل کے بغیر پردہ داری کے ساتھ اور بے تکلفانہ زندگی گزار سکے، جس کا کم از کم درجہ یہ ہے کہ ایک ایسا کمرہ ہو، جس میں کسی اور کا عمل دخل نہ ہو، اور اس میں عورت بلا شرکتِ غیرے اٹھنا، بیٹھنا، لیٹنا وغیرہ کر سکے، کیونکہ اس کی خلاف ورزی میں زوجین اور ان کے اہلِ خانہ کے درمیان اختلاف وانتشار لازم آتا ہے۔ [1]

---

[1] اور اگر عورت ایسے گھرانے کی ہے کہ ان کے ہاں بیت الخلاء، غسل خانہ باورچی خانہ وغیرہ الگ ہوتا ہے، تو پھر عورت کی رضامندی کے بغیر کسی اور کے ساتھ ان چیزوں میں شرکت پر بیوی کو مجبور کرنا درست نہیں۔

السكنى للزوجة على زوجها واجبة، وهذا الحكم متفق عليه بين الفقهاء ؛ لأن الله تعالى جعل للمطلقة الرجعية السكنى على زوجها .قال تعالى :(أسكنوهن من حيث سكنتم من وجدكم) فوجوب السكنى للتى هى فى صلب النكاح أولى .ولأن الله تعالى أوجب المعاشرة بين الأزواج بالمعروف، قال تعالى :(وعاشروهن بالمعروف)ومن المعروف المأمور به أن يسكنها فى مسكن تأمن فيه على نفسها ومالها، كما أن الزوجة لا تستغنى عن المسكن؛ للاستتار عن العيون والاستمتاع وحفظ المتاع .فلذلك كانت السكنى حقا لها على زوجها، وهو حق ثابت بإجماع أهل العلم (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۵،ص۱۰۸ ،مادة "السكنى")

وبيت الزوجية :محل منفرد معين مختص بالزوجة، لا يشاركها أحد فى سكناه من أهل الزوج المميزين، وله غلق يخصه ومرافق سواء كانت فى البيت أو فى الدار، على ألا يشاركها فيها أحد إلا برضاها .وهذا فى غير الفقراء الذين يشتركون فى بعض المرافق (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۸،ص۲۳۵ ،مادة "بيت")

(قوله ومفاده لزوم كنيف ومطبخ) أى بيت الخلاء وموضع الطبخ بأن يكونا داخل البيت أو فى الدار لا يشاركها فيهما أحد من أهل الدار (رد المحتار، ج۳، ص ۶۰۰، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب فى مسكن الزوجة)

-للزوجة حق الانفراد بمسكن خاص بها له غلق ومرافق،ولو كان فى دار واحدة، وتسكن ضرتها فى جزء مستقل منه .وكذلك أهل زوجها، وليس للزوجة أن تمنع طفل زوجها غير المميز من السكنى معهما وهذا عند جمهور الفقهاء (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۷،ص ۲۴ ،مادة "انفراد")

فالجمع بين الأبوين والزوجة فى مسكن واحد لا يجوز (وكذا غيرهما من الأقارب) ولذلك يكون للزوجة الامتناع عن السكنى مع واحد منهما؛ لأن الانفراد بمسكن تأمن فيه على نفسها ومالها حقها، وليس لأحد جبرها على ذلك .وهذا مذهب جمهور الفقهاء من الحنفية والشافعية والحنابلة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۵،ص ۱۰۹ ،مادة "السكنى")

(خال عن أهله) أى الزوج (وأهلها) أى محرم الزوجة؛ لأنهما يتضرران بالسكنى مع الناس إذ لا يأمنان على متاعهما ويمنعهما من الاستمتاع والمعاشرة إلا أن ترضى هى بأهله أو يرضى هو بأهلها(مجمع الأنهر فى شرح ملتقى الأبحر، ج ۱ ،ص ۴۹۳، كتاب النكاح، باب النفقة)

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 6......عورت کے بیمار ہونے پر علاج ومعالجہ اور دوا وغیرہ کے اخراجات شرعاً شوہر کے ذمہ لازم نہیں، البتہ حسنِ اخلاق اور حسنِ معاشرت کی رُو سے اگر شوہر کو عذر نہ ہو، تو اس میں شوہر کا تعاون کرنا باعثِ اجر وثواب ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 7......اگر میاں بیوی دونوں مالدار ہوں، تو بیوی کا نان نفقہ مالداروں والا واجب ہوگا، اور اگر دونوں غریب ہوں، تو غریبوں والا نان نفقہ واجب ہوگا۔

اور اگر ایک مالدار اور دوسرا غریب ہو، تو اس میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے، بعض فقہائے

---

[1] البتہ بعض حضرات موجودہ عرف ورواج کے پیشِ نظر علاج ومعالجہ اور دوا کے اخراجات شوہر کے ذمہ ہونے کے قائل ہیں۔

ذهب الفقهاء إلى عدم وجوب ثمن الدواء وعدم وجوب أجرة الطبيب على الزوج مستندين فى ذلک إلى قوله تعالى :(لينفق ذو سعة من سعته ومن قدر عليه رزقه فلينفق مما آتاه الله .

موجهين استدلالهم بأن الله عز وجل ألزم الزوج بالنفقة المستمرة على زوجته، وليست نفقة العلاج داخلة تحتها؛ لأنها من الأمور العارضة 3)).

ولأن شراء الأدوية وأجرة الطبيب إنما تراد لإصلاح الجسم، فلا تلزم الزوج (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۴۱، ص ۴۳، مادة "نفقة")

نفقات العلاج :قرر فقهاء المذاهب الأربعة 2)) أن الزوج لا يجب عليه أجور التداوى للمرأة المريضة من أجرة طبيب وحاجم وفاصد وثمن دواء ، وإنما تكون النفقة فى مالها إن كان لها مال، وإن لم يكن لها مال، وجبت النفقة على من تلزمه نفقتها؛ لأن التداوى لحفظ أصل الجسم، فلا يجب على مستحق المنفعة، كعمارة الدار المستأجرة، تجب على المالک لا على المستأجر، وكما لا تجب الفاكهة لغير أدم.

ويظهر لدى أن المداواة لم تكن فى الماضى حاجة أساسية، فلا يحتاج الإنسان غالباً إلى العلاج؛ لأنه يلتزم قواعد الصحة والوقاية، فاجتهاد الفقهاء مبنى على عرف قائم فى عصرهم .أما الآن فقد أصبحت الحاجة إلى العلاج كالحاجة إلى الطعام والغذاء ، بل أهم؛ لأن المريض يفضل غالباً ما يتداوى به على كل شيء ، وهل يمكنه تناول الطعام وهو يشكو ويتوجع من الآلام والأوجاع التى تبرح به وتجهده وتهدده بالموت؟ !لذا فإنى أرى وجوب نفقة الدواء على الزوج كغيرها من النفقات الضرورية، ومثل وجوب نفقة الدواء اللازم للولد على الوالد بالإجماع، وهل من حسن العشرة أن يستمتع الزوج بزوجته حال الصحة، ثم يردها إلى أهلها لمعالجتها حال المرض؟ .!وأخذ القانون المصرى (م 100) لسنة 1985م برأى فى الفقه المالكى أن النفقة الواجبة للزوجة تشمل الغذاء والكسوة والمسكن ومصاريف العلاج وغير ذلک بمايقضى به الشرع وأخذت المحاكم بهذا (الفقه الاسلامى و ادلته للزحيلى، ج ۱۰، ص ۷۳۸۰ و ۷۳۸۱، القسم السادس، الباب الثالث، الفصل الخامس، المبحث الاول، المسالة الثالثة: الزوجة المريضة)

www.idaraghufran.org

کرام کے نزدیک اس صورت میں شوہر کی حالت کے اعتبار سے نان نفقہ واجب ہوگا، اور بعض حضرات کے نزدیک بیوی کی حالت کے اعتبار سے نان نفقہ واجب ہوگا، اور بعض حضرات کے نزدیک دونوں کی حالت کا اعتبار کرتے ہوئے نان نفقہ واجب ہوگا، یعنی شوہر کی حیثیت واستطاعت کی حالت بھی ملحوظ رکھی جائے گی، اور بیوی کی حیثیت بھی ملحوظ رکھی جائے گی، اور دونوں کی حالت کا اعتبار کرتے ہوئے نان ونفقہ واجب ہوگا، بعض حنفیہ کا فتویٰ اسی پر ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 8...... اگر کسی بیوی کو شوہر کے گھر سے باہر نکلنے کے بعد تنہا رہنے سے وحشت ہوتی ہو، اور اُسے اپنی جان ومال کا خوف لاحق ہوتا ہو، مثلاً گھر اس طرح کے وحشت ناک علاقہ میں واقع ہو، تو شوہر پر اس کی وحشت کو دور کرنے کا انتظام کرنا واجب ہے۔ [2]

---

[1] ذهب جمهور الفقهاء إلى أن الزوجين إذا كانا موسرين فللزوجة نفقة الموسرين، وإن كانا معسرين فللزوجة نفقة المعسرين .

أما لو اختلفت حالة الزوجين يسارا أو إعسارا، بأن كان الزوج موسرا والزوجة معسرة مثلا، أو العكس، ولم يتفقا على نفقة معينة، فقد اختلف الفقهاء فيمن يراعى ويعتبر حاله فى تقدير النفقة على ثلاثة أقوال:

القول الأول :المعتبر حال الزوج يسارا أو إعسارا .وإليه ذهب بعض الحنفية فى ظاهر الرواية ، وبه قال الشافعية......

القول الثانى :المعتبر حال الزوجة، وإليه ذهب بعض الحنفية ....

القول الثالث :المعتبر حالهما معا، وإليه ذهب بعض الحنفية وعليه الفتوى عندهم ، وهو المعتمد عند المالكية، وبه قال الحنابلة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۴۱ ص ۴۱، ۴۲، ملخصاً،مادة "نفقة")

[2] سكنى المؤنسة:

المؤنسة عند الفقهاء :هى التى تؤنس الزوجة إذا خرج الزوج ولم يكن عندها أحد .

والمؤنسة واجبة للزوجة على زوجها عندما تدعو الحاجة إلى ذلك، كخوف مكانها أو خوفها على نفسها من عدو يتربص بها.

هذا ما ذهب إليه الحنفية فى المشهور عندهم والحنابلة .ويستدلون على ذلك بأن إلزام الزوجة بالإقامة بمكان لا تأمن فيه على نفسها، ولا يوجد معها فيه مؤنس من المضارة المنهى عنها، لقوله تعالى :(ولا تضاروهن لتضيقوا عليهن) كما أنه ليس معه المعاشرة بالمعروف المأمور بها بقوله تعالى :(وعاشروهن بالمعروف)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 9......بعض فقہائے کرام کے نزدیک عام حالات میں بیوی پر شوہر کے گھر کے ضروری کام کرنا واجب ہے، لیکن اگر بیوی کو گھر کے کام وکاج مثلاً کھانے پکانے، گھر کی صفائی کرنے اور کپڑے دھونے میں دشواری ہو، مثلاً کام کاج زیادہ ہو، یا عورت بیمار یا کمزور ہو، یا عورت ایسے گھرانہ کی ہو کہ وہ کام اس کی شان کے لائق نہ ہو، اور عورت کام کاج سے معذرت کرے، تو شوہر کے ذمہ اس کے لئے خدمت گار کا یا اس کام کو کسی دوسرے ذریعہ سے انجام دلانے کا انتظام کرنا واجب ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وحمل صاحب هذا القول من الحنفية قول من قال بعدم اللزوم على ما إذا أسكنها بين جيران صالحين، وعلى عدم الاستيحاش.

قال الشرنبلالي :قال في النهر :لم نجد من كلامهم ذكر المؤنسة، إلا أنه يسكنها بين قوم صالحين بحيث لا تستوحش .وهذا ظاهر من وجوبها فيما إذا كان البيت خاليا من الجيران، ولا سيما إذا كانت تخشى على عقلها من سعته والمقرر عند الشافعية وبه قال بعض الحنفية، أن المؤنسة ليست بلازمة على الزوج(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۵، ص ۱۱۲، مادة "السكنى")

[1] اور میاں بیوی پر اس کے شوہر کے والدین یا بہن بھائیوں کی خدمت کرنا شرعاً واجب نہیں، والدین کی خدمت کی ذمہ داری شوہر پر ہے، جس کی تفصیل والدین سے متعلق مسائل واحکام میں ذکر کردی گئی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ بیوی پر اس کے سسرال والوں کی خدمت اور ان کے کام کو ضروری سمجھنا درست نہیں، اور اس کے لئے عورت پر دباؤ ڈالنا یا ظلم کرنا، تو کسی طرح سے بھی جائز نہیں، البتہ وہ خود خوش دلی سے جائز خدمت یا کام کاج کرے، تو اس کے لئے باعثِ اجر وثواب ہے۔ محمد رضوان۔

ليس على المرأة خدمة زوجها من العجن، والخبز، والطبخ ونحو ذلك؛ لأن المعقود عليه من جهتها هو الاستمتاع فلا يلزمها ما سواه، هذا ما ذهب إليه الجمهور .

وقال المالكية :على الزوجة الخدمة الباطنة من عجن وكنس، وفرش، واستقاء ماء من الدار، أو من الصحراء إن كانت عادة بلدها كذلك -إلا أن تكون من الأشراف الذين لا يمتهنون نساء هم، فيجب عليه حينئذ إخدامها.

ولا يلزمها الاكتساب كالغزل والنسيج، وأما غسل الثياب وخياطتها فينبغي فيه اتباع العرف (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۴، ص ۵۹، مادة "زوج")

من حق الزوجة على زوجها إخدامها؛ لأنه من المعاشرة بالمعروف،؛ ولأنه مما يحتاج إليه على الدوام(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۰، ص ۱۲۹، مادة "عشرة")

ذهب جمهور الفقهاء إلى أنه يجب على الزوج إخدام زوجته التي لا يليق بها خدمة نفسها بأن كانت تخدم في بيت أبيها، أو كانت من ذوي الأقدار، لكون هذا من حقها في المعاشرة بالمعروف

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن عورت کے ساتھ گھر میں خدمت گار مقرر کرنے کی صورت میں نامحرم مرد کے بجائے ضروری ہے کہ وہ یا تو کوئی خاتون ہو، یا سمجھدار بچہ ہو، یا عورت کا کوئی محرم مرد ہو۔ [1]

مسئلہ نمبر 10......عورت کا نان نفقہ اور ضروریات کا انتظام اس کے شوہر کے ذمہ ہے، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، اور عورت کے ذمہ اصل کام یہ ہے کہ وہ شوہر کے گھر اور بچوں کی دیکھ بھال اور ان کی تربیت کرے۔

لیکن اگر عورت کسی ضرورت کی وجہ سے کوئی جائز پیشہ یا کاروبار یا ملازمت اختیار کرے، یا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ المأمور بها فى قوله تعالى :(وعاشروهن بالمعروف) ولأن هذا من كفايتها ومما يحتاج إليه فى الدوام فأشبه النفقة.

كما اتفقوا على أن الإخدام يجب على الزوج للزوجة المريضة، والمصابة بعاهة لا تستطيع معها خدمة نفسها، وإن كانت ممن لا يخدم مثلها؛ لأن مثل هذه لا تستغنى عن الخدمة.

والمالكية أيضا يرون وجوب إخدام الزوج زوجته، لكن قالوا :يجب عليه ذلك إن كان الزوج ذا سعة وهى ذات قدر ليس شأنها الخدمة، أو كان هو ذا قدر تزرى خدمة زوجته به.

وقال الحنفية :إذا امتنعت المرأة عن الطحن والخبز، إن كانت ممن لا يخدم، أو كان بها علة فعليه أن يأتيها بطعام مهيأ، وإلا بأن كانت ممن تخدم نفسها وتقدر على ذلك لا يجب عليه، ولا يجوز لها أخذ الأجرة على ذلك، لوجوبه عليها ديانة ولو شريفة، لأنه عليه الصلاة والسلام قسم الأعمال بين على وفاطمة، فجعل أعمال الخارج على على رضى الله عنه والداخل على فاطمة رضى الله عنها مع أنها سيدة نساء العالمين فإن كان لها خادم فعلى الزوج نفقته(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱۹ ص ۳۹، ۴۰، مادة "خدمة")

فلا يجب عليها خدمة زوجها فى الخبز والطحن والطبخ والغسل وغيرها من الخدمات، وعليه أن يأتيها بطعام مهيأ إن كانت ممن لا تخدم نفسها؛ لأن المعقود عليه من جهتها هو الاستمتاع فلا يلزمها ما سواه، لكن لا يجوز لمن تخدم نفسها وتقدر على الخدمة أخذ الأجرة على عمل البيت، لوجوبه عليها ديانة، حتى ولو كانت شريفة (الفقه الاسلامى و ادلته للزحيلى، ج۹، ص ۶۸۵۰، القسم السادس، الباب الاول، الفصل السابع، المبحث الثانى حقوق الزوج)

ولا تجبر المرأة على الطبخ والخبز إذا امتنعت، ويأتيها بمن يخبز ويطبخ، لأن الواجب عليه الطعام، قالوا :وهذا إذا كانت لا تقدر على ذلك، أو كانت من بنات الأشراف، وإن كانت تقدر وتخدم نفسها تجبر عليه لأنها متعنتة (الاختيار لتعليل المختار، ج۴، ص ۵، كتاب الطلاق، باب النفقة)

[1] ذهب الفقهاء إلى أنه يجب أن يكون الخادم إما امرأة مسلمة حرة كانت أو أمة، أو صبيا مميزا لم يبلغ الحلم، أو محرما للزوجة المخدومة، أو ممسوحا فلا يجوز أن يكون رجلا كبيرا ممن لا يحل له النظر إليها؛ لأن الخادم يلزم المخدوم فى غالب أحواله فلا يسلم من النظر(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱۹ ص ۴۲، مادة "خدمة")

وأيضا فإن الذمية لا تتعفف من النجاسة.م.ر

www.idaraghufran.org

کسی ضرورت مثلاً ضروری چیز کی خریداری کی وجہ سے گھر سے باہر نکلے، تو اس کی بعض شرائط کے ساتھ اجازت ہے۔

اس صورت میں عورت کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایک تو جائز کام کرے، جس میں کوئی گناہ شامل نہ ہو، مثلاً گانا بجانا وغیرہ شامل نہ ہو۔

اور دوسرے یہ کہ وہ جو کام کرے، اس میں اجنبی اور نامحرم لوگوں کے ساتھ خلوت اور تنہائی و یکجائی اختیار نہ کرے۔

تیسرے یہ کہ وہ کام کاج کے لئے بے محابا اور زیب وزینت اختیار کر کے نہ نکلے۔

اور اس طرح کی جائز کمائی خالص عورت کی ملکیت ہے۔ [1]

---

[1] اور ملحوظ رہے کہ عورت کو عام حالات میں تو حتی الامکان چہرہ کا پردہ کرنا ہی سلامتی وعافیت کا باعث ہے، لیکن بوقتِ ضرورت اور بقدرِ ضرورت چہرہ اور کفین کھولنے کی اجازت ہے، جس کی تفصیل آگے رشتہ داروں سے متعلق متفرق احکام کے ذیل میں آتی ہے۔

الأصل أن وظيفة المرأة الأولى هي إدارة بيتها ورعاية أسرتها وتربية أبنائها وحسن تبعلها، يقول النبي صلى الله عليه وسلم :المرأة راعية في بيت زوجها ومسئولة عن رعيتها .وهي غير مطالبة بالإنفاق على نفسها، فنفقتها واجبة على أبيها أو زوجها؛ لذلك كان مجال عملها هو البيت، وعملها في البيت يساوي عمل المجاهدين .

ومع ذلك فالإسلام لا يمنع المرأة من العمل فلها أن تبيع وتشتري، وأن توكل غيرها، ويوكلها غيرها، وأن تتاجر بمالها، وليس لأحد منعها من ذلك ما دامت مراعية أحكام الشرع وآدابه، ولذلك أبيح لها كشف وجهها وكفيها، قال الفقهاء :لأن الحاجة تدعو إلى إبراز الوجه للبيع والشراء ، وإلى إبراز الكف للأخذ والإعطاء .

وفي الاختيار :لا ينظر الرجل إلى الحرة الأجنبية إلا إلى الوجه والكفين. .؛ لأن في ذلك ضرورة للأخذ والإعطاء ومعرفة وجهها عند المعاملة مع الأجانب؛ لإقامة معاشها ومعادها لعدم من يقوم بأسباب معاشها .

والنصوص الدالة على جواز عمل المرأة كثيرة، والذي يمكن استخلاصه منها، أن للمرأة الحق في العمل بشرط إذن الزوج للخروج، إن استدعى عملها الخروج وكانت ذات زوج، ويسقط حقه في الإذن إذا امتنع عن الإنفاق عليها.

جاء في نهاية المحتاج :إذا أعسر الزوج بالنفقة وتحقق الإعسار فالأظهر إمهاله ثلاثة أيام، ولها

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 11......شوہر اگر اپنی بیوی کی تبرعاً یعنی اپنی خوش دلی کے ساتھ خدمت کرے،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الفسخ صبيحة الرابع، وللزوجة -وإن كانت غنية -الخروج زمن المهلة نهارا لتحصيل النفقة بنحو كسب، وليس له منعها لأن المنع فى مقابل النفقة .

وفى منتهى الإرادات :إذا أعسر الزوج بالنفقة خيرت الزوجة بين الفسخ وبين المقام معه مع منع نفسها، فإن لم تمنع نفسها منه ومكنته من الاستمتاع بها فلا يمنعها تكسبا، ولا يحبسها مع عسرته إذا لم تفسخ لأنه إضرار بها وسواء كانت غنية أو فقيرة؛ لأنه إنما يملك حبسها إذا كفاها المؤنة وأغناها عما لا بد لها منه .

وكذلك إذا كان العمل من فروض الكفايات .جاء فى فتح القدير :إن كانت المرأة قابلة، أو كان لها حق على آخر، أو لآخر عليها حق تخرج بالإذن وبغير الإذن، ومثل ذلك فى حاشية سعدى جلبى عن مجموع النوازل.إلا أن ابن عابدين بعد أن نقل ما فى الفتح قال :وفى البحر عن الخانية تقييد خروجها بالإذن؛ لأن حقه مقدم على فرض الكفاية .

هذا، وإذا كان لها مال فلها أن تتاجر به مع غيرها، كأن تشاركه أو تدفعه مضاربة دون إذن من أحد .

جاء فى جواهر الإكليل :قراض الزوجة أى دفعها مالا لمن يتجر فيه ببعض ربحه، فلا يحجر عليها فيه اتفاقا؛ لأنه من التجارة .

ثم إنها لو عملت مع الزوج كان كسبها لها .جاء فى الفتاوى البزازية :أفتى القاضى الإمام فى زوجين سعيا وحصلا أموالا أنها له؛ لأنها معينة له، إلا إذا كان لها كسب على حدة فلها ذلك .وفى الفتاوى :امرأة معلمة، يعينها الزوج أحيانا فالحاصل لها، وفى التقاط السنبلة إذا التقطا فهو بينهما أنصافا .

كما أن للأب أن يوجه ابنته للعمل :جاء فى حاشية ابن عابدين :للأب أن يدفع ابنته لامرأة تعلمها حرفة كتطريز وخياطة .

وإذا عملت المرأة فيجب أن يكون فى حدود لا تتنافى مع ما يجب من صيانة العرض والعفاف والشرف .ويمكن تحديد ذلك بما يأتى:

ا ــ :ألا يكون العمل معصية كالغناء واللهو، وألا يكون معيبا مزريا تعير به أسرتها .جاء فى البدائع والفتاوى الهندية :إذا آجرت المرأة نفسها بما يعاب به كان لأهلها أن يخرجوها من تلك الإجارة، وفى المثل السائر :تجوع الحرة ولا تأكل بثدييها، وعن محمد رحمه الله تعالى فى امرأة نائحة أو صاحب طبل أو مزمار اكتسب مالا فهو معصية .

٢ ــ :ألا يكون عملها مما يكون فيه خلوة بأجنبى .جاء فى البدائع :كره أبو حنيفة استخدام المرأة والاختلاء بها؛ لما قد يؤدى إلى الفتنة، وهو قول أبى يوسف ومحمد، أما الخلوة؛ فلأن الخلوة بالأجنبية معصية، وأما الاستخدام؛ فلأنه لا يؤمن معه الاطلاع عليها والوقوع فى المعصية .

وقد قال النبى صلى الله عليه وسلم :لا يخلون رجل بامرأة إلا كان الشيطان ثالثهما ولأنه لا يؤمن مع الخلوة مواقعة المحظور .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

بالخصوص جبکہ وہ ضرورت مند یا بیمار ہو، تو اس میں کوئی گناہ کی بات نہیں ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 12...... حنفیہ سمیت اکثر فقہائے کرام کے نزدیک شوہر کے ذمہ واجب ہے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ وقتاً فوقتاً صحبت کیا کرے، تاکہ وہ پاکدامن رہے۔

اور اسی وجہ سے بیوی کو شوہر سے صحبت کا مطالبہ کرنا جائز ہے اور اگر بیوی صحبت کا مطالبہ کرے، اور شوہر کو کوئی معقول عذر نہ ہو، تو بیوی کا مطالبہ پورا کرنا شوہر کے ذمہ دیانۃً واجب ہے، جبکہ بعض فقہائے کرام کے نزدیک شوہر کو اگر عذر نہ ہو، تو اس کے ذمہ بیوی سے چار مہینے میں ایک مرتبہ صحبت کرنا واجب ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

۳۔ :ألا تخرج لعملها متبرجة متزينة بما يثير الفتنة، قال ابن عابدين :وحيث أبحنا لها الخروج فإنما يباح بشرط عدم الزينة وتغيير الهيئة إلى ما يكون داعية لنظر الرجال والاستمالة، قال الله تعالى : (ولا تبرجن تبرج الجاهلية الأولى)وقال تعالى :(ولا يبدين زينتهن إلا ما ظهر منها)وفي الحديث: الرافلة في الزينة في غير أهلها كمثل ظلمة يوم القيامة لا نور لها(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۷،ص ۸۴،مادة " أنوثة")

[1] اور بعض لوگ جو یہ کہا کرتے ہیں کہ اگر شوہر اپنی بیوی کی خدمت کرے، تو اس سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے، تو اس کی کوئی حقیقت نہیں، بلکہ یہ بات کم علمی اور ناواقفیت پر مبنی ہے۔ محمد رضوان۔

وبالنسبة لخدمة الزوج زوجته، فقد ذهب جمهور الفقهاء من المالكية والشافعية والحنابلة إلى جواز خدمة الرجل الحر لزوجته ولها أن تقبل منه ذلك.

وذهب الحنفية إلى أنه يحرم على الزوجة استخدام زوجها الحر بجعله خدمته لها مهرا، أما لو تزوجها على أن يرعى غنمها سنة أو يزرع أرضها فتسمية المهر صحيحة .

وتجوز خدمته لها تطوعا :وقال الكاساني :لو استأجرت المرأة زوجها ليخدمها في البيت بأجر مسمى فهو جائز؛ لأن خدمة البيت غير واجبة على الزوج، فكان هذا استئجارا على أمر غير واجب على الأجير(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱۹ ص ۴۴،۴۵، مادة "خدمة")

[2] وقد ذهب جمهور الفقهاء :الحنفية والمالكية والحنابلة -إلى أنه يجب على الزوج أن يطأ زوجته .وذهب الشافعية إلى عدم وجوب الوطء على الزوج وإنما هو سنة في حقه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۰،ص۱۲۷ وص۱۲۸ ، مادة " عشرة")

وللزوجة أن تطالب زوجها بالوطء ، لأن حله لها حقها، كما أن حلها له حقه، وإذا طالبته يجب على الزوج ويجبر عليه في الحكم مرة واحدة، والزيادة على ذلك تجب فيما بينه وبين الله تعالى من باب حسن المعاشرة واستدامة النكاح فلا يجب عليه عند بعض الحنفية، وعند بعضهم يجب عليه في الحكم(الموسوعة الفقهية الكويتية،ج۴۱،ص۳۱۲،مادة"نكاح")

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 13...... جمہور فقہائے کرام کے نزدیک شوہر کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی بیوی کو ایسی چیز کھانے پینے سے منع کرے، جس سے منہ میں بدبو پیدا ہوتی ہو، اور شوہر کو اس سے کراہیت آتی ہو، مثلاً کچا پیاز، لہسن وغیرہ اور سگریٹ نوشی اور نسوار وغیرہ۔ [1]

مسئلہ نمبر 14...... اگر کوئی شخص ضرورت کی وجہ سے اپنی بیوی کے بغیر سفر میں جائے، تو اس کے لئے مستحب ہے کہ وہ جلد از جلد بیوی کے پاس واپس لوٹ آئے۔

اور بعض فقہائے کرام کے نزدیک بغیر شدید عذر کے چار ماہ سے زیادہ بیوی سے دور اور جدا

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

قال الحنفية :للزوجة أن تطالب زوجها بالوطء ؛ لأن حله لها حقها، كما أن حلها له حقه، وإذا طالبته يجب على الزوج.

وقال المالكية:الجماع واجب على الرجل للمرأة إذا انتفى العذر.

وقال الشافعية:ولا يجب عليه الاستمتاع إلا مرة؛ لأنه حق له، فجاز له تركه كسكنى الدار المستأجرة، ولأن الداعي إلى الاستمتاع الشهوة والمحبة، فلا يمكن إيجابه، والمستحب ألا يعطلها، لقول رسول الله صلّى الله عليه وسلم لعبد الله بن عمرو بن العاص :أتصوم النهار؟ قلت : نعم، قال :وتقوم الليل؟ قلت :نعم، قال :لكني أصوم وأفطر، وأصلي وأنام، وأمسّ النساء ، فمن رغب عن سنتي فليس مني ولأنه إذا عطلها لم يأمن الفساد ووقع الشقاق.

وقال الحنابلة:يجب على الزوج أن يطأ الزوجة في كل أربعة أشهر مرة إن لم يكن عذر؛ لأنه لو لم يكن واجباً لم يصر باليمين (أي يمين الإيلاء) على تركه واجباً كسائر ما لا يجب، ولأن النكاح شرع لمصلحة الزوجين، ودفع الضرر عنهما، وهو مفض إلى دفع ضرر الشهوة من المرأة، كإفضائه إلى دفعه عن الرجل، فيكون الوطء حقاً لهما جميعاً، ولأنه لو لم يكن لها فيه حق لما وجب استئذانها في العزل .فإن أبى الرجل الوطء بعد انقضاء الأربعة الأشهر، أو أبى البيتوتة في ليلة من أربع ليال للحرة، حتى مضت الأربعة الأشهر بلا عذر لأحدهما، فرّق بينهما بطلبهما، كمن حلف يمين الإيلاء ، وكما لو منع النفقة وتعذرت عليها من قبله، ولو كان ذلك قبل الدخول بالمرأة.

والخلاصة :أن الجمهور يوجبون الوطء على الرجل وإعفاف المرأة، والشافعية لا يوجبونه إلا مرة واحدة، والرأي الأول أرجح(الفقه الاسلامی وادلتهٗ للزحيلی، ج۹ ص ۶۵۹۹،حكم الاستمتاع او هل الوطء واجب؟،الزواج وآثاره)

[1] يرى جمهور الفقهاء (الحنفية والمالكية وأحد وجهين عند الشافعية والحنابلة) أن للزوج منع زوجته من كل ما له رائحة كريهة، كالبصل والثوم، ومن ذلك شرب الدخان المعروف؛ لأن رائحته تمنع كمال الاستمتاع، خصوصا إذا كان الزوج لا يشربه.

والوجه الثاني عند الشافعية والحنابلة :أنه ليس له منعها من ذلك لأنه لا يمنع الوطء (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱۰، ص ۱۱۲، مادة "تبغ")

www.idaraghufran.org

رہنا نامناسب اور مکروہ ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 15......شوہر پر بیوی کا یہ بھی حق ہے کہ اگر وہ سفر کرے، اور کوئی عذر نہ ہو، تو بیوی کو بھی سفر میں اپنے ساتھ لے جائے۔ [2]

مسئلہ نمبر 16......شوہر کو اپنی بیوی کے ساتھ رہنے سہنے کے عبادت اور مستحب ہونے میں تو کوئی شبہ نہیں، اور اس پر اکثر فقہائے کرام کا اتفاق ہے۔

البتہ شوہر کو بیوی کے پاس رات گزارنا واجب ہے یا نہیں؟ اس بارے میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے۔

حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک شوہر کو بیوی کے ساتھ رات گزارنا واجب ہے، البتہ حنفیہ کے نزدیک ہر رات گزارنا واجب نہیں، بلکہ کبھی کبھی رات گزارنا واجب ہے، بشرطیکہ اتنا طویل وقفہ نہ ہو کہ جس کی وجہ سے بیوی کو معطّل چھوڑنا لازم آئے۔

جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے مروی ایک روایت کے مطابق جب تک کوئی معقول عذر نہ ہو،

---

[1] للزوجة حق فى الوطء فى الجملة، وفى مؤانسة زوجها لها، ولذلک يستحب لمن كان مسافرا التعجيل بالرجوع إلى أهله بعد قضاء حاجته، لما روى أبو هريرة رضى الله عنه أن النبى صلى الله عليه وسلم قال :السفر قطعة من العذاب يمنع أحدكم طعامه وشرابه ونومه، فإذا قضى نهمته فليعجل إلى أهله وفى رواية :فليعجل الرجوع إلى أهله .

قال ابن حجر :وفى الحديث :كراهة التغرب عن الأهل لغير حاجة، واستحباب استعجال الرجوع، ولا سيما من يخشى عليهم الضيعة بالغيبة.

ولذلک يكره أن يغيب الرجل فى سفره أكثر من أربعة أشهر من غير عذر (أى أكثر من مدة الإيلاء)ويؤيد ذلک أن عمر رضى الله عنه سأل حفصة :كم تصبر المرأة عن الرجل؟ فقالت :أربعة أشهر، فأمر أمراء الأجناد أن لا يتخلف المتزوج عن أهله أكثر منها عنها، قال ابن عابدين :ولو لم يكن فى هذه المدة زيادة مضارة بها لما شرع الله تعالى الفراق بالإيلاء منها، وفى رواية أن حفصة قالت :خمسة أشهر أو ستة أشهر، وأن عمر وقت للناس فى مغازيهم ستة أشهر يرجعون بعدها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۲،ص۱۴۴،مادة "رجوع")

[2] من حق الزوج على زوجته السفر والانتقال بها من بلد إلى بلد؛ لأن النبى صلى الله عليه وسلم وأصحابه كانوا يسافرون بنسائهم.

واشترط الحنفية للسفر بالزوجة أن يكون الزوج مأمونا عليها(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۰، ص۱۲۶،مادة "عشرة")

www.idaraghufran.org

چار راتوں میں سے ایک رات عورت کے پاس گزارنا واجب ہے۔ [1]

اور حنابلہ کے نزدیک بہر حال چار راتوں میں سے ایک رات بیوی کے پاس گزارنا واجب ہے، بشرطیکہ کوئی عذر نہ ہو۔

اور مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک شوہر کو بیوی کے پاس رات گزارنا واجب تو نہیں، البتہ سنت ومستحب ہے، بشرطیکہ بیوی کو معطل چھوڑ دینا لازم نہ آئے۔ [2]

---

[1] فذهب الحنفية والحنابلة إلى أنه يجب على الزوج أن يبيت عند زوجته، واختلفوا فى تقديره، فذهب الحنفية إلى عدم تقديره وإنما يجب على الزوج البيات عند زوجته أحيانا من غير توقيت.

قال ابن عابدين :وإذا تشاغل الزوج عن زوجته بالعبادة أو غيرها فظاهر المذهب أنه لا يتعين مقدار بل يؤمر أن يبيت معها ويصحبها أحيانا من غير توقيت، واختار الطحاوى أن لها يوما وليلة من كل أربع ليال وباقيها له؛ لأن له أن يسقط حقها فى الثلاث بتزوج ثلاث حرائر، وإن كانت الزوجة أمة فلها يوم وليلة من كل سبع، وهذه رواية الحسن عن أبى حنيفة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٠،ص١٢٨ و ١٢٩ ،مادة " عشرة "البيات عند الزوجة)

فأما إذا لم تكن له إلا امرأة واحدة فتشاغل عنها بالعبادة أو السرارى، اختار الطحاوى رواية الحسن عن أبى حنيفة أن لها يوما وليلة من كل أربع ليال، وباقيها له، لأن له أن يسقط حقها فى الثلاث بتزوج ثلاث حرائر، أما إن كانت الزوجة أمة فلها يوم وليلة فى كل سبع، وظاهر المذهب أن لا يتعين مقدار بل يؤمر أن يبيت معها ويصحبها أحيانا من غير توقيت(مرقاة المفاتيح، ج٥ص٢١١٥، كتاب النكاح، باب القسم، الفصل الاول)

(قوله ويؤمر المتعبد إلخ) فى الفتح :فأما إذا لم يكن له إلا امرأة واحدة فتشاغل عنها بالعبادة أو السرارى اختار الطحاوى رواية الحسن عن أبى حنيفة أن لها يوما وليلة من كل أربع ليال وباقيها له لأن له أن يسقط حقها فى الثلاث بتزوج ثلاث حرائر، وإن كانت الزوجة أمة فلها يوم وليلة فى كل سبع .وظاهر المذهب أن لا يتعين مقدار لأن القسم معنى نسبى وإيجابه طلب إيجاده وهو يتوقف على وجود المنتسبين فلا يطلب قبل تصوره، بل يؤمر أن يبيت معها ويصحبها أحيانا من غير توقيت .اهـ ونقل فى النهر عن البدائع أن ما رواه الحسن هو قول الإمام أولا ثم رجع عنه وأنه ليس بشىء (رد المحتار على الدر المختار، ج٣، ص٢٠٣، كتاب النكاح، باب القسم بين الزوجات)

[2] مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ جو لوگ اپنی بیویوں کو چھوڑ کر لمبا عرصہ تک دور رہتے ہیں، اور سالہا سال تک بیوی کے پاس نہیں رہتے، یہ ظلم و ناانصافی میں داخل ہے۔ محمد رضوان۔

فصل : ويجب قسم الابتداء ، ومعناه أنه إذا كانت له امرأة، لزمه المبيت عندها ليلة من كل أربع ليال، ما لم يكن عذر، وإن كان له نساء فلكل واحدة منهن ليلة من كل أربع .وبه قال الثورى، وأبو ثور(المغنى لابن قدامة، ج٧،ص٣٠٣،فصل قسم الابتداء بين الزوجات)

وذهب الحنابلة إلى أنه يجب على الزوج أن يبيت فى مضجع زوجته الحرة ليلة من كل أربع ليال،

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 17......اگر بیوی فوت ہوجائے، تو شوہر کے لئے اپنی فوت شدہ بیوی کو غسل دینا، حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں، اور مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک شوہر کے لئے اپنی فوت شدہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

لما روى كعب بن سوار أنه كان جالسا عند عمر بن الخطاب فجاء ت امرأة فقالت :يا أمير المؤمنين ما رأيت رجلا قط أفضل من زوجى، والله إنه ليبيت ليله قائما ويظل نهاره صائما، فاستغفر لها وأثنى عليها، واستحيت المرأة وقامت راجعة، فقال :يا أمير المؤمنين هلا أعديت المرأة على زوجها؟ فقال :ما ذاك؟ فقال :إنها جاء ت تشكوه إذا كان هذا حاله فى العبادة متى يتفرغ لها؟ فبعث عمر إلى زوجها وقال لكعب اقض بينهما؛ فإنك فهمت من أمرهما ما لم أفهمه، قال :فإنى أرى أنها امرأة عليها ثلاث نسوة وهى رابعتهن فاقض له بثلاثة أيام ولياليهن يتعبد فيهن ولها يوم وليلة، وهذه قضية اشتهرت ولم تنكر فكانت كالإجماع، يؤيده قول النبى صلى الله عليه وسلم لعبد الله بن عمرو بن العاص :إن لجسدك عليك حقا، وإن لعينك عليك حقا، وإن لزوجك عليك حقا. وقال القاضى وابن عقيل :يلزمه من البيتوتة ما يزول معه ضر الوحشة، ويحصل منه الأنس المقصود بالزوجية بلا توقيت فيجتهد الحاكم، وصوب المرداوى هذا القول، ومحل الوجوب إذا طلبت الزوجة منه ذلك؛ لأن الحق لها فلا يجب بدون الطلب.

وذهب المالكية والشافعية إلى أنه لا يجب على الزوج البيات عند زوجته، وإنما يسن له ذلك.

وصرح الشافعية بأن أدنى درجات السنة فى البيات ليلة فى كل أربع ليال، اعتبارا بمن له أربع زوجات. واستظهر ابن عرفة من المالكية وجوب البيات عندها، أو يحضر لها مؤنسة؛ لأن تركها وحدها ضرر بها لا سيما إذا كان المحل يتوقع منه الفساد والخوف من اللصوص(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٠، ص١٢٨ و١٢٩ ،مادة " عشرة "البيات عند الزوجة)

(فلا حق) فيه على الزوج (للواحدة و) لكن (يستحب أن لا يعطلها) بأن يبيت عندها ويحصنها لأنه من المعاشرة بالمعروف .(وأقله) أى ما يحصل به عدم التعطيل (ليلة من أربع) اعتبارا بمن له أربع زوجات وإنما لم يجب عليه المبيت لأنه حقه فله تركه كسكنى الدار المستأجرة ولأن فى داعية الطبع ما يغنى عن إيجابه (ولا) حق فيه عليه (للأكثر) من واحدة (إلا إن بات مع زوجته) منهن(أسنى المطالب فى شرح روض الطالب، ج٣، ص٢٢٩، كتاب عشرة النساء والقسم والشقاق)

والمبيت عند الواحدة (ش) أى وندب المبيت عند الزوجة الواحدة سواء كان له إماء أم لا قال فى التوضيح (شرح مختصر خليل، ج٤، ص٤، فصل :إنما يجب القسم للزوجات)

(و) ندب (المبيت عند) الزوجة (الواحدة) سواء كان له إماء أم لا .ابن شاس من له زوجة واحدة لا يجب مبيته عندها .ابن عرفة الأظهر وجوبه أو تبييته معها مرأة ترضى لأن تركها وحدها ضرر، وربما يتعين عليه من خوف المحارب والسارق (منح الجليل، ج٣، ص٥٣٨، باب النكاح، فصل القسم للزوجات فى المبيت والنشوز)

www.idaraghufran.org

بیوی کو غسل دینا جائز ہے، جبکہ حنابلہ کے نزدیک بلا عذر مکروہ ہے۔

اور شوہر کے فوت ہونے کے بعد اس کو بیوی کا غسل دینا جائز ہے، جیسا کہ آگے شوہر سے متعلق مسائل واحکام کے ذیل میں آتا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 18......شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک عام حالات میں مستحب یہ ہے کہ ایک وقت میں ایک ہی بیوی پر اکتفاء کیا جائے، اور ایک سے زیادہ عورتوں سے نکاح نہ کیا جائے، بشرطیکہ اس کو ایک عورت سے پاکدامنی اور زنا وغیرہ سے حفاظت حاصل ہو جائے۔

اور حنفیہ کے نزدیک اگر ایک سے زیادہ بیویوں کے حقوق کی ادائیگی اور ان کے درمیان نا انصافی سے بچنے پر اطمینان حاصل ہو، تو ایک سے زیادہ بیویوں کو نکاح میں جمع کرنا جائز ہے، اور اگر حق تلفی اور نا انصافی کا ڈر ہو، تو پھر ایک وقت میں ایک سے زیادہ بیویوں کو نکاح میں جمع کرنا مناسب نہیں۔

البتہ آج کل بعض لوگ معاشرہ میں جو بذاتِ خود دوسرے نکاح کو معیوب سمجھتے ہیں، دوسرا نکاح کرنے پر ایک طوفان اختلاف کا کھڑا کر دیتے ہیں، یہ جائز نہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور متعدد صحابۂ کرام سے ایک وقت میں ایک سے زیادہ بیویاں نکاح میں

---

[1] ذهب الحنفية فى الأصح، وهو رواية عن أحمد إلى أنه ليس للزوج غسلها، وإليه ذهب الثورى؛ لأن الموت فرقة تبيح أختها وأربعا سواها، فحرمت الفرقة النظر واللمس كالطلاق.

ويرى المالكية والشافعية، وهو المشهور عند الحنابلة أن للزوج غسل امرأته، وهو قول علقمة وعبد الرحمن وقتادة وحماد وإسحاق .لأن عليا رضى الله تعالى عنه غسل فاطمة رضى الله عنها واشتهر ذلک فى الصحابة فلم ينكروه، فكان إجماعا.

ولأن النبى عليه الصلاة والسلام قال لعائشة رضى الله تعالى عنها :ما ضرک لو مت قبلى فقمت عليک، فغسلتک وكفنتک، وصليت عليک، ودفنتک إلا أنه يكره مع وجود من يغسلها، لما فيه من الخلاف والشبهة.

قال ابن قدامة :وقول الخرقى :وإن دعت الضرورة إلى أن يغسل الرجل زوجته فلا بأس.

يعنى به أنه يكره له غسلها مع وجود من يغسلها سواه، لما فيه من الخلاف والشبهة.

وأما المالكية والشافعية فقد أطلقوا الجواز . ولا يتأتى ذلک عند الحنفية؛ لأنه ليس للزوج غسلها عندهم(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٣، ص٥٨،مادة "تغسيل الميت")

www.idaraghufran.org

رکھنا ثابت ہے۔ ۱

مسئلہ نمبر19...... اگر کسی کے نکاح میں ایک سے زیادہ بیویاں ہوں، تو ان کے درمیان نان ونفقہ اور رہنے سہنے وغیرہ میں عدل وانصاف کرنے کا حکم ہے۔ ۲

اور ایک سے زیادہ بیویوں کے حقوق کی ادائیگی میں مساوات اور برابری کا اہتمام کرنا واجب ہے۔ ۳

پس جو چیزیں اختیار اور قدرت میں ہیں، مثلاً رات گزارنا اور اُنسیت کا اظہار کرنا، ان میں عدل وانصاف اور برابری کرنا واجب ہے، لیکن جو چیزیں غیر اختیاری ہیں، جیسا کہ وطی کرنا اور دل کے میلان کا کم یا زیادہ ہونا، تو ان میں برابری کا حکم نہیں ہے۔ ۴

---

۱ ذهب الشافعية والحنابلة إلى أنه يستحب أن لا يزيد الرجل في النكاح على امرأة واحدة من غير حاجة ظاهرة، إن حصل بها الإعفاف لما في الزيادة على الواحدة من التعرض للمحرم، قال الله تعالى :(ولن تستطيعوا أن تعدلوا بين النساء ولو حرصتم ، وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ": من كان له امرأتان يميل إلى إحداهما على الأخرى جاء يوم القيامة أحد شقيه مائل "
وقال الأذرعي :لو أعفته واحدة لكنها عقيم استحب له نكاح ولود.
ويرى الحنفية إباحة تعدد الزوجات إلى أربع إذا أمن عدم الجور بينهن فإن لم يأمن اقتصر على ما يمكنه العدل بينهن، فإن لم يأمن اقتصر على واحدة لقوله تعالى (فإن خفتم ألا تعدلوا فواحدة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۴۱،ص ۲۲۰ ،مادة"نكاح")

۲ من حق الزوجة على زوجها العدل بالتسوية بينها وبين غيرها من زوجاته، إن كان له زوجات، في المبيت والنفقة وغير ذلك من ضروب المعاملة المادية (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۴،ص ۶۵ ،مادة "زوجة")

۳ ذهب الفقهاء إلى أنه يجب على الزوج العدل بين زوجتيه أو زوجاته في حقوقهن من القسم والنفقة والكسوة والسكنى، وهو التسوية بينهن في ذلك (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۳، ص ۱۸۴، مادة " قسم")

۴ والعدل الواجب في القسم يكون فيما يملكه الزوج ويقدر عليه من البيتوتة والتأنيس ونحو ذلك، أما ما لا يملكه الزوج ولا يقدر عليه كالوطء ودواعيه، وكالميل القلبي والمحبة . .فإنه لا يجب على الزوج العدل بين الزوجات في ذلك؛ لأنه مبني على النشاط للجماع أو دواعيه والشهوة، وهو ما لا يملك توجيهه ولا يقدر عليه، وكذلك الحكم بالنسبة للميل القلبي والحب في القلوب والنفوس فهو غير مقدور على توجيهه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۳،ص ۱۸۵ ،مادة "قسم")

www.idaraghufran.org

البتہ اگر قدرت ہو، تو وطی اور بوس وکنار وغیرہ میں برابری کرنا مستحب ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 20...... جب شوہر اپنی ایک سے زیادہ بیویوں کے نان ونفقہ کے حقوق کو صحیح طرح پورا کرتا رہے، تو کیا اس کے بعد کسی بیوی کو دوسری بیوی سے زیادہ اضافی تبرع اور وسعت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

تو شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک، اور مالکیہ کے ایک قول کے مطابق، اگر تمام بیویوں کے واجبی حقوق اداء کرے، تو اس کے بعد کسی بیوی کو مزید وسعت دینا جائز ہے، اگرچہ افضل یہی ہے کہ مساوات اور برابری کا لحاظ کرے۔

اور حنفیہ کے نزدیک ایک قول کے مطابق ایسا کرنا جائز اور دوسرے قول کے مطابق ناجائز ہے۔ [2]

---

[1] ونص الحنفية والشافعية والحنابلة على أنه يستحب للزوج أن يسوى بين زوجاته فى جميع الاستمتاعات من الوطء والقبلة ونحوهما لأنه أكمل فى العدل بينهن، وليحصنهن عن الاشتهاء للزنا والميل إلى الفاحشة، واقتداء فى العدل بينهن برسول الله صلى الله عليه وسلم ، فقد روى أنه كان يسوى بين نسائه حتى فى القبل .

ونص المالكية على أن الزوج يترك فى الوطء لطبيعته فى كل حال إلا لقصد إضرار لإحدى الزوجات بعدم الوطء -سواء تضررت بالفعل أم لا - ككفه عن وطئها مع ميل طبعه إليه وهو عندها لتتوفر لذته لزوجته الأخرى، فيجب عليه ترك الكف؛ لأنه إضرار لا يحل .

ونقل ابن عابدين عن بعض أهل العلم أن الزوج إن ترك الوطء لعدم الداعية والانتشار عذر، وإن تركه مع الداعية إليه لكن داعيته إلى الضرة أقوى فهو مما يدخل تحت قدرته(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٣،ص ١٨٥ ،مادة "قسم")

[2] اسی طرح اگر بیویوں کے ضروری نان ونفقہ میں عدل وانصاف ملحوظ رکھے، اور کسی بیوی کی اولاد کے ہونے یا زیادہ ہونے کی وجہ سے اولاد کی ضروریات اور نان ونفقہ اضافی دے، تو اس میں بھی حرج نہیں، کیونکہ یہ اولاد کا نان ونفقہ ہے، جس کا وجوب مستقل حکم ہے۔

وإذا قام الزوج بالواجب من النفقة والكسوة لكل واحدة من زوجاته، فهل يجوز له بعد ذلك أن يفضل إحداهن عن الأخرى فى ذلك، أم يجب عليه أن يسوى بينهن فى العطاء فيما زاد على الواجب من ذلك كما وجبت عليه التسوية فى أصل الواجب؟ اختلف الفقهاء فى ذلك:

فذهب الشافعية والحنابلة وهو الأظهر عند المالكية إلى أن الزوج إن أقام لكل واحدة من زوجاته ما يجب لها، فلا حرج عليه أن يوسع على من شاء منهن بما شاء ، ونقل ابن قدامة عن أحمد فى الرجل

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 21...... ایک سے زیادہ بیویاں ہونے کی صورت میں اُن کے پاس رہنے سہنے میں بھی عدل ومساوات کالحاظ کرنا ضروری ہے۔ ؎1

مسئلہ نمبر 22...... جس شخص کے نکاح میں ایک سے زیادہ بیویاں ہوں، تو اس کو اپنی ان بیویوں کے ساتھ شب باشی میں مساوات وبرابری کالحاظ کرنا بھی ضروری ہے۔ ؎2

(2)......شوہر سے متعلق مسائل واحکام

شریعت کی طرف سے کچھ مسائل وہ ہیں، جو شوہر سے متعلق ہیں، ان کی کچھ تفصیل ملاحظہ فرمایئے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

له امرأتان قال :له أن يفضل إحداهما على الأخرى فى النفقة والشهوات والكسوة إذا كانت الأخرى كفاية، ويشترى لهذه أرفع من ثوب هذه وتكون تلك فى كفاية، وهذا لأن التسوية فى هذا كله تشق، فلو وجب لم يمكنه القيام به إلا بحرج، فسقط وجوبه، كالتسوية فى الوطء .

لكنهم قالوا :إن الأولى أن يسوى الرجل بين زوجاته فى ذلك، وعلل بعضهم ذلك بأنه للخروج من خلاف من أوجبه.

وقال ابن نافع :يجب أن يعدل الزوج بين زوجاته فيما يعطى من ماله بعد إقامته لكل واحدة منهن ما يجب لها .

ونص الحنفية على وجوب التسوية بين الزوجات فى النفقة على قول من يرى أن النفقة تقدر بحسب حال الزوج، أما على قول من يرى أن النفقة تقدر بحسب حالهما فلا تجب التسوية وهو المفتى به، فلا تجب التسوية بين الزوجات فى النفقة لأن إحداهما قد تكون غنية وأخرى فقيرة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٣،ص١٨٦ ،مادة " قسم")

؎1 اتفق الفقهاء على أنه يجب على الرجل أن يعدل فى القسم بين زوجاته، وأن يسوى بينهن(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٤١،ص٣١٧،مادة "نكاح")

؎2 والعدل الواجب فى القسم يكون فيما يملكه الزوج ويقدر عليه من البيتوتة والتأنيس ونحو ذلك، أما ما لا يملكه الزوج ولا يقدر عليه كالوطء ودواعيه، وكالميل القلبى والمحبة . فإنه لا يجب على الزوج العدل بين الزوجات فى ذلك (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٣، ص١٨٥، مادة "قسامة")

ثم التسوية المستحقة فى البيتوتة لا المجامعة؛ لأنها تبنى على النشاط، ولا خلاف فيه (مرقاة المفاتيح، ج٥ص٢١١٥، كتاب النكاح، باب القسم، الفصل الثانى)

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 1...... شریعت کی نظر میں شوہر کا حق بہت بڑا شمار کیا گیا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 2...... بیوی پر شوہر کی اطاعت واجب ہے، بشرطیکہ شوہر کی اطاعت گناہ والے کام سے متعلق نہ ہو۔ [2]

چنانچہ اگر شوہر، حیض کے زمانہ میں یا پیچھے کے مقام سے صحبت کا حکم کرے، تو اس میں شوہر کی اطاعت جائز نہیں، کیونکہ یہ گناہ کا کام ہے۔ [3]

مسئلہ نمبر 3...... جب کسی عورت کا کسی شخص سے صحیح طور پر نکاح ہو جائے، اور عورت کو جماع

---

[1] حق الزوج :علی الزوجة من أعظم الحقوق، بل إن حقه علیها أعظم من حقها علیه لقول الله تعالى :(ولهن مثل الذى علیهن بالمعروف وللرجال علیهن درجة)

قال الجصاص :أخبر الله تعالى فى هذه الآية أن لكل واحد من الزوجين على صاحبه حقا، وأن الزوج مختص بحق له عليها ليس لها عليه.

وقال ابن العربى :هذا نص فى أنه مفضل عليها مقدم فى حقوق النكاح فوقها.

ولقول النبى صلى الله عليه وسلم :لو كنت آمرا أحدا أن يسجد لأحد لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٠،ص ١٢١ ،مادة ”عشرة“)

[2] ملحوظ رہے کہ نکاح کے بعد، جب تک شوہر حیات ہو، بیوی پر شوہر کے جائز کاموں کی اطاعت واجب ہے، اور شوہر کا حق دوسرے لوگوں پر مقدم ہے، خواہ وہ والد ہو، بعض عورتیں نکاح کے بعد جائز کاموں میں شوہر کے مقابلہ میں والدین کی اطاعت کرتی ہیں، جس کی وجہ سے فساد لازم آتا ہے، ایسا کرنا جائز نہیں، جبکہ والدین کی اطاعت جائز کام میں ہو، اور شوہر نے اس سے منع کیا ہو، یا شوہر کی حق تلفی لازم آتی ہو۔

اتفق الفقهاء على أن طاعة الزوج واجبة على الزوجة، لقوله تعالى (الرجال قوامون على النساء بما فضل الله بعضهم على بعض وبما أنفقوا من أموالهم) ولقوله تعالى (ولهن مثل الذى عليهن بالمعروف وللرجال عليهن درجة) ، واتفقوا كذلك على أن وجوب طاعة الزوجة زوجها مقيدة بأن لا تكون فى معصية لله تعالى، لأنه لا طاعة لمخلوق فى معصية الخالق، لقوله صلى الله عليه وسلم " :لا طاعة لمخلوق فى معصية الله عز وجل "(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٤١، ص ٣١٣، مادة ”نكاح“)

[3] ملحوظ رہے کہ بیوی سے حیض ونفاس کے زمانہ میں یا پیچھے کے مقام سے صحبت کرنا سخت گناہ ہے۔

لیکن بعض لوگ جو یہ سمجھتے ہیں کہ اگر بیوی کے پیچھے والے مقام سے صحبت کی جائے، تو اس سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے، تو یہ بات درست نہیں، البتہ اگر کوئی شخص نعوذ باللہ پیچھے کے مقام سے صحبت کرنے کو حلال وجائز کام سمجھ کر اختیار کرے، تو پھر اس سے کفر لازم آنے اور اس کے نتیجہ میں نکاح ٹوٹنے کا خطرہ ہے۔

ثم إن وجوب طاعة الزوج مقيد بأن لا يكون فى معصية، فلا يجوز للمرأة أن تطيعه فيما لا يحل مثل أن يطلب منها الوطء فى زمان الحيض أو فى غير محل الحرث أو غير ذلك من المعاصى، فإنه لا طاعة لمخلوق فى معصية الخالق (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٠،ص ١٢٣ ،مادة ”عشرة“)

www.idaraghufran.org

کی سہار ہو، تو اسے شوہر کو جماع کرنے سے منع کرنا جائز نہیں۔ ۱؎

البتہ اگر بیوی کا مہر معجّل یعنی جلدی اور فوری یا پہلے اداء کرنا طے ہوا ہو، اور شوہر کی طرف سے اس کی ادائیگی نہ کی گئی ہو، تو بیوی کے لئے جائز ہے کہ وہ شوہر کو صحبت سے منع کردے، تاآنکہ شوہر اس کا مہر فراہم نہ کردے۔

اسی طرح سے اگر کسی لڑکی کا کم عمری میں نکاح کردیا گیا، اور اس کو صحبت کی سہار نہیں، تو بھی شوہر کو صحبت سے منع کرنا جائز ہے۔

اور اسی طرح اگر عورت کو کوئی ایسا مرض یا بیماری لاحق ہو، جو صحبت میں مانع ہو، تو بھی اس مرض کے زائل ہونے تک شوہر کو صحبت سے منع کرنا جائز ہے۔ ۲؎

۱؎ البتہ اگر شوہر عام عادت سے زیادہ اور کثرت سے جماع کی خواہش رکھتا ہو، جس سے عورت کو تنگی لاحق ہوتی ہو، تو پھر شوہر کو چاہئے کہ وہ عورت کو قاعدہ کے مطابق مہلت فراہم کرے۔

من حق الزوج على زوجته أن تمكنه من الاستمتاع بها، فإذا كانت مطيقة للجماع وتسلمت معجل صداقها وطلب الزوج تسلمها وجب تسليمها إليه وتمكينه من الاستمتاع بها(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۴۱،ص ۳۱۴،مادة "نكاح")

إذا استوفى عقد النكاح شروطه ووقع صحيحا فإنه يجب على المرأة تسليم نفسها إلى الزوج وتمكينه من الاستمتاع بها؛ لأنه بالعقد يستحق الزوج تسليم العوض وهو الاستمتاع بها كما تستحق المرأة العوض وهو المهر.

وللمرأة إن طلبها الزوج أن تسأل الإنظار مدة جرت العادة أن تصلح أمرها فيها كاليومين والثلاثة؛ لأن ذلك يسير جرت العادة بمثله.

قال الخرشي :الزوجة تمهل زمنا بقدر ما يتجهز فيه مثلها بحسب العادة، وهذا يختلف باختلاف الناس من غنى وفقر، ويمنع الزوج من الدخول قبل مضى ذلك الزمن المقدر بالعادة.

وقال الشافعية :لو استمهلت لتنظيف ونحوه أمهلت ما يراه قاض كيوم أو يومين، ولا يجاوز ثلاثة أيام، وهذا الإمهال واجب، وقيل مستحب.

وصرح الحنابلة بأنها لا تمهل لعمل جهاز، قال البهوتي :وفي الغنية إن استمهلت هي أو أهلها استحب له إجابتهم(الموسوعة الفقهية الكويتية،ج ۳۰،ص ۱۲۱،مادة "عشرة")

۲؎ للزوجة أن تمتنع عن تسليم نفسها إلى أن يدفع لها الزوج صداقها المعجل.

الصغر:ذهب الفقهاء إلى أن من موانع التسليم الصغر، فلا تسلم صغيرة لا تحتمل الوطء إلى زوجها حتى تكبر ويزول هذا المانع؛ لأنه قد يحمله فرط الشهوة على الجماع فتتضرر به.

وذهب المالكية والشافعية إلى زوال مانع الصغر بتحملها للوطء.

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 4......شوہر کو اپنی بیوی سے استمتاع یعنی صحبت اور بوس و کنار وغیرہ کرنے کا کوئی خاص وقت مقرر نہیں۔

اور شوہر کے لئے اپنی بیوی کو اُن چیزوں سے منع کرنا جائز ہے، جو اُس کے لئے استمتاع اور صحبت کرنے یا اس کی رغبت میں مانع ہوں، مثلاً میلا کچیلا رہنا، اور حیض ونفاس سے فارغ ہوکر غسل نہ کرنا، اور ایسی بو والی چیزوں کا استعمال کرنا، جو شوہر کے لئے نفرت وکراہیت یا ایذاء کا باعث ہوں، جیسا کہ کچا پیاز، لہسن اور تمباکو نوشی وغیرہ کا استعمال، اور ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کے ناخن نہ کاٹنا، بغل اور زیرِ ناف بالوں کو دور نہ کرنا۔

اور ان چیزوں میں شوہر کی اطاعت واجب ہے، بلکہ خود بھی عورت کو شوہر کی خاطر ان چیزوں کا خیال رکھنا چاہئے، ورنہ اس طرح کی چیزیں میاں بیوی کے تعلقات اور محبت میں خلل واقع کرنے کا ذریعہ بن جاتی ہیں، اور بعض اوقات علیٰحدگی کی بھی نوبت آ جاتی ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ قال الشافعية :ولو قال الزوج :سلموها لی ولا أطؤها حتى تحتمله، فإنه لا تسلم له وإن كان ثقة، إذ لا يؤمن من هيجان الشهوة.

وقال الحنابلة :إذا بلغت الصغيرة تسع سنين دفعت إلى الزوج، وليس لهم أن يحبسوها بعد التسع ولو كانت مهزولة الجسم، وقد نص أحمد على ذلک، لما ثبت أن النبی صلى الله عليه وسلم بنى بعائشة وهى بنت تسع سنين .لكن قال القاضى :ليس هذا عندى على طريقة التحديد وإنما ذكره؛ لأن الغالب أن ابنة تسع يتمكن من الاستمتاع بها.

وإذا سلمت بنت تسع سنين إليه وخافت على نفسها الإفضاء من عظمه فلها منعه من جماعها ويستمتع بها كما يستمتع من الحائض.

المرض :ذهب الفقهاء إلى أن من موانع تسليم المرأة إلى زوجها المرض، والمقصود بالمرض هنا المرض الذى يمنع من الجماع، وحينئذ تمهل المرأة إلى زوال مرضها، وألحق الشافعية بالمريضة من بها هزال تتضرر بالوطء معه(الموسوعة الفقهية الكويتية،ج۳۰،ص ۱۲۲ وص ۱۲۳ ،مادة "عشرة")

[1] ذهب الفقهاء إلى أن للزوج الاستمتاع بزوجته كل وقت على أى صفة كانت إذا كان الاستمتاع فى القبل، ولو كان الاستمتاع فى القبل من جهة عجيزتها لقوله تعالى :(نساؤكم حرث لكم فأتوا حرثكم أنى شئتم)

منع الزوج زوجته من كل ما يمنع من الاستمتاع أو كماله :لما كان من مقاصد عقد النكاح الصحيح هو استمتاع الزوج بزوجته، كان للزوج أن يمنع زوجته من كل ما يمنع من الاستمتاع أو كماله.

ومن ثم فقد ذهب الفقهاء إلى أن للزوج إجبار زوجته على الغسل من الحيض والنفاس؛ لأن ذلک

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 5...... شوہر کے حقوق میں یہ بھی داخل ہے کہ بیوی شوہر کے لئے جائز زیب وزینت کو اختیار کرے، اور لباس اور جسم وغیرہ پر خوشبو لگائے۔

اور اگر شوہر اپنی بیوی کو جائز زیب وزینت اختیار کرنے کا حکم کرے، اور بیوی اطاعت نہ کرے، تو شوہر کو اس پر تادیب اور تنبیہ کا حق بھی حاصل ہے۔ [۱]

مسئلہ نمبر 6...... جس مرد یا عورت کے گھر میں داخل ہونے کو شوہر ناپسند کرے، عورت کو ایسے فرد کو گھر میں داخلہ کی اجازت دینا جائز نہیں۔ [۲]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ يمنع الاستمتاع الذى هو حق له، فملك إجبارها على إزالة ما يمنع حقه .

وصرح الفقهاء بأن للزوج أن يمنع زوجته من كل ما يمنع من كمال الاستمتاع، قال الكمال بن الهمام :وله أن يمنعها من أكل ما يتأذى من رائحته، ومن الغزل.

وعلى هذا له أن يمنعها من التزين بما يتأذى بريحه، كأن يتأذى برائحة الحناء المخضر ونحوه، وله ضربها بترك الزينة إذا كان يريدها .

وفى الفتاوى الهندية :وله جبرها على التطييب والاستحداد .

وصرح الشافعية والحنابلة بأن للزوج أن يجبر زوجته على غسل ما تنجس من أعضائها ليتمكن من الاستمتاع بها، وله منعها من لبس ما كان نجسا، ولبس ما له رائحة كريهة، وله إجبارها على التنظيف بالاستحداد وقلم الأظافر وإزالة شعر الإبط والأوساخ سواء تفاحش أو لم يتفاحش، وله منعها من أكل ما يتأذى من رائحته كبصل وثوم ومن أكل ما يخاف منه حدوث مرض (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٠، ص١٢٤ و ص١٢٥، مادة "عشرة")

[۱] من حقوق الزوج على زوجته أن تتزين له بالملبس والطيب، وأن تحسن هيئتها وغير ذلك، مما يرغبه فيها ويدعوه إليها، فعن أبى هريرة رضى الله عنه قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :خير النساء التى تسره إذا نظر، وتطيعه إذا أمر، ولا تخالفه فيما يكره فى نفسها وماله .

فإن أمر الزوج زوجته بالتزين فلم تتزين له كان له حق تأديبها؛ لأن الزينة حقه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١١ ص ٢٧٠، ٢٧١، مادة "تزين")

[۲] من حق الزوج على زوجته ألا تأذن فى بيته لأحد إلا بإذنه، لما ورد عن أبى هريرة رضى الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :لا يحل للمرأة أن تصوم وزوجها شاهد إلا بإذنه، ولا تأذن فى بيته إلا بإذنه .

ونقل ابن حجر عن النووى قوله :فى هذا الحديث إشارة إلى أنه لا يفتات على الزوج بالإذن فى بيته إلا بإذنه، وهو محمول على ما لا تعلم رضا الزوج به، أما لو علمت رضا الزوج بذلك فلا حرج عليها، كمن جرت عادته بإدخال الضيفان موضعا معدا لهم سواء كان حاضرا أم غائبا فلا يفتقر إدخالهم إلى إذن خاص لذلك . .وحاصله أنه لا بد من اعتبار إذنه تفصيلا أو إجمالا (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٠، ص ١٢٥، مادة "عشرة")

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 7......شوہر کی اجازت کے بغیر عورت کو گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں، بشرطیکہ عورت کی ضروریات پوری ہونے کا گھر میں انتظام ہو۔

البتہ بعض مخصوص حالات میں عورت کو گھر سے باہر نکلنا جائز ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 8......اگر عورت کو ضرورت کی چیز لانے کے لئے باہر جانا پڑے، جیسا کہ باہر سے پانی لانا پڑے، جس کا لانا ضروری ہو، اور شوہر گھر میں اس کا انتظام نہ کرے، تو عورت کو گھر سے نکلنا جائز ہے، جبکہ بے حجاب ہو کر اور زیب وزینت کے ساتھ نہ نکلے۔ [2]

مسئلہ نمبر 9...... جمہور فقہائے کرام کے نزدیک عورت کو شوہر کے گھر سے، اپنے محرم رشتہ داروں (مثلاً والدین اور بہن بھائی وغیرہ) کی ضرورت مثلاً تیمارداری اور خدمت کے لئے نکلنا جائز ہے، جبکہ کوئی اور ضرورت کو پوری کرنے والا نہ ہو، مگر اس میں شرط یہ ہے کہ بقدرِ ضرورت نکلے۔

اسی طریقہ سے اگر کوئی قریبی رشتہ دار فوت ہو جائے، تو اس کے جائز امور میں شرکت کے لئے نکلنا بھی جائز ہے، اور شوہر کو اس طرح کے کاموں کے لئے جانے کی عورت کو اجازت دے دینی چاہئے۔ [3]

---

[1] من حق الزوج على زوجته ألا تخرج من بيت الزوجية إلا بإذنه، فإن خرجت بدون إذنه فقد ارتكبت معصية، لكن الفقهاء اشترطوا فى ذلك أن يكون البيت صالحا للبقاء فيه، وألا يوجد سبب يجيز لها الخروج من البيت بغير إذن الزوج (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۴۱، ص ۳۱۴، مادة ”نكاح“)

[2] يرى جمهور الفقهاء أنه يجوز للمرأة أن تخرج من بيت الزوجية بلا إذن الزوج إن كانت لها نازلة، ولم يغنها الزوج الثقة أو نحو محرمها، وكذا لقضاء بعض حوائجها التى لا بد لها منها، كإتيانها بالماء من الدار، أو من خارجها، وكذا مأكل، ونحو ذلك مما لا غناء عنه للضرورة إن لم يقم الزوج بقضائه لها، وكذا إن ضربها ضربا مبرحا، أو كانت تحتاج إلى الخروج لقاض تطلب عنده حقها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۸، ص ۲۴۰، مادة ”بيت“)

[3] ذهب جمهور الفقهاء -خلافا للحنابلة- إلى أن للمرأة أن تخرج من بيت الزوجية لرعاية محارمها، كأبويها وإخوتها، وذلك لتمريض المريض أو عيادته، إذا لم يوجد من يقوم عليه واحتاجها، وعليها تعاهده بقدر احتياجه، وكذا إذا مات أحد من أقاربها تخرج لشهود جنازته، ويستحب لزوجها إذنها بالخروج؛ لما فى ذلك من صلة الرحم، وفى منعها من ذلك قطيعة رحم، وربما حملها عدم إذنه على مخالفته، وقد أمر الله سبحانه وتعالى بالمعاشرة بالمعروف، فلا ينبغى للزوج منعها. ولم يصرح الحنابلة بحكم هذه الصور (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۸، ص ۲۴۰، مادة ”بيت“)

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 10...... عورت کو عام حالات میں اپنے والدین اور گھر والوں کی زیارت کرنے کے لئے حنفیہ کے نزدیک ہر جمعہ کو اور دوسرے محرم رشتہ داروں کی زیارت کرنے کے لئے، سال میں ایک مرتبہ جانا جائز ہے، اگرچہ شوہر کی طرف سے اجازت نہ ہو۔

اور حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک شوہر کو یہ بات جائز نہیں کہ وہ اپنی بیوی کے والدین کو ہر جمعہ بیوی کے پاس آ کر ملاقات کرنے سے اور اسی طرح محرم رشتہ داروں کو سال میں ایک مرتبہ، آ کر ملاقات کرنے سے منع کرے۔ [1]

مسئلہ نمبر 11...... شوہر اگر سفر پر جائے، یا ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ میں منتقل ہو، تو اپنے ساتھ بیوی کو لے جانا جائز ہے، اور عورت کو منع کرنا جائز نہیں، بشرطیکہ عورت کو اپنی جان و مال کا خطرہ لاحق نہ ہو۔ [2]

---

[1] قال المالكية والحنفية فى القول المفتى به عندهم :للمرأة الخروج لزيارة والديها كل جمعة، ومحارمها كل سنة ولو بغير إذن الزوج؛ لأن ذلك من المصاحبة بالمعروف المأمور بها، ومن صلة الرحم .وقيده المالكية بأن يكون الوالدان فى البلد .

والصحيح من مذهب الحنفية وهو مذهب المالكية أن الزوج لا يمنع أبوى الزوجة من الدخول عليها فى كل جمعة، ولا يمنع غيرهما من المحارم فى كل سنة.

وكذا بالنسبة لأولادها من غيره إن كانوا صغارا، لا يمنعهم الزوج من الدخول إليها كل يوم مرة، وإن اتهم والديها بإفسادها، فيقضى لهما بالدخول مع امرأة أمينة من جهة الزوج وعليه أجرتها.

وذهب الشافعية، وهو قول للحنفية :إلى أن له المنع من الدخول، معللا بأن المنزل ملكه وله حق المنع من دخول ملكه، وهذا ظاهر الكنز، وهو اختيار القدورى، وجزم به فى الذخيرة.

وقيل :لا منع من الدخول بل من القرار؛ لأن الفتنة فى المكث وطول الكلام.

ومذهب المالكية، أنه يقضى بزيارة والديها وأولادها الكبار من غيره لها فى بيت الزوجية كل جمعة مرة .

وذهب الشافعية إلى أن للمرأة الخروج من بيت الزوجية لزيارة والديها ومحارمها فى غيبة الزوج إن لم ينهها عن الخروج .وجرت العادة بالتسامح بذلك .أما إذا نهاها عن الخروج فى غيبته فليس لها الخروج لزيارة ولا لغيرها.

وذهب الحنابلة إلى أنه ليس للزوج منع أبوها من زيارتها، لما فيه من قطيعة الرحم، لكن إن عرف بقرائن الحال حدوث ضرر بزيارتهما، أو زيارة أحدهما فله المنع (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲۴، ص ۸۲، مادة "زيارة")

[2] من حق الزوج على زوجته السفر والانتقال بها من بلد إلى بلد؛ لأن النبى صلى الله عليه وسلم وأصحابه كانوا يسافرون بنسائهم .واشترط الحنفية للسفر بالزوجة أن يكون الزوج مأمونا عليها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۳۰، ص ۱۲۶، مادة "عشرة") ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 12...... عورت کو اپنے شوہر کے گھر میں خدمت اور کام کاج کرنا مثلاً کھانا بنانا، آٹا گوندھنا جائز اور باعثِ عبادت ہے۔

اور حنفیہ وغیرہ کے نزدیک عورت پر یہ خدمت کرنا دیانتاً واجب ہے، جبکہ بعض دیگر فقہائے کرام کے نزدیک واجب نہیں، البتہ عُرف ورواج کے مطابق خدمت کرنا اولیٰ اور بہتر ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وقال الشافعية :يجب على الزوجة السفر مع زوجها، إلا أن لها حبس نفسها لتقبض المهر المعين والحال، لا المؤجل لرضاها بالتأجيل .

وقال الحنابلة :للزوج السفر بزوجته حيث شاء ، إلا أن تشترط بلدها، لأنه صلى الله عليه وسلم وأصحابه رضوان الله عليهم كانوا يسافرون بنسائهم، فإن اشترطت بلدها فلها شرطها لحديث ": إن أحق الشرط أن يوفى به ما استحللتم به الفروج ، وإلا أن تكون أمة فليس للزوج سفر بها بلا إذن سيدها، لما فيه من تفويت منفعتها نهارا على سيدها، وليس لسيد سفر بأمته المزوجة بلا إذن الزوج لأنه يفوت حقه منها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۴۱، ص ۳۱۵، و ۳۱۶، مادة "نكاح")

[1] اور یہ صرف شوہر کی خدمت کا حکم ہے، جہاں تک کہ شوہر کے علاوہ کسی اور مثلاً شوہر کے والدین وغیرہ کی خدمت کا معاملہ ہے، تو وہ عورت پر واجب نہیں، جیسا کہ پہلے بیوی سے متعلق مسائل واحکام کے اندر گزرا۔

-ليس على المرأة خدمة زوجها من العجن، والخبز، والطبخ ونحو ذلك؛ لأن المعقود عليه من جهتها هو الاستمتاع فلا يلزمها ما سواه، هذا ما ذهب إليه الجمهور.

وقال المالكية :على الزوجة الخدمة الباطنة من عجن وكنس، وفرش، واستقاء ماء من الدار، أو من الصحراء إن كانت عادة بلدها كذلك -إلا أن تكون من الأشراف الذين لا يمتهنون نساء هم، فيجب عليه حينئذ إخدامها.

ولا يلزمها الاكتساب كالغزل والنسيج، وأما غسل الثياب وخياطتها فينبغي فيه اتباع العرف(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲۴، ص ۵۹، مادة "زوج")

اختلف الفقهاء في وجوب خدمة الزوجة لزوجها.

فذهب الشافعية والحنابلة وبعض المالكية إلى أنه لا يجب على الزوجة خدمة زوجها، والأولى لها فعل ما جرت العادة به.

وذهب الحنفية إلى وجوب خدمة المرأة لزوجها ديانة لا قضاء .

وذهب المالكية إلى أنه يجب على المرأة خدمة زوجها في الأعمال الباطنة التي جرت العادة بقيام الزوجة بمثلها إلا أن تكون من أشراف الناس فلا تجب عليها الخدمة، إلا أن يكون زوجها فقير الحال (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۳۰، ص ۱۲۶، مادة "عشرة")

اختلف الفقهاء في وجوب خدمة الزوجة زوجها، فذهب جمهور الفقهاء -الشافعية والحنابلة وبعض المالكية -إلى أنه لا يجب على الزوجة خدمة زوجها، والأولى لها فعل ما جرت به العادة.

www.idaraghufran.org

وذهب الحنفية إلى وجوب خدمة الزوجة زوجها ديانة لا قضاء . ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 13...... اگر عورت مرد کی نافرمانی اور بدسلوکی کا ارتکاب کرے، تو اس کو پہلے زبانی تنبیہ اور نصیحت کرنی چاہئے، اگر اس سے باز نہ آئے، تو بستر وغیرہ الگ کرنے کا عمل اختیار کر کے تنبیہ ونصیحت کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، اور اگر اس سے بھی باز نہ آئے، تو پھر عورت کو مخصوص شرائط کے ساتھ اعتدال کے درجہ میں مارنے کی گنجائش ہے۔ [۱]

مگر یہ شرط ہے کہ زیادہ شدید مارنہ ہو، جس سے نہ تو ہڈی ٹوٹے، اور نہ کھال پر زخم پڑے، اور نہ ہی چہرہ اور نازک اعضاء پر مارے۔ [۲]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾وذهب جمهور المالكية إلى أن على المرأة خدمة زوجها فى الأعمال الباطنة التى جرت العادة بقيام الزوجة بمثلها(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۴۱،ص ۳۱۶،مادة "نكاح")

لا خلاف بين الفقهاء فى أن الزوجة يجوز لها أن تخدم زوجها فى البيت، سواء أكانت ممن تخدم نفسها أو ممن لا تخدم نفسها.

إلا أنهم اختلفوا فى وجوب هذه الخدمة.

فذهب الجمهور (الشافعية والحنابلة وبعض المالكية) إلى أن خدمة الزوج لا تجب عليها لكن الأولى لها فعل ما جرت العادة به.

وذهب الحنفية إلى وجوب خدمة المرأة لزوجها ديانة لا قضاء ، لأن النبى صلى الله عليه وسلم قسم الأعمال بين على وفاطمة رضى الله عنهما، فجعل عمل الداخل على فاطمة، وعمل الخارج على على. ولهذا فلا يجوز للزوجة -عندهم -أن تأخذ من زوجها أجرا من أجل خدمتها له.

وذهب جمهور المالكية وأبو ثور، وأبو بكر بن أبى شيبة وأبو إسحاق الجوزجانى، إلى أن على المرأة خدمة زوجها فى الأعمال الباطنة التى جرت العادة بقيام الزوجة بمثلها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱۹ ص ۴۴، مادة "خدمة")

[۱] من حق الزوج على زوجته تأديبها عند النشوز والخروج على طاعته، لقوله تعالى :(واللاتى تخافون نشوزهن فعظوهن واهجروهن فى المضاجع واضربوهن فإن أطعنكم فلا تبغوا عليهن سبيلا إن الله كان عليا كبيرا) (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۳۰،ص ۱۲۵ ،مادة "عشرة")

[۲] يجب فى ضرب الزوجة للنشوز أو لغيره :أن يكون الضرب غير مبرح، ولا مدم، وأن يتوقى الوجه، والأماكن المخيفة، ولا يضربها إلا لما يتعلق بحقه كالنشوز، فلا يضربها لحق الله عند جمهور الفقهاء ، كترك الصلاة(الموسوعة الفقهية الكويتية،ج ۲۸،ص ۱۷۷ ،مادة "ضرب")

فاشترط الفقهاء فى ضرب التأديب المشروع إن نشزت الزوجة :أن يكون الضرب غير مدم ولا مبرح ولا شائن ولا مخوف، وهو الذى لا يكسر عظما ولا يشين جارحة كاللكزة ونحوها، لأن المقصود منه الصلاح لا غير.

وقالوا :الضرب المبرح هو ما يعظم ألمه عرفا، أو ما يخشى منه تلف نفس أو عضو، أو ما يورث

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 14...... اگر کسی عورت کا شوہر فوت ہوجائے، تو بیوی کے لئے فوت شدہ شوہر کو غسل دینا جائز ہے، بشرطیکہ شوہر کے فوت ہونے کے وقت وہ عورت اس کے نکاح میں ہو۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

شيئا فاحشا، أو الشديد، أو المؤثر الشاق، قال بعضهم :لعله من برح الخفاء إذا ظهر، وفى الحديث أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :اتقوا الله فى النساء ، فإنكم أخذتموهن بأمان الله، واستحللتم فروجهن بكلمة الله، ولكم عليهن أن لا يوطئن فرشكم أحدا تكرهونه، فإن فعلن فاضربوهن ضربا غير مبرح .

ونص المالكية والشافعية على أن الناشزة إن لم تنزجر وتدع النشوز إلا بالضرب المبرح أو الخوف لم يجز لزوجها تعزيرها لا بالضرب المبرح ولا بغيره، قال الدردير :لا يجوز الضرب المبرح ولو علم أنها لا تترك النشوز إلا به، فإن وقع فلها التطليق عليه والقصاص .

ونص الشافعية والحنابلة على تفصيل فى هيئة الضرب:

فقال الشافعية :لا يضرب الزوج امرأته التى تحقق نشوزها على الوجه والمهالك، قال ابن حجر الهيتمى :فى الحديث النهى عن ضرب الوجه، فعن معاوية القشيرى رضى الله عنه قال :قلت :يا رسول الله، ما حق زوجة أحدنا عليه؟ قال :أن تطعمها إذا طعمت، وتكسوها إذا اكتسيت أو اكتسبت ولا تضرب الوجه ولا تقبح، ولا تهجر إلا فى البيت

وقال الهيتمى :لا تضرب إلا فى البيت، ويفرقه على بدنها، ولا يواليه فى موضع لئلا يعظم ضرره، وقالوا :لا يبلغ ضرب حرة أربعين وغيرها عشرين .

وقال الحنابلة :يجتنب الوجه تكرمة له، والبطن والمواضع المخوفة خشية القتل، والمواضع المستحسنة لئلا يشوهها، ويكون الضرب عشرة أسواط فأقل .

لقوله صلى الله عليه وسلم :لا يجلد أحد فوق عشرة أسواط إلا فى حد من حدود الله .

وقال الشافعية فى الأوجه المعتمدة عندهم والحنابلة فى المذهب :إن للزوج أن يؤدب زوجته إن نشزت بضربها بسوط أو عصا ضربا غير مبرح ولا مدم ولا شائن.

وقال المالكية وبعض الشافعية والحنابلة :يؤدبها بضربها بالسواك ونحوه أو بمنديل ملفوف أو بيده، لا بسوط ولا بعصا ولا بخشب، لأن المقصود التأديب .

ونص الشافعية والحنابلة على أن الزوج -إن جاز له الضرب لتأديب امرأته لنشوزها -فالأولى له العفو لأن الحق لنفسه ولمصلحته، قال الشافعية :ترك الضرب بالكلية أفضل، وقال الحنابلة : الأولى ترك ضربها إبقاء للمودة .

وفى ضرب المرأة للنشوز قال المالكية :لم يأمر الله عز وجل فى شىء من كتابه بالضرب صراحة إلا هنا -أى الضرب للتعزير على النشوز -وفى الحدود العظام، فساوى معصيتهن بأزواجهن بمعصية الكبائر.

وقال الشافعية :ليس لنا موضع يضرب المستحق فيه من منعه حقه غير هذا، والرقيق يمتنع من حق سيده (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۰، ص۲۹۸ و ۳۰۰، مادة ”نشوز“)

www.idaraghufran.org

اور بیوی کے فوت ہونے کے بعد اس کو شوہر کے غسل دینے کا مسئلہ پہلے بیوی سے متعلق مسائل واحکام کے اندر ذکر کیا جا چکا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 15...... بعض خواتین یہ سمجھتی ہیں کہ ان کے مملوکہ مال (اور زیور وغیرہ) کی زکاۃ ان کے شوہروں کے ذمہ ہے اور اگر ان کے شوہر ان کی طرف سے ادا نہ کریں تو وہ خود بھی اپنے مال کی زکاۃ ادا نہیں کرتیں۔

اور اس صورتِ حال کے نتیجہ میں نہ عورت اپنے مال کی زکاۃ ادا کرتی ہے، اور نہ ہی اس کی طرف سے شوہر زکاۃ ادا کرتا ہے۔

جب کہ عورت کے مملوکہ مال کی زکاۃ شوہر پر لازم نہیں، بلکہ خود اس عورت پر ادا کرنا لازم ہے، خواہ اس کے لئے زیور وغیرہ بیچنا ہی پڑے۔

البتہ اگر کسی عورت کا شوہر اپنی رقم سے بیوی کی طرف سے زکاۃ ادا کر دے تو جائز ہے (جبکہ بیوی کی طرف سے صراحتاً یا دلالۃً اجازت ہو)

مسئلہ نمبر 16...... زوجین کے ایک دوسرے کو زکاۃ دینے کے مسئلہ میں فقہائے کرام کے نزدیک کچھ تفصیل ہے۔

چنانچہ شوہر کا اپنے مال کی زکاۃ اپنے نکاح میں موجود بیوی کو دینا تو فقہائے کرام کے نزدیک

---

[1] لا خلاف بين الفقهاء فى أن للمرأة تغسيل زوجها، إذا لم يحدث قبل موته ما يوجب البينونة . فإن ثبتت البينونة بأن طلقها بائنا، أو ثلاثا ثم مات، لا تغسله؛ لارتفاع ملك البضع بالإبانة.
وأضاف الشافعية أنه إن طلقها رجعيا -ومات أحدهما فى العدة -لم يكن للآخر غسله عندهم لتحريم النظر فى الحياة.
وكذا لا تغسله عند جمهور الفقهاء إذا حدث ما يوجب البينونة بعد الموت، كما لو ارتدت بعده ثم أسلمت، لزوال النكاح؛ لأن النكاح كان قائما بعد الموت فارتفع بالردة، والمعتبر بقاء الزوجية حالة الغسل لا حالة الموت .ويرى زفر من الحنفية أن المعتبر بقاء الزوجية حالة الموت، وعلى هذا فيجوز لها تغسيله عنده، وإن حدث ما يوجب البينونة بعد موته.
والأصل فى جواز تغسيل الزوجة لزوجها ما روى أن عائشة رضى الله تعالى عنها قالت :لو استقبلت من أمرى ما استدبرت ما غسله إلا نساؤه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٣، ص٥٧،مادة "تغسيل الميت")

www.idaraghufran.org

بالاتفاق جائز نہیں، الَّا یہ کہ اس عورت کو طلاق دے دی ہو، اور عدت بھی گزر گئی ہو۔ ۱؎

اور بیوی کے اپنے مال کی زکاۃ اپنے نکاح میں موجود شوہر کو دینے کے بارے میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے، چنانچہ امام شافعی اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک، اور امام احمد اور امام مالک کی ایک روایت کے مطابق بیوی کا اپنے مال کی زکاۃ اپنے شوہر کو دینا جائز ہے، جبکہ اس کا شوہر مالدار نہ ہو، بلکہ غریب اور زکاۃ کا مستحق ہو۔ ۲؎

۱؎ لا يجزء الرجل إعطاء زكاة ماله إلى زوجته .قال ابن قدامة :هو إجماع، قال الحنفية :لأن المنافع بين الزوجين مشتركة، وقال الجمهور :لأن نفقتها واجبة على الزوج، فيكون كالدافع إلى نفسه، ومحل المنع إعطاؤها الزكاة لتنفقها على نفسها، فأما لو أعطاها ما تدفعه في دينها، أو لتنفقه على غيرها من المستحقين، فلا بأس، على ما صرح به المالكية وقريب منه ما قال الشافعية :إن الممنوع إعطاؤها من سهم الفقراء أو المساكين، أما من سهم آخر هي مستحقة له فلا بأس، وهو ما يفهم أيضا من كلام ابن تيمية(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۳،ص۳۲۷،مادة "زكاة")

أما الزوجة فلا يجوز دفع الزكاة إليها إجماعا .قال ابن المنذر أجمع أهل العلم على أن الرجل لا يعطي زوجته من الزكاة؛ وذلك لأن نفقتها واجبة عليه، فتستغني بها عن أخذ الزكاة، فلم يجز دفعها إليها، كما لو دفعها إليها على سبيل الإنفاق عليها (المغني لابن قدامة، ج ۲، ص ۴۸۴، كتاب الزكاة، مسالة من لا تعطى لهم الصدقة)

۲؎ علامہ ابن قدامہ حنبلی نے اپنی کتاب "المغنی" میں امام احمد کی اسی روایت کی طرف اپنا رجحان ظاہر فرمایا ہے، اور حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، اور ہمارا ذاتی رجحان بھی ضرورت کے وقت اسی موقف کی طرف ہے، جس کے حنفیہ میں سے امام ابو یوسف اور امام محمد بھی قائل ہیں، بالخصوص جبکہ اس کی ضرورت بھی لاحق ہو، مثلاً بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کسی عورت کی ملکیت میں زکاۃ کے نصاب کے بقدر سونے، چاندی کا زیور ہوتا ہے، اور اس کا شوہر غریب، ضرورت مند، بلکہ بعض اوقات مقروض ہوتا ہے، ایسی صورت میں بہت سی عورتیں اپنے زیور اور مال کی زکاۃ ادا نہیں کرتیں، اور اگر ان کو یہ بتلایا جائے کہ وہ اپنے مال کی زکاۃ، اپنے شوہر کو دے سکتی ہیں، تو بہت سی عورتیں زکاۃ دینے پر آمادہ ہوجائیں، اور کسی کے نزدیک بھی زکاۃ کا فریضہ ادا نہ ہونا بنسبت بعض کے نزدیک ادا ہونے کے سنگین ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

وأما إعطاء المرأة زوجها زكاة مالها فقد اختلف فيه :فذهب الشافعي وصاحبا أبي حنيفة وهو رواية عن أحمد واختيار ابن المنذر، إلى جواز ذلك لحديث زينب زوجة عبد الله بن مسعود رضي الله عنهما، وفيه أنها هي وامرأة أخرى سألتا النبي صلى الله عليه وسلم :هل تجزء الصدقة عنهما على أزواجهما، وعلى أيتام في حجرهما؟ فقال :لهما أجران أجر القرابة وأجر الصدقة.

وقال ابن قدامة :ولأنه لا تجب عليها نفقة الزوج، ولعموم آية مصارف الزكاة، إذ ليس في الزوج إذا كان فقيرا نص أو إجماع يمنع إعطاءه(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۳،ص۳۲۷،مادة "زكاة")

وفيما إذا دفعت المرأة لزوجها خلاف أبي يوسف ومحمد والشافعي (تبيين الحقائق، ج ۱، ص ۳۰۱، كتاب الزكاة، باب المصرف)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اور امام احمد کی ایک روایت کے مطابق بیوی کا اپنے مال کی زکاۃ اپنے نکاح میں موجود شوہر کو دینا جائز نہیں، مگر یہ کہ شوہر نے اپنی اس بیوی کو طلاق دے دی ہو، اور اس کی عدت بھی ختم ہوگئی ہو، اور حنفیہ کی عام کتبِ فقہ وفتاویٰ میں اسی کے مطابق حکم مذکور ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والرواية الثانية، يجوز لها دفع زكاتها إلى زوجها .وهو مذهب الشافعي وابن المنذر وطائفة من أهل العلم؛ لأن زينب امرأة عبد الله بن مسعود قالت يا نبي الله، إنك أمرت اليوم بالصدقة، وكان عندي حلي لي، فأردت أن أتصدق به، فزعم ابن مسعود أنه هو وولده أحق من تصدقت عليهم. فقال النبي -صلى الله عليه وسلم- صدق ابن مسعود، زوجك وولدك أحق من تصدقت به عليهم. رواه البخاري.

وروى أن امرأة عبد الله سألت النبي -صلى الله عليه وسلم- عن بني أخ لها أيتام في حجرها، أفتعطيهم زكاتها؟ قال :نعم.

وروى الجوزجاني، بإسناده عن عطاء قال :أتت النبي -صلى الله عليه وسلم- امرأة، فقالت :يا رسول الله، إن علي نذرا أن أتصدق بعشرين درهما، وإن لي زوجا فقيرا، أفيجزء عني أن أعطيه؟ قال :نعم، لك كفلان من الأجر. ولأنه لا تجب نفقته، فلا يمنع دفع الزكاة إليه، كالأجنبي، ويفارق الزوجة، فإن نفقتها واجبة عليه، ولأن الأصل جواز الدفع لدخول الزوج في عموم الأصناف المسمين في الزكاة، وليس في المنع نص ولا إجماع.

وقياسه على من ثبت المنع في حقه غير صحيح؛ لوضوح الفرق بينهما، فيبقى جواز الدفع ثابتا، والاستدلال بهذا أقوى من الاستدلال بالنصوص، لضعف دلالتها؛ فإن الحديث الأول في صدقة التطوع، لقولها :أردت أن أتصدق بحلي لي .ولا تجب الصدقة بالحلي، وقول النبي -صلى الله عليه وسلم- زوجك وولدك أحق من تصدقت به عليهم . والولد لا تدفع إليه الزكاة .والحديث الثاني، ليس فيه ذكر الزوج، وذكر الزكاة فيه غير محفوظ (المغني لابن قدامة، ج۲، ص ۴۸۴ و ۴۸۵، كتاب الزكاة، مسألة من لا تعطى لهم الصدقة)

[1] اور امام مالک رحمہ اللہ کے قول کے بارے میں مالکیہ کے دو اقوال ہیں، ایک یہ کہ بیوی کا اپنے مال کی زکاۃ اپنے شوہر کو دینا جائز ہے، جیسا کہ اوپر گزرا، اور دوسرے یہ کہ کراہت کے ساتھ جائز ہے۔

وقال أبو حنيفة، وهو رواية أخرى عن أحمد :لا يجزء المرأة أن تعطى زوجها زكاتها ولو كانت في عدتها من طلاقه البائن ولو بثلاث طلقات، لأن المنافع بين الرجل وبين امرأته مشتركة، فهي تنتفع بتلك الزكاة التي تعطيها لزوجها، ولأن الزوج لا يقطع بسرقة مال امرأته، ولا تصح شهادته لها.

وقال مالك :لا تعطى المرأة زوجها زكاة مالها .واختلف أصحابه في معنى كلامه، فقال بعضهم : بأن مراده عدم الإجزاء، وقال آخرون :بإجزائه مع الكراهة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۳، ص۳۲۷،مادة "زكاة")

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

(3)......سسرال اور مصاہرت سے متعلق مسائل واحکام

مسئلہ نمبر 1......عربی زبان میں ''مصاہرت'' سسرالی رشتہ کو کہا جاتا ہے، جس میں زوجین میں سے ہر ایک کے لئے دوسرے کے اصول وفروع یعنی ساس سُسر وغیرہ کے رشتے داخل ہوتے ہیں۔

اور سسرالی رشتہ کے ذریعہ سے ثابت ہونے والی حرمت کو عربی زبان میں ''حرمتِ مصاہرت'' کہا جاتا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾وأما الزوج، ففيه روايتان :إحداهما، لا يجوز دفعها إليه.
وهو اختيار أبى بكر ومذهب أبى حنيفة لأنه أحد الزوجين، فلم يجز للآخر دفع زكاته إليه كالآخر، ولأنها تنتفع بدفعها إليه؛ لأنه إن كان عاجزا عن الإنفاق عليها، تمكن بأخذ الزكاة من الإنفاق، فيلزمه، وإن لم يكن عاجزا، ولكنه أيسر بها، لزمته نفقة الموسرين، فتنتفع بها فى الحالين، فلم يجز لها ذلک، كما لو دفعتها فى أجرة دار، أو نفقة رقيقها أو بهائمها.
فإن قيل :فيلزم على هذا الغريم؛ فإنه يجوز له دفع زكاته إلى غريمه، ويلزم الآخذ بذلک وفاء دينه؛ فينتفع الدافع بدفعها إليه .قلنا :الفرق بينهما من وجهين :أحدهما، أن حق الزوجة فى النفقة آكد من حق الغريم، بدليل أن نفقة المرأة مقدمة فى مال المفلس على أداء دينه، وأنها تملک أخذها من ماله بغير علمه، إذا امتنع من أدائها، والثانى أن المرأة تنبسط فى مال زوجها بحكم العادة، ويعد مال كل واحد منهما مالا للآخر، ولهذا قال ابن مسعود فى عبد سرق مرآة امرأة سيده :عبدكم سرق مالكم .ولم يقطعه.
وروى ذلک عن عمر وكذلک لا تقبل شهادة كل واحد منهما لصاحبه، بخلاف الغريم مع غريمه(المغنى لابن قدامة، ج۲، ص۴۸۴،كتاب الزكاة، مسالة من لا تعطى لهم الصدقة)

[1] المصاهرة فى اللغة مصدر صاهر، يقال :صاهرت القوم إذا تزوجت منهم.
وقال الخليل :الصهر أهل بيت المرأة، قال :ومن العرب من يجعل الأحماء والأختان جميعا أصهارا، وقال الأزهرى :الصهر يشتمل على قرابات النساء ذوى المحارم وذوات المحارم، كالأبوين، والإخوة وأولادهم، والأعمام، والأخوال، والخالات، فهؤلاء أصهار زوج المرأة ومن كان من قبل الزوج من ذوى قرابته المحارم فهم أصهار المرأة أيضا.
وقال ابن السكيت :كل من كان من قبل الزوج من أبيه أو أخيه أو عمه .فهم الأحماء، ومن كان من قبل المرأة فهم الأختان، ويجمع الصنفين الأصهار.
وفى الاصطلاح :هى حرمة الختونة.
وقال الحصكفى فى تعريف الصهر والصهر كل ذى رحم محرم من عرسه كآبائها وأعمامها وأخوالها وأخواتها وغيرهم.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر2...... مصاہرت یا سسرالی رشتہ قائم ہونے کا اصل اور صحیح طریقہ تو نکاح کرنا ہے۔

اور جب کسی مرد وعورت کا صحیح طریقہ پر نکاح ہوجائے، تو صرف نکاح کرلینے کی وجہ سے میاں بیوی پر ایک دوسرے کے لئے بعض افراد حرام ہوجاتے ہیں، البتہ بیوی کے فروع (یعنی بیوی کی بیٹی اور نیچے تک کی اولاد) اس وقت حرام ہوتے ہیں، جب کہ نکاح کے بعد میاں بیوی نے کم ازکم ایک دفعہ صحبت کرلی ہو۔

بعض افراد کے حق میں تو حرمتِ مصاہرت صرف نکاح کرنے سے ثابت ہوجاتی ہے، اور بعض افراد کے حق میں اس وقت تک ثابت نہیں ہوتی، جب تک نکاح کے بعد صحبت نہ کرلی جائے۔ [1]

مسئلہ نمبر3...... کسی مرد وعورت کا صحیح نکاح ہونے کے بعد زوجین پر ایک دوسرے کے بعض رشتہ دار ہمیشہ کے لئے حرام ہوجاتے ہیں، جن کی تفصیل ذیل میں ذکر کی جاتی ہے۔

(1)...... جس عورت سے نکاح کیا جائے، تو وہ عورت نکاح کرنے والے کے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ الألفاظ ذات الصلة: أ -الختن.

الختن بفتحتين فى اللغة : كل من كان من قبل المرأة، مثل الأب والأخ وهذا عند العرب، وعند العامة :ختن الرجل زوج ابنته، وعن الليث :الختن الصهر، وهو الرجل المتزوج فى القوم.

والختن فى اصطلاح الفقهاء كما ذكر الحصكفى :زوج كل ذى رحم محرم منه، كأزواج بناته. وعماته، وكذا كل ذى رحم من أزواجهن، وقيل الصهر أبو المرأة وأمها، والختن زوج المحرم فقط

ب -الحمو:

الحمو فى اللغة قال الفيروزآبادى :الحمو والحم أبو زوج المرأة، والواحد من أقارب الزوج والزوجة.

وقال ابن منظور :حمو المرأة وحمها وحماها :أبو زوجها وأخو زوجها وكذلك من كان من قبل الزوج، وفى الحمو لغات حما مثل قفا وحمو مثل أبو وحم مثل أب وحمء ساكنة الميم مهموزة .ولا يخرج المعنى الاصطلاحى عن المعنى اللغوى.

والصلة أن الحمو من الأصهار (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٧،ص٣٦٧،مادة "مصاهرة")

[1] تثبت المصاهرة بأسباب :منها :العقد الصحيح.

فقد ذهب الفقهاء إلى أن العقد الصحيح مثبت لحرمة المصاهرة فيما سوى بنت الزوجة وهى الربيبة وفروعها وإن نزلت فإنهن لا يحرمن إلا بالدخول بالزوجة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٧،ص٣٦٨،مادة "مصاهرة")

www.idaraghufran.org

بیٹے، پوتے اور نواسے پر حرام ہو جاتی ہے، اگرچہ باپ، دادا وغیرہ نے اس عورت سے صرف نکاح ہی کیا ہو، حقِ زوجیت ادا نہ کیا ہو۔ [1]

(2)...... جس عورت سے نکاح کیا جائے، اس عورت کی حقیقی ماں اور ماں کی ماں (یعنی حقیقی نانی) اور باپ کی ماں (یعنی حقیقی دادی) اس نکاح کرنے والے پر حرام ہو جاتی ہیں۔ [2]

---

[1] اتفق الفقهاء على أنه يحرم بالمصاهرة على التأبيد أربعة أنواع:
أ -زوجة الأصل وهو الأب وإن علا، لقول الله تعالى :(ولا تنكحوا ما نكح آباؤكم من النساء إلا ما قد سلف)(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٧،ص ٣٦٨،مادة "مصاهرة")
يحرم بالمصاهرة أربعة أنواع:
زوجة الأصل وهو الأب، وإن علا، سواء أكان من العصبات كأبي الأب، أم من ذوي الأرحام كأبي الأم، وبمجرد عقد الأب عليها عقدا صحيحا تصبح محرمة على فرعه، وإن لم يدخل بها، لقوله تعالى :(ولا تنكحوا ما نكح آباؤكم من النساء إلا ما قد سلف)
ولا يدخل في التحريم أصول هذه المرأة، ولا فروعها.
وكما تدل الآية على حرمة زوجة الأب، تدل على حرمة زوجة الجد وإن علا، لأن لفظ الأب يطلق على الجد وإن علا، ولأن زواج من تزوج بهن الآباء يتنافى مع المروء ة، وترفضه مكارم الأخلاق وتأباه الطباع السليمة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٦،ص ٢١٣،مادة "محرمات النكاح")

[2] پھر زوجہ کے درج بالا اصول (یعنی زوجہ کی والدہ، اور دادی اور نانی وغیرہ) اس وقت تو بالاتفاق حرام ہو جاتے ہیں، جبکہ زوجہ سے نکاح کے بعد صحبت بھی کر لی ہو، اور اگر صحبت نہ کی ہو، بلکہ صرف نکاح کیا ہو، اور پھر اس عورت کو طلاق دے دی ہو، تو ایسی صورت میں بھی جمہور فقہائے کرام کے نزدیک نکاح کرنے والے پر زوجہ کے مذکورہ اصول حرام ہو جاتے ہیں، البتہ بعض اہلِ علم کے نزدیک صحبت کے بغیر عورت کو طلاق دے دی، یا وہ فوت ہوگئی، تو اس کے اصول شوہر پر حرام نہیں ہوتے، لیکن ظاہر ہے کہ یہ شاذ قول ہے، جس کو امت کے سوادِ اعظم اہلِ سنت میں قبولیتِ عامہ ومقبولیتِ تامہ حاصل نہیں ہوئی۔
ب -أصل الزوجة وهي أمها وأم أمها وأم أبيها وإن علت لقوله تعالى:(وأمهات نسائكم) ، عطفا على قوله تعالى(حرمت عليكم أمهاتكم)(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٧،ص ٣٦٨،مادة "مصاهرة")
أصل الزوجة وهي أمها وأم أمها، وأم أبيها وإن علت، لقوله تعالى :(وأمهات نسائكم وربائبكم اللاتي في حجوركم من نسائكم اللاتي دخلتم بهن فإن لم تكونوا دخلتم بهن فلا جناح عليكم)
وقد اتفق الفقهاء على أن أصول الزوجة تحرم متى دخل الزوج بزوجته، ولكنهم اختلفوا فيما إذا عقد الزوج على زوجته ولم يدخل بها، بأن طلقها أو مات عنها قبل الدخول بها.
فذهب جمهور الصحابة والفقهاء ، ومنهم عمر وابن عباس وابن مسعود وعمران بن حصين رضي الله عنهم إلى أن العقد على الزوجة كاف في تحريم أصولها، لما روى أن النبي صلى الله عليه وسلم

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(3)...... جس عورت سے نکاح کیا جائے، اس کی بیٹیاں اور بیٹیوں کی بیٹیاں (یعنی نواسیاں) اور بیٹوں کی بیٹیاں (یعنی پوتیاں) اس نکاح کرنے والے پر حرام ہوجاتی ہیں۔ ؎۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال :أيما رجل تزوج امرأة فطلقها قبل أن يدخل بها، أو ماتت عنده، فلا يحل له أن يتزوج أمها. وهذا معنى قول الفقهاء :العقد على البنات يحرم الأمهات.

وقال الفقهاء :إن النص الدال على التحريم، وهو قوله تعالى :(وأمهات نسائكم)مطلق غير مقيد بشرط الدخول لم يرد فيه شرط ولا استثناء ، وأن الدخول في قوله تعالى :(من نسائكم اللاتي دخلتم بهن) راجع إلى :(وربائبكم) لا إلى المعطوف عليه، وهو :(وأمهات نسائكم) فيبقى النص على حرمة أمهات النساء ، سواء دخل بها أو لم يدخل، وما دام النص جاء مطلقا فيجب بقاؤه على إطلاقه ما لم يرد دليل يقيده، وروي عن عبد الله بن عباس رضي الله عنهما أنه قال في قوله تعالى: (وأمهات نسائكم) : أبهموا ما أبهمه الله، أي أطلقوا ما أطلق الله، كما روي عن عمران بن حصين رضي الله عنه أنه قال :الآية مبهمة، لا تفرق بين الدخول وعدمه.

وذهب علي وزيد بن ثابت رضي الله عنهما في إحدى روايتين عنه وغيرهما إلى أن أصول الزوجة لا تحرم بمجرد العقد عليها، وإنما تحرم بالدخول بها مستدلين بأن الله حرم أمهات النساء ، ثم عطف الربائب عليهن، ثم أتى بشرط الدخول، ولذا ينصرف شرط الدخول إلى أمهات النساء ، وإلى الربائب، فلا يثبت التحريم إلا بالدخول(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۶،ص۲۱۳،و۲۱۴،مادة "محرمات النكاح")

؎۱ مگر زوجہ کے درج بالا فروع (یعنی بیٹیاں، نواسیاں اور پوتیاں وغیرہ) حرام ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ اس شخص نے نکاح کے بعد زوجہ سے صحبت بھی کر لی ہو، اور اگر اس نے کسی عورت سے نکاح کیا ہو، لیکن صحبت کرنے سے پہلے اس کو طلاق دے دی ہو، یا وہ عورت فوت ہوگئی ہو، تو اُس شخص کو مذکورہ عورت کے فروع یعنی بیٹی، پوتی، نواسی وغیرہ سے نکاح کرنا جائز ہے۔

چنانچہ اگر کسی شخص نے کسی ایسی عورت سے نکاح کیا، جس کے پہلے شوہر سے بیٹی تھی، اور پھر اس شخص نے اُس عورت کو نکاح کے بعد مگر صحبت کرنے سے پہلے طلاق دے دی، یا وہ عورت فوت ہوگئی، تو اس شخص کو مذکورہ عورت کی اس بیٹی سے نکاح کرنا جائز ہے۔

لیکن اگر اِس شخص نے اُس عورت سے نکاح کے بعد صحبت کر لی تھی، تو اُس عورت کی بیٹی سے نکاح کرنا جائز نہیں۔

ج -فروع الزوجة وهن بناتها وبنات بناتها وبنات أبنائها وإن نزلن بشرط الدخول بالزوجة لقوله تعالى :(وربائبكم اللاتي في حجوركم من نسائكم اللاتي دخلتم بهن فإن لم تكونوا دخلتم بهن فلا جناح عليكم)(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۷،ص۳۶۸،مادة "مصاهرة")

فروع الزوجة، وهن بناتها، وبنات بناتها، وبنات أبنائها وإن نزلن، لأنهن من بناتها بشرط الدخول

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(4)......جس عورت سے نکاح کیا جائے، اس کے بیٹے کی بیوی (یعنی بہو) اور بیٹے کے بیٹے کی بیوی اور بیٹی کے بیٹے کی بیوی، اس نکاح کرنے والے پر حرام ہوجاتی ہیں۔ [1]

البتہ اس میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے کہ اگر نکاح کے بعد بیوی سے جماع تو نہیں کیا، البتہ شہوت سے بوس وکنار وغیرہ کیا، تو اس کو جماع کا حکم حاصل ہوگا یا نہیں؟

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ بالزوجة، وإذا لم يدخل فلا تحرم عليه فروعها بمجرد العقد، فلو طلقها أو ماتت عنه قبل الدخول بها، فله أن يتزوج بنتها، وهذا معنى قول الفقهاء :الدخول بالأمهات يحرم البنات، لقوله تعالى فى آية المحرمات :(وربائبكم اللاتى فى حجوركم من نسائكم اللاتى دخلتم بهن فإن لم تكونوا دخلتم بهن فلا جناح عليكم) وذلك عطف على قوله تعالى :(حرمت عليكم أمهاتكم)فيكون المعنى تحريم التزوج بالربائب اللاتى فى حجوركم من نسائكم اللاتى دخلتم بهن.
والربائب جمع ربيبة، وربيب الرجل، ولد امرأته من غيره، سمى ربيبا له؛ لأنه يربه أى يسوسه، والربيبة ابنة الزوجة، وهى حرام على زوج أمها بنص الآية، سواء أكانت فى الحجر أم لم تكن، وهى تحظى بما تحظى به البنت الصلبية من عطف ورعاية، وأما تحريم بنات الربيبة وبنات الربيب فثابت بالإجماع .ووصف الربيبة بأنها فى الحجر ليس للتقييد، بل خرج مخرج الغالب لبيان قبح التزوج بها، لأنها غالبا تتربى فى حجره كابنه وابنته، فلها ما لبنته من تحريم(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٦،ص ٢١٥،٢١٦،مادة "محرمات النكاح")

[1] اور درجِ بالا حکم ثابت ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ بیٹے، پوتے یا نواسے نے نکاح کے بعد اپنی بیوی سے صحبت بھی کی ہو۔

جہاں تک فروع کی بیویوں کے اصول اور فروع کا تعلق ہے، تو وہ حرام نہیں ہوتے، لہٰذا جس شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا، تو اس کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے بیٹے کی بیوی کی ماں یا بیٹی سے نکاح کرے۔

د -زوجة الفرع أى زوجة ابنه أو ابن ابنه أو ابن بنته مهما بعدت الدرجة لقوله تعالى :(وحلائل أبنائكم الذين من أصلابكم)(الموسوعة الفقهية الكويتية،ج٣٧،ص ٣٦٨،مادة "مصاهرة")

زوجة الفرع أى زوجة ابنه، أو ابن ابنه، أو ابن بنته، مهما بعدت الدرجة، سواء دخل الفرع بزوجته أو لم يدخل بها، لقوله تعالى فى آية المحرمات :(وحلائل أبنائكم الذين من أصلابكم) والحلائل جمع حليلة وهى الزوجة، سميت حليلة؛ لأنها تحل مع الزوج حيث تحل، وقيل :حليلة بمعنى محللة، ولأنها تحل للابن، وقيدت الآية أن يكون الأبناء من الأصلاب، لإخراج الأبناء بالتبنى، فلا تحرم زوجاتهم لأنهم ليسوا أبناء ه من الصلب، وعلى هذا قصر الأئمة الأربعة فهمهم للآية، ولم يخرجوا بها زوجة الابن الرضاعى، بل هى محرمة كزوجة الابن الصلبى ، مستندين إلى قول النبى صلى الله عليه وسلم :يحرم من الرضعة ما يحرم من النسب .
أما أصول زوجة الفرع، وفروعها، فغير محرمات على الأصل، فله أن يتزوج بأم زوجة فرعه أو بابنتها(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٦،ص ٢١٦،مادة "محرمات النكاح")

www.idaraghufran.org

شافعیہ کے راجح قول کے مطابق جماع کا حکم حاصل نہیں ہوتا۔ [1]

مسئلہ نمبر 4...... اگر کوئی شخص اپنی مملوکہ شرعی باندی سے صحبت کرے، تو اس سے بھی حرمتِ مصاہرت ثابت ہوجاتی ہے۔

یعنی جو شخص اپنی مملوکہ شرعی باندی سے صحبت کرلے، تو اس آقا پر اُس باندی کے اصول وفروع اور اُس باندی پر اُس آقا کے اصول وفروع حرام ہوجاتے ہیں۔ [2]

---

[1] واختلفوا فيما دون الوطء من اللمس والنظر إلى الفرج لشهوة أو لغير شهوة هل ذلك يحرم أم لا؟ فقال مالك والثورى وأبو حنيفة والاوزاعى والليث بن سعد :إن اللمس لشهوة يحرم الام.وهو أحد قولى الشافعى، وقال داود والمزنى :لا يحرمه إلا الوطء وهو أحد قولى الشافعى المختار عنده، والنظر عند مالك كاللمس إذا كان نظر تلذذ إلى أى عضو كان، وفيه عنه خلاف، ووافقه أبو حنيفة فى النظر إلى الفرج فقط، وحمل الثورى النظر محمل اللمس ولم يشترط اللذة، وخالفهم فى ذلك ابن أبى ليلى والشافعى فى أحد قوليه فلم يوجب فى النظر شيئاوأوجب فى اللمس. ومبنى الخلاف :هل المفهوم من اشتراط الدخول فى قوله تعالى(اللاتى دخلتم بهن)الوطء أو التلذذ بمادون الوطء؟ فإن كان التلذذ فهل يدخل فيه النظر أم لا؟
المسألة الثالثة :وأما الام فذهب الجمهور من كافة فقهاء الامصار إلى أنها تحرم بالعقد على البنت دخل بها أو لم يدخل، وذهب قوم إلى أن الام لا تحرم إلا بالدخول على البنت كالحال فى البنت : أعنى أنها لا تحرم إلا بالدخول على الام، وهو مروى عن على وابن عباس رضى الله عنهما من طرق ضعيفة.ومبنى الخلاف :هل الشرط فى قوله تعالى(اللاتى دخلتم بهن)يعود إلى أقرب مذكور وهم الربائب فقط أو إلى الربائب والامهات المذكورات قبل الربائب فى قوله تعالى(وأمهات نسائكم وربائبكم اللاتى فى حجوركم من نسائكم اللاتى دخلتم بهن)فإنه يحتمل أن يكون قوله تعالى(اللاتى دخلتم بهن)يعود على الامهات والبنات، ويحتمل أن يعود إلى أقرب مذكور وهم البنات.ومن الحجة للجمهور ما روى المثنى بن الصباح عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده أن النبى عليه الصلاة والسلام قال أيما رجل نكح امرأة فدخل بها أو لم يدخل فلا تحل له أمها(بداية المجتهد ج٢ص ٣٣، ٣٤، كتاب النكاح)

[2] اور یہ صورت اپنی مملوکہ شرعی باندی سے صحبت کرنے کے ساتھ خاص ہے، صرف شرعی باندی بننے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

البتہ شرعی باندی سے دواعیِ جماع بھی، جماع کے قائم مقام ہیں یا نہیں؟ اس میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے، جیسا کہ نکاح کے بعد دواعیِ وطی کے متعلق حرمتِ مصاہرت کے ثبوت وعدمِ ثبوت میں اختلاف ہے۔

وبالدخول بملك اليمين، كما إذا واقع السيد جاريته المملوكة فيحرم عليه أصولها وفروعها، وتحرم هى على أصوله وفروعه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٦،ص ٢١٦ ،مادة "محرمات النكاح")

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 5...... اگر کسی سے نکاح فاسد کیا (مثلاً گواہوں کے بغیر نکاح کرلیا) اور اُسے اس طرح نکاح منعقد نہ ہونے کا علم نہیں تھا، لیکن صحبت کرنے کی نوبت نہیں آئی، تو اس طرح کا صرف نکاح کرلینے سے حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوتی۔

لیکن اگر اس طرح نکاح کرنے کے بعد اس عورت سے صحبت بھی کرلی ہو، تو پھر حرمتِ مصاہرت ثابت ہوجاتی ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

واتفقوا فيما حكى ابن المنذر على أن الوطء بملك اليمين يحرم منه ما يحرم الوطء بالنكاح.
واختلفوا في تأثير المباشرة في ملك اليمين كما اختلفوا في النكاح(بداية المجتهد ج٢ص ٣٥، كتاب النكاح)

وأما الأمة، فمتى باشرها دون الفرج لشهوة، فهل يثبت تحريم المصاهرة؟ فيه روايتان؛ إحداهما، ينشرها.

روى ذلك عن ابن عمر، وعبد الله بن عمرو، ومسروق .وبه قال القاسم بن محمد، والحسن، ومكحول، والنخعي، والشعبي، ومالك، والأوزاعي، وأبو حنيفة، وعلي بن المديني .وهو أحد قولي الشافعي؛ لأنه نوع استمتاع، فتعلق به تحريم المصاهرة، كالوطء في الفرج، ولأنه تلذذ بمباشرة، فيتعلق به التحريم كما لو وطء.

والثانية، لا يثبت به التحريم؛ لأنها ملامسة لا توجب الغسل، فلم يثبت بها التحريم، كما لو لم يكن لشهوة، ولأن ثبوت التحريم إما أن يكون بنص، أو قياس على المنصوص، ولا نص في هذا، ولا هو في معنى المنصوص عليه، ولا المجمع عليه، فإن الوطء يتعلق به من الأحكام استقرار المهر، والإحصان، والاغتسال، والعدة، وإفساد الإحرام، والصيام، بخلاف اللمس .وذكر أصحابنا الروايتين في جميع الصور من غير تفصيل، وهذا الذي ذكرناه أقرب إلى الصواب، إن شاء الله سبحانه(المغني لابن قدامة الحنبلي، ج٧ص ١٢٠، ١٢١، كتاب النكاح،فصل المباشرة فيما دون الفرج)

[1] اور نکاحِ فاسد کے بعد دواعیِ جماع بھی، جماع کے قائم مقام ہیں یا نہیں؟ اس میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے۔
اور حنفیہ کے نزدیک حرمتِ مصاہرت کا ثبوت نکاح اور ملکِ یمین کے بغیر جماع اور دواعیِ جماع سے بھی ہوجاتا ہے، جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

الزواج الفاسد عند الحنفية :هو مافقد شرطا من شروط الصحة، وأنواعه :هي الزواج بغير شهود، والزواج المؤقت، وجمع خمس في عقد، والجمع بين المرأة وأختها أو عمتها أو خالتها، وزواج امرأة الغير بلا علم بأنها متزوجة، ونكاح المحارم مع العلم بعدم الحل :فاسد عند أبي حنيفة، وباطل عند الصاحبين، وهو الراجح.

وليس للزواج الفاسد حكم قبل الدخول، فلا يترتب عليه شيء من آثار الزوجية، فلا يحل فيه

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 6...... کسی شخص نے کسی عورت سے شبہ کے طور پر وطی کرلی، مثلاً ایک شخص کا کسی عورت سے نکاح ہوا، لیکن غلطی سے اس کے پاس اس کی بیوی کے علاوہ کوئی اور عورت بھیج دی گئی، اور اس نے اسے اپنی بیوی سمجھتے ہوئے صحبت کرلی، تو اس سے بھی حرمتِ مصاہرت ثابت ہوجاتی ہے۔ ل

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الدخول بالمرأة، ولا يجب فيه للمرأة مهر ولا نفقة، ولا تجب فيه العدة، ولا تثبت به حرمة المصاهرة، ولا يثبت به النسب، ولا التوارث .ويجب على الزوجين أن يتفرقا بأنفسهما(الفقه الاسلامى و ادلتهٔ للزحيلى، ج٩، ص ٦٦٠٢ ، القسم السادس، الباب الاول، الفصل الثانى، المبحث الرابع،حكم الزواج الفاسد وأنواعه)

ثبوت حرمة المصاهرة :فيحرم على الرجل الزواج بأصول المرأة وفروعها، وتحرم المرأة على أصول الرجل وفروعه.

ولا تترتب على الزواج الفاسد أحكام أخرى، فلا تجب به نفقة ولا طاعة، ولا يثبت به حق التوارث بين الرجل والمرأة(الفقه الاسلامى و ادلته للزحيلى، ج٩، ص ٦٦٠٦ ، القسم السادس، الباب الاول، الفصل الثانى، المبحث الرابع،حكم الزواج الفاسد وأنواعه)

اتفق الفقهاء على أن حرمة المصاهرة تثبت بالدخول فى عقد الزواج الفاسد(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٤١،ص ٣١٩،مادة "نكاح")

قوله :(وليست مباشرة) أى ليست المباشرة بملك اليمين أو بشبهة كالوطء ؛ لأن الكلام فى الوطء بملك اليمين والوطء بالشبهة .وليس الكلام الآن فى الوطء بالعقد أيضا حتى يكون المراد بالمباشرة ما يشمل المباشرة بالعقد ، إذ لا يصح هذا هنا ، إذ أم الزوجة تحرم بالعقد وإن لم يكن مباشرة بالكلية كما قرره شيخنا ؛ فقوله " :وليست مباشرة إلخ "كما إذا تزوج امرأة ولمسها وقبلها بشهوة ولم يطأها فليس اللمس والقبلة كالوطء فى تحريم بنتها خلافا لبعض الأئمة (حاشية البجيرمى على الخطيبِ فصل :فى محرمات النكاح ومثبتات الخيار فيه)

وليست مباشرة) بسبب مباح كمفاخذة (بشهوة كوطء فى الأظهر) لأنها لا توجب عدة فكذا لا توجب حرمة(تحفة المحتاج فى شرح المنهاج،كتاب النكاح)

وليست مباشرة كلمس وقبلة بشهوة كوطء ؛ لأنها لا توجب العدة فكذا لا توجب الحرمة(تحفة الحبيب على شرح الخطيب،ج٣،ص٤٢٣،كتاب النكاح،فصل فى محرمات النكاح)

ل وحالة الدخول بالمرأة بناء على شبهة، كمن زفت إليه امرأة أخرى غير التى عقد عليها، وقيل له :إنها زوجته، فدخل بها، بناء عليه، ثم تبين أنها ليست زوجته التى عقد عليها ولم يكن قد رآها، وهى التى تسمى بالمرأة المزفوفة(الفقه الاسلامى و ادلتهٔ للزحيلى، ج٩، ص ٦٦٣٠ ، القسم السادس، الباب الاول، الفصل الثالث،النوع الأول ـ المحرمات المؤبدة)

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 7......اگر کسی شخص کا کسی عورت سے نہ تو نکاح ہو، اور نہ ہی وہ عورت اس کی شرعی باندی ہو، اور نہ ہی شبہ کے طور پر وطی کی ہو، اور وہ شخص اس عورت سے زنا کرے، تو حنفیہ کے نزدیک اور حنابلہ کے مشہور قول کے مطابق اس طرح زنا کرنے سے بھی حرمتِ مصاہرت ثابت ہوجاتی ہے، اور اُس زنا کرنے والے کے اصول اور فروع پر وہ عورت حرام ہوجاتی ہے۔

پس اگر کسی شخص نے کسی عورت سے زنا کیا، تو اس عورت کی ماں یا بیٹی سے اس کو نکاح کرنا جائز نہیں رہتا۔

اسی طرح اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کی ماں یا اپنی بیوی کی بیٹی سے (خواہ اس کی اپنی بیٹی بھی ہو، یا صرف بیوی کی بیٹی ہو) زنا کرلیا، تو مذکورہ حضرات کے نزدیک اس زنا کرنے والے کی بیوی ہمیشہ کے لئے، اس پر حرام ہوجاتی ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقد اتفق الفقهاء على أن حرمة المصاهرة كما تثبت بالعقد الصحيح في زوجة الأصل، وأصل الزوجة، وزوجة الفرع، وفرع الزوجة بشرط الدخول بأمها تثبت كذلك بالدخول في عقد الزواج الفاسد، وبالدخول بشبهة، كما إذا عقد رجل زواجه بامرأة، ثم زفت إليه غيرها فدخل بها، كان هذا الدخول بشبهة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٦، ص٢١٦، مادة "محرمات النكاح")

[1] مگر حنفیہ کے نزدیک اور اسی طرح حنابلہ کے نزدیک یہ شرط ہے کہ جس عورت یا لڑکی سے زنا کیا جائے، وہ بالغ یا قریبُ البلوغ یعنی کم از کم نو سال کی ہو، اور مزید بھی کچھ شرائط ہیں، جن کا ذکر آگے آتا ہے۔

اور زنا کرنے سے زانی اور مزنیہ پر صرف ایک دوسرے کے اصول اور فروع حرام ہوتے ہیں، حواشی حرام نہیں ہوتے۔

اس لئے اگر کوئی اپنی بیوی کی بہن سے زنا کرے، تو اس سے بیوی حرام نہیں ہوتی۔

فمن زنى بامرأة حرمت على أصوله وفروعه عند الحنفية، وهو الأشهر عند الحنابلة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٤٠، ص٢٠٧، مادة "نكاح")

وعند الحنابلة يكون التحريم بالزنا دون المقدمات.

ومناط التحريم عند الحنفية والحنابلة الوطء، حلالا كان أو حراما، فلو زنى رجل بأم زوجته أو بنتها حرمت عليه زوجته حرمة مؤبدة، ويجب عليهما أن يفترقا من تلقاء نفسيهما، وإلا فرق القاضي بينهما (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٦، ص٢١٥، مادة "محرمات النكاح")

وفي الخلاصة: وطء أخت امرأته لا تحرم عليه امرأته (الدر المختار)

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اوراسی طریقہ سے حنابلہ کے نزدیک یہ بھی شرط ہے کہ زنا کرنے والا، اور جس کے ساتھ زنا کیا جائے، وہ دونوں وطی کرنے اور وطی کرانے کے قابل ہوں، پس اگر کسی بچہ نے وطی کی، یا کسی بچی کے ساتھ وطی کی گئی، تو اس سے حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوتی۔ [1]

اورشافعیہ کے نزدیک اور مالکیہ کے معتمد قول کے مطابق مذکورہ صورت میں زنا کرنے سے حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوتی، پس اگر کسی شخص نے کسی عورت سے زنا کیا، تو اس کو اس عورت کی ماں اور بیٹی سے نکاح کرنا جائز ہے، اوراسی طریقہ سے اس زنا کرنے والے کے بیٹے یا والد کو اس عورت سے نکاح کرنا جائز ہے، اوراسی طریقہ سے ان فقہاء کے نزدیک اگر کسی آدمی نے اپنی بیوی کی ماں یا بیوی کی بیٹی سے زنا کرلیا، تو اس پر اس کی بیوی حرام نہیں

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(قوله :وفى الخلاصة إلخ) هذا محترز التقييد بالأصول والفروع وقوله :لا يحرم أى لا تثبت حرمة المصاهرة، فالمعنى :لا تحرم حرمة مؤبدة، وإلا فتحرم إلى انقضاء عدة الموطوء ة لو بشبهة قال فى البحر :لو وطء أخت امرأة بشبهة تحرم امرأته ما لم تنقض عدة ذات الشبهة، وفى الدراية عن الكامل لو زنى بإحدى الأختين لا يقرب الأخرى حتى تحيض الأخرى حيضة واستشكله فى الفتح ووجهه أنه لا اعتبار لماء الزانى ولذا لو زنت امرأة رجل لم تحرم عليه وجاز له وطؤها عقب الزنا . اهـ.(رد المحتار على الدر المختار، ج٣ص ٣٤، كتاب النكاح،فصل فى المحرمات)

[1] ونص الحنابلة على أن الوطء بسائر أنواعه موجب للتحريم، فلا فرق بين كونه مباحا أو محرما بحائل غير صفيق إن أحس بالحرارة أو بدونه فى قبل أو دبر، لأنه تصرف فى فرج أصلي، وهو يسمى نكاحا، فدخل فى عموم قوله تعالى :(ولا تنكحوا ما نكح آباؤكم من النساء).

وقالوا :يشترط لوجوب التحريم حياة الواطء والموطوء ة، فلو أولج ذكره فى فرج ميتة أو أدخلت امرأة حشفة ميت فى فرجها، لم يؤثر فى تحريم المصاهرة، ويشترط كون مثلهما يطأ ويوطأ فلا يتعلق تحريم المصاهرة بوطء صغير، لأنه غير مقصود.

وعلى اشتراط كون مثلهما يطأ ويوطأ فلو عقد ابن تسع على امرأة وأصابها وفارقها، حلت له :بنتها إذ لا تأثير لهذه الإصابة، فوجودها كعدمها وكذا عكسه كما لو أصاب ابن عشر فأكثر من دون تسع سنين، وفارقها، فبلغت، واتصلت بزوج آخر وأتت منه ببنت، حلت تلك البنت لمصيب أمها حال صغرها، لأنه لا يحرم، ولا يثبت التحريم بذلك، وصرحوا بأنه لا تحريم بوطء ميتة ومباشرة ونظر إلى فرج لشهوة أو غيره من بقية البدن (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٧، ص ٣١٤،مادة "مشتهاة")

www.idaraghufran.org

ہوتی، وہ الگ بات ہے کہ زنا کرنا اوراس طرح سے زنا کرنا سخت گناہ کی بات ہے۔ [1]

---

[1] اوراس کی وجہ ان حضرات کے نزدیک یہ ہے کہ زنا کرنا حرام ہے، جبکہ محرَم ہونے کا رشتہ ایک بڑی نعمت اور تقدیس، شرافت و بزرگی کا حامل تعلق ہے، لہٰذا زنا جیسے حرام وقبیح فعل سے ایسی تقدیس و بزرگی اور شرف وفضیلت کا حامل رشتہ وتعلق وجود میں نہیں آ سکتا، جبکہ اس کی پشت پر کوئی صاف صریح نص نہیں، لہٰذا ان کے نزدیک قرآن مجید، صحیح مستند احادیث میں جن عورتوں کو حرام قرار دیا گیا ہے، یہ ان میں داخل نہیں۔

اور قیاس وغیرہ سے ایک اصل حلال چیز کو حرام قرار دیا جانا مشکل ہے۔

ہمارے نزدیک یہی قول دلائل کے لحاظ سے راجح ہے، بالخصوص، جب کسی ضرورت کی وجہ سے، مثلاً دفعِ حرج کے لئے اس قول کو لیا جائے، تو اس کی گنجائش ہے، جس کی تفصیل ہم نے اپنے مستقل رسالہ ''المشاكل الحاضرة فی حرمة المصاهرة'' میں ذکر کردی ہے۔ محمد رضوان۔

وقال الشافعية، وهو المعتمد عند المالكية :إن الزنا لا يثبت المصاهرة، فلمن زنى بامرأة أن يتزوج بفروعها وأصولها، ولأبيه وابنه أن يتزوجها، قال الشبراملسى :بناء على أن الوطء لا يسمى نكاحا ولا يترتب عليه التحريم بالمصاهرة؛ لأن النكاح حيث أطلق حمل على العقد إلا بقرينة، فنحو قوله تعالى :(ولا تنكحوا ما نكح آباؤكم)

معناه :لا تنكحوا من عقد عليها آباؤكم، وهو يفيد أن من زنى بها أبوه لا تحرم عليه .

وقال القرطبى :إن الزنا لا حكم له؛ لأن الله سبحانه وتعالى قال :(وأمهات نسائكم ، وليست التى زنى بها من أمهات نسائه ولا ابنتها من ربائبه؛ لأنه لما ارتفع الصداق فى الزنا ووجوب العدة والميراث ولحوق الولد ووجب الحد ارتفع أن يحكم له بحكم النكاح الجائز .

وروى عن عائشة رضى الله عنها قالت " :سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن رجل زنى بامرأة، فأراد أن يتزوجها أو ابنتها فقال :لا يحرم الحرام الحلال، إنما يحرم ما كان بنكاح (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٤٠،ص٢٠٧،مادة "نكاح")

وذهب مالك فى قوله الراجح، والشافعى إلى أن الزنا لا تثبت به حرمة المصاهرة، فلا تحرم بالزنا عندهما أصول المزنى بها، ولا فروعها على من زنى بها، كما لا تحرم المزنى بها على أصول الزانى، ولا على فروعه، فلو زنى رجل بأم زوجته أو ابنتها لا تحرم عليه زوجته، لما روى أن الرسول صلى الله عليه وسلم سئل عن الرجل يتبع المرأة حراما ثم ينكح ابنتها، أو البنت ثم ينكح أمها، فقال :لا يحرم الحرام الحلال، إنما يحرم ما كان بنكاح حلال وأن حرمة المصاهرة نعمة، لأنها تلحق الأجانب بالأقارب، والزنا محظور، فلا يصلح أن يكون سببا للنعمة، لعدم الملاء مة بينهما، ولهذا قال الشافعى فى مناظرته لمحمد بن الحسن :وطء حمدت به وأحصنت، ووطء رجمت به، أحدهما نعمة، وجعله الله نسبا وصهرا، وأوجب به حقوقا، والآخر نقمة، فكيف يشتبهان .

وروى ابن القاسم عن مالك مثل قول الحنفية :إنه يحرم، وقال سحنون :أصحاب مالك يخالفون ابن القاسم فيما رواه، ويذهبون إلى ما فى (الموطأ) من أن الزنا لا تثبت به حرمة المصاهرة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٦،ص٢١٥،مادة "محرمات النكاح")

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 8...... اگر کسی شخص نے کسی عورت سے نہ تو زنا کیا، اور نہ ہی اسے شہوت کے ساتھ چھوا، بلکہ یوں ہی شہوت کے بغیر ہاتھ لگایا، تو اس سے کسی کے نزدیک حرمتِ مصاہرت

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال المالكية على المشهور والشافعية : إن الزنا والنظر والمس لا تثبت به حرمةالمصاهرة، فمن زنى بامرأة لم يحرم عليه نكاحها، ولا الزواج بأمها أو ببنتها، ولا تحرم المزنى بها على أصول الزانى وفروعه، ولو زنى الرجل بأم زوجته أو ببنتها لا تحرم عليه زوجته .وإن لاط بغلام لم تحرم عليه أمه وابنته، ولكن يكره ذلك كله.

واستدلوا بأدلة أربعة هى:

الأول ـ أن النبى صلى الله عليه وسلم سئل عن رجل زنى بامرأة، فأراد أن يتزوجها أو يتزوج ابنتها، فقال :لا يحرم الحرام الحلال، إنما يحرم ما كان بنكاح فهذا كما قال الدميرى :يدل لمذهب الشافعي أن الزنا لا يثبت حرمة المصاهرة، حتى يجوز للزانى أن ينكح أم المزنى بها

ويؤيده أحاديث أخرى منها :الزانى المجلود لا ينكح إلا مثله وقرأ النبى صلى الله عليه وسلم على رجل يريد أن يتزوج بزانية :(الزانية لا ينكحها إلا زان أو مشرك)

الثانى ـ المصاهرة نعمة؛ لأنها تلحق الأجانب بالأقارب، وفى الحديث :المصاهرة لحمة كلحمة النسب ، وأما الزنا فمحظور شرعا، فلا يكون سببا للنعمة.

الثالث ـ القصد من إثبات حرمة المصاهرة قطع الأطماع بين الرجل والمرأة، لتحقيق الألفة والمودة، والاجتماع البرىء من غير ريبة، أما المزنى بها فهى أجنبية عن الرجل ولا تنسب إليه شرعا، ولا يجرى بينهما التوارث، ولا تلزمه نفقتها، ولا سبيل للقاء معها، فهى كسائر الأجانب، فلا وجه لإثبات الحرمة بالزنا.

الرابع ـ قوله تعالى :(وأحل لكم ما وراء ذلكم)يفيد صراحة حل ما عدا المذكورات قبلها، وليس المزنى بها منهن، فتدخل فى عموم الحل.

وبالنظر فى أدلة الفريقين، وبمعرفة ضعف أدلة الفريق الأول، يتبين لنا ترجيح رأى الفريق الثانى، تمييزا بين الحلال المشروع والحرام المحظور.

ونصت المادة(٣٤)من القانون السورى على المحرمات بسبب المصاهرة ونصها :يحرم على الرجل:

١ ـ زوجة أصله أو فرعه أو موطوء ة أحدهما.

٢ ـ أصل موطوء ته أو فرعها، وأصل زوجته.

وقد اقتصر النص على أصل الزوجة دون فرعها؛ لأنه إن دخل الزوج بالزوجة، فيشمل فرع الزوجة قوله :أصل موطوء ته وفرعها وإن لم يدخل بها، فلا يحرم عليه فرعها وهى الربيبة (الفقه الاسلامى و ادلته للزحيلى، ج٩، ص ٦٦٣٢ و ٦٦٣٣، القسم السادس، الباب الاول، الفصل الثالث، النوع الاول، حرمة المصاهرة)

www.idaraghufran.org

ثابت نہیں ہوتی۔ [1]

اور اگر شہوت کے ساتھ چھوا، یا بوسہ لیا، تو جمہور فقہائے کرام یعنی مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس سے حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوتی، اور اس کے نتیجہ میں کوئی عورت حرام نہیں ہوتی۔ [2]

جبکہ حنفیہ کے نزدیک کسی عورت کو شہوت کے ساتھ چھونے یا شہوت کے ساتھ بوسہ لینے سے حرمتِ مصاہرت ثابت ہوجاتی ہے۔ [3]

---

[1] لا خلاف بين الفقهاء فى أن مقدمات الجماع من المس والتقبيل إذا لم يكن بشهوة لا يؤثر فى حرمة المصاهرة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۸،ص۳۵۷،مادة "مقدمات")

[2] ہمارے نزدیک دلائل کے لحاظ سے یہ قول راجح ہے، اور ضرورت ودفعِ حرج کی صورتوں میں اس پر عمل کر لینے کی گنجائش ہے، ملاحظہ ہو ہمارا رسالہ "المشاكل الحاضرة فى حرمة المصاهرة"

أما إذا كانت مقدمات الجماع من المس والتقبيل بشهوة فذهب المالكية والشافعية والحنابلة إلى أن المباشرة فى غير الفرج والتقبيل ولو بشهوة لا يوجب حرمة المصاهرة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۸،ص۳۵۷،مادة "مقدمات")

أما المس بشهوة فاختلفوا فى انتشار الحرمة به فقال المالكية والشافعية والحنابلة :إن المس والمباشرة فى غير الفرج والتقبيل ولو بشهوة لا يحرم أصول من مسها أو قبلها ولا فروعها، زوجة كانت أم أجنبية لعموم قوله تعالى :(وأحل لكم ما وراء ذلكم)(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۷،ص ۲۸۴،مادة "مس")

اختلف الفقهاء فيما لو لمس الرجل امرأة بشهوة هل يحل له الزواج بأصولها وفروعها؟ يرى المالكية والشافعية والحنابلة فى الجملة أن لمس أجنبية سواء كان لشهوة أو لغيرها لا ينشر حرمة المصاهرة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۵،ص ۳۳۴،مادة "لمس")

[3] وذهب الحنفية إلى أن مقدمات الجماع من اللمس والتقبيل بشهوة يوجب حرمة المصاهرة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۸،ص۳۵۷،مادة "مقدمات")

وذهب الحنفية إلى أن المس بشهوة يوجب حرمة المصاهرة فمن مسته امرأة بشهوة حرمت عليه أمها وابنتها، ولا تحل له أصولها ولا فروعها، وحرم عليها أصوله وفروعه، ومن مس أو قبل أم امرأته بشهوة حرمت عليه امرأته.

وقال الحنفية :إن الأسباب الداعية إلى الوطء فى إثبات الحرمة كالوطء فى إثباتها، وإن المس والنظر سبب داع إلى الوطء فيقام مقامه فى موضع الاحتياط (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۷،ص ۲۸۴،مادة "مس")

www.idaraghufran.org

خواہ یہ عمل جان بوجھ کر کیا ہو، یا بھول کر کیا ہو، یا غلطی سے کیا ہو، یا زبردستی کیا گیا ہو۔ [1]

اسی وجہ سے اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو رات اندھیرے وغیرہ میں صحبت کے لئے جگانا چاہا، اور غلطی سے اس کا ہاتھ اپنی بیٹی پر پڑ گیا، اور اس وقت اس کو شہوت بھی تھی، اور اس کی بیٹی کم از کم نو سال یا اس سے زیادہ عمر کی تھی، اور اس کو اس شہوت سے انزال بھی نہیں ہوا، تو حنفیہ کے نزدیک اس شخص پر اس کی اپنی بیوی ہمیشہ کے لئے حرام ہو جائے گی، جس کے حلال ہونے کا بھی ان کے نزدیک کوئی طریقہ نہیں۔ [2]

مسئلہ نمبر 9...... جو حکم شہوت سے کسی کو چھونے کا ہے، وہی حکم شہوت سے بوسہ لینے کا بھی ہے۔

پس اگر شہوت سے کسی عورت کا بوسہ لیا، تو جمہور فقہائے کرام یعنی مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس سے حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوتی۔

جبکہ حنفیہ کے نزدیک اس سے حرمتِ مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے، بشرطیکہ اس شہوت کے وقت مرد کو انزال نہ ہوا ہو، جیسا کہ آگے آتا ہے۔ [3]

---

[1] وذهب الحنفية إلى ثبوت حرمة المصاهرة باللمس والتقبيل والنظر إلى الفرج بشهوة كما تثبت بالوطء.

ولا فرق عند الحنفية فى ثبوت الحرمة باللمس بين كونه عامدا أو ناسيا أو مكرها أو مخطئا (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۵، ص ۳۳۴، مادة "لمس")

[2] قال الحنفية: لو أيقظ الزوج زوجته ليجامعها، فوصلت يده إلى ابنة منها، فقرصها بشهوة، وهى ممن تشتهى يظن أنها أمها، حرمت عليه الأم حرمة مؤبدة.

ولم يفرق الحنفية والحنابلة بين حصول الزنا قبل الزواج أو بعده فى ثبوت حرمة المصاهرة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۶، ص ۲۱۵، مادة "محرمات النكاح")

[3] اگر کسی عورت یا لڑکی کا منہ پر بوسہ لیا، تو شہوت کے بغیر بھی حنفیہ کے نزدیک حرمتِ مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے، البتہ حنفیہ میں سے بعض اس صورت میں حرمتِ مصاہرت ثابت ہونے کے قائل نہیں، اس طرح بغیر شہوت کے منہ کا بوسہ لینے میں حرمتِ مصاہرت کے ثبوت میں حنفیہ میں باہم اختلاف ہے۔

أثر التقبيل فى حرمة المصاهرة:

التقبيل إذا لم يكن بشهوة لا يؤثر فى حرمة المصاهرة، فمن قبل امرأة بغير شهوة فله أن يتزوج ببنتها

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 10...... اگر شہوت کے ساتھ کسی عورت کی شرمگاہ کو دیکھا، یا کسی عورت نے شہوت کے ساتھ کسی مرد کی شرمگاہ کو دیکھا، تو جمہور فقہائے کرام یعنی مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوتی۔

جبکہ حنفیہ کے نزدیک اگر عورت، مرد کے عضوِ تناسل کو شہوت سے دیکھے، یا مرد عورت کی شرمگاہ کے اندر والے حصہ کو شہوت سے دیکھے، تو اس سے بھی حرمتِ مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ اس شہوت سے انزال نہ ہوا ہو، جیسا کہ آگے آتا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أو أمها، ويجوز لها الزواج بأصوله أو فروعه، وكذلك من قبل أم امرأته بغير شهوة لا تحرم عليه امرأته .وهذا متفق عليه، إلا إذا كانت القبلة على الفم، فخالف فى ذلك الحنفية، وألحق بعضهم الخد بالفم .

أما التقبيل أو المس بشهوة فاختلفوا فى انتشار الحرمة بهما، فقال جمهور الفقهاء :(المالكية والشافعية والحنابلة) المباشرة فى غير الفرج والتقبيل ولو بشهوة لا يحرم على المقبل أصول من يقبلها ولا فروعها، زوجة كانت أم أجنبية ، لعموم قوله تعالى :(وأحل لكم ما وراء ذلكم)

وصرح الحنفية بأن التقبيل واللمس بشهوة يوجب حرمة المصاهرة، فمن مس أو قبل امرأة بشهوة لا تحل له أصولها ولا فروعها، وحرمت عليها أصوله وفروعه .ومن قبل أم امرأته بشهوة حرمت عليه امرأته(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٣، ص ١٣٩ ،مادة "تقبيل")

وإذا أقر بالتقبيل وأنكر الشهوة، قيل :لا يصدق، لأنه لا يكون إلا عن شهوة، فلا يقبل إنكاره إلا أن يظهر خلافه .وقيل :يصدق، وقيل :بالتفصيل بين كونه على الرأس والجبهة والخد فيصدق، أو على الفم فلا، وهذا هو الأرجح .

واستدل الحنفية على انتشار الحرمة بالمس والتقبيل بشهوة بقوله تعالى :(ولا تنكحوا ما نكح آباؤكم)قالوا :المراد من النكاح الوطء ، والتقبيل بشهوة داع إلى الوطء ، فيقام مقامه احتياطا للحرمة .وبما روى عن النبى صلى الله عليه وسلم :من نظر إلى فرج امرأة بشهوة أو لمسها بشهوة حرمت عليه أمها وابنتها، وحرمت على ابنه وأبيه هذا ولا تنتشر الحرمة بالتقبيل ولو بشهوة بين الإخوة والأخوات، فلو قبل أخت امرأته ولو بشهوة لا تحرم عليه امرأته اتفاقا(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٣، ص ١٣٩ ،مادة "تقبيل")

[1] لیکن اگر شرمگاہ دیکھنے والے کو شہوت نہیں تھی، مگر جس کی شرمگاہ کو دیکھا گیا، اس میں شہوت تھی، تو اس کا اعتبار نہیں۔

اور یہ بھی ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ عام حالات میں عورت کی شرمگاہ کا اندورنی حصہ نظر نہیں آتا۔

اور حنفیہ کے نزدیک مندرجہ بالا حکم شرمگاہ کو شہوت کے ساتھ دیکھنے کا ہے، لیکن اگر شرمگاہ کے علاوہ جسم کے کسی اور حصہ کو

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 11...... حنفیہ کے نزدیک کسی عورت سے صحبت کرنے یا اس کو شہوت سے چھونے یا کسی مرد کی شرمگاہ کو شہوت سے دیکھنے یا عورت کے اندر کی شرمگاہ کے حصہ کو شہوت سے دیکھنے کے نتیجہ میں حرمتِ مصاہرت ثابت ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ عورت بالغ ہو، یا بالغ ہونے کے قریب ہو، یعنی چاند کے حساب سے کم از کم نو سال یا اس سے زیادہ کی ہو۔

اور اگر اس لڑکی کی عمر چاند کے حساب سے نو سال سے کم کی ہو، تو اس سے حرمتِ مصاہرت

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

شہوت کے ساتھ دیکھا جائے، تو صرف دیکھنے سے حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوتی۔

اسی طرح اگر شرمگاہ کے اندرونی حصہ کو دیکھے بغیر کسی کے بارے میں شہوت کے ساتھ تصور قائم کیا جائے، تو اس سے بھی حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوتی۔

ذهب المالكية والشافعية والحنابلة إلى عدم حرمة المصاهرة بالنظر إلى الفرج، وانفرد الحنفية بالقول بثبوت حرمة المصاهرة بالنظر إلى الفرج بشهوة، وعلى ذلك فلو نظرت المرأة إلى ذكر رجل بشهوة، أو نظر هو إلى فرجها بشهوة تعلقت بهما حرمة المصاهرة ما لم ينزل، فلو أنزل فلا حرمة، لأن النظر مؤد إلى الجماع غالبا فأقيم مقامه، فإذا أنزل علم أنه لم يؤد إليه فلا حرمة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۲، ص ۹۱، مادة "فرج")

فإن نظرت المرأة إلى ذكر الرجل أو لمسته بشهوة أو قبلته بشهوة تعلقت به حرمت المصاهرة، كذا فی الجوهرة النيرة .ولا تثبت بالنظر إلى سائر الأعضاء إلا بشهوة ولا بمس سائر الأعضاء لا عن شهوة بلا خلاف، كذا فی البدائع .والمعتبر النظر إلى الفرج الداخل هكذا فی الهداية .وعليه الفتوى هكذا فی الظهيرية وجواهر الأخلاطی .قالوا: لو نظر إلى فرجها وهی قائمة لا تثبت حرمة المصاهرة، وإنما يقع النظر فی الداخل إذا كانت قاعدة متكئة، كذا فی فتاوى قاضی خان (الفتاویٰ الهندية، ج ۱، ص ۲۷۴، كتاب النكاح، القسم الثانی المحرمات بالصهرية)

ويعتبر فی النظر :النظر إلى داخل الفرج، وكذلك إنما يكون إذا كانت متكئة، أما إذا كانت قاعدة مستوية أو قائمة لا تثبت حرمة المصاهرة، قال شيخ الإسلام رحمه الله : هو الصحيح .وقال أبو يوسف فی رواية ابن سماعة :النظر إلى المدخل والركب سواء ، وتحرم بذلك أمها إذا كان بشهوة، وروى إبراهيم عن محمد رحمه الله :أن النظر إلى موضع الجماع من الدبر فی حرمة المصاهرة نظير النظر إلى الفرج، ثم رجع وقال : لا يحرمه إلا النظر إلى الفرج من الداخل (المحيط البرهانی، ج۳، ص ۶۴، كتاب النكاح، الفصل الثالث عشر فی بيان أسباب التحريم)

www.idaraghufran.org

ثابت نہیں ہوتی۔ [1]

اسی طریقہ سے حنفیہ کے نزدیک یہ بھی شرط ہے کہ چھونا یا بوس و کنار کرنا یا شرمگاہ کو دیکھنا، شہوت کے ساتھ ہو، اور اگر چھوتے یا شرمگاہ کو دیکھتے وقت تو شہوت نہیں تھی، پھر چھونے یا دیکھنے کے بعد شہوت پیدا ہوئی، تو اس سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

اور حنفیہ کے نزدیک عام حالات میں شہوت کی حد یہ ہے کہ عضوِ تناسل میں حرکت پیدا ہو جائے، اور اگر پہلے سے حرکت ہو، تو اس میں اضافہ ہو جائے۔

اور حنفیہ کے نزدیک حرمتِ مصاہرت ثابت ہونے کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ اس شہوت سے انزال نہ ہوا ہو۔

البتہ حنفیہ کے نزدیک یہ شرط نہیں کہ شہوت سے چھوتے وقت دونوں فریقوں کو شہوت پیدا ہو، بلکہ کسی ایک فریق میں شہوت کا پیدا ہونا کافی ہے، البتہ شرمگاہ کو دیکھتے وقت دیکھنے والے فریق میں شہوت کا پایا جانا ضروری ہے۔ [2]

---

[1] أثر مباشرة المشتهاة فی انتشار حرمة المصاهرة:

نص الحنفية على أن حرمة المصاهرة تنتشر بوطء المشتهاة أو مسها بشهوة، وقالوا بنت سنها دون تسع ليست بمشتهاة وبه يفتى ولا فرق بين أن تكون سمينة أو لا، ولذا قال فی المعراج :بنت خمس لا تكون مشتهاة اتفاقا وبنت تسع فصاعدا مشتهاة اتفاقا وفيما بين الخمس والتسع اختلاف الرواية والمشايخ، والأصح أنها لا تثبت الحرمة .ولا فرق فی انتشار الحرمة عند الحنفية بين الوطء بالزنا والنكاح، فلو تزوج صغيرة غير مشتهاة فدخل بها فطلقها وانقضت عدتها وتزوجت بآخر جاز للأول التزوج ببنتها، لعدم الاشتهاء ، أما أمها فحرمت عليه بمجرد العقد.

وكذا تشترط الشهوة فی الذكر فلو جامع صبی غير مراهق امرأة أبيه لا تثبت الحرمة أی لا تحرم على أبيه، لأن من لا يشتهی لا تثبت الحرمة بجماعه، أما الصبی الذی وصل إلى حد المراهقة وهو الذی يجامع مثله ويشتهی وتستحی النساء من مثله فهو كالبالغ (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۷، ص ۳۱۳، مادة "مشتهاة")

[2] البتہ حنفیہ کے نزدیک یہ شرط ہے کہ جسم کو بغیر کسی ایسے حائل کے چھوا جائے کہ جو جسم کی حرارت کے لئے مانع ہوتا، اور اگر کوئی ایسا کپڑا وغیرہ درمیان میں حائل ہو کہ جو جسم کی حرارت کے لئے مانع ہوتا ہے، تو پھر اس طرح چھونے سے حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوتی۔

اسی طرح سے اگر کوئی عمر رسیدہ ہونے یا کسی بیماری وغیرہ کی وجہ سے جماع پر قادر نہ ہو، جس کی وجہ سے اس کے عضوِ تناسل

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 12 ...... عورت کے حق میں اس کے شوہر کا والد اور دادا اور شوہر کا بیٹا اور شوہر کے بیٹے کا بیٹا، محرم شمار ہوتا ہے۔

اور اسی طریقہ سے مرد کے حق میں اس کی بیوی کی والدہ اور دادی اور اس کی بیوی کی بیٹی، محرم

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

میں قابلِ ذکر حرکت نہ پیدا ہوتی ہو، تو اس کے دل میں حرکتِ مشوشہ کا پیدا ہونا یا پہلے سے پیدا شدہ حرکت میں اضافہ ہونا کافی ہے۔

نیز حنفیہ کے نزدیک یہ بھی شرط ہے کہ جس عورت یا لڑکی کے ساتھ لَمس وغیرہ ہوا ہے، شہوت کا محل بھی وہی ہو، اور اگر شہوت کا محل کوئی اور ہو، تو پھر حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوتی، مثلاً کسی شخص کو اپنی بیوی پر شہوت ہوئی، اور اس نے اس سے اپنی حاجت پوری کرنا چاہی، اور اسی درمیان اُچٹتا ہوا ہاتھ بیٹی پر پڑ گیا، تو اس سے حنفیہ کے نزدیک حرمتِ مصاہرت ثابت نہ ہوگی۔

ويرى الحنفية أن من زنى بامرأة أو لمسها أو قبلها بشهوة أو نظر إلى فرجها بشهوة حرم عليه أصولها، وفروعها، لقوله صلى الله عليه وسلم :من نظر إلى فرج امرأة لم تحل له أمها ولا بنتها وتحرم المرأة على أصوله وفروعه؛ لأن حرمة المصاهرة تثبت عندهم بالزنا ومقدماته، ولا تحرم أصولها ولا فروعها على ابن الزاني وأبيه.

وتعتبر الشهوة عندهم عند المس والنظر، حتى لو وجدا بغير شهوة ثم اشتهى بعد الترك لا تتعلق به الحرمة.

وحد الشهوة في الرجل أن تنتشر آلته أو تزداد انتشارا إن كانت منتشرة.

وجاء في الفتاوى الهندية نقلا عن التبيين :وجود الشهوة من أحدهما يكفي عند المس أو النظر، وشرطه أن لا ينزل، حتى لو أنزل عند المس أو النظر لم تثبت به حرمة المصاهرة، قال الصدر الشهيد :وعليه الفتوى(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٦، ص٢١٤، مادة "محرمات النكاح")

ثم المس بشهوة أن تنتشر الآلة ثم شرط الحرمة بالنظر أو المس أن لا ينزل، فإن أنزل لا تثبت الحرمة، واشترط الحنفية الشهوة حال المس، فلو مس بغير شهوة ثم اشتهى بعد ذلك المس لا تحرم عليه، إذ تبين أن المس بالإنزال غير مفض إلى الوطء، والمس المفضي إليه هو المحرم، ومعنى قولهم :المس بشهوة لا يوجب الحرمة بالإنزال هو أن الحرمة عند ابتداء المس بشهوة كان حكمها موقوفا إلى أن تبين بالإنزال فإن أنزل لم تثبت وإلا ثبتت.

واستدلوا بقوله تعالى :(ولا تنكحوا ما نكح آباؤكم) ، قالوا :المراد من النكاح الوطء، والمس والتقبيل بشهوة داع إلى الوطء فيقام مقامه احتياطا للحرمة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٧، ص٢٨٤، مادة "مس")

حد الشهوة في النظر والمس تحرك الآلة أو زيادة التحرك إن كان موجودا قبلها، وبه يفتى عند الحنفية (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٦، ص٢٧١، مادة "شهوة")

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

شمار ہوتی ہے۔

اوران افراد پر محرم ہونے کے اعتبار سے احکام جاری ہوتے ہیں، اوران کے ساتھ عورت کا سفر کرنا اور خلوت اختیار کرنا جائز ہوتا ہے، بشرطیکہ کوئی فتنہ لازم نہ آتا ہو۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وذهب الحنفية إلى :أن حرمة المصاهرة كما تثبت بالزنى تثبت بالمس والنظر بشهوة.

فيحرم أصل ممسوسة بشهوة ولو لشعر على الرأس بحائل لا يمنع الحرارة، وكذا يحرم أصل ما مسته(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٦،ص ٢٧٠،مادة "شهوة")

وهذا إذا كان شابا قادرا على الجماع، وإن كان شيخا أو عنينا فحد الشهوة أن يتحرك قلبه بالاشتهاء إن لم يكن متحركا قبل ذلك، ويزداد الاشتهاء إن كان متحركا فهذا هو حد الشهوة التى حكاها ....عن أصحابنا رحمهم الله، وإليه مال شيخ الإسلام المعروف بخواهر زاده وشمس الأئمة السرخسى رحمهما الله (المحيط البرهانى، ج٣، ص ٦٣، كتاب النكاح، الفصل الثالث عشر فى بيان أسباب التحريم)

فدل أنه لو لمسها ولم يشته هو واشتهت هى حال المس وعكسه تحرم المصاهرة.

بخلاف ما لو نظر إلى فرجها فاشتهت هى لا هو وعكسه والفرق اشتراكهما فى لذة اللمس كالمشتركين فى لذة الجماع بخلاف النظر فإنه لم يحصل ذلك فى نظره لها بلا شهوة منه لها وفى نظرها إلى فرجه بلا شهوة منها له وإن اشتهت هى تأمل، قلت :وقوله وإن اشتهت هى لا محل له هنا تأمل (منحة الخالق على البحر الرائق، ج٣، ص ١٠٧، كتاب النكاح، فصل فى المحرمات فى النكاح)

قال فى الفتح :وقوله :بشهوة فى موضع الحال، فيفيد اشتراط الشهوة حال المس، فلو مس بغير شهوة، ثم اشتهى عن ذلك المس لا تحرم عليه .اهـ.

وكذلك فى النظر كما فى البحر، فلو اشتهى بعدما غض بصره لا تحرم.

قلت :ويشترط وقوع الشهوة عليها لا على غيرها لما فى الفيض لو نظر إلى فرج بنته بلا شهوة فتمنى جارية مثلها فوقعت له الشهوة على البنت تثبت الحرمة، وإن وقعت على من تمناها فلا(رد المحتار على الدر المختار، ج٣،ص ٣٣،كتاب النكاح،فصل فى المحرمات)

[1] النظر والخلوة بالنسبة للحمو يختلف باختلاف أحوال الحمو.

فالحمو المحرم :كأبى الزوج وإن علا، وابن الزوج وإن نزل، يجوز له النظر إلى المرأة والخلوة بها، وكذلك أم الزوجة بالنسبة إلى الزوج وابنتها، لقوله تعالى :(ولا يبدين زينتهن إلا لبعولتهن أو آبائهن أو آباء بعولتهن أو أبنائهن أو أبناء بعولتهن) إلى آخر الآية.

ولقوله صلى الله عليه وسلم ألا لا يبيتن رجل عند امرأة ثيب إلا أن يكون ناكحا أو ذا محرم . وإنما خص فيه الثيب بالذكر لأنها يدخل عليها غالبا، وأما البكر فمصونة فى العادة، فهى أولى بذلك.

وقد حكى النووى وغيره الإجماع على تحريم الخلوة بالأجنبية، وإباحة الخلوة بالمحارم.

والمحرم :هى كل من حرم عليه نكاحها على التأبيد بسبب مباح (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٨، ص ١٦٢،مادة "حمو")

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 13...... بعض سُسرالی رشتہ دار نامحرم شمار ہوتے ہیں، جیسا کہ عورت کے حق میں اس کے شوہر کا بھائی (یعنی دیور اور جیٹھ) اور مرد کے حق میں اس کی بیوی کی بہن (یعنی سالی) اور ان اشخاص پر نامحرم افراد کے احکام جاری ہوتے ہیں۔ [1]

مسئلہ نمبر 14...... جس عورت سے جائز طریقہ پر حرمتِ مصاہرت کا رشتہ قائم ہونے کی وجہ سے محرَم ہونا ثابت ہوجائے، مثلاً کسی عورت سے باقاعدہ نکاح ہوجانے سے اس کی ماں کا محرم بن جانا وغیرہ، اُس کا حکم تو شرعاً محرَم ہونے کا ہے، اور اس کے ساتھ خلوت اختیار کرنے اور سفر کرنے اور پردہ کے احکام وہی ہیں، جو دوسری محرَم عورت کے ساتھ ہوتے ہیں، تاہم فتنہ سے بچنے کے لئے احتیاط کا حکم اپنی جگہ ہے۔ [2]

---

[1] الحمو غير المحرم كأخي الزوج وكل من يمت بقرابة إلى الزوج، ما عدا المذكورين فی السابق فحكمهم حكم الأجنبی فی النظر والخلوة، والسكن، واستماع الصوت، وقال فی الإنصاف :وحرم نظر بشهوة أو مع خوف ثورانها لأحد ممن ذكرنا .
وأما المس فالقاعدة فی ذلک أنه متى حرم النظر حرم المس، لأنه أبلغ منه فی اللذة وإثارة الشهوة.
ولا يلزم عند الجمهور من حل النظر حل المس والخلوة كالشاهد ونحوه .
خلافا للحنفية فمس المحرم لما يحل له نظره بغير شهوة جائز كالنظر .
والخلوة كذلک سواء فی الدخول على النساء أو السكنى لحديث :إياكم والدخول على النساء .
فقال رجل من الأنصار :يا رسول الله أفرأيت الحمو قال :الحمو الموت .
والحديث محمول على من ليس بمحرم من الأحماء ، وقد خرج هذا الكلام مخرج التغليظ، لأنه صلى الله عليه وسلم فهم من السائل طلب الترخيص بدخول مثل هؤلاء الذين ليسوا بمحارم (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٨، ص١٦٢ و ١٦٣،مادة "حمو")

[2] النظر واللمس والخلوة بالنسبة للمحارم:
الرحم غير المحرم كالأجنبی فی النظر واللمس والخلوة (ر :أجنبی).
أما المحارم من الأرحام فللفقهاء فی نظر الرجال إلى النساء -ما لم يكن بشهوة -ثلاثة آراء :
أ -جواز النظر إلى جميع بدن المرأة، عدا ما بين السرة والركبة، وهو قول الشافعية، وللحنابلة فيه قول ضعيف.
ب -جواز النظر إلى الذراعين والشعر وما فوق النحر، وأطراف القدمين وهو قول المالكية.
ج -جواز النظر إلى الوجه والرقبة واليد والقدم والرأس والساق، وهو رأی الحنابلة ، ويكره عندهم النظر إلى الساق والصدر للتوقی لا للتحريم.
د -جواز النظر إلى الرأس والوجه والصدر والساق والعضد وهو رأی الحنفية.

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن اگر کسی نامحرَم سے حرمتِ مصاہرت ناجائز طریقہ پر مثلاً بعض فقہائے کرام کے نزدیک زنا یا اس کو چھونے یا بوس وکنار وغیرہ کرنے سے ثابت ہوئی ہو، تو اس طریقہ سے حرام شدہ عورتوں کے احکام بھی سفر، خلوت اور پردہ کے اعتبار سے وہی ہوں گے، جو جائز طریقہ پر حرمتِ مصاہرت کے ذریعہ سے ثابت شدہ عورتوں کے ہیں یا نہیں؟

اس بارے میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے، بعض حضرات ان احکام میں اُن عورتوں کو اجنبی اور نامحرَم عورتوں کا درجہ دیتے ہیں، جبکہ بعض ان احکام میں اس طرح کی عورتوں کو محرَم عورتوں کا درجہ دیتے ہیں، بشرطیکہ فتنہ سے حفاظت اور امن ہو۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أما بالنسبة لما يحرم على المرأة من الرجل فهو ما بين السرة والركبة .ولكل من المالكية والحنابلة قول آخر، هو الصحيح عندهما، أنها لا يجوز أن تنظر منه إلا ما يجوز للرجل أن ينظر إليه من ذوات المحارم، ويجوز النظر إلى ما دون ذلك .

وكل ما حرم نظره حرم مسه، لأنه أبلغ في اللذة . وتجوز الخلوة بالمحارم باتفاق(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣، ص٩٠، مادة "أرحام")

[1] والوطء على ثلاثة أضرب ؛ مباح ، وهو الوطء في نكاح صحيح أو ملك يمين ، فيتعلق به تحريم المصاهرة بالإجماع ، ويعتبر محرما لمن حرمت عليه ؛ لأنها حرمت عليه على التأبيد ، بسبب مباح، أشبه النسب .

الثاني :الوطء بالشبهة ، وهو الوطء في نكاح فاسد ، أو شراء فاسد ، أو وطء امرأة ظنها امرأته أو أمته ، أو وطء الأمة .المشتركة بينه وبين غيره ، وأشباه هذا يتعلق به التحريم كتعلقه بالوطء المباح إجماعا.قال ابن المنذر :أجمع كل من نحفظ عنه من علماء الأمصار ، على أن الرجل إذا وطء امرأة بنكاح فاسد ، أو بشراء فاسد ، أنها تحرم على أبيه وابنه وأجداده وولد ولده .وهذا مذهب مالك ، والأوزاعي ، والثوري ، والشافعي ، وأحمد ، وإسحاق ، وأبي ثور وأصحاب الرأي .ولأنه وطء يلحق به النسب ، فأثبت التحريم ، كالوطء المباح .ولا يصير به الرجل محرما لمن حرمت عليه ، ولا يباح له به النظر إليها ؛ لأن الوطء ليس بمباح ؛ ولأن المحرمية تتعلق بكمال حرمة الوطء ؛ لأنها إباحة ؛ ولأن الموطوءة لم يستبح النظر إليها فلأن لا يستبيح النظر إلى غيرها أولى .

الثالث :الحرام المحض ، وهو الزنا ، فيثبت به التحريم ، على الخلاف المذكور ، ولا تثبت به المحرمية ، ولا إباحة النظر ؛ لأنه إذا لم يثبت بوطء الشبهة ، فبالحرام المحض أولى ، ولا يثبت به نسب ، ولا يجب به المهر إذا طاوعته فيه (المغنى لابنِ قدامة، ج٧ص١١٨ ، كتاب النكاح، فصل الوطء علىٰ ثلاثة اضرب)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 15...... مصاہرت کا رشتہ قائم ہوجانے کی وجہ سے ایک شخص کا دو بہنوں کو اور اسی طریقہ سے ایسی دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہوجاتا ہے کہ جن کے درمیان ایسی رشتہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وإن كانت حرمة المصاهرة بالزنى اختلفوا فيها قال بعضهم :لا يثبت فيها إباحة النظر والمس.
وقال السرخسی :تثبت إباحة النظر والمس لثبوت الحرمة المؤبدة كذا فی فتاوی قاضيخان وهو الصحيح كذا فی المحيط(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٦،ص ٢٠٢،مادة "محرم")
وكذلک المحرمة بالمصاهرة لأن الله تعالى سوى بينهما بقوله (فجعله نسبا وصهرا)إلا أن مشايخنا رحمهم الله تعالى يختلفون فيما إذا كان ثبوت حرمة المصاهرة بالزنا فقال بعضهم :لا يثبت به حل المس والنظر لأن ثبوت الحرمة بطريق العقوبة على الزانی لا بطريق النعمة ولأنه قد جرب مرة فظهرت خيانته فلا يؤمن ثانيا والأصح أنه لا بأس بذلک لأنها محرمة عليه على التأبيد فلا بأس بالنظر إلى محاسنها كما لو كان ثبوت حرمة المصاهرة بالنكاح ولا يجوز أن يقال :ثبوت الحرمة بطريق العقوبة هناک لأنا إنما نثبت الحرمة هناک بالقياس على النكاح فإذا جعلناها بطريق العقوبة لم تكن تلک الحرمة.
وإثبات الحرمة ابتداء بالرأی لا يجوز؛ ثم يحل له أن يخلو بهؤلاء وأن يسافر بهن لقوله -صلى الله عليه وسلم -ألا لا يخلون رجل بامرأة ليس منها بسبيل فإن ثالثهما الشيطان معناه ليست بمحرم له فدل أنه يباح له أن يخلو بذوات محارمه ولكن بشرط أن يأمن على نفسه وعليها (المبسوط، للسرخسی، ج١٠،ص ١٥٠،كتاب الاستحسان،نظر الرجل إلى المرأة)
ولا بأس للرجل أن ينظر من أمه وابنته البالغة وأخته وكل ذی رحم محرم منه كالجدات والأولاد وأولاد الأولاد والعمات والخالات إلى شعرها وصدرها وذوائبها وثديها وعضدها وساقها، ولا ينظر إلى ظهرها وبطنها، ولا إلى ما بين سرتها إلى أن يجاوز الركبة.
وكذا إلى كل ذات محرم برضاع أو مصاهرة كزوجة الأب والجد وإن علا وزوجة ابن الابن وأولاد الأولاد.
وإن سفلوا وابنة المرأة المدخول بها فإن لم يكن دخل بأمها فهی كالأجنبية،وإن كانت حرمة المصاهرة بالزنا اختلفوا فيها قال بعضهم لا يثبت فيها إباحة النظر والمس وقال شمس الأئمة السرخسی تثبت إباحة النظر والمس لثبوت الحرمة المؤبدة، كذا فی فتاوی قاضی خان .وهو الصحيح، كذا فی المحيط .وما حل النظر إليه حل مسه ونظره وغمزه من غير حائل ولكن إنما يباح النظر إذا كان يأمن على نفسه الشهوة، فأما إذا كان يخاف على نفسه الشهوة فلا يحل له النظر، وكذلک المس إنما يباح له إذا أمن على نفسه وعليها الشهوة، وأما إذا خاف على نفسه أو عليها الشهوة فلا يحل المس له(الفتاوی الهندية، ج٥،ص ٣٢٨،كتاب الكراهية وهو مشتمل على ثلاثين بابا،الباب الثامن فيما يحل للرجل النظر إليه وما لا يحل له)
و إن كانت حرمة المصاهرة بالزنا اختلفوا فيها قال بعضهم لا يثبت فيها إباحة المس و النظر و قال

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

داری ہو کہ ان دونوں عورتوں میں سے ایک کو مرد تسلیم کرلیا جائے، تو وہ دوسرے کے لئے حرام ہو، جیسے خالہ اور بھانجی، پھوپھی اور بھتیجی وغیرہ۔ [1]

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَ عِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

شمس الأئمة السرخسی رحمه الله تعالی تثبت إباحة المس و النظر لثبوت الحرمة المؤبدة *و ما لا يكره النظر إليها من ذوات المحارم لا بأس بأن يمسها بلا حائل بلا شهوة إلا الأجنبية فإنه لا بأس بالنظر إلى وجهها و يكره المس *و لا ينظر إلى بطن ذات رحم محرم منه و لا إلى ظهرها و لا ما بين صرتها *و إنما يباح النظر و المس إلى هذه المواضع بغير شهوة *فإن كان بحال لو نظر إلى ذلك يشتهي أو كان أكبر رأيه أنه يشتهي فإنه يغض بصره و لا يمسها *و في كل موضع جاز المس و النظر جاز له أن يسافر بها و يخلو إذا أمن على نفسه *فإن خاف عليها أو على نفسه لا يفعل ذلك فإذا سافر بها و احتاج إلى حملها و إنزالها لا بأس بذلک فيأخذ بطنها و ظهرها بثوب لا يصف و إن خاف أن يشتهي إذا مس فليجتنب ما أمكن *و يجوز النظر من أمة الغير ما يجوز من ذوات المحرم و ما جاز النظر إليها جاز مسها من غير شهوة *فإن خاف على نفسه فليجتنب(فتاوى قاضي خان، ج۳، ص ۳۵۰، كتاب الحظر و الإباحة و ما يكره أكله و ما لا يكره و ما يتعلق بالضيافة)

[1] وذهب الفقهاء إلى أنه يحرم بالمصاهرة على التأقيت الجمع بين الأختين ومن في حكمهما ممن بينهما قرابة محرمة بحيث لو فرضت إحداهما ذكرا حرمت الأخرى لقوله تعالى في آية المحرمات :(وأن تجمعوا بين الأختين إلا ما قد سلف)ولحديث أبي هريرة رضي الله تعالى عنه :أن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى أن تنكح المرأة على عمتها أو العمة على ابنة أخيها أو المرأة على خالتها أو الخالة على بنت أختها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۷، ص ۳۶۸، مادة "مصاهرة")

www.idaraghufran.org

(فصل نمبر 15)

رضاعی رشتہ داروں سے حسنِ سلوک

آدمی کے حسنِ سلوک کے مستحق وحقدار اس کے نسبی وسسرالی رشتہ داروں کے ساتھ ساتھ اس کے رضاعی رشتہ دار بھی ہیں، البتہ رضاعی رشتہ داروں سے حسنِ سلوک کا درجہ نسبی اور سسرالی رشتہ داروں کے بعد ہے۔

رضاعی رشتہ داروں سے مراد وہ رشتہ دار ہیں، جو کسی عورت کے کسی بچہ کو دودھ پلانے کے نتیجہ میں وجود میں آتے ہیں، جس کو عربی زبان میں ''رضاعت'' کہا جاتا ہے۔

اس کی کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

حضرت ابو طفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْسِمُ لَحْمًا بِالْجِعِرَّانَةِ، قَالَ أَبُو الطُّفَيْلِ: وَأَنَا يَوْمَئِذٍ غُلَامٌ أَحْمِلُ عَظْمَ الْجَزُورِ، إِذْ أَقْبَلَتِ امْرَأَةٌ حَتّٰى دَنَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَبَسَطَ لَهَا رِدَاءَهُ، فَجَلَسَتْ عَلَيْهِ، فَقُلْتُ: مَنْ هِيَ؟ فَقَالُوا: هٰذِهِ أُمُّهُ الَّتِي أَرْضَعَتْهُ (سنن أبی داود) [1]

---

[1] رقم الحديث ۵۱۴۴، كتاب الادب، باب فى بر الوالدين.

قال شعيب الارنؤوط:

حسن بشواهده، وهذا إسناد ضعيف لجهالة جعفر بن يحيى وعمه عمارة.
بن المثنى :هو محمّد العنزى، وأبو عاصم :هو الضحاك بن مخلد النبيل .وأبو الطفيل :هو عامر بن واثلة الليثى، وأمه التى أرضعته :هى حليمة بنت أبى ذؤيب السعدية.

وأخرجه البخارى فى "الأدب المفرد(۱۲۹۵) "وابن أبى الدنيا فى "مكارم الأخلاق (۲۱۲)" وابن أبى عاصم فى "الأحاد والمثانى(۹۴۶)"والبزار فى "مسنده (۲۷۸۱)" وأبو يعلى فى "مسنده(۹۰۰)"وابن حبان فى "صحيحه(۴۲۳۲)" والطبرانى فى

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جعرانہ کے مقام پر دیکھا کہ گوشت تقسیم فرمارہے ہیں۔

ابوالطفیل کہتے ہیں کہ میں اس وقت لڑکا تھا اور اونٹ کی ہڈی اٹھایا کرتا تھا، اس دوران ایک عورت سامنے آئی یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوگئی آپ نے اس کے لیے اپنی چادر بچھائی وہ اس پر بیٹھ گئی میں نے لوگوں سے سوال کیا کہ یہ کون ہے؟ لوگوں نے جواب میں بتایا کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ ماں ہیں، جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا ہے (ابوداؤد)

حضرت عمر بن سائب سے روایت ہے کہ:

أَنَّـهُ بَلَغَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ جَالِسًا فَأَقْبَلَ أَبُوْهُ مِنَ الرَّضَاعَةِ، فَوَضَعَ لَهُ بَعْضَ ثَوْبِهِ، فَقَعَدَ عَلَيْهِ، ثُمَّ أَقْبَلَتْ أُمُّهُ مِنَ الرَّضَاعَةِ فَوَضَعَ لَهَا شِقَّ ثَوْبِهِ مِنْ جَانِبِهِ الْآخَرِ، فَجَلَسَتْ عَلَيْهِ، ثُمَّ أَقْبَلَ أَخُوْهُ مِنَ الرَّضَاعَةِ، فَقَامَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَجْلَسَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ (سنن أبي داود) [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

"الأوسط(۲۴۲۴)"والحاكم فى "المستدرك(۳/ ۲۱۸ ـ ۲۱۹)"و (۴/۱۶۴) وابن بشكوال فى "غوامض الأسماء المبهمة(۲/۷۵۸)"والمزى فى ترجمة عُمارة بن ثوبان من "تهذيب الكمال(۲۱/۲۳۱ ـ ۲۳۲) "من طرق عن أبى عاصم، بهذا الإسناد . ورواية ابن أبى عاصم دون قصة المرأة، وسقط من "مسند أبى يعلى "من السند "أبو عاصم الضحاک "فيستدرک من هنا، وصححه الحاكم وسكت عنه الذهبى.
ويشهد له مرسل محمّد بن المنكدر عند ابن سعد فى "الطبقات(۱/۱۱۴)" ومرسل عبد الله بن عبد الرحمن بن حسين عند ابن أبى الدنيا فى "مكارم الأخلاق(۲۱۴) " ورجالهما ثقات . ويشهد له ما بعده كذلک (حاشية سنن ابى داود)

[1] قم الحديث ۵۱۴۵، كتاب الادب، باب فى بر الوالدين.
قال شعيب الارنؤوط:رجاله ثقات إلا أنه معضل، فإن عُمر بن السائب -وهو مولى بنى زهرة -يروى عن التابعين كما قال المنذرى فى "مختصره(۸/۳۹)"ابن وَهْب :هو عبد الله المصرى.
وأخرجه البيهقى فى "دلائل النبوة(۵/۲۰۰)" من طريق أبى داود، بهذا الإسناد (حاشية سنن ابى داود)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: انہیں یہ بات پہنچی ہے کہ ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے کہ آپ کے رضاعی والد آ گئے، آپ نے ان کے لیے اپنا کوئی کپڑا بچھایا وہ اس پر بیٹھ گئے، پھر آپ کی رضاعی والدہ آئیں، تو آپ نے ان کے لیے اپنے کپڑے کا دوسرا کونہ بچھایا تو وہ اس پر بیٹھ گئیں، پھر آپ کے رضاعی بھائی تشریف لائے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے کھڑے ہو گئے، اور انہیں اپنے سامنے بٹھایا (ابوداود)

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ رضاعی یعنی دودھ پلانے والی ماں اور دودھ شریک بہن بھائیوں وغیرہ کے ساتھ بھی حسنِ سلوک کرنا چاہیے۔ [1]

جن عورتوں سے نکاح حرام ہے، ان کا ذکر فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ (سورة النساء، رقم الآيات ٢٢، ٢٣)

ترجمہ: اور (حرام کردی گئیں) تمہاری وہ مائیں، جنہوں نے دودھ پلایا تم کو، اور تمہاری دودھ شریک بہنیں (سورہ نساء)

اس سے معلوم ہوا کہ دودھ پلانے والی عورتیں بچوں کی رضاعی مائیں بن جاتی ہیں، اور اسی طرح دودھ شریک بہنیں بھی رضاعی بہنوں کا درجہ حاصل کر لیتی ہیں، اس لئے ان سے انسان کو نکاح کرنا بھی جائز نہیں ہوتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ الْوِلَادَةِ (مسلم) [2]

---

[1] قوله: (فبسط لها رداءه) قيل: فيه إشارة إلى وجوب رعاية الحقوق القديمة، ولزوم إكرام من له صحبة قديمة وحقوق سابقة (شرح المشكاة للطيبي، ج١٠، ص ٣١٦٨، كتاب الآداب، باب البر و الصلة)

[2] رقم الحديث ١٤٤٤ "٢" كتاب الرضاع، باب يحرم من الرضاعة ما يحرم من الولادة.

www.idaraghufran.org

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو رشتے ولادت سے حرام ہوتے ہیں رضاعت سے بھی حرام ہوجاتے ہیں (مسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رضاعت کی وجہ سے بہت سے ایسے رشتے حرام ہوجاتے ہیں، جو نسب کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ:

عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ: أَنَّ عَمَّهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ يُسَمّٰى أَفْلَحَ: اِسْتَأْذَنَ عَلَيْهَا فَحَجَبَتْهُ، فَأَخْبَرَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَقَالَ لَهَا: لَا تَحْتَجِبِىْ مِنْهُ، فَإِنَّهُ يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ (مسلم) [1]

ترجمہ: ان کے رضاعی چچا نے جنہیں افلح کہا جاتا تھا، ان سے ملاقات کی اجازت مانگی، تو انہوں نے ان سے پردہ کیا، جس کی انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان سے پردہ نہ کرو، کیونکہ رضاعت سے بھی وہ رشتے حرام ہوجاتے ہیں جو نسب سے حرام ہوتے ہیں (مسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رضاعت یعنی کسی عورت کا دودھ پینے کی وجہ سے رضاعی چچا بھی محرم کے قائم مقام ہوجاتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يُحَرَّمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا يُحَرَّمُ مِنَ النَّسَبِ، مِنْ خَالٍ، أَوْ عَمٍّ، أَوْ اِبْنِ أَخٍ (مسند احمد، رقم الحديث ٢٤٧١٢) [2]

---

[1] رقم الحديث ١٤٤٥ "٩" كتاب الرضاع، باب يحرم من الرضاعة ما يحرم من الولادة.

[2] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رضاعت سے بھی وہی رشتے حرام ہوجاتے ہیں جونسب کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں، مثلاً ماموں، چچا، بھتیجا (مسند احمد)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رضاعت اور دودھ پینے کے عمل کی وجہ سے رضاعی ماموں، چچا اور بھتیجا بھی محرم کے قائم مقام ہوجاتا ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرِيْدَ عَلٰى اِبْنَةِ حَمْزَةَ، فَقَالَ: إِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِيْ، إِنَّهَا ابْنَةُ أَخِيْ مِنَ الرَّضَاعَةِ، وَيُحْرَمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يُحْرَمُ مِنَ الرَّحِمِ (مسلم) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حمزہ کی بیٹی (سے نکاح) کے لئے ارادہ کیا گیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ میرے لئے حلال نہیں، کیونکہ وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے، اور جو رشتے رحم سے حرام ہوتے ہیں، وہ رضاعت سے بھی حرام ہوتے ہیں (مسلم)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ مِنَ الرَّضَاعِ مَا حَرَّمَ مِنَ النَّسَبِ (سنن الترمذی) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے جو رشتے نسب سے حرام کیے ہیں، وہی رشتے رضاعت سے بھی حرام کیے ہیں (ترمذی)

ان احادیث سے بھی معلوم ہوا کہ رضاعت اور دودھ کی وجہ سے وہ رشتے حرام ہوجاتے ہیں، جونسب کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں۔

---

[1] رقم الحدیث ١٤٤٧ "١٢" کتاب الرضاع، باب تحریم ابنة الأخ من الرضاعة.

[2] رقم الحدیث ١١٤٦، ابواب الرضاع، باب ما جاء یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب.

قال الترمذی: وفی الباب عن عائشة [illegible] صحیح.

www.idaraghufran.org

حضرت عمرو بن شرید سے روایت ہے کہ:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ لَهُ جَارِيَتَانِ أَرْضَعَتْ إِحْدَاهُمَا جَارِيَةً، وَالْأُخْرىٰ غُلَامًا، أَيَحِلُّ لِلْغُلَامِ أَنْ يَتَزَوَّجَ بِالْجَارِيَةِ؟ فَقَالَ: لَا، اَللِّقَاحُ وَاحِدٌ (سنن الترمذی) [1]

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص کے پاس دو باندیاں ہیں، ان میں سے ایک باندی نے لڑکی کو اور دوسری باندی نے ایک لڑکے کو دودھ پلایا، کیا اس لڑکے کے لیے وہ لڑکی حلال ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں، کیونکہ منی تو ایک ہی ہے (یعنی وہ شخص دونوں باندیوں کے ساتھ صحبت کرتا ہے) (ترمذی)

اس سے معلوم ہوا کہ رضاعت کا تعلق دودھ پلانے والی عورت کے شوہر اور اس کے آقا کے ساتھ بھی قائم ہوتا ہے۔ [2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِي رَجُلٌ، قَالَ: يَا عَائِشَةُ مَنْ هٰذَا؟، قُلْتُ: أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ، قَالَ: يَا عَائِشَةُ، اُنْظُرْنَ مَنْ

---

[1] رقم الحديث ۱۱۴۹، ابواب الرضاع، باب ما جاء فی لبن الفحل.
قال الترمذی:
وهذا تفسير لبن الفحل، وهذا الأصل فی هذا الباب، وهو قول أحمد، وإسحاق.

[2] پس دو بچوں کو دودھ پلانے والی دو الگ الگ عورتیں ہوں، لیکن وہ دونوں عورتیں ایک ہی شوہر کے نکاح میں (یا اس کی باندیاں) ہوں، تو یہ دونوں بچے بھی باہم رضاعی بھائی بہن قرار پائیں گے، اور ان کا آپس میں نکاح جائز نہ ہوگا، کیونکہ دودھ پلانے والیں گو الگ الگ ہیں، مگر دودھ اترا ایک ہی شخص کی وجہ سے ہے، فقہی اصطلاح میں رضاعت کے باب میں اس مسئلہ کو "لبنِ فحل" کی صورت کہا جاتا ہے، لبن بمعنیٰ دودھ اور فحل بمعنیٰ نر۔
فقال :لا يجوز للغلام أن يتزوج الجارية؛ لأن اللقاح واحد، أى الأمهات وإن افترقن فإن الأب واحد الذى هو سبب اللبن للمرأتين، فالغلام والجارية أخوان لأب من الرضاع (شرح صحيح البخارى لابن بطال، ج۷، ص ۲۰۱، كتاب الرضاع، باب لبن الفحل).

www.idaraghufran.org

إِخْوَانُكُنَّ، فَإِنَّمَا الرَّضَاعَةُ مِنَ الْمَجَاعَةِ(بخاری) ؎1

ترجمہ: میرے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، اور اس وقت میرے پاس ایک آدمی موجود تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ! یہ کون ہے؟ میں نے کہا کہ میرا رضاعی بھائی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ! اپنے (رضاعی) بھائیوں کے بارے میں اچھی طرح دیکھ لو، کیونکہ رضاعت تو اسی صورت میں ثابت ہوتی ہے، جبکہ بھوک مٹائے (بخاری)

مطلب یہ ہے کہ بچپن کی حالت میں بچہ کے دودھ پینے سے ہی رضاعت کا حکم ثابت ہوتا ہے، جس کی تفصیل دوسری روایات میں آئی ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔ ؎2

حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يُحَرِّمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ إِلَّا مَا

؎1 رقم الحديث ٢٦٤٧، كتاب الشهادات، باب الشهادة على الأنساب، والرضاع المستفيض، والموت القديم.

؎2 (فإنما الرضاعة من المجاعة) بفتح الميم يريد أن الرضاعة المعتد بها فى الشرع ما يسد الجوعة ويقوم من الرضيع مقام الطعام وذلك أن يكون فى الصغر فدل على أنها لا تؤثر فى الكبر بعد بلوغ الصبى حدا لا يسد اللبن جوعته ولا يشبعه إلا الخبز وما فى معناه فلا يثبت به الحرمة(مرقاة المفاتيح، ج٥ص ٢٠٧٩، كتاب النكاح، باب المحرمات)

(انظرن) بهمزة وصل وضم المعجمة من النظر بمعنى التفكر والتأمل والتدبر (من) استفهام (إخوانكن) أى تأملن أيها النساء فى شأن إخوانكن من الرضاع أهو رضاع صحيح بشرطه من وقوعه ضمن الرضاعة وقدر الارتضاع فإن التحريم إنما يثبت إذا توفرت الشروط قاله لعائشة وقد رأى عندها رجلا ذكرت أنه أخوها منه ثم علل الباعث على إمعان النظر بقوله (فإنما) الفاء تعليلية لقوله انظرن (الرضاعة) المحرمة للخلوة (من المجاعة) بفتح الميم الجوع أى إنما الرضاعة المحرمة ما سد مجاعة الطفل من اللبن بأن أغذاه وأنبت لحمه وقوى عظمه فلا يكفى بنحو مصتين ولا إن كان بحيث لا يشبعه إلا الخبز كأن جاوز الحولين لأن المدار على تقوية عظمه ولحمه من لبنها بحيث يصير كجزء منها وأدنى ما يحصل ذلك خمس رضعات تامات فى حال يكون اللبن فيه كافيا للطفل مشبعا له لضعف معدته وإنما يكون ذلك فيما دون حولين(فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ٢٧٤٣)

www.idaraghufran.org

فَتَقَ الْأَمْعَاءَ (صحیح ابن حبان،رقم الحدیث ۴۲۲۴، کتاب الرضاع) ۱

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دودھ سے حرمت ثابت نہیں ہوتی، مگر جبکہ اس سے بچہ کی آنتیں کھلیں (ابنِ حبان)

اور حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يُحَرِّمُ مِنَ الرِّضَاعَةِ إِلَّا مَا فَتَقَ الْأَمْعَاءَ فِي الثَّدْيِ، وَكَانَ قَبْلَ الْفِطَامِ (سنن الترمذی) ۲

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رضاعت کی حرمت اس صورت میں ثابت ہوتی ہے کہ دودھ (پستان سے) بچے کی آنتوں میں پہنچ کر غذا کے قائم مقام ہو اور یہ دودھ چھڑانے سے پہلے یعنی دودھ پلانے کی مدت میں ہو (ترمذی)

اس سے معلوم ہوا کہ دودھ پینے سے حرمتِ رضاعت کا رشتہ اسی وقت قائم ہوتا ہے، جب بچے کے دودھ پینے کی عمر میں بچہ کو کسی عورت کا دودھ پلایا جائے۔ ۳

---

۱ قال شعیب الارنؤوط:إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية صحيح ابنِ حبان)

۲ رقم الحديث ١١٥٢،ابواب الرضاع، باب ما جاء أن الرضاعة لا تحرم إلا فى الصغر دون الحولين.

قال الترمذى: هذا حديث حسن صحيح والعمل على هذا عند أكثر أهل العلم من أصحاب النبى صلى الله عليه وسلم وغيرهم :أن الرضاعة لا تحرم إلا ما كان دون الحولين، وما كان بعد الحولين الكاملين فإنه لا يحرم شيئا.

۳ (وعن أم سلمة قالت :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم :-لا يحرم) بتشديد الراء المكسورة (من الرضاع) بالفتح والكسر (وإلا ما فتق الأمعاء) بالنصب على أنه مفعول به أى الذى شق أمعاء الصبى كالطعام وقع منه موقع الغذاء وذلك أن يكون فى أوان الرضاع والأمعاء جمع معى وهو موضع الطعام من البطن كذا قيل، وقوله وقع موقع الغذاء احترازا من أن تقيؤ الولد اللبن قبل وصوله إلى الجوف فإنه لا يحصل به التحريم(فى الثدى) حال من فاعل فتق كقوله تعالى (وتنحتون من الجبال بيوتا)أى كائنا فى الثدى فائضا منه سواء كان بالارتضاع أو بالإيجار ولم يرد به الاشتراط فى الرضاع المحرم أن يكون من الثدى .قال الطيبى -رحمه الله :-وذكر الفتق والمعى والثدى مزيد لإرادة الرضاع المؤثر تأثيرا يعتد به كما سبق فى الحديث السابق (وكان) أى :الرضاع (قبل الفطام) بكسر الفاء أى زمن الفطام الشرعى (مرقاة المفاتيح، ج۵، ص ٢٠٨٢، ٢٠٨٣، كتاب النكاح، باب المحرمات)

قرآن مجید کی سورہ بقرہ میں دودھ پلانے کی کامل مدت دو سال بیان کی گئی ہے۔ [1]

جس سے اکثر فقہائے کرام نے رضاعت ثابت ہونے کے لئے دو سال کی عمر کے اندر اندر ہی بچہ کے دودھ پینے کو شرط قرار دیا ہے، جس کی مزید تفصیل آگے آتی ہے۔

حضرت ابوموسیٰ ہلالی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ:

أَنَّ رَجُلًا كَانَ فِيْ سَفَرٍ، فَوَلَدَتْ اِمْرَأَتُهُ، فَاحْتُبِسَ لَبَنُهَا، فَجَعَلَ يَمُصُّهُ وَيَمُجُّهُ، فَدَخَلَ حَلْقَهُ، فَأَتَى أَبَا مُوسٰى، فَقَالَ: حُرِّمَتْ عَلَيْكَ، قَالَ: فَأَتَى ابْنَ مَسْعُوْدٍ، فَسَأَلَهُ؟ فَقَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يُحَرِّمُ مِنَ الرَّضَاعِ، إِلَّا مَا أَنْبَتَ اللَّحْمَ، وَأَنْشَزَ الْعَظْمَ (مسند احمد، رقم الحديث ۴۱۱۴) [2]

ترجمہ: ایک آدمی سفر میں تھا، اس کی بیوی کے یہاں بچہ پیدا ہوا، اس کی چھاتیوں میں دودھ اکٹھا ہو گیا، شوہر نے اسے چوسنا اور تھوکنا شروع کر دیا، اسی اثناء میں وہ دودھ اس کے حلق میں بھی چلا گیا، وہ شخص حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس یہ مسئلہ پوچھنے کے لئے آیا، انہوں نے فرمایا کہ تیری بیوی تجھ پر حرام ہو گئی، پھر اس نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہو کر یہ مسئلہ پوچھا، تو انہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہی رضاعت حرمت ثابت کرتی ہے جو گوشت اُگائے اور ہڈیوں کو جوڑ دے (مسند احمد)

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ تھا کہ جب شوہر کی عمر دو سال سے زیادہ تھی، تو اس کے اپنی بیوی کی چھاتی کا دودھ حلق میں جانے سے بیوی حرام نہیں ہوتی۔

---

[1] وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ (سورة البقرة، رقم الآية ۲۳۳)

[2] قال شعيب الارنؤوط:

حديث صحيح بشواهده، وهذا إسناد ضعيف للانقطاع بين والد أبي موسى الهلالي وعبد الله بن مسعود (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

لَا رِضَاعَ إِلَّا مَا شَدَّ الْعَظْمَ وَأَنْبَتَ اللَّحْمَ، فَقَالَ أَبُوْ مُوسٰى: لَا تَسْأَلُوْنَا وَهٰذَا الْحَبْرُ فِيْكُمْ (سنن ابی داوٗد) [1]

ترجمہ: رضاعت وہی ہے جو ہڈی کو مضبوط کرے اور گوشت کو بڑھائے، حضرت ابوموسی اشعری نے فرمایا کہ جب تک تم میں یہ ماہر ومحقق (عبداللہ بن مسعود) موجود ہیں، تب تک ہم سے مسائل دریافت نہ کرو (کیونکہ یہ ہم سے زیادہ دینی امور جاننے والے ہیں) (ابوداؤد)

حضرت امام مالک رحمہ اللہ، یحیٰی بن سعید کی سند سے روایت کرتے ہیں کہ:

أَنَّ رَجُلاً سَأَلَ أَبَا مُوسَى الْأَشْعَرِيَّ، فَقَالَ: إِنِّيْ مَصِصْتُ عَنِ امْرَأَتِيْ مِنْ ثَدْيِهَا لَبَناً، فَذَهَبَ فِيْ بَطْنِيْ .فَقَالَ أَبُوْ مُوسٰى: لَا أُرَاهَا إِلَّا قَدْ حَرُمَتْ عَلَيْکَ .قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ: أُنْظُرْ مَا تُفْتِيْ بِهِ الرَّجُلَ. فَقَالَ أَبُوْ مُوسٰى: فَمَا تَقُوْلُ أَنْتَ؟فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ: لَا رَضَاعَةَ إِلَّا مَا كَانَ فِي الْحَوْلَيْنِ .فَقَالَ أَبُو مُوسٰى: لَا تَسْأَلُوْنِيْ عَنْ شَيْءٍ، مَا كَانَ هٰذَا الْحِبْرُ بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ(موطأ امام مالک) [2]

ترجمہ: ایک آدمی نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ میں

---

[1] رقم الحديث ۲۰۵۹، كتاب النكاح، باب فى رضاعة الكبير.

قال شعيب الارنؤوط:

حديث صحيح بشواهده، وهذا إسناد ضعيف لجهالة أبى موسى الهلالى، وأبيه (حاشية سنن ابى داود)

[2] رقم الحديث ۲۲۴۹، كتاب الرضاعة، باب ما جاء فى الرضاعة بعد الكبر، سنن البيهقى، رقم الحديث ۱۵۶۶۴.

قال ابوحذيفة نبيل بن منصور:

أخرجه البيهقى (۷/۴۶۲)وقال :هذا وإن كان مرسلًا فله شواهد عن ابن مسعود"(انيس السارى تخريج احاديث فتح البارى، تحت رقم الحديث ۴۴۰۸)

www.idaraghufran.org

نے اپنی بیوی کی چھاتیوں سے دودھ چوسا، جو کہ میرے پیٹ میں چلا گیا، تو حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری رائے میں تیری بیوی تجھ پر حرام ہوگئی، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ذرا دیکھ بھال کے؟ آپ کیا فتویٰ دے رہے ہیں؟ حضرت ابوموسیٰ نے حضرت ابنِ مسعود سے کہا کہ آپ کی کیا رائے ہے؟ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ رضاعت تو صرف اس دودھ پینے سے ثابت ہوتی ہے، جو دو سال کے اندر ہوتی ہے، تو حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم مجھ سے کسی چیز کے بارے میں سوال نہ کرو، جب تک کہ تمہارے درمیان یہ ماہر محقق موجود ہے (موطا امام مالک)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے فتوے کو راجح قرار دیا۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا رَضَاعَ إِلَّا مَا كَانَ فِي الْحَوْلَيْنِ (سنن الدارقطنی، رقم الحدیث ۴۳۶۴، کتاب الرضاع) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں ہوتی رضاعت مگر دو سال کے اندر ہی (دارقطنی)

اس قسم کی احادیث وروایات کے پیشِ نظر اکثر فقہائے کرام اسی صورت میں رضاعت ثابت ہونے کے قائل ہیں، جبکہ بچہ دو سال کی عمر کے اندر اندر کسی عورت کا دودھ پئے، اور حنفیہ کا فتویٰ بھی اسی پر ہے، جس کی مزید تفصیل آگے آتی ہے۔

---

[1] قال ابو حذيفة نبيل بن منصور:
حديث ابن عباس رفعه "لا رضاع إلا ما كان فى الحولين"
قال الحافظ :أخرجه الدارقطنى وقال :لم يسنده عن ابن عُيينة غير الهيثم بن جميل وهو ثقة حافظ.وأخرجه ابن عدى وقال :غير الهيثم يوقفه على ابن عباس، وهو المحفوظ " موقوف صحيح(أنِيسُ السَّارى فى تخريج احاديث فَتح البَارى،تحت رقم الحديث ۴۴۱۰)

www.idaraghufran.org

حضرت ابنِ زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا تُحَرِّمُ الْمَصَّۃُ وَلاَ الْمَصَّتَانِ (صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۴۲۲۵، کتاب الرضاعۃ) ۱؎

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مرتبہ اور دومرتبہ (عورت کے پستان کو) چوسنے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی (ابنِ حبان)

حضرت امِ فضل رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ نَبِیَّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تُحَرِّمُ الرَّضْعَۃُ أَوِ الرَّضْعَتَانِ، أَوِ الْمَصَّۃُ أَوِ الْمَصَّتَانِ (مسلم) ۲؎

ترجمہ: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک یا دومرتبہ دودھ پینے سے یا ایک یا دومرتبہ چوسنے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی (مسلم)

اور حضرت امِ فضل رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ:

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ بَیْتِیْ، فَجَاءَ أَعْرَابِیٌّ، فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، کَانَتْ لِیْ اِمْرَأَۃٌ، فَتَزَوَّجْتُ عَلَیْھَا اِمْرَأَۃً أُخْرٰی، فَزَعَمَتْ اِمْرَأَتِی الْأُوْلٰی أَنَّھَا أَرْضَعَتْ اِمْرَأَتِی الْحُدْثٰی إِمْلَاجَۃً، أَوْ إِمْلَاجَتَیْنِ، وَقَالَ مَرَّۃً: رَضْعَۃً، أَوْ رَضْعَتَیْنِ، فَقَالَ: لَا تُحَرِّمُ الْإِمْلَاجَۃُ، وَلَا الْإِمْلَاجَتَانِ أَوْ قَالَ اَلرَّضْعَۃُ أَوِ الرَّضْعَتَانِ (مسند احمد، رقم الحدیث ۲۶۸۷۳) ۳؎

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں موجود تھے، تو ایک دیہاتی آیا،

۱؎ قال شعیب الارنؤوط:
إسنادہ صحیح علی شرطھما (حاشیۃ صحیح ابنِ حبان)

۲؎ رقم الحدیث ۱۴۵۱ "۲۰" کتاب الرضاع، باب فی المصۃ والمصتین.

۳؎ قال شعیب الارنؤوط:
إسنادہ صحیح علی شرط الشیخین (حاشیۃ مسند احمد)

www.idaraghufran.org

اوراس نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! میری ایک بیوی تھی، پھر میں نے اس کی موجودگی میں دوسری عورت سے نکاح کیا، تو میری پہلی بیوی یہ گمان کرتی ہے کہ اس نے میری بعد والی بیوی کو ایک یا دو چسکیاں یا ایک یا دو مرتبہ دودھ پلایا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک یا دو چسکیاں بھرنے یا ایک یا دو مرتبہ دودھ پینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی (مسند احمد)

حضرت عروہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ امْرَأَةَ أَبِي حُذَيْفَةَ فَأَرْضَعَتْ سَالِمًا خَمْسَ رَضَعَاتٍ، فَكَانَ يَدْخُلُ عَلَيْهَا بِتِلْكَ الرَّضَاعَةِ (مسند الإمام أحمد، رقم ٢٦١٧٩)[1]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہا کی بیوی کو حکم فرمایا کہ وہ سالم کو پانچ مرتبہ دودھ پلادیں (تو انہوں نے سالم کو پانچ مرتبہ دودھ پلادیا) پھر سالم اس دودھ پینے کی وجہ سے حضرت ابو حذیفہ کی بیوی کے پاس چلے جاتے تھے (کیونکہ وہ پانچ مرتبہ دودھ پینے کی وجہ سے ان کی رضاعی والدہ بن گئی تھیں) (مسند احمد)

حضرت زہری سے روایت ہے کہ:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَا يُحَرِّمُ دُوْنَ خَمْسِ رَضَعَاتٍ مَعْلُوْمَاتٍ (مصنف عبد الرزاق، رقم الحديث ١٣٩١٢، كتاب الطلاق، باب القليل من الرضاع)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ پانچ مرتبہ سے کم مرتبہ دودھ پینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی (عبدالرزاق)

حضرت یحییٰ بن سعید سے روایت ہے کہ:

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا كَانَتْ تَقُولُ : نَزَلَ الْقُرْآنُ بِعَشْرِ رَضُعَاتٍ مَعْلُومَاتٍ يُحَرِّمْنَ ثُمَّ صُيِّرْنَ إِلٰى خَمْسٍ يُحَرِّمْن فَكَانَ لَا يَدْخُلُ عَلٰى عَائِشَةَ إِلَّا مَنِ اسْتَكْمَلَ خَمْسَ رَضُعَاتٍ (مسند الشافعی ترتیب السندی، رقم الحديث ٦٧، كتاب النكاح، الباب الرابع فيما جاء في الرضاع)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ قرآن میں حکم دس مرتبہ دودھ پینے سے حرام ہونے کے بارے میں نازل ہوا تھا، پھر پانچ مرتبہ دودھ پینے سے حرام ہونے کا حکم آ گیا، پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس وہی آیا کرتا تھا، جس نے (ان کی مخصوص رشتہ دار کا) پانچ مرتبہ دودھ پی لیا ہوتا تھا (مسند شافعی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

كَانَ فِيمَا أُنْزِلَ مِنَ الْقُرْآنِ: عَشْرُ رَضَعَاتٍ مَعْلُومَاتٍ يُحَرِّمْنَ، ثُمَّ نُسِخْنَ، بِخَمْسٍ مَعْلُومَاتٍ، فَتُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُنَّ فِيمَا يُقْرَأُ مِنَ الْقُرْآنِ (مسلم) [1]

ترجمہ: اس (حرمتِ رضاعت کی مقدار کے) بارے میں جو قرآن میں نازل کیا گیا وہ دس مرتبہ دودھ پینا متعین تھا، جس سے حرمت قائم ہوتی تھی، پھر ان کو پانچ مرتبہ دودھ پینے سے منسوخ کر دیا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا، اور یہ اسی طرح قرآن میں پڑھا جاتا ہے (مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مطلب یہ تھا کہ پہلے دس مرتبہ دودھ پینے سے ہی حرمت کا حکم ثابت ہوتا تھا، بعد میں دس مرتبہ کا حکم منسوخ ہو گیا، اور پانچ مرتبہ پینے سے حرمت ثابت ہونے کا حکم برقرار رہا، اور جن لوگوں کو دس مرتبہ سے پانچ مرتبہ کی طرف دودھ پینے کے حکم

[1] رقم الحديث ١٤٥٢ "٢٤" كتاب الرضاع، باب التحريم بخمس رضعات.

www.idaraghufran.org

کے منسوخ ہونے کا علم نہیں ہوا تھا، وہ پہلے کے مطابق ہی تلاوت کرتے رہے۔ [1]

پھر خلفائے راشدین کے زمانہ میں سب لوگوں کا ناسخ اور منسوخ آیات کے بارے میں اتفاق ہوگیا، جس کے بعد اس طرح کا شبہ باقی نہیں رہا۔ [2]

مذکورہ احادیث وروایات کے پیشِ نظر شافعی اور حنبلی فقہائے کرام، ایک یا دو گھونٹ دودھ پینے سے بلکہ جب تک کم از کم پانچ گھونٹ یا اس سے زیادہ دودھ نہ پیا جائے، اس وقت تک رضاعت والی حرمت ثابت ہونے کے قائل نہیں، نیز اُن کا کہنا یہ بھی ہے کہ تھوڑے بہت

---

[1] (وعن عائشة قالت :كان فيما أنزل من القرآن عشر رضعات) بسكون الشين وفتح الضاد (معلومات يحرمن ثم نسخن بخمس معلومات) أى :مشبعات فى خمسة أوقات متفاصلة عرفا (فتوفى رسول الله -صلى الله عليه وسلم -وهى) أى :آية خمس رضعات (فيما يقرأ) بصيغة المجهول (من القرآن) تعنى أن من لم يبلغه النسخ كان يقرؤه على الرسم الأول لأن النسخ لا يكون إلا فى زمان الوحى فكيف بعد وفاة النبى -صلى الله عليه وسلم -أرادت بذلك قرب زمان الوحى، قال التوربشتى :ولا يجوز أن يقال أن تلاوتها قد كانت باقية فتركوها فإن الله تعالى رفع قدر هذا الكتاب المبارك عن الاختلال والنقصان وتولى حفظه وضمن صيانته فقال عز من قال (إنا نحن نزلنا الذكر وإنا له لحافظون)فلا يجوز على كتاب الله أن يضيع منه آية ولا أن ينخرم حرف كان يتلى فى زمان الرسالة إلا ما نسخ منه، قال الأشرف :المفهوم من كلام الشيخ فى شرح السنة أن الضمير فى قول عائشة وهو (فيما يقرأ من القرآن) عائد إلى عشر رضعات وحينئذ احتاج الشيخ فى هذا الحديث إلى ما ذكره ويقوم هذا الحديث دليلا لمن قال أن التحريم لا يحصل بأقل من عشر رضعات ولو جعل الضمير المذكور عائدا إلى خمس معلومات مع قربة لقام دليلا للشافعى ولاستغنى عن جميع ما ذكره، ويكون المعنى حينئذ أن العشر نسخن بخمس معلومات واستقر النسخ وتقرر فى زمان النبى -صلى الله عليه وسلم -وهذا هو المراد من قولها فتوفى رسول الله -صلى الله عليه وسلم -وهى فيما يقرأ من القرآن أى توفى النبى -صلى الله عليه وسلم -بعد نسخ العشرة بالخمس فى حالة استقرار الخمس وكونه مقروءا فى القرآن (مرقاة المفاتيح، ۵ ص ۲۰۷۹، كتاب النكاح، باب المحرمات)

[2] (باب جمع القرآن) فى الصحف ثم جمع تلك الصحف فى المصحف بعد النبى -صلى الله عليه وسلم -وإنما ترك النبى -صلى الله عليه وسلم -جمعه فى مصحف واحد لأن النسخ كان يرد على بعضه فلو جمعه ثم رفعت تلاوة بعضه لأدى إلى الاختلاف والاختلاط فحفظه الله تعالى فى القلوب إلى انقضاء زمن النسخ فكان التأليف فى الزمن النبوى والجمع فى الصحف فى زمن الصديق والنسخ فى المصاحف فى زمن عثمان وقد كان القرآن كله مكتوبا فى عهده -صلى الله عليه وسلم -لكنه غير مجموع فى موضع واحد ولا مرتب السور (ارشاد السارى لشرح صحيح البخارى، ج ۷، ص ۴۴۶، كتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن)

www.idaraghufran.org

دودھ سے بچہ کی نشو ونما نہیں ہوتی، اور وہ جزوِ بدن نہیں بنتا، اس لئے اتنی تھوڑی مقدار کو شرعاً نظرانداز کیا گیا ہے۔

جبکہ حنفیہ اور مالکیہ وغیرہ کا کہنا یہ ہے کہ کئی احادیث میں صرف دودھ پینے پر حرمت کا ذکر آیا ہے، اور ان احادیث میں ایک یا دو گھونٹ اور کم یا زیادہ کا کوئی ذکر نہیں، اس لئے حرمت جس طرح زیادہ مقدار میں دودھ پینے سے ثابت ہوتی ہے، اسی طرح کم مقدار میں پینے سے بھی ثابت ہو جاتی ہے، اور نشو ونما کا ہونا یا نہ ہونا ایک چھپی ہوئی اور خفیہ چیز ہے، جس پر مطلع ہونا دشوار ہے، اس لئے تھوڑی مقدار کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ [1]

اس طرح کے مسائل کی تفصیل آگے آتی ہے۔

---

[1] (لا تحرم) فى الرضاع (المصة) الواحدة من المص (ولا المصتان) فى رواية بدله الرضعة ولا الرضعتان وفى رواية الإملاجة ولا الإملاجتان والكل لمسلم قال الشافعى :دل الحديث على أن التحريم لا يكفى فيه أقل من اسم الرضاع واكتفى به الحنفية والمالكية فحرموا برضعة واحدة تمسكا بإطلاق آية (وأمهاتكم اللاتى أرضعنكم) قال القاضى :ويجاب عن الآية بأن الحرمة فيها مرتبة على الأمومة والأخوة من جهة الرضاع وليس فيها دلالة على أنهما يحصلان برضعة واحدة اه .وروى عبد الرزاق بإسناد قال ابن حجر :صحيح عن عائشة لا يحرم دون خمس رضعات معلومات وبه أخذ الشافعى وهو أحد روايتين عن أحمد والحديث المنسوخ ورد مثالا لما دون الخمس وإلا فالتحريم بالثلاث الذى ذهب إليه داود إنما يؤخذ منه بالمفهوم ومفهوم العدد ضعيف على أنه قد عارضه مفهوم حديث الخمس فيرجع إلى الترجيح بين المفهومين وحديث الخمس جاء من طرق صحيحة وحديث المصتان جاء أيضا من طرق صحيحة قال بعضهم :إنه مضطرب ذكره ابن حجر(فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۹۷۵۵)

www.idaraghufran.org

(فصل نمبر16)

رضاعت سے متعلق مسائل واحکام

اب رضاعت سے متعلق چند اہم مسائل واحکام ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ نمبر1...... عربی زبان میں ''رضاع'' کے معنیٰ ''کسی بچہ کو عورت کا دودھ پلانے'' کے آتے ہیں، اور ''رضاعت'' کسی عورت کا دودھ پینے کے عمل کو کہا جاتا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر2...... رضاعت یعنی کسی عورت کا دودھ پینے کی وجہ سے شرعاً دو حکم ثابت ہوتے ہیں۔

ایک تو نکاح کے اعتبار سے حرمت ثابت ہوتی ہے۔

اور دوسرے دیکھنے اور خلوت اختیار کرنے کے اعتبار سے محرم ہونے کا حکم حاصل ہوتا ہے۔

اور رضاعت کے ذریعہ سے ثابت شدہ محرم افراد کے ساتھ حتی الامکان حسنِ سلوک کا بھی حکم ہے۔

اور باقی دوسرے نسب کے احکام، مثلاً میراث اور نان ونفقہ وغیرہ رضاعت کی وجہ سے ثابت

---

[1] الرضاع -بكسر الراء وفتحها -في اللغة :مصدر رضع أمه يرضعها بالكسر والفتح رضعا ورضاعا ورضاعة أي امتص ثديها أو ضرعها وشرب لبنه .وأرضعت ولدها فهي مرضع ومرضعة، وهو رضيع.

والرضاع في الشرع :اسم لوصول لبن امرأة أو ما حصل من لبنها في جوف طفل بشروط تأتي .

الألفاظ ذات الصلة:

الحضانة:هي في اللغة :الضم مأخوذ من الحضن وهو الجنب .سميت بذلك لضم الحاضنة المحضون إلى جنبها .

وشرعا :حفظ من لا يستقل بأموره وتربيته بما يصلحه.

والحاضنة قد تكون هي المرضعة، وقد تكون غيرها(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٢، ص ٢٣٩، مادة "رضاع")

Idara Ghufran
www.idaraghufran.org

نہیں ہوتے۔ [1]

مسئلہ نمبر3...... جس رضاعت سے محرم ہونے کا رشتہ ثابت ہوتا ہے، اس کے تین ارکان ہیں۔

ایک دودھ پلانے والی عورت، جس کو عربی زبان میں ''مرضع'' یا ''مرضعہ'' کہا جاتا ہے۔

دوسرے دودھ پینے والا بچہ، جس کو عربی زبان میں ''رضیع'' کہا جاتا ہے۔

تیسرے دودھ، جس کو عربی زبان میں ''لبن'' کہا جاتا ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر4...... دودھ پلانے والی یعنی مرضع یا مرضعہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ عورت ہو، اور اگر بالفرض کسی مرد کی چھاتی سے دودھ برآمد ہو، تو اس کے پینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

اور حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک یہ بھی شرط ہے کہ وہ عورت بچہ کی ولادت یعنی اولاد جننے کے قابل ہو، بایں طور کہ وہ حیض آنے کی عمر تک پہنچ چکی ہو، جو کہ کم از کم نو سال ہے، اور اگر اس

---

[1] ثانیا :الأحكام التى تترتب على الرضاع:

يترتب على الرضاع بعض أحكام النسب:

أ -تحريم النكاح سواء حصل الرضاع فى زمن إسلام المرأة أو كفرها؛ لقوله صلى الله عليه وسلم: يحرم من الرضاعة ما يحرم من النسب .وسيأتى تفصيل ذلك.

ب -ثبوت المحرمية المفيدة لجواز النظر، والخلوة، وعدم نقض الطهارة باللمس عند من يرى ذلك من الفقهاء .

أما سائر أحكام النسب كالميراث، والنفقة، والعتق بالملك، وسقوط القصاص، وعدم القطع فى سرقة المال، وعدم الحبس لدين الولد، والولاية على المال أو النفس فلا تثبت بالرضاع، وهذا محل اتفاق بين الفقهاء (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٢، ص ٢٤١، مادة "رضاع")

[2] الرضاع المحرم، ودليل التحريم:

للرضاع المحرم ثلاثة أركان:

١ـ : المرضع.

٢ـ : الرضيع.

٣ـ : اللبن (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٢، ص ٢٤١، مادة "رضاع")

www.idaraghufran.org

سے کم عمر کی بچی کی چھاتی سے دودھ برآمد ہو، تو مذکورہ فقہائے کرام کے نزدیک اس طرح کی لڑکی کا دودھ پینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ [1]

مسئلہ نمبر 5...... اگر کوئی فاسق وفاجر یا غیر مسلم عورت کسی مسلمان بچہ کو دودھ پلادے، تو ان کے درمیان بھی حرمت اور محرم ہونے کا رشتہ قائم ہوجاتا ہے۔ [2]

---

[1] البتہ مالکیہ کے نزدیک چھوٹی بچی کا دودھ پینے سے حرمت ثابت ہوجاتی ہے۔

اور بعض عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ اگر کوئی بچہ اور بچی کسی ایک بکری وغیرہ کا دودھ پی لیں، تو وہ بھی آپس میں رضاعی بہن بھائی بن جاتے ہیں، اور ان کو آپس میں نکاح کرنا جائز نہیں رہتا، تو اس کی کوئی حقیقت نہیں، بلکہ یہ اغلاطُ العوام یعنی عوامی غلط فہمیوں میں سے ہے۔ محمد رضوان۔

يشترط في المرضع التي ينتشر بلبنها التحريم:

أن تكون امرأة، فلا يثبت التحريم بلبن الرجل لندرته وعدم صلاحيته غذاء للطفل، ولا بلبن البهيمة، فلو ارتضع طفلان من بهيمة لم يصيرا أخوين؛ لأن تحريم الأخوة فرع على تحريم الأمومة، ولا يثبت تحريم الأمومة بهذا الرضاع فالأخوة أولى .

اشترط الحنفية والشافعية أن تكون محتملة للولادة بأن تبلغ سن الحيض وهو تسع سنين، فلو ظهر لبن الصغيرة دون تسع سنين فلا يحرم، بخلاف من بلغت هذه السن؛ لأنه وإن لم يتيقن بلوغها بالحيض فاحتمال البلوغ قائم، والرضاع تلو النسب فاكتفى فيه بالاحتمال، ولا يشترط المالكية ذلك فيحرم عندهم لبن الصغيرة التي لا تحتمل الوطء (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٢٢، ص ٢٤٢، مادة "رضاع")

[2] وہ الگ بات ہے کہ کافرہ یا فاسقہ وفاجرہ عورت کا کسی مسلم بچہ کو بلا سخت ضرورت کے دودھ پلانا مناسب نہیں۔ محمد رضوان۔

رضاع الكفار:

إن ارتضع مسلم من ذمية رضاعا محرما حرمت عليه بناتها وفروعها كلهن وأصولها كالمسلمة؛ لأن النصوص لم تفرق بين مسلمة وكافرة، وقد صرح بذلك المالكية والحنابلة ولا تأبى ذلك قواعد المذاهب الأخرى.

الارتضاع بلبن الفجور:

قال أحمد بن حنبل :يكره الارتضاع بلبن الفجور ولبن المشركات؛ لأنه ربما أفضى إلى شبه المرضعة في الفجور، ويجعلها أما لولده فيتعير بها، ويتضرر طبعا وتعيرا، والارتضاع من المشركة يجعلها أما لها حرمة الأم مع شركها، وربما مال إليها المرتضع وأحب دينها .وروى عن عمر بن الخطاب وعمر بن عبد العزيز أنهما قالا :اللبن يشتبه، فلا تستق من يهودية، ولا نصرانية ولا زانية، ويكره بلبن الحمقاء كي لا يشبهها الطفل في الحمق(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٢٢، ص ٢٥٥، مادة "رضاع")

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 6...... اکثر فقہائے کرام کے نزدیک یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ عورت کی چھاتی میں دودھ اُترنے سے پہلے اس کو حمل ٹھہر چکا ہو، پس جس لڑکی سے ابھی تک صحبت نہیں کی گئی، یا وہ کبھی حاملہ نہیں ہوئی، اس کا دودھ پینے سے بھی حرمت ثابت ہوجاتی ہے۔

البتہ امام احمد کے مذہب کے مطابق اس طرح کی لڑکی یا عورت کا دودھ پینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ [1]

مسئلہ نمبر 7...... اگر کوئی عورت فوت ہوگئی، اور کسی بچہ نے اس کا دودھ پیا، تو اکثر فقہائے کرام کے نزدیک اس سے بھی حرمت ثابت ہوجاتی ہے، جبکہ شافعیہ کے نزدیک مُردہ عورت کا دودھ پینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ [2]

مسئلہ نمبر 8...... کسی عورت کا دودھ پینے سے حرمت ثابت ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ دودھ بچہ کے پیٹ میں داخل ہوجائے، خواہ بچہ کے خود کسی عورت کی چھاتی سے

---

[1] تقدم الحمل على الرضاع:
ذهب الجمهور وهو رواية عند الحنابلة إلى أنه لا يشترط لثبوت التحريم بلبن المرأة أن يتقدم حمل .فيحرم لبن البكر التى لم توطأ ولم تحبل قط؛ لعموم قوله تعالى :(وأمهاتكم اللاتى أرضعنكم ، ولأنه لبن امرأة فتعلق به التحريم والمنصوص عن أحمد وعليه المذهب أن لبن البكر لا ينشر التحريم؛ لأنه نادر لم تجر العادة به للتغذية(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۲، ص ۲۴۳، مادة "رضاع")

[2] التحريم بلبن المرأة الميتة:
ذهب الجمهور إلى التحريم بلبن المرأة الميتة كما يحرم لبن الحية؛ لأنه وجد الارتضاع على وجه ينبت اللحم وينشز العظم من امرأة فأثبت التحريم كما لو كانت حية؛ ولأنه لا فارق بين شرب لبنها فى حياتها، وشربه بعد موتها، إلا الحياة أو النجاسة، وهذا لا أثر له؛ لأن اللبن لا يموت، ولا أثر للنجاسة أيضا، كما لو حلب بإناء نجس؛ ولأنه لو حلب منها فى حياتها فشربه بعد موتها تنتشر الحرمة بالاتفاق؛ ولأن ثديها لا يزيد على الإناء فى عدم الحياة، وهى لا تزيد على عظم الميتة فى ثبوت النجاسة .

وقال الشافعية :يشترط أن تكون المرضع حية حياة مستقرة عند انفصال اللبن منها، فلا تثبت الحرمة بلبن انفصل عن ميتة كما لا تثبت المصاهرة بوطئها، ولضعف حرمته بموتها؛ ولأنه من جثة منفكة عن الحل والحرام، كالبهيمة، وإن انفصل اللبن فى حياتها فأوجر الطفل بعد موتها حرم بالاتفاق(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۲، ص۲۴۲، مادة"رضاع")

www.idaraghufran.org

دودھ پینے کے ذریعہ سے یا کسی اور طرح اس کے حلق یا ناک سے داخل کرنے کے ذریعہ سے، اور خواہ وہ دودھ پینے والا بچہ اس وقت جاگا ہوا ہو، یا سویا ہوا ہو۔

البتہ اگر کسی وجہ سے، مثلاً علاج ومعالجہ کی غرض سے بچہ کے کان میں یا پیشاب، پاخانہ کے راستہ سے دودھ داخل کیا جائے، تو اس سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ [1]

مسئلہ نمبر 9...... اگر کسی عورت نے اپنی چھاتی یا پستان کو بچہ کے منہ میں دیا، لیکن اس میں شک ہے کہ دودھ بچہ کے پیٹ میں گیا، یا نہیں گیا، تو شک کی وجہ سے حرمتِ رضاعت ثابت نہیں ہوگی۔ [2]

مسئلہ نمبر 10...... جو حکم پیٹ میں خالص دودھ داخل ہونے کا ہے، وہی حکم اس صورت میں

---

[1] ثالثا :الرضيع:

أ -أن يصل اللبن إلى المعدة:

يشترط أن يصل اللبن إلى المعدة بارتضاع أو إيجار أو إسعاط وإن كان الطفل نائما؛ لأن المؤثر فى التحريم هو حصول الغذاء باللبن وإنبات اللحم وإنشاز العظم وسد المجاعة لتتحقق الجزئية، ولا يحصل ذلك إلا بما وصل إلى المعدة.

أما الإقطار فى الأذن أو الإحليل، أو الحقنة فى الدبر فلا يثبت به التحريم (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۲، ص ۲۴۵، مادة "رضاع")

[2] فلو شك فى وجود الرضاع أو فى عدده بنى على اليقين، لأن الأصل عدم الرضاع فى الصورة الأولى وعدم حصول المقدار المحرم فى الصورة الثانية إلا أنها تكون من الشبهات وتركها أولى لقوله -عليه الصلاة والسلام :-من اتقى الشبهات فقد استبرأ لدينه وعرضه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۶ص ۲۰۰، مادة "شك")

فصل :وإذا وقع الشك فى وجود الرضاع، أو فى عدد الرضاع المحرم، هل كملا أو لا؟ لم يثبت التحريم؛ لأن الأصل عدمه، فلا نزول عن اليقين بالشك (المغنى لابنِ قدامة، ج۸ص ۱۷۲، كتاب الرضاع)

أما لو شك فيه بأن أدخلت الحلمة فى فم الصغيرة وشكت فى الرضاع لا تثبت الحرمة بالشك (حاشية الشلبى على التبيين ، ج۲ص ۱۸۱، كتاب الرضاع)

امرأة أدخلت حلمة ثديها فى فم رضيع، ولا يدرى أدخل اللبن فى حلقه أم لا -لا يحرم النكاح (الاختيار لتعليل المختار، ج۳ص ۱۲۰، كتاب الرضاع)

المرأة إذا جعلت ثديها فى فم الصبى ولا تعرف أمص اللبن أم لا ففى القضاء لا تثبت الحرمة بالشك (الفتاوىٰ الهندية، ج ۱ ص ۳۴۴، كتاب الرضاع)

www.idaraghufran.org

بھی ہے، جب کہ دودھ کو کسی دوسری مائع دواء وغیرہ میں شامل کر کے پلایا جائے، بشرطیکہ دودھ کی مقدار اس دوسری چیز پر غالب اور زیادہ ہو، یعنی دودھ کی مقدار غالب ہو، کیونکہ اس صورت میں دودھ کی صفت باقی ہوتی ہے۔

اور اگر دودھ کی مقدار اس دوسری چیز کے مقابلہ میں مغلوب اور کم ہو، تو حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک حرمت ثابت نہیں ہوتی، اور شافعیہ وغیرہ کے نزدیک اس سے حرمت ثابت ہوجاتی ہے، بشرطیکہ دودھ کی صفت باقی ہو۔ [1]

اور اگر دودھ کو کسی ایسے کھانے یا دوا وغیرہ میں شامل کیا گیا، جس کی وجہ سے دودھ کی ہیئت تبدیل ہوگئی، مثلاً وہ جم کر پنیر بن گیا، یا اس کو آگ پر پکا لیا گیا ہو، تو حنفیہ کے نزدیک اس

---

[1] ثانيا :اللبن:

يشترط أن يصل اللبن إلى جوف الطفل بمص من الثدى، أو إيجار من الحلق، أو إسعاط من الأنف، سواء كان اللبن صرفا أو مشوبا بمائع لم يغلب على اللبن، بأن كان اللبن غالبا، بأن كانت صفاته باقية.

ولا فرق بين أن يكون المخالط نجسا كالخمر وأن يكون طاهرا كالماء ولبن الشاة.

م -أما إن كان اللبن مغلوبا فقد اختلف الفقهاء فى ثبوت التحريم به .فذهب الحنفية والمالكية إلى أن اللبن المغلوب لا يؤثر فى التحريم؛ لأن الحكم للأغلب، ولأن اسم اللبن يزول بغلبة غيره عليه .

وذهب الشافعية إلى أنه يثبت التحريم وإن كان اللبن مغلوبا، بأن لم يبق من صفاته شىء ، بشرط أن يشرب الطفل الجميع أو يشرب بعضه، إذا تحقق أن اللبن قد وصل إلى الجوف بأن بقى منه أقل من قدر اللبن، وأن يكون اللبن مقدارا لو انفرد لأثر.

وقال الحنابلة :اللبن المشوب كالمحض فى إثبات التحريم به على المذهب، والمشوب هو المختلط بغيره، والمحض هو الخالص الذى لا يخالطه سواه، سواء شيب بطعام أو شراب أو غيره، وسواء أكان غالبا أو مغلوبا، وقال أبو بكر :قياس قول أحمد أنه لا يحرم؛ لأنه وجور .وحكى عن ابن حامد أنه قال :إن كان الغالب اللبن حرم وإلا فلا؛ لأن الحكم للأغلب؛ ولأنه يزول بكونه مغلوبا الاسم والمعنى المراد به .قال ابن قدامة :ووجه الأول أن اللبن المغلوب متى كان لونه ظاهرا فقد حصل شربه ويحصل منه إنبات اللحم وإنشاز العظم فحرم، كما لو كان غالبا، وهذا فيما إذا كانت صفات اللبن باقية.

فأما إن صب فى ماء كثير لم يتغير به لم يثبت به التحريم؛ لأن هذا ليس بلبن مشوب ولا يحصل به التغذى ولا إنبات اللحم ولا إنشاز العظم فليس برضاع ولا فى معناه، فوجب أن لا يثبت حكمه فيه.

وحكى عن القاضى أن التحريم يثبت به أيضا لأن أجزاء اللبن حصلت فى بطنه فأشبه ما لو كان لونه ظاهرا (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٢٢، ص ٢٤٢، مادة "رضاع")

www.idaraghufran.org

سے حرمت ثابت نہیں ہوتی، جبکہ حنفیہ کے علاوہ بعض دوسرے فقہائے کرام کے نزدیک اس صورت میں بھی حرمت ثابت ہوجاتی ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 11...... اگر پانچ مرتبہ یا اس سے زیادہ مرتبہ دودھ پلایا جائے، تو اس سے حرمت ثابت ہونے پر فقہائے کرام کا اتفاق ہے۔

اور اگر پانچ سے کم مرتبہ دودھ پلایا جائے، تو اس میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے۔

حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک پانچ سے کم مرتبہ میں بلکہ صرف ایک مرتبہ میں اور ایک گھونٹ دودھ پینے سے بھی حرمت ثابت ہوجاتی ہے، بشرطیکہ دودھ بچہ کے پیٹ میں داخل ہوجائے۔ [2]

---

[1] كما اختلفوا في ثبوت التحريم باللبن المخلوط بطعام والمتغيرة هيئته بأن يصير جبنا أو مخيضا، أو إقطا.

فذهب الجمهور إلى أن التحريم يثبت به لوصول عين اللبن إلى جوف الطفل، وحصول التغذية به .

وقال الحنفية :لا تأثير للبن المخلوط بطعام ولا المتغير هيئته، ولا ما مسته النار لأن اسم الرضاع لا يقع عليه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٢، ص ٢٤٤، مادة ”رضاع“)

[2] اشتراط تعدد الرضعات:

لا خلاف بين الفقهاء في أن خمس رضعات فصاعدا يحرمن .واختلفوا فيما دونها.

فذهب الجمهور (الحنفية والمالكية وأحمد في رواية عنه) وكثير من الصحابة والتابعين إلى أن قليل الرضاع وكثيره يحرم وإن كان مصة واحدة، فالشرط في التحريم أن يصل اللبن إلى جوف الطفل مهما كان قدره .واحتجوا بقوله تعالى :(وأمهاتكم اللاتي أرضعنكم.

وقالوا :إن الله سبحانه وتعالى علق التحريم باسم الرضاع، فحيث وجد وجد حكمه،وورد الحديث موافقا للآية :يحرم من الرضاعة ما يحرم من النسب حيث أطلق الرضاع ولم يذكر عددا، ولحديث كيف بها وقد زعمت أنها قد أرضعتكما ولم يستفصل عن عدد الرضعات (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٢، ص ٢٤٤، مادة ”رضاع“)

وقال المالكية والحنفية :الرضاع المحرم يكون بالقليل والكثير، ولو بالمصة الواحدة، للأدلة الثلاثة التالية:

أولها۔عموم قوله تعالى :(وأمهاتكم اللاتي أرضعنكم) فإنه علق التحريم بالإرضاع من غير تقدير بقدر معين، فيعمل به على إطلاقه.

ثانيها۔حديث يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب فإنه ربط التحريم بمجرد الرضاع، ويؤكده آثار عن بعض الصحابة، روي عن علي وابن مسعود وابن عباس أنهم قالوا:قليل الرضاع وكثيره سواء .

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جبکہ شافعیہ کے نزدیک اور حنابلہ کے راجح قول کے مطابق دودھ پینے سے حرمت ثابت ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ کم ازکم پانچ مرتبہ یا اس سے زیادہ مرتبہ دودھ پیا جائے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ثالثها ـ إن الرضاع فعل يتعلق به التحريم، فيستوى قليله وكثيره؛ لأن شأن الشارع إناطة الحكم بالحقيقة مجردة عن شرط التكرار والكثرة، وتتحقق جزئية الرضيع من المرضعة بالقليل والكثير.
ويعمل بهذا الرأى فى مصر وليبيا، ويعمل فى سورية بالرأى الأول، وهو الراجح، لما فيه من توسعة وتيسير على الناس (الفقه الاسلامى و ادلتهٔ للزحيلى، ج١٠، ص ٧٢٩٠، القسم السادس، الباب الثالث، الفصل الثانى، المبحث الثانى)

[1] وذهب الشافعية والحنابلة فى القول الصحيح عندهم إلى أن ما دون خمس رضعات لا يؤثر فى التحريم .وروى هذا عن عائشة، وابن مسعود وابن الزبير رضى الله عنهم وبه قال عطاء وطاوس، واستدلوا بما ورد عن عائشة، قالت :كان فيما أنزل من القرآن (عشر رضعات معلومات يحرمن) ثم نسخن بخمس معلومات فتوفى رسول الله صلى الله عليه وسلم وهن فيما يقرأ من القرآن .
والمعنى والله أعلم :أن نسخ تلاوة ذلک تأخر جدا حتى إنه توفى رسول الله صلى الله عليه وسلم وبعض الناس لم يبلغه نسخ تلاوته، فلما بلغهم نسخ تلاوته تركوه وأجمعوا على أنه لا يتلى مع بقاء حكمه،وهو من نسخ التلاوة دون الحكم، وهو أحد أنواع النسخ(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٢، ص ٢٤٤، مادة "رضاع")
مسألة :قال أبو القاسم، -رحمه الله :-(والرضاع الذى لا يشک فى تحريمه، أن يكون خمس رضعات فصاعدا) فى هذه المسألة مسألتان) المسألة الأولى، أن الذى يتعلق به التحريم خمس رضعات فصاعدا .هذا الصحيح فى المذهب .وروى هذا عن عائشة، وابن مسعود، وابن الزبير، وعطاء، وطاوس .وهو قول الشافعى(المغنى لابن قدامة، ج٨،ص ١٧١،كتاب الرضاع،مسألة الرضاع الذى لا يشک فى تحريمه)
قلت :فكم يحرم؟قال :إن ذهب ذاهب إلى خمس رضعات لم أعبه، وأجبن عنه بعض الجبن، إلا أنى أراه أقوى(مسائل الإمام أحمد بن حنبل وإسحاق بن راهويه، ج٤،ص ١٦٧١ ،باب الرضاع)
قالوا :وإذا علقنا التحريم بالخمس، لم نكن قد خالفنا شيئا من النصوص التى استدللتم بها، وإنما نكون قد قيدنا مطلقها بالخمس، وتقييد المطلق بيان لا نسخ ولا تخصيص.
وأما من علق التحريم بالقليل والكثير، فإنه يخالف أحاديث نفى التحريم بالرضعة والرضعتين، وأما صاحب الثلاث، فإنه وإن لم يخالفها، فهو مخالف لأحاديث الخمس.
قال من لم يقيده بالخمس :حديث الخمس لم تنقله عائشة رضى الله عنها نقل الأخبار، فيحتج به، وإنما نقلته نقل القرآن، والقرآن إنما يثبت بالتواتر، والأمة لم تنقل ذلک قرآنا، فلا يكون قرآنا، وإذا لم يكن قرآنا ولا خبرا، امتنع إثبات الحكم به.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور حضراتِ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک ایک مرتبہ کی تعیین میں عرف کو دخل ہے، یعنی عرف میں جس طرح دودھ پینے کو ایک مرتبہ دودھ پینا سمجھا جاتا ہے، وہ ایک مرتبہ دودھ پینا کہلائے گا، اور جس طرح دودھ پینے کو دوسری مرتبہ دودھ پینا سمجھا جاتا ہے، وہ دوسری مرتبہ دودھ پینا کہلائے گا۔

پس اگر کسی بچہ نے ایک مرتبہ چھاتی کو منہ لگا کر مسلسل دودھ پیا، تو وہ ان حضرات کے نزدیک ایک ہی مرتبہ دودھ پینا کہلائے گا، خواہ کتنا زیادہ اور کتنی گھونٹ دودھ پیا ہو۔

اور اگر ایک طرف کی چھاتی سے دودھ پیتے پیتے پھر اسی وقت دوسری چھاتی سے دودھ پینا شروع کر دیا، تو بھی یہ ایک ہی مرتبہ دودھ پینا کہلائے گا۔

البتہ اگر بچہ ایک مرتبہ دودھ پی کر فارغ ہوگیا، پھر کچھ وقفہ کے بعد یا کسی دوسری چیز کے درمیان میں حائل ہونے کے بعد دوسری مرتبہ دودھ پیا، تو یہ دو مرتبہ دودھ پینا کہلائے گا۔[1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال أصحاب الخمس :الكلام فيما نقل من القرآن آحادا فى فصلين، أحدهما :كونه من القرآن، والثانى :وجوب العمل به، ولا ريب أنهما حكمان متغايران، فإن الأول يوجب انعقاد الصلاة به، وتحريم مسه على المحدث، وقراء ته على الجنب، وغير ذلك من أحكام القرآن، فإذا انتفت هذه الأحكام لعدم التواتر، لم يلزم انتفاء العمل به، فإنه يكفى فيه الظن، وقد احتج كل واحد من الأئمة الأربعة به فى موضع، فاحتج به الشافعى وأحمد فى هذا الموضع، واحتج به أبو حنيفة فى وجوب التتابع فى صيام الكفارة بقراء ة ابن مسعود "فصيام ثلاثة أيام متتابعات ."واحتج به مالك والصحابة قبله فى فرض الواحد من ولد الأم أنه السدس بقراء ة أبى، "وإن كان رجل يورث كلالة، أو امرأة وله أخ، أو أخت من أم، فلكل واحد منهما السدس ". فالناس كلهم احتجوا بهذه القراء ة، ولا مستند للإجماع سواها.

قالوا :وأما قولكم :إما أن يكون نقله قرآنا أو خبرا، قلنا :بل قرآنا صريحا .قولكم :فكان يجب نقله متواترا، قلنا :حتى إذا نسخ لفظه أو بقى، أما الأول، فممنوع، والثانى، مسلم، وغاية ما فى الأمر أنه قرآن نسخ لفظه، وبقى حكمه، فيكون له حكم قوله " :الشيخ والشيخة إذا زنيا فارجموهما "مما اكتفى بنقله آحادا، وحكمه ثابت، وهذا مما لا جواب عنه(زاد المعاد فى هدى خير العباد، ج۵، ص ۵۱۰، فصل لا تحرم المصة والمصتان من الرضاع)

[1] پھر اگر دودھ پینے کے عدد میں شک ہو، تو ان حضرات کے نزدیک یقین کو شک پر ترجیح حاصل ہوگی۔

أن يكون الرضاع خمس رضعات متفرقات فصاعدا، وهذا الشرط عند الشافعية والحنابلة، والمعتبر

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 12...... دودھ پینے کی وجہ سے آٹھ قسم کے رشتے حرام ہوتے ہیں، چار تو نسب کی جہت سے، اور چار مصاہرت یعنی سسرالی جہت سے۔ ؎۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ فی الرضعة العرف، فلو انقطع الطفل عن الرضاع إعراضا عن الشدى تعدد الرضاع، عملا بالعرف، ولو انقطع للتنفس أو الاستراحة أو الملل أو الانتقال من ثدى إلى آخر أو من امرأة إلى أخرى أو اللهو أو النومة الخفيفة أو ازدراء ما جمعه من اللبن فى فمه، وعاد فى الحال، فلا تعدد، بل الكل رضعة واحدة .وإن رضع أقل من خمس رضعات فلا تحريم، وإن شك فى عدد الرضعات بنى على اليقين؛ لأن الأصل عدم وجود الرضاع المحرم، لكن فى حالة الشك الترك أولى، لأنه من الشبهات .واستدلوا بأدلة ثلاثة: أولها ــ ما روى مسلم عن عائشة رضى الله عنها قالت :كان فيما أنزل الله من القرآن عشر رضعات معلومات يحرمن، فنسخن بخمس معلومات، فتوفى رسول الله صلى الله عليه وسلم وهن فيما يقرأ من القرآن أى يتلى حكمهن أو يقرؤهن من لم يبلغه النسخ لقربه .لكن قيل عنه :إنه مضطرب.

ثانيها ــ إن علة التحريم بالرضاع هى شبهة الجزئية التى تحدث باللبن الذى ينبت اللحم وينشز العظم، أى ينميه ويزيده، وهذا لا يتحقق إلا برضاع يوم كامل على الأقل، وهو خمس رضعات متفرقات.

ثالثها ــ حديث لا تحرم المصة والمصتان وفى رواية لا تحرم المصة والمصتان، ولا الإملاجة والإملاجتان (الفقه الاسلامى و ادلتهٔ للزحيلى، ج۱۰، ص ۷۲۸۹، القسم السادس، الباب الثالث، الفصل الثانى، المبحث الثانى)

ولا يشترط اتفاق صفات اللبن وطرق وصوله إلى المعدة .فإن مصه من الثدى مرة، وشرب من إناء مرة، وأوجر من حلقه مرة، وأكله جبنا مرة بحيث تم له خمس مرات أثر فى التحريم.

ويشترط أن تكون الرضعات متفرقات عند من يرى اشتراط تعدد الرضعات.

والمعتمد فى التعدد والتفرق هو العرف إذ لا ضابط له فى اللغة، ولا فى الشرع.

والرجوع فى الرضعة والرضعات إلى العرف، وما تنزل عليه الأيمان فى ذلك، ومتى تخلل فصل طويل تعدد.

ولو ارتضع ثم قطع إعراضا، واشتغل بشىء آخر، ثم عاد وارتضع، فهما رضعتان، ولو قطعت المرضعة، ثم عادت إلى الإرضاع، فهما رضعتان على الأصح عند الشافعية، كما لو قطع الصبى، والراجح عند الحنابلة أنها رضعة واحدة، ولا يحصل التعدد بأن يلفظ الثدى، ثم يعود إلى التقامه فى الحال، ولا بأن يتحول من ثدى إلى ثدى، أو تحوله لنفاد ما فى الأول، ولا بأن يلهو عن الامتصاص، والثدى فى فمه، ولا بأن يقطع التنفس، ولا بأن يتخلل النومة الخفيفة، ولا بأن تقوم وتشتغل بشغل خفيف، ثم تعود إلى الإرضاع، فكل ذلك رضعة واحدة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۲، ص ۲۴۵، مادة "رضاع")

؎۱ حرمة الرضاع:

المحرمات بسبب الرضاع هن المحرمات بسبب النسب، وهو أربعة أنواع من جهة النسب،

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

دودھ پینے کی وجہ سے درجِ ذیل نسبی رشتے حرام ہو جاتے ہیں۔

(1)...... دودھ پلانے والی اور اس کے اصول، جس سے مراد رضاعی ماں اور دادی ونانی یعنی دودھ پلانے والی عورت کی ماں اور دودھ پلانے والی عورت کے شوہر کی ماں ہے، اوپر تک۔ [1]

پس جب کوئی بچہ کسی عورت کا دودھ پیے، تو وہ عورت اس کی رضاعی والدہ بن جاتی ہے، اور اس دودھ پلانے والی کا وہ شوہر جس کی وجہ سے اس عورت کی چھاتی میں

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأربعةأنواع من جهة المصاهرة، فصار المجموع ثمانية .ودليل التحريم :قوله تعالى :(وأمهاتكم اللاتى أرضعنكم، وأخواتكم من الرضاعة) وقوله صلى الله عليه وسلم :يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب وكما تحرم القريبات من الرضاع، تحرم الأصهار من الرضاع أيضا، قياسا على النسب، وأخذا من مفهوم الآية والحديث المتقدمين، فأصبحت القاعدة :يحرم بسبب الرضاع ما يحرم بسبب النسب وسبب المصاهرة إلا فى حالتين سأذكرهما يختلف فيهما حكم النسب والرضاع (الفقه الاسلامى و ادلتهٔ للزحيلى، ج۹، ۶۶۳۳، القسم السادس، الباب الاول، الفصل الثالث، النوع الاول، انواع المحرمات بالرضاع)

لا خلاف بين الفقهاء فى أنه يحرم على الرضيع من النساء من يحرمن عليه من النسب وهن السبع اللاتى ذكرن فى آية :(حرمت عليكم أمهاتكم) وهن الأمهات والبنات، والأخوات والعمات، والخالات وبنات الأخ وبنات الأخت .وقد ثبت تحريم الأم والأخت من الرضاع بنص الكتاب قال تعالى :(وأمهاتكم اللاتى أرضعنكم وأخواتكم من الرضاعة) ، وتحريم البنت بالتبعية؛ لأنه إذا حرمت الأخت فالبنت أولى.

أما سائر المحارم فقد ثبت تحريمهن بالسنة وهو قوله صلى الله عليه وسلم :يحرم من الرضاعة ما يحرم من النسب .وثبتت المحرمية لأنها فرع على التحريم فتحرم المرضعة على الرضيع؛ لأنها أمه، وآباؤها وأمهاتها من النسب أو الرضاع أجداده وجداته .فإن كان أنثى حرم على الأجداد نكاحها أو ذكرا حرم عليه نكاح الجدات .وفروع المرضعة من الرضاع كفروعها من النسب، فأولادها من نسب أو رضاع إخوته وأخواته، سواء كانوا من صاحب اللبن أو من غيره، وسواء من تقدمت ولادته عليه ومن تأخرت عنه لأنهم إخوته وأخواته؛ لقوله تعالى :(وأخواتكم من الرضاعة) فقد أثبت سبحانه وتعالى الحرمة والأخوة بين بنات المرضعة وبين الرضيع مطلقا، من غير فصل بين أخت وأخت، وكذا بنات بناتها، وبنات أبنائها، وإن سفلن(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۲، ص ۲۴۷، مادة "رضاع")

[1] خواہ دودھ پلانے والی کے یہ اصول نسبی ہوں یا رضاعی، دونوں حرام ہوتے ہیں۔

www.idaraghufran.org

دودھ اترا ہے، وہ اس دودھ پینے والے بچے کا رضاعی والد بن جاتا ہے۔ [1]

(2)...... دودھ پینے والا بچہ یا بچی اور اس کے فروع، یعنی رضاعی بیٹا، بیٹی اور رضاعی بیٹے، بیٹی کی اولاد، نیچے تک۔

پس جب کوئی بچہ یا بچی کسی عورت کا دودھ پیے، تو وہ دودھ پینے والی بچی یا بچہ اس دودھ پلانے والی عورت کی رضاعی اولاد بن جاتی ہے، اور اسی طرح اس دودھ پلانے والی عورت کے اس شوہر کی بھی رضاعی اولاد بن جاتی ہے، جس کی وجہ سے اس عورت کی چھاتی میں دودھ اترا ہے۔ [2]

(3)...... رضاعی والدین کے فروع، جس سے مراد دودھ پلانے والی عورت کی

---

[1] ج -المحرمات بسبب الرضاع

يحرم من الرضاع:

أ -أصول الشخص من الرضاع، أى أمه رضاعا وأمها، وإن علت، وأم أبيه رضاعا وأمها وإن علت، فإذا رضع طفل من امرأة صارت أمه من الرضاع، وصار زوجها الذى كان السبب فى در لبنها أبا من الرضاع(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٦، ص ٢١٦، مادة "محرم")

وأنواع المحرمات بالرضاع الثمانية هى ما يأتى:

الأول ـ أصول الإنسان من الرضاع مهما علون :وهى الأم من الرضاعة والجدة أو الجدات، أى أم المرضعة وأم زوج المرضعة(الفقه الاسلامى و ادلتهٔ للزحيلى، ج٩، ٦٦٣٣، القسم السادس، الباب الاول، الفصل الثالث، النوع الاول، انواع المحرمات بالرضاع)

[2] اور آئندہ اس دودھ پینے والے بچہ، بچی کی اولاد میں بھی نسل در نسل یہ حرمت دودھ پلانے والی عورت، اس کے شوہر، نیز اصول وفروع کے لئے اسی طرح چلے گی، جس طرح نسبی رشتوں میں چلتی ہے۔

اور یہ دودھ پینے والا بچہ ہو تو اس کی بیوی، اور بچی ہو تو اس کا شوہر، دودھ پلانے والی عورت اور اس کے شوہر کے لئے حرام ہوں گے، جیسے نسبی بہو اور داماد کی حرمت ساس اور سسر کے ساتھ رہتی ہے، اسی طرح یہ گویا رضاعی بہو یا داماد کی صورت بنے گی، اور اس میں نسب کی طرح حرمت برقرار رہے گی۔

ب -فروعه من الرضاع، أى بنته رضاعا، وبنتها وإن نزلت، وبنت ابنها رضاعا وبنتها، وإن نزلت، فإذا رضعت بنت من امرأة صارت ابنة رضاعا من هذه المرأة، ولزوجها الذى كان السبب فى در لبنها(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٦، ص ٢١٦، مادة "محرم")

الثانى ـ الفروع من الرضاع مهما نزلن :وهى البنت رضاعا وبنتها، وبنت الابن رضاعا وبنتها وإن نزلت؛ لأنهن بنات إخوته وأخواته(الفقه الاسلامى و ادلتهٔ للزحيلى، ج٩، ٦٦٣٤، القسم السادس، الباب الاول، الفصل الثالث، النوع الاول، انواع المحرمات بالرضاع)

www.idaraghufran.org

اولاد ہے نیچے تک، یعنی دودھ پینے والے کے رضاعی بھائی اور بہنیں اور رضاعی بھائی اور بہنوں کی بیٹیاں نیچے تک، کیونکہ وہ رضاعی بھتیجیاں اور بھانجیاں ہیں۔ [1]

پس جب کسی بچہ نے کسی عورت کا دودھ پیا، تو اس دودھ پلانے والی عورت کی سگی بیٹیاں اس کی رضاعی بہنیں بن جاتی ہیں، خواہ ان سگی بیٹیوں نے اپنی ماں کا دودھ پیا ہو یا نہ پیا ہو، اور اس دودھ پلانے والی عورت کی دوسری دودھ پینے والی بچیاں بھی اس دودھ پینے والے بچہ کی رضاعی بہنیں بن جاتی ہیں، خواہ ان بچیوں نے اس دودھ پینے والے بچہ کے ساتھ دودھ پیا ہو، یا آگے پیچھے پیا ہو۔ [2]

(4)...... رضاعی دادا، دادی اور نانا، نانی کے ایک واسطہ سے فروع، یعنی رضاعی ماموں اور خالائیں (جس سے مراد دودھ پلانے والی عورت کی بہنیں اور بھائی ہیں) اور اسی طرح رضاعی چچا، تایا اور پھوپھیاں (جس سے مراد دودھ پلانے والی عورت کے اُس شوہر کے بھائی، بہنیں ہیں، جس کی وجہ سے اس عورت کی چھاتی میں دودھ اترا ہے) یہ رشتے بھی حرام ہوجاتے ہیں۔

جس طریقہ سے یہ سب رشتے نسب کی وجہ سے سے حرام ہوتے ہیں، اسی طریقہ سے رضاعت کے اعتبار سے بھی حرام ہوجاتے ہیں۔ [3]

---

[1] خواہ دودھ پلانے والی کے یہ فروع نسبی ہوں یا رضاعی، دونوں حرام ہوتے ہیں۔

[2] ج -فروع أبويه من الرضاع أى أخواته رضاعا، وبناتهن، وبنات إخوته رضاعا، وبناتهن، وإن نزلن، فإذا رضع طفل من امرأة صارت بناتها أخوات له، وحرمن عليه، سواء البنت التى رضعت معه، أو البنت التى رضعت قبله أو بعده(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٦، ص ٢١٦، مادة "محرم")

الثالث۔ فروع الأبوين من الرضاع :وهى الأخوات من الرضاعة، وبنات الإخوة والأخوات مهما نزلن؛ لأنهن بنات الأخ والأخت(الفقه الاسلامی و ادلتۂ للزحیلی، ج٩، ٦٦٣٣، القسم السادس، الباب الاول، الفصل الثالث، النوع الاول، انواع المحرمات بالرضاع)

[3] د -فروع جديه إذا انفصلن بدرجة واحدة، أى عماته، وخالاته رضاعا، وهؤلاء يحرمن نسبا، فكذلک يحرمن رضاعا(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٦، ص ٢١٦، مادة "محرم")

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور رضاعی چچا، تایا اور رضاعی پھوپھی اور رضاعی خالہ اور رضاعی ماموں کی اولادیں، دودھ پینے والے بچہ یا بچی پر حرام نہیں ہوتیں، جس طریقہ سے یہ سب یعنی ماموں زاد، خالہ زاد، پھوپھی زاد، چچازاد، تایازاد، نسب کی وجہ سے بھی حرام نہیں ہوتے۔ ۱؎

اور رضاعت کی وجہ سے وہ رشتے بھی حرام ہوجاتے ہیں، جو مصاہرت یعنی سسرالی رشتے کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں۔ ۲؎

دودھ پینے کی وجہ سے درجِ ذیل سسرالی رشتے حرام ہوجاتے ہیں۔ ۳؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الرابع۔ الفروع المباشرة للجد والجدة من الرضاع :وهي العمات والخالات رضاعا .والعمة من الرضاعة :هي أخت زوج المرضعة، والخالة من الرضاعة :هي أخت المرضعة .ولا تحرم بنات العمات والأعمام وبنات الخالات والأخوال من الرضاعة، كما لا تحرم من النسب(الفقه الاسلامى و ادلتہ للزحيلى، ج۹، ۶۶۳۴، القسم السادس، الباب الاول، الفصل الثالث، النوع الاول، انواع المحرمات بالرضاع)

۱؎ وأما بنات عماته وأعمامه رضاعا، وبنات خالاته وأخواله رضاعا، فلا يحرمن عليه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۶، ص ۲۱۶، مادة "محرم")

ولا تحرم بنات العمات والأعمام وبنات الخالات والأخوال من الرضاعة، كما لا تحرم من النسب(الفقه الاسلامى و ادلتہ للزحيلى، ج۹، ۶۶۳۴، القسم السادس، الباب الاول، الفصل الثالث، النوع الاول، انواع المحرمات بالرضاع)

۲؎ ذهب جمهور الفقهاء إلى أنه يحرم من الرضاع ما يحرم من المصاهرة، لما ثبت أن الرضاع ينشء صلة أمومة وبنوة بين المرضع والرضيع، فتكون التى أرضعت كالتى ولدت، كل منهما أم، فأم الزوجة رضاعا كأمها نسبا، وبنتها رضاعا كبنتها نسبا، وكذلك يكون زوج المرضع أبا للرضيع، والرضيع فرع له، فزوجة الأب الرضاعى كزوجة الأب النسبى، وزوجة الابن الرضاعى كزوجة الابن النسبى(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۶، ص ۲۱۷، مادة "محرم")

۳؎ دودھ پلانے والی عورت کا وہ شوہر جس کی وجہ سے اس عورت کی چھاتیوں میں وہ دودھ اترا ہے، جو کسی بچہ نے پیا ہو، اس کو فقہائے کرام نے ''لبن الفحل'' کا نام دیا ہے، کیونکہ جب دودھ سے حرمت ثابت ہوتی ہے، تو دودھ کا سبب بننے والے شوہر کی طرف بھی یہ حرمت تجاوز کرتی ہے۔

الفحل صاحب اللبن:

إن صاحب اللبن -وهو زوج المرضعة التى نزل لها منه اللبن -وهو المسمى فى عرف الفقهاء "

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(1)...... بیوی کی رضاعی ماں، اوراس کی ماں اوپر تک حرام ہوجاتی ہے، خواہ شوہر نے نکاح کے بعد بیوی سے صحبت کی ہو یا نہ کی ہو۔ ا

(2)...... بیوی کی رضاعی بیٹی ،اوراس کی بیٹی ، نیچے تک حرام ہوجاتی ہے،

﴿گزشتہ صفحے کابقیہ حاشیہ﴾

لبن الفحل "ينشر الحرمة، فيحرم على صاحب اللبن من أرضعتها زوجته؛ لأنها ابنته من الرضاع، وتحرم على أبنائه الذين من غير المرضعة، لأنهم إخوتها من الرضاعة، وأبناء بناته من غير المرضعة؛ لأنهم أبناء إخوتها لأب من الرضاعة، وإن أرضعت كل من زوجتيه طفلا أجنبيا عن الآخر فقد صارا أخوين لأب من الرضاعة، فيحرم التناكح بينهما إن كانت إحداهما أنثى؛ لأن بينهما أخوة لأب من الرضاعة، وتحرم الرضيعة على آباء زوج المرضعة؛ لأنهم أجدادها من قبل الأب من الرضاعة، وعلى إخوته؛ لأنهم أعمامها من الرضاعة، وأخواته عمات الرضيع فيحرمن عليه، ولا حرمة بين صاحب اللبن وأمهات الرضيع وأخواته من النسب .

ودليل نشر الحرمة من صاحب اللبن :ما روته عائشة رضى الله عنها قالت :إن أفلح أخا أبى القعيس استأذن على بعد أن نزل الحجاب، فقلت :والله لا آذن حتى أستأذن رسول الله صلى الله عليه وسلم فإن أخا أبى القعيس ليس هو أرضعنى، ولكن أرضعتنى امرأة أبى القعيس .فدخل على رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت :يا رسول الله إن الرجل ليس هو أرضعنى، ولكن أرضعتنى امرأته، فقال :ائذنى له فإنه عمک تربت يمينک

وقال عروة :قالت عائشة رضى الله عنها :حرموا من الرضاعة ما يحرم من النسب وسئل ابن عباس رضى الله عنه عن رجل تزوج امرأتين فأرضعت إحداهما جارية والأخرى غلاما هل يتزوج الغلام الجارية؟ قال :لا، اللقاح واحد .

وقد ذهب إلى عدم التحريم بلبن الفحل سعيد بن المسيب، وأبو سلمة بن عبد الرحمن، وسليمان بن يسار، وعطاء ، والنخعى، وأبو قلابة، ويروى عدم التحريم به أيضا عن بعض الصحابة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٢، ص ٢٤٨،و ٢٤٩، مادة "رضاع")

ا ولهذا يحرم بالرضاع ما يحرم بالمصاهرة، وهن :

أ -الأم الرضاعية للزوجة، وأمها، وإن علت، سواء دخل بالزوجة أو لم يدخل بها(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٦، ص ٢١٧، مادة "محرم")

المحرمات بالمصاهرة المتعلقة بالرضاع:

أ -تحرم أم الزوجة وجداتها من الرضاعة مهما علون، سواء أكان هناک دخول بالزوجة أم لم يكن(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٢، ص ٢٥٠، مادة "رضاع")

الخامس ــ أم الزوجة وجداتها من الرضاعة مهما علون، سواء أكان هناک دخول بالزوجة أم لم يكن(الفقه الاسلامی و ادلتهٔ للزحيلی، ج٩، ٦٦٣٤، القسم السادس، الباب الاول، الفصل الثالث، النوع الاول، انواع المحرمات بالرضاع)

www.idaraghufran.org

بشرطیکہ اس نے نکاح کے بعد بیوی سے صحبت کرلی ہو۔ ۱

(3)...... رضاعی باپ کی بیویاں، اور باپ کے باپ (یعنی دادا) کی بیویاں، اوپر تک حرام ہوجاتی ہیں، خواہ نکاح کے بعد رضاعی باپ یا دادا نے اپنی بیوی سے صحبت بھی نہ کی ہو۔ ۲

(4)...... رضاعی بیٹے کی بیویاں، اور رضاعی بیٹے کے بیٹے (یعنی پوتے) کی بیویاں، نیچے تک حرام ہوجاتی ہیں، خواہ نکاح کے بعد رضاعی بیٹے یا رضاعی پوتے نے اپنی بیوی سے صحبت بھی نہ کی ہو۔ ۳

---

۱ ب -البنت الرضاعية للزوجة، وبنتها، وإن نزلت، وبنت ابنها الرضاعى وبنتها، وإن نزلت بشرط أن يكون قد دخل بالزوجة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٦، ص ٢١٧، مادة "محرم")

د -بنت الزوجة من الرضاعة، وبنات أولادها مهما نزلن، إذا كانت الزوجة مدخولا بها، فإن لم يكن دخل بهـا، فلا تحرم فروعها من الرضاع على الزوج، كما فى النسب(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٢، ص ٢٥١، مادة "رضاع")

الثامن۔ بنت الزوجة من الرضاعة .وبنات أولادها مهما نزلن، إذا كانت الزوجة مدخولا بها، فإن لم يكن دخول بها، فلا تحرم فروعها من الرضاع على الزوج، كما فى النسب(الفقه الاسلامى و ادلتهٔ للزحيلى، ج٩، ٦٦٣٤، القسم السادس، الباب الاول، الفصل الثالث، النوع الاول، انواع المحرمات بالرضاع)

۲ اگر کسی عورت نے کسی بچہ کو دودھ پلایا، اور اس عورت کے شوہر نے (جو کہ اُس بچہ کا رضاعی والد تھا) بعد میں کسی اور عورت سے شادی کرلی، تو وہ عورت بھی اس بچہ پر رضاعی باپ کی بیوی ہونے کی وجہ سے حرام ہوگی۔

ج -زوجات الأب الرضاعى، وأبى الأب وإن علا، بمجرد العقد الصحيح(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٦، ص ٢١٧، مادة "محرم")

ب -زوجة الأب والجد من الرضاع، وإن علا، سواء دخل الأب والجد بها أم لم يدخل، كما يحرم عليه زوجة أبيه من النسب(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٢، ص ٢٥٠، مادة "رضاع")

السادس ۔ زوجة الأب والجد من الرضاع، وإن علا، سواء دخل الأب والجد بها أم لم يدخل، كما يحرم عليه زوجة أبيه من النسب(الفقه الاسلامى و ادلتهٔ للزحيلى، ج٩، ٦٦٣٤، القسم السادس، الباب الاول، الفصل الثالث، النوع الاول، انواع المحرمات بالرضاع)

۳ د -زوجات الابن الرضاعى، وابن ابنه، وإن نزل بمجرد العقد الصحيح .
وتحريم الرضاع ما يحرم بالمصاهرة متفق عليه بين الأئمة الأربعة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٦، ص ٢١٧، مادة "محرم")

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 13...... جس طرح نسبی خالہ اور بھانجی، پھوپھی اور بھتیجی کو ایک مرد کے لئے نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں، اسی طرح رضاعی خالہ اور بھانجی، اور رضاعی پھوپھی اور بھتیجی کو بھی ایک مرد کے لئے نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں۔ [1]

مسئلہ نمبر 14...... جو رضاعی رشتہ دار حرام ہوتے ہیں، ان سے چند رشتے مستثنیٰ ہیں، اور ان میں حرمت جاری نہیں ہوتی۔ [2]

ایک تو رضاعی بھائی یا رضاعی بہن کی نسبی ماں سے نکاح حرام نہیں ہوتا۔

برخلاف نسبی بھائی یا نسبی بہن کی ماں کے، اس لئے کہ نسبی بھائی اور نسبی بہن کی ماں یا تو اس کی اپنی سگی ماں ہوگی یا اس کے باپ کی بیوی یعنی سوتیلی ماں ہوگی، اور وہ دنوں صورتوں میں محرَم شمار ہوتی ہے، اور اس سے نکاح جائز نہیں ہوتا، اور رضاعی بہن یا رضاعی بھائی کی نسبی ماں میں ان دونوں رشتوں کی نفی ہونا ممکن ہے، اس طرح سے کہ وہ نہ تو دودھ پینے والے کی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ج -زوجة الابن وابن الابن وابن البنت من الرضاع، وإن نزلوا، سواء دخل الابن ونحوه بالزوجة أم لم يدخل، كما يحرم عليه زوجة أولاده من النسب(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٢، ص ٢٥١، مادة "رضاع")

السابع ـ زوجة الابن وابن ابن البنت من الرضاع، وإن نزلوا، سواء دخل الابن ونحوه بالزوجة أم لم يدخل، كما يحرم عليه زوجة أولاده من النسب(الفقه الاسلامی و ادلتهٔ للزحیلی، ج٩، ٦٦٣٤، القسم السادس، الباب الاول، الفصل الثالث، النوع الاول، انواع المحرمات بالرضاع)

[1] هـ -يحرم الجمع بين امرأة وأختها، أو عمتها، أو خالتها من الرضاع(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٢، ص ٢٥١، مادة "رضاع")

[2] كيفية معرفة قرابة الرضاع المحرمة.

تعرف قرابات الرضاع المحرمة كلها،بأن يفرض انتزاع الرضيع من أسرته النسبية، ووضعه، وفروعه فقط في أسرته الرضاعية، بوصفه ابنا رضاعيا لمن أرضعته، ولزوجها الذى در لبنها بسببه، فكل صلة تتقرر له أو لفروعه بهذا الوضع الجديد فهي التي تجعل أساسا للتحريم أو التحليل بالرضاع.

أما صلة الأسرة الرضاعية بأسرة الرضيع النسبية بسبب رضاعه فلا أثر لها في تحريم أو تحليل، ولهذا لا يثبت لأقاربه النسبيين غير فروعه مثل ما يثبت له هو بهذا الرضاع.

هذا، وتوجد صور مستثناة من التحريم بالرضاع، وإن كانت محرمة من النسب منها(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٦، ص ٢١٧ و ٢١٨، مادة "محرم")

www.idaraghufran.org

نسبی ماں ہو، اور نہ ہی اس کے باپ کی بیوی ہو۔ ؎۱

دوسرے رضاعی بیٹے کی بہن کا نکاح رضاعی باپ سے حرام نہیں ہوتا، خواہ وہ بہن نسبی ہو یا رضاعی ہو، لیکن رضاعی ہونے میں یہ شرط ہے کہ اس رضاعی بہن نے اس بیٹے کی ماں کے علاوہ کسی دوسری عورت کا دودھ پیا ہو۔

برخلاف نسبی بیٹے یا بیٹی کی بہن کے کہ اس سے نکاح کرنا جائز نہیں، اس لئے کہ نسبی بیٹے یا بیٹی کی بہن یا تو اس کی اپنی بیٹی ہوگی، یا اس کی بیوی کی بیٹی یعنی سوتیلی بیٹی ہوگی۔

چنانچہ جس شخص کی بیوی نے کسی بچی کو دودھ پلایا ہے، تو اس بچی کی نسبی بہن یا وہ رضاعی بہن جس نے اس شخص کی بیوی کے علاوہ اس بچی کی کسی اور رضاعی ماں کا دودھ پیا ہے، تو اس بچی سے اس شخص کا نکاح جائز ہے۔ ؎۲

تیسرے رضاعی بیٹے یا رضاعی بیٹی کی نسبی دادی اور نسبی نانی سے نکاح کرنا حرام نہیں ہوتا، کیونکہ رضاعی بیٹے یا رضاعی بیٹی کی نسبی دادی یا نانی کے ساتھ رضاعی باپ کا وہ رشتہ قائم نہیں ہوتا، جو کہ نسبی بیٹے یا بیٹی کی نسبی دادی یا نانی کے ساتھ حقیقی والد کا ہوتا ہے، کیونکہ یا تو وہ نسبی والد کی ماں ہوتی ہے، یا نسبی والد کی ساس ہوتی ہے، اور والدہ یا ساس سے نکاح جائز نہیں ہوتا۔ ؎۳

؎۱ أ -أم الأخ أو الأخت من الرضاع، فإنه يجوز الزواج بها لأنها أجنبية عنه، ولا يجوز الزواج بأم الأخ أو الأخت من النسب؛ لأنها إما أن تكون أمه، أو تكون زوجة أبيه فتحرم عليه، وهذه الصلة منتفية فی صورة أم الأخ أو الأخت رضاعا(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٦، ص ٢١٨، مادة ”محرم“)

؎۲ ب -أخت الابن رضاعا، فإنها لا تحرم على الأب الرضاعی، سواء أكانت أخت هذا الابن أو البنت الرضاعية أختا له من النسب أم أختا له من الرضاعة من امرأة أخرى، لأنها ستكون أجنبية عنه. فإذا رضع طفل من امرأة فلأبی هذا الطفل أن يتزوج بنت هذه المرضعة، وهی أخت ابنه من الرضاع، أما أخت الابن أو البنت نسبا، فلا يجوز لأنها ستكون بنته أو بنت زوجته المدخول بها(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٦، ص ٢١٨، مادة ”محرم“)

؎۳ ج -جدة ابنه أو بنته رضاعا، فيجوز للأب الرضاعی أن يتزوجها لعدم وجود علاقة تربطها به فی حين أن جدة الابن أو البنت نسبا، إما أن تكون أمه هو فتحرم عليه، وإما أن تكون أم زوجته فتحرم عليه أيضا.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 15...... دودھ پلانے والی عورت پر دودھ پینے والے بچے کی اولاد اور اولاد کی اولاد تو نیچے تک حرام ہو جاتی ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔

لیکن اس عورت پر دودھ پینے والے بچے کے اصول اور حواشی حرام نہیں ہوتے۔

چنانچہ دودھ پینے والے بچہ کے باپ، دادا سے اس عورت کو نکاح کرنا جائز ہے، اور اسی طریقہ سے دودھ پینے والے بچہ کے بھائی، اور اس کے چچا، تایا اور ماموں سے نکاح کرنا جائز ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 16...... رضاعی باپ بننے کے لئے نکاح کا قائم یا باپ کا زندہ ہونا ضروری نہیں۔

چنانچہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، یا وہ فوت ہوگیا، پھر اس مطلقہ یا بیوہ عورت نے دوسری جگہ نکاح کرنے سے پہلے کسی بچہ کو دودھ پلایا، خواہ عدت میں یا عدت گزرنے کے بعد، تو بھی اس دودھ پلانے والی عورت کا وہ شوہر اس بچہ کا رضاعی باپ شمار ہوگا۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال الشربينى الخطيب :الحرمة تسرى من المرضعة والفحل إلى أصولهما وفروعهما وحواشيهما ومن الرضيع إلى فروعه فقط(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٦، ص ٢١٨، مادة "محرم")

[1] يحرم على المرضعة أبناء رضيعها وأبناء أبنائه وإن سفلوا، ولا يحرم عليها أصوله كأبيه، وجده، ولا حواشيه كإخوته وأعمامه وأخواله، فيجوز لهؤلاء أن يتزوجوا المرضعة أو بناتها أو أخواتها، فالرضاعة لا تنشر الحرمة إلى أصول الرضيع وحواشيه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٢، ص ٢٤٨، مادة "رضاع")

[2] ثبوت الأبوة ولو بعد الطلاق أو الموت:

تثبت الأبوة باللبن ولو بعد الطلاق أو الموت، قصر الزمان أو طال.

فإذا طلق زوجته أو مات عنها ولها لبن فأرضعت به طفلا قبل أن تتزوج، فالرضيع ابن المطلق أو الميت من الرضاع، ولا تنقطع نسبة اللبن إليه بموته أو طلاقه، سواء ارتضع فى العدة أو بعدها، قصرت المدة أم طالت، انقطع اللبن أم لم ينقطع؛ لأنه لم يحدث ما يحال اللبن عليه، فهو باستمراره منسوب إليه، وإلى هذا ذهب جمهور الفقهاء .

فإن تزوجت بعد العدة زوجا وولدت منه فاللبن بعد الولادة للثانى، سواء انقطع وعاد أم لم ينقطع؛ لأن اللبن تبع للولد، والولد للثانى .وإن لم تلد من الثاني، وبقي لبن الأول بحاله لم يزد ولم ينقص

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 17...... اگر کسی نے اپنی بیوی سے لعان کے ذریعہ علیٰحدگی اختیار کرلی، اوراس کے بعداس کی بیوی نے کسی بچہ کو دودھ پلایا، اوراس کی چھاتیوں میں اس شوہر کی وجہ سے دودھ اترا تھا، تواس کی وجہ سے یہ دودھ پینے والا بچہ اس مرد کا رضاعی بیٹا شمار نہیں ہوگا۔ [1]

مسئلہ نمبر 18...... اگر کسی عورت کے ہاں نعوذ باللہ زنا سے کوئی بچہ پیدا ہوا، پھراس عورت کی چھاتی میں دودھ اتر آیا، جس کو اس نے کسی بچہ کو پلایا، تو بھی یہ دودھ پینے والا بچہ اس عورت کا رضاعی بیٹا بن جائے گا۔ [2]

جہاں تک اس زنا کرنے والے شخص کے اس بچہ کے باپ بننے کا تعلق ہے، تو شافعیہ اور بعض حنابلہ اور بعض حنفیہ کے نزدیک وہ شخص اس بچہ کا رضاعی باپ نہیں بنے گا۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فهو للأول سواء حبلت من الثانی أم لم تحبل؛ لأن اللبن كان للأول ولم يجد ما يجعله من الثانی فبقی للأول.

وإن حبلت من الثانی وزاد اللبن بالحمل فاختلف فيه الفقهاء .فقال الحنفية و الشافعية فی القول الأصح عندهم :إنه للأول ما لم تلد .وقال الحنابلة :إن اللبن لهما؛ لأن زيادة اللبن عند حدوث الحمل ظاهر فی أنه من الثانی .وبقاء لبن الأول يقتضی كون أصله منه فوجب أن يضاف إليهما (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۲، ص ۲۴۹، مادة "رضاع")

[1] کیونکہ جب شوہر نے لعان کے ذریعہ سے نسب کی نفی کردی، تو عورت کی چھاتی میں اترے ہوئے دودھ کی بھی اس سے نفی ہوجاتی ہے۔

لبن الولد المنفی باللعان:

إذا نفى زوج المرضعة ولدها بلعان، فأرضعت معه صغيرة بلبنه لم تثبت الحرمة بين الزوج وبين الرضيع؛ لانتفاء نسبة اللبن إليه بانتفاء الولد عنه.

وإن نفاه بعد الرضاع انتفى الرضيع عنه أيضا .كما انتفى الولد.

وإن استلحق الولد بعد اللعان لحق الرضيع، فالأصل أن كل من يثبت منه النسب يثبت منه الرضاع، ومن لا يثبت منه النسب لا يثبت منه الرضاع (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۲، ص ۲۵۰، مادة "رضاع")

[2] ثبوت الحرمة بلبن من زنى:

إن ولدت من الزنى فنزل لها لبن فأرضعت به صبيا، صار الرضيع ابنا لها باتفاق الفقهاء ؛ لأنه رضع لبنها حقيقة والولد منسوب إليها(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۲، ص ۲۴۹، مادة "رضاع")

www.idaraghufran.org

اور مالکیہ اور بعض حنفیہ کے نزدیک وہ شخص اس بچہ کا رضاعی باپ شمار ہوگا۔ [1]

مسئلہ نمبر 19 ...... بچہ کو دودھ پلانے کی مدت پورے دوسال ہے۔

اور امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک، دودھ پلانے سے حرمت اس وقت ثابت ہوتی ہے، جبکہ بچہ کو دوسال کی عمر کے اندر اندر دودھ پلایا جائے، اور دوسال کی عمر کے بعد کسی بچہ یا بڑے آدمی کے دودھ پینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی، اور حنفیہ کا اسی پر فتویٰ ہے۔

اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بچہ کو ڈھائی سال کی عمر تک دودھ پلانے سے حرمت ثابت ہوجاتی ہے۔ [2]

---

[1] واختلفوا فی ثبوت الحرمة بین الرضیع وبین الرجل الذی ثاب اللبن بوطئه .

فذهب الشافعیة والخرقی وابن حامد من الحنابلة إلی أنه یشترط فی ثبوت الحرمة بین الرضیع وبین صاحب اللبن أن یکون اللبن لبن حمل ینتسب إلی الواطء بأن یکون الوطء فی نکاح أو شبهة.

أما إن نزل اللبن بحمل من الزنی فلا تثبت الحرمة بین الرضیع والفحل الزانی؛ لأنه لبن غیر محترم؛ ولأن التحریم بینهما فرع لحرمة الأبوة، فلما لم تثبت حرمة الأبوة لم یثبت ما هو فرع لها وهو الأوجه عند الحنفیة .

وقال المالکیة، وأبو بکر عبد العزیز من الحنابلة وهی روایة عند الحنفیة :إن لبن الفحل ینشر الحرمة، وإن نزل بزنی، وقالوا:؛ لأنه معنی ینشر الحرمة فاستوی فی ذلک مباحه ومحظوره کالوطء .فإن الواطء حصل منه ولد ولبن، ثم إن الولد ینشر الحرمة بینه وبین الواطء فکذلک اللبن؛ ولأنه رضاع ینشر الحرمة إلی المرضعة فینشرها إلی الواطء (الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۲۲، ص ۲۴۹، مادة "رضاع")

[2] اور مالکیہ کے نزدیک دوسال سے ایک دو مہینہ اوپر ہوجانے پر بھی حرمت ثابت ہوتی ہے، لیکن ان کے نزدیک یہ شرط ہے کہ اس مدت میں بچہ دودھ سے مستغنی نہ ہوا ہو۔

اور اگر بچہ دودھ سے مستغنی ہوگیا، اور وہ دودھ کے علاوہ دوسری کھانے پینے کی چیزوں پر اکتفا کرنے لگا، تو اس صورت میں دو سال کی عمر کے اندر بھی دودھ پینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ محمد رضوان۔

الحول فی مدة الرضاع:

لا خلاف بین الفقهاء فی أن مدة الرضاع حولان کاملان، وبناء علی ذلک فإن فطام الصبی قبل تمام الحولین حق للأبوین معا، بشرط عدم الإضرار بالرضیع ولیس لأحدهما الاستقلال بالفطام قبل تمام الحولین لقوله تعالی :(والوالدات یرضعن أولادهن حولین کاملین لمن أراد أن یتم الرضاعة وعلی

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

www.idaraghufran.org

اور بعض اہلِ علم حضرات کے نزدیک جتنی عمر میں بھی کسی عورت کا دودھ پیا جائے، تو اس سے حرمت ثابت ہو جاتی ہے، مگر یہ قول جمہور امت کے خلاف ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف لا تكلف نفس إلا وسعها لا تضار والدة بولدها ولا مولود له بولده وعلى الوارث مثل ذلك فإن أرادا فصالا عن تراض منهما وتشاور فلا جناح عليهما)

اشتراط الحولين في الرضاع المؤثر في التحريم:

اختلف الفقهاء في تحديد مدة الرضاع المؤثر في تحريم النكاح وثبوت المحرمية المفيدة لجواز النظر والخلوة فقال الشافعية والحنابلة والصاحبان :أبو يوسف، ومحمد :يشترط ألا يبلغ المرتضع حولين، فمتى بلغ حولين فلا أثر لارتضاعه.لخبر :لا رضاع إلا ما فتق الأمعاء ، وكان قبل حولين.

وقال المالكية :لا يضر زيادة شهرين.

وقال أبو حنيفة :هو حولان، ونصف (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٨، ص ٢٥٦ و ٢٥٧، مادة "حول")

لا خلاف بين الفقهاء في أن ارتضاع الطفل وهو دون الحولين يؤثر في التحريم.

فقال الشافعية والحنابلة وأبو يوسف ومحمد وهو الأصح المفتى به عند الحنفية :إن مدة الرضاع المؤثر في التحريم حولان، فلا يحرم بعد حولين .واستدلوا بقوله تعالى (والوالدات يرضعن أولادهن حولين كاملين لمن أراد أن يتم الرضاعة ، وقالوا :جعل الله الحولين الكاملين تمام الرضاعة، وليس وراء تمام الرضاعة شيء .وقال عز من قائل :(وفصاله في عامين وقال :(وحمله وفصاله ثلاثون شهرا وأقل الحمل ستة أشهر فتبقى مدة الفصال حولين؛ ولحديث :لا رضاع إلا ما كان في الحولين ولحديث أم سلمة مرفوعا لا يحرم من الرضاعة إلا ما فتق الأمعاء في الثدي وكان قبل الفطام(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٢، ص ٢٤٦، مادة "رضاع")

وقال المالكية :يشترط في التحريم أن يرتضع في حولين أو بزيادة شهر أو شهرين، وألا يفطم قبل انتهاء الحولين فطاما يستغني فيه بالطعام عن اللبن، فإن فطم واستغنى بالطعام عن اللبن ثم رضع في الحولين فلا يحرم .

وقال أبو حنيفة :مدة الرضاع المحرم حولان ونصف ولا يحرم بعد هذه المدة، سواء أفطم في أثناء المدة أم لم يفطم، واحتج بقوله تعالى :(وأمهاتكم اللاتي أرضعنكم) قال :فأثبت سبحانه الحرمة بالرضاع مطلقا عن التعرض لزمان الرضاع، إلا أنه قام الدليل على أن زمان ما بعد الحولين والنصف ليس بمراد، فيعمل بإطلاقه فيما وراءه .واستدلوا بقوله تعالى :(وحمله وفصاله ثلاثون شهرا) أي: ومدة كل منهما ثلاثون شهرا(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٢، ص ٢٤٧، مادة "رضاع")

[1] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور داؤد ظاہری کا بھی یہی قول ہے۔

بعض حضرات نے ضرورت کے وقت حجاب سے بچنے کی حد تک اس قول کو اختیار کرنے کی طرف رجحان ظاہر کیا ہے۔ واللہ اعلم۔ محمد رضوان۔

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 20...... جن افراد کا رضاعت اور دودھ کی وجہ سے ایک دوسرے سے نکاح کرنا حرام ہوتا ہے، وہی حکم اس صورت میں بھی ہے، جبکہ نکاح کے بعد رضاعت سے متعلق اس طرح کا کوئی واقعہ پیش آ جائے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ أن يكون الرضاع فی حال الصغر باتفاق المذاهب الأربعة :فلا يحرم رضاع الكبير :وهو من تجاوز السنتين.وقال داود الظاهری :إن رضاع الكبير يحرم، وكانت عائشة ترى أن رضاعة الكبير تحرم (الفقه الاسلامی وادلتهٔ للزحيلی، ج١٠ ص٧٢٨٥، القسم السادس، الباب الثالث، الفصل الثانی، المبحث الثانی)

عن زينب بنت أم سلمة، قالت :قالت أم سلمة، لعائشة، إنه يدخل عليک الغلام الأيفع، الذی ما أحب أن يدخل علی، قال :فقالت عائشة :أما لک فی رسول الله صلى الله عليه وسلم أسوة؟ قالت :إن امرأة أبی حذيفة قالت :يا رسول الله، إن سالما يدخل علی وهو رجل، وفی نفس أبی حذيفة منه شیء ، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم : أرضعيه حتى يدخل عليک(مسلم، رقم الحديث ١٤٥٣" ٢٩")

عن عائشة زوج النبی -صلى الله عليه وسلم -وأم سلمة :أن أبا حذيفة بن عتبة بن ربيعة بن عبد شمس كان تبنى سالما وأنكحه ابنة أخيه هند بنت الوليد ابن عتبة بن ربيعة، وهو مولى لامرأة من الأنصار، كما تبنى رسول الله -صلى الله عليه وسلم -زيدا -وكان من تبنى رجلا فی الجاهلية دعاه الناس إليه وورث ميراثه، حتى أنزل الله عز وجل فی ذلک (ادعوهم لآبائهم) إلى قوله :(فإخوانكم فی الدين ومواليكم)فردوا إلى آبائهم، فمن لم يعلم له أب كان مولى وأخا فی الدين -فجاء ت سهلة بنت سهيل بن عمرو القرشی ثم العامری، وهی امرأة أبی حذيفة، فقالت :يا رسول الله، إنا كنا نرى سالما ولدا، وكان يأوی معی ومع أبی حذيفة فی بيت واحد، ويرانی فضلا، وقد أنزل الله فيهم ما قد علمت، فكيف ترى فيه؟ فقال لها النبی -صلى الله عليه وسلم -: "أرضعيه "فأرضعته خمس رضعات، فكان بمنزلة ولدها من الرضاعة.

فبذلک كانت عائشة تأمر بنات أخواتها وبنات إخوتها أن يرضعن من أحبت عائشة أن يراها ويدخل عليها، وإن كان كبيرا، خمس رضعات، ثم يدخل عليها.

وأبت أم سلمة وسائر أزواج النبی -صلى الله عليه وسلم -أن يدخلن عليهن بتلک الرضاعة أحدا من الناس حتى يرضع فی المهد، وقلن لعائشة :والله ما ندری لعلها كانت رخصة من النبی -صلى الله عليه وسلم -لسالم دون الناس (سنن ابی داوٗد، رقم الحديث ٢٠٦١)

قال شعيب الارنؤوط:حديث صحيح، وهذا إسناد حسن فی المتابعات والشواهد(حاشية سنن ابی داوٗد)

قال ابن حبيب :وقد رأى كثير من العلماء رضاعة الكبير فی الحجاب به لأزواج النبی صلى الله عليه وسلم (جائزة)وفيما بين المسلمين محرمة .وأجمعوا على أن تحريمها فی النكاح ليس

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پس اگر مثلاً کسی مرد کی دو بیویاں ہیں، اور بالفرض ایک بیوی بہت چھوٹی ہے، یعنی اس کی عمر دو

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

کتحريمها فى الحجاب والحرمة، قال ابن المواز :لو أخذ بهذا فى الحجابة لم أعبه وتركه أحب إلى، وما علمت من أخذ به عاما إلا عائشة .قال الباجى :قد انعقد الإجماع على خلاف التحريم برضاعة الكبير، يعنى :لأن الخلاف إنما كان فيه أولا ثم انقطع، وهو معنى قول ابن حبيب .قال بعضهم :وحملوا ما جاء فى ذلك من حديث سالم على الخصوص أو على النسخ (اكمال المعلم بفوائد مسلم للقاضى عياض، ج۴ص ۶۴۲، كتاب الرضاع، باب رضاعة الكبير)

قال ابن تيمية :وقد ذهب طائفة من السلف والخلف إلى أن إرضاع الكبير يحرم ."واحتجوا بما فى صحيح مسلم وغيره عن زينب بنت أم سلمة أن أم سلمة قالت لعائشة :إنه يدخل عليك الغلام الأيفع الذى ما أحب أن يدخل على .فقالت عائشة :أما لك فى رسول الله أسوة حسنة؟ .قالت: إن امرأة أبى حذيفة قالت يا رسول الله :إن سالما يدخل على وهو رجل، وفى نفس أبى حذيفة منه شىء فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم :أرضعيه حتى يدخل عليك وفى رواية لمالك فى الموطأ قال :أرضعيه خمس رضعات فكان بمنزلة ولده من الرضاعة.

وهذا الحديث أخذت به عائشة، وأبى غيرها من أزواج النبى صلى الله عليه وسلم أن يأخذن به، مع أن عائشة روت عنه قال :الرضاعة من المجاعة لكنها رأت الفرق بين أن يقصد رضاعة أو تغذية .

فمتى كان المقصود الثانى لم يحرم إلا ما كان قبل الفطام،وهذا هو إرضاع عامة الناس .

وأما الأول فيجوز إن احتيج إلى جعله ذا محرم.

وقد يجوز للحاجة ما لا يجوز لغيرها، وهذا قول متوجه.

وقال :رضاع الكبير تنتشر به الحرمة فى حق الدخول والخلوة إذا كان قد تربى فى البيت بحيث لا يحتشمون منه للحاجة، وهو مذهب عائشة وعطاء والليث(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲۲، ص ۲۴۶، مادة "رضاع")

ذهبت السيدة عائشة رضى الله عنها، وروى هذا عن على وعروة وداود الظاهرى :إلى ثبوت حكم التحريم وإن كان الراضع بالغا عاقلا بل لقد ورد أن السيدة عائشة كانت تأمر أختها أم كلثوم وبنات أخيها يرضعن من أحبت أن يدخل عليها من الرجال۔ رواه مالك.

وأما حجتهم فهى:

أ۔ حديث سهلة هذا وهو حديث صحيح لا شك فيه.

ب ۔ قوله تعالى :(وأمهاتكم اللاتى أرضعنكم وأخواتكم من الرضاعة)فإنه مطلق غير مقيد بوقت.

وقال الجمهور من الصحابة والتابعين والفقهاء :لا يحرم من الرضاع إلا ما كان فى الصغر مع اختلافهم فى تحديد الصغر.

الجمهور قالوا :مهما كان فى الحولين فإن رضاعه يحرم، ولا يحرم ما كان بعدهما، مستدلين بقوله تعالى :(حولين كاملين لمن أراد أن يتم الرضاعة)

وحديث إنما الرضاعة من المجاعة ولا يصدق ذلك إلا على من يشبعه اللبن، ويكون غذاءه لا غير، فلا يدخل الكبير لاسيما وقد ورد بصيغة الحصر. ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

سال سے کم ہے، اوراسی حال میں بڑی بیوی نے چھوٹی بیوی کو دودھ پلا دیا، تو وہ چھوٹی بیوی اپنے اس شوہر پر حرام ہوجائے گی۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾قال جماعة :الرضاع المحرم ما كان قبل الفطام ولم يقدروه بزمان .وقال الأوزاعى :إن فطم وله عام واحد واستمر فطامه ثم رضع فى الحولين، لم يحرم هذا الرضاع شيئا وإن تمادى رضاعه ولم يفطم فما يرضع وهو فى الحولين حرم، وما كان بعدهما لا يحرم وإن تمادى إرضاعه.
وهناك أقوال أخرى عارية عن الاستدلال.
وأجاب الجمهور عن حديث سالم بأنه خاص بقصة سهلة كما يدل له قول أم سلمة للسيدة عائشة : لا نرى هذا إلا خاصا بسالم .ولا ندرى لعله رخصه لسالم أو أنه منسوخ.
ـ وأجاب القائلون بتحريم رضاع الكبير بأن الآية وحديث إنما الرضاعة من المجاعة واردان لبيان الرضاعة الموجبة لنفقة المرضعة، والتى يجبر عليها الأبوان كما يرشد إلى ذلك آخر الآية: (وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف)وعائشة هى الراوية لحديث إنما الرضاعة من المجاعة وهى التى قالت برضاع الكبير وأنه يحرم، فدل على أنها فهمت ما ذكرناه فى معنى الآية والحديث .قالوا :ولو كان حديث سالم خاصا به لذكر ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم كما بين اختصاص أبى بردة بالتضحية بالجذعة من المعز.
وأما القول بأنه منسوخ فيدفعه أن قصة سهلة متأخرة عن نزول آية الحولين فإن سهلة قالت لرسول الله صلى الله عليه وسلم :كيف أرضعه وهو رجل كبير؟ فإن هذا السؤال منها استنكار لرضاع الكبير دال على أن التحليل بعد اعتقاد التحريم .وقد دفع ابن تيمية التعارض فقال :إنه يعتبر الصغر فى الرضاعة إلا إذا دعت إليه الحاجة كرضاع الكبير الذى لا يستغنى عن دخوله على المرأة وشق احتجابها عنه كحال سالم مع امرأة أبى حذيفة، فمثل هذا الكبير الذى أرضعته للحاجة أثر رضاعه، وأما من عداه فلا بد من الصغر. وهو جمع بين الأحاديث حسن وإعمال لها من غير مخالفة لظاهرها بالاختصاص ولا نسخ ولا إلغاء لما اعتبرته اللغة ودلت له الأحاديث (الفقه الاسلامى و ادلتهٔ للزحيلى، ج۹، ۶۶۳۸ و ۶۶۳۹، القسم السادس، الباب الاول، الفصل الثالث، النوع الاول، انواع المحرمات بالرضاع)

۱ الرضاع الطارء على النكاح:
الرضاع المحرم الطارء على النكاح يقطعه كما يمنع ابتداء ه؛ لأن أدلة التحريم لم تفرق بين رضاع مقارن وبين طارء عليه، ثم قد يقتضى الرضاع الطارء على النكاح مع القطع حرمة مؤبدة، وقد لا يقتضى ذلك .فإذا كانت عنده زوجة صغيرة فأرضعتها امرأة تحرم عليه بنتها (كأمه من النسب، أو الرضاع، أو جدته، أو بنته، أو حفيدته، أو زوجة أبيه، أو زوجة ابنه، أو زوجة أخيه بلبانهم) رضاعا محرما انفسخ النكاح، وحرمت عليه حرمة مؤبدة؛ لأنها صارت أخته، أو عمته، أو خالته، أو حفيدته، أو بنت ابنه، أو ابنة أخيه.
أما إن كان اللبن من غير الأب، والابن، والأخ فلا يؤثر؛ لأن غايته أن تكون ربيبة لهم وليست بحرام عليهم .

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 21...... رضاعت کا رشتہ یا تو کسی کے خود سے اقرار کرنے سے ثابت ہوتا ہے، یا پھر گواہوں سے ثابت ہوتا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 22...... اگر کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرے، پھر وہ شخص بعد میں خود سے اقرار کرے کہ اس کی منکوحہ اس کی رضاعی بیٹی یا بہن ہے، تو نکاح فسخ ہوجائے گا۔

پھر اگر شوہر کی طرف سے یہ اقرار نکاح کے بعد مگر صحبت سے پہلے ہوا ہو، اور اس کی بیوی نے شوہر کے اس دعویٰ کی تصدیق بھی کی ہو، تو وہ عورت کسی قسم کے مہر کی مستحق نہیں ہوگی، اور اگر بیوی نے شوہر کے اس دعویٰ کی تکذیب کی ہو، تو وہ عورت مقررہ مہر کے آدھے کی مستحق ہوگی، اور اگر یہ واقعہ میاں بیوی کے درمیان صحبت ہونے کے بعد پیش آیا ہو، اور عورت نے شوہر کے دعویٰ کی تکذیب کی ہو، تو عورت پورے مقررہ مہر کی مستحق ہوگی، اور اگر بیوی نے شوہر کے دعویٰ کی تصدیق کی ہو، یعنی میاں بیوی دونوں اس بات پر متفق ہوجائیں کہ ان کے درمیان حرمتِ رضاعت کا رشتہ قائم ہے، تو اس کا حکم اگلے مسئلہ میں آتا ہے۔

اور اگر شوہر کے بجائے بیوی اس بات کا دعویٰ واقرار کرے کہ اس کے اور اس کے شوہر کے درمیان حرمتِ رضاعت کا رشتہ قائم ہے، اور شوہر اس کی تکذیب کرے، اور عورت کے پاس

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وإن أرضعتها زوجة له أخرى فسد نكاح الكبيرة المرضعة فى الحال، وحرمت عليه مؤبدا باتفاق الفقهاء ؛ لأنها صارت أم زوجته، والأم تحرم بنكاح البنت لقوله تعالى :(وأمهات نسائكم) ولم يشترط الدخول بها، أما الصغيرة فإن أرضعتها بلبن الزوج أو دخل بالمرضعة انفسخ النكاح، وحرمت عليه مؤبدا؛ لأنها صارت بنته بالرضاع، أو ربيبة دخل بأمها.

أما إن أرضعت بلبن غيره ولم يدخل بالمرضعة، فلم تحرم عليه مؤبدا، وهذا محل اتفاق بين الفقهاء ؛ لأنها ربيبة لم يدخل بأمها .والله يقول :(فإن لم تكونوا دخلتم بهن فلا جناح عليكم) وانفسخ النكاح عند جمهور الفقهاء ؛ لأن اجتماع الأم والبنت فى نكاح ممتنع

وفى هذا الموضوع تفريعات تنظر فى الكتب المطولة فى باب الرضاع(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٢، ص ٢٥١، مادة "رضاع")

[1] ما يثبت به الرضاع:

يثبت الرضاع بالإقرار أو بالبينة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٢، ص ٢٥٢، مادة "رضاع")

www.idaraghufran.org

اپنے دعویٰ کے ثبوت میں معتبر گواہ بھی نہ ہوں، تو اکثر فقہائے کرام کے نزدیک اس عورت کا نکاح فسخ نہیں ہوگا، اور وہ شرعاً اس کی بیوی شمار ہوگی۔

اور یہ تمام بحث اس صورت میں ہے جبکہ اس طرح کا اقرار ممکن ہو، اور اگر ناممکن ہو، بایں طور کہ شوہر یہ کہے کہ میری یہ بیوی میری رضاعی بیٹی ہے، حالانکہ اس کی وہ بیوی اس سے عمر میں بڑی ہے، تو اس طرح کا اقرار لغو شمار ہوگا۔ [1]

---

[1] الإقرار بالرضاع:إذا تزوج رجل امرأة ثم قال :هی أختی أو ابنتی من الرضاع انفسخ النكاح.
فإن كان قبل الدخول وصدقته المرأة فلا مهر لها، وإن كذبته فلها نصفه.
وإن كانت المرأة هی التی قالت :هو أخی من الرضاعة فأكذبها ولم تأت بالبينة، فهی زوجته فی الحكم.
وهذا إن كان الإقرار ممكنا .فإن لم يكن ممكنا، بأن يقول :فلانة بنتی من الرضاعة وهی أكبر منه سنا فهو لغو (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٢، ص ٢٥٢، مادة "رضاع")
وإن أقر الزوج بالرضاع وأنكرت هی، حكم ببطلان النكاح وفرق بينهما، ولزمه المسمى إن كان صحيحا أو مهر المثل إن كان فاسدا إن كانت مدخولا بها، ونصف المسمى أو نصف مهر المثل إن كانت غير مدخول بها؛ لأن قوله غير مقبول عليها فی إسقاط حقوقها، فلزمه بإقراره فيما هو حق له وهو تحريمها عليه، وفسخ نكاحه، ولم يقبل قوله فيما عليه من المهر .
هذا إذا لم تكن بينة، وله تحليفها قبل الدخول، وكذا بعده إن كان مهر المثل أقل من المسمى، فإن نكلت الزوجة عن اليمين حلف الزوج، ولا شیء لها قبل الدخول، ولا يجب لها أكثر من مهر المثل بعد الدخول (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٢، ص ٢٥٢، مادة "رضاع")
إقرار الزوجة بالرضاع:
ذهب جمهور الفقهاء إلی أن الزوجة إن ادعت الرضاع بينها وبين الزوج فأنكر الزوج ولا بينة لم ينفسخ النكاح؛ لأنه حق عليها، وإن كان قبل الدخول فلا مهر لها؛ لأنها تقر بأنها لا تستحقه.
فإن كانت قد قبضته لم يكن للزوج أخذه منها؛ لأنه يقر بأنه حق لها، وإن كان بعد الدخول فأقرت بأنها كانت عالمة بأنها أخته، وبتحريمها عليه ومطاوعة له فی الوطء فلا مهر لها؛ لأنها أقرت بأنها زانية مطاوعة، وإن أنكرت شيئا من ذلك فلها المهر؛ لأنه وطء بشبهة، وهی زوجته فی ظاهر الحكم؛ لأن قولها عليه غير مقبول .
وقال الشافعية :إن أقرت الزوجة بالرضاع وأنكر الزوج، صدق بيمينه إن زوجت منه برضاها، بأن عينته فی إذنها لتضمنه إقرارها بحلها له، فلم يقبل منها نقيضه، وتستمر الزوجية ظاهرا بعد حلف الزوج علی نفی الرضاع .وإن لم تزوج برضاها بل زوجت إجبارا، أو أذنت بغير تعيين الزوج، فالأصح عندهم تصديقها بيمينها ما لم تمكنه من وطئها مختارة لاحتمال صحة ما تدعيه، ولم يسبق منها ما ينافيه، فأشبه إقرارها قبل النكاح، ولها مهر مثلها إن وطء ولم تكن عالمة بالحكم مختارة فی

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 23...... اگر میاں بیوی دونوں اس بات پر متفق ہوجائیں کہ ان کے درمیان حرمتِ رضاعت کا رشتہ قائم ہے، خواہ دونوں نے ایک ساتھ یہ اقرار کیا ہو، یا کسی ایک نے اقرار کیا ہو، اور دوسرے نے تصدیق کی ہو، تو نکاح کے وقت جو مہر مقرر ہوا تھا، وہ ساقط ہوجائے گا اور اس عورت کے لئے مہرِ مثل لازم ہوگا، بشرطیکہ عورت کو پہلے سے حرمتِ رضاعت کا علم نہ ہو۔

اور اگر عورت کو حرمتِ رضاعت کا علم تھا اور اس نے اس کے باوجود شوہر کو اپنے ساتھ صحبت پر قدرت دے دی، یا میاں بیوی کا یہ متفق ہونا اس وقت ہوا، جب تک نکاح کے بعد میاں بیوی نے ایک دوسرے کے ساتھ صحبت نہیں کی، تو ایسی صورت میں عورت کسی مہر کی مستحق نہیں ہوگی۔ [1]

مسئلہ نمبر 24...... اگر میاں بیوی کے درمیان حرمتِ رضاعت کا اقرار کرنے والا شوہر، اقرار کرنے کے بعد اپنے اقرار سے رجوع کرے، تو اکثر فقہائے کرام کے نزدیک اس کا یہ رجوع قضاءً یعنی قانونی طور پر قبول نہیں کیا جائے گا۔

البتہ دیانۃً یعنی اس کے اور اللہ کے درمیان معاملہ اس کے علم کے مطابق ہوگا، اگر وہ جانتا ہے کہ اس کا اقرار سچ پر مبنی تھا، تو اس کی بیوی اس پر حرام شمار ہوگی، اور اگر وہ جانتا ہے کہ اس کا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ التمكين، لا المسمى لإقرارها بنفي استحقاقها .فإن قبضته لم يسترد منها لزعمه أنه لها، وإن لم يدخل بها أو كانت عالمة بالتحريم مختارة في التمكين فلا شيء لها؛ لأنها بغي مطاوعة .والمنكر للرضاع يحلف على نفي العلم؛ لأنه ينفي فعل الغير، ومدعيه يحلف على البت (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٢، ص ٢٥٣، مادة "رضاع")

[1] وإن اتفق الزوجان على أن بينهما رضاعا محرما فرق بينهما، ويسقط المهر المسمى؛ لأنهما اتفقا على أن النكاح فاسد من أصله، ففسد المسمى ووجب مهر المثل إن كانت جاهلة بالتحريم ودخل بها؛ لأنها كالموطوء ة بالشبهة .

وإن كانت عالمة بالتحريم ومكنته من الوطء فلا شيء لها؛ لأنها بغي مطاوعة، وكذا إن كانت غير مدخول بها؛ لاتفاقهما على فساد النكاح من أصله ولم يدخل بها، فلا موجب للمهر.

وقال المالكية :لها ربع دينار ذهبا فقط(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٢، ص ٢٥٢، مادة "رضاع")

www.idaraghufran.org

اقرار جھوٹ پر مبنی تھا، تو اس کی بیوی اس کے لئے حلال شمار ہوگی۔

اور حنفیہ کے نزدیک اگر وہ شخص اقرار کرنے کے بعد یہ کہے کہ مجھے وہم یا غلط فہمی ہوگئی تھی، تو اس کا رجوع کرنا قضاءً اور قانونی طور پر بھی قبول کرلیا جائے گا۔[1]

مسئلہ نمبر 25...... اگر کسی شخص کی طرف سے رضاعت کا دعویٰ کیا جائے، تو اس کے ثبوت کے لئے حنفیہ کے نزدیک دو معتبر مرد یا ایک معتبر مرد اور دو معتبر عورتوں کی گواہی کا ہونا ضروری ہے، اور اس سے کم افراد کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی، اور نہ تنہا عورتوں کی گواہی قبول کی جائے گی۔

اور دیگر فقہائے کرام کے اقوال اس سلسلہ میں مختلف ہیں۔[2]

---

[1] الرجوع عن الإقرار:

ذهب جمهور الفقهاء إلى أنه إذا صح الإقرار، فرجع عنه المقر أو رجعا لم يقبل قضاء.

وأما فيما بينه وبين ربه فينبني ذلک على علمه بصدقه .فإن علم أن الأمر كما قال فهي محرمة عليه ولا نكاح بينهما، وإن علم كذب نفسه فالنكاح باق بحاله، وقوله كذب لا يحرمها عليه؛ لأن المحرم حقيقة الرضاع لا القول.

وقال الحنفية :إن ثبت على الإقرار بأن قال :هو حق، فرق بينهما، وإن قال :أخطأت أو وهمت، لم يفرق بينهما وقبل رجوعه(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٢، ص ٢٥٢، مادة "رضاع")

[2] نصاب الشهادة على الرضاع:

اختلف الفقهاء في نصاب الشهادة على الرضاع :فذهب الحنفية إلى أنه يثبت بشهادة العدول، رجلين أو رجل وامرأتين، ولا يقبل أقل من ذلک، ولا شهادة النساء بانفرادهن.

واستدلوا بقول عمر رضي الله عنه " :لا يقبل على الرضاع أقل من شاهدين وكان ذلک بمحضر من الصحابة، ولم يظهر النكير من أحد، فصار إجماعا.

ولأن هذا مما يطلع عليه الرجال في الجملة، فلا يقبل فيه شهادة النساء على الانفراد؛ لأن قبول شهادتهن بانفرادهن في أصول الشرع للضرورة، وهي ضرورة عدم اطلاع الرجال على المشهود به، فإذا جاز الاطلاع عليه في الجملة لم تتحقق الضرورة.

وقال المالكية :يثبت الرضاع بشهادة رجلين أو رجل وامرأتين مطلقا قبل العقد وبعده .ويعمل قبل العقد في غير الرشيد بإقرار أحد الأبوين، ولو أما، وأولى بإقرارهما معا، فيفسخ إذا وقع، ولا يعتبر إقرارهما بعده .

وأما بعد العقد فيقبل شهادة رجل وامرأة، أو شهادة امرأتين إن فشا ذلک قبل العقد، ولا يقبل شهادة امرأة واحدة ولو فشا ذلک.

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 26...... اگر دودھ پلانے والی عورت یہ گواہی دے کہ اس نے فلاں کو دودھ پلایا ہے، لیکن اس کے پاس گواہی کا نصاب پورا نہ ہو، تو اس صورت میں دوسرے کے حق میں اس کا قول معتبر نہیں ہوگا۔

البتہ خود اس کی ذات کی حد تک اس کا قول معتبر ہو جائے گا۔ [1]

مسئلہ نمبر 27...... رضاعت یعنی دودھ پینے کی وجہ سے جس مرد وعورت کا باہم محرَم ہونے کا رشتہ قائم ہو جائے، اُن کو اصولی اعتبار سے محرَموں کی طرح ایک دوسرے سے پردے کا حکم نہیں ہوتا، اور ایک دوسرے کے ساتھ خلوت اختیار کرنا اور سفر کرنا اور سلام وکلام کرنا جائز ہوتا ہے، تاہم پھر بھی اگر کسی فتنہ کا اندیشہ ہو، تو احتیاط کرنی چاہئے۔

لیکن یہ ایک دوسرے کی میراث وغیرہ میں شریک نہیں ہوتے، جیسا کہ پہلے گزرا۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وقال الشافعية :يثبت الرضاع بشهادة رجلين، وبرجل وامرأتين، وبأربع نسوة؛ لأنه مما لا يطلع الرجال عليه إلا نادرا، ولا يثبت بدون أربع نسوة.

وقال الحنابلة :يثبت الرضاع بشهادة المرأة المرضية .واستدلوا بحديث عقبة قال :تزوجت أم يحيى بنت أبى إهاب، فجاء ت أمة سوداء فقالت :قد أرضعتكما، فأتيت النبى صلى الله عليه وسلم فذكرت له ذلك فقال :كيف بها وقد زعمت أنها أرضعتكما .وهو يدل على الاكتفاء بالمرأة الواحدة.

أما الإقرار بالرضاع فلا يثبت إلا بشهادة رجلين عليه إن أقر بذلك، وهذا عند الشافعية والحنابلة .

والتفصيل فى :باب الشهادة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۲، ص ۲۵۳، مادة "رضاع")

[1] شهادة المرضعة:

تقبل شهادة المرضعة وحدها على فعل نفسها لحديث عقبة؛ لأنه فعل لا يحصل به لها نفع مقصود، ولا تدفع به ضررا، فقبلت شهادتها فيه كفعل غيرها، وإلى هذا ذهب الحنابلة.

وقال الشافعية والمالكية :تقبل مع غيرها، ولا تقبل وحدها، واشترط الشافعية لقبول شهادتها فيمن يشهد أن لا تطلب أجرة، فإن طلبت أجرة الرضاع فلا تقبل للتهمة .

وصرح الشافعية والحنابلة بأنه لا تقبل الشهادة على الرضاع إلا مفصلة، فلا يكفى قول الشاهد: بينهما رضاع "بل يجب ذكر وقت الإرضاع وعدد الرضعات، كأن يقول :أشهد أن هذا ارتضع من هذه خمس رضعات متفرقات خلص اللبن فيهن إلى جوفه فى الحولين أو قبل الحولين لاختلاف العلماء فى ذلك(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۲، ص ۲۵۵، مادة "رضاع")

[2] يثبت فى محرمية الرضاع تحريم النكاح وجواز النظر والخلوة والمسافرة بها، ولا تثبت بقية الأحكام من كل وجه :من الميراث، ووجوب النفقة والعتق بالملك والعقل عنها ورد الشهادة

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 28...... جو عورت کسی کی رضاعی ماں یا بہن وغیرہ ہو، تو اس سے حتی الامکان صلہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وسقوط القصاص، ولو كان أبا أو أما، فإنهما كالأجنبى فى سائر هذه الأحكام(عمدة القارى شرح صحيح البخارى، ج١٣،ص ٢٠٤،كتاب الشهادات،باب الشهادة على الأنساب والرضاع المستفيض والموت القديم)

لا تسافر المرأة إلا مع ذى محرم .هذا طريق آخر لحديث ابن عمر عن مسدد عن يحيى القطان عن عبيد الله بن عمر العمرى عن نافع إلى آخره .قوله :(إلا معها ذو محرم) رواية الأصيلى وأبى ذر وفى رواية غيرهما :(إلا مع ذى محرم) ، والمحرم، بفتح الميم :من لا يحل له نكاحها، ووقع فى رواية أبى سعيد عند مسلم وأبى داود :(إلا ومعها أبوها وأخوها أو زوجها أو ابنها أو ذو محرم منها) .واختلف فى المحرم، فيجوز لها المسافرة مع محرمها بالنسب :كأبيها وأخيها وابن اختها وابن أخيها وخالها وعمها، ومع محرمها بالرضاع كأخيها من الرضاع وابن أخيها وابن اختها منه، ونحوهم، ومع محرمها من المصاهرة كأبى زوجها وابن زوجها، ولا كراهة فى شىء من ذلك إلا أن مالكا كره سفرها مع ابن زوجها لفساد الناس بعد العصر الأول، وكذلك يجوز لهؤلاء الخلوة بها والنظر إليها من غير حاجة، ولكن لا يحل النظر بشهوة(عمدة القارى شرح صحيح البخارى، ج٧،ص ١٢٨،كتاب تقصير الصلاة،باب فى كم يقصر الصلاة)

قوله صلى الله عليه وسلم (إلا ومعها ذو محرم) فيه دلالة لمذهب الشافعى والجمهور أن جميع المحارم سواء فى ذلك فيجوز لها المسافرة مع محرمها بالنسب كابنها وأخيها وبن أخيها وبن أختها وخالها وعمها ومع محرمها بالرضاع كأخيها من الرضاع وبن أخيها وبن أختها منه ونحوهم ومع محرمها من المصاهرة كأبى زوجها وبن زوجها ولا كراهة فى شىء من ذلك وكذا يجوز لكل هؤلاء الخلوة بها والنظر إليها من غير حاجة ولكن لا يحل النظر بشهوة لأحد منهم هذا مذهب الشافعى والجمهور(شرح النووى علىٰ مسلم، ج٩ ص ١٠٥،كتاب الحج،باب سفر المرأة مع محرم إلى حج وغيره)

السلام على النساء :سلام المرأة على المرأة يسن كسلام الرجل على الرجل، ورد السلام من المرأة على مثلها كالرد من الرجل على سلام الرجل.

وأما سلام الرجل على المرأة؛ فإن كانت تلك المرأة زوجة أو أمة أو من المحارم فسلامه عليها سنة، ورد السلام منها عليه واجب، بل يسن أن يسلم الرجل على أهل بيته ومحارمه، وإن كانت تلك المرأة أجنبية فإن كانت عجوزا أو امرأة لا تشتهى فالسلام عليها سنة.

ورد السلام منها على من سلم عليها لفظا واجب .وأما إن كانت تلك المرأة شابة يخشى الافتتان بها، أو يخشى افتتانها هى أيضا بمن سلم عليها فالسلام عليها وجواب السلام منها حكمه الكراهة عند المالكية والشافعية والحنابلة، وذكر الحنفية أن الرجل يرد على سلام المرأة فى نفسه إن سلمت هى عليه، وترد هى أيضا فى نفسها إن سلم هو عليها، وصرح الشافعية بحرمة ردها عليه.

وأما سلام الرجل على جماعة النساء فجائز، وكذا سلام الرجال على المرأة الواحدة عند أمن الفتنة.

ومما يدل على جواز سلام الرجل على جماعة النساء ما روى عن أسماء بنت يزيد رضى الله عنها

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

رحمی اور حسنِ سلوک کرنا چاہئے، جیسا کہ پہلے گزرا۔ [1]

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ وَ عِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قالت :مر علينا رسول الله -صلى الله عليه وسلم -فى نسوة فسلم علينا.

ومما يدل على جواز السلام على المرأة العجوز ما أخرجه البخارى عن سهل بن سعد رضى الله عنه قال :كانت لنا عجوز ترسل إلى بضاعة نخل بالمدينة فتأخذ من أصول السلق فتطرحه فى قدر، وتكركر حبات من شعير، فإذا صلينا الجمعة انصرفنا ونسلم عليها فتقدمه إلينا ، ومعنى تكركر؛ أى :تطحن (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٥، ص١٦٧ ،مادة "سلام")

الكلام مع المرأة الأجنبية :ذهب الفقهاء إلى أنه لا يجوز التكلم مع الشابة الأجنبية بلا حاجة لأنه مظنة الفتنة، وقالوا إن المرأة الأجنبية إذا سلمت على الرجل إن كانت عجوزا رد الرجل عليها لفظا أما إن كانت شابة يخشى الافتتان بها أو يخشى افتتانها هى بمن سلم عليها فالسلام عليها وجواب السلام منها حكمه الكراهة عند المالكية والشافعية والحنابلة، وذكر الحنفية أن الرجل يرد على سلام المرأة فى نفسه إن سلمت عليه وترد هى فى نفسها إن سلم عليها، وصرح الشافعية بحرمة ردها عليه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٥، ص ١٢٢ ،مادة "كلام")

[1] صلة المرضعة وذويها:

للمرضعة حق على من أرضعته ولو كان الإرضاع بأجر، يدل على ذلك حديث حجاج الأسلمى، قال :قلت :يا رسول الله ما يذهب عنى مذمة الرضاعة؟ قال :الغرة العبد أو الأمة .

قال القاضى :والمعنى أى شىء يسقط عنى حق الرضاع حتى أكون بأدائه مؤديا حق المرضعة بكماله؟ وكانت العرب يستحبون أن يرضخوا للظئر بشىء سوى الأجرة عند الفصال، وهو المسئول عنه فى الحديث.

وقال الخطابى فى المعالم :يقول :إنها قد خدمتك وأنت طفل، وحضنتك وأنت صغير، فكافئها بخادم يخدمها ويكفيها المهنة، قضاء لذمامها (أى لحقها) وجزاء لها على إحسانها.

وقد استدل بالحديث على استحباب العطية للمرضعة عند الفطام، وأن يكون عبدا أو أمة؛ لأنها كانت أغلى الأموال ولذا سميت (غرة).

كما يدل على ذلك فعل النبى صلى الله عليه وسلم فقد روى أبو الطفيل قال :رأيت النبى صلى الله عليه وسلم يقسم لحما بالجعرانة .قال أبو الطفيل :وأنا يومئذ غلام أحمل عظم الجزور إذ أقبلت امرأة حتى دنت إلى النبى صلى الله عليه وسلم فبسط لها رداءه فجلست عليه،فقلت :من هى؟ فقالوا :هذه أمه التى أرضعته .

وروى عمر بن السائب أنه بلغه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان جالسا يوما فأقبل أبوه من الرضاعة فوضع له بعض ثوبه فقعد عليه، ثم أقبلت أمه فوضع لها شق ثوبه من جانبه الآخر فجلست عليه، ثم أقبل أخوه من الرضاعة، فقام له رسول الله صلى الله عليه وسلم فأجلسه بين يديه(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٢، ص٢٦٨ ،مادة "رضاع")

www.idaraghufran.org

(خاتمہ)

صلہ رحمی ورشتہ داروں سے متعلق متفرق مسائل واحکام

آخر میں رشتہ داروں سے صلہ رحمی اور رشتہ داروں سے متعلق متفرق مسائل واحکام ذکر کئے جاتے ہیں۔

مسئلہ نمبر 1......عربی میں ارحام، رحم کی جمع ہے، اور لغت میں رحم اُس جگہ کو کہتے ہیں، جہاں حمل ٹھہرتا ہے۔

اور رحم، قرابت اور رشتہ داری کو بھی کہا جاتا ہے، اور اسی نسبت سے ''ذی رحم'' قرابت دار و رشتہ دار کو کہا جاتا ہے۔

اور میراث کے سلسلے میں فقہائے کرام کے نزدیک، ذی رحم ایسے رشتہ دار کو کہا جاتا ہے، جو ذوی الفروض نسبی اور عصبات رشتہ دار کے نہ ہونے کی صورت میں میراث کا مستحق ہوتا ہے۔ [1]

---

[1] الأرحام جمع رحم، والرحم والرحم والرحم بيت منبت الولد ووعاؤه، ومن المجاز :الرحم القرابة، وفي التهذيب :بينهما رحم :أي قرابة قريبة .وقال ابن الأثير :ذوو الرحم :هم الأقارب والرحم يوصف به الواحد والجمع .

وعند الفقهاء -غير الفرضيين منهم -يراد بهم عند الإطلاق الأقارب، غير أنه في فروع بعض المذاهب بين الأرحام والأقارب عموم وخصوص مطلق، فمثلا لا تدخل قرابة الأم في الوقف على القرابة عند الحنابلة، بينما لو وقف على ذوي رحمه يدخل الأقارب من الجهتين .وهم عند أهل الفرائض أخص من ذلك، ويراد بهم "من ليسوا بذوي سهم ولا عصبة، ذكورا كانوا أو إناثا ." والأرحام وذوو الأرحام بمعنى واحد على ألسنة الفقهاء (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣، ص ١٨،مادة "أرحام")

الرحم لغة :بيت منبت الولد ووعاؤه، والقرابة، أو أصلها وأسبابها، وجمعه أرحام، وشرعا :كل قريب.

وفي عرف الفرضيين :كل قريب ليس بذي فرض مقدر في كتاب الله -تعالى، أو سنة رسوله صلى الله عليه وسلم أو إجماع الأمة، ولا عصبة تحرز المال عند الانفراد(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣ص ٥٣، مادة ارث")

www.idaraghufran.org

اور رحم کے رشتہ دار دو طرح کے ہوتے ہیں، ایک وہ کہ جو رشتہ دار ہونے کے ساتھ ساتھ محرم بھی شمار ہوتے ہیں، اور دوسرے وہ کہ جو رشتہ دار تو ہوتے ہیں، مگر وہ محرم شمار نہیں ہوتے۔

مرد اور عورتوں کے ایک دوسرے کے محرم ہونے کا ذکر آگے آتا ہے۔

اور دو مَردوں یا دو عورتوں کی رشتہ داری کے آپس میں محرم ہونے کے متعلق یہ اصول ہے کہ اگر اُن دونوں میں سے ایک کو مذکر یعنی مرد ہونا اور دوسرے کو مؤنث یعنی عورت ہونا فرض کر لیا جائے، تو اُن کا آپس میں نکاح کرنا جائز نہ ہو، مثلاً باپ اور دادا (کہ ان میں سے ایک کو، مؤنث فرض کرنے سے آپس میں باپ، بیٹی یا ماں، بیٹے کا رشتہ بن جاتا ہے) اور مثلاً ماں، اور نانی (کہ ان میں سے ایک کو مذکر فرض کرنے سے، آپس میں ماں، بیٹا یا باپ بیٹی کا رشتہ بن جاتا ہے) اور مثلاً بھائی اور بہنیں اور اولاد، اور تایا، چچا، اور پھوپھیاں اور ماموں اور خالائیں، یہ سب رشتہ دار آپس میں محرم ہیں، جن کے ساتھ صلہ رحمی کی اہمیت اور درجہ زیادہ ہے، اور جو رشتہ دار محرَم نہ ہوں، مثلاً چچا زاد اور تایا زاد اور ماموں زاد اور پھوپھی زاد اور خالہ زاد وغیرہ، راجح یہ ہے کہ ان کے ساتھ بھی صلہ رحمی کا حکم ہے، مگر ان کے ساتھ صلہ رحمی کا درجہ پہلے رشتہ داروں کے بعد ہے، اسی وجہ سے بعض حضرات کے نزدیک ایسے ضرورت مند رشتہ داروں کا نان ونفقہ واجب نہیں ہوتا، جس کی تفصیل آگے آتی ہے، اور نامحرَموں سے پردہ وغیرہ کا بھی حکم ہے، مگر محرَم رشتہ دار سے پردہ کا حکم نہیں، اس کی بھی تفصیل آگے آتی ہے۔ [1]

---

[1] الرحم نوعان: رحم محرم، ورحم غير محرم.
وضابط الرحم المحرم :كل شخصين بينهما قرابة لو فرض أحدهما ذكرا والآخر أنثى لم يحل لهما أن يتناكحا، كالآباء والأمهات والإخوة والأخوات والأجداد والجدات وإن علوا، والأولاد وأولادهم وإن نزلوا، والأعمام والعمات والأخوال والخالات، ومن عدا هؤلاء من الأرحام، فلا تتحقق فيهم المحرمية، كبنات الأعمام وبنات العمات وبنات الأخوال وبنات الخالات (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳، ص ۸۲، مادة "أرحام")
واختلف الفقهاء فى حد الرحم التى تجب صلتها فقيل :هى كل رحم محرم بحيث لو كان أحدهما ذكرا والآخر أنثى حرمت مناكحتهما، وعلى هذا لا يدخل أولاد الأعمام ولا أولاد الأخوال .وقيل: الرحم عام فى كل من ذوى الأرحام فى الميراث يستوي المحرم وغيره .

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر2...... رشتہ داروں کے ساتھ بہت سے احکام متعلق ہوتے ہیں، جن میں سے ایک حکم صلہ رحمی وحسنِ سلوک کا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر3...... صلہ رحمی کے معنیٰ ''رحم ورشتہ داری کو جوڑنے اور ملانے'' کے آتے ہیں، جس سے مراد حسنِ سلوک اور اچھا برتاؤ کرنا ہے۔

اور قطع رحمی کے معنیٰ ''اس رشتہ کو توڑنے اور کاٹنے'' کے آتے ہیں، جس سے مراد، بدسلوکی اور قطع تعلقی کا برتاؤ کرنا ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال النووی :والقول الثانی هو الصواب، ومما يدل عليه حديث :إن أبر البر صلة الرجل أهل ود أبيه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ٢٧ص ٣٥٩، مادة''صلة'')

من تطلب صلته من الأرحام:للعلماء فی الرحم التی يطلب وصلها رأيان:

الأول :أن الصلة خاصة بالرحم المحرم دون غيره، وهو قول للحنفية، وغير المشهور عند المالكية، وهو قول أبی الخطاب من الحنابلة ، .قالوا :لأنها لو وجبت لجميع الأقارب لوجب صلة جميع بنی آدم، وذلک متعذر، فلم يكن بد من ضبط ذلک بقرابة تجب صلتها وإكرامها ويحرم قطعها، وتلک قرابة الرحم المحرم.

وقد قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :لا تنكح المرأة على عمتها ولا على خالتها ولا على بنت أخيها وأختها، فإنكم إذا فعلتم ذلک قطعتم أرحامكم.

الثانی :أن الصلة تطلب لكل قريب، محرما كان أو غيره، وهو قول للحنفية، والمشهور عند المالكية، وهو نص أحمد، وهو ما يفهم من إطلاق الشافعية، فلم يخصصها أحد منهم بالرحم المحرم(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣،ص ٨٣،مادة ''أرحام'')

[1] تتصل بالأرحام أحكام كثيرة تختلف بحسب متعلقها .وبيانها فيما يأتی:

صلة الأرحام - :الصلة هی فعل ما يعد به الإنسان واصلا، قال ابن حجر الهيثمی " :الصلة إيصال نوع من الإحسان (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣،ص ٨٢،مادة ''أرحام'')

[2] قال العينی فی شرح البخاری :الصلة هی صلة الأرحام، وهی كناية عن الإحسان إلى الأقربين من ذوی النسب والأصهار، والتعطف عليهم والرفق بهم والرعاية لأحوالهم، وكذلک إن بعدوا وأساء وا، وقطع الرحم قطع ذلک كله.

وقال النووی فی شرح مسلم :قال العلماء :وحقيقة الصلة العطف والرحمة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ٢٧ص ٣٥٩، مادة''صلة'')

وقطيعة الرحم ضد صلة الرحم .وهی :قطع ما ألف القريب منه من سابق الوصلة والإحسان لغير عذر شرعی (الموسوعة الفقهية الكويتية، ٢٧ص ٣٥٩، مادة''صلة'')

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 4...... رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی عام حالات میں واجب ہے، اور صلہ رحمی کی بعض صورتیں مستحب درجہ کی ہیں۔

اور صلہ رحمی کے مختلف درجات ہیں، جس کا ادنیٰ درجہ تعلق کو ترک نہ کرنا ہے، اور کلام اور سلام کے ذریعہ صلہ رحمی کرنا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 5...... رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنے کے مختلف طریقے ہیں، مثلاً رشتہ داروں سے کبھی کبھار ملاقات کرنا، اور ان کی حسبِ حیثیت وضرورت جانی ومالی اور زبانی مدد وامداد کرنا اور ان کی ضروریات کو پورا کرنا، اور حسبِ حیثیت ہدیہ وتحفہ وغیرہ سے اکرام کرنا، سلام وکلام کرنا۔

اگر کوئی رشتہ دار قریب نہ ہو، تو اس کے ساتھ تحریر وکتابت وغیرہ کے ذریعہ سے خبر گیری کر کے بھی صلہ رحمی کی جاسکتی ہے۔

البتہ والدین اگر اولاد کو اپنے پاس بلائیں، تو ان کے حق میں صرف تحریر وکتابت وغیرہ سے صلہ رحمی کافی نہیں ہوتی، کیونکہ ان کے ساتھ صلہ رحمی کی تاکید زیادہ ہے۔

اگر کوئی رشتہ دار مال دار ہو، تو اس کی طرف سے ضرورت مند رشتہ دار کی صرف زیارت کرنا کافی نہیں، بلکہ ضرورت مند رشتہ دار پر مال کا خرچ کرنا بھی ضروری ہے، اور کون سے ضرورت مند رشتہ داروں کا نان ونفقہ کن شرائط کے ساتھ واجب ہوا کرتا ہے، اس کا ذکر آگے آتا ہے۔

نیز صلہ رحمی مختلف قسم کے احسانات کے ذریعہ سے بھی کی جاسکتی ہے۔ [2]

---

[1] والصلة درجات بعضها أرفع من بعض، وأدناه ترک المهاجرة، وصلتها بالكلام ولو بالسلام . ويختلف ذلک باختلاف القدرة والحاجة :فمنها واجب، ومنها مستحب (الموسوعة الفقهية الكويتية، ۲۷ ص ۳۵۹، مادة”صلة“)

[2] تحصل صلة الأرحام بأمور عديدة منها:

الزيارة، والمعاونة، وقضاء الحوائج، والسلام، لقوله صلى الله عليه وسلم :بلوا أرحامكم ولو بالسلام ولا يكفى مجرد السلام عند أبي الخطاب

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 6......صلہ رحمی کے مقابلہ میں قطع رحمی، رشتہ داروں کے ساتھ بُرا سلوک کرنے اور ان کے ساتھ نیک سلوک ترک کرنے کو کہا جاتا ہے، جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا۔ ۱

اور قطع رحمی عام حالات میں حرام ہے۔ ۲

مسئلہ نمبر 7......صلہ رحمی کے معاملات میں والدین کا درجہ دوسرے رشتہ داروں پر مقدم ہے، اور صلہ رحمی میں والدین میں ماں کا درجہ باپ پر مقدم ہے، جس کی تفصیل والدین کے متعلق احکام ومسائل میں بیان کردی گئی ہے۔ ۳

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ كما تحصل الصلة بالكتابة إن كان غائبا، نص على ذلك الحنفية والمالكية والشافعية، وهذا في غير الأبوين، أما هما فلا تكفى الكتابة إن طلبا حضوره .

وكذلك بذل المال للأقارب، فإنه يعتبر صلة لهم؛ لقوله صلى الله عليه وسلم :الصدقة على المسكين صدقة، وعلى ذى الرحم ثنتان :صدقة، وصلة.

وظاهر عبارة الحنفية، والشافعية أن الغنى لا تحصل صلته بالزيارة لقريبه المحتاج إن كان قادرا على بذل المال له .ويدخل فى الصلة جميع أنواع الإحسان مما تتأتى به الصلة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳،ص ۸۴،مادة ”أرحام“)

۱ قطع الرحم :بين ابن حجر الهيثمى من الشافعية ما يكون به قطع الرحم، ووافقه صاحب تهذيب الفروق من المالكية.

وقد أورد ابن حجر فيه رأيين:

أحدهما :الإساء ة إلى الأرحام.

الثانى :يتعدى إلى ترك الإحسان، فقطع المكلف ما ألفه قريبه منه من سابق الصلة والإحسان لغير عذر شرعى يصدق عليه أنه قطع رحمه، وقد عده بعضهم كبيرة كما سبق.

والأعذار تختلف بحسب نوع الصلة، فعذر ترك الزيارة ضبطه الشافعية والمالكية بالعذر الذى تترك به صلاة الجمعة، بجامع أن كلا منهما فرض عين وتركه كبيرة، وإن كانت الصلة ببذل المال، فلم يبذله لشدة حاجته إليه، أو فقده، أو قدم غير القريب امتثالا لأمر الشرع، كان ذلك عذرا . وعذر المراسلة والكتابة ألا يجد من يثق به فى أداء الرسالة .

ومن الأعذار التى زادها المالكية تكبر القريب الغنى على قريبه الفقير، فلا صلة على الفقير حينئذ (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳،ص ۸۵،مادة ”أرحام“)

۲ حكم قطع الرحم:

قطع الرحم المأمور بوصلها حرام باتفاق (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳،ص ۸۵،مادة ”أرحام“)

۳ ذهب فقهاء الحنفية والشافعية إلى أن درجات الصلة تتفاوت بالنسبة للأقارب، فهى فى الوالدين أشد من المحارم، وفيهم أشد من غيرهم (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳،ص ۸۴،مادة ”أرحام“)

وصلة الأم مقدمة على صلة الأب بالإجماع (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳،ص ۸۳،مادة ”أرحام“)

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 8...... بعض فقہاء کے نزدیک صلہ رحمی کے معاملات میں والد کی موت کے بعد بڑے بھائی کا درجہ ہے، اوراسی طریقہ سے والدین کے بعد دادا اور دادی کا درجہ ہے، اور صلہ رحمی کے معاملات میں بڑی بہن اور خالہ کا درجہ ماں کے قریب ہے۔ [۱]

مسئلہ نمبر 9...... جن نسبی رشتہ دار عورتوں کو محرم ہونے کا درجہ حاصل ہے، وہ سات قسم کی عورتیں ہیں، جن کی تفصیل ذیل میں ذکر کی جاتی ہے۔

ایک انسان کے اصول یعنی ماں، دادی اور نانی اوپر تک۔ [۲]

دوسرے انسان کے فروع، یعنی بیٹیاں اور بیٹوں اور بیٹیوں کی بیٹیاں نیچے تک۔ [۳]

---

[۱] ذهب الحنفية -فى قول لهم -إلى أن الأخ الأكبر كالأب بعد موته فى حكم الصلة، وكذا الجد، وإن علا، والأخت الكبيرة، والخالة كالأم فى الصلة .وقريب من الحنفية ما اختاره الزركشى من الشافعية بالنسبة للعم والخالة، إذ يجعل العم بمثابة الأب، والخالة بمثابة الأم، لما صح فى الحديث أن الخالة بمنزلة الأم، وأن عم الرجل صنو أبيه .
لكن كلام الزركشى مخالف لأئمة الشافعية، لأن الوالدين اختصا من الرعاية والاحترام والإحسان بأمر عظيم جدا وغاية رفيعة لم يصل إليها أحد من بقية الأرحام، وأجابوا عما صح فى الحديث بأنه يكفى التشابه فى أمر ما كالحضانة بالنسبة للخالة والأم، والإكرام بالنسبة للأب والعم(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳،ص ۸۳،مادة "أرحام")

[۲] ثانيا :القرابة النسبية:
أقسامها من حيث المحرمية وغيرها:
اتفق العلماء على أن القرابة النسبية تنقسم إلى قسمين :محارم وغير محارم.
فالمحارم كل شخصين لا يصح النكاح بينهما من القرابة النسبية.
كما اتفقوا على أن المحارم النسبية من النساء هن المذكورات فى قوله تعالى :(حرمت عليكم أمهاتكم وبناتكم وأخواتكم وعماتكم وخالاتكم وبنات الأخ وبنات الأخت) ، فهؤلاء سبع من جهة النسب كما يقول السرخسى.
الأول :الأمهات بقوله تعالى :(حرمت عليكم أمهاتكم) فأم الرجل حرام عليه وكذلك جداته من قبل أبيه أو من قبل أمه، فعلى قول من يقول إن اللفظ الواحد يجوز أن يراد به الحقيقة والمجاز فى محلين مختلفين يقول حرمت الجدات بالنص لأن اسم الأمهات يتناولهن مجازا.
وعلى قول من يقول لا يراد باللفظ الواحد الحقيقة والمجاز يقول :حرمت الجدات بدليل الإجماع (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۳، ص۷۲، مادة"قرابة")

[۳] والثانى :البنات فعلى القول الأول بنات البنات وبنات البنين وإن سفلن حرمتهن ثابتة بالنص أيضا لأن الاسم يتناولهن مجازا، وعلى القول الآخر حرمتهن بدليل الإجماع (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۳، ص۷۲، مادة"قرابة")

www.idaraghufran.org

تیسرے بہنیں، خواہ سگی ہوں، یا باپ شریک ہوں یا ماں شریک۔ [1]

چوتھے پھوپھیاں، خواہ والد کی سگی بہنیں ہوں یا والد کی باپ شریک یا ماں شریک بہنیں ہوں۔ [2]

پانچویں خالائیں، خواہ والدہ کی سگی بہنیں ہوں، یا والدہ کی باپ شریک یا ماں شریک بہنیں ہوں۔ [3]

چھٹے بھائی کی بیٹیاں، خواہ وہ سگے بھائی کی بیٹیاں ہوں، یا باپ شریک یا ماں شریک بھائی کی بیٹیاں ہوں۔ [4]

ساتویں بہن کی بیٹیاں، خواہ سگی بہن کی بیٹیاں ہوں، یا باپ شریک یا ماں شریک بہن کی بیٹیاں ہوں۔ [5]

مذکورہ خواتین نسب کے اعتبار سے محرم رشتہ داروں میں داخل ہیں، جن سے ہمیشہ کے لئے نکاح کرنا حرام ہے۔ [6]

---

[1] والثالث :الأخوات تثبت حرمتهن بقوله تعالى :(وأخواتكم) وهن أصناف ثلاثة :الأخت لأب وأم، والأخت لأب، والأم لأم، وهن محرمات بالنص فالأختية عبارة عن المجاورة فى الرحم أو فى الصلب فكان الاسم حقيقة يتناول الفرق الثلاث (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٣، ص٧٢، مادة"قرابة")

[2] والرابع :العمات تثبت حرمتهن بقوله تعالى :(وعماتكم) ويدخل فى ذلك أخوات الأب لأب وأم، أو لأب، أو لأم (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٣، ص٧٢، مادة"قرابة")

[3] والخامس :الخالات :تثبت حرمتهن بقوله تعالى :(وخالاتكم) ويدخل فى ذلك أخوات الأم لأب وأم، أو لأب، أو لأم (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٣، ص٧٢، مادة"قرابة")

[4] والسادس :بنات الأخ تثبت حرمتهن بقوله تعالى :(وبنات الأخ) ويدخل فى ذلك بنات الأخ لأب وأم، أو لأب، أو لأم (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٣، ص٧٢، مادة"قرابة")

[5] والسابع :بنات الأخت تثبت حرمتهن بقوله تعالى :(وبنات الأخت) ويستوى فى ذلك بنات الأخت لأب وأم، أو لأب، أو لأم (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٣، ص٧٣، مادة"قرابة")

[6] لا خلاف بين العلماء فى أن من ذكرنا من المحرمات -وهن السبع المحرمات من القرابات النسبية -أنه يحرم نكاح واحدة منهن على التأبيد.

واختلفوا بعد ذلك فى البنت المخلوقة من ماء زنا الرجل هل يحل له أن يتزوجها، وتفصيل ذلك ينظر فى (نكاح -ومحرمات وولد زنا) (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٣، ص٧٣، مادة"قرابة")

www.idaraghufran.org

مذکورہ محرم عورتوں کو سمجھنے کا ایک یہ اصول یہ ہے کہ جن عورتوں سے نسب کی وجہ سے نکاح کرنا حرام ہے، وہ چار قسم کی ہیں:

ایک انسان کے اصول، یعنی ماں، دادی، نانی، وغیرہ، اوپر تک۔ [1]

دوسرے انسان کے فروع، یعنی بیٹی، نواسی، پوتی وغیرہ، نیچے تک۔ [2]

تیسرے والدین یا ان میں سے کسی ایک کے فروع، یعنی سگی بہنیں یا باپ شریک بہنیں یا ماں شریک بہنیں اور بھائی اور بہنوں کی اولادیں (یعنی بھتیجیاں اور بھانجیاں) وغیرہ، نیچے تک۔ [3]

---

[1] أ -المحرمات بسبب القرابة:

يحرم على المسلم بسبب القرابة أربعة أنواع

الأصل من النساء وإن علا، والمراد به :الأم، وأم الأم، وإن علت، وأم الأب، وأم الجد، وإن علت، لقوله تعالى :(حرمت عليكم أمهاتكم).

وتحريم الأم بهذه الآية واضح، وأما تحريم الجدات فواضح أيضا إذا قلنا :إن لفظ الأم يطلق على الأصل، فيشمل الجدات، فيكون تحريمهن ثابتا بالآية كتحريم الأمهات، أو تكون حرمة الجدات بدلالة النص؛ لأن الله حرم العمات والخالات، وهن أولاد الجدات، فتكون حرمة الجدات من باب أولى(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٦، ص ٢١٠، مادة "محرمات النكاح")

[2] الفرع من النساء وإن نزل، والمراد به :البنت وما تناسل منها، وبنت الابن وإن نزل، وما تناسل منها، لقوله تعالى :(حرمت عليكم أمهاتكم وبناتكم).

وتحريم البنات الصلبيات بنص الآية، وأما تحريم بنات أولادهن فثابت بالإجماع، أو بدلالة النص، لأن الله حرم بنات الأخ، وبنات الأخت، ولا شك فى أن بنات البنات، وبنات الأولاد وإن نزلن أقوى قرابة من بنات الأخ(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٦، ص ٢١٠، مادة "محرمات النكاح")

[3] فروع الأبوين أو أحدهما، وإن نزلن، وهن الأخوات، سواء أكن شقيقات، أم لأب، أم لأم، وفروع الإخوة والأخوات، فيحرم على الرجل أخواته جميعا وأولاد أخواته وإخوانه وفروعهم، مهما تكن الدرجة، لقوله تعالى :(حرمت عليكم أمهاتكم وبناتكم وأخواتكم وعماتكم وخالاتكم وبنات الأخ وبنات الأخت وأمهاتكم اللاتى أرضعنكم وأخواتكم من الرضاعة وأمهات نسائكم وربائبكم اللاتى فى حجوركم من نسائكم اللاتى دخلتم بهن فإن لم تكونوا دخلتم بهن فلا جناح عليكم وحلائل أبنائكم الذين من أصلابكم وأن تجمعوا بين الأختين إلا ما قد سلف إن الله كان غفورا رحيما والمحصنات من النساء)

وتحريم فروع بنات الأخ وبنات الأخت ثابت بنص الآية بناء على أن لفظ بنات الأخ وبنات الأخت يشملهن، أو يكون التحريم ثابتا بالإجماع إذا كان لفظ بنات الأخ وبنات الأخت مقصورا عليهما (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٦، ص ٢١١، مادة "محرمات النكاح")

www.idaraghufran.org

چوتھے دادا، دادی، نانا اور نانی کے فروع، ایک درجہ نیچے تک، یعنی پھوپھیاں اور خالائیں، چاہیں سگی ہوں یا باپ شریک ہوں یا ماں شریک ہوں۔

لیکن ان کی آگے اولاد محرَم نہیں۔ [1]

اگر کوئی مذکورہ محرَم عورتوں سے نکاح کرے، تو اس کا نکاح باطل شمار ہوتا ہے۔ [2]

اور مذکورہ رشتہ داروں کے علاوہ باقی رشتہ دار عورتیں نامحرم کہلاتی ہیں، جیسا کہ ماموں کی بیٹیاں اور خالہ کی بیٹیاں، اور تایا و چچا کی بیٹیاں اور پھوپھی کی بیٹیاں، اور آگے ان کی اولاد۔ [3]

---

[1] فروع الأجداد والجدات إذا انفصلن بدرجة واحدة، وهن العمات، والخالات، سواء أكن شقيقات أم لأب، أم لأم، وكذلك عمات الأصل، وإن علا، لقوله تعالى فى آية المحرمات : (وعماتكم وخالاتكم) وتحريم العمات والخالات ثابت بالنص، وأما أخت الجد وإن علت فتحريمها ثابت إما بالنص، لأن لفظ العمة يشمل أخت الأب، وأخت الجد وإن علت، وإما بالإجماع إذا كان لفظ العمة مقصورا على أخت الأب، وكذا تحريم الخالة ثابت بالنص، ومثل أخت الأم أخت الجدة وإن علت، وتحريمها ثابت إما بالنص لأن لفظ الخالة يشمل أخت الأم وأخت الجدة وإن علت، وإما بالإجماع إذا كان لفظ الخالة مقصورا على أخت الأم (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٦، ص ٢١٢، مادة "محرمات النكاح")

[2] نكاح المحارم:
اتفق الفقهاء على حرمة نكاح المحارم، فإن تزوج ذات محرمه فالنكاح باطل بالإجماع، فإن وطئها فعليه الحد فى قول أكثر أهل العلم، منهم الحسن وجابر بن زيد ومالك والشافعى وأبو يوسف ومحمد وإسحاق وأبو أيوب وابن أبى خيثمة وقال أبو حنيفة والثورى :لا حد عليه؛ لأنه وطء تمكنت الشبهة منه للعقد (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٦، ص ٢٠٧، مادة "محرم")

[3] أما بنات الأعمام والأخوال، وبنات العمات والخالات، وفروعهن، فيجوز التزوجبهن، لعدم ذكرهن فى المحرمات، لقوله تعالى :(وأحل لكم ما وراء ذلكم) .ولقوله تعالى :(يا أيها النبى إنا أحللنا لك أزواجك اللاتى آتيت أجورهن وما ملكت يمينك مما أفاء الله عليك وبنات عمك وبنات عماتك وبنات خالك وبنات خالاتك اللاتى هاجرن معك)
وما أحله الله للرسول صلى الله عليه وسلم يحل لأمته ما لم يقم دليل على أن الحل خاص بالرسول صلى الله عليه وسلم ولا يوجد دليل على الخصوص، فشمل الحكم المؤمنين جميعا (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٦، ص ٢١٢، مادة "محرمات النكاح")
أما غير المحارم فبقية القرابات غير من ذكرت كبنت الخال وبنت الخالة وبنت العم وبنت العمة وبنات هؤلاء (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٣، ص ٧٣، مادة "قرابة")

www.idaraghufran.org

ملحوظ رہے کہ جن افراد سے رشتہ داری کی بنیاد پر نکاح کرنا حرام ہے، ان میں بعض تو وہ ہیں کہ جن سے ہمیشہ کے لئے نکاح کرنا حرام ہے، اس کے اسباب تین ہیں، ایک تو نسبی رشتہ داری، دوسرے سسرالی رشتہ داری، تیسرے رضاعت اور دودھ کی رشتہ داری۔ [1]

نسبی رشتہ داروں کا ذکر تو پہلے بھی گزر چکا۔

اور نکاح حرام ہونے کا دوسرا سبب سسرالی رشتہ داری ہے، جس کو عربی زبان میں ''مصاہرت'' یا ''حرمتِ مصاہرت'' کہا جاتا ہے، اس کی تفصیل پہلے مستقل مضمون کے تحت بیان کردی گئی ہے، وہاں ملاحظہ کرلی جائے۔

اور نکاح حرام ہونے کا تیسرا اور آخری سبب دودھ کی رشتہ داری ہے، جس کو عربی زبان میں ''رضاعت'' کہا جاتا ہے، اس کی تفصیل بھی پہلے مستقل مضمون کے تحت بیان کردی گئی ہے، وہاں ملاحظہ کرلی جائے۔

اور بعض افراد وہ ہیں، جن سے عارضی اور وقتی طور پر نکاح کرنا حرام ہوتا ہے، ان کا ذکر ہم نے اپنی دوسری کتاب ''نکاح و زوجین کے فضائل واحکام'' میں ذکر کردیا ہے، وہاں ملاحظہ کرلیا جائے۔

مسئلہ نمبر 10 ...... نامحرم رشتہ داروں کا حکم پردہ اور ان کے ساتھ خلوت اختیار کرنے اور جسم کو چھونے کے اعتبار سے اجنبی لوگوں کی طرح ہے۔

---

[1] أ -محرمات على التأبيد، وهن اللائي تكون حرمة نكاحهن مؤبدة، لأن سبب التحريم ثابت لا يزول، كالأمومة، والبنوة، والأخوة.

ب -محرمات على التأقيت، وهن من تكون حرمة نكاحهن مؤقتة؛ لأن سبب التحريم غير دائم، ويحتمل الزوال كزوجة الغير، ومعتدته، والمشركة بالله.

أولا :المحرمات تحريما مؤبدا

أسباب تأبيد حرمة التزوج بالنساء ثلاثة، هي:

أ -القرابة.

ب -المصاهرة.

ج -الرضاع.(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٦، ص ٢١٠، مادة "محرمات النكاح")

www.idaraghufran.org

جہاں تک محرم رشتہ داروں کا تعلق ہے، تو حنفیہ کے نزدیک محرم رشتہ دار عورتوں کے سر، چہرہ اور سینہ (یعنی پستان سے اوپر چھاتی کا حصہ) اور پنڈلی اور بازو کو دیکھنا جائز ہے، اس کے علاوہ باقی اعضاء کا پردہ ہے۔

اور شافعیہ کے نزدیک ناف سے گھٹنوں تک کے علاوہ باقی جسم کو دیکھنا جائز ہے۔

اور بعض فقہائے کرام کے نزدیک محرَم عورت کے چہرہ اور گردن اور ہاتھ اور پاؤں اور سر اور پنڈلی کو دیکھنا جائز ہے۔ [1]

جہاں تک عورت کے لئے محرم رشتہ دار مرد کو دیکھنے کا تعلق ہے، تو محرَم مرد کے ناف سے لے کر گھٹنوں تک کے علاوہ باقی جسم کو دیکھنے کی گنجائش ہے۔

اور عورت یا مرد کے جسم کے جس حصہ کو دیکھنا جائز نہیں، اس کو چھونا بھی جائز نہیں۔ [2]

---

[1] البتہ سسرالی اور رضاعت والے رشتوں سے پردہ میں احتیاط کا حکم ہے، جس کا ذکر اپنے اپنے مقام پر پہلے کر دیا گیا ہے۔ محمد رضوان۔

الرحم غير المحرم كالأجنبي في النظر واللمس والخلوة (ر :أجنبي).

أما المحارم من الأرحام فللفقهاء في نظر الرجال إلى النساء -ما لم يكن بشهوة -ثلاثة آراء :

أ -جواز النظر إلى جميع بدن المرأة، عدا ما بين السرة والركبة، وهو قول الشافعية، وللحنابلة فيه قول ضعيف .

ب -جواز النظر إلى الذراعين والشعر وما فوق النحر، وأطراف القدمين وهو قول المالكية .

ج -جواز النظر إلى الوجه والرقبة واليد والقدم والرأس والساق، وهو رأي الحنابلة ، ويكره عندهم النظر إلى الساق والصدر للتوقي لا للتحريم.

د -جواز النظر إلى الرأس والوجه والصدر والساق والعضد وهو رأي الحنفية (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣ص ٨٩، مادة"ارحام")

[2] أما بالنسبة لما يحرم على المرأة من الرجل فهو ما بين السرة والركبة .ولكل من المالكية والحنابلة قول آخر، هو الصحيح عندهما، أنها لا يجوز أن تنظر منه إلا ما يجوز للرجل أن ينظر إليه من ذوات المحارم، ويجوز النظر إلى ما دون ذلك .

وكل ما حرم نظره حرم مسه، لأنه أبلغ في اللذة .وتجوز الخلوة بالمحارم باتفاق (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣ص ٩٠، مادة"ارحام")

مس ذوات المحارم :ذهب الفقهاء إلى أن ما يجوز النظر إليه من المحرم يجوز مسه إذا أمنت الشهوة، لما روى أن رسول الله صلى الله عليه وسلم :كان إذا قدم من سفر قبل ابنته فاطمة رضي الله تعالى عنها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج[illegible]ص [illegible]، مادة "محرم")

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 11...... جو لوگ رشتہ دار ہوں، مگر نامحرم ہوں، ان سے پردہ کا حکم ہے، لیکن بعض نامحرم رشتہ داروں کی کثرت سے گھروں میں آمدورفت ہوتی ہے، اور بعض اوقات رہن سہن بھی ایک گھر میں ہوتا ہے، مثلاً جیٹھ اور دیور وغیرہ، تو یہ چونکہ نامحرم رشتہ دار ہیں، اس لئے ان سے پردہ کرنے کا حکم ہے۔ [1]

لیکن بعض اوقات ان لوگوں سے سنت کے مطابق مکمل پردہ کرنا مشکل ہوتا ہے، اور اس میں سخت دشواری پیش آتی ہے، اور اگر مکمل جسم کے پردے کا حکم دیا جائے، تو عورتوں کو گھر کے کام کاج بلکہ رہن سہن میں سخت تنگی کا سامنا ہوتا ہے، اور الگ الگ رہائش کا انتظام کرنا بھی مشکل ہوتا ہے، تو ایسی صورت میں اُن فقہائے کرام کے قول پر عمل کر لینے کی گنجائش ہے، جو چہرے اور ہتھیلی اور پاؤں کے پردہ میں تخفیف اور گنجائش کے قائل ہیں، جیسا کہ حنفیہ کا اصل مذہب بھی یہی ہے۔ [2]

---

[1] اسی وجہ سے شوہر کے بھائی، دیور اور شوہر کے دیگر ایسے رشتہ دار کہ جو عورت کے لئے نامحرم ہوں، اُن کو حدیث میں "موت" قرار دیا گیا ہے۔

عن عقبة بن عامر :أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :إياكم والدخول على النساء فقال رجل من الأنصار :يا رسول الله، أفرأيت الحمو؟ قال :الحمو الموت(بخاری، رقم الحديث ۵۲۳۲)

حمو المرأة وحموها وحمها وحماها، أبو زوجها أو أخو زوجها، وكذلك من كان من قبل الزوج من ذوى قرابته فهم أحماء المرأة، وحماة المرأة أم زوجها، وحكى النووى إجماع أهل اللغة على ذلك.

وقال ابن فارس :الحمء :أبو الزوج، وأبو امرأة الرجل.

وقال المحكم :وحمء الرجل أبو زوجته أو أخوها أو عمها .فحصل من هذا أن الحمء يكون من الجانبين كالصهر، وهكذا نقله الخليل عن بعض العرب.وقالوا كل شىء من قبل المرأة فهم الأختان وقال ابن الأعرابى :الحماة أم الزوج، والختنة أم المرأة، ومن العرب من يبدل مكان الأختان الأصهار -والعكس -ومن العرب من يجعلهم كلهم أصهارا،وهذا على سبيل الغلبة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۸ ص ۱۶۲، مادة "حمو")

[2] اور حنفیہ میں سے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی ایک روایت کے مطابق اس حکم میں کہنیوں تک عورت کے ہاتھ بھی داخل ہیں، چنانچہ اگر عورت کو کام کاج، مثلاً برتن یا کپڑے وغیرہ دھونے اور کھانا پکانے کے دوران کہنیوں تک ہاتھ کھولنے کی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اگرچہ بعض حضرات اس سلسلہ میں بڑا شدید موقف رکھتے ہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ضرورت ہو، تو وہ امام ابو یوسف کی اس روایت کے مطابق گناہ گار نہیں ہوگی، مگر نامحرم کو شہوت سے دیکھنا جائز نہیں ہوگا، اگر کوئی شہوت سے دیکھے گا، تو وہ خود گناہ گار ہوگا، ہمارے نزدیک ضرورت کے وقت اس قول پر عمل کرنے کی گنجائش ہے، بشرطیکہ دیگر غیر ضروری تعلقات مثلاً خلوت اور بے تکلفانہ برتاؤ سے بچا جائے، جیسا کہ آگے آتا ہے، اور بعض اوقات ان اعضاء کا پردہ نہ کرنے کی ضرورت اپنے گھر کے علاوہ کسی اور جگہ بھی کسی عورت کو پیش آسکتی ہے، جس کی تفصیل کا یہ موقعہ نہیں۔محمد رضوان۔

ذهب جمهور الفقهاء إلى أن جسم المرأة كله عورة بالنسبة للرجل الأجنبى عدا الوجه والكفين؛ لأن المرأة تحتاج إلى المعاملة مع الرجال وإلى الأخذ والعطاء لكن جواز كشف ذلك مقيد بأمن الفتنة.

وورد عن أبى حنيفة القول بجواز إظهار قدميها؛ لأنه سبحانه وتعالى نهى عن إبداء الزينة واستثنى ما ظهر منها .والقدمان ظاهرتان ، ويقول ابن عابدين :إن ظهر الكف عورة؛ لأن الكف عرفا واستعمالا لا يشمل ظهره.

وورد عن أبى يوسف القول بجواز إظهار ذراعيها أيضا لأنهما يبدوان منها عادة .

وجاز كشف الوجه والكفين والنظر إليهما بدليل قوله تعالى :(ولا يبدين زينتهن إلا ما ظهر منها) أى مواضعها، فالكحل زينة الوجه، والخاتم زينة الكف ، بدليل ما روى أن أسماء بنت أبى بكر رضى الله تعالى عنهما، دخلت على رسول الله صلى الله عليه وسلم وعليها ثياب رقاق فأعرض عنها، وقال :يا أسماء إن المرأة إذا بلغت المحيض لم تصلح أن يرى منها إلا هذا وهذا، وأشار إلى وجهه وكفيه.

وقال القرطبى فى معنى قوله تعالى :(ولا يبدين زينتهن إلا ما ظهر منها) اختلف الناس فى قدر المستثنى فقال ابن مسعود :ظاهر الزينة هو الثياب، وزاد ابن جبير الوجه .وقال سعيد بن جبير أيضا وعطاء والأوزاعى :الوجه والكفان والثياب، وقال ابن عباس وقتادة والمسور بن مخرمة :ظاهر الزينة هو الكحل والسوار والخضاب إلى نصف الذراع والقرط والفتخ.

وذكر الطبرى حديثا عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال :إذا عركت المرأة لم يحل لها أن تظهر إلا وجهها، وإلا ما دون هذا، وقبض على ذراع نفسه، فترك بين قبضته وبين الكف مثل قبضة أخرى .

وقال الشربينى الخطيب :وشرط الساتر منع إدراك لون البشرة لا حجمها، فلا يكفى ثوب رقيق ولا مهلهل لا يمنع إدراك اللون .

وظاهر مذهب أحمد بن حنبل أن كل شىء من المرأة عورة بالنسبة للأجنبى عنها حتى ظفرها ، وروى عن الإمام أحمد أنه قال :إن من يبين زوجته لا يجوز أن يأكل معها لأنه مع الأكل يرى كفها، وقال القاضى من الحنابلة :يحرم نظر الأجنبى إلى الأجنبية ما عدا الوجه والكفين، ويباح له النظر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

جن سے ہمیں اتفاق نہیں، اور ہمارے نزدیک

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

إلى هذين العضوين مع الكراهة عند أمن الفتنة .ومما يحتج به للحرمة ما روى عن على رضى الله عنه أن النبى صلى الله عليه وسلم قال له :يا على لا تتبع النظرة النظرة فإن لك الأولى، وليست لك الآخرة وما ورد من أن الفضل بن عباس رضى الله عنهما كان رديف رسول الله صلى الله عليه وسلم فى الحج فجاء ته الخثعمية تستفتيه، فأخذ الفضل ينظر إليها وتنظر هى إليه، فصرف عليه الصلاة والسلام وجه الفضل عنها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۳۱، ص ۴۵، مادة "عورة")

يجوز النظر إلى الوجه والكفين والقدمين من المرأة الأجنبية بغير شهوة، وهذا القول رواه الحسن بن زياد عن أبى حنيفة، وذكره الطحاوى، وهو قول بعض فقهاء المالكية.

وعن أبى يوسف أنه يجوز النظر إلى الذراعين أيضا عند الغسل والطبخ.

وقيل :يجوز النظر إلى الساقين إذا لم يكن النظر عن شهوة.

واستدل القائلون بجواز النظر إلى القدمين بالأثر والقياس، أما الأثر فهو ما روى عن عائشة رضى الله عنها فى قوله تعالى :إلا ما ظهر منها أن المراد به القلب والفتخة، والفتخة خاتم إصبع الرجل، فدل على جواز النظر إلى القدمين.

واستدلوا بقياس القدمين على الوجه والكفين، لأن المرأة كما تبتلى بإبداء وجهها فى المعاملة مع الرجال وبإبداء كفيها فى الأخذ والعطاء ، فإنها تبتلى بإبداء قدميها، وربما لا تجد الخف فى كل وقت.

ووجه ما روى عن أبى يوسف من إباحة النظر إلى الذراع هو ظهور ذلك منها عادة عند القيام ببعض الأعمال التى تستعمل المرأة فيها ذراعيها كالغسل والطبخ، وفى بعض الأخبار ما يدل على إباحة النظر إلى نصف الذراع(الموسوعة الفقهية الكويتية ، ج ۴۰ ص ۳۴۵، مادة "نظر")

وأما النظر إلى الأجنبيات :فنقول :يجوز النظر إلى مواضع الزينة الظاهرة منهن، وذلك الوجه والكف فى ظاهر الرواية، والأصل فيه قوله تعالى :(ولا يبدين زينتهن إلا ما ظهر منها)قال على وابن عباس رضى الله عنهم :ما ظهر منها الكف والخاتم، وروى :أن امرأة عرضت نفسها على رسول الله صلى الله عليه وسلم، فنظر إلى وجهها، فلم ير فيها رغبة، ورأى رسول الله عليه السلام كف امرأة غير مخضوبة فقال :أكف رجل هذا ؟ ولما ناول فاطمة أحد ولديها بلالا أو أنسا، قال :رأيت كفها كأنها فلقة قمر ؛ ولأنها تحتاج إلى إبداء وجهها فى المعاملات لتحل الشهادة عليها، وتحتاج إلى إبداء كفها عند الأخذ والإعطاء .

وروى الحسن عن أبى حنيفة رضى الله عنهما :أنه يجوز النظر إلى قدمها أيضا؛ لأنها تحتاج إلى إبداء قدمها إذا مشت حافية أو متنعلة، فإنها لا تجد الخف فى كل وقت، وفى رواية أخرى عنه قال: لا يجوز النظر إلى قدمها.

وفى جامع البرامكة عن أبى يوسف :أنه يجوز النظر إلى ذراعيها أيضا؛ لأنها تصير مبتليا بإبداء ذراعيها عند الغسل والطبخ، قيل :فكذلك يباح النظر إلى ثناياها؛ لأن ذلك يبدوا منها عند

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

خاص طور پر عمر رسیدہ اور بوڑھی عورتوں کے لئے اس سلسلہ میں زیادہ رعایت رکھی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

التحدث مع الرجال فی المعاملات(المحيط البرهانی، ج۵ص ۳۳۴، ۳۳۵، كتاب الاستحسان والكراهية، الفصل التاسع فيما يحل للرجل النظر إليه، وما لا يحل، وما يحل له مسه، وما لا يحل)

وأما المرأة يلزمها أن تستر نفسها من فرقها إلى قدميها ولا يلزمها ستر الوجه والكفين بلا خلاف، وفی القدمين اختلاف المشايخ واختلاف الروايات عن أصحابنا رحمهم الله، وكان الفقيه أبو جعفر يتردد فی هذا فيقول مرة؛ إن قدميها عورة، ويقول مرة :إن قدميها ليس بعورة، فمن يجعلها عورة يقول يلزمها سترها ومن لا يجعلها عورة يقول :لا يلزمها سترها، والأصح أنه ليس بعورة، وهی مسألة كتاب الاستحسان آنفاً(المحيط البرهانی فی الفقه النعمانی، ج۱،ص ۲۷۹،كتاب الصلاة،الفصل الرابع فی فرائض الصلاة وسننها وآدابها وواجباتها)

قال :(ولا ينظر إلى الحرة الأجنبية إلا إلى الوجه والكفين إن لم يخف الشهوة) ؛ وعن أبی حنيفة أنه زاد القدم، لأن فی ذلک ضرورة للأخذ والإعطاء ومعرفة وجهها عند المعاملة مع الأجانب لإقامة معاشها ومعادها لعدم من يقوم بأسباب معاشها.

والأصل فيه قوله تعالى :(ولا يبدين زينتهن إلا ما ظهر منها)قال عامة الصحابة :الكحل والخاتم، والمراد موضعهما لما بينا، وموضعهما الوجه واليد، وأما القدم فروى أنه ليس بعورة مطلقا لأنها تحتاج إلى المشی فتبدو؛ ولأن الشهوة فی الوجه واليد أكثر، فلأن يحل النظر إلى القدم كان أولى؛ وفی رواية القدم عورة فی حق النظر دون الصلاة (الاختيار لتعليل المختار، ج۴،ص۱۵۷،كتاب الكراهية)

(وأما) النوع السادس وهو الأجنبيات الحرائر فلا يحل النظر للأجنبی من الأجنبية الحرة إلى سائر بدنها إلا الوجه والكفين لقوله تبارک وتعالى (قل للمؤمنين يغضوا من أبصارهم)إلا أن النظر إلى مواضع الزينة الظاهرة وهی الوجه والكفان رخص بقوله تعالى (ولا يبدين زينتهن إلا ما ظهر منها) والمراد من الزينة مواضعها ومواضع الزينة الظاهرة الوجه والكفان فالكحل زينة الوجه والخاتم زينة الكف ولأنها تحتاج إلى البيع والشراء والأخذ والعطاء ولا يمكنها ذلک عادة إلا بكشف الوجه والكفين فيحل لها الكشف وهذا قول أبی حنيفة -رضی الله عنه -وروى الحسن عن أبی حنيفة رحمهما الله أنه يحل النظر إلى القدمين أيضا(بدائع الصنائع فی ترتيب الشرائع، ج۵،ص ۱۲۲،كتاب الاستحسان)

(و) ينظر (الرجل من الأجنبية و) من (السيدة إلى الوجه والكفين) لأنها محتاجة إلى إبداء ذلک لحاجتهما إلى الإشهاد وإلى الأخذ والإعطاء ، ومواضع الضرورة مستثناة من قواعد الشرع .والقدم كالوجه فی رواية الحسن كما ذكره الطحاوی، لأنها تحتاج إلى إبداء قدمها إذا مشت حافية أو منتعلة، وقد لا تجد خفا فی (كل) وقت .وأما ما ذكره فی الهداية عن علی :من نظر إلى محاسن امرأة أجنبية عن شهوة صب الله فی عينيه الآنک يوم القيامة .فالمعروف من هذا الحديث :من استمع إلى حديث قوم وهم كارهون صب فی أذنيه الآنک يوم القيامة .وهو حديث صحيح رواه البخاری(شرح النقاية، ج۴،ص۱۲۷، كتاب الكراهية، تحديد عورة المرأة والرجل)

www.idaraghufran.org

گئی ہے۔ [1]

مگر گزشتہ مسئلہ میں یہ شرط ضروری ہے کہ نامحرم شخص، عورت کے چہرہ اور دوسرے اعضاء کو شہوت کی نظر سے نہ دیکھے، اور نہ ہی جسم کو چھوئے، بلکہ یہ شرط محرم کے لئے بھی ضروری ہے کہ اس کو محرم عورت کے چہرہ اور ہاتھ پاؤں وغیرہ کو شہوت سے دیکھنا جائز نہیں، اور محرم عورت کو خود سے محرم مرد سے پردہ کا حکم نہیں، لہٰذا وہاں بھی مرد پر یہ ذمہ داری ڈالی گئی ہے کہ وہ محرم عورت کو شہوت سے نہ دیکھے، ورنہ وہ خود گناہ گار ہوگا، اسی طرح جو عورت ضرورت ومجبوری کی وجہ سے چہرہ اور ہاتھ پاؤں کو کھولتی ہے، وہاں بھی شہوت سے دیکھنے والا مرد ہی گناہ گار ہوگا، عورت گناہ گار نہ ہوگی۔

---

[1] فإن كانت عجوزا لا تشتهى أو كان شيخا لا يشتهى فلا بأس بمصافحتها، لما روى عن أبى بكر -رضى الله عنه -أنه كان يصافح العجائز، وعبد الله بن الزبير استأجر عجوزا تمرضه فكانت تغمزه وتفلى رأسه.

والصغيرة التى لا تشتهى لا بأس بمسها والنظر إليها لعدم خوف الفتنة(الاختيار لتعليل المختار، ج۴،ص۱۵۷، كتاب الكراهية)

يباح النظر من العجوز إلى ما يظهر غالبا .عند جمهور الفقهاء لقول الله تعالى :(والقواعد من النساء اللاتى لا يرجون نكاحا فليس عليهن جناح أن يضعن ثيابهن غير متبرجات بزينة وأن يستعففن خير لهن والله سميع عليم)قال ابن عباس رضى الله عنهما :استثناهن الله من قوله تعالى :(وقل للمؤمنات يغضضن من أبصارهن)ولأن ما حرم النظر لأجله معدوم فى جهتها، فأشبهت ذوات المحارم .

وألحق الحنابلة -على الصحيح من المذهب -بالعجوز كل من لا تشتهى فى جواز النظر إلى الوجه خاصة .

وذهب الغزالى -من الشافعية -إلى إلحاق العجوز بالشابة؛ لأن الشهوة لا تنضبط، وهى محل الوطء(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۹ص۲۹۵، مادة "عجوز")

وقال الحنابلة :العجوز التى لا يشتهى مثلها لا بأس بالنظر إلى ما يظهر منها غالبا ، لقوله تعالى: (والقواعد من النساء اللاتى لا يرجون نكاحا) وفى معنى العجوز الشوهاء التى لا تشتهى،

ومن ذهبت شهوته من الرجال لكبر أو عنة أو مرض لا يرجى برؤه والخصى والشيخ والمخنث الذى لا شهوة له فحكمه حكم ذوى المحارم فى النظر) ، لقوله تعالى :(أو التابعين غير أولى الإربة.

وعند الشافعية حكمه حكم الأجنبى، إذ يحرم عليه النظر حتى إلى الوجه والكفين عند خوف الفتنة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۱، ص۴۶، مادة "عورة")

www.idaraghufran.org

اسی وجہ سے اگر کوئی عورت نامحرموں کے سامنے نماز کے لئے وضو کرنے پر مجبور ہے، تو اس کو اعضائے وضو کو کھولنا جائز ہے، اور ایسی صورت میں اس کو شہوت کی نظر سے دیکھنے والے خود ہی گناہ گار رہیں۔ ل

ل وذلک کله إذا لم یکن النظر عن شهوة، فإن کان یعلم أنه لو نظر اشتهی، أو کان أکثر رأیه ذلک، فلیجتنب بجهده ولا یحل له أن یمس وجهها ولا کفها، وإن کان یأمن الشهوة بخلاف النظر؛ وهذا لأن حکم المس أغلظ من حکم النظر، والضرورة فی المس قاصرة فلا یلحق المس بالنظر؛ هذا إذا کانت شابة تشتهی(المحیط البرهانی، ج۵ص ۳۳۵، کتاب الاستحسان والکراهیة، الفصل التاسع فیما یحل للرجل النظر إلیه، وما لا یحل، وما یحل له مسه، وما لا یحل)
ذهب الحنفیة إلی أنه لا یجوز نظر الأجنبی إلی سائر بدن الأجنبیة الحرة إلا الوجه والکفین لقوله تبارک وتعالی :(قل للمؤمنین یغضوا من أبصارهم) . إلا أن النظر إلی مواضع الزینة الظاهرة وهی الوجه والکفان خص فیه بقوله تعالی :(ولا یبدین زینتهن إلا ما ظهر منها) والمراد من الزینة مواضعها، ومواضع الزینة الظاهرة :الوجه والکفان، فالکحل زینة الوجه والخاتم زینة الکف؛ ولأنها تحتاج إلی البیع والشراء والأخذ والعطاء ، ولا یمکنها ذلک عادة إلا بکشف الوجه والکفین، فیحل لها الکشف، وهذاقول أبی حنیفة، وروی الحسن عن أبی حنیفة أنه یحل النظر إلی القدمین.
والمالکیة کالحنفیة فی جواز النظر إلی وجه الأجنبیة وکفیها .أما النظر إلی القدمین فلا یجوز عندهم.
وذهب الشافعیة إلی أنه یحرم نظر بالغ عاقل مختار، ولو شیخا أو عاجزا عن الوطء أو مخنثا -وهو المتشبه بالنساء -إلی عورة أجنبیة حرة کبیرة -وهی من بلغت حدا تشتهی فیه للناظر بلا خلاف لقوله تعالی :(قل للمؤمنین یغضوا من أبصارهم) والمراد بالعورة :ما عدا الوجه والکفین.
وکذا یحرم عندهم :النظر إلی الوجه والکفین عند خوف فتنة تدعو إلی الاختلاء بها لجماع أو مقدماته بالإجماع کما قال إمام الحرمین.
وکذا یحرم عند الشافعیة النظر إلی الوجه والکفین عند الأمن من الفتنة فیما یظهر له من نفسه من غیر شهوة علی الصحیح، کذا فی المنهاج للنووی.
ووجهه إمام الحرمین باتفاق المسلمین علی منع النساء من الخروج سافرات الوجوه، وبأن النظر مظنة الفتنة ومحرک للشهوة، وقد قال تعالی :(قل للمؤمنین یغضوا من أبصارهم) واللائق بمحاسن الشریعة سد الباب والإعراض عن تفاصیل الأحوال کالخلوة بالأجنبیة.
والوجه الثانی عند الشافعیة :أنه لا یحرم، ونسبه إمام الحرمین لجمهور الشافعیة، ونسبه الشیخان للأکثرین، وقال الإسنوی فی المهمات :إنه الصواب لکون الأکثرین علیه، وقال البلقینی :الترجیح بقوة المدرک، والفتوی علی ما فی المنهاج.
وذهب الحنابلة إلی تحریم نظر الرجل إلی جمیع بدن الأجنبیة من غیر سبب فی ظاهر کلام أحمد .
وقال القاضی :یحرم علیه النظر إلی ما عدا الوجه والکفین؛ لأنه عورة، ویباح له النظر إلیهما مع

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نیز گزشتہ مسئلہ میں یہ بھی ضروری ہے کہ نامحرم مرد اور عورت آپس میں تنہائی اور خلوت کو اختیار نہ کریں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الكراهة إذا أمن الفتنة ونظر لغير شهوة.

هـذا وقـد اتـفـق الـفـقـهـاء على أن النظر إلى المرأة بشهوة حرام، سواء أكانت محرما أم أجنبية عدا زوجته ومن تحل له.

وكـذا يـحـرم نـظـر الأجنبية إلى الأجـنبى إذا كـان بشهـوة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٦، ص٢٦٩،٢٧٠، مادة "شهوة")

قال :(فإن خاف الشهوة لا يجوز إلا للحاكم والشاهد) لـمـا فيـه من الضرورة إلى معرفتها لتحمل الشهادة والحكم عليها، وكما يجوز له النظر إلى العورة لإقامة الشهادة على الزنا.

قال :(ولا يـجوز أن يمس ذلك وإن أمن الشهوة) لأن الـمـس أغلظ من النظر، فإن الشهوة بالمس أكثر(الاختيار لتعليل المختار،ج٤،ص١٥٧، كتاب الكراهية)

ثم إنما يحل النظر إلى مواضع الزينة الظاهرة منها من غير شهوة فأما عن شهوة فلا يحل لقوله -عليه الصلاة والسلام -العيـنـان تزنيان وليس زنا العينين إلا النظر عن شهوة ولأن النظر عن شهوة سبب الـوقـوع فـى الحرام فيكون حراما إلا فى حالة الضرورة بأن دعى إلى شهادة أو كان حاكما فأراد أن يـنـظـر إليها ليجيز إقرارها عليها فلا بأس أن ينظر إلى وجهها .وإن كـان لو نظر إليها لاشتهى أو كان أكبـر رأيـه ذلك لأن الحرمات قد يسقط اعتبارها لمكان الضرورة ألا ترى أنه خص النظر إلى عين الـفـرج لمن قصد إقامة حسبة الشهادة على الزنا؟ ومعلوم أن النظر إلى الفرج فى الحرمة فوق النظر إلى الـوجـه ومع ذلـك سقطت حرمته لمكان الضرورة فهذا أولى وكذا إذا أراد أن يتزوج امرأة فلا بـأس أن يـنـظر إلى وجهها وإن كان عن شهوة لأن النكاح بعد تقديم النظر أدل على الألفة والموافقة الـداعية إلى تـحـصـيـل الـمـقـاصـد(بـدائـع الـصـنـائع فى ترتيب الشرائع،ج٥،ص١٢٢، كتـاب الاستحسان)

(وشرط) فى (حل) النظر (الأمن عن الشهوة) فإن من لم يأمن لم يحل النظر احترازا عن الوقوع فى الحرام (إلا عند الضرورة كالقضاء والشهادة) أى أدائها لضرورة إحياء حقوق الناس .وقيدنا بأدائها لأن الـنـظـر لتـحـمـلـهـا لا يبـاح مع الشهوة على الأصح، لأنه يوجد من لا يشتهى فلا ضرورة(شرح النقاية،ج٤،ص١٧٦، كتاب الكراهية، تحديد عورة المرأة والرجل)

[1] يـرى جـمـهـور الـفـقـهـاء أنـه لا يجوز أن يخلو رجل بامرأة أجنبية، لأن الشيطان يكون ثالثهما، يـوسوس لهما فى الخلوة بفعل ما لا يحل، قال النبى صلى الله عليه وسلم :لا يخلون رجل بامرأة إلا كـان ثـالثهـمـا الشيطان ولفظ الرجل فى الحديث يتناول الشيخ والشاب، كما أن لفظ المرأة يتناول الشابة والمتجالة .

وذهب بعض الحنفية إلى جواز الخلوة بالعجوز الشوهاء ، نقل ابن عابدين :العجوز الشوهاء

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 12......اگر کسی کا محرم رشتہ دار غیر مسلم ہو، تو اصولی اعتبار سے اس پر بھی پردہ وغیرہ کے اعتبار سے محرم کے احکام جاری ہوتے ہیں۔ [1]

مسئلہ نمبر 13...... جب کوئی شخص گھر میں داخل ہو، اور اس گھر میں داخل ہونے والے کی صرف بیوی رہائش پذیر ہو، اور اس کے علاوہ کوئی دوسرا نہ ہو، تو اس گھر میں شوہر کو اجازت طلب کئے بغیر داخل ہونے میں حرج نہیں، البتہ پھر بھی داخل ہونے سے پہلے کھانس کر یا کھنکار کر یا جوتوں کی آہٹ کر کے داخل ہونا بہتر ہے، تاکہ اگر بیوی نامناسب حالت میں ہو، جس سے شوہر کو نفرت وکراہیت پیدا ہوسکتی ہو، تو وہ اس سے اپنے آپ کو محفوظ کرلے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والشيخ الذى لا يجامع مثله بمنزلة المحارم .

وأجاز الشاذلى من المالكية خلوة الشيخ الهرم بالمرأة شابة أو متجالة وخلوة الشاب بالمتجالة.

وضابط الخلوة اجتماع لا تؤمن معه الريبة عادة، بخلاف ما لو قطع بانتفائها عادة، فلا يعد خلوة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٩ ص٢٩٥، ٢٩٦، مادة "عجوز")

[1] لم يشترط الفقهاء فى المحرم أن يكون مسلما إلا أن بعض الفقهاء استثنى بعض الأحكام ومنهم الإمام أحمد حيث إنه يعد الكافر محرما فى النظر دون السفر، قال البهوتى :لا تسافر المسلمة مع أبيها الكافر؛ لأنه ليس محرما لها فى السفر نصا، وإن كان محرما فى النظر ، ومقتضاه إلحاق سائر القرابة المحرمية الكفار بالأب لوجود العلة.

واستدل الحنابلة بأن إثبات المحرمية يقتضى الخلوة بها، فيجب أن لا تثبت لكافر على مسلمة، كالحضانة للطفل، ولأنه لا يؤمن عليها أن يفتنها عن دينها كالطفل.

كما استدلوا بأن أبا سفيان أتى المدينة وهو مشرك فدخل على ابنته أم حبيبة رضى الله عنها فطوت فراش رسول الله صلى الله عليه وسلم .لئلا يجلس عليه ولم تحتجب منه، ولا أمرها بذلك النبى صلى الله عليه وسلم.

واستثنى الحنفية المجوسى من السفر مع محرمه، قال الموصلى :المحرم :كل من لا يحل له نكاحها على التأبيد لقرابة أو رضاع أو صهرية، والعبد والحر والمسلم والذمى سواء إلا المجوسى الذى يعتقد إباحة نكاحها، والفاسق لأنه لا يحصل به المقصود (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٦، ص ٢٠٤ و ٢٠٥، مادة "محرم")

[2] أما إن كان فى بيته زوجته، وليس معها غيرها، فإنه لا يجب عليه الاستئذان للدخول؛ لأنه يحل له أن ينظر إلى سائر جسدها، ولكن يندب له الإيذان بدخوله بنحو التنحنح، وطرق النعل، ونحو ذلك؛ لأنها ربما كانت على حالة لا تريد أن يراها زوجها عليها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣ص ١٤٥ ، مادة "استئذان")

www.idaraghufran.org

اور اگر کسی شخص کا گھر تو اپنا ہو، لیکن اس کے گھر میں اس کی بیوی کے علاوہ دوسری محرَم رشتہ دار عورتیں بھی رہتی ہوں، مثلاً والدہ، بہن، بیٹی وغیرہ، تو اجازت طلب کئے بغیر اندر داخل نہیں ہونا چاہئے، یا کم از کم کھنکار کر یا جوتوں کی آہٹ کر کے اندر والوں کو آگاہ کر دینا چاہئے، تاکہ اگر کوئی عریاں یا نامناسب حالت میں ہو، تو وہ محتاط ہو جائے۔ [۱]

مسئلہ نمبر 14...... حنفیہ کے نزدیک عورت اور مرد کے ایک دوسرے کے جسم کو صرف چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا، خواہ وہ مرد و عورت آپس میں محرم ہوں یا نامحرم۔

البتہ حنفیہ کے علاوہ بعض دیگر فقہائے کرام کے نزدیک مرد اور عورت کے، ایک دوسرے کے جسم کو صرف چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، اور بعض حضرات کے نزدیک شہوت کے ساتھ جسم کو چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، شہوت کے بغیر چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا، خواہ وہ مرد و عورت آپس میں محرم ہوں یا نامحرم ہوں۔ [۲]

مسئلہ نمبر 15...... جس عورت کو محرم میسر نہ ہو، اور وہ بیت اللہ سے مسافتِ سفر یا اس سے زیادہ کے فاصلہ پر ہو، تو حنفیہ وغیرہ کے نزدیک اس پر حج کرنا، فرض نہیں ہوتا۔ [۳]

---

[۱] وإن كان فى بيته أحد محارمه، كأمه أو أخته أو نحو ذلك، ممن لا يصلح له أن يراه عريانا، من رجل أو امرأة، فلا يحل له أن يدخل عليه بغير استئذان عند الحنفية والمالكية، ويكون الاستئذان عندهم فى هذه الحالة واجبا لا يجوز تركه، بل قال المالكية: من جحد وجوب الاستئذان يكفر، لأنه مما علم من الدين بالضرورة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳ص ۱۴۶، مادة "استئذان)

[۲] ذهب الحنفية والمالكية فى المشهور، وهو الأظهر عند الشافعية إلى أن لمس الرجل امرأة محرما لا ينقض الوضوء .

وكذلك الحكم عند الحنابلة إن كان لغير شهوة.

أما إن كان بشهوة فإنه ينقض الوضوء عند الحنابلة وفى قول للمالكية.

وفى قول عند الشافعية ينتقض الوضوء بلمس المحرم مطلقا (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۶، ص ۲۰۶، مادة "محرم")

[۳] اور ہمارے نزدیک راجح یہ ہے کہ محرَم کا ہونا حنفیہ کے نزدیک شرطِ وجوب ہے، جس کی تفصیل ہم نے "ماہِ ذیقعدہ اور حج کے فضائل واحکام" میں ذکر کر دی ہے۔ محمد رضوان۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 16......اگر کسی عورت پر حج فرض ہوجائے، اور وہ مکہ سے مسافتِ شرعی کے فاصلہ پر ہو، تو اس کو محرَم کے بغیر فرض حج کرنے کے لئے جانا جائز نہیں، اور نفل حج اور عمرہ کے سفر پر جانا بدرجہ اولیٰ جائز نہیں۔

البتہ شافعیہ کے نزدیک اگر دو یا زیادہ ثقہ عورتیں اور بعض کے نزدیک ایک ثقہ عورت بھی سفر میں ساتھ میسر ہو، تو وہ فرض حج میں محرم کی طرف سے کافی ہوجاتی ہے، اور مالکیہ کے نزدیک اگر مرد وعورتوں کا مشترک مامون قافلہ میسر ہو، اور عورت کی طرف سے بھی امن ہو، تو پھر فرض حج کے لئے عورت کو محرم کے بغیر سفر پر جانا جائز ہوتا ہے، کیونکہ مذکورہ صورتوں میں ''فتنہ'' سے امن حاصل ہوجاتا ہے۔

مگر مذکورہ حکم صرف فرض حج کے بارے میں ہے، نفل حج اِن حضرات کے نزدیک اس حکم سے خارج ہے۔

اور شافعیہ کے نزدیک عمرہ بھی فرض ہے، لہٰذا جس پر عمرہ فرض ہونے کی شرائط پائی جائیں، اس کو بھی شافعیہ کے نزدیک مندرجہ بالا تفصیل کے مطابق عورت کو محرم کے بغیر عمرہ پر جانا جائز ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اختلف الفقهاء فی وجوب حج الفريضة على المرأة إذا لم يكن لها زوج أو محرم أو رفقة مأمونة.
فذهب المالكية والشافعية إلى وجوب الحج عليها إذا وجدت زوجا أو محرما أو رفقة مأمونة.
وذهب الحنفية والحنابلة إلى أن الحج لا يجب على المرأة إلا إذا وجدت زوجا أو محرما، ولا يعتد بالرفقة المأمونة.
إلا أن للحنفية قولين فی حكم المحرم:
قول أنه شرط وجوب، وقول أنه شرط وجوب أداء.
كما اختلفوا فی وجوب نفقة المحرم عليها إذا امتنع عن مرافقتها بدونها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٦، ص ٢٠٧، مادة "محرم")

[1] يشترط أن يصحب المرأة فی سفر الحج زوجها أو محرم منها، إذا كانت المسافة بينها وبين مكة ثلاثة أيام، وهی مسيرة القصر فی السفر، وإلى هذا ذهب الحنفية والحنابلة.
واستدلوا بحديث ابن عمر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا تسافر المرأة ثلاثا إلا ومعها

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 17...... حج وعمرہ کے سفر کا حکم تو پہلے بیان کیا جاچکا، جہاں تک حج وعمرہ کے علاوہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ذو محرم.وتوسع الشافعية والمالكية فسوغوا الاستبدال بالمحرم:
ذهب الشافعية إلى أنها إن وجدت نسوة ثقات :اثنتين فأكثر تأمن معهن على نفسها كفى ذلك بدلا عن المحرم أو الزوج بالنسبة لوجوب حجة الإسلام على المرأة .وعندهم "الأصح أنه لا يشترط وجود محرم لإحداهن، لأن الأطماع تنقطع بجماعتهن .فإن وجدت امرأة واحدة ثقة فلا يجب عليها الحج، لكن يجوز لها أن تحج معها حجة الفريضة أو النذر، بل يجوز لها أن تخرج وحدها لأداء الفرض أو النذر إذا أمنت.
وزاد المالكية توسعا فقالوا :المرأة إذا لم تجد المحرم أو الزوج ولو بأجرة تسافر لحج الفرض أو النذر مع الرفقة المأمونة، بشرط أن تكون المرأة بنفسها هى مأمونة أيضا.والرفقة المأمونة جماعة مأمونة من النساء ، أو الرجال الصالحين .قال الدسوقى :وأكثر ما نقله أصحابنا اشتراط النساء " .أما حج النفل فلا يجوز للمرأة السفر له إلا مع الزوج أو المحرم فقط اتفاقا، ولا يجوز لها السفر بغيرهما، بل تأثم به (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٧، ص٣٥، و٣٦، الشروط الخاصة بالنساء)
أما المرأة فلا يجب عليها الحج ولا يجوز لها السفر إلا مع محرم أو زوج، لحديث لا تسافر المرأة إلا مع ذى محرم، ولا يدخل عليها إلا ومعها محرم.
وحديث لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر أن تسافر مسيرة يوم وليلة ليس معها حرمة.
وهذا محل اتفاق بين الفقهاء .
وعند الحنفية والحنابلة لا تخرج إلا مع محرم أو زوج، وعند الشافعية تخرج مع محرم أو زوج أو جماعة من النساء .
وقال المالكية :إذا لم تجد المرأة محرما ولا زوجا تخرج معه، أو امتنعا من الخروج معها جاز أن تخرج للسفر الواجب مع رفقة مأمونة، وقالوا :والرفقة المأمونة رجال صالحون، أو نساء صالحات، وأولى إن اجتمعا .وقال صاحب مواهب الجليل :قال مالك :إذا أرادت المرأة الحج وليس لها ولى فلتخرج مع من تثق به من الرجال والنساء ، فإن كان ولى فأبى أن يحج معها فلا أرى بأسا أن تخرج مع من ذكرت لك .وقال أيضا :وتخرج المرأة مع المرأة الواحدة ."
أما سفر التطوع والمباح فلا يجوز لها الخروج فيه إلا مع محرم أو زوج .وقيد الباجى من المالكية المنع بالعدد القليل من الرفقة .أما القوافل العظيمة فهى كالبلاد فيجوز فيها سفرها، دون نساء أو محارم (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٢، ص ٢٩٩ و ٣٠٠، مادة "رفقة")
فيه منع الخلوة بالأجنبية وهو إجماع لكن اختلفوا هل يقوم غير المحرم مقامه فى هذا كالنسوة الثقات والصحيح الجواز لضعف التهمة به وقال القفال لا بد من المحرم وكذا فى النسوة الثقات فى سفر الحج لا بد من أن يكون مع إحداهن محرم ويؤيده نص الشافعى أنه لا يجوز للرجل أن يصلى بنساء مفردات إلا أن تكون إحداهن محرما له(فتح البارى شرح صحيح البخارى، ج٤،ص٧٧،قوله باب حج النساء)

کسی اور سفر کا تعلق ہے، تو عورت کو محرم کے بغیر اتنی مسافت کا سفر کرنا اکثر فقہائے کرام کے نزدیک جائز نہیں، جس میں قصر کرنے کا حکم ہو جاتا ہے۔ [1]

البتہ مالکیہ کے نزدیک فرض حج کے علاوہ جو سفر عورت پر واجب ہو، وہ معتبر اور ذمہ دار عورتوں کے قافلہ کے ساتھ کرنا جائز ہے۔

اور بعض مالکیہ کے نزدیک جو سفر بڑے قافلوں اور آباد علاقوں میں کیا جائے، جہاں نہ تو نامحرموں کے سامنے بے پردگی کی خرابی اور نہ ہی عورت کی نامحرموں سے خلوت لازم آتی ہو، اور نامحرم لوگوں اور خود عورت کی طرف سے بھی فتنہ لازم نہ آتا ہو، وہاں عورت کو بغیر محرم کے غیر واجب یعنی مندوب اور مباح سفر کرنا بھی جائز ہے۔ [2]

---

[1] اور بہت سے فقہائے کرام کے نزدیک اس کی مقدار اڑتالیس میل یا اس سے زیادہ ہے۔

أ -سفر المرأة لغير الفرض بدون محرم

ذهب الفقهاء إلى أنه ليس للمرأة أن تسافر لغير الفرض كحج التطوع والزيارة والتجارة والسياحة وطلب العلم، ونحو هذا من الأسفار التى ليست واجبة إلا مع زوج أو محرم.

قال النووى :اتفق العلماء على أنه ليس لها أن تخرج فى غير الحج والعمرة إلا مع ذى محرم، إلا الهجرة من دار الحرب، فاتفقوا على أن عليها أن تهاجر منها إلى دار الإسلام وإن لم يكن معها محرم، والفرق بينهما أن إقامتها فى دار الكفر حرام إذا لم تستطع إظهار الدين وتخشى على دينها ونفسها، وليس كذلك التأخر عن الحج فإنهم اختلفوا فى الحج هل هو على الفور أم على التراخى (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٦، ص ٢٠٦، مادة "محرم")

[2] کسی سخت ضرورت کے وقت اس قول پر عمل کر لینے کی بھی بعض اہلِ علم حضرات نے گنجائش دی ہے۔

وألحق المالكية بالحج سفرها الواجب، فيجوز لها أن تسافر مع الرفقة المأمونة من النساء الثقات فى كل سفر يجب عليها.

قال الباجى :ولعل هذا الذى ذكره بعض أصحابنا إنما هو فى الانفراد والعدد اليسير، فأما فى القوافل العظيمة والطرق المشتركة العامرة المأمونة فإنها عندى مثل البلاد التى يكون فيها الأسواق والتجار فإن الأمن يحصل لها دون ذى محرم ولا امرأة، وقد روى هذا عن الأوزاعى .قال الحطاب: وذكره الزناتى فى شرح الرسالة على أنه المذهب فيقيد به كلام غيره .أما سفرها فى التطوع فلا يجوز إلا مع زوج أو محرم (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٥، ص ٣٧، مادة "سفر")

(الخامس) حكم سفرها الواجب جميعه حكم سفرها لحج الفريضة فى الخروج مع الرفقة المأمونة قاله القاضى عبد الوهاب وغيره وتقدم فى كلام ابن رشد والتلمسانى عن الأبهرى إشارة إلى ذلك وذلك كسفرها لحجة النذر والقضاء وكل سفر يجب عليها وفى قول المصنف بفرض إشارة إلى

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ہمارا رسالہ "محرَم کے بغیر سفر کا حکم")

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ذلک فعبارته أحسن من قول صاحب الرسالة إلا فی حج الفريضة خاصة.
(السادس)فهم من قول المصنف بفرض أن سفرها فی التطوع لا يجوز إلا بزوج أو محرم وهو كذلک فيما كان علی مسافة يوم وليلة فأكثر وسواء كانت شابة أو متجالة وقيد ذلک الباجی بالعدد القليل ونصه :هذا عندی فی الانفراد والعدد اليسير فأما فی القوافل العظيمة فهی عندی كالبلاد يصح فيها سفرها دون نساء وذوی محارم انتهی، ونقله عنه فی الإكمال وقبله ولم يذكر خلافه وذكره الزناتی فی شرح الرسالة علی أنه المذهب فيقيد به كلام المصنف وغيره ونص كلام الزناتی إذا كانت فی رفقة مأمونة ذات عدد وعدد أو جيش مأمون من الغلبة والمحلة العظيمة فلا خلاف فی جواز سفرها من غير ذی محرم فی جميع الأسفار الواجب منها والمندوب والمباح من قول مالک وغيره إذ لا فرق بين ما تقدم ذكره وبين البلد هكذا ذكره القابسی انتهی(منهج الجليل فی شرح مختصر خليل ج٢ص ٥٢٤، باب الحج)
وعن الأوزاعی أن القوافل العظيمة والطرق العامرة، مثل البلاد فيها الأسواق والتجار يحصل الأمن لها دون محرم أو امرأة(التوضيح لشرح الجامع الصحيح،لابن الملقن،ج١٢،ص٤٨٤،باب حج النساء)
(مسألة) ولعل هذا الذی ذكره بعض أصحابنا إنما هو فی حال الانفراد والعدد اليسير فأما القوافل العظيمة والطرق المشتركة العامرة المأمونة فإنها عندی مثل البلاد التی يكون فيها الأسواق والتجار فإن الأمن يحصل لها دون ذی محرم ولا امرأة وقد روی هذا عن الأوزاعی(المنتقی شرح الموطإ،لابی الوليد سليمان التجيبی القرطبی الباجی الأندلسی ،ج٣،ص ٨٢،حج المرأة بغير ذی محرم)
ويمكن أن يقال :إن المنع فی هذه الأحاديث إنما خرج لما يؤدی إليه من الخلوة ، وانكشاف عوراتهن غالبا ، فإذا أمن ذلک بحيث يكون فی الرفقة نساء تنحاش إليهن جاز ، كما قاله الشافعی ، ومالک .وأما مع الرجال المأمونين ففيه إشكال ؛ لأنه مظنة الخلوة ، وكشف العورة .وقد أقام الشرع المظنة مقام العفة فی غير ما موضع .والله تعالی أعلم (المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم، لابی العبَّاس أحمَدُ بنُ الشيخ الأنصاریُّ القرطبیُّ،ج١١،ص٦،ومن باب ما جاء أن المحرم من الاستطاعة)
قال القرطبی :يمكن أن المنع إنما خرج لما يؤدی إليه من الخلوة، وانكشاف عوراتهن غالبا، فإذا أمن ذلک بحيث يكون فی الرفقة نساء تنحاش إليهن كما قال مالک والشافعی، قال الباجی : وهذا عندی فی الانفراد والعدد اليسير، فأما فی القوافل العظيمة، فهی كالبلاد يصح فيها سفرها دون نساء ، ودون محرم، انتهی(شرح الزرقانی علی موطأ الإمام مالک،ج٤،ص٦٢٣،فی الوحدة فی السفر للرجال والنساء)
واختار الشيخ تقی الدين :تحج كل امرأة آمنة مع عدم المحرم، وقال :هذا متوجه فی كل سفر طاعة(المبدع فی شرح المقنع،لإبن مفلح،ج٣،ص١٢١، كتاب المناسک)

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 18...... اس بارے میں فقہائے کرام کا کوئی اختلاف نہیں کہ مسلمان اولاد کو اپنے غیر مسلم والدین کے ساتھ بھی صلہ رحمی کا حکم ہے، اور اکثر فقہائے کرام کے نزدیک والدین کے علاوہ دوسرے غیر مسلم رشتہ داروں کو صلہ رحمی کا حکم شامل نہیں۔

البتہ بعض حضرات والدین کے علاوہ دیگر غیر مسلم خاص طور پر قریبی رشتہ داروں کے ساتھ بھی صلہ رحمی کے قائل ہیں، اور غیر مسلم رشتہ داروں کے نان نفقہ واجب ہونے نہ ہونے کا حکم آگے آتا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 19...... والدین پر مستحق اولاد کا نان ونفقہ واجب ہے، اور اسی طریقہ سے اولاد پر اپنے ضرورت مند والدین کا نان ونفقہ بھی واجب ہے۔

اور اسی طریقہ سے ضرورت مند دادا اور دادی کا نان ونفقہ بھی واجب ہے، اور بعض شرائط کے ساتھ دوسرے ضرورت مند رشتہ داروں کا نفقہ بھی، صاحبِ حیثیت رشتہ داروں پر واجب ہے۔ [2]

---

[1] لا خلاف فی أن صلة الابن المسلم لأبويه الكافرين مطلوبة . أما ما وراء ذلک من الأقارب الكفار فلا تطلب صلتهم من المسلم؛ لقول الله سبحانه :(لا تجد قوما يؤمنون بالله واليوم الآخر يوادون من حاد الله ورسوله) . ودليل استثناء الأبوين قوله تعالى :(وإن جاهداک على أن تشرک بی ما ليس لک به علم فلا تطعهما وصاحبهما فی الدنيا معروفا) ذهب إلى هذا الحنفية والمالكية والشافعية والحنابلة) ، لكن نقل السمرقندی عن سحنون بن مهمدان التسوية بين المسلم والكافر فی الصلة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣، ص ٨٤، مادة ''أرحام'')

[2] اور اگر کسی کے والدین نہ ہوں، یا وہ بھی مستحق ہوں، اور دادا صاحبِ حیثیت ہو، تو اس پر پوتے پوتی کا بھی نان نفقہ واجب ہوگا۔

تجب نفقة الوالدين على الأولاد، ونفقة الأولاد على الوالدين باتفاق.

وكذلک تجب للأجداد والجدات والأحفاد عند الحنفية والشافعية والحنابلة، وقصرها المالكية على الوالد والولد فقط؛ لأن الجد ليس بأب حقيقی وكذلک ولد الولد .أما بقية الأرحام غير الأصول والفروع، فلا تجب لهم نفقة ولا تلزمهم إلا عند الحنفية والحنابلة، غير أن الحنفية أوجبوها لذی الرحم المحرم دون غيره، وتوسع الحنابلة فی ذلک فأوجبوها لكل وارث، وفی غير الوارث روايتان، هذا إن كانوا من غير ذوی الأرحام الذين لا يرثون بفرض ولا تعصيب، فإن كان منهم فلا تجب له نفقة، ولا تلزمه إلا عند أبی الخطاب من الحنابلة عند عدم العصبة وأصحاب الفروض (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٣ص ٨٩، مادة ''أرحام'')

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 20...... رشتہ داروں کا نان ونفقہ واجب ہونے کے بارے میں فقہائے کرام کے اقوال کی روشنی میں یہ تفصیل ہے کہ حنفیہ کے نزدیک ایسے ضرورت مند رشتہ دار کا نان ونفقہ واجب ہوا کرتا ہے کہ جو رشتہ دار ذی رحم محرَم ہو، اور ذی رحم محرَم رشتہ دار کی تفصیل پہلے ذکر کردی گئی ہے۔

جبکہ مالکیہ کے نزدیک رشتہ داروں میں صرف والدین یا اولاد پر ہی نان ونفقہ واجب ہوتا ہے، کسی اور رشتہ دار پر واجب نہیں ہوتا۔

اور شافعیہ کے نزدیک نان ونفقہ واجب ہونے کے رشتہ کا دارومدار اُصول یا فروع ہونے کی رشتہ داری پر ہے۔

اور حنابلہ کے نزدیک نان ونفقہ واجب ہونے کے لئے صرف وارث ہونے کی شرط کا پایا جانا کافی ہے، خواہ وہ وارث ہونے کی نسبت ذوالفروض کے طور پر حاصل ہو، یا اصول وفروع اور حواشی میں سے کسی کے عصبہ ہونے کے طور پر حاصل ہو، یا ذوی الارحام کے طور پر حاصل ہو۔ [1]

---

[1] القرابة الموجبة للنفقة:

للمذاهب آراء أربعة تتفاوت فيما بينها ضيقا واتساعا فى تحديد مدى القرابة الموجبة للنفقة، فأضيقها مذهب المالكية، ثم الشافعية، ثم الحنفية، ثم الحنابلة .

أـ مذهب المالكية :أن النفقة الواجبة هى للأبوين والأبناء مباشرة فحسب دون غيرهم، فتجب النفقة للأب والأم، وللولد ذكرا أو أنثى، ولا تجب للجد والجدة، ولا لولد الولد، لقوله تعالى : (وبالوالدين إحسانا)

وقوله سبحانه :(وصاحبهما فى الدنيا معروفا)وقوله صلى الله عليه وسلم لمن جاء يشكو أباه الذى يريد أن يجتاح ماله :أنت ومالك لوالدك، إن أطيب ما أكلتم من كسبكم، وإن أولادكم من كسبكم، فكلوه هنيئا .

ودليل وجوب نفقة الولد مادام صغيرا لم يبلغ على أبيه :قوله تعالى :(وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف)وقوله سبحانه :(فإن أرضعن لكم فآتوهن أجورهن)وقوله صلى الله عليه وسلم لهند زوجة أبى سفيان :خذى ما يكفيك وولدك بالمعروف .فالنفقة واجبة للوالد والولد فقط.

ب ـ مذهب الشافعية :أن القرابة التى تستحق بها النفقة قرابة الوالدين وإن علوا، وقرابة الأولاد

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 21...... رشتہ دار کا نان ونفقہ واجب ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ رشتہ دار غریب اور ضرورت مند ہو۔

پھر حنفیہ کے نزدیک ایسا ضرورت منداور غریب ہونا ضروری ہے کہ اس پر زکاۃ واجب نہ ہو،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وإن سفلوا، للآيات والأحاديث السابقة؛ لأن اسم الوالدين يقع على الأجداد والجدات مع الآباء، لقوله تعالى :(ملة أبيكم إبراهيم)فسمى الله تعالى إبراهيم أبا وهو جد، ولأن الجد كالأب، والجدة كالأم فى أحكام الولادة من رد الشهادة وإيجاب النفقة وغيرهما .واسم الولد يقع على ولد الولد، لقوله عز وجل :(يا بنى آدم)

ولا تجب نفقة من عدا الوالدين والمولودين من الأقارب كالإخوة والأعمام وغيرهما؛ لأن الشرع ورد بإيجاب نفقة الوالدين والمولودين، وأما من سواهم فلا يلحق بهم فى الولادة وأحكام الولادة، فلم يلحق بهم فى وجوب النفقة .فالنفقة واجبة للأصول والفروع فقط.

جـ ـ مذهب الحنفية :تجب النفقة للقرابة المحرمة للزواج، أى لكل ذى رحم محرم، ولا تجب لقريب غير محرم من الإنسان، لقوله تعالى :(واعبدوا الله، ولا تشركوا به شيئا، وبالوالدين إحسانا، وبذى القربى)وقوله تعالى :(وآت ذا القربى حقه)وما روى عن بهز بن حكيم عن أبيه عن جده، قال: قلت :يا رسول الله، من أبر؟ قال :أمك، قال :قلت :ثم من؟ قال :أمك، قال :قلت :يا رسول الله، ثم من؟ قال :أمك، قال :قلت :ثم من؟ قال :أباك، ثم الأقرب فالأقرب العبارة الأخيرة دليل على وجوب نفقة الأقارب على الأقارب، سواء أكانوا وارثين أم لا.

لكن قيد الحنفية القرابة بالمحرمية فى قوله تعالى :(وعلى الوارث مثل ذلك)عملا بما جاء فى قراء ة ابن مسعود :(وعلى الوارث ذى الرحم المحرم مثل ذلك) ولأن صلة القرابة القريبة واجبة دون البعيدة .فالنفقة واجبة للأصول والفروع والحواشى ذوى الأرحام.

د ـ مذهب الحنابلة :تجب النفقة لكل قريب وارث بالفرض أو التعصيب من الأصول والفروع والحواشى كالإخوة والأعمام وأبنائهم، وكذا من ذوى الأرحام إذا كانوا من عمود النسب كأب الأم .وابن البنت، سواء أكانوا وارثين أم محجوبين .أما من كان من غير عمود النسب كالخالة والعمة، فلا نفقة له على قريبه؛ لأن قرابتهم ضعيفة، وإنما يأخذون المال عند عدم الوارث كسائر المسلمين.

فهم لم يشترطوا المحرمية كما اشترطها الحنفية، فيستحق ابن العم النفقة على ابن عمه؛ لأنه وارث، ولا يستحقها عند الحنفية؛ لأنه غير محرم.

ودليلهم قوله تعالى :(وعلى الوارث مثل ذلك)ولأن بين المتوارثين قرابة تقتضى كون الوارث أحق بمال المورث من سائر الناس، فينبغى أن يختص بوجوب صلته بالنفقة دونهم، فإن لم يكن وارثا لعدم القرابة، لم تجب عليه النفقة لذلك.

يظهر من هذه المذاهب أن الفقهاء أجمعوا على وجوب النفقة للآباء والأمهات والأولاد والزوجات

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بلکہ زکاۃ لینا اس کے لئے حلال ہو۔

اور حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک ایسا غریب ہونا ضروری ہے کہ جس کی ملکیت میں مال نہ ہو، اور وہ کمانے کی قدرت نہ رکھتا ہو، خواہ عورت ہونے کی وجہ سے یا نابالغ ہونے کی وجہ سے یا بڑھاپے کی وجہ سے، یا مجنون و پاگل ہونے کی وجہ سے یا اپاہج ومعذور ہونے کی وجہ سے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فی حالة العجز والإعسار، وكان المنفق موسرا .فإن كان الأب معسرا والأم موسرة، تؤمر بالإنفاق، وتكون النفقة دينا على الأب .

وقال ابن حزم الظاهری:إن عجز الزوج عن نفقة نفسه، وامرأته غنية، كلفت النفقة عليه، ولا ترجع عليه بشیء مما أنفقته إن أيسر، لقوله تعالى :(وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف، لا تكلف نفس إلا وسعها، لا تضار والدة بولدها، ولا مولود له بولده، وعلى الوارث مثل ذلک)قال علی رضی الله عنه :الزوجة وارثة، فعليها نفقته بنص القرآن(الفقه الاسلامی وادلتہٗ للزحیلی، ج۱۰ ص ۷۳۴۹ الیٰ ۷۳۵۲، القسم السادس، الباب الثالث ،الفصل الخامس)

ثالثا۔أن يكون المنفق قريبا للمنفق عليه ذا رحم محرم منه، مستحقا للإرث منه فی مذهب الحنفية .

أما فی رأی الحنابلة فيشترط أن يكون المنفق وارثا لقوله تعالى :(وعلى الوارث مثل ذلک)

وأما عند المالكية فأن يكون أبا أو ابنا، وعند الشافعية أن يكون من الأصول أو الفروع، كما أبنت فی بحث المبدأ الثالث .وينفق الأب على ولده مادام يتعلم، ولو بعد البلوغ (الفقه الاسلامی وادلتہٗ للزحیلی، ج۱۰ ص ۷۳۵۴، القسم السادس، الباب الثالث ،الفصل الخامس)

[1] أن يكون القريب فقيرا لا مال له ولا قدرة له على الكسب لعدم البلوغ أو الكبر أو الجنون أو الزمانة المرضية، ويستثنى الأبوان فتجب لهما النفقة ولو مع القدرة على الكسب بالصحة والقوة .

فإن كان القريب موسرا بمال أو كسب يستغنی به غير الوالدين، فلا نفقة له؛ لأنها تجب على سبيل المواساة، والموسر مستغن عن المواساة .والراجح عند المالكية أن النفقة للوالدين على الولد لا تجب إذا قدر على الكسب وتركاه(الفقه الاسلامی وادلتہٗ للزحیلی، ج۱۰ ص ۷۳۵۳،۷۳۵۴، القسم السادس، الباب الثالث ،الفصل الخامس)

وأما حد الإعسار أوا لمعسر الذی يستحق النفقة، ففيه رأيان .

الأول۔هو الذی يحل له أخذ الصدقة ولاتجب عليه الزكاة.

والثانی۔إنه هو المحتاج .والمعسر فی عبارة غير الحنفية :هو الفقير الذی لا مال له، والرأيان متقاربان.

واختلف الحنفية فيمن يملک منزلا أو له خادم، هل يستحق النفقة على قريبه الموسر على روايتين: الأولى۔إنه لا يستحق النفقة على قريبه الموسر، لأن النفقة لاتجب لغير المحتاج، ومثل

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

البتہ والدین اگر مستحق ہوں، خواہ وہ کمانے پر قادر ہوں، تو ان کا نان ونفقہ اولاد پر واجب ہے۔

اور اگر کوئی طالبِ علم ہو، خواہ وہ کمانے پر قادر ہو، تو اس کا نان ونفقہ بھی واجب ہے۔

اسی طرح شوہر پر اپنی مالدار بیوی کا نان ونفقہ بھی واجب ہوا کرتا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

هؤلاء غير محتاجين؛ لأنه يمكنه بيع بعض المنزل أو كله، ويكترى منزلا، فيسكن بالكراء ، أو يبيع الخادم إذا كان رقيقا كما كان فى الماضى.

والثانية ـ إنه يستحق؛ لأن بيع المنزل لا يقع إلا نادرا، ولا يمكن لكل أحد السكنى بالكراء أو بالمنزل المشترك .قال الكاسانى :وهذا هو الصواب (الفقه الاسلامى وادلتهٔ للزحيلى، ج١٠، ص٧٣٥٧، القسم السادس، الباب الثالث ،الفصل الخامس)

[1] اتفق الفقهاء على وجوب النفقة لقريب فقير عاجز عن الكسب، والعجز عن الكسب :ألا يستطيع الإنسان اكتساب معيشته بالوسائل المشروعة المعتادة اللائقة به، وله صفات هى:

أن يكون أنثى مطلقا أو مريضا زمنا ، أو صغيرا، أو مجنونا أو معتوها، أو مصابا بآفة تحول دون العمل كالعمى والشلل، أو عاطلا عن العمل فلا يجد عملا بسبب انتشار البطالة.

فإن كان قادرا على الكسب، فلا نفقة له بالاتفاق؛ لأن القدرة على الكسب غنى، لكن باستثناء الأبوين، فتجب لهما النفقة فى رأى الحنفية والشافعية مع القدرة على الكسب؛ لأن الفرع مأمور بمعاشرة أصله بالمعروف، وليس منها تكليفه الكسب مع كبر السن، كما يجب له الإعفاف (تزويج الأب) ويمتنع القصاص منه .والراجح لدى المالكية والحنابلة أن النفقة لا تجب على الولد لوالديه إذا قدرا على الكسب وتركاه.

ويجب فى رأى الجمهور على الزوج لزوجته، وعلى الإنسان لقريبه التكسب ليؤدى النفقة الواجبة عليه؛ لأن القدرة على الكسب كالقدرة على المال، إذا وجد عملا مباحا يليق به، ولخبر :كفى بالمرء إثما أن يضيع من يقوت ، وينبنى عليه أنه يحرم عليه الزكاة إذا كان قادرا على الكسب، ولأنه يلزمه إحياء نفسه بالكسب، فكذا يلزمه إحياء بعضه وهو القريب.

وقال المالكية :لا يجب على الولد المعسر تكسب لينفق على والديه، ولو قدر على التكسب. ويجبر الوالدان على الكسب إذا قدرا عليه، على الأرجح.

واستثنى الحنفية والشافعية أيضا :طلبة العلم الذين لايتفرغون للكسب، فتجب نفقتهم ولو مع القدرة على الكسب؛ لأن طلب العلم فريضة كفائية، والتفرغ له شرط، فلو ألزم طلبة العلم بالاكتساب لتعطلت مصالح الأمة .واستثنى الحنفية الأخرق :وهو الذى لا يحسن الكسب، وهو فى الحقيقة ملحق بالعاجز عن العمل.

واستثنى الحنفية كذلك أبناء الكرام الذين يلحقهم العار بالتكسب، أو لا يستأجرهم الناس عادة،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 22...... قریبی رشتہ دار کا نان ونفقہ واجب ہونے کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ جس پر نان ونفقہ واجب کیا جائے، وہ مال دار ہو، اور حنفیہ کے نزدیک اتنا مالدار ہونا کافی ہے کہ جس کی وجہ سے اس کو زکاۃ لینا جائز نہ ہو، یا اس پر زکاۃ فرض ہو۔

اور حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک اگر اپنی اور اپنے اہل وعیال کی ایک دن و رات کی ضروریات سے زائد کا مالک ہو، تو اس پر ضرورت مند رشتہ دار کا نان ونفقہ واجب ہے۔

البتہ نابالغ اولاد اور بالغ لڑکیوں کا نان ونفقہ والد پر واجب ہے، اگرچہ والد تنگدست ہی ہو، اسی طرح تنگدست شوہر پر اپنی بیوی کا نان ونفقہ بھی واجب ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فهم عاجزون، فتجب نفقتهم ولو مع القدرة على الكسب.

والخلاصة :أن النفقة لا تجب لذى مال إلا للزوجة، ولا للقادر على الكسب الذى يكفيه ما عدا الأب.

لا تجب النفقة على الغير إلا بسب الحاجة، فمن كان ذا مال فنفقته فى ماله، سواء أكان صغيرا أم كبيرا، إلا الزوجة فإن نفقتها تجب على الزوج ولو كانت موسرة؛ لأن نفقتها لم تجب للحاجة، وإنما بسبب احتباسها لحق الزوج (الفقه الاسلامى وادلتهٔ للزحيلى،ج ۱۰، ص۷۳۵۷الى ۷۳۵۹، القسم السادس، الباب الثالث ،الفصل الخامس)

[1] تجب النفقة على الموسر لقريبه، واليسار عند الحنفية على الأرجح المفتى به هو يسار الفطرة :وهو أن يملك ما يحرم عليه به أخذ الزكاة وهو نصاب ولو غير نام، فاضل عن حوائجه الأصلية .ونصاب الزكاة هو عشرون مثقالا أو دينارا من الذهب، أو مئتا درهم من الفضة .فمن وجبت عليه الزكاة بملك نصابها وجب عليه الإنفاق على قريبه بشرط أن يكون المال فاضلا عن نفقته ونفقة عائلته وحوائجه الضرورية.

وأطلق الجمهور غير الحنفية القول بأنه يجب الإنفاق على القريب بفاضل عن قوته وقوت عياله فى يومه وليلته التى تليه، سواء فضل ذلک بکسب أم لا .وهذا هو قول محمد بن الحسن واختاره الكمال بن الهمام وغيره من الحنفية، وهو الأولى مراعاة لدخل الموظفين والحرفيين، فمن اكتسب شيئا فى يومه، وأنفق منه ما يحتاجه فى يومه، وزاد عنه شىء ، وجب أن يدفعه للقريب المعسر (الفقه الاسلامى وادلتهٔ للزحيلى، ج۱۰ ،ص۷۳۵۶، القسم السادس، الباب الثالث ،الفصل الخامس)

أن يكون الملزم بالنفقة موسرا مالكا نفقة فاضلة عن نفسه إما من ماله وإما من كسبه، فيلزم القادر على التكسب أن يعمل للإنفاق على قريبه الفقير .ويستثنى الأب، فنفقة أولاده واجبة عليه ولو

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 23...... زوجین، والدین اور دیگر ضرورت مند رشتہ داروں کا نان ونفقہ بقدرِ کفایت وضرورت واجب ہوا کرتا ہے، جس میں کھانے پینے، پہننے اور رہنے کی ضروریات حسبِ عادت وعرف داخل ہیں۔ ؎1

مسئلہ نمبر 24...... میاں بیوی کا دین ومذہب اگر مختلف ہو، مثلاً شوہر مسلم اور بیوی اہلِ کتاب یعنی یہودی یا عیسائی ہو، تو بھی شوہر پر بیوی کا نان نفقہ واجب ہوا کرتا ہے۔ ؎2

جہاں تک اصولی اور فروعی رشتہ داروں (مثلاً والدین، والدین کے والدین اوپر تک، اور اولاد اور اولاد کی اولاد نیچے تک) کے دین ومذہب کے مختلف ہونے کی صورت میں، نان نفقہ واجب ہونے کا تعلق ہے، تو اکثر فقہائے کرام (یعنی حنفیہ، مالکیہ اور شافعیہ) کے نزدیک ان کا نان نفقہ واجب ہوا کرتا ہے۔

البتہ مذکورہ صورت میں مالکیہ کے نزدیک اصول اور فروع کا نان نفقہ والدین اور اولاد تک

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

كان معسرا .وكذلك الزوج، فنفقة زوجته واجبة عليه ولو كان معسرا .وقال المالكية :لا يجب على الولد المعسر تكسب لينفق على والديه ولو قدر على التكسب.

ودليل اشتراط هذا الشرط حديث :ابدأ بنفسك ثم بمن تعول وحديث جابر المتقدم :إذا كان أحدكم فقيرا فليبدأ بنفسه، فإن فضل فعلى عياله، فإن كان فضل فعلى قرابته وحديث أبي هريرة عند أبي داود وغيره :أن رجلا جاء إلى النبي صلى الله عليه وسلم، فقال :يا رسول الله، عندي دينار؟ قال :تصدق به على نفسك، قال :عندي دينار آخر؟ قال :تصدق به على زوجتك، قال :عندي دينار آخر؟ قال :تصدق به على ولدك، قال :عندي دينار آخر؟ قال: تصدق به على خادمك، قال :عندي دينار آخر؟ قال :أنت أبصر به (الفقه الاسلامي وادلتهٔ للزحيلي، ج١٠ ص٧٣٥٤، القسم السادس، الباب الثالث ،الفصل الخامس)

؎1 اتفق الفقهاء على أن نفقة الأقارب والزوجات تجب بقدر الكفاية من الخبز والأدم والكسوة والسكن على حسب حال المنفق وبقدر العادة أو عوائد البلاد؛ لأنها وجبت للحاجة، والحاجة تندفع بالكفاية، كنفقة الزوجة، وقد قال النبي صلى الله عليه وسلم لهند :خذي ما يكفيك وولدك بالمعروف فقدر نفقتها ونفقة ولدها بالكفاية .فإن احتاج القريب أو الزوجة إلى خادم فعلى المنفق إخدامه؛ لأنه من تمام كفايته (الفقه الاسلامي وادلتهٔ للزحيلي، ج١٠ ص٧٣٥٢، ٧٣٥٣، القسم السادس، الباب الثالث ،الفصل الخامس)

؎2 لا يمنع اختلاف الدين وجوب نفقة الزوجية اتفاقا، وكذلك نفقة المماليك (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢ ص١١٣، مادة "اختلاف")

www.idaraghufran.org

محدود ہوتا ہے، اس سے اوپر اور نیچے کے اصول وفروع کا نان نفقہ واجب نہیں ہوتا۔

اور حنابلہ کے نزدیک دین ومذہب مختلف ہونے کی صورت میں مندرجہ بالا رشتہ داروں کا نان نفقہ واجب نہیں ہوتا۔ ؎۱

اور مذکورہ رشتہ داروں کے علاوہ دوسرے رشتہ داروں کا نان نفقہ، دین ومذہب مختلف ہونے کی صورت میں واجب نہیں ہوا کرتا۔ ؎۲

مسئلہ نمبر 25...... اکثر فقہائے کرام یعنی حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک زکاۃ کا مال جس علاقہ یا جس جگہ میں ہو، عام حالات میں اس مال کی زکاۃ اس علاقہ یا اس جگہ میں رہنے والے فقراء ومستحقین کو ہی دینی چاہئے، اگرچہ اس مال کا مالک کسی اور علاقہ وجگہ میں کیوں نہ رہتا ہو، یعنی اس سلسلہ میں اعتبار زکاۃ کے مال والے علاقہ وجگہ کا ہوتا ہے، اس مال کے مالک کے علاقہ وجگہ کا اعتبار نہیں ہوتا۔ ؎۳

؎۱ أما عمودا النسب، وهما الأصول والفروع ففيهما اتجاهان:
الأول :تجب النفقة لهم سواء اتفق الدين أم اختلف وهذا مذهب جمهور العلماء :الحنفية والمالكية والشافعية، وهو رواية مرجوحة عند الحنابلة، إلا أن المالكية يقصرون نفقة الأصول والفروع على الوالدين والولد، ولا يوجبونها للأجداد والجدات وولد البنين .واستثنى ابن الهمام الحربيين منهم فلا تجب نفقتهم على المسلم وإن كانوا مستأمنين؛ لأنا نهينا عن البر فى حق من يقاتلنا فى الدين.
ودليل هذا الاتجاه أن هذا القريب يعتق على قريبه فيجب عليه نفقته، وأن وجوب النفقة هنا بحق الجزئية والبعضية بين الوالد والولد، ولا يختلف ذلک باختلاف الدين، وجزء المرء فى معنى نفسه.
والاتجاه الثانى :لا تجب نفقتهم مع اختلاف الدين .وهو مذهب الحنابلة .ودليله أنها مواساة تجب على سبيل البر والصلة، فلم تجب مع اختلاف الدين كنفقة غير عمودى النسب؛ ولأنهما غير متوارثين، فلم يجب لأحدهما نفقة على الآخر(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲ص ۳۱۱، مادة "اختلاف")

؎۲ أما النفقة على الأقارب فيمنعها اختلاف الدين .فلا يجب على الشخص نفقة قريبه إن لم يكن دينهما واحدا .ولم يختلف فى هذا فى غير عمودى النسب(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲ص ۳۱۱، مادة "اختلاف")

؎۳ برخلاف صدقۂ فطر کے کہ اس میں متعدد فقہائے کرام کے نزدیک اعتبار اس شخص کے علاقہ وجگہ کا ہوتا ہے، جس پر صدقۂ فطر واجب ہے۔

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

البتہ اگر کسی ضرورت کی وجہ سے دوسرے علاقہ یا دوسری جگہ کے لوگوں کو زکاۃ دے، مثلاً جن کو زکاۃ دے، وہ لوگ اس کے غریب و مستحق رشتہ دار ہوں، تو بلا کراہت جائز ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 26...... اگر ذی رحم محرَم رشتہ دار کو کوئی چیز ہبہ کی، اور اس کو قبضہ بھی دے دیا، تو حنفیہ کے نزدیک اجنبی لوگوں کی طرح اس ہبہ سے رجوع کرنا جائز نہیں، خواہ وہ اولاد ہو، یا والدین یا کوئی اور ذی رحم محرَم رشتہ دار ہو۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

القاعدة العامة أن تفرَّق صدقة كل قوم فيهم، لحديث معاذ المتقدم :خذها من أغنيائهم وردها فى فقرائهم، والمعتبر عند الحنفية والشافعية والحنابلة فى زكاة المال :المكان الذى فيه المال، والمعتبر فى صدقة الفطر :المكان الذى فيه المتصدق اعتباراً بسبب الوجوب فيهما(الفقه الاسلامى وادلتهٔ للزحيلى، ج٣ص ١٩٧٦، الباب الرابع، الفصل الاول ،المبحث السابع)

[1] إذا فاضت الزكاة فى بلد عن حاجة أهلها جاز نقلها اتفاقا، بل يجب، وأما مع الحاجة فيرى الحنفية أنه يكره تنزيها نقل الزكاة من بلد إلى بلد، وإنما تفرق صدقة كل أهل بلد فيهم، لقول النبى صلى الله عليه وسلم :تؤخذ من أغنيائهم فترد على فقرائهم.ولأن فيه رعاية حق الجوار، والمعتبر بلد المال، لا بلد المزكى (الموسوعة الفقهية الكويتية،ج٢٣،ص ٣٣١، ٣٣٢،مادة "زكاة")

[2] اور شافعیہ وغیرہ کے نزدیک فروع کو کئے گئے ہبہ میں رجوع جائز ہے۔

لو وهب إنسان لرحمه، وأراد الرجوع فيما وهبه بعد قبضه، ففى غير الفروع يمتنع الرجوع باتفاق، أما الفروع فللعلماء فيهم ثلاثة آراء :

أ -منع الرجوع، وهو قول الحنفية، وهو رواية عن أحمد، لحديث الحاكم مرفوعا :إذا كانت الهبة لذى رحم محرم لم يرجع فيها وصححه وقال على شرط الشيخين

ب -جواز الرجوع للأب ولسائر الأصول، إذا بقى الموهوب فى سلطة الموهوب له، وهو قول الشافعية ، للحديث الصحيح :لا يحل لرجل أن يعطى عطية أو يهب هبة فيرجع فيها إلا الوالد فيما يعطى ولده.

وفى شرح الروض كراهية ذلك، إن سوى بين أولاده فى العطية.

ج -جواز الرجوع بالنسبة للأب والأم دون غيرهما، وهو قول المالكية، غير أن الأم لا تعتصر (ترجع) إلا من الكبير البالغ، ومن الصغير إن كان أبوه حيا، فإن تيتم بعد الهبة ففى الرجوع وجهان، وهذا ما لم يقل الواهب :هى لله تعالى، أو يجعلها صلة رحم، فإن كان كذلك امتنع الرجوع . وظاهر مذهب أحمد كالمالكية بالنسبة للأب، وظاهر كلام الخرقى كذلك بالنسبة للأم، لكن المنصوص عن أحمد أنه ليس لها الرجوع . وفى ذلك تفصيلات أخرى فى أصل الحكم ومستثنياته يرجع إليها فى (الهبة)(الموسوعة الفقهية الكويتية،ج٣،ص٨٦،مادة "أرحام")

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 27...... جو رشتہ دار اپنی وراثت کے حق دار نہ ہوں، ان کو مال کی وصیت کرنا جائز ہے، اور جو اپنے شرعی وارث ہوں، ان کو اگر مال کی وصیت کی جائے، تو حنفیہ کے نزدیک اگر دوسرے عاقل، بالغ وارث اجازت دیں، تو معتبر ہوگی، ورنہ معتبر نہیں ہوگی۔

جبکہ حنفیہ کے علاوہ بعض دوسرے فقہائے کرام کے نزدیک وارثوں کے حق میں اس طرح کی وصیت باطل شمار ہوتی ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 28...... فروع (یعنی اولاد اور اولاد کی اولاد) کی گواہی اس کے اُصول (یعنی والدین اور والدین کے والدین) کے حق میں، اور اسی طریقہ سے اصول (یعنی والدین اور والدین کے والدین) کی گواہی اس کے فروع (یعنی اولاد اور اولاد کی اولاد) کے حق میں

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ذهب الحنفية إلى أنه لا يجوز للواهب الرجوع في هبته بعد القبض إذا كان الموهوب له ذا رحم محرم من الواهب.

وذهب المالكية والحنابلة إلى عدم جواز الرجوع في الهبة إلى الرحم المحرم إلا أن يكون ابنا، فيجوز للأب الرجوع فيما وهبه لابنه

وذهب الشافعية إلى أنه لا يجوز للواهب أن يرجع في هبته لذي رحم محرم إلا أن يكون ابنا له، وإن نزل، فيجوز للأصول الرجوع فيما وهبوه لفروعهم دون سائر المحارم، وهذا في الجملة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٦، ص ٢٠٧، مادة "محرم")

[1] اختلف الفقهاء في الوصية لوارث على قولين.

القول الأول :ذهب الحنفية وهو الأظهر عند الشافعية والحنابلة وقول عند المالكية إلى أن الوصية للوارث تنعقد صحيحة موقوفة على إجازة الورثة، فإن أجازوها بعد وفاة الموصي نفذت وإن لم يجيزوها بطلت ولم يكن لها أثر، وإن أجازها البعض دون البعض نفذت في حق من أجازها، وبطلت في حق من لم يجز.

واستدلوا على ذلک بقول الرسول صلى الله عليه وسلم :لا تجوز الوصية لوارث إلا أن يشاء الورثة .

القول الثاني :ذهب المالكية والشافعية في مقابل الأظهر وفي رواية عند الحنابلة إلى أن الوصية للوارث باطلة مطلقا وإن أجازها سائر الورثة، إلا أن يعطوه عطية مبتدأة، واحتجوا بظاهر قول الرسول صلى الله عليه وسلم :لا وصية لوارث؛ ولأن الوصية للوارث تلحق الضرر ببقية الورثة وتثير الحفيظة في نفوسهم وقد نهى القرآن الكريم عن ذلک في قوله :(من بعد وصية يوصى بها أو دين غير مضار)(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٠ص٢٥٣، ٢٥٤، مادة " عقد")

www.idaraghufran.org

شرعاً معتبر نہیں ہوتی، اس کے علاوہ دیگر رشتہ داروں کی گواہی معتبر ہوجاتی ہے، البتہ ان کی گواہی ایک دوسرے کے خلاف معتبر ہے۔ ۱؎

مسئلہ نمبر 29...... اپنے اصول (یعنی والدین اور والدین کے والدین) کے شرعی غلام یا باندی ہونے کی حالت میں ملکیت میں آنے سے، اور اسی طرح اپنے فروع (یعنی اولاد اور اولاد کی اولاد) کے شرعی غلام یا باندی ہونے کی حالت میں ملکیت میں آنے سے یہ افراد، شرعاً خود بخود آزاد ہوجاتے ہیں۔ ۲؎

اور مذکورہ افراد کے علاوہ باقی رشتہ داروں کے شرعی غلام یا باندی ہونے کی حالت میں ملکیت میں آنے سے، آزاد ہونے نہ ہونے کے بارے میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے۔

حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک اگر ذی رحم محرم رشتہ دار شرعی غلام یا باندی ہونے کی حالت میں ملکیت میں داخل ہوجائے، تو وہ آزاد ہوجاتا ہے، اور جو رشتہ دار ذی رحم محرم نہیں، جیسا کہ زوجین ایک دوسرے کے لئے اور چچا اور پھوپھی زاد بھائی وغیرہ، یہ افراد غلام و باندی ہونے

۱؎ لا تقبل شهادة أصل لفرعه، ولا فرع لأصله؛ لأن كلا منهما يميل بطبعه للآخر، ولحديث: فاطمة بضعة منى، يريبنى ما أرابها.

أما بقية الأرحام فتقبل شهادتهم، غير أن المالكية اشترطوا لقبول شهادة الأخ أن يكون مبرزا فى العدالة، وألا يكون فى عيال من يشهد له، وألا تكون الشهادة فى جرح فيه قصاص .

ولا يقضى القاضى لمن لا تجوز شهادته له، نص على ذلك الحنفية، والمالكية، والشافعية، وهو الصحيح عند الحنابلة، ويجوز قضاؤه لباقى أقاربه، إلا أن المالكية قالوا :لا يقضى للعم، إلا إن كان مبرزا فى العدالة ومقابل الصحيح عند الحنابلة جواز القضاء لمن يشهد له، قاله أبو بكر .وقيل: يجوز بين والديه وولده (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣، ص٩٠، مادة"ارحام")

۲؎ المذاهب الأربعة على أن الوالدين -وإن علوا -يعتقون على المولودين بالتملك، وأن المولودين -وإن نزلوا -يعتقون على الوالدين، وسواء فى ذلك الذكر والأنثى، والمسلم والكافر؛ لأنه حكم متعلق بالقرابة، فاستوى فيه الجميع . واستدلوا على وجوب إعتاق الوالدين بقول الله سبحانه :(واخفض لهما جناح الذل من الرحمة) الآية، ولا يتأتى خفض الجناح مع الاسترقاق، وعلى عتق المولودين بقول الله سبحانه :(وما ينبغى للرحمن أن يتخذ ولدا إن كل من فى السموات والأرض إلا آتى الرحمن عبدا) الآية.

ويقول سبحانه :(وقالوا اتخذ الرحمن ولدا) الآية، دل كل منهما على نفى اجتماع الولدية والعبدية (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣، ص [illegible]، مادة"ارحام")

www.idaraghufran.org

کی حالت میں ملکیت میں آنے سے آزاد نہیں ہوتے۔ ؎۱

مسئلہ نمبر 30...... کسی کے فوت ہونے کے بعد اس کو غسل دینے اور اس پر نماز جنازہ پڑھنے اور دفن کرنے کے سلسلہ میں ان رشتہ داروں کا حق مقدم ہے، جو رشتہ دار ذی رحم محرم کہلاتے ہیں، اور ان کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ ؎۲

مسئلہ نمبر 31...... حنفیہ کے نزدیک میت پر نمازِ جنازہ کا سب سے پہلا استحقاق مسلمان بادشاہ یا اس کے نائب کو حاصل ہے، اور پھر محلّہ کی مسجد کے امام کو حاصل ہے، پھر اس کے بعد ترتیب وار نکاح کے اعتبار سے عصبی رشتہ داروں کو حاصل ہے، لیکن فوت ہونے والے کے باپ کا درجہ بیٹے کے مقابلہ میں مقدم ہے، ہاں اگر بیٹا عالم ہو، اور والد عالم نہ ہو، تو بیٹے کا درجہ مقدم ہے۔

اور نمازِ جنازہ کے حق میں بیوی کا شوہر دوسرے رشتہ داروں پر مقدم نہیں، البتہ وہ اجنبی لوگوں پر مقدم ہے، اور میت کی نمازِ جنازہ میں عورتوں کو ولایت واستحقاق حاصل نہیں ہے۔ ؎۳

؎۱ أما بقية الأرحام غير الأصول والفروع فللعلماء فى عتقهم عند تملكهم ثلاثة آراء .
الأول :عتق ذوى الرحم المحرم، وهو مذهب الحنفية والحنابلة، فمن ملك قريبا ذا رحم محرم عتق عليه .وصفة ذى الرحم المحرم أن يكون قريبا حرم نكاحه والمحرم بلا رحم كأن يملك زوجة ابنه أو أبيه لا يعتق عليه، وكذا الرحم بلا محرم، كبنى الأعمام والأخوال.
الثانى :الاقتصار على الإخوة والأخوات، وأما ما عدا ذلك من أولاد الإخوة والأخوات والأعمام والعمات والأخوال والخالات، فإنه لا يعتق أحد من هؤلاء بالملك، وهذا هو مذهب المالكية .
الثالث :الاقتصار على الأصول والفروع، وهو مذهب الشافعية (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣، ص ٩١، مادة"ارحام")

؎۲ أغلب الفقهاء على أن ذوى الأرحام يقدمون على غيرهم فى الأمور التى تجب للميت من غسل وصلاة عليه، ودفن .إلا أن بعضهم يقدم الزوجين على الأقارب، ومنهم من يقدم الوصى عليهم) ، وقد يختلف الحكم فى الصلاة عليه وفى الغسل والدفن، وتفصيل هذه الأحكام يذكره الفقهاء فى مصطلح الجنائز(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣،ص ٨٦، مادة"ارحام")

؎۳ ذهب الحنفية إلى أن أولى الناس بالصلاة على الميت السلطان إن حضر ثم نائبه وهو أمير المصر، ثم القاضى، فإن لم يحضر فصاحب الشرط ثم خليفة الوالى، ثم خليفة القاضى، ثم إمام الحى.

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حنفیہ کے نزدیک رشتہ داروں کے اعتبار سے تفصیل یہ ہے کہ میت پر نمازِ جنازہ کا پہلا حق، فوت ہونے والے کے والد کا ہے، پھر فوت ہونے والے کے بیٹے کا ہے، پھر فوت ہونے والے کے بیٹے کے بیٹے کا ہے نیچے تک، پھر سگے بھائی کا ہے، پھر باپ شریک بھائی کا ہے، پھر سگے بھائی کے بیٹے کا ہے، پھر اسی ترتیب سے نکاح کے ولی ہونے کے اعتبار سے آگے سلسلہ جاری ہوتا ہے۔

اور حنفیہ میں سے امام ابو یوسف کے نزدیک فوت ہونے والے پر نمازِ جنازہ پڑھنے کے اعتبار سے، رشتہ دار کا حق بادشاہ سے مقدم ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال الحصكفى :فيه إيهام، وذلك أن تقديم الولاة واجب وتقديم إمام الحى مندوب فقط بشرط أن يكون أفضل من الولى، وإلا فالولى أولى، وبشرط أن لا يكون ساخطا عليه حال حياته لوجه صحيح.
والمراد بإمام الحى إمام المسجد الخاص بالمحلة، وإمام المسجد الجامع (وعبر عنه فى كتاب المنية بإمام الجمعة) أولى من إمام الحى، وأما إمام مصلى الجنازة فاستظهر المقدسى أنه كالأجنبى فالولى مقدم عليه.
ثم الولى بترتيب عصوبة الإنكاح إلا الأب فإنه يقدم على الابن اتفاقا إلا أن يكون الابن عالما والأب جاهلا فالابن أولى، فلا ولاية للنساء ولا للزوج إلا أنه أحق من الأجنبى، والتقييد بالعصوبة لإخراج النساء فقط، فذوو الأرحام وهم داخلون فى الولاية وهم أولى من الأجنبى.
والمراد بالولى الذكر المكلف فلا حق للصغير ولا للمعتوه(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٦ ص٣٨، مادة"جنائز")

[1] وتفصيل الإجمال أنه يقدم فى الصلاة على الميت أبوه، ثم ابنه، ثم ابن ابنه وإن سفل، ثم الجد وإن علا، ثم الأخ الشقيق، ثم الأخ لأب، ثم ابن الأخ الشقيق، وهكذا الأقرب فالأقرب كترتيبهم فى النكاح.
ومن له ولاية التقدم فهو أحق بالصلاة على الميت ممن أوصى له الميت بالصلاة عليه؛ لأن الوصية باطلة على المفتى به عند الحنفية، وفى نوادر ابن رستم الوصية جائزة ومع ذلك يقدم من له حق التقدم.وقال أبو يوسف :القريب أولى من السلطان .
ولا ولاية للزوج عند الحنفية لانقطاع الصلة بالموت لكن إن لم يكن للزوجة الميتة ولى فالزوج أولى، ثم الجيران أولى من الأجنبى.
ولو ماتت امرأة ولها زوج وابن عاقل بالغ منه، فالولاية للابن دون الزوج، لكن يكره للابن أن يتقدم أباه، وينبغى أن يقدمه، فإن كان لها ابن من زوج آخر فلا بأس أن يتقدم؛ لأنه هو الولى، وتعظيم زوج أمه غير واجب عليه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٦، ص٢٩، مادة"جنائز")

www.idaraghufran.org

اور حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کا قول اس سے مختلف ہے۔ [1]

[1] وقال المالكية :الأحق بالصلاة عليه وصى الميت إن كان أوصى إليه رجاء بركته وإلا فلا، ثم الخليفة وهو الإمام الأعظم، وأما نائبه فلا حق له فى التقدم إلا إذا كان نائبه فى الحكم والخطبة، ثم أقرب العصبة فيقدم الابن، ثم ابنه ثم الأب، ثم الأخ، ثم ابن الأخ، ثم الجد، ثم العم، ثم ابن العم وهكذا.

ولا حق لزوج الميتة فى التقدم ويكون بعد العصبة، فإن لم يوجد عصبة فالأجانب سواء ، إلا أنه يقدم الأفضل منهم.

وقال الشافعية :الأولى بالصلاة عليه أبو الميت وإن علا، ثم ابنه وإن سفل، ثم الأخ الشقيق، ثم الأخ لأب، ثم ابن الأخ الشقيق،

ثم ابن الأخ لأب، ثم بقية العصبة على ترتيب الميراث، فإن لم يكن فالإمام الأعظم، أو نائبه عند انتظام بيت المال، ثم ذوو الأرحام الأقرب فالأقرب.

وإذا أوصى بالصلاة لغير من يستحق التقدم ممن ذكر فلا تنفذ وصيته .ولا حق للزوج حيث وجد معه غيره من الأجانب، ولا حق للزوجة حيث وجد معها ذكر، فإن لم يوجد فالزوج مقدم على الأجانب .والمرأة تصلى وتقدم بترتيب الذكور .

وقال الحنابلة :الأولى بالصلاة عليه إماما وصيه العدل، ثم السلطان، ثم نائبه، ثم أبو الميت وإن علا، ثم ابنه وإن نزل، ثم الأقرب فالأقرب على ترتيب الميراث، ثم ذوو الأرحام، ثم الزوج، ونائب الولى بمنزلته بخلاف نائب الوصى فلا يكون بمنزلته .

وقال الحنفية :ولو كان الوليان فى درجة واحدة فأكبرهما سنا أولى، ولهما أن يقدما غيرهما فلو قدم كل واحد منهما رجلا على حدة فالذى قدمه الأكبر أولى .وليس لأحدهما أن يقدم إنسانا إلا بإذن الآخر، إلا إن قدما الأسن لسنه "لقول النبى صلى الله عليه وسلم :الكبر الكبر ولغيره من الأحاديث.

وإذا أراد أحد الوليين المتساويين درجة أن يستخلف غيره كان الآخر أولى بأن يستخلفه.

فإن تشاجر الوليان فتقدم أجنبى بغير إذنهما فصلى، ينظر إن صلى الأولياء معه جازت الصلاة ولا تعاد، وإن لم يصلوا معه فلهم إعادة الصلاة لعدم سقوط حقهم وإن تأدى الفرض، ولا يعيد مع الأولياء من صلى مع غيرهم.

وقال المالكية :إن تعددت العصبة المتساوون فى القرب من الميت، قدم الأفضل منهم لزيادة فقه أو حديث أو نحو ذلك، وكذا الأجانب إذا لم يوجد غيرهم يقدم الأفضل منهم كما فى صلاة الجماعة.

وقال الشافعية :بتقديم الأسن إذا استوى الولاة وتشاحوا، إلا أن تكون حالة الأسن غير محمودة، فكان أفضلهم وأفقههم أحب، فإن تقاربوا فأسنهم؛ لأن الغرض هنا الدعاء ودعاء الأسن أقرب للإجابة لقول النبى صلى الله عليه وسلم :إن الله يستحيى أن يرد دعوة ذى الشيبة فى الإسلام وإن استووا وقلما يكون ذلك فلم يصطلحوا أقرع بينهم.

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 32...... جو بچہ نابالغ ہو، اور اس کی ملکیت میں مال ہو، تو نابالغ رہنے تک اس کے مال کی ولایت ونگرانی وغیرہ کا پہلا حق اس کے والد کو حاصل ہوتا ہے، پھر اگر خدانخواستہ والد فوت ہوجائے، تو دوسرے نمبر پر اس کو ولایت حاصل ہوتی ہے، جس کے لئے والد نے زندگی میں ولایت کی وصیت کی ہو، اور اگر والد نے کسی کے حق میں وصیت نہیں کی، تو پھر تیسرے درجہ میں حنفیہ کے نزدیک اس فوت ہونے والے والد کے والد یعنی دادا کو حاصل ہوتی ہے، پھر چوتھے درجہ میں دادا نے جس کے لئے وصیت کی ہو، اس کو حاصل ہوتی ہے، اور اگر وصیت نہ کی ہو، تو مسلمان قاضی (وجج) کو حاصل ہوتی ہے۔

اور حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کی اس بارے میں رائے کچھ مختلف ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال الحنابلة :إذا تساوى الأولياء قدم من كان أولاهم بالإمامة فى الصلوات الخمس، فإن استووا فيه أيضا أقرع بينهم، وتكره إمامة غير الأولى بلا إذنه مع حضوره، لكن يسقط به الفرض، فإن صلى الأولى خلفه صار إذنا، وإلا فله أن يعيدها؛ لأنها حقه، ويجوز أن يعيدها من صلاها تبعا للأولى (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٦ ص ٤٠، مادة"جنائز")

[1] اختلف الفقهاء فى مرتبة الوصى بين من يتولون أمر الصغير:

-فعند الحنفية :أن الولاية فى مال الصغير للأب ثم وصيه، ثم وصى وصيه ولو بعد.

فلو مات الأب ولم يوص فالولاية لأبى الأب ثم وصيه ثم وصى وصيه، فإن لم يكن فللقاضى ومنصوبه.

ووصى الأب عندهم أحق بمال الطفل من الجد، وذلك لأن ولاية الأب تنتقل إلى وصيه بالإيصاء .

فتكون ولاية الوصى قائمة معنى وتتقدم على الجد كالأب نفسه.

ولأن اختيار الأب للوصى مع علمه بوجود الجد يدل على أن تصرفه أنظر وأحسن لأولاده من تصرف الجد.

وعند المالكية والحنابلة :أن الولاية على مال الصغير تكون للأب ثم وصيه ثم للقاضى، دون الأجداد والأعمام والإخوة، لأنهم يدلون للميت بواسطة، بخلاف الأب فإنه يدلى بنفسه.

غير أن المالكية يرون أن للأم أن توصى بثلاثة شروط :الأول :أن يقل المال الذى أوصت بسببه، والمعول عليه فى حد الكثرة والقلة هو العرف.

الثانى :أن لا يكون للصغير ولى من أب أو وصى الأب أو وصى قاض.

الثالث :أن يرث الصغير ذلك المال عنها بأن كان المال لها وماتت.

وقال الشافعية :لا يجوز للأب على الصحيح نصب وصى على الأطفال ونحوهم كالمجانين ومن

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 33...... حضانت کے معنیٰ ایسے ناسمجھ اور چھوٹے بچہ کی تربیت اور پرورش کرنے کے آتے ہیں کہ جو اپنے معاملات کا خود کفیل نہ ہو۔ ۲؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بلغ سفيها والجد حى حاضر بصفة الولاية عليهم، لأن ولايته ثابتة شرعا فليس له نقل الولاية عنه كولاية التزويج، أما إذا كان الجد غائبا فقال الزركشى :ولو أراد الأب الإيصاء بالتصرف عليهم إلى حضوره، فقياس ما قالوه فى تعليق الوصية على البلوغ :الجواز، ويحتمل المنع، لأن الغيبة لا تمنع حق الولاية .

وأما فى قضاء الديون والوصايا فللأب نصب الوصى فى حياة الجد ويكون الوصى أولى من الجد، ولو لم ينصب وصيا فأبوه أولى بقضاء الدين وأمر الأطفال، والحاكم أولى بتنفيذ الوصايا .كذا نقله البغوى وغيره(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٤٣ص ١٨١، ١٨٢، مادة "وصاية")

۲؎ الحضانة فى اللغة :مصدر حضن، ومنه حضن الطائر بيضه إذا ضمه إلى نفسه تحت جناحيه، وحضنت المرأة صبيها إذا جعلته فى حضنها أو ربته، والحاضن والحاضنة الموكلان بالصبى يحفظانه ويربيانه، وحضن الصبى يحضنه حضنا :رباه.

والحضانة شرعا :هى حفظ من لا يستقل بأموره، وتربيته بما يصلحه.

الألفاظ ذات الصلة:

أ -الكفالة: الكفالة لغة الضم، وكفلت المال وبالمال ضمنته، وكفلت الرجل وبالرجل كفلا وكفالة، وتكفلت به ضمنته، والكافل العائل، والكافل والكفيل الضامن .قال ابن الأعرابى :كفيل وكافل وضمين وضامن بمعنى واحد، وفى التهذيب :وأما الكافل فهو الذى كفل إنسانا يعوله وينفق عليه، وقال ابن بطال :الكفالة بالولد أن يعوله ويقوم بأمره، ومنه قوله تعالى :(وكفلها زكريا)

وفى المغرب :وتركيبه يدل على الضم والتضمين.

والفقهاء يفردون بابا للكفالة بالدين أو بالنفس، ويعرفونها بأنها ضم ذمة الكفيل إلى ذمة الأصيل فى المطالبة مطلقا بنفس، أو بدين، أو عين كمغصوب .كما يستعملون لفظ الكفالة فى باب الحضانة، ويريدون بالكفيل من يعول الصغير ويقوم بأموره .وعلى ذلك فلفظ الكفالة مشترك بين ضم الذمة وبين الحضانة.

ب -الولاية:

الولاية لغة :النصرة، وشرعا :القدرة على التصرف أو هى :تنفيذ القول على الغير.

وقد يكون مصدرها الشرع كولاية الأب والجد، وقد يكون مصدرها تفويض الغير كالوصاية ونظارة الوقف .والولايات متعددة كالولاية فى المال، وفى النكاح، وفى الحضانة، وتختلف من تثبت له الولاية من نوع إلى نوع، فقد تكون للرجال فقط .وقد تكون للرجال والنساء.

والحضانة نوع من أنواع الولايات الثابتة بالشرع، ويقدم فيها النساء على الرجال.

ج -الوصاية:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 34...... حضانت یعنی ناسمجھ اور چھوٹے بچہ کی تربیت و پرورش شرعاً واجب ہے، کیونکہ اس کے بغیر بچہ ہلاکت کا شکار ہو جاتا ہے، اور اس کو ہلاکت سے بچانا ضروری ہے۔

اور حضانت کا مطلب بچہ کو موذی چیزوں سے بچانا اور محفوظ رکھنا اور اُس کی نشو ونما کی تربیت کرنا ہے، اور یہ مقصود بچہ کی مصلحت والے کام کرنے سے ہوتا ہے، جس میں بچہ کے کھانے پینے اور اُس کے نہانے دھونے اور اُس کے سونے جاگنے کے معاملات کی نگرانی وانتظام کرنا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الوصاية لغة :الأمر، وشرعا :الأمر بالتصرف بعد الموت، كوصية الإنسان إلى من يغسله، أو يصلى عليه إماما، أو يزوج بناته ونحو ذلك، فالوصاية ولاية كغيرها، إلا أنها تثبت بتفويض الغير، أما الحضانة فهى ثابتة بالشرع، وقد يكون الوصى حاضنا (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٧، ص ٢٩٩ وص ٣٠٠، مادة "حضانة")

[1] الحضانة واجبة شرعا، لأن المحضون قد يهلك، أو يتضرر بترك الحفظ، فيجب حفظه عن الهلاك، محكمها الوجوب العينى إذا لم يوجد إلا الحاضن، أو وجد ولكن لم يقبل الصبى غيره، والوجوب الكفائى عند تعدد الحاضن

صفة المحضون (من ثبت عليه الحضانة):

تثبت الحضانة على الصغير باتفاق الفقهاء وكذلك الحكم عند الجمهور -الحنفية والشافعية والحنابلة وفى قول عند المالكية -بالنسبة للبالغ المجنون والمعتوه.

والمشهور عند المالكية أن الحضانة تنقطع فى الذكور بالبلوغ ولو كان زمنا أو مجنونا.

مقتضى الحضانة:

مقتضى الحضانة حفظ المحضون وإمساكه عما يؤذيه، وتربيته لينمو، وذلك بعمل ما يصلحه، وتعهده بطعامه وشرابه، وغسله وغسل ثيابه، ودهنه، وتعهد نومه ويقظته.

حق الحضانة:

لكل من الحاضن والمحضون حق فى الحضانة، فهى حق الحاضن بمعنى أنه لو امتنع عن الحضانة لا يجبر عليها، لأنها غير واجبة عليه، ولو أسقط حقه فيها سقط، وإذا أراد العود وكان أهلا لها عاد إليه حقه عند الجمهور، لأنه حق يتجدد بتجدد الزمان.

وهى حق المحضون بمعنى أنه لو لم يقبل المحضون غير أمه أو لم يوجد غيرها، أو لم يكن للأب ولا للصغير مال، تعينت الأم للحضانة وتجبر عليها، ولذلك يقول الحنفية :لو اختلعت .الزوجة على أن تترك ولدها عند الزوج صح الخلع وبطل الشرط.

وهذا عند الحنفية والشافعية والحنابلة .ويوافقهم المالكية في المشهور عندهم، غير أنهم يخالفون

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 35...... حضانت یعنی بچہ کی پرورش اورتربیت کا حق عورتوں کو بھی حاصل ہوتا ہے، اورمَردوں کو بھی، لیکن عورتوں کا حق مَردوں پر مقدَّم ہوتا ہے، کیونکہ بچہ کی تربیت وپرورش عورتوں کے ذریعہ سے زیادہ بہتر طریقہ سے ممکن ہے۔

اورجب تک میاں بیوی کا نکاح قائم ہو، تو وہ دونوں اپنے بچہ کی تربیت وپرورش کے مشترک طور پر حق دار ہیں۔

لیکن اگر میاں بیوی کے درمیان طلاق یا خلع وغیرہ کی وجہ سے جدائیگی پیدا ہوجائے، تو ایسی صورت میں باپ کے مقابلہ میں ماں کو ناسمجھ اور چھوٹے بچہ کی پرورش وتربیت کا زیادہ استحقاق حاصل ہے۔

اورماں کے بعد پرورش وتربیت کے حق دار افراد میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے۔ [1]

اگر بچہ کی ماں موجود نہ ہو، یا وہ بچہ کی پرورش پر آمادہ نہ ہو، یا ماں کی پرورش کا حق کسی وجہ (مثلاً کسی اجنبی سے نکاح کرنے) سے ساقط ہوجائے، تو حنفی فقہائے کرام کے نزدیک ماں کے بعد مندرجہ ذیل ترتیب پر پرورش کا حق حاصل ہوتا ہے، اوران میں سے اگر پہلے کا حق کسی وجہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الجمهور في عودة الحق بعد الإسقاط، فعندهم إذا أسقط الحاضن حقه في الحضانة دون عذر بعد وجوبها سقط حقه ولا يعود إليه الحق بعد ذلك لو أراد، ومقابل المشهور يعود إليه حقه بناء على أنها حق المحضون (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٧، ص ٣٠٠ وص ٣٠١، مادة "حضانة")

[1] المستحقون للحضانة وترتيبهم:

الحضانة تكون للنساء والرجال من المستحقين لها، إلا أن النساء يقدمن على الرجال، لأنهن أشفق وأرفق، وبها أليق وأهدى إلى تربية الصغار، ثم تصرف إلى الرجال لأنهم على الحماية والصيانة وإقامة مصالح الصغار أقدر.

وحضانة الطفل تكون للأبوين إذا كان النكاح قائما بينهما، فإن افترقا فالحضانة لأم الطفل باتفاق، لما ورد أن امرأة أتت رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت يا رسول الله :إن ابني هذا كان بطني له وعاء وحجري له حواء ، وثديي له سقاء ، وزعم أبوه أنه ينزعه مني، فقال :أنت أحق به ما لم تنكحي.

ولكل أهل مذهب طريقة خاصة في ترتيب مستحقي الحضانة بعد الأم ومن يقدم عند الاستواء في الاستحقاق .مع مراعاة أن الحضانة لا تنتقل من المستحق إلى من بعده من المستحقين إلا إذا أسقط المستحق حقه في الحضانة أو سقطت لمانع (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٧، ص ٣٠١ وص ٣٠٢، مادة "حضانة")

www.idaraghufran.org

سے ساقط ہوجائے، یا کوئی پرورش کے لئے تیار نہ ہو، تو پھر اگلے افراد کی طرف بالترتیب منتقل ہوتا رہتا ہے۔

(1)...... بچہ کی نانی (2)...... بچہ کی دادی (3)...... بچہ کی سگی بہن (4)...... بچہ کی ماں شریک بہن (5)...... بچہ کی باپ شریک بہن (6)...... سگی بہن کی بیٹی (7)...... ماں شریک بہن کی بیٹی (8)...... سگی خالہ (9)...... ماں شریک خالہ (10)...... باپ شریک خالہ (11)...... باپ شریک بہن کی بیٹی (12)...... سگے بھائی کی بیٹی (13)...... ماں شریک بھائی کی بیٹی (14)...... باپ شریک بھائی کی بیٹی (15)...... سگی پھوپھی (16)...... ماں شریک پھوپھی (17)...... باپ شریک پھوپھی (18)...... ماں کی خالہ (19)...... باپ کی خالہ (20)...... ماں باپ کی پھوپھی (21)...... مَردوں میں سے وراثت کی ترتیب پر عصبات، جس میں پہلا درجہ باپ کا، پھر دادا کا ہے، اوراسی ترتیب سے سلسلہ آگے بڑھتا ہے (22)...... اوراگر عصبہ رشتہ دار نہ ہوں تو پرورش کا حق مرد ذوی الارحام کو حاصل ہوتا ہے۔ [1]

اورحنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے اقوال اس سلسلہ میں مختلف ہیں۔ [2]

---

[1] ذهب الحنفية إلى أن أم الأم تلى الأم فى الحضانة إذا سقطت حضانة الأم لمانع، ثم أم الأب وإن علت، ثم الأخت لأبوين، ثم الأخت لأم، ثم الأخت لأب، ثم بنت الأخت لأبوين، ثم لأم، ثم الخالات لأبوين، ثم لأم، ثم لأب، ثم بنت الأخت لأب (وتأخيرها عن الخالات هو الصحيح) . ثم بنات الأخ لأبوين، ثم لأم، ثم لأب، ثم العمات لأبوين، ثم لأم، ثم لأب، ثم خالة الأم، ثم خالة الأب، ثم عمات الأمهات والآباء ، ثم العصبات من الرجال بترتيب الإرث، فيقدم الأب، ثم الجد، ثم الأخ الشقيق، ثم لأب، ثم بنوه كذلک، ثم العم، ثم بنوه .وإذا اجتمعوا قدم الأورع ثم الأسن، ثم إذا لم يكن عصبة انتقل حق الحضانة لذوى الأرحام الذكور إذا كانوا من المحارم، فيقدم الجد لأم، ثم يقدم الأخ لأم، ثم لابنه، ثم للعم لأم، ثم للخال لأبوين، ثم للخال لأم، فإن تساووا فأصلحهم، ثم أورعهم ثم أكبرهم (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٧، ص ٣٠٢، مادة "حضانة")

[2] ذهب جمهور الفقهاء إلى أن أحق الناس بالحضانة بعد الأم سواء ماتت أو نكحت أجنبيا أمهاتها المدليات بإناث القربى فالقربى، أي جدة الطفل لأمه وإن علت.

www.idaraghufran.org

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 36...... حنفیہ کے نزدیک نکاح کے ولی ہونے کا حق، اس کے عصبہ بنفسہٖ کو حاصل ہے، یعنی ایسے شخص کو حاصل ہے کہ وراثت کا مستحق ہونے کے اعتبار سے جو میت کے ساتھ بغیر کسی عورت کے واسطہ کے متصل ہو۔

پس نکاح کے ولی ہونے کا سب سے پہلا حق بیٹے کو حاصل ہے، پھر باپ کا درجہ ہے، پھر دادا کا درجہ ہے، پھر سگے بھائی کا درجہ ہے، پھر باپ شریک بھائی کا درجہ ہے، پھر سگے بھائی کے بیٹے کا درجہ ہے، پھر باپ شریک بھائی کے بیٹے کا درجہ ہے، پھر سگے تایا و چچا کا درجہ ہے، پھر باپ شریک تایا و چچا کا درجہ ہے، پھر اسی ترتیب سے تایا و چچا کے بیٹوں کا درجہ ہے، پھر اسی ترتیب سے والد کے تایا و چچا کا درجہ ہے، پھر اسی ترتیب سے والد کے تایا و چچا کے بیٹوں کا درجہ ہے، پھر اسی ترتیب سے دادا کے تایا و چچا کا درجہ ہے، پھر اسی ترتیب سے دادا کے تایا و چچا کے بیٹوں کا درجہ ہے۔

پھر اگر کوئی عصبی مرد ولی نہ ہو، تو اس کے بعد امام ابوحنیفہ کے نزدیک ماں کا درجہ ہے، پھر دادی کا درجہ ہے، پھر بیٹی کا درجہ ہے، پھر پوتی کا درجہ ہے، پھر نواسی کا درجہ ہے، پھر پوتے کی بیٹی کا درجہ ہے، پھر نواسی کی بیٹی کا درجہ ہے نیچے تک۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ثم اختلفوا فيمن تنتقل الحضانة إليه بعد ذلك.

فذهب الحنفية إلى أن الحضانة تنتقل بعد الجدة لأم إلى الجدات لأب، ثم بعد ذلك إلى الأخوات ثم الخالات.

وذهب المالكية إلى أن الحضانة تنتقل إلى الخالات ثم الجدات من جهة الأب ثم الأخوات.

وذهب الشافعية في الجديد إلى تقديم الجدات لأب على الأخوات والخالات، وفي القديم إلى تأخيرهن عن الأخوات والخالات.

وذهب الحنابلة إلى أن الحضانة تنتقل بعد أم الأم إلى الأب، ثم إلى أمهاته، ثم إلى الأخوات والخالات.

واستدلوا بتقديم أم الأم بما قضاه أبو بكر الصديق رضي الله عنه في عاصم على عمر بن الخطاب رضي الله عنهما .فقد طلق عمر زوجته وله منها عاصم، ثم تزوجت بزوج آخر، وكان لها أم فقبضت عاصما عندها، فخاصمها عمر إلى أبي بكر فقضى لجدته (أم أمه) بالحضانة وقال عمر: سمعت وأطعت (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٥، ص١٢٢، مادة "جدة")

www.idaraghufran.org

پھر نانی کا درجہ ہے، پھر سگی بہن کا درجہ ہے، پھر باپ شریک بہن کا درجہ ہے۔ [1]

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

---

[1] واختلفوا فی ترتیب الأولیاء فی النکاح وذلک علی التفصیل الآتی:

قال الحنفیة :الولی فی النکاح العصبة بنفسه وهو من یتصل بالمیت حتی المعتق بلا توسط أنثی علی ترتیب الإرث والحجب، فیقدم الابن علی الأب عند أبی حنیفة وأبی یوسف خلافا لمحمد حیث قدم الأب، وفی الهندیة عن الطحاوی :إن الأفضل أن یأمر الأب الابن بالنکاح حتی یجوز بلا خلاف، وابن الابن کالابن، ثم یقدم الأب، ثم أبوه، ثم الأخ الشقیق، ثم لأب، ثم ابن الأخ الشقیق، ثم لأب، ثم العم الشقیق، ثم لأب، ثم ابنه کذلک، ثم عم الأب کذلک، ثم ابنه کذلک، ثم عم الجد کذلک، ثم ابنه کذلک، کل هؤلاء لهم إجبار الصغیرین وکذا الکبیرین إذا جنا، ثم المعتق ولو أنثی، ثم ابنه وإن سفل، ثم عصبته من النسب علی ترتیبهم.

فإن لم یکن عصبة لا نسبیة ولا سببیة فالولایة للأم عند الإمام ومعه أبو یوسف فی الأصح، وهو استحسان والعمل علیه، وقال محمد :لیس لغیر العصبات ولایة وإنما هی للحاکم، ثم لأم الأب، ثم للبنت، ثم لبنت الابن، ثم لبنت البنت، ثم لبنت ابن الابن، ثم لبنت بنت البنت، وهکذا إلی آخر الفروع وإن سفلوا، ثم للجد الفاسد، ثم للأخت لأب وأم، ثم للأخت لأب، ثم لولد الأم الذکر والأنثی سواء ، ثم لأولاد الأخت الشقیقة وما عطف علیها علی هذا الترتیب، ثم لذوی الأرحام : العمات، ثم الأخوال، ثم الخالات، ثم بنات الأعمام، وبهذا الترتیب أولادهم، فیقدم أولاد العمات، ثم أولاد الأخوال، ثم أولاد الخالات، ثم أولاد بنات الأعمام.

ثم تکون ولایة النکاح لمولی الموالاة وهو الذی أسلم علی یدیه أبو الصغیرة ووالاه لأنه یرث فتثبت له ولایة التزویج إذا کان الأب مجهول النسب ووالاه علی أنه إن جنی یعقل عنه، وإن مات یرثه.

ثم للسلطان، ثم لقاض نص له علیه فی منشوره، ثم لنواب القاضی إن فوض له ذلک، وإن لم یفوض إلیه التزویج فلیس لنائبه ذلک.

ولیس للوصی من حیث هو وصی أن یزوج الیتیم مطلقا وإن أوصی إلیه الأب بذلک علی المذهب. نعم لو کان قریبا أو حاکما یملکه بالولایة (الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج ۴۱، ص۲۷۵ و ۲۷۶، مادة "نکاح")

www.idaraghufran.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حُسنِ معاشرت

اور

آدابِ زندگی

(Beauty of Civilization and Manners of Life)

اچھی معاشرت اور طرزِ زندگی گزارنے، رہنے سہنے، ایک دوسرے سے ملنے جلنے لین دین کرنے، تہذیب وشرافت والی زندگی بسر کرنے کے مختصر، جامع اور سہل آداب واحکام اور زندگی میں کام آنے والی مفید باتوں اور آدابِ زندگی کا مجموعہ

مصنّف

مفتی محمد رضوان

www.idaraghufran.org

Idara Ghufran

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرائت، شعر، سماع

اور موسیقی کا حکم

قرآن وسنت اور اسلامی فقہ کی روشنی میں

تفریح اور اس کی حدود، قرآن مجید کی تلاوت، قرائت اور سماعت

شعر سازی اور شعر گوئی، محفلِ حمد ونعت اور حسنِ قرائت اور سماع وقوالی کا حکم

اور موسیقی (Music) اور گانے (Song) کا شرعی حکم

شعر وشاعری اور گانے بجانے اور موسیقی سے متعلق مختلف شرعی احکام

اس سلسلہ میں پیش کئے جانے والے مختلف شبہات کا منصفانہ جائزہ۔

مستند مراجع وحوالوں کے ساتھ

مصنّف

مفتی محمد رضوان

Idara Ghufran

www.idaraghufran.org